

# شہزادہ علی اصغرؑ

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی





شہزادہ  
علی اصغر علیہ السلام

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

سکینہ

حیدرآباد، یونٹ نمبر ۸-۷۱



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	شہزادہ علی اصغر
تصنیف :	علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت :	اول (۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء)
تعداد :	ایک ہزار
کمپوزنگ :	ریحان احمد
قیمت :	۸۰۰ روپے
ناشر :	مرکز علوم اسلامیہ
	I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11
	کراچی۔ فون: 0213-4612868
	0300-2778856

..... کتاب ملنے کا پتہ .....

## مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال  
 بلاک-11 کراچی فون: 0213-4612868  
 website: www.allamazameerakhtar.com



.....انتساب.....

سیدہ صفیہ سلطانہ

بنت

سید مرتضیٰ حسین زیدی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَسَيُفَعِّلُ مَا أَزَلْتَ مِنْ مَاءِ عَذْرَاؤِكَ فَوْنِي  
 وَتُفَعِّلُ نَجْمِي وَأَوْشَاقِي قَائِلَ بَوْنِي

میرسلو اگر تم خدا پانی بنانا چھوڑ دو یاد کر لیا اللہ جس کی فریب پر ایشید سے شعلاتی سننا تو چھوڑ کر یہ دیکھنا

لَيْسَ فَمِنْ مِرْعَاثُورَاءِ جَمِيعًا نَظَرُ فَوْنِي  
 كَيْفَ أَسْتَسْقِي طِفْلًا بَوَانِ لَيْسَ فَوْنِي

لے کاش ام سب لطف خدا دوتے اور کھیتے کہے میں اپنے بچہ کے لیے پانی کا طلب کیا تھا مگر نہ لے سکا



## فہرست

- ۱۔ مقدمہ ..... ۲۴
- ۲۔ خزیہ علم ..... (ریحان احمد) ..... ۳۱
- ☆ مجلس درحال شہزادہ علی اصغرؑ ..... علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ..... ۳۶
- ☆ مجلس درحال شہزادہ علی اصغرؑ ..... علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ..... ۹۲ تا ۵۱

..... ﴿باب اول﴾ .....

### فضائل حضرت اُمّ ربابؑ و علی اصغرؑ

- ۱۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا شجرہ اور خاندان ..... ۹۵
- ۲۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا نکاح امام حسینؑ کے ساتھ ..... ۹۵
- ۳۔ خواتین عالم میں بہترین خاتون حضرت اُمّ ربابؑ ..... ۹۶
- ۴۔ امام حسینؑ کو اُمّ ربابؑ و یکینہ کی دُوری برداشت تھی ..... ۹۶
- ۵۔ مادر علی اصغرؑ اُمّ ربابؑ سے امام حسینؑ کی محبت ..... ۹۶

### فضائل علی اصغرؑ:

- ۷۔ نام علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت ..... ۹۸
- ۸۔ مجازی چاند جو کربلا میں غروب ہو گیا ..... ۱۰۲
- ۹۔ فضیلت خون علی اصغرؑ ..... ۱۰۲
- ۱۰۔ پھول سا گلہ علی اصغرؑ کا ..... ۱۰۲
- ۱۱۔ شفاعت علی اصغرؑ ..... ۱۰۲



- ۱۲۔ شہادت علی اصغرؑ تحت مصیبت تھی۔ ۱۰۳
- ۱۳۔ قافلہ حسینی میں علی اصغرؑ بیچ عظیم ہیں۔ ۱۰۴
- ۱۴۔ حضرت علی اصغرؑ پر سلام۔ ۱۰۴
- ۱۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کے آنسو اور علی اصغرؑ کی خاموشی۔ ۱۰۵
- ۱۶۔ طلق اصغرؑ۔ ۱۰۷
- بعض معصومین غم سے علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۰۸
- ۱۷۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۰۸
- ۱۸۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۰۸
- ۱۹۔ حضرت صالحؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۱۰
- ۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۱۱
- ۲۱۔ حضرت یحییٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۱۲
- ۲۲۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت۔ ۱۱۲
- ۲۳۔ علی اصغرؑ کمالات انبیاء کا نمونہ تھے۔ ۱۱۲

### ..... ﴿باب دوم﴾ ..... .....

مصائب حضرت علی اصغرؑ: (کربلا کے راستے میں)

- ۲۴۔ خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے۔ ۱۲۳
- ۲۵۔ روضہ رسول پر امام حسینؑ کا خواب۔ ۱۲۵
- ۲۶۔ بچوں کو کربلا لانے کا راز۔ ۱۲۶
- ۲۷۔ امام حسینؑ عورتوں کو کربلا کیوں لائے۔ ۱۲۸
- ۲۸۔ امام حسینؑ بچوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہو گئے۔ ۱۲۸



۲۹۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی اطلاع ۱۲۸۔

۳۰۔ بی اُمیہ کی دھوکا دہی ۱۲۹۔

۳۱۔ حسینی بچوں نے تحریک حسینی کو زندہ کر دیا ۱۲۹۔

۳۲۔ راستے کا ایک خواب ۱۳۰۔

۳۳۔ کربلا میں داخل ہونے وقت امام کا گریہ ۱۳۰۔

مصائب علی اصغرؑ روزِ عاشور

(الف) علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے

۳۴۔ عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کا آرام دل و جاں ۱۳۱۔

۳۵۔ حضرت علی اصغرؑ ہاتھوں پہ چلے گئے ۱۳۲۔

۳۶۔ بچوں کی صدائے اعطش اعطش ۱۳۸۔

۳۷۔ علی اصغرؑ کا پیغام گہوارے سے ۱۳۸۔

۳۸۔ گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا ۱۳۹۔

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی پیاس

۳۹۔ چار گئے دشتِ کربلا میں ۱۴۰۔

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب) ۱۴۱۔

۴۱۔ ظالم یزیدیوں نے علی اصغرؑ کو پانی نہیں دیا ۱۴۳۔

۴۲۔ علی اصغرؑ کی پیاس کی شدت ۱۴۳۔

۴۳۔ شیر خوار بچوں کی اہمیت اور علی اصغرؑ ۱۶۰۔

۴۴۔ پیاس کی شدت سے زبانِ خلق میں چپک گئی تھی ۱۶۱۔

۴۵۔ شیر خوار علی اصغرؑ پر پیاس کا غلبہ ۱۶۲۔



۳۶۔ خیام حسینی پر پانی کا بند کیا جانا۔ ۱۶۳

۳۷۔ حضرت علی اصغر کا گریہ پیاس کی شدت میں۔ ۱۶۴

۳۸۔ لشکر یزید سے امام حسین کا اتمام نجات کرنا۔ ۱۶۵

### (ج) شہادت علی اصغرؑ

۳۹۔ شب عاشور شہزادہ علی اصغر کی شہادت کی خبر دینا۔ ۱۶۶

۵۰۔ اے اے وائے نہر علقمہ، اے آبِ فرات تجھ سے ہمیں شکایت ہے۔ ۱۶۷

۵۱۔ انصارِ حسین کی شہادت۔ ۱۶۷

۵۲۔ قیامت خیز مصائب و رخصتِ امام حسین۔ ۱۶۸

۵۳۔ رخصتِ علی اصغر پر حضرت اُمّ ربابؓ نے خشک لبوں کا پورہ لیا۔ ۱۶۸

۵۴۔ علی اصغرؑ کا خون خدا کا خون تھا۔ ۱۶۸

۵۵۔ امام حسین سے حضرت زینبؓ کی درخواست۔ ۱۶۹

۵۶۔ امام حسینؑ سفید لباس میں علی اصغرؑ کو باہر لائے۔ ۱۶۹

۵۷۔ اے افرادِ قوم! اس شیرِ خوار پر رحم کرو۔ ۱۶۹

۵۸۔ علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟ ۱۶۹

۵۹۔ تمام عوام کے گلے کو سفیدی نظر آگئی۔ ۱۷۰

۶۰۔ نشانہ لگانا، علی اصغرؑ کے سفید گلے پر۔ ۱۷۰

۶۱۔ تیر علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا۔ ۱۷۰

۶۲۔ اے حرم! تیر نہ پھینک۔ ۱۷۱

۶۳۔ گرمیِ خونِ علی اصغرؑ۔ ۱۷۱

۶۴۔ بلیک علی اصغرؑ امام حسینؑ کو بلاتے ہیں۔ ۱۷۲



- ۶۵۔ حضرت علی اصغرؑ کا راز۔ ۱۷۲
- ۶۶۔ اللہ کے شیر کا پوتا ہے یہ معصوم علی اصغرؑ۔ ۱۷۳
- ۶۷۔ لودارِ شیر خوار علی اصغرؑ۔ ۱۷۴
- ۶۸۔ شکوہ امام حسینؑ پر درگاہِ الہی۔ ۱۷۴
- ۶۹۔ علی اصغرؑ باپ کے دامن میں ہیں۔ ۱۷۴
- ۷۰۔ علی اصغرؑ کے خشک لب اور شہادت۔ ۱۷۵
- ۷۱۔ تیرہ شعبہ کا معصوم کے پھول جیسے گلے پر لگنا۔ ۱۷۵
- ۷۲۔ علی اصغرؑ بھی شبیہ رسولؐ تھے، شبیہ رسولؐ خدا کی شہادت۔ ۱۷۵
- ۷۳۔ علی اصغرؑ کی قتل گاہ اور قبر علی اصغرؑ۔ ۱۷۷
- ۷۴۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی (غیبی آواز)۔ ۱۷۷
- ۷۵۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی۔ ۱۷۷
- ۷۶۔ علی اصغرؑ دنیا کے لئے بابِ مراد ہیں۔ ۱۷۸
- ۷۷۔ اے نفسِ صبر کر۔ ۱۷۹
- ۷۸۔ علی اصغرؑ ہنگامِ شہادت پر مسکرائے۔ ۱۷۹
- ۷۹۔ تیر لگنے سے علی اصغرؑ مسکرائے۔ ۱۸۰
- ۸۰۔ بارگاہِ رسولؐ خدا میں امام حسینؑ کا شکوہ۔ ۱۸۰
- ۸۱۔ علی اصغرؑ کا خشک گلا بے دودھ پیئے تھا۔ ۱۸۱
- ۸۲۔ مظلومیتِ حسینؑ کا ثبوت۔ ۱۸۱
- ۸۳۔ مصیبتِ وداعِ علی اصغرؑ۔ ۱۸۲
- ۸۴۔ علی اصغرؑ کے غم زدہ چہرے کا بوسہ۔ ۱۸۲



- ۸۵۔ خونیں الوداع ————— ۱۸۲
- ۸۶۔ آسمان کی طرف خون پھینکنا ————— ۱۸۳
- ۸۷۔ شہادت علی اصغرؑ کے بعد امام حسینؑ نے ظالمین پر لعنت کہی ————— ۱۸۳
- ۸۸۔ قرآن حسینؑ کے ہاتھوں پر ————— ۱۸۳
- ۸۹۔ اس معصوم بچے پر رحم کرو ————— ۱۸۳
- ۹۰۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کے استعاضے پر لبیک کہا  
(اے پدر گرامی آپ بے مددگار نہیں ہیں) ————— ۱۸۵
- ۹۱۔ ایک کان سے دوسرے کان تک علی اصغرؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ————— ۱۸۵
- ۹۲۔ ایک گھونٹ پانی کا تقاضا ————— ۱۸۵
- ۹۳۔ ایک تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی گئی ————— ۱۸۶
- ۹۴۔ سر پہ پدہ مرغ کی طرح علی اصغرؑ کا سرا لگ ہو گیا ————— ۱۸۶
- ۹۵۔ حضرت علی اصغرؑ پر اصل مصیبت کیا تھی؟ ————— ۱۸۶
- ۹۶۔ ایک تیر اور تین نشانے ————— ۱۸۷
- ۹۷۔ پیاسوں کی شہادت ————— ۱۸۷
- ۹۸۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگنا ————— ۱۹۰
- ۹۹۔ آخری مشاہدات علی اصغرؑ ————— ۱۹۰
- ۱۰۰۔ تیر کا نشانہ علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا ————— ۱۹۱
- ۱۰۱۔ سلام ہو شہزادہ علی اصغرؑ پر ————— ۱۹۲
- ۱۰۲۔ سید الشہداء کی قربانی ————— ۱۹۳
- ۱۰۳۔ اوج تہائی امام حسینؑ ————— ۱۹۳



۱۰۴۔ حضرت علی اصغر کی شہادت کا راز ————— ۱۹۵

۱۰۵۔ یہ تیر سقیفہ کا تیر تھا ————— ۱۹۷

۱۰۶۔ دوح اصغر بیاس سے آزاد ہو گئی ————— ۱۹۸

۱۰۷۔ علی اصغر کو میدان کربلا میں لانے کی وجہ ————— ۱۹۹

۱۰۸۔ امام حسین کی مظلومیت کی بڑی دلیل ————— ۱۹۹

روزِ عاشورہ علی اصغر کی شہادت کے بعد  
(الف) آسمان کی طرف خونِ علی اصغر کا پھینکنا

۱۰۹۔ کس وجہ سے خونِ علی اصغر زمین پر نہ ڈالا گیا ————— ۲۰۲

۱۱۰۔ خونِ علی اصغر حسینؑ نے چہرے پر مل لیا ————— ۲۰۲

۱۱۱۔ پروردگار قربانی علی اصغر قبول فرما ————— ۲۰۳

۱۱۲۔ علی اصغر کے کپڑوں پر خون ملنے کا راز ————— ۲۰۳

۱۱۳۔ خونِ علی اصغر چہرے پر ملنے کا راز ————— ۲۰۳

۱۱۴۔ علی اصغر تم ناقہ صالح سے کم نہیں ہو ————— ۲۰۳

۱۱۵۔ خونِ علی اصغر آسمان کی طرف نہیں پھینکا ————— ۲۰۴

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں ————— ۲۰۴

۱۱۶۔ امام حسینؑ کا گریہ ————— ۲۰۵

۱۱۷۔ ہدیہ حسینی ————— ۲۰۸

۱۱۸۔ پروردگار، تو ہمارا جلد بدل لے ————— ۲۰۸

۱۱۹۔ عظمتِ حضرت علی اصغرؑ ————— ۲۰۸

۱۲۰۔ علی اصغرؑ کا خون تمام شہیدوں سے افضل ہے ————— ۲۰۸



۱۲۱۔ خونِ علی اصغرؑ کے ایک قطرے کی عظمت ————— ۲۰۹

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیامِ اہلِ حرم میں کہرام

۱۲۲۔ علی اصغرؑ حورانِ جنت کی آغوش میں ————— ۲۰۹

۱۲۳۔ نالہ حضرت زینبؑ ————— ۲۱۰

۱۲۴۔ میرا بے شیر بچہ ————— ۲۱۰

۱۲۵۔ گریہ بر مصیبتِ شہادتِ علی اصغرؑ ————— ۲۱۱

۱۲۶۔ اس طرح سے حضرت اُمّ ربابؑ کو اصغرؑ کی اطلاع نہ دیں ————— ۲۱۱

۱۲۷۔ علی اصغرؑ کا خون بھرا کرتا ————— ۲۱۱

۱۲۸۔ میری بیٹی علی اصغرؑ کا لباس پکڑو ————— ۲۱۱

۱۲۹۔ سنگینی مصیبتِ علی اصغرؑ بی بی کے دل پر ————— ۲۱۲

۱۳۰۔ مرثیہ خوانی اُمّ کلثومؑ ————— ۲۱۲

(ج) علی اصغرؑ کو دفن کرنا

۱۳۱۔ ششما ہے کی نمازِ جنازہ پڑھنا ————— ۲۱۲

۱۳۲۔ سلام ————— ۲۱۲

۱۳۳۔ دفنِ علی اصغرؑ کا راز ————— ۲۱۳

۱۳۴۔ شرمندگی حضرت ابیہ عبداللہ از حضرت اُمّ ربابؑ ————— ۲۱۳

۱۳۵۔ الوداع کہنا حضرت اُمّ ربابؑ کا شیرِ خوار کو ————— ۲۱۳

۱۳۶۔ اصغرؑ کو دفن کرنا ————— ۲۱۳

۱۳۷۔ علی اصغرؑ پر نماز پڑھنا ————— ۲۱۳

۱۳۸۔ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ ————— ۲۱۵



۱۳۹۔ اصغر کے دفن کرنے کی حکمت ————— ۲۱۵

۱۴۰۔ خون بھرے گرتے میں اصغر کو دفن کرنا ————— ۲۱۶

۱۴۱۔ امام حسینؑ کی شرمندگی حضرت اُمّ ربابؓ سے ————— ۲۱۶

۱۴۲۔ علی اصغر کے دفن کرنے میں جلدی کی وجہ کیا تھی ————— ۲۱۶

۱۴۳۔ قبر علی اصغر ————— ۲۱۶

۱۴۴۔ رجزِ امام حسینؑ (میں علیؑ کا بیٹا ہوں) ————— ۲۱۷

۱۴۵۔ معصوم کی قبر میرے سینے میں ہے ————— ۲۱۷

### ﴿مصائب﴾ ..... تا ۱۱ محرم اور عصرِ عاشور کے

۱۴۶۔ غارت کرنا گہوارہ علی اصغرؑ کا ————— ۲۲۰

۱۴۷۔ عاشورہ کو حضرت اُمّ ربابؓ کی حالت ————— ۲۲۰

۱۴۸۔ غمِ اصغرِ معصوم ————— ۲۲۱

۱۴۹۔ علی اصغرؑ پیاسے کی یاد ————— ۲۲۱

### قید خانے میں حضرت علی اصغرؑ کی یاد

۱۵۰۔ دربار میں شعرِ یزید ملعون ————— ۲۲۳

۱۵۱۔ یزید کی خوشی ————— ۲۲۳

۱۵۲۔ اللّٰهُمَّ العن یزید بن معاویہ ————— ۲۲۳

۱۵۳۔ قید خانے میں ربابؓ کا رونا ————— ۲۲۳

۱۵۴۔ درخواستِ یزید از نعمان بن بشیر ————— ۲۲۶

۱۵۵۔ نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم ————— ۲۲۶

۱۵۶۔ حضرت علی اصغرؑ کا رومال تھمک میں دینا ————— ۲۲۷



۱۵۷۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا علی اصغرؑ کیلئے رونا ————— ۲۳۸

### ائمہ معصومینؑ کا علی اصغرؑ کے غم میں رونا

۱۵۸۔ امام سجادؑ کا رونا غم علی اصغرؑ میں ————— ۲۳۰

۱۵۹۔ گریہ امام سجادؑ بچوں کو دیکھتے ہی رونا ————— ۲۳۰

۱۶۰۔ مرحوم کوثری کی مجلس عزاء ————— ۲۳۱

۱۶۱۔ قتل علی اصغرؑ سے کیسے بدلہ لیا گیا ————— ۲۳۳

۱۶۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا غم علی اصغرؑ منانا ————— ۲۳۴

۱۶۳۔ علی اصغرؑ کی پیاس کا ایک واقعہ ————— ۲۳۳

۱۶۴۔ مجلس علی اصغرؑ از زبان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ————— ۲۳۵

۱۶۵۔ امام زمانہؑ قبر علی اصغرؑ پر مرثیہ پڑھتے ہیں ————— ۲۳۶

۱۶۶۔ غم اصغرؑ میں امام زمانہؑ کا مرثیہ ————— ۲۳۶

۱۶۷۔ کون سے گناہ کی وجہ سے مارا گیا ————— ۲۳۸

۱۶۸۔ امام زمانہؑ پر اثر غم ————— ۲۳۸

۱۶۹۔ زیارت آل یاسین میں علی اصغرؑ کی مصیبت ————— ۲۳۹

### حضرت اُمّ ربابؑ کا غم منانا

۱۷۰۔ حضرت اُمّ ربابؑ نے اشک اور خون دل سے اپنی دونوں آنکھوں

سے دریا بہا دیئے ————— ۲۳۱

۱۷۱۔ نوحہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ ————— ۲۳۲

۱۷۲۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا غم قبر علی اصغرؑ پر ————— ۲۳۲

۱۷۳۔ ایک سال تک عزاداری مرقد حسینؑ پر ————— ۲۳۲



- ۱۷۳۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی عزاداری و غم ..... ۲۳۳
- ۱۷۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی وفات ..... ۲۳۳
- ۱۷۶۔ دوری از لذت دنیا ..... ۲۳۳
- ۱۷۸۔ اس عطر ہے درد ختم نہ ہوگا ..... ۲۳۳
- ۱۷۹۔ حضرت اُمّ ربابؓ، رسول اللہ کی قابلِ شکر بہو تھیں ..... ۲۳۳
- ۱۸۰۔ مرثیہ خوانی حضرت اُمّ ربابؓ ..... ۲۳۵
- ۱۸۱۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی محبت کی حد ..... ۲۳۵
- ۱۸۲۔ وفات حضرت اُمّ ربابؓ ..... ۲۳۶

### ..... (باب سوم) .....

### معجزات علی اصغرؑ

- ۱۸۳۔ جو کچھ میرے پاس ہے حضرت علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے۔ ..... ۲۳۹
- ۱۸۴۔ حضرت علی اصغرؑ کے ویلے سے کتاب شائع ہو گئی ..... ۲۵۰
- ۱۸۵۔ حضرت علی اصغرؑ کے چہرے کا حسن ..... ۲۵۲
- ۱۸۶۔ علی اصغرؑ کے روغن کی برکت ..... ۲۵۲
- ۱۸۷۔ شیعہ مذہب میں بلند مقام ہے ..... ۲۵۳
- ۱۸۸۔ دعاؤں کی گنجی ..... ۲۵۴
- ۱۸۹۔ دس رجب جشن ولادت حضرت علی اصغرؑ ..... ۲۵۴
- ۱۹۰۔ شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم کون ہو سکتا ہے ..... ۲۵۵
- ۱۹۱۔ حقیقی خون مظلوم کا بدلہ لینا ..... ۲۵۶
- ۱۹۲۔ حضرت علی اصغرؑ جو پیاسے رہے، حضرت خضرؑ کو آبِ حیات بخشے ہیں ..... ۲۵۷



- .....﴿باب چہارم﴾.....

مقتل أبي مخنف	مقتل المهوف	روضة الشهداء
مناقب	تذكرة الخواص	نور العين في مشهدين الحسين
البدلية والنهالية	جلاء العين	منتقى الآمال
منتخب التواريخ	الدمعة السابعة	نفس المبهوم
البصار العين في انصار الحسين	رياض القدس	
معالي السطين	رياض الاحزان	مصحح الاحزان
مجالس الشيعه	ماتين في مقتل الحسين	عرد الکر بلا
سوغنامه آل محمد	شهر المصائب	بحور النعمه
مجالس علويه	زبدة المصائب	مصائب الشهداء
مقتل سادات	بحر المصائب	اصحاب البیتین
رياض الشهداء	زينت المجالس	توضیح عزرا
نزہت المصائب	بحور النعمه	ذكر المصائب



خلاصۃ المصابیح شہدائے آل ابوطالب

..... (باب پنجم) .....

### شہزادہ علی اصغرؑ خطیبوں کی نظر میں

- ۴۵۰ ..... علامہ حافظ کنایت حسین
- ۴۵۴ ..... علامہ رشید ترابی
- ۴۵۶ ..... مولانا سید علی نقی لکھنوی
- ۴۶۳ ..... علامہ اظہر حسن زیدی
- ۴۶۹ ..... علامہ نصیر الاجتہادی
- ۴۷۴ ..... مولانا سید ظلی حسین زیدی
- ۴۷۷ ..... مولانا محمد اسماعیل دیوبندی
- ۴۷۹ ..... علامہ سید محمد باقر "شاگرد شریف العما"
- ۴۸۲ ..... عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین مجتہد
- ۴۸۶ ..... مولانا سید نجم الحسن ثار لکھنوی
- ۴۸۹ ..... علامہ محمد بشیر انصاری
- ۴۹۹ ..... علامہ نصیر الاجتہادی
- ۴۹۵ ..... علامہ طاہر جرولی
- ۴۹۹ ..... علامہ سید امین حسن جارچوی
- ۵۰۱ ..... علامہ سید اکبر مہدی سلیم جرولی
- ۵۰۵ ..... علامہ سید صفدر حسین نجفی
- ۵۰۶ ..... مولانا سید غلام عسکری



- مولانا حکیم سید غلام حیدر کرار ————— ۵۰۸
- مولانا محمد سید قائم مہدی ————— ۵۱۳
- مولانا سید ریاض الحسن ————— ۵۱۶
- مولانا سید سیادت حسین نقوی ————— ۵۱۹
- علامہ محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی ————— ۵۲۳
- مولانا سید شاہ حسین نقوی سرسوی ————— ۵۲۸
- علامہ سید محمد مہدی ————— ۵۳۱
- علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ————— ۵۳۳

### باب ششم

### شہزادہ علی اصغرؑ دانشوروں کی نظر میں

- حضرت ربابؑ ————— ﴿مولانا سید سعید اختر رضوی﴾ — ۵۳۶
- جناب عبداللہ شیر خواںؑ ————— ﴿مولانا حسن نواب﴾ — ۵۴۳
- حضرت علی اصغر علیہ السلام کا تبسم ————— ﴿مرزا جعفر حسین﴾ — ۵۵۰
- شہادت علی اصغرؑ کی اہمیت ————— ﴿پروفیسر احتشام حسین﴾ — ۵۵۵
- کر بلا کا ننھا شہید ————— ﴿علامہ راشد الخیری﴾ — ۵۵۹
- حضرت علی اصغرؑ کا جہاد ————— ﴿شہید صفی پوری﴾ — ۵۶۶
- فوج حسینی کا ننھا سپاہی ————— ﴿مسعود کشمیری﴾ — ۵۷۵
- حضرت علی اصغرؑ "فاتح کر بلا" ————— ﴿مولوی سید کلب عباس﴾ — ۵۸۷
- دین حضرت علی اصغرؑ کے وجود ————— ﴿غوث شہید حیدر جاسی﴾ — ۵۹۱
- غنیچہ دہن علی اصغرؑ ————— ﴿شیخ ممتاز حسین جمہوری﴾ — ۵۹۳
- تیر و کمان پر تاریخی و علمی نظر ————— ﴿مولانا سید آغا مہدی لکھنوی﴾ — ۵۹۳
- شہادت اصغرؑ دراصل شہادت اکبرؑ ہے ————— ﴿مولوی رضی الدین حیدر﴾ — ۶۰۰



- علی اصغرؑ امت کی نادانی پر قس ویسے ﴿مولانا سید سید محمد ہادی﴾ ۶۰۶
- آہ! اصغرؑ معصوم ..... ﴿سید حامد حسین﴾ ۶۰۸
- شہادت جناب علی اصغرؑ ..... ﴿سید باقر رضا﴾ ۶۱۰
- حضرت علی اصغرؑ ..... ﴿سید امیر حیدر رضوی﴾ ۶۲۰
- کربلا میں شیر خوار مجاہد کی شہادت کا وزن ..... ﴿نذیر پروین عابدی﴾ ۶۲۲
- معصوم بچہ ..... ﴿رفیعہ جعفری﴾ ۶۲۵
- شہادت شیر خوار کا پس منظر ..... ﴿سید اکبر علی﴾ ۶۳۶
- پانی کی قیمت ..... ﴿نفل نقوی﴾ ۶۵۰
- فہرست شہدائے کربلا میں شیر خوار کی جگہ ..... ﴿سید علی خاں﴾ ۶۵۳
- راز شہادت معصوم ..... ﴿سید محمد امیر﴾ ۶۵۹
- انسانی ہدایت کا ایک جھلکا تاجہ راغ ..... ﴿سید شفیع حیدر نیا﴾ ۶۶۳
- شہادت علی اصغرؑ والی بیت کی تاریخی و تباہی
- الیکٹریٹ رکشل ﴿﴾ — ۶۶۸
- شیر خوار مجاہد ..... ﴿مولانا سید اسد علی﴾ ۶۷۲
- کربلا کا تنہا شہید اور اس کی شہادت کے دائمی اثرات
- جناب مہتاب جعفر رضا ﴿﴾ ۶۸۶
- امام حسینؑ کی صدائے استغااثہ اور خیمے سے حضرت علی اصغرؑ کی رخصت .
- مولانا جعفر الزماں نقوی ﴿﴾ ۷۰۸
- ننھا شہیدؑ نرالا مجاہد ..... ﴿مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل سہیلہ وال﴾ ۷۳۵



- حسین ابن علی مدینہ تاج کربلا۔ بحجت الاسلام محمد صادق نجفی (تمہایں)۔ ۷۳۰
- شہادت حضرت علی اصغر..... (مولانا محمد ناصر قاسمی) ۷۳۳
- حضرت علی اصغر..... (مجلد انجمن) ۷۳۶
- کتاب ”پیا سا شیر خوار“ سے اقتباس..... (مولانا وحید محمد حسینی) ۷۵۶

### ﴿باب ہفتم﴾

#### شہزادہ علی اصغر شاعروں کی نظر میں

کربلا کا ننھا مجاہد..... فاتح کربلا..... ۸۴۵ تا ۸۴۵

- ﴿۱﴾ میر شیر علی افسوس دہلوی ﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ ﴿۳﴾ گدا علی گدا
- ﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا ﴿۶﴾ مہیاں سکندر ﴿۷﴾ احسان لکھنوی ﴿۸﴾ کنور حسین مضر لکھنوی
- ﴿۹﴾ دلگیر ﴿۱۰﴾ مظفر حسین مختیار ﴿۱۱﴾ میر خلیق ﴿۱۲﴾ مرزا فصیح ﴿۱۳﴾ میر انیس
- ﴿۱۴﴾ مرزا دبیر ﴿۱۵﴾ میر مونس ﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہار لکھنوی
- ﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی بحر لکھنوی ﴿۱۸﴾ آغاز دین دہلوی ﴿۱۹﴾ میر انس ﴿۲۰﴾ میرزا عشق
- ﴿۲۱﴾ میرزا عشق ﴿۲۲﴾ میر تقی ﴿۲۳﴾ میر وحید ﴿۲۴﴾ مرزا اوج
- ﴿۲۵﴾ پیارے صاحب رشید ﴿۲۶﴾ میر عارف ﴿۲۷﴾ دہلہ صاحب عروج
- ﴿۲۸﴾ ادب لکھنوی ﴿۲۹﴾ داغ دہلوی ﴿۳۰﴾ امیر مینائی ﴿۳۱﴾ میر محبوب علی
- خاں آصف ﴿۳۲﴾ نصاحت جنگ جلیل ﴿۳۳﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شاد
- ﴿۳۴﴾ سرور حیدر آبادی ﴿۳۵﴾ گلین حیدر آبادی ﴿۳۶﴾ اختر حیدر آبادی
- ﴿۳۷﴾ تراب یار جنگ سعید ﴿۳۸﴾ میر عثمان علی خاں ﴿۳۹﴾ تاثیر دہلوی ﴿۴۰﴾ نجم لکھنوی
- ﴿۴۱﴾ منیر شکوہ آبادی ﴿۴۲﴾ درخشاں لکھنوی ﴿۴۳﴾ صغیر الہ آبادی



﴿۴۷﴾ قیصر ﴿۴۸﴾ مہر ﴿۴۹﴾ آرزو لکھنوی ﴿۵۰﴾ قتی لکھنوی ﴿۵۱﴾ عزیز لکھنوی  
 ﴿۵۲﴾ شغل لکھنوی ﴿۵۳﴾ بلاغت ﴿۵۴﴾ بہار لکھنوی ﴿۵۵﴾ ثروت  
 ﴿۵۶﴾ ذآثر لکھنوی ﴿۵۷﴾ شوق موہانی ﴿۵۸﴾ قتیل لکھنوی ﴿۵۹﴾ مہدی لکھنوی  
 ﴿۶۰﴾ ناصر لکھنوی (شاگرد ذآثر لکھنوی) ﴿۶۱﴾ نواب سید عسکری بیغ لکھنوی  
 ﴿۶۲﴾ حامد لکھنوی ﴿۶۳﴾ ہادی لکھنوی ﴿۶۴﴾ شر لکھنوی ﴿۶۵﴾ مرزا کاظم حسین بخش مرحوم  
 ﴿۶۶﴾ تمنا لکھنوی ﴿۶۷﴾ ذاکر لکھنوی ﴿۶۸﴾ ذآثر لکھنوی ﴿۶۹﴾ ظفر لکھنوی (نمبرہ  
 مفتی میر محمد عباس) ﴿۷۰﴾ قمر لکھنوی (شاگرد عزیز لکھنوی) ﴿۷۱﴾ لیاقت لکھنوی  
 ﴿۷۲﴾ وقار لکھنوی ﴿۷۳﴾ راز لکھنوی ﴿۷۴﴾ علی میاں کاس ﴿۷۵﴾ قدیم لکھنوی  
 ﴿۷۶﴾ بابو صاحب فائق ﴿۷۷﴾ امید لکھنوی ﴿۷۸﴾ جاوید لکھنوی ﴿۷۹﴾ احسن مارہروی  
 ﴿۸۰﴾ مولانا کلب حسین اختر ﴿۸۱﴾ روپ کماری ﴿۸۲﴾ راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوب)  
 ﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی ﴿۸۴﴾ فضل نقوی ﴿۸۵﴾ سالک لکھنوی  
 ﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی ﴿۸۷﴾ تجل لکھنوی ﴿۸۸﴾ جوالا پرشدروش لکھنوی  
 ﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش ﴿۹۰﴾ نسیم امروہوی ﴿۹۱﴾ صبا اکبر آبادی  
 ﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی ﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی ﴿۹۴﴾ اصغر گوٹروی  
 ﴿۹۵﴾ شوکت بکرای ﴿۹۶﴾ مولانا سبط حسن ﴿۹۷﴾ شہید یار جنگ شہید  
 ﴿۹۸﴾ شہید لکھنوی ﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی ﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (دلی رامپور)  
 ﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی ﴿۱۰۲﴾ آرم لکھنوی ﴿۱۰۳﴾ احسان امروہوی ﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی  
 ﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی ﴿۱۰۶﴾ استاد قمر جلاوی ﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر ﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی  
 ﴿۱۰۹﴾ سید محسن نقوی ﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی ﴿۱۱۱﴾ وحی فیض آبادی ﴿۱۱۲﴾ پیام اعظمی  
 ﴿۱۱۳﴾ علامہ ذکی سرور کوٹی ﴿۱۱۴﴾ ذاکر آغا مسعود رضا خاکی ﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی



﴿۱۱۶﴾ ہوش عابدی ﴿۱۱۷﴾ کلیم الہ آبادی ﴿۱۱۸﴾ اثر ترائی ﴿۱۱۹﴾ سید محمد علی  
 رضوی (سچے) ﴿۱۲۰﴾ آصف عابدی ﴿۱۲۱﴾ قائم جعفری نجفی ﴿۱۲۲﴾ محمد امیر حسن خان  
 ﴿۱۲۳﴾ مسعود جاتی ﴿۱۲۴﴾ حیدر اختر کاظمی ﴿۱۲۵﴾ علی آفندی ﴿۱۲۶﴾ حیدر علی حب  
 ﴿۱۲۷﴾ میر حامد علی غفور ﴿۱۲۸﴾ سید فیض حسین قزو ﴿۱۲۹﴾ پرنس عباس مرزا  
 ﴿۱۳۰﴾ طالب جارچوی ﴿۱۳۱﴾ منور عباس شہاب ﴿۱۳۲﴾ جعفر شیرازی  
 ﴿۱۳۳﴾ مقبل ﴿۱۳۴﴾ وفا ﴿۱۳۵﴾ دارا ﴿۱۳۶﴾ نجف ﴿۱۳۷﴾ واجد لکھنوی  
 ﴿۱۳۸﴾ آشفقہ ﴿۱۳۹﴾ نصیر ﴿۱۴۰﴾ فائر ﴿۱۴۱﴾ خلیل لکھنوی ﴿۱۴۲﴾ ظہیر لکھنوی  
 ﴿۱۴۳﴾ سید محمد شمیم (شاگرد مرزا دبیر) ﴿۱۴۴﴾ یحییٰ لکھنوی (شاگرد دبیر)  
 ﴿۱۴۵﴾ وہاب مدراسی (شاگرد مرزا دبیر) ﴿۱۴۶﴾ حاجہ الفت رائے الفت  
 ﴿۱۴۷﴾ میر مہدی مجروح دہلوی (شاگرد غائب) ﴿۱۴۸﴾ فائر لکھنوی ﴿۱۴۹﴾ مولانا سید  
 سبط حسن فائر لکھنوی ﴿۱۵۰﴾ رضا علی خاں نواب رامپور ﴿۱۵۱﴾ شاہد تقویٰ  
 ﴿۱۵۲﴾ رفیق رضوی ﴿۱۵۳﴾ تکمیل رضوی ﴿۱۵۴﴾ سید سجاد احمد رزی ﴿۱۵۵﴾ حسین نظر  
 ﴿۱۵۶﴾ نسیم ﴿۱۵۷﴾ چنگ صاحب حسین لکھنوی ﴿۱۵۸﴾ شفیق ﴿۱۵۹﴾ قمر  
 ﴿۱۶۰﴾ رفیع (نیر مرزا دبیر) ﴿۱۶۱﴾ زاہد حسن ﴿۱۶۲﴾ مودت لکھنوی  
 ﴿۱۶۳﴾ نگار بارہ بنکوی ﴿۱۶۴﴾ جاد علی خاں رہبر لکھنوی ﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراس)  
 ﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی ﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری ﴿۱۶۸﴾ معطر تاج پوری  
 ﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشتاق، شوق لکھنوی ﴿۱۷۰﴾ تصویر لکھنوی ﴿۱۷۱﴾ انور  
 رائے بریلوی ﴿۱۷۲﴾ کاظم جرولی ﴿۱۷۳﴾ طیب کاظمی ﴿۱۷۴﴾ میرزا مجرب لکھنوی  
 ﴿۱۷۵﴾ ضیا الحسن ضیا نونہروی ﴿۱۷۶﴾ سید الطہر علی الطہر جلالوی ﴿۱۷۷﴾ سید افسر  
 علی بقا جلالوی ﴿۱۷۸﴾ کمال لکھنوی ﴿۱۷۹﴾ آرزو سرسوی ﴿۱۸۰﴾ سید ظیل



صادق زیدی ﴿۱۸۱﴾ سید ظنِ تکلین زیدی ﴿۱۸۲﴾ سید ظنِ رضا زیدی

..... ﴿باب ہشتم﴾ .....

نوحے در حال حضرت علی اصغرؑ..... ۸۵۶۵۸۳۷

﴿۱﴾ مرزا بناہ علی بیگ افروہہ ﴿۲﴾ احسان لکھنوی ﴿۳﴾ میرزا گدا علی گدادہلوی  
﴿۴﴾ حیدر بخش حیدری، ﴿۵﴾ ذاکر لکھنوی، ﴿۶﴾ نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی،

..... ﴿باب نہم﴾ .....

مرحے در حال حضرت علی اصغرؑ..... ۹۶۹۵۸۶۱

﴿۱﴾ میر انیس ﴿۲﴾ میر انیس ﴿۳﴾ مرزا دبیر ﴿۴﴾ محمد تقی اختر ﴿۵﴾ مرزا محمد جعفر ادب  
﴿۶﴾ عشق ﴿۷﴾ روپ کماری ﴿۸﴾ چھنگا صاحب حسین لکھنوی ﴿۹﴾ میر مونس  
﴿۱۰﴾ میر نفیس ﴿۱۱﴾ میر محمود علی لائق ﴿۱۲﴾ نسیم امروہوی ﴿۱۳﴾ مرزا نصیح  
﴿۱۴﴾ میر ضمیر ﴿۱۵﴾ ظلیل ﴿۱۶﴾ تشفی ﴿۱۷﴾ میر مونس ﴿۱۸﴾ ﴿۱۹﴾ امین





## ۱۔ مقدمہ

گل کر بلا کون ہے؟

گل کر بلا کہاں ہے؟

گل زہرا کون ہے؟

گل حسین کون ہے؟

اے چھ ماہ کے پھول تجھ پر کیا مصیبت گزر گئی؟

اے شہزادی فاطمہ زہرا کے پھول تجھے پانی کیوں نہیں دیا؟

اے شہزادی فاطمہ زہرا کے پھول حیرے گلے کے ساتھ کیا سلوک کیا

کس طرح تجھے سیر کیا

تجھے پیاسا کیوں شہید کیا گیا

پانی کی جگہ تیرا شہید مارا گیا

حضرت پر کیا قیامت گزری نہیں معلوم

تمہاری بھوپتی بھی حضرت زینب پر کیا گزری

تو اکیلا جنت کو سدھارا

بہنوں کو اکیلا چھوڑ گیا

اے کر بلا کے پھول

اپنے ننھے ہاتھوں پر کیسے سیر و میراب ہوئے

اور کیسے تمہارے باپ نے خاک میں تمہارا چہرہ چھپایا

قبر میں دفن کیا



تم نے لشکرِ اعداء سے پانی مانگا تو  
 اس کے بدلے میں  
 تین بھال کا تیر مار کر تم کو شہید کیا گیا  
 اے بی بی زہراؑ کے پھول  
 تم امام حسینؑ کے ننھے ساتھی تھے  
 آپ آخری مجاہد تھے  
 اہل بیتؑ کی آخری امید تھے  
 کیا آپ کو پتہ ہے کہ  
 آپ کی شہادت کے بعد  
 آپ کے پدر گرامی ٹڈھال ہو گئے  
 وہ علی اکبرؑ، قاسمؑ، حوٹؑ و محمدؑ عباسؑ و جعفرؑ کی شہادت کو تصور میں لاتے تھے  
 لیکن یہ تصور میں نہ تھا کہ شش ماہہ علی اصغرؑ گود میں شہید ہو جائے گا  
 تم نے اتنا گریہ کیا کہ تمام اہلِ حرم رونے لگے  
 کربلا میں نہ پانی تھا  
 نہ ماں کا دودھ تھا  
 اور تم پیاس کی شدت میں زبانِ منہ سے باہر نکالتے تھے  
 تمہارے بابا تمہارا منہ چومتے تھے  
 کہ ناگاہ تیر آیا اور تم کو شہید کر گیا  
 اے معصوم علی اصغرؑ  
 تمہاری موت سے



تمہارے دشمنوں کے عزائم کھل کر سب کے سامنے آ گئے  
 کہ دشمن کس قدر سنگدل تھے  
 تم کو امام حسینؑ نے کیسے وداع فرمایا  
 اور مجھے نہیں معلوم کہ  
 تمہارا غم فرشتوں، خداوندِ عالم اور زمین و آسمان کی مخلوق نے کیسے برداشت کیا  
 تمہارے بابا تم کو پیار کرنا چاہتے تھے کہ  
 اچانک تیر چلا اور آپ کو پارہ پارہ کر گیا  
 اے معصوم تم کون سا اسلحہ لے کر دفاعی شکل میں گئے تھے  
 بس کیوں شامی درمیدوں نے آپ سے دشمنی کی  
 اگر انسان غور کرے تو پتہ چلے گا اور لوگ اس شہادت پر حیران ہیں  
 اے گلِ زہرا تم نے نہیں دیکھا کہ  
 کس بے دردی سے غیموں میں آگ لگائی گئی تھی  
 اور تمہارے باپ کے جسمِ نازنین کے ساتھ دشمنوں نے کیا کیا؟  
 لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے  
 تم نے نہ دیکھا کہ  
 تمہاری منہی بہن سیکندہ بی بی کے ساتھ کیا ظلم کیا گیا  
 اور بی بی رقیہ کے ساتھ کیا بے رحمی کا سلوک کیا گیا  
 اور تمہاری پھوپھیوں کے ساتھ کیا ظلم کیا گیا  
 اور تمہاری نادر گرامی  
 جنابِ اُمّ ربابؓ نے تمہاری فرقت میں کتنی بے تابانی سے کام لیا



اے معصوم علی اصغرؑ  
 تمہارے چچا عباسؑ شیر کو موت نے مجبور کر دیا تھا  
 تمہارے بابا حسینؑ  
 اپنے بھائی شیر عباسؑ کو مدد کیلئے پکار رہے تھے  
 کہ آؤ عباسؑ دیکھو تمہارا بھتیجا معصوم اصغرؑ  
 کس طرح پیاسا ہاتھ پیر مار رہا ہے  
 اور اے ننھے معصوم  
 تمہاری شہادت کے بعد تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے  
 اور اے معصوم علی اصغرؑ  
 آپ تو جنت کو سدھار گئے  
 لیکن آج بھی سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد  
 تمہاری جان گداز شہادت پر  
 دنیا خون کے آنسو روتی ہے اور تم گر بلا کی گتھی کو سمجھا گئے ہو  
 اور تمام دنیا کے چھ ماہ کے معصوم بچے آپ کو سلام کرتے ہیں کہ  
 آپ نے شہادت سے بہت بلند درجہ پایا  
 اور فخر یہ کہتے ہیں کہ اے کاش  
 کہ ہم بھی گر بلا میں ہوتے  
 اور اے معصوم ننھی جان اصغرؑ  
 یہ تیرا تمہارے گلے پر لگا  
 اور یہ تیرا دل تیرا غیر خدا اور خود خدا کے دل پر لگا ہے

اور امام حسینؑ و امام مہدیؑ آخر الزماں کے دل پر لگا ہے  
 اور اے معصوم علی اصغرؑ جب تیرا آپ کے گلوے مبارک پر لگا  
 تو آپ نے آواز دی کہ اے عمو جان، چچا عباسؑ  
 اب میں پانی نہیں مانگوں گا  
 آپ اپنا سر بلند رکھیں، شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے  
 آپ دیکھیں کہ  
 ان بے رحم درندوں نے  
 مجھ جیسے طفل صغیر شش ماہ پر بھی رحم نہیں کیا  
 اے چچا جان  
 اگر آپ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ  
 میرے گلے کے ساتھ کیا ظلم کیا  
 لیکن چلو یہ بھی اچھا ہوا کہ  
 آپ موجود نہیں تھے  
 اس لئے کہ آپ سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا  
 اے بی بی پاک قاطعہ الزہراءؑ کے پھول  
 آپ نازک اور ننھے ہاتھوں سے ہم کو تھام لینا  
 اے گلوے بریدہ علی اصغرؑ  
 پارہ پارہ گلوے نازنین  
 ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو  
 ہماری دلی تمنا ہے فوراً پوری ہو جائیں



اصغرؑ ہم کو کر بلا بلا لو، کر بلا کی بنا دو  
 بیماروں کو شفا دلاؤ  
 ہماری تمام پریشانیوں کو دور کر دو  
 ہماری دعائیں پوری کرو  
 اللہ تعالیٰ سے شہادت کی موت ہمارے لئے کہہ دو  
 کر بلا کے راستے ہم پر کھول دو اور  
 امام زمانہؑ کو بھیج دو کہ  
 وہ دنیا میں آکر آپ کے خونِ ناحق کا حساب جلدی سے لیں  
 ہم کو امام حسینؑ کا نوکر قرار دو  
 اپنے ننھے ہاتھ اٹھا کر اپنے دادا کے تمام شیعوں کیلئے دعا کر دو  
 اور آپ کو قسم ہے ہمارے گناہوں کو بخشو اور  
 ہم آپ کی عزائمیں روتے ہوئے دنیا سے جائیں  
 مرتے وقت ہماری مدد کرنا  
 بل صراط پر اپنے ننھے ہاتھوں سے  
 شیعوں کو تھامنا اور خیریت سے صراط سے گزارنا  
 ہم تو علی اصغرؑ آپ کے غم میں غم مناتے ہیں اور خوشی میں خوشی  
 ہم آپ کے عشق میں دیوانے ہو چکے ہیں  
 آپ کے گلے کا واقعہ اور غم  
 ہمارے دلوں میں بلکہ رگ و پے میں سایا ہوا ہے  
 اور ہماری دلی تمنا یہ تھی کہ

اگر ہم کربلا میں ہوتے تو  
پانی آپ کو ضرور پلاتے  
خواہ ہماری جان چلی جاتی  
رجعت اور قیامت میں ہم آپ کے دیدار کے طالب ہیں



ریحان احمد:

## خزینہ علم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور دُرود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

شہزادہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی عصمت مآب شخصیت پر علامہ ذاکٹر ضمیر اختر نقوی کی تالیف ز پر مطالعہ ہے اور مطالعہ...! انسان کا بہترین ساتھی ہے، بہترین ہتھیار ہے اور مطالعہ ہی انسان کا بہترین استاد بھی ہے۔ از خود مطالعہ ایک علم کی بھی اہمیت رکھتا ہے اور فن کی بھی، یعنی ایک مطالعہ تو یہ ہے کہ کسی تحریر کو سرسری طور پر پڑھا جاتا ہے...! اس سے اعلیٰ قسم مطالعہ کی وہ ہے کہ کسی تحریر کو باقاعدہ لفظ بہ لفظ پڑھا جائے...! اور اس سے بھی اعلیٰ و ارفع صلاحیت مطالعہ یہ ہوتی ہے کہ نہ صرف پڑھا جائے بلکہ سمجھا بھی جائے...! یہاں تک تو مطالعہ علم ہے لیکن جب اس مطالعے سے حاصل معلومات کو حافظہ میں محفوظ رکھ کر بروقت استعمال کیا جائے تو اسے فن کہا جاتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے سینکڑوں تالیفات فرمائیں، علامہ حسن بن یوسف بن علی المعروف علامہ حلیؒ نے ۵۰۰ سے زائد کتب تصنیف و تالیف فرمائیں، شیخ صدوقؒ نے ۳۰۰ سے زائد کتب تالیف فرمائیں، شیخ مفیدؒ کی ۲۰۰ سے زائد کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور بھی دیگر علماء کرام نے سینکڑوں تصنیفات و تالیفات فرمائیں۔ آخر کس طرح...! کتب میں اس صلاحیت کو کراہت لکھا گیا ہے...! قصص العلماء میں علامہ حلیؒ کے

حال میں لکھا ہے کہ یہ ان کی کرامت تھی کہ ”ان کی تالیفات کو ان کی عمر کے ایام پر تقسیم کریں تو ہر دن میں ایک جزو تالیف کا قرار پاتا ہے اور حساب سے پتہ چلتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار الفاظ لکھا کرتے تھے۔“ اللہ اکبر

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ وہ علمائے کرام تھے جن کے سینکڑوں طلباء قریب رہتے تھے اور نہ صرف قریب رہتے تھے بلکہ یہ علمائے کرام حوزہ علمیہ میں تعلیم و تدریس کے فرائض باقاعدہ انجام دیتے تھے، دن دن بھر کی نشستیں ہوتی تھیں... اور اس دوران مختلف طلباء کوئی متذکرہ عالم سے احادیث سن کر جمع کرتا، کوئی ان سے مسائل پوچھ پوچھ کر کتب ترقیب دیتا، کوئی ان سے مفرد و نایاب و مستند کتب کی معلومات جمع کرتا تو کوئی ان علمائے کرام کی مدد سے سوانح حیات ترقیب دیتا..! اور اس طرح علمائے کرام کو انتہائی تیزی کے ساتھ کاغذ پر منتقل کر دیا جاتا۔ لیکن اب وہ صورتحال کہاں!

جب میں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کے طریقہ کار کا مشاہدہ کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی ترسیل میں مصروف ہے، وہ خود ایک سمندر ہیں کہ جن کا علم ہے کہ ماشاء اللہ بڑھتا ہی جا رہا ہے.. آپ مسلسل تقریر و تحریر میں مصروف ہیں اور وسعت پذیر موضوعات یا Ideas، فلسفیانہ نکات، نایاب احادیث اور تاریخی معلومات کا ایک ایسا گراں بہا خزانہ ہیں کہ جن کے دست و دہن سے، ذہن و فکر سے بے بہا تصنیفات و تالیفات تخلیق پالے گئے ہیں۔! یہ خزانہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے علم لے لو، دعوت دے رہا ہے کہ میرے ذر و جواہر سے فیضیاب ہو جاؤ.. لیکن علامہ صاحب کی تقاریر کی مصروفیات کے باعث دامن وقت کی تنگی گنجائش نہیں دے رہی اور نہ ہی وہ لوگ موجود ہیں جو



ان کے پوشیدہ کبے علم کو کاغذ پر منتقل کر سکیں... البتہ علامہ صاحب اپنی ذات سے مسلسل اپنے مطالعہ، مشاہدے اور حافظے کی بدولت یکے بعد دیگرے نئے و منفرد موضوعات پر تقاریر فرما کر کتب تصنیف فرما کر بحث کے دروازے کھولتے جا رہے ہیں، ایک کے بعد ایک پاک ہستی کی سوانح اور احادیث کے ذخیرے کو سپرد قلم و قلم کر رہے ہیں۔ اور علم بانٹنے کے فرض سے مسلسل سبکدوش ہو رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس کتاب میں گزشتہ طویل عرصے کے دوران شہزادہ علی اصغر علیہ السلام کی شخصیت پر علامہ صاحب کے حاصل مطالعہ احادیث و روایات جمع کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، منفرد و نایاب کتب کے واضح اشاروں کی مدد سے مستقبل کے محققین و مفکرین کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور علامہ صاحب کے ذوق مطالعہ کی آئینہ دار ہے لیکن واضح رہے کہ یہ ہرگز شہزادے کی سوانح حیات نہیں ہے بلکہ ان کی سوانح لکھنے والوں کے لئے ایک تحفہ کبیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس مقام پر یہ عرض کرنا چلوں کہ عمومی قارئین کرام جو گزشتہ ۱۰، ۱۲ یا اس سے زائد برسوں سے ایام عزاکر مجالس میں شہزادہ علی اصغر علیہ السلام سے متعلق احادیث و روایات سماعت فرما چکے ہیں اور وہ احباب بھی جو شہزادے کی شخصیت پر دستیاب کسی ایک یا زیادہ کتب کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ دونوں قسم کے قارئین کے لئے زیر نظر کتاب کی افادیت یکساں ہے۔ جہاں عام قاری کو اس کتاب میں شہزادے کی عصمت مآب شخصیت اور کرامات و فضائل کا علم ہوگا وہیں، کتب بین طبقات کے لئے یہ کتاب ایک ایسے انتخاب کی حیثیت رکھتی ہے جس میں نادر و نایاب کتب میں موجود روایات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ علامہ صاحب تقاریر کی مصروفیات کے باوجود ماشاء اللہ جس قدر تیزی کے ساتھ تصنیف و تالیف فرما رہے ہیں، اگر کھل طور پر تصنیف و تالیف کے سلسلے سے وابستہ ہو جائیں تو سینکڑوں نایاب تصنیفات کے انبار لگ سکتے ہیں...! اور اگر علامہ صاحب کے چند خدمت گزار شاگرد قریب ہوں، جو آپ کی مرضی کے مطابق ان کی تالیفات کی نگرانی کر سکیں تو بیک وقت سینکڑوں تالیفات منظر عام پر آسکتی ہیں لیکن میں اس سلسلے میں صرف اپنی ہی بات کروں تو خود کو از حد مطلبی شاگرد سمجھتا ہوں جو اس صورتحال کا ادراک رکھتے ہوئے علم کے اس دریا سے فیضیاب ہونے کے بجائے محض اپنے مطلب کی خاطر کسی موضوع پر ان کے حافظے سے خاکدہ اٹھانے، ان کے کتب خانے سے مستفیض ہونے یا ان کے علمی و ادبی کام میں مالی منفعت کے لئے ہاتھ بٹا دیتا ہوں... یقیناً... جانا تو وقت مجھے اس کو تاہی کے لئے کبھی معاف نہیں کرے گا...! آخر میں یہی دُعا ہے کہ رب العزت ہمو لائے کائنات و شہزادوں کو نین کے صدقے علامہ صاحب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ہم ان کے گراں بہا علم سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین





شہزادہ ادب و علم کے اعلیٰ وزیر ہیں  
 یہ ایسے ہیں کہ جیسے انیس و دہر ہیں  
 گستاخ تو ادب سے ذرا ان کا نام لے  
 عزت مآب قبلہ و کعبہ ضمیر ہیں  
 خوشی ارمان ہیں

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

معراج خطابت جلد چہارم (چھٹی مجلس)

دو معصوم شیرخوار

حضرت موسیٰؑ اور حضرت علیؑ اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمد و آل محمد کے لیے

آج سورہ قصص کی دسویں آیت پیش نظر ہے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ (سورہ قصص آیت ۱۰)

جب موسیٰؑ کو ماں سے جدا کیا ہے تو مادر موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا۔ یہ ترجمہ کیا ہے مفسرین نے لیکن بعض مفسرین تفسیر کرتے ہیں کہ عنقریب اُن کا دل پھٹ جاتا اس غم سے کہ بیٹا جدا ہو گیا ہے۔ لیکن ہم نے مادر موسیٰؑ کے دل کو تھام لیا اس لیے دل کو تھام لیا تاکہ مادر موسیٰؑ اہل یقین میں سے ہو جائیں منزل یقین تک پہنچ جائیں غور کیا آپ نے یعنی کچھ لوگوں کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ اہل یقین ہیں۔ یہاں پر شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ مجالس تفسیر میں قرآن کی آیات پڑھی جا رہی ہیں اور اُن کی تفسیر ہو رہی ہے۔ یہ اچانک گفتگو کا رخ اہل بیت کی طرف کیسے چلا جاتا ہے۔ تو یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ مقصد مجلس یہ نہیں ہے کہ ہم آپ کو قرآن سنائیں یا اس کی تفسیر سنائیں ہم آیت اس لیے پڑھ رہے ہیں تاکہ آپ کو فضیلت آل محمد سنائیں۔



مقصد صرف آیت پڑھنا نہیں ہے مجلس میں آیت پڑھی ہی اس لئے جاتی ہے تاکہ فضیلت آل محمد بتائی جائے مجلس کا مقصد صرف فضائل و مصائب آل محمد ہے، اس کے علاوہ مجلس کا کوئی عنوان ہوتا ہی نہیں، اب چونکہ قرآن و اہل بیت ساتھ ہیں اس لئے ہم نے آیت پڑھی اب یہ قرآن کا کمال ہے کہ وہ قصہ سنائے موسیٰ کا تو وہ درحقیقت موسیٰ و مادر موسیٰ کا قصہ نہیں سنا رہا بلکہ وہ صاحبان ایمان کی عظمت و فضیلت کو بتانا چاہتا ہے کہ یہ قصہ ہم تم کو سنا کر صرف یہ اشارہ کر رہے ہیں تاکہ ان لوگوں پر تم کو یقین کامل ہو جائے جو ان سے افضل تھے اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ ارشاد الہی ہے ہم نے مادر موسیٰ کے دل کو اس لئے سنبھالا تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں“ کہاں تھے اہل یقین جن کے لئے اللہ نے چاہا کہ مادر موسیٰ کو ان میں شامل کر دیا جائے، فطرت کا تقاضہ تھا کہ مادر موسیٰ کا کلیجہ بچے کی جدائی میں پھٹ جاتا وہ روتیں فریاد کرتیں کہ میرا بچہ مجھ سے جدا ہو گیا لیکن ہم نے ان کے دل کو اس لئے مضبوط کر دیا کہ اے مادر موسیٰ ہم نہیں چاہتے کہ تم ایک پیغمبر کی ماں ہو کر ایک عام ماں بن جاؤ ہم تم کو وہ ماں بنانا چاہتے ہیں جو عظمت و بزرگی میں (IDEAL) مائیں ہیں۔ وہ جو اہل یقین میں سے مائیں ہیں ان میں سے بنانا چاہتے ہیں تاکہ تمہارا مرتبہ افضل ہو جائے، تو اصل میں قرآن میں فضیلت مادر موسیٰ کی بیان نہیں ہو رہی بلکہ خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ مادر موسیٰ کا حال سن کر وہاں تک پہنچ جاؤ جو مادر موسیٰ سے افضل مائیں ہیں، ہم تفسیر کی روشنی میں اس ماں کو تلاش کریں گے کہ جو اہل یقین میں سے ہوتا کہ ہم مادر موسیٰ کو پہچان سکیں کہ وہ کس صف میں ہیں تو آئیے دیکھیں وہ ماں جو سب سے پہلے اہل یقین میں ہم کو نظر آتی ہے وہ کون ہے، آج حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات کا دن ہے تو ہم سب سے پہلے نام لیتے ہیں اسلام میں اہل یقین ماں وہ ہیں حضرت

فاطمہ بنت اسد صلوٰۃ اللہ علیہا۔ آپ کہیں گے کہ کیا وہ اہل یقین میں سے تھیں تو آئیے ہم دیکھ لیں کہ وہ اہل یقین میں سے ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ جب مادر موسیٰ اور جناب فاطمہ بنت اسد کو ایک جگہ رکھ کر آپ دیکھیں گے تو یہ فرق صاف نظر آ جائے گا کہ مادر موسیٰ نے ایک نبی موسیٰ جیسا پالا اور فاطمہ بنت اسد نے چار بیٹے موسیٰ جیسے پالے اور ایک بیٹا فخر موسیٰ سے بھی افضل ”محمد“ پالا۔ وہاں ایک نبی کی پرورش ہے تو پورا سورہ اُس ماں کے لئے ہو جائے یہاں پانچ ویسے فرزند پالے چار اپنے بیٹے اور ایک حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کالال۔ پانچ بیٹے پالے ہیں اس ماں نے جس کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ اور سارے بیٹوں کی اولاد کو بھی دیکھا رسول اللہ کو بیٹا بنا کر پالا تو رسول اللہ کی اولاد کو بھی دیکھا۔ رسول اللہ کی شادی بھی کی۔ بڑے بیٹے حضرت طالب ہیں پھر جناب عقیل ہیں، پھر حضرت جعفر پھر علی ہیں۔ چار بیٹے پالے۔ فاطمہ بنت اسد اہل یقین میں ہیں۔ دیکھئے رسول خدا کو پالا۔ تو یا تو یہ مانئے کہ خدا نے کہا فاطمہ بنت اسد یہ بیٹا نبی بننے والا ہے۔ اس کی پرورش یوں کرنی ہے جیسے مادر موسیٰ نے موسیٰ کو پالا۔ اگر نہیں کہا اللہ نے اور پھر پال کر نبی بنا دیا یہ کریڈٹ (CREDIT) فاطمہ بنت اسد کا ہے، اور اللہ نے کہا ہے کہ ان کو اس طرح پالنا ہے جیسے ایک نبی کو پالا جاتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ حضرت فاطمہ بنت اسد پر وحی بار بار کرتا تھا۔ دو میں سے ایک بات ماننا پڑے گی۔

آپ نے کتابوں میں پڑھا اور سنا ہوگا کہ شاہی خاندانوں کے بچوں کی پرورش شاہی طریقے سے ہوتی ہے۔ اور عام بچوں کی پرورش عوامی طریقے سے ہوتی ہے عوام کے بچے پلتے ہیں جس کے گھرانے کا جو دستور ہوتا ہے وہ اپنے بچے کی پرورش اُسی طریقے پر کرتا ہے۔ لیکن شاہی خاندانوں میں ایک ایک آداب سکھائے جاتے ہیں



ایک ایک طور اور طریقہ سکھایا جاتا ہے تاکہ جوانی کی منزلوں پر جب پہنچے تو اس کو کچھ سکھانا نہ پڑے بلکہ ہر چیز کا اسے علم ہو کہ بڑے لوگوں سے کیسے ملا جانا ہے شائے آداب کیا ہیں۔ نوکروں سے بات کیسے ہوتی ہے ماں باپ سے بات کیسے کی جاتی ہے۔ وندراء سے گفتگو کیسے ہوتی ہے۔ آپ یہ انداز دیکھیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ پرورش کرنے والوں کا کمال ہوتا ہے چاہے غریب گھرانے میں بچہ پلے یا امیر گھرانے میں۔ یعنی اپنے خاندان کی روایت پر بچے کی پرورش کرنا یہ ماں کی آغوش کا کمال ہوتا ہے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ آداب و دستور جو نبوت کے گھرانے کے ہونا چاہیے ہیں وہ بچپن سے نبی کو بتاتے رہتا ہیں تو کیا فاطمہ بنت اسد کو نبوت کے دستور معلوم تھے۔ جو قدم قدم پر بتا رہی تھیں تو اس سے کون انکار کرے گا کہ فاطمہ بنت اسد نبی کے گھرانے کی بیٹی تھیں۔ باہر سے نہیں آئی تھیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی بیٹی ہیں۔ بلکہ مورخ نے جب حضرت علیؑ علیہ السلام کی سوانح حیات لکھی تو ایک جملہ لکھا کہ اسلام کا قریش میں پہلا بچہ جو باپ کی طرف سے بھی ہاشمی تھا اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی تھا۔ یہ فخر عرب کے صرف چار بیٹوں کو ملا۔ حضرت طالبؑ کو حضرت عقیلؑ اور حضرت جعفرؑ کو اور حضرت علیؑ کو آپ کی انھیال بھی ہاشمی دھیاں بھی ہاشمی، اس لئے کہ ختمی مرتبت جو ہیں وہ باپ کی طرف سے ہاشمی ہیں لیکن ماں کی طرف سے بنی زہرہ قبیلے سے ہیں۔ فاطمہ بنت اسد۔ حضرت اسد کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت اسد حضرت عبدالمطلبؑ کے بھائی ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؑ کے بیٹے حضرت ابوطالبؑ ہیں ایک بھائی کا بیٹا ایک بھائی کی بیٹی۔ ادھر سے بھی علیؑ ہاشمی ادھر سے بھی ہاشمی۔ تو گھرانے کے دستور کو فاطمہ بنت اسد سے بہتر کون سمجھے گا۔ اب اگر لوگ ناز کریں کہ صاحب قلاں پناہ قلاں پر تاز اے آپ مکن سے مکن کا موازنہ کر رہے ہیں۔ اسلام آنے کے بعد جو عورتیں آئیں

ہیں ان کا موازنہ کر رہے ہیں یہ افضل یا یہ افضل ہم تو کسی اور ہستی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو اُس وقت کی بات کر رہے ہیں جب اسلام نہیں آیا ہے۔ اور اُس وقت کی عورتوں سے ان کا مقابلہ کر کے دکھا دو جو بعد میں اسلام لائیں۔ اور ان میں واحد خاتون فاطمہ بنت اسد ہیں جن کے لیے تاریخ یہ انکار کر کے دکھا دے گے حضرت فاطمہ بنت اسد مسلمان نہیں تھیں۔ کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوطالب کے ایمان کا انکار مورخین نے کر دیا۔ لیکن کسی مورخ کی مجال نہیں ہوئی کہ فاطمہ بنت اسد کے ایمان سے انکار کرے۔ حضور اکرم کا اصول تھا کہ جن مسلمان عورتوں کے شوہر مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ ان عورتوں کو طلاق دلوادیا کرتے تھے۔ تو اگر ابوطالب مسلمان نہیں تھے تو رسول اللہ نے فاطمہ بنت اسد کو طلاق کیوں نہ دلائی۔

رسول اللہ نے پروردگار پائی آغوش ابوطالب و فاطمہ بنت اسد میں۔

جب رسول اللہ کا ظہور نور ہوا تو مہربان سے پہلے حجر و عصمت سے نکل کر فاطمہ بنت اسد نے بیٹے کی ولادت کی خبر سنا لی۔ فاطمہ بنت اسد حضرت ابوطالب کے پاس آئیں چہرہ مبارک خوشی سے سرخ تھا کہنے لگیں میرے وارث میرے والی میرے سر تاج مبارک ہوا اللہ نے حضرت آمنہ کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا فاطمہ بنت اسد آج سے تین برس بعد اللہ تم کو ایک ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا۔ یہ ہے مبارک باد یعنی مبارک باد اُس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک نبی کے وحی کی خوشخبری نہ سنادی جائے۔ یعنی حضرت ابوطالب نے بتایا کہ محمد کے بعد علی ولی اللہ لازمی ہے اور جب تک وہ آئے گا نہیں اسلام کامل نہیں ہوگا۔ عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ ہم لوگ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے کہ ایک روز صبح کا وقت تھا چاندنی پھیلی ہوئی تھی چاند ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ باد صبا آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔



کے کی ہوا ٹھنڈی تھی۔ ہم سب مجھ گفتگو تھے کہ اسے میں مذہم چاندنی میں ہم نے دیکھا کہ ایک سایہ محلہ بنی ہاشم سے کعبے کی طرف آرہا ہے۔ پھر وہ چادر میں لپٹا ہوا سایہ بجائے در کعبہ پر رکتے کے کعبے کے پیچھے کی دیوار کنیمائی کے پاس آیا اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ دیوار شق ہو گئی۔ ہم ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ دیوار کیسے ٹوٹ گئی کہ وہ خاتون جو دعا مانگ رہی تھیں غائب ہو گئیں اور دیوار کا شکاف پھر بھر گیا۔ پورے مکے میں شور ہو گیا ابولہب و ابو جہل نے تالا کھونچا ہا کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے مگر تالا نہ کھلا، تین دن گزر گئے مگر تالا نہ کھل سکا، بڑی حیرانی ہے، بات رسول اللہ تک پہنچی، آپ شانے پہ چادر ڈالے خوشی سے مسکراتے ہوئے خانہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ آپ کا ہاتھ لگتے ہی تالا ٹوٹ کر گر گیا۔ آپ نے سب کو منع کر دیا کہ اندر کوئی نہ آئے، کل تک سب اندر آرہے تھے مگر آج کل ایمان آیا ہے کوئی کافر کعبے میں کیسے آسکتا ہے، شرط یہ ہے کہ صاحب ایمان آئے۔ رسول اللہ نے چچی کے پہلو میں ایک بچہ کو دیکھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں آپ حکم خدا سے کعبے میں آئی ہیں۔ بتائیے چچی بچے کا کیا حال ہے تو کہا بیٹا آج تیسرا روز ہے نہ دودھ پیتا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے۔

موسیٰ عام بچے نہیں تھے فرعون نے امتحان کر کے دیکھ لیا تھا آج تو دنیا دیکھ لے کہ خانہ خدا میں ظہور فرمانے والا بچہ بھی عام بچہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ فخر موسیٰ ہے وہ ایک فرعون سے ٹکر لینے آیا تھا یہ تین فرعونوں سے ٹکر لینے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا چچی جان بچہ مجھے دے دیجئے جیسے ہی بچہ رسول کے ہاتھوں پہ آیا چمک کر آنکھیں کھول دیں یعنی آنکھ کھول کر سب سے پہلے نبی کی زیارت کی یہ نور کا ٹکڑا عرصے سے پھٹرا ہوا تھا۔ جب تک نور نور نہ دیکھ لے یہ آنکھیں کسی کو دیکھ نہیں سکتیں لوگ کہتے ہیں کہ اس لیے آنکھ نہیں

کھولی کہ آنکھ کھولتے تو بتوں پر نظر پڑ جاتی میں اس دلیل کو نہیں مانتا اس لیے کہ تاریخ یہ کہتی ہے کہ جیسے ہی حضرت علیؑ کی آمد ہوئی سارے بت منہ کے بھل زمین پر گر گئے۔  
بتوں کے چہرے کہاں سلامت تھے سب تو سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ نور نور کے انتظار میں تھا۔ دونوں نے مل کر لگا ہوں میں ایک دوسرے کو پیغام دے دیا۔  
حضرت علیؑ نے یہ کہہ دیا میں آگیا اب اعلان نبوت کر دیجئے، رسول اللہؐ نے یہ بتا دیا تمہارا ہی تو انتظار تھا تم آگئے اب میرے بازو مضبوط ہو گئے اب ایک ایک عرب کو دیکھ لیں گے ہم اب بڑے بڑے بہادروں کو دیکھ لیں گے۔

عہاس بن عبدالمطلبؑ کہتے ہیں پورا مکہ در کعبہ پر جمع تھا کہ دیکھیں یہ ماجرا کیا ہے مگر رسول خداؐ اپنی چچی اور بھائی کو لے کر در سے باہر نہیں آئے بلکہ پھر رکن یمانی کی دیوار میں شگاف ہوا وہاں سے باہر آئے بتانا یہ تھا کہ ہمارا وحی نئے در سے آتا ہے نئے در سے جاتا ہے۔ یہ شہر علم کا در ہے اس در سے نبیؐ چلے ہاتھوں پر علیؑ کو لیے ہوئے اور پیچھے پیچھے ایک بی بی چادر میں ہیں، نبیؐ اس شان سے چلے میں کیوں نہ کہوں کہ علیؑ کی سوانح حیات کا آغاز انہیں ہاتھوں سے ہوگا اور اختتام بھی انہیں ہاتھوں سے ہوگا۔ آج افتتاح ہوا ہے بچہ نبیؐ کے ہاتھوں پہ آیا ہے جب علیؑ جوان ہو جائیں گے تو رسول اللہؐ دونوں ہاتھوں سے بازو بلند کر کے کہیں گے من کنٹ مولا فہذا علیؑ مولا

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی خدا کا دین ڈمگائے لگایا کائنات خطرے میں آگئی تو ایک اولوالعزم کے ہاتھ پر ایک علیؑ لایا گیا تاکہ وہ آکے کائنات کو تباہی سے بچالے یہاں مکہ کفرستان میں گھرا ہوا ڈمگ رہا تھا تو ایک بار اولوالعزم نبی محمدؐ نے علیؑ کو اپنے ہاتھوں پہ بلند کر کے کائنات کو تباہ ہونے سے بچ لیا اور یہاں دس ہجری میں اسلام تباہی کی طرف جارہا تھا اور منافقت جال بنتی جا رہی تھی تو عند پر خم میں ڈیڑھ لاکھ



کے مجمع میں پھر علیؑ کو ہاتھوں پہ بلند کر کے فرمایا۔ یہ ہے علیؑ پہچان لو تمہیں بتا ہی سے بچانے گا۔ اور ساتھ درس کے بعد اسلام پھر بتا ہی پر تھا اور امام حسینؑ بار بار سمجھا رہے تھے مسلمان ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آخر میں امام حسینؑ نے فرمایا لو اب میں اپنے ہاتھوں پر علیؑ کو لے کر آگیا ہوں۔ اب اسلام بچ جائے گا امام حسینؑ علیؑ کو میدان میں اس طرح لائے کہ اصغرؑ پر چادر پڑی ہوئی تھی ایک لاکھ تیس ہزار کے لشکر میں منافقین یہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں، یہ پروردگار کا تقیہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ابھی اسے علیؑ سمجھیں بلکہ قرآن سمجھیں یہ پروردگار نے کئی بار چاہا جب بھی علیؑ کو چھپانا چاہا شب بھرت جب علیؑ چادر اوڑھ کر سو گئے تو دنیا بھی نئی سو رہے ہیں اور یہاں جب چھپایا تو دنیا سے کھلوادیا علیؑ نہیں بلکہ قرآن ہیں اور جب چادر ہٹ گئی تو پتہ چلے گا کہ جسے قرآن سمجھ رہے تھے وہ قرآن صامت نہیں بلکہ قرآن مطلق ہے امام حسینؑ علیؑ اصغرؑ کو لے کر آئے، کہاں آئے بلندی پر آئے اس لئے کہ اسلام کے آخری پیغام کے لیے نئی نے پالان شتر کا منبر بنایا تھا بلندی پر جا کر علیؑ کو بلند کیا تھا تو آج حسینؑ نے بھی طے کیا کہ مجھ کو بلندی پر جا کر علیؑ کو دکھانا ہے۔ وہاں رسول اللہؐ نے علیؑ کے لیے بیعت مانگی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے رسول خداؐ نے امت سے جو کچھ مانگا امت نے انکار کر دیا نبیؐ نے فرمایا قربانی کے لئے مودت مانگتا ہوں میرے قربانی سے مودت کرو۔ امت نے مودت نہیں کی، رسولؐ نے کہا صرف میرے اہل بیتؑ پر درود پڑھو، امت نے اس میں اصحاب و ازواج سب کو شامل کر لیا۔ یا انکار کر دیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہمیں قلم و کاغذ دے دو امت نے انکار کر دیا ممکن تھا کہ امت کبھی بہت قیمتی چیزیں مانگ لی تھیں اس لئے نہیں دیں جناب سیدہ کو فدک نہیں دیا حضرت علیؑ کو خلافت نہیں دی رسولؐ کو قلم کاغذ نہیں دیا۔ دیتے کیسے بہت قیمتی چیزیں تھیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا اب عین

کائنات کی سب سے حقیر چیز مانگتا ہوں وہ ہے پانی مگر امت نے پانی بھی نہیں دیا۔ جب امام حسینؑ حضرت علیؑ اصغرؑ کو میدان میں لائے تو فرمایا ”اے قوم! تمہارے زعم ناقص میں اگر تمہارا قصور وار ہوں تو میں ہوں اس بچے نے کیا خطا کی ہے یہ تین دن کا پیاسا ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پھر کیا ہوا جس لئے آئے تھے علیؑ اصغرؑ نے اس چیز کو فتح کر لیا یہ ہے علیؑ اصغرؑ کا کارنامہ۔ علیؑ اصغرؑ کا کارنامہ یہ ہے کہ جس لئے آئے تھے میدان جنگ میں اس میں کامیاب ہو گئے۔ آئے تھے جہاد کرنے ہر مجاہد کو جہاد کرنا تھا حضرت عباسؑ علیہ السلام کا جہاد، حضرت علیؑ اکبرؑ علیہ السلام کا جہاد، حضرت قاسمؑ علیہ السلام کا جہاد، حضرت عونؑ و محمدؑ کا جہاد، حضرت حبیبؑ کا جہاد، جہاد سے ہر مجاہد کا مقصد یہ تھا کہ امام حسینؑ کو بچانے اور خود شہید ہو جائے، یہ باتیں نظر میں رہیں کہ علیؑ اصغرؑ درجہ بھی پڑھتا ہے تلوار بھی چلائی ہے۔ مقابلہ بھی کرنا ہے لشکر کو الٹ بھی دینا ہے اور علیؑ اصغرؑ نے کسی چیز میں کمی کی ہو تو بتائیے جب امام حسینؑ نے پانی مانگا تو پورا لشکر عمر سعد سے کہنے لگا کہ اس بچے کو پانی دیدے اس بچے نے کیا خطا کی ہے۔ تاریخ نے لکھا کہ اس وقت پورا لشکر منہ پھیر پھیر کر رونے لگا۔ یہ بعد میں بتاؤں گا کہ کیوں رونے لگا۔ وولا کھ کا لشکر مسلمانوں کا رونے لگا۔ یہ تھا حضرت علیؑ اصغرؑ کا جہاد۔ اسی کو قرعہ جلالوی نے کہا تھا۔

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوج شام

تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

خیبر کی لڑائی کے ہم پلہ تھی علیؑ اصغرؑ کی لڑائی اور یہ شاعر کا کمال ہے کہ وہ ثابت کر دے فیض بھرت پوری کہتے ہیں۔

وان بڑی جنگ ہوئی جب درمخیزان



یاں زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی کہ لشکرِ اُلا

یہ اپنے وقت کا علی ہے اور اس شان سے آپا کہ اس کی سواری امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تھی اور جب سواری چلی ہے تو پروردگار نے ملائکہ کو آواز دی کہ یہ چھ ماہ کا سپاہی جو اپنے باپ کے ہاتھوں پہ جارہا ہے اُس کو چھ مہینے کا نہ سمجھنا اُس کو ملاو سیرتِ آدمؑ سے سیرتِ نوحؑ سے سیرتِ ابراہیمؑ سے، سیرتِ موسیٰؑ سے سیرتِ عیسیٰؑ سے علیؑ نے آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی نبوتوں کے کاموں سے بڑا کام کیا ہے اس لئے تمام انبیاء سے افضل ہیں علیؑ اصغرؑ۔ اور اُس مقام پہ آگئے جہاں علیؑ اصغرؑ نے اپنی سیرتِ علیؑ کی سیرت سے ملا دی اب اگر علیؑ اصغرؑ کا موازنہ کرنا ہو تو پہلے انبیاء سے موازنہ کرنا پھر سیرتِ علیؑ کے آئینے میں علیؑ اصغرؑ کو دیکھنا تب علیؑ اصغرؑ سمجھ میں آئیں گے۔ یہ علیؑ نام کا اصغرؑ (چھوٹا) ضرور ہے مگر کر بلا کا قاتح اکبر ہے، ایک بار امام حسینؑ نے فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس بچے کے بہانے سے میں خود پانی پینا چاہتا ہوں تو لو۔ میں اسے زمین پہ لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اسے پانی پلا دو۔ آپ نے یہ فرمایا اور علیؑ اصغرؑ کو زمین پہ لٹا دیا۔ مگر فوراً ہی اٹھالیا اس لئے اٹھایا کہ یہ فخر اسماعیلؑ ہے اگر علیؑ اصغرؑ اڑیاں رگزیں گے تو چشمہ جاری ہو جائے گا۔

امام حسینؑ نے علیؑ اصغرؑ کو گود میں اٹھالیا اور اصغرؑ سے گفتگو شروع کی کہنے لگے اصغرؑ جنت کو تمام کرو، جنت کے کیا معنی ہیں؟ آپ زیارت میں کہتے ہیں امام زمانہؑ کو جنتِ خدا۔ اپنے وقت کا امام جنت ہوتا ہے۔ کاش اس جملہ کو مسلمان سمجھ سکتے۔ اور خاص طور سے صاحبانِ ایمان سمجھ سکتے۔ امام حسینؑ اُس وقت زمین پر جنتِ خدا تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے علیؑ اصغرؑ تم جنت کو تمام کرو۔ جنت کو تمام وہ کرتا ہے جو جنتِ خدا کا فرزند ہوتا ہے۔ امام حسینؑ کا قول بتا رہا ہے کہ جنتِ خدا کا بیٹا بھی جنت تمام کر سکتا ہے یعنی اگر

جوان ہوتے تو اپنے وقت کے امام ہوتے۔ آپ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ علی اصغرؑ نے حجت کو تمام کیسے کیا؟ تو بات یہ تھی کہ جب امام نے پانی، لگا تو عمر سعد ملعون نے کہا کہ پہلے یزید ملعون کی بیعت کرو پھر پانی ملے گا۔ تو اب یہ بات علی اصغرؑ سے متعلق تھی نہ کہ امام حسینؑ سے تو امام حسینؑ نے علی اصغرؑ سے فرمایا بیٹا تم اس وقت پانی پاؤ گے جب تمہارا باپ یزید کی بیعت کرے گا۔ لہذا اب تم حجت کو تمام کرو اب تمام مورخین متفق ہیں یاد رکھئے حجت معجزہ ہے اگر آپ حجت کو معجزہ کہتے ہیں تو اس کے جملے پر حیرت نہیں کریں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا علی اصغرؑ حجت کو تمام کرو تو علی اصغرؑ نے کہا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ شیخ عبد العزیز کتاب ”وسایۃ النجاة“ میں ایک دوسری روایت میں لکھتے ہیں شاہزادہ علی اصغرؑ نے اس وقت نہایت فصیح آواز اور واضح الفاظ میں فرمایا ”لا والہ“ پس باپ بیٹے میں یہی سوال و جواب ہوا تھا کہ تیرا شاہزادے کے گلوے پاک سے نکل کر دست حسینؑ کو چیرتا ہوا پیوست ہو گیا۔ میرا باپ اور یزید کی بیعت کرے نہ

لعنت ہے شیطان پر اور اس کی بیعت پر۔

آپ کہیں گے ہم کیسے مان لیں کہ علی اصغرؑ بولے تو میں کس سورہ کی تفسیر کر رہا ہوں سورہ قصص جس میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ ہے، تاریخ میں ہے ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو گود میں اٹھا لیا اسی وقت فرعون کو چھینک آگئی تو موسیٰؑ نے گود میں کہا ”الحمد للہ“ اور حضرت عیسیٰؑ نے تین دن کے سن میں جھولے سے آواز دی کہ میں حجت ہوں کتاب لایا ہوں۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اِنِّیْ الْکِتَابُ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (سورہ مریم آیت ۳۰)

تو جب جھولے میں بچہ نبی ہو سکتا ہے تو حسینؑ کے ہاتھوں پہ بچہ علیؑ ہو سکتا ہے در



پھر خانہ کعبہ میں بچے کا بولنا نبیؐ کے ہاتھ پر، یہاں بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پہ بولا اب آپ کہیں گے اس بات پر کوئی عقلی دلیل دو۔ تو عقلی دلیل یہ ہے کہ اس جیسے کے علاوہ بچپن سے آپ نے کچھ سنا ہو تو ہمیں بتادیں کہ عمر سعد نے کہا۔

”حسینؑ کے کلام کو قطع کر دو۔“ تو میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ امام حسینؑ نے کون سا کلام کیا تھا جس کو قطع کر دیا گیا تھا۔ امام حسینؑ نے تو یہ کہا تھا کہ بچے کو پانی دے دو۔ اور اس کا جواب مل گیا کہ یزید کی بیعت کر لو تو پانی ملے گا۔ اس لئے امام کچھ بولے ہی نہیں تو کون سا کلام قطع کر دیا گیا۔ کوئی بات کاٹ دی گئی پتہ چلا کہ اب امام حسینؑ نہیں بولے بچہ بولا ہے۔ تو اب عمر سعد یہ کیسے کہتا کہ بچے کا کلام قطع کر دو۔ اگر یہ کہتا تو دو لاکھ کا جمع کہتا کہ جب معجزے کو مان رہا ہے تو ایمان کیوں نہیں لاتا۔ یہ عمر سعد کی چالاکی تھی کہ علی اصغرؑ کے کلام کو قطع کرنا چاہتا تھا جواب میں کہا حرمہؓ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے تاکہ لشکر کو یہ پتہ چلے کہ بچہ نہیں بولا اور ہرنی کے معجزے پر امام حسینؑ کا یہ معجزہ بھاری پڑ گیا۔ اصغرؑ کی شہادت کا معجزہ، تیر چلا اور تیر کھا کر شاہزادہ مسکرایا اس مسکراہٹ پر کل عرض کر دوں گا کہ علی اصغرؑ کیوں مسکرائے تھے علی اصغرؑ کی مسکراہٹ ایک راز ہے کل بتاؤں گا انشاء اللہ

شہادت علی اصغرؑ پر علماء نے بحث کی ہے کہ یہ وہ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی۔ حالانکہ عبداللہ بن حسنؑ کی شہادت بھی آپ کی گود میں ہوئی ہے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام پر جب وار ہوا امام حسینؑ نے نہیں دیکھا۔ حضرت عباس علیہ السلام کے شانے امام حسینؑ کے سامنے نہیں گئے۔ شہادتِ اصغرؑ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی ہے اور جنب شیر لگا تو بے ساختہ امام حسینؑ نے فرمایا ”اے میرے شیعوں کاش تم ہوتے تو دیکھتے کہ میں بچے کے لئے کس طرح پانی مانگ

رہا تھا اور پانی نہیں ملا۔ پھر لاشہ اصغرؑ کو اٹھا کر کہا: اے میرے اللہ یہ میرا بچہ ناقہ صالح سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اور پھر علی اصغرؑ کا خون چلو میں لے لیا۔ یہاں علماء نے پورے باب لکھے ہیں کہ سب شہداء کا خون زمین پر گرا مگر یہاں یہ اہتمام کیوں کیا کہ خون اصغرؑ زمین پر گر گئے نہ دیا۔ امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ خون زمین پر گرا دیں لیکن۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں

اصغرؑ تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

آسمان نے انکار کیا کہ ہارش نہیں ہوگی زمین نے انکار کیا کہ دانہ نہیں اُگے گا۔ تو وہ خون گیا کہاں تو وہ خون کچھ تو امام حسینؑ نے اپنے چہرے پہ مل لیا کچھ رسولؐ نے شیشے میں لیا اور کچھ رسولؐ زادی فاطمہؑ زہراؑ نے آگے بڑھ کر چہرے پہ مل لیا۔ علی اصغرؑ کا خون ہے۔ ہوا متبرک لہو تھا اس لئے گواہی میں اس خون کو رسولؐ بھی لینا چاہتے تھے اور حضرت زہراؑ بھی۔

بعد شہادت خیمے کی طرف چلے مگر عالم عجیب ہے اس سے پہلے جتنے لاشے لائے سیدھے خیمے تک گئے مگر لاشہ اصغرؑ لیے سات بار خیمے کی طرف بڑھے اور سات بار واپس آئے۔ ہر مرتبہ فرماتے تھے:-

”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِأَمْرِهِ“

خیال ہے کہ ماں اس عالم میں بچے کو کس طرح دیکھے گی پھر چھوٹی بہن کا بھی خیال ہے کئی جوابات حسینؑ کو دینے تھے اور امام حسینؑ حیران تھے۔

ایک بار کمر امت باندھ کر درخیمہ پر آواز دی ”رباب آؤ بچے کو لے جاؤ“

حضرت ربابؑ آئیں ہاتھوں کو پھیلا دیا میرے والی میرا بچہ مجھے دے دیجئے مگر



ربابؑ نے چہرہ حسینؑ دیکھا اور سب سمجھ گئیں کہ جب آقاؑ کو گئے تھے تو چہرے کا رنگ یہ نہیں تھا اب آئے ہیں تو چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے ربابؑ نے دل کو مضبوط کر لیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ کو دیکھ کر چیخ نکال جائے اور میرا تہہ مادرِ موسیٰ اور مریمؑ سے گھٹ جائے ہاجرہ سے گھٹ جائے۔

امام حسینؑ نے فرمایا ربابؑ بتاؤ میں کون ہوں، ربابؑ نے عرض کی آپ میرے والی ہیں آقاؑ ہیں میرے امام ہیں، حسینؑ نے فرمایا جو میں کہوں گا اس پر صبر کرو گی بی بی نے عرض کیا ہاں ہاں آقا صبر کروں گی، تو آپؑ نے فرمایا ربابؑ کچھ دیر سکے لئے اس امانتِ خدا کو اپنی گود میں سنبھال لو۔ ربابؑ نے علیؑ کو گود میں لے لیا اگر کوئی اور ماں ہوتی تو کلیجہ پھٹ جاتا۔ مگر امامؑ وقت سے صبر کا وعدہ کیا ہے۔ خاموش رہیں صرف ایک جملہ کہا اور اتنا عظیم جملہ کہا کہ عرب میں یہ دستور ہے کہ بھیڑ کی قربانی کرتے ہیں تو جملہ کچھ اور ہے مگر جب اونٹ گوزن کرتے ہیں تو اسے نحر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اونٹ کو کھڑے ہوئے اس کی گردن میں نیزہ مار کر ذبح کرتے ہیں اس کو نحر کہتے ہیں۔ اور سورہٴ کوثر میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ فَصَّلْ لِيْذِيْكَ وَانْحَر (سورہٴ کوثر)

وہ قربانی دو جو سب سے بڑی قربانی ہے جسے نحر کہتے ہیں۔ یہاں سورہٴ کوثر کی تفسیر ہوئی تھی ربابؑ نے بتایا دنیا والوں سورہٴ کوثر کی تفسیر ربابؑ کے ہاتھوں پہ دیکھو۔ ایک بار بچے کو دیکھا اور آواز دی ”اے علیؑ صبر کیا عرب میں چھ مہینے کے بچوں کو بھی نحر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نحر کی تفسیر کہ جب بھی سورہٴ کوثر پڑھنا تو جان لینا کہ اللہ نے سورہٴ کوثر میں جو رسولؐ کو نحر کا حکم دیا تو وہ قربانی کوئی تھی آج ربابؑ نے اپنے بچے کو پیش کر کے غلط نحر کی تفسیر کر دی ہے۔

امام حسینؑ نے اصغرؑ کو حضرت ربابؑ کے حوالے کیا اور پیام سے ذوالفقار کھینچی پھر

خیمے کے پاس بیٹھ کے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ جناب ربابؑ علی اصغرؑ کو لیے کھڑی ہیں۔ کیا کہنا بی بی آج آپ کو مریم سلام کرتی ہیں۔ ہاجرہ سلام کرتی ہیں۔ آپ کو مادرِ موسیٰ سلام کرتی ہیں قبر تیار ہو گئی امام حسینؑ نے ربابؑ کی آغوش سے لاشہ اصغرؑ قبر میں علی اصغرؑ کو اتار دیا مٹی ڈال دی۔ اب بتائیے ماں کو تعزیت دینا ہے حسینؑ کیا کریں۔ تو عظیم جملہ کہا ربابؑ ہمیشہ اصغرؑ تمہارے پاس رہے آج اصغرؑ کو اُن کی دادی فاطمہ زہراؑ نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اب اصغرؑ ہمیشہ اُن کے پاس رہیں گے۔ گھبراؤ نہ ربابؑ علی اصغرؑ اپنی دادی کی گود میں ملیں گے۔





علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

معراج خطابت جلد چہارم (ساتویں مجلس)

## دو معصوم شیرخوار حضرت علیؑ اور حضرت علیؑ اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمد و آل محمد کے لیے

آپ حضرات مجالس تفسیر قرآن کے سلسلے کی سورۃ قصص کے موطوع پر تقریریں رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا سے متعلق کل اُن کی وفات کی تاریخ ہے۔ سورۃ قصص قرآن مجید کا اٹھائیسواں سورہ ہم آپ کے سامنے تلاوت کر رہے ہیں۔ اور اس میں حضرت موسیٰ کا قصہ پروردگار عالم اپنے حبیب کو سنارہا ہے اور آغاز ولادت کے ذکر سے کیا ہے جیسا کہ میں نے ایک دن اپنی تقریر کے دوران یہ بات بھی تھی کہ کچھ عنوانات کہ جن کا اعلان باب العلم میں ہوا تھا اور ایک عشرہ ایسا رکھا گیا تھا کہ جس میں مختلف عنوانات تھے اور اُن عنوانات کا حق ذاکرین نے ادا نہیں کیا۔ تو ہم اس سلسلے میں ایک ایک عنوان پر انشاء اللہ تقریر کریں گے۔ اُن دن عنوانات میں ایک عنوان حضرت علیؑ اصغر علیہ السلام تھا۔ یعنی اُن پر تقریر کرنے کے لئے ذاکر کو عنوان دیا گیا تھا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہ بہت مشکل عنوان ہے کہ کسی ذاکر سے آپ یہ کہیں گے صاحب حضرت علیؑ اصغر علیہ السلام پر آپ تقریر کر دیجئے دس منٹ پندرہ منٹ ہر ذاکر

مصائب اور فضائل بیان کر سکتا ہے۔ اور کوئی صاحب بھی چاہیں ان کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ بے خیال میں وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حضرت علی اصغرؑ پر ایک گھنٹے کی تقریر ہو سکتی ہے۔ لیکن پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ نہ ہو سکتا اور ہے لیکن جبر کی برکت کچھ اور ہے۔

خطابت کی عظمت اور ہے، اور تحقیق کی یعنی ریسرچ کی تعریف علمائے دانشوروں نے یہ کی ہے کہ پوری دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ ریسرچ کے لئے وہ عنوان دیا جاتا ہے جس کا وجود نہ ہو۔ اسی پر اس کو ڈگری ملتی ہے۔ سائنس میں ہوا دب میں ہو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملتی ہی اس وقت ہے کہ ایسا عنوان دیا جائے جس پر مواد موجود نہ ہو۔ یہی اس کا امتحان ہے کہ وہ مواد کہاں سے لاتا ہے۔ اپنے موضوع کو وہ کیسے بناتا ہے کیسے بنانا ہے۔ یہ جو آپ سنتے ہیں اور اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں کو ٹوٹل پرائزل گیا تو کس بات پر ملتا ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا انعام آپ کے ملک میں ڈاکٹر عبدالسلام کو ملا تو کس بات پر ملا۔ یعنی اس کا سبجیکٹ فزکس تھا اور اس میں ہی اس کو ڈاکٹریٹ کرنی تھی۔ تو اب اس کو ایسی شعاعیں تلاش کرنی ہیں جن کو ابھی تک کسی سائنس دان نے تلاش نہ کیا ہو اور ان شعاعوں کو تلاش کر کے وہ یہ بتائے کہ ان کی تلاش میں نے کردی ہے اب اس کو یوں لا کر آپ اس سے اگر الیکٹرونک بنائیں گے تو الیکٹرونک جو ہے وہ حد سے زیادہ ہو جائے گی اور کبھی کمی نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے وہ موضوع نہیں تھا اس نے ہی ان شعاعوں کو دریافت کیا۔ یا آسمانی خلاؤں کے جو سفر ہو رہے ہیں یہ بھی سائنس سے متعلق سبجیکٹ ہے۔ سیاروں کا علم ستاروں کا علم تو جب ریسرچ دی جاتی ہے تو وہ سامنے کے اشارے جن کا نام آپ کو معلوم ہے ان پر نہیں ریسرچ کرنی ہے یعنی سرخ ہے زہرا ہے ان ستاروں کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ کہاں آکسیجن ہے کہاں



کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے کہاں پانی ہے کہاں پانی نہیں ہے کہاں سبزی ہے کہاں کتنے سورج نکلتے ہیں کہاں بادل چھائے رہتے ہیں کہاں ٹائیڈ روجن ہے۔ سب دیکھ سرج ہو چکی اک ایسا ستارہ دریافت کرنا ہے جو اب تک خرد بین نے دور بین نے نہ دیکھا ہو۔ اس کو تلاش کرنا ہے اس کی سمت کیا ہے آب و ہوا کیا ہے۔ جب وہ تھیسس (THESEASE) لکھے گا تب اس کو پی ایچ ڈی ملے گی تو آپ نے دنیا کے سارے علوم کے مقابلے میں خطابت کو اتنا حقیر کیوں سمجھا ہے کہ بجیکٹ دیا جائے اور یہ انکار کر دیا جائے کہ صاحب اس پر مواد نہیں ہے ایک بار نہیں ہزار مرتبہ ہم آپ کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی بات بتاتے ہیں کہ ہم نے جتنی حضرت عباس علیہ السلام رضویہ میں منعقد کیا۔ مقررین کو دعوت دی۔ آپ یقین کیجئے کہ بلا اتفاق جتنے خطیب آئے تھے سب نے تقریر یہاں سے شروع کی کہ کیا بتایا جائے حضرت عباس علیہ السلام پر کوئی مواد نہیں ملتا۔ بڑے بڑے خطیبوں نے تقریر کا آغاز یہاں سے کیا تو یہ ہم نے جو آپ کو منبر پر بلایا ہے اس جملے کے لئے دعوت دی ہے کہ آپ یہ کہئے کہ میٹر نہیں ملتا ہے۔ دعوت ہم نے اس لئے دی تھی کہ چونکہ قوم کو میٹر نہیں ملتا آپ میٹر دیجئے۔ عوام میں اور خطیب میں یہ فرق ہونا چاہئے کہ عوام یہ کہیں کہ میٹر نہیں ملتا۔ منبر پر آنے والا یہ کیسے اعلان کر دیتا ہے کہ میٹر نہیں ملتا۔ جہاں اس نے یہ بیٹھ کر شکست مان لی کہ فلاں چیز پر میٹر نہیں ملتا اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ وہ اپنے فن میں کامل ہے نہ اسے فن خطابت آتا ہے۔ اب یہ ہٹ دھرمی ہے کہ اس کے گرد والے اُسے پسند کر لے والے یہ کہیں کہ یہ اپنے فن میں کامل ہے۔ یہ بہت برا خطیب ہے یہ کہہ دینے سے تاریخ میں آپ کے جملے سند بن کر نہیں لکھے جائیں گے اسی لئے عوام کی بات کو سند نہیں مانا جاتا اور دنیا کے کسی بھی آدمی نے پوری کائنات کی آواز کو سند نہیں مانا بلکہ اُن کی آواز کو سند مانا ہے

کہ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد جب اسکا اپنا ٹھیسس (THESEASE) پیش کرتا ہے تو عوام ڈگری نہیں دیتے بلکہ دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں کو جمع کیا جاتا ہے وہ اُس کے ٹھیسس (THESEASE) میں سے پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد اور مل ہوتا ہے زبانی امتحان ہوتا ہے اسی (THESEASE) میں سے اُس سے سوال کیئے جاتے ہیں آیا اس نے لکھا ہے یا کسی اور سے لکھوا لیا ہے بس جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہاں ہاں یہ ریسرچ اس کی ہے اس نے تلاش کیا ہے یہ زبانی ہر صفحہ اپنی کتاب کا بتا سکتا ہے تب اُسے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ تب اُسے ڈاکٹر صاحب کہا جاتا ہے یہ کامل ہو گیا اپنے علم میں، اپنے فن میں تو خطابت میں بھی آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ بی اے کے اسٹوڈنٹ کتنے ہیں ایم اے کے کتنے ہیں میٹرک کے کتنے ہیں نواں پاس کتنے ہیں آٹھواں فیل کتنے ہیں اور کتنے پی ایچ ڈی ہیں۔ جب تک عوام یہ فیصلہ نہیں کریں گے خطابت کی عظمت آج گر ہو کر سامنے نہیں آئے گی اور ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اسی سورہ کے ذیل میں ہم اُن عنوانات پر گفتگو کریں گے تو آج کی حد تک ہم حضرت علی اصغر علیہ السلام پر گفتگو کریں گے۔ اور کوشش یہ کریں گے کہ چونکہ محرم نہیں ہے اور محرم میں مخصوص تاریخوں میں مصائب پڑھے جاتے ہیں تو ہم اُن گوشوں سے بچیں گے جہاں مصائب کے پہلو لگیں گے اب تقریر اور زیادہ مشکل میرے لئے ہو جائے گی اس لئے کہ حضرت علی اصغر کے مصائب ہی ہیں۔ مگر مصائب کے گوشوں سے بچ کر ہم کو فضائل پڑھنے ہیں تاکہ یہ شکوہ نہ رہ جائے کہ کربلا والوں کے فضائل بیان نہیں ہوتے۔ ہم یہاں تک پہنچے تھے سورہ قصص میں کہ پروردگار عالم نے یہ کہا کہ ہم نے مادر موسیٰ پر وحی کی ساتویں آیت ہے۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ فَاِذَا خِفَتْ عَلَيْهِ فَلَاٰخِزِيْهِ فِی



الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا زَاكُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۷) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۝ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِلِينَ (سورہ قصص آیت ۷، ۸)

ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ان کو دودھ پلاتی رہتا سو جب ان کے بارے میں فرعونوں سے خوف پیدا ہو تو اسے صندوق میں رکھنے کے بعد، انہیں دریا میں ڈال دینا اور، اس فرمان کی انجام دہی سے نہ ڈرنا نہ ہی رنجیدہ ہونا، اس کے دور ہونے سے پریشان ہونا، کیوں کہ ہم انہیں آپ کے پاس واپس لے آئیں گے اور انہیں پیغمبر بنائیں گے۔

پس موسیٰ کی ماں نے ایسا ہی کیا، کچھ ہی دیر بعد فرعونوں نے اسے دیکھا اور پانی سے سنبھال لیا تا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہو اور ان کے رنج کا باعث بنا۔ بیشک فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کا رتھے۔

اب تفسیر بھی سن لیجئے۔ ہم نے مادر موسیٰ پر وحی کی ”اَوْحَيْنَا“ لفظ وحی کے بارے میں ذرا سا ہم اس کی بھی وضاحت کر دیں اس لئے کہ کل ٹیڈی صاحب نے بعد مجلس ہم سے کہا کہ ”اَوْحَيْنَا“ کا ترجمہ کیا ہو گا یعنی الہام ہوا یہ وحی ہوئی تو اس کی وضاحت میں گردوں کہ لفظ ”وحی“ سے یہ دونوں لفظ بنے ہیں ایک جگہ کہا ہے ”ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی“ سورہ قصص میں ”اَوْحَيْنَا“ کا لفظ ہے سورہ نحل میں ”اَوْحَى“ کا لفظ ہے اور رسول اللہ کے لئے کہا۔ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورہ نجم آیت ۳ تا ۴)

”تو بولتا ہی نہیں جب تک تجھ پر وحی نہ کروں“ یہ نبی کے لئے کہا تو ہمارے لفظ جو میں ایک ہی روٹ کے ہیں اور ایک ہی لفظ ”وحی“ سے ”اَوْحَى“ ”اَوْحَيْنَا“ بن رہا

ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ایک عورت پر جو نہ نبی ہے نہ رسول اُس پر وحی کیسے ہوگی یہ وحی کی فکر کیا ہے تو اس کی میں وضاحت کر دوں کہ وحی کی قسموں میں صرف تین قسمیں ہیں اللہ جب کسی پر وحی کرتا ہے تو اُس کے تین طریقے ہیں چوتھا طریقہ نہیں ہے اور وہ تین طریقے کیا ہیں یا تو فرشتہ پکارے کان میں آواز آئے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دل میں پروردگار کوئی بات ڈال دے یہ وحی کی وہ قسم ہے جسے الہام کہتے ہیں، الہام ارتقاء پذیر ہو کر وحی بن جاتا ہے کہ پروردگار کسی کے دل میں بات ڈال دے وہ بھی از قسم وحی ہے۔ الہام باکل الگ ہے یعنی عام انسانوں پر جو الہام ہوتا ہے وہ الہام ہے لیکن اگر مخصوص آدمی کے دل پر الہام ہوگا تو وہ وحی کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ تیسری قسم ہے خواب دکھایا جائے یہ تینوں قسمیں قرآن میں خدا نے بیان کیں اس کا مطلب یہ ہوگا ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اونچے مقامات پر اپنا تھمتہ لگایا کرے اونچے درختوں پر یا پہاڑوں پر اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی، ظہر ہے نہ تو مکھی پر فرشتہ نازل ہوگا نہ اللہ اُس کیڑے کو مخاطب کر کے بات کرے گا، دل میں ہم نے اس بات کو ڈال دیا یعنی اُس پر الہام کر دیا از قسم وحی خواب ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے بیان کرتے ہیں حضرت اسماعیلؑ فرماتے ہیں کہ آپ مجھے صابریں میں سے پائیں گے جو حکم الہی ہوا ہے وہی کیجئے، اس کا مطلب ہے کہ دونوں باپ بیٹے سمجھ رہے ہیں کہ یہ خواب نہیں وحی ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ یہ وحی ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جبرئیل امین ہمارے نبیؐ کے پاس آئیں اور وہ بولتے جائیں اور اللہ کے پیغام کو ہمارے نبیؐ سنتے جائیں۔

چوتھی کوئی قسم نہیں ہے وحی کی تو مادرِ موسیٰؑ پر کوئی وحی کی ”اَوْ حَیْنَمَا“ ہم نے دل میں یہ بات مادرِ موسیٰؑ کے ڈال دی از قسم وحی ہے اُن پر ملک نہیں آیا لیکن اس سے آپ انکار



نہیں کر سکتے کہ عورت پر وحی نہیں ہو سکتی لیکن دوسری جگہ کہہ رہا ہے کہ مریم پر ہم نے ملک نازل کیا جس نے آکر یہ کہا کہ ہم تمہیں ایک بچہ عطا کریں گے تو وہاں وحی کی قسم یہ کہ ملک آتا ہے یہاں دل میں الہام ہوتا ہے۔ ہے از قسم وحی، اس سے انکار نہیں ہے کہ عظیم انسان کے دل میں جب الہام ہو اور پروردگار جب کوئی بات دل میں ڈال دے تو وہ وحی ہے وہ یا تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر ہوئی، مادر موسیٰ پر ہوئی یا جناب ہاجرہ پر ہوئی تین عورتیں ایسی ہیں جن پر اللہ نے وحی کی جب تین عورتیں ہو سکتی ہیں تو چوتھا نام لانے میں کیا ہرج ہے اگر اس پر وحی ہوئی ہوا انکار تو نہیں کر سکتے یہ تو آپ نے مان لیا نا کہ عورت پر وحی ہو سکتی ہے جب ہو سکتی ہے تو اگر ہم چوتھا نام لے لیں اور دلیل بھی دے دیں اور دلیل یہ ہے کہ ایک عورت جاتی ہے خانہ کعبہ میں دعاء مانگے اُس کا کام ہے کہ دعاء مانگے اور واپس آ جائے اُس کو یہ کیسے معلوم ہے کہ ابھی جب میں جاؤں گی دیوار کعبہ کے پاس تو دیوار میں در بھی بن جائے گا اور مجھے اندر جانا ہے جب تک کوئی بلائے نہ وہ جائے گی نہیں بلایا گیا ہے اور جب بلایا گیا ہے تو وحی کے ذریعے بلایا گیا ہے ورنہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو پتہ کیسے چلا کہ مجھے اندر جانا ہے تو اب دل پر وحی ہوئی ہے یعنی الہام ہوا ہے۔ "اَوْحَيْنَا" جیسے مادر موسیٰ پر وحی ہوئی تو وہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا یہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا اگر موسیٰ کی ولادت کے وقت پروردگار مادر موسیٰ پر وحی کر سکتا ہے تو فخر موسیٰ کی ولادت کے وقت پروردگار حضرت فاطمہ بنت اسد پر بھی وحی کر سکتا ہے۔ اور خانہ کعبہ میں بلا سکتا ہے تو جب یہ طے ہو گیا کہ اس گھرانے کے مرد پر بھی وحی آ سکتی ہے عورت پر بھی وحی آ سکتی ہے تو اب اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب بھی ایسا عظیم مقام آ جائے جہاں پروردگار کا کام بغیر اُس کے نہ چل رہا ہو تو وحی ہو سکتی ہے۔ یعنی حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں ہیں اور ملک

آکر یہ کہتا ہے کہ گھبراؤ نہ ہاجرہ بچے کی پیاس بجھ جائے گی تب ماں کا اضطراب تھا اور واپس ہوئیں، جب واپس ہوئیں تو بچے نے جہاں ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں پانی کا چشمہ جاری تھا اگر وحی نہ ہوتی تو واپس نہ آتیں، قیامت تک بچے کے لیے پانی کی تلاش میں دوڑتی رہتیں، ملک نے دوبارہ نکل دکھلائی حضرت ہاجرہ کو صفا اور مروہ کے درمیان میں۔ ہاجرہ پر وحی مادر عیسیٰ پر وحی مادر موسیٰ پر وحی مادر علی پر وحی اب ایک ماں باقی ہے جو ان سب سے افضل ہے۔ اور وہ کون ہے وہ حسن اور حسین کی ماں ہے۔ جو ہاجرہ سے بھی افضل ہے، جو قاطعہ بنت اسد سے بھی افضل ہے، جو مریم سے بھی افضل ہے، جو مادر موسیٰ سے بھی افضل ہے، تو اس پر وحی کیوں نہ ہوگی اور اس کے لئے وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھئے تین قسمیں ہیں وحی کی دل میں الہام ہو، خواب دکھایا جائے یا ملک آئے۔ یہاں تو گھر کے خادم ہیں ملک، وحی کے آنے کا کیا سوال ہے، یہاں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ محتاج وحی ہیں، یہاں تو ذرا سے اشارے کی بات ہے، یہاں تو بس بچوں نے کہہ دیا تھا کہ عید کا دن ہے مادر گرامی ہمارے کپڑے کہاں ہیں تو ماں نے مصلیٰ بچھا کر بس اتنا کہا تھا کہ اللہ میں تیری کینر خاص ہوں یہ بچے کپڑوں کے لئے چل گئے ہیں بس بی بی نے اتنا کہا تو اللہ نے کہا اچھا زہرا ایسا کارنامہ تمہارے لیے پیش کریں گے کہ کائنات میں کسی کے لیے نہ ہوا ہو تو اب جو کپڑے لے کر آئے وہ ملک ہے مگر اس کی یہ مجال نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ فرشتہ جنت آیا ہے۔ کیوں کہ حکم پروردگار یہ ہے کہ زہرا نے بچوں سے یہ کہا ہے کہ درزی کپڑے لائے گا۔ خبردار اپنے کو ملک نہ کہنا درزی کہتا تو جہاں درزی بن کر ملک آجائے وہاں وحی کی محتاجی نہیں ہے۔ تو اب یہ گھرانہ مختص ہو گیا۔ اب جو بھی بی بی اپنے آپ کو حضرت زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی سیرت میں ڈھال لے اس کے لیے پھر یہ بحث نہیں ہوگی کہ وحی



ہو سکتی ہے یا نہیں اب میں مثال دے دوں بعد کر بلا جناب اُم رباب کو چونکہ بڑے رئیس امراؤ القیس کی بیٹی تھیں یمن کے رئیس کی بیٹی تھیں لوگوں نے پیغام بھیجا کہ ہم سے شادی کر لیجئے۔ بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے۔ عرب میں یہ وہ کے عقد کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے تو لوگوں نے پیغام بھیجے۔ تو جواب تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن لسان وحی کے گھرانے کی زبان جب بولے گی تو کچھ اور بولے گی حضرت ربابؑ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اور ہر راوی نے لکھا ہے کہ جواب یہ دیا کہ رسول خدا کی بہو بننے کے بعد عرب کے ایرے غیرے نحو خیرے کی بہو بن جاؤں یہ کیسے ممکن ہے۔ میں قیامت تک رسول اللہ کی بہو رہوں گی یعنی کوئی اس رشتے سے خارج نہیں کر سکتا۔ جناب ربابؑ ہمیشہ رسول اللہ کی بہو کہہ کر پکاری جائیں گی۔ اور دنیا اگر عظمت جان لیتی تو کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ یہ فخر باجرہ ہے یہ فخر مرثم ہے یہ فخر مادر موسیٰ یہ فخر آسیہ ہے۔ بعد میں دنیا نے عظمت کو جانا اب آپ ذر غور کیجئے گا ان آیات پر اور ترجمے پر۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِۦۙ فَاِذَا خَفَتْ عَلَيْهِۙ فَلَقِيْهِۙ فِى الْبَيْتِ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْۚ اِنَّا رَآدُوْهُۙ اِلَیْكَ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷) فَالْتَقَطَهُۥ الْفِرْعَوْنُ لَیْسَ لَہُمْ عُدُوًّا وَحَرْنًا اِنْ فِرْعَوْنٌ وَہَامُنْ وَجُنُوْدُہُمَا کَانُوْا خٰطِیْیْنَ (سورہ قصص آیت ۸۷)

مادر موسیٰ پر ہم نے وحی کی، کیا وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ پس تم ڈرو نہ اور اس کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو حزن نہ کرو پریشان مت ہو۔ یعنی اللہ وحی اس لئے کر رہا ہے کہ ایک ماں اپنے بچے کو جدا کرے گی یہ آسان کام نہیں ہے۔ شیر خواہ بچے کو اپنے سے جدا کر دینا اس لئے اللہ نے وحی کی حزن نہ کرنا کیوں نہ کرنا، تحقیق ہم اس کو

تیری طرف پلٹانے والے ہیں۔ اطمینان دلایا جا رہا ہے یقین دلایا جا رہا ہے مادرِ موسیٰ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم اس کو مرسل نبی بنانے والے ہیں۔ یعنی اللہ نے ماں کو یقین دلادیا کہ یہ صندوق غرق نہیں ہوگا، بچہ زندہ رہے گا، جوان ہوگا، نبوت پائے گا، ماں کو اطمینان ہے بچہ مرے گا نہیں۔ خوشخبری سنا دی گئی اور اُس کے بعد کہا گیا۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ غَدَوًا وَحِزْنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ (سورہ قصص آیت ۸)

پھر اٹھالیا اُس کو آلِ فرعون نے اور اُس کے بعد چار پانچ آیتیں چھوڑ کر کہا جاتا ہے۔ اس سے چونکہ ربط ہے اور وہ یہ ہے کہ جب صندوق کو ڈالا دریا میں تو اُس وقت کے لئے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَرِحًا طُفْلًا كَذَلِكَ لِنُبَيِّنَ بِهِ لَوْلَا أَن رَّبُّنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِيَتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ قصص آیت ۱۰)

پروردگار عالم یہ کہتا ہے کہ جیسے ہی صندوق کو ڈالا دریا میں تو عنقریب مادرِ موسیٰ کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ عجیب آیت ہے یہ اس سورہ کی ”عنقریب بچے کی جدائی میں ماں کا کلیجہ پھٹ جاتا“ ہم نے بڑھ کر مادرِ موسیٰ کے دل کو سنبھال لیا اور ہم نے کہا مادرِ موسیٰ چیخ نہ بلند ہونے پائے گھبرانا نہیں منزل ایسی تھی کہ پروردگار عالم کو ماں کے تاثرات قرآن میں بیان کرنا پڑے، بچہ جدا ہو رہا ہے ہم نے بڑھ کر ماں کے دل کو سنبھال لیا۔ ذرا غور کیجئے گا یہ منزل ہی ایسی ہوتی ہے کہ جہاں متنا کا سوال آجائے کلیجہ پھٹ جاتے ہیں۔ اب آپ سے میں پوچھوں کہ اگر وحی نہ ہوتی تو کیا کلیجہ پھٹ نہ جاتا۔ اگر ہاجرہ کے دل کو نہ سنبھالتا تو صفا و مروت کے درمیان ہاجرہ کا دل پھٹ جاتا اور اگر مریم کے دل کو نہ سنبھالتا تو مریم کا دل وہاں پھٹ جاتا تین ماؤں کا حال آپ نے سنا اب اُمّ



رباب مادر علی اصغر کا حال سینے ایسے موقع پر اُس کا کلیجہ نہ پھٹے تو یہ یقین کیجئے کہ پروردگار نے اُس کے دل کو سنبھالا ہے۔ اُس ماں کی عظمت کیا ہوگی جو خدا کی نگرانی میں کوئی بھی حیرت زدہ بات آجائے تو ماں کے لئے حیرت کا مسئلہ ہے لیکن ماں حیرت زدہ نہ ہو تو اس کے معنی وہ بچے کو پہچانتی ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں یہ مثل کیوں مشہور ہوئی یعنی ماں ہی یہ جانتی ہے جھولے میں بچے کے پاؤں دیکھ لیتی ہے۔ اُس کو پتہ چل جاتا ہے کس شان کا بچہ ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ بچے کو جب جھولے میں لٹایا جاتا تھا۔ عربی میں جھولے کو مہد کہتے ہیں۔ قرآن میں پانچ جگہ جھولے کا ذکر آیا ہے خاص طور سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے قصے میں سورہ مریم میں اللہ نے فرمایا ابھی جھولے میں تھے تو قوم نے حضرت مریم سے پوچھا بچہ کہاں سے لائیں تو حضرت مریم نے جھولے کی طرف اشارہ کیا ”اُس سے پوچھ لو“ تو قوم نے ہنس کر کہا ”بچہ بھی بولے گا“ تو حضرت مریم نے کہا کہ میں نے روزہ رکھا ہے خاموشی کا کہ حضرت عیسیٰ نے جھولے سے کہا ”انی عبد اللہ“ میں ہوں اللہ کا بندہ میں کتاب لیکر آیا ہوں میں جھولے میں ماں کی گود میں کتاب لیکر آیا ہوں میں نبی ہوں۔ بچہ بولا، بچہ نہ بولتا تو ماں کی عصمت کی گواہی کون دیتا حضرت مریم کا کوئی مددگار نہیں تھا پروردگار نے شیر خوار بچے کو گویا کر دیا۔ اس آیت کی روشنی میں یہ تو طے ہو گیا کہ تین دن کا بچہ بولتا ہے، اب دنیا کا کوئی مسلمان جو قرآن پر یقین رکھتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ بچہ بول سکتا ہے اور اسی وقت بول سکتا ہے جب حکم پروردگار ہوتا ہے، اللہ مدد رک ہے، جی ہے، عالم ہے، متکلم ہے، کیوں ہے اُس کا نام متکلم اس کی تعریف ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام پیدا کر دے، درخت بولنے لگے زمین بولنے لگے ذرہ بولنے لگے اس لئے اُس کو متکلم کہتے ہیں، اس سے اُس کو متکلم

کہتے ہیں تو جہاں زمین بولنے لگے درخت بولنے لگے دیوار بولنے لگے تو بچہ بولنے لگے تو کیا حیرانی ہے، تو اب حیرت کی بات نہیں ہے کہ اگر بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر تین دن کے عیسیٰ جھولے میں بولے۔ نبی نے ہاتھوں پر بچے کو اٹھایا کہا یا علی کچھ سناؤ دیکھئے بھائی سے بھائی ملا ہے تو اب گفتگو ہے تین دن کے بچے سے کیا کہا جا رہا ہے کچھ سناؤ وہ تو لکڑی کے جھولے کا اثر تھا کہ عیسیٰ بولنے لگے، جہاں نبی کے ہاتھ جھولا بن جائیں یہ فضیلت ہی کچھ اور ہے، کون کہہ رہا ہے یہ بچہ بول رہا ہے کہ میں کہوں گا یہ جھولے کا اثر ہے جھولا بلوار رہا ہے یہ نبی کے ہاتھ ہیں "یا علی کچھ سناؤ" تو بچے نے یہ نہیں کہا کہ میں سنا تا ہوں بلکہ عجیب و غریب جواب دیا کہاں سے سناؤں تو ریت سے سناؤں یا انجیل سے سناؤں، زیور سے سناؤں یا قرآن سے سناؤں۔ یعنی چاروں کتابوں کا علم لیکر آیا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں کیا کہا تھا میں کتاب لیکر آیا ہوں اگر یہ کہہ دیتے علی کہ میں قرآن کا علم لے کر آیا ہوں تو ایک ہی کتاب کا علم ہوتا دونوں برابر ہو جاتے۔ یہ بچہ چاروں کتابوں کا علم لے کر آیا ہے تو جب بچہ ایسا ہے تو جس کے ہاتھوں پر بول رہا ہے وہ کتنی کتابوں کا علم رکھتا ہوگا۔ اب یہ نہ کہہ دینا کہ رسول موعود اللہ امتی تھا اس کو کچھ آتا ہی نہیں تھا اس کے ہاتھ پر آ کر بچہ چاروں کتابیں سنانے لگتا ہے تو اس کے علم کی تہاہ کیا ہے، یہ حضرت علی علیہ السلام کا بچپنا ہے اور ایسا بچپنا کہ جب ماں بچے کو لے کر آئیں تو عرب کا دستور تھا کہ جب جھولے میں لٹاتے تھے تو اگر ماں کام میں لگی ہے تو بچے کو مہلب ہو کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیتے تھے، تو ماںیں یہ کرتی تھیں کہ ریشمی ڈوری اُسے عربی میں "قماط" کہتے ہیں اُس سے بچے کو باندھ دیتی تھیں۔ جب حضرت علیؑ کو ریشمی ڈوری سے باندھا گیا اُسی دن وہ اڑ دھا لایا گیا اور جب یہاں شور مچ گیا کہ اڑ دھا لکڑے لکڑے ہو گیا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب شمر



سے یزید نے یہ پوچھا کہ کربلا میں لڑائی کیسے ہوئی تو شمر نے بیان کرنا شروع کیا تو ایک عجیب جملہ کہا کہ جب اس گھر کے بچے لڑنے آتے تھے تو لشکر کو الٹ کر چلے جاتے تھے تو یزید نے کہا بچوں کا یہ عالم تھا۔ تو شمر نے اُس پر کہا بچے کس کے ہیں بچے اُس کے ہیں جس نے جھولے میں نکلہ اژدر کو چروایا تھا دشمن کی زبان سے فضائل یوں بیان ہوئے ہیں تاریخ میں

مرزا دیر کہتے ہیں:-

بولا یزید دیکھ کے سر کی شکوہ و شاں  
سید کا سر بھی ہے کہا شمر نے کہ ہاں  
شہزاد تھا سپاہ حسینی کا ہر جوان  
اطفال شیر خوار بھی تھے شیر بے گماں

رن میں انگوٹھے چوستے جھولے سے آتے تھے

پیکاں گلے پہ کھاتے تھے اور مسکراتے تھے

تو آپ غور کیجئے کہ جہاں بچپن میں جھولے کے واقعات تاریخ بن جائیں۔ ساتھ ساتھ برس کی عمریں ہو جاتی ہیں۔ اور سوانح حیات لکھی جاتی ہے لوگ حالات ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ یہ گھرانہ ایسا ہے کہ ولادت سے لیکر وفات تک ہر تجزیات پر بحث ہو جاتی ہے ہر واقعہ مل جاتا ہے ہر گوشہ مل جاتا ہے۔ جہاں ہر گوشہ مل جاتا ہو وہاں چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات سمجھنا مشکل کیا ہے اس لئے کہ یہاں بچپن میں ہی سوانح حیات مکمل ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ کہے صاحب چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات کیا سوانح حیات تو تب بنتی ہے کہ وہ بڑا ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اُس کی شجاعت ہو اُس کی سخاوت ہو اُس کی عبادت ہو اُس کی شادی ہو اُس کے بچے ہوں تب

زندگی کے حالات لکھے جائیں گے، چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات کا کمال یہی دکھانا ہے کہ اس گھرانے میں چھ مہینے کا بچہ بھی کامل زندگی گزار کر جاتا ہے اگر یہ نہیں ہوتا تو چھ مہینے والے سپاہی کو لانے کی ضرورت نہیں تھی تو جہ کیجئے اس جملے پر جہاں حبیب ہوں، جہاں زہیر ہوں، جہاں مسلم ابن عوسجہ ہوں، جہاں عیدہ بوڑھوں کے مقابلے میں ایک چھ مہینے کے بچے کو لا کر رکھ دینا کیا امام حسین علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ یہ مکمل سوانح حیات والا ہے یا ادھوری سوانح حیات والا ہے مقابلہ کیسے ہوگا امام حسینؑ یہی بتانا چاہتے تھے کہ پوری زندگی یہاں گزار کر انسان چلے جائیں اور میں لا کر جس نمونے کو رکھ دوں چھ مہینے کا ہی کیوں نہ ہو برابری کر کے دکھائے گا قیامت تک۔ یہی تقریر کا موضوع ہے کہ امام حسینؑ یہ کیسے چاہتے تھے کہ سوانح حیات دکھا دی جائے۔ تو اب چھ مہینے والے کی سوانح حیات آپ کے سامنے ہے میں بیان کر رہا ہوں اب یہ امام حسین علیہ السلام کی بصیرت ہے کہ ہر بچے کا نام ”علی“ رکھا تین بیٹے ہیں اور تینوں کا نام ”علی“ ہے، کیوں اس لئے کہ وہ معرکہ ہونے والا ہے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو معرکہ ہونے والا ہے اس کی بنیاد علیؑ کی دشمنی ہے۔ تم کو بڑی دشمنی ہے اس نام سے تم اس نام کو مٹانا چاہتے ہو ہم بار بار اس نام کو میدان میں لائیں گے، تین بیٹے ہیں دو کو تو ہم یہاں میدان میں لائیں گے اور تیسرا جو شام تک جائے گا پیغامبر بن کر تو قدم قدم پر تم پکارو گے حسینؑ کا بیٹا علیؑ، علیؑ دشمن کی زبان سے علیؑ کہلا دیا امام حسینؑ نے وہ ظالم دشمن جو حضرت علیؑ علیہ السلام کو مانتے نہیں تھے جب وہ محضر پڑھتے تھے تو حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، بار بار زبان سے علیؑ کہلا دیا۔ اس لئے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا تھا تا کہ جب یہ نام سامنے آئے تو تمہیں بار بار علیؑ یاد آئیں اور قدرت نے یہ انتظام کیا کہ نام تینوں کے علیؑ مگر صورت تینوں کی رسول اللہؐ کی جب میں ذہنی آزمائش کا پروگرام



دیا کرتا تھا تو ایک سوال تھا کہ حضرت علی اصغر کی صورت کیسی تھی لوگوں نے مجتہدوں اور عالموں سے پوچھا تو جواب ملا یہ بھی کوئی سوال ہے چھ مہینے کے بچے کی شکل ہی کیا ہوتی ہے جو حضرت علی اصغر کی شکل بتائی جائے۔ تو جب میں نے اس کا جواب چھاپا تو میں نے چھ کتابوں کے حوالے دیے۔ شیخ مفید اور سید حسین ابن غفر المآب نے لکھا کہ جس طرح علی اکبر شبیہ رسولؐ تھے اس طرح علی اصغر بھی شبیہ رسولؐ تھے۔ اب اس میں راز ہے جو ہم ابھی عرض کریں گے کہ امام حسینؑ کے تینوں بیٹے شبیہ رسولؐ کیوں تھے، امام حسینؑ کے بیٹے بھی شبیہ رسولؐ اپنے باپ کو پڑیں گے اپنے باپ کی شبیہ ہوں گے، اور کیوں بنایا گیا شبیہ رسولؐ یہ بھی ہم ابھی عرض کریں گے علی اصغر کا نام بھی، شکل رسول اللہؐ کی ہے، پیدائش دس رجب ہے سن سانچہ ہجری مدینے میں پیدا ہوئے، جب مدینے سے امام حسینؑ چلے تو حضرت علی اصغر اٹھارہ دن کے تھے رجب کی، اٹھائیس تاریخ کو علی اصغر اٹھارہ دن کے تھے چھ مہینے کے مدینے میں نہیں تھے کہ بلا میں آکر چھ مہینے کے ہوئے، یہ امام حسینؑ کے گھر کا دستور ہے کہ کنیت ہوتی ہے نام ہوتا ہے اور لقب ہوتا ہے، جیسے ”علی“ نام ہے کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے، لقب اسد اللہ ہے۔ عین اللہ ہے، اسی طرح ”اصغر“ لقب ہے نام ”علی“ ہے یا وہ القابات جو بعد کربلا مصومینؑ نے عطا کیئے یا جو آپؐ نوخوں میں یا سلام میں سنتے ہیں، شیر خوار مجاہد، ننھا سپاہی، حسین کا ہدیہ آخر، یہ القابات و خطابات ہیں زیارت ناحیہ میں جو نام آیا لقب کے ساتھ وہ ہے ”عبداللہ رضیع“ کیوں اس لئے کہ امام حسینؑ کی کنیت ہے، ”ابو عبداللہ“ جب آپؐ زیارت پڑھتے ہیں تو ابو عبداللہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو عبداللہ اس بیٹے کا نام ہے حضرت علی اصغر کا نام ہے زیارت ناحیہ میں علی اصغر کا نام ”عبداللہ رضیع“ ہے اس بحث میں لوگ الجھ گئے کہ عبداللہ دوسرا بچہ تھا اور رضیع دوسرا بچہ تھا اور علی اصغر دوسرا بچہ

تھا، ایک بچہ اور تھا اور ابو الکلام وغیرہ نے لکھ دیا کہ عاشور کے دن امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی کہ ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے آپ نے فرمایا بچے کو میرے پاس لاؤ آپ دو خیمہ پر بیٹھ گئے اور بچے کو پیار کرنے لگے، تیر تو صبح سے چل ہی رہے تھے اور ایک سنسناتا ہوا تیر آیا بچے کے لگا بچہ انتقال کر گیا کون سا بچہ تھا نام نہیں معلوم یہ جو غلط فہمی تاریخ میں پیدا کی گئی اس کا راز آپ کو معلوم ہے کہ موزخ کر بلائے واقعہ میں ہر چیز کی معذرت کر سکتا تھا۔ لیکن شہادت علی اصغرؑ کے لئے موزخ کے پاس معذرت نہیں ہے۔

ہاں ہاں عرب میں خون ریزیاں ہوتی تھیں یوغی ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ ایک لشکر آیا دوسرے لشکر نے مار دیا۔ امام حسینؑ یہ سپاہی اس لئے لائے تھے کہ معذرت نہ پیش کی جاسکے۔ یہاں پر آ کر موزخ کا قلم تھرا جاتا تھا کہ معذرت کی پیش کریں۔ لہذا ضرورت تھی کہ اس طرح شہادت کو چھپائیں یہ بچہ نہیں دوسرا بچہ ہے اور اس طرح تیر آگیا اور اتفاقہ لگ گیا یہ غلط فہمیاں پیش کی گئیں۔ اس لئے کہ وہاں پر چکرائے ہوئے تھے موزخ کہ یہ ہوا کیا یہ تو تاریخ میں حضرت آدمؑ سے حضور اکرمؐ تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اس لئے کہ امام حسینؑ کی فتح بن جاتی تھی۔ یہاں پر آ کر انسانیت کی تاریخ چکرا بھی جائے گی اور چیخ بھی اٹھے گی یہ تھا راز اور اس راز کے لئے امام حسینؑ نے تیاری کی تھی اور وہ تیاری کیا تھی اب آپ تیاری دیکھتے چلیں۔ حضرت ربابؑ سے عقد کیا بڑے اہتمام کا عقد کیا اور صرف دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک حضرت سکیئہ صلوٰۃ اللہ علیہا ایک حضرت علی اصغرؑ بس ختم، اب کام صرف اتنا ہے دو بچوں کو کام کرنا ہے ماں کا آنا اور شادی اور اہتمام پھر امام حسینؑ کا اشعار کہنا اور بار بار یہ اشعار پڑھتے تھے امام حسینؑ کہ مجھے وہ گھرا چھا نہیں لگتا جس میں سکیئہ اور ربابؑ نہ ہوں، دیکھئے واضح کرتے ہیں کہ گھر کی آبادی بیٹی اور اس بیٹی کی ماں سے ہے واسطہ



بٹی ہے، اس لئے ماں پسند ہے کہ سیکڑہ جیسی بٹی اس کی بٹی ہے۔ اب حضرت رباب کی عظمت بڑھ رہی ہے اور پوشیدہ ہے اشعار میں یہ بات کہ وہ علی اصغر کی بھی ماں ہے اس بات کو امام حسینؑ نے چھپایا ہوا ہے، پورے چھ مہینے میں ہمیں صرف ایک بار ملتا ہے کہ جہاں اچانک تاریخ میں علی اصغر آ جاتے ہیں وہ موقع بڑا عجیب ہے۔ جب سواری چلی اور سرحد مدینہ پر پہنچی تو حضرت عباس علیہ السلام نے آکر کہا آقا سواری کو روک لیجئے امام حسینؑ نے فرمایا کیوں؟ حضرت عباسؑ نے کہا اس لئے کہ بٹی ملنے آرہی ہے اور وہ دوبارہ ملنا چاہتی ہیں۔ سواریاں ٹک گئیں، اور ماں کی سواری کے پاس آکر حضرت صغرا سلام اللہ علیہا نے آواز دی میں صرف اس لئے آئی ہوں کہ ایک بار میرے چہونے بھائی علی اصغر کی شکل مجھے دکھا دیجئے، ناقہ بٹھ دیا گیا دوبارہ قنا تیں لگیں یہیاں قناتوں میں آکر بیٹھ گئیں۔ جناب ربابؑ نے بچے کو حضرت صغرا کی گود میں دے دیا، صغراؑ نے اصغر کو پیار کیا، گھرانے کا سب سے چھوٹا بچہ ہے اور جو سب سے چھوٹا بچہ ہوتا ہے، بھائی اور بہن کو اس سے محبت ہو جاتی ہے کل اور پر سوں میں آپ سے یہ بات کہہ چکا کہ موسیٰ کی شکل جس نے بھی دیکھی دوست ہو یا دشمن پیارا جاتا تھا یہ فطرت انسانی ہے کہ اگر دشمن کا بچہ بھی ہو تو بچے کو دیکھ کر آپ سے آپ پیارا جاتا ہے تو ذرا آپ سوچئے کہ جب غیر کے بچے پر پیارا جاتا ہے تو اگر اپنا بچہ ہو تو کیا عالم ہوگا۔ تصور میں یہ رہے تو بہن کہتی ہے کہ بھائی کو گود میں دے دیجئے صغراؑ نے اصغر کو سینے سے لگالیا جب بہت دیر ہو گئی تو امام حسینؑ نے پکارا کہ سواریاں چلیں تو اندر سے کنیز نے کہا کیسے چلیں بچے کو چھوڑ دیں یا لے لیں، امام حسینؑ نے فرمایا بچے کو لے کر چلو تو اب حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اصغر قاطمہ صغراؑ کو نہیں چھوڑ رہے ہیں، ماں نے بلایا بچہ نہیں آیا، سوانح حیات دیکھئے یہاں سے شروع ہو گئی ہے ام رباب کی متناہ نظر

رہے اب علی کے بچپن پہ نظر رہے حضرت فاطمہ بنت اسد کی مٹاپہ نظر رہے، حسن و حسین کا بچپن نگاہ میں رہے، حضرت زہرا کی مٹا نگاہ میں رہے، اب رباب کی مٹا بھی نگاہ میں رہے، علی اصغر کا بچپن بھی نظر میں رہے کہ ایک بار ماں نے آواز دی بیٹا آ جاؤ بچے نے توجہ نہیں کی، پھوہ بھی آگے بڑھیں کہا علی اصغر آ جاؤ بچے نے توجہ نہیں کی اب امام حسین نے آ کر پوچھا کیا بات ہے سواری کیوں نہیں چلتی تو جناب نے نبی سلام اللہ علیہا نے کہا بھیا علی اصغر اس طرح فاطمہ صغرا سے لپٹ گئے ہیں کہ آنکھیں صغرا کو نہیں پھوڑتے، امام حسین نے فرمایا اچھا ہم آپ آتے ہیں صغرا نے حسین کو دیکھا تو بچے کو اور لپٹا لیا کہا بابا چھینے گا نہیں اگر خود سے علی اصغر آ جائیں تو آپ لے جائے گا زبردستی میری گود سے نہیں لیجئے گا۔ امام حسین نے کہا نہیں صغرا ہم چھینیں گے نہیں بس اتنی اجازت دے دو ہم علی اصغر سے کچھ بات کر لیں، فاطمہ صغرا نے کہا ہاں ہاں بابا آپ ضرور اصغر سے بات کیجئے اک بار امام حسین نے جھک کر علی اصغر کے کان میں کچھ کہا بس اک بار امام حسین کا کہنا تھا کہ بچے نے صغرا کو چھوڑ کر باپ کی طرف ہاتھ بڑھائے فرمایا صغرا علی اصغر آپ آئیں ہیں دیکھو ہم نے چھینا نہیں ہے، صغرا نے کہا بابا آپ کو اپنے حق کی قسم یہ بتا دیجئے کہ علی اصغر کے کان میں آپ نے کیا کہا ہے، امام حسین نے کہا ہم نے علی اصغر کے کان میں صرف یہ کہا "علی اصغر نا تا کی امت کو بخشو" انہیں نہیں چلو گے۔ اس واقعے سے امام حسین یہ بتانا چاہتے تھے کہ بوڑھے تو بوڑھے ہم عام بچے لیکر نہیں جا رہے، اب اس جملے میں کیا راز ہے اور چند روز کے بچے نے اس راز کو کیسے سمجھ لیا۔ یہ تو اس وقت ہی پتہ چلے گا جب وہ موقع آجائے اب پوری تاریخ میں ڈسٹرڈاللا ہم نے مکہ ہے اس کے بعد منزلیں ہیں دو محرم کو کربلا میں پہنچے ہیں، ہم کو کہیں حضرت علی اصغر کا ذکر نہیں ملتا چھ مہینے گزر گئے ہم علی اصغر کی سوانح حیات کیسے



بیان کریں، ہمیں کہیں علی اصغر کا ذکر ہی نہیں ملتا کہ عاشور کی شب آئی اب جو آدمی رات آئی تو اچانک چھ مہینے کے بعد علی اصغر کا ذکر پھر آیا اور عجیب انداز سے آیا امام حسین علیہ السلام نے چراغ کو گل کر دیا اور فرمایا جس کا جہاں دل چاہے وہ چلا جائے، ہم نے بیعت اٹھالی اب توجہ رہے کہ امام حسینؑ اپنی بیعت اٹھا رہے ہیں، پھر فرمایا اچھا اب چراغ روشن کر دو، جب چراغ روشن ہو گئے پھر آپؑ نے فرمایا اے اصحاب! باوقاف ہم کو یہ یقین تھا کہ تم جاؤ گے نہیں، ہم کو تمہاری وفاؤں پر یقین ہے مجھے تمہاری وفاؤں پر ناز ہے اور اس کے بعد فرمایا، عباسؑ اب محضر شہادت چڑھ کر سناؤ، حضرت عباسؑ نے نام پڑھنا شروع کیے، حبیب، زبیر، عون، محمد، علی اکبر سب کی شہادتیں ہوں گی اور اس کے بعد امام حسینؑ نے محضر کو حضرت عباسؑ کے ہاتھ سے ے کر رکھ دیا آپؑ نے فرمایا سب کے نام سن لیے۔ اک بار تیرہ چودہ برس کا بچہ اٹھا، یہ قاسم تھے جو کہہ رہے تھے چچا جان سب کے نام سنا دیے آپؑ نے اس میں میرا نام تو آیا ہی نہیں، کیا اس محضر نامے میں میرا نام نہیں ہے، دیکھئے اب امام حسینؑ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میرا تیرہ چودہ سال کا سپاہی کیسا ہے اور جب تیرہ سال کا سپاہی تمہاری سمجھ میں آجائے گا پھر بتائیں گے کہ چھ مہینے کا سپاہی کیا ہے، ان عمروں کے سپاہی تو تم پہچانتے ہو، ہمیں بتانا یہ عمریں ہیں اگر چاہتے تو فوراً بتا دیتے کہ قاسم تمہارا نام ہے لیکن نہیں کائنات پر یہ ظاہر کر دینا ہے کہ ہمارا تیرہ سال کا سپاہی موت کو کیا سمجھتا ہے، امام حسینؑ نے کہا قاسم یہ بتاؤ آج تمہاری نظر میں موت کیسی ہے، قاسم نے عرض کیا چچا جان شہد سے زیادہ شیریں ہے، امام حسینؑ نے جب یہ جملہ سن لیا تو کہا کامل ہے میرا سپاہی امام حسینؑ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے قاسم اسی محضر میں صرف تمہارا ہی نام نہیں بلکہ تمہارے چچو نے بھائی علی اصغر کا بھی نام ہے، کامل دیکھئے کہیں پر علی اصغر کا نام آیا

ہے چھ مہینے کے بعد نام آیا ہے یا مدینے میں اس وقت ذکر تھا یا اب ذکر آیا ہے اور کس منزل پر ذکر آیا ہے صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے بات رک جاتی مگر بتانا یہ تھا کہ ہمارا سپاہی صرف شجاع نہیں بلکہ عقل میں بھی کامل ہے، صرف تیرہ سال کا لیکن اب امام کے سوال پر جواب پیش کر چکا، حضرت قاسم نے کہا میں تو میدان جنگ میں جا کر لڑوں گا اور شہید ہو جاؤں گا لیکن کیا یہ ظالم خیموں میں گھس آئیں گے آپ نے فرمایا یہ کیوں پوچھا تم نے قاسم نے کہا نہ ہر سب کہ چھوٹے کا بچہ کیسے قتل ہوگا۔ یہ سوال و جواب کیوں ہو رہا ہے تاکہ سب کو بتادیا جائے کہ یہ سپاہی خود جا کر جنگ کرے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا نہیں قاسم یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری اور تمہاری زندگی میں اشتقاق خیموں تک آجائیں بلکہ ایسا ہوگا کہ ہم علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لے کر جائیں گے اور پورا واقعہ سنایا تو جد کی آپ نے یعنی علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر بھی سب کو سنائی ہے یعنی اول سے آخر تک پورا واقعہ کر بلا سب کو امام حسینؑ نے سنایا ہے۔ موت کی خبر سن کر انسان تو لرزنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ نے بتایا میرے سپاہی ایسے ہیں میں نے اتنی سال کے بوڑھے سے لے کر چھ مہینے تک کے بچے کی شہادت کا طریقہ کار بتادیا ہے ایک گیا ہو تو بتادو، ایک کانپا ہو تو بتادو، ایک ڈرا ہو تو بتادو، اب بتائیے کہ جب علی اصغرؑ کی شہادت کا اعلان ہوا ہوگا تو کیا ماں نے نہیں سنا ہوگا۔ ماں کتنی شجاع ہے اب ہم فخر ہا جرد کہیں یا نہ کہیں، فخر مریم کہیں یا نہ کہیں، ماں نے پردے سے یہ واقعہ سنا اور ماں کو اطمینان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب مادرِ موسیٰ کی چیخ نکل جاتی لیکن ہم نے آگے بڑھ کر دل کو سنبھال لیا ہم نے مادرِ موسیٰ پر وحی کی کہ تم نہ کرنا ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں کیا وحی پروردگار نے کی ہوگی، وہاں تو کہا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں حضرت باباؑ سے کیا کہا ہوگا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے۔



اب عظمت اور بڑھ گئی۔ ماں پر یہ وحی ہو گئی ہے کہ بچہ جائے گا واپس نہیں آئے گا۔ حضرت رباب کتنی بلند ہیں مادرِ موتی سے، میں ان تاثرات کو کیسے بیان کروں میں نے حج کیا لوگ کہتے ہیں کہ صاحبِ خانہ کعبہ پر نظر پڑی اور روئے لگے مجھے نہیں رونا آیا حجرِ اسود کو چومائے رقت نہیں آئی اس کے بعد جب میں نے سعی کی اور صفا اور مروہ کے چکر لگا چکا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں رقت آتی ہے اور میں نے دیکھا کہ لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے ہیں، مجھ کو کیوں رونا نہیں آ رہا ہے۔ میں حیران تھا پھر جب میں نے آخری چکر لگایا اور اس مسافت کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ میں پر حضرت ہاجرہؑ نے بچے کی پیاس کے لئے چکر لگائے تھے کبھی اس پہاڑی سے اس پہاڑی تک جاتیں اور کبھی اس پہاڑی سے اس پہاڑی تک جاتی تھیں بس اچانک میں نے سوچا ذرا رباب کو تو دیکھو اور میں رونے لگا اب جو میں نے مڑ کر دیکھا تو کئی ہزار آدمی رو رہے تھے یہ نہیں ان کے ذہن میں کیا تصور تھا لیکن میرے ذہن میں یہ ماں تھی۔ جس کے لیے یہ ہے کہ رات بھر ہر ماں نے اپنے اپنے بیٹوں سے گفتگو کی ہے جس ماں کا بیٹا بولتا ہی نہیں ہے وہ کیا بات کر رہی ہوگی تو اب یہاں پر آ کر ہم کو اپنے شعرا کی عظمت ماننا پڑتی ہے۔ نجمِ آفندی نے کہ رات بھر ماں نے قاتحِ خیر کی لڑائیاں لوری میں سنائی ہیں، ماں نے خندق اور بدر کی لڑائیاں سنائی ہیں کہ علی اصغرؑ تمہارے دادا علیؑ بہت شجاع تھے۔ اور ایک عجیب جملہ ہے جو میرا نہیں نے پیش کیا ہے کہ ماں نے بچے سے کہا کہ دیکھو بنی ہاشم کی شان یہ ہے کہ جب زخم کھاتے ہیں تو زخم کی تکلیف کا احساس بڑوں اور بزرگوں سے نہیں کرتے، اس جملے میں راز چھپا ہوا ہے۔ یہاں سے علی اصغرؑ کی سوانحِ حیات شروع ہوتی ہے۔ کل کی تقریر میں سوانحِ حیات بیان کروں گا آج تمہید تھی۔ امام حسینؑ میدانِ جنگ میں تھے کہ کانوں میں رونے کی صدا آئی۔

خیمے میں واپس آئے کہا کیا بات ہے حضرت زینبؓ نے کہا بھیا علی اصغر بار بار اپنے کو جھولے سے گرا دیتے ہیں، امام حسینؓ نے فرمایا میں سمجھ گیا اصغر کیا چاہتے ہیں ہم ہل من ناصد کہہ رہے ہیں۔ اصغر کہنا چاہتے ہیں بابا کیوں بار بار ناصروں کو پکار رہے ہیں میں جو آپ کا ناصرا بھی موجود ہوں۔ بہن علی اصغر کو لا دو۔ جو بچہ ابھی تک رو رہا تھا وہ امام حسینؓ کے ہاتھوں پر آتے ہی خاموش ہو گیا اور میرا بیٹا نے یہاں پر غزل کا شعر کہہ دیا جن لوگوں نے روتے بچوں کو گود میں اٹھایا ہے اور خوبصورت آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے ہیں وہ ہی اس شعر کو سمجھیں گے انہیں کہتے ہیں۔

روئے ہیں فرقتِ شہِ عالی جناب میں

زگس گے پھول حیر رہے ہیں گلاب میں

حسینؓ جب لے کر چلے تو ماں سامنے آئی اور ایک سفید چادر غل اصغر پہ ڈال دی علماء نے لکھا ہے کہ سفید چادر کیوں ڈالی۔ ماں کو ڈر تھا دھوپ بہت تیز ہے میرا گلاب مرجھانہ جائے۔

ماں جانتی تھی کہ میرا بچہ شہید ہوگا چادر اس لئے ڈالی ہے کہ ماں کو معلوم ہے کہ میرے بچے کو کفن نہیں ملے گا۔ جب امام حسینؓ بچے کو لائے تو اشقیاء سمجھے کہ حسینؓ قرآن لائے ہیں تاکہ قرآن ہی میں رکھ کر فیصلہ کر لیں۔ لیکن جب چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ایک ٹھنڈا ہوا پھول تھا۔ جب شبِ ہجرت رسولؐ چلے تو پیچھے کوئی آ رہا تھا۔ تو رسولؐ یہ سمجھے کہ پیچھے کوئی کافر آ رہا ہے۔ اور اس گھرانے میں چادر میں چھپا کر لایا جائے تو کافر یہ سمجھتا ہے قرآن آ رہا ہے۔ تو جس بچے کو کافر نے قرآن سمجھا ہونہ بچہ کتنا عظیم ہے یہاں سے فضائل علیؑ بزرگ نہ پتے ہیں۔ کل عرض کریں گے۔

یہ کر بلا کا مجرہ ہے کہ ڈھائی ہزار اشعار کا مرثیہ ”الکودندر گزل“ فرخ شاعر جو پیرس



کارہنے والا تھا اس نے لکھ دیا  
حامد لکھنوی نوے سال کے شاعر پیارے صاحب رشید کے شاگرد تھے بہت سے  
شعر کہے سلام کا ایک مطلع ہے۔

کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی  
تیر کھا کر مو گئے اصغر کہانی رہ گئی  
پیارے صاحب رشید میر انیس کے نواسے کہتے ہیں۔  
یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغر کو حسین  
قید میں ہاتھ دے دیے بچہ نہ پالا جائے گا  
خطیب اعظم سبط حسن صاحب نے اس شعر کی تشریح میں اشارہ کر کے بتایا تھا کہ  
قید میں ماں پالتی کیسے ہاتھ کہاں آزاد تھے۔

پیارے صاحب رشید کا ایک اور شعر یاد آیا۔  
باغِ جنت میں دلِ قاطع بے تیر چھدا  
اُ حلقِ اصغر کا چھدا بازوئے شبیر چھدا  
غزل کے شاعر ہیں امیر بینائی اُن کا شعر ہے۔  
دکھائی اصغرِ معصوم بے بخوشک زباں  
اجل نے پیارے بڑے لب و دھن کے لیے  
شہید یار جنگ کہتے ہیں۔

حسین لاشہ اصغر پہ ڈال دیجئے عبا  
لامنہ کی عبادت میں فرق آتا ہے  
جوش ملیح آبادی کا مشہور شعر ہے۔

اصغر میں بچ و تاب نہ تھا اضطراب کا

وہ دل ڈھڑک رہا تھا رسالتِ مآب کا  
ہندو شاعر جتو لال دلیپ نام تھا۔ حضرت علی اصغر کی شکل اس طرح بتاتے ہیں میں  
نے آپ کو بتایا کہ تینوں بھائی ہمشکل رسول تھے شیریں اُس وقت آزاد ہوئی تھی جب  
علی اصغر کی ولادت نہیں ہوئی تھی راہ میں جب قافلہ شریں کے قلعے کے قریب ٹھہرا تو  
اب ظاہر ہے جہاں شیریں نے سب کی شہادتیں سنی ہیں وہاں علی اصغر کا کارنامہ بھی  
سنا ہوگا تو اب اُس کے دل میں یہ خواہش ہے کہ میں جس گھر کی کینز تھی جہاں کے بچوں  
کو میں نے بھلا یا ہے کاش میں علی اصغر کو دیکھ سکتی کہ شکل و صورت کیسی تھی۔ تو شیریں  
نے بی بی رباب سے یہ پوچھا کہ علی اصغر کی صورت کیسی تھی۔ اب یہاں مال صرف  
بتائے نہ ہنکہ شکل دکھادے یہ شاعر کا کمال ہے اس الہامی کیفیت کو دیکھئے تو مجھے یقین  
ہے کہ آپ بعد مجلس شاعر کے لئے ایک سورہ فاشحہ پڑھیں گے۔ دلیپ کہتے ہیں۔

شہر باتو سے جب شیریں نے یہ رود و عرض کی  
کہئے مجھ سے کیسی شکل اصغر بے شیر تھی

دوسرے میں جواب ہے۔

سوئے عابد تب اشارہ کر کے باٹو نے کہا  
ایسی ہی آنکھیں بھی چہرہ بھی تصویر تھی  
عجیب تصویر ہے اسی شاعر دلیپ کا کہ جنت میں جب ماں گئی ہوگی تو سب سے پہلے  
اُس نے اللہ سے خواہش کی ہوگی کہ میرے بچے علی اصغر کو دکھادے۔ دلیپ  
کہتے ہیں۔

بعد اصغر کے جو فردوس میں پہنچی باٹو  
نور کے جھولے میں اُس طفل کو پلٹے دیکھا



اور یہ میرا نہیں کے بھتیجے وحید کا شعر ہے۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں

اصغر تمہارے قول کا ٹھکانہ کہیں نہیں

یہ پس شہید لکھنوی۔

عجیب حسرت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں

نہ کرتا دُوحِ اصغر کو جو ہوتیں تیر کی آنکھیں

میر عارف میر تقی کے لوا سے کہتے ہیں۔

معصوم کے جب عضو بدن چپ گئے سارے

بہل ہوا قلبِ شہ دین درد گئے مارے

مٹ رکھ کے لحد پر بھد اندوہ پکارنے

اے راجشہ جاں بالوئے ناشاد کے پیارے

نہا سا گلا زخم سے دکھتا تو نہیں ہے

اصغر کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

یہ مجلس امام بارگاہ خیمہ سادات لاہور ۱۹۹۹ء میں پڑھی گئی  
حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعزیتیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

حضرت علی اصغرؑ کے ذکر پر پیر صاحب نے ختم کیا اپنی تقریر کو اور میں اپنی مجلس کو  
شہزادہ علی اصغرؑ کے فضائل سے شروع کرتا ہوں، جہاں تک میری ہمت ساتھ دے گی  
اور جہاں تک آپ ساتھ دیں گے وہاں تک تقریر ہوگی اور کسی وقت بھی اپنے وقت کے  
اندر تقریر اختتام پذیر ہو جائے گی یہ آپ کے فہم و ادراک پر ہے کہ ایسے موضوع چونکہ  
منبر پر بحیثیت مصائب کے تو آپ نے سنا ہے لیکن آج میں آپ کو فضائل سنانا  
چاہوں گا مصائب تقریر کے آخر میں آئیں گے پہلے فضائل سنا رہا ہوں لیکن موضوع کو  
ذرا سا واضح کر دوں موضوع ہے حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ چونکہ ایک طرف  
فرمائش تھی کہ حضرت علیؑ پر تقریر ہو اور دوسری طرف ماجد رضا کی خواہش تھی کہ حضرت علی  
اصغرؑ کے کچھ فضائل پڑھ دیں تاکہ اس سال جو مرثیہ دکھنا چاہتے ہیں اس کا موضوع  
”حضرت علی اصغرؑ“ ہے آپ تو دونوں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں دونوں  
موضوعات کو ملاتا رہا ہوں اور اتفاق سے پیر صاحب نے میرے اس مسئلے کو حل کر دیا، کہ  
اپنی تقریر کو شہزادہ کے ذکر پر ختم کیا تو وہ تسلسل بھی قائم رہا کچھ چیزیں ہیں جو میں  
عرض کر رہا ہوں اور ہر چیز کی ایک چھوٹی چھوٹی تمہید ہوگی اور اس تمہید کے ذریعے آپ



شہزادے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے گا، سوانح حیات اس کی ہوتی ہے جو بولتا ہو، اس کے حالات زندگی لکھے جاتے ہیں جس کی زندگی میں کوئی کارنامہ ہو بغیر اس کے تو حالات زندگی نہیں لکھے جاتے یہ کائنات کا واحد مدوح ہے جس پہ ہزاروں کتابیں لکھی گئیں نہ بولتا تھا نہ چلتا تھا نہ کوئی کارنامہ کیا تھا کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ آپ حیران ہونگے کہ جو کبھی بولا نہیں جو اپنے پیروں سے چلا نہیں جس نے اپنے ماں باپ سے کوئی بات نہیں کی، یہ حسرت لئے چلا گیا کہ میں بولوں گا ایک سال ڈیڑھ سال دو سال کے بعد بچہ بولتا ہے۔ دودھ ڈھائی سال تک بچہ ماں کا پیتا ہے ابھی تو دودھ چھرائی میں ہی کافی دن باقی تھے، بچوں کی نفسیات جو لوگ ہمارے سامنے بیٹھے ہیں جنہوں نے بچے پالے ہیں جو دادا نانا بن گئے ہیں وہ بھی جو باپ بن چکے ہیں وہ بھی اور جو مائیں بن چکیں ہیں وہ بھی میرے ایک ایک جملے کو قیمتی سمجھیں کہ موتی کے برابر ہیں چھ مہینے کی عمر تک بچہ منٹھی بھی نہیں کھولتا جب تک منٹھی بند ہے جب تک بچے کی منٹھیاں بند ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی بچے نے یہ بھی نہیں سیکھا کہ چندا ماما آ جا میں فضائل پڑھ رہا ہوں، مصائب ابھی نہیں پڑھ رہا ہوں جب ماں بچے کو سکھاتی ہے بیٹا کہو چندا ماما آ جا تو یہ ماں سکھاتی ہے کہ اب منٹھیاں کھل گئیں اب اس کو بلانا آ گیا علی اصغر نے ابھی اشارہ بھی نہیں سیکھا منٹھیاں بند ہیں یعنی اتنا سمجھ ہے بچہ کہ ابھی منٹھیاں نہیں کھلیں ابھی چاند کو دیکھ کر ہنسنے نہیں ہیں یعنی عمر کی وہ حد ہے کہ جہاں شیر خواریت کا اظہار بھی نہیں ہوا تو ایسے بچے کی تقریر میں ایک گھنٹے میں کیا کہوں سوال ہے لیکن کروں گا جیسے کل تھا طے کہ خوشبو یہ کیا بولنا ہے تو آج بھی اسی طرح آپ اور ذاکر کا ایک رشتہ ہوتا ہے سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہوئے جواب یہاں سے آئیں گے آپ چاہے سوال نہ مانگیں میں جب بات کہوں گا تو آپ کچھ سوچنے لگیں گے فوراً ہی جواب آ جائے گا، یہ مجالس کا ایک معجزہ

ہے حضور کی حدیثوں میں قرآن کی آیات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونا بند ہو جائیں گے، قرآن میں ہے چالیس برس پہلے بچے کائنات میں نہیں پیدا ہونگے یہی بات حضورؐ نے حدیث میں فرمایا کہ طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے قومِ نوحؑ میں بچے پیدا ہونے بند ہو گئے اس لئے کہ اللہ نے اپنے ہر نبیؑ سے یہ کہا کہ اگر کائنات میں ایک شیر خوار بچہ بھی رہے گا تو ہم عذاب نہیں بھیجیں گے قیامت جب آئے گی کہ جب کوئی دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں نہ ہو اس میں یہ قید نہیں ہے کہ مسلم بچہ اس میں یہ قید نہیں کہ شیعہ بچہ اس میں یہ قید نہیں ہے کہ سنی بچہ، بچہ کافر کا بھی ہو تو شیر خوار معصوم ہے بچہ بچہ ہے یعنی اللہ کی نظر میں بچہ شیر خوار بچہ ہے چونکہ ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہے اس لئے اللہ آسمان سے عذاب نازل نہیں کرے گا میں نے کہا تھا تمہید ہو کے بات ہوگی تمہید جیسے ہی ختم ہوگی بجھنے لگتے آئے گا اور وہ نکتہ آپ کے لئے ہو گا، آپ کے ادراک کے لئے آپ کے فہم کے لئے پھر سے سن لیجئے قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونے بند ہو جائیں گے، طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونے بند ہو گئے تھے ورنہ تاریخ لکھتی کہ بہت سے شیر خوار بچوں کو اللہ طوفان میں بہاے گیا، عادیں ہے بچے کی کیا خطا ہے؟ اس پہ کیوں عذاب آئے اس پہ کیوں قیامت آئے قیامت اس پر آئے جس نے گناہ کیا ہو تو یہ طے ہو گیا کہ چھ مہینے کا بچہ گناہ نہیں کرتا، چھ مہینے کا بچہ جہاں جوتا ہے وہاں قیامت نہیں آتی وہاں اللہ کا عذاب نہیں آتا حسینؑ کو معلوم تھا کہ کربلا میں ایسی باتیں ہوئیں کہ اس دن قیامت آ سکتی ہے اس لئے علی اصغرؑ کو لائے تھے ایسے گناہ گار جمع ہو رہے تھے ایسے شرابی جمع ہو رہے تھے، بدعتی ش جمع ہو رہے تھے عذاب آتا تھا، حسینؑ نہیں چاہتے کہ نانا کی اُمت پر عذاب آئے قیامت آئے اس



لئے علی اصغر کو لے گئے، ایسا کوئی رحیم نواسا بھی تو ہو جو نانا کی اُمت کی خیر چاہے۔  
(صلوٰۃ)

تاریخ کے کیا ایک ایک اعتراض کا جواب دوں گا بچوں کو کیوں لائے اعتراض حسین پر ہے یا کس پر ہو رہا ہے کہ علی اصغر کو کیوں لائے اعتراض کس پر ہو رہا ہے رسول کو معلوم تھا کہ جب میرا حسین علی اصغر کو لے کر جائے گا تو اعتراض ہوگا، بچے کو کیوں لائے اس لئے رسول جب مباہلے میں چلے تو حسین کو گود میں لے کر چلے بتاتے کے لئے کہ جب تک بچہ نہ آئے جھوٹے کو جھوٹا ثابت نہیں کیا جاسکتا اب جس قوم کے پاس علی اصغر ہے وہ قوم جھوٹی نہیں ہے علی اصغر فیصلہ کر رہے ہیں کہ کون سی قوم جھوٹی ہے اور جدھر علی اصغر ہوئے لعنت اُدھر سے چلے گی کس پر کا ذمہ پر لعنت اللہ الکا ذمہ، کیا کہتا ہے کا ذمہ پر لعنت کرنی ہے یہ کیوں نہیں کہا کافرین پر لعنت کرنی ہے بچہ آئے بچہ آ کر فیصلہ کرنے مباہلے میں سب سے آگے حسین تھے تو اب حسین کے مقابل جو آئے وہ سب کا ذمہ پر لعنت اللہ علی الکا ذمہ کافرین کیوں نہیں کہا جھوٹ دیا لفظ اس لئے کہ آپ محرم میں علی اصغر کو لے کر آتے ہیں آپ کے ہاتھ پر علی اصغر کا جھولا آپ کے پاس ہے مخالفت نے کہا یہ کافرین ہیں آپ نے فوراً کہا آپ کا ذمہ پر ہیں، جھوٹا کسی کو کافر کیسے کہہ سکتا ہے جھوٹا تو جھوٹا ہے مومن کو کافر کہہ رہا ہے بھی موضوع سمجھ گئے تقریر آگے بڑھے۔ (صلوٰۃ)

لعنت اللہ علی الکا ذمہ، صادقین کے ساتھ ہو جاؤ تو مع صادقین سچے کہاں ہیں سچے کو تلاش کرنا ہے سچے کو اس وقت تلاش کرو کہ جب ہاتھ پر بچہ لے کر آئے اللہ نے پہچان بتادی میرا رسول صادق اور صداقت کی گواہی بچہ جھوٹ نہیں بولتا کافر کا بچہ ہو یا مومن کا بچہ ہو بھی یہ تو نفسیات کی بات ہوئی یہ تو ماہر نفسیات بتاتے ہیں کہ بچے کی نفسیا

ت کیا ہے بچہ سامنے آ جائے اس کی گواہی چچی گواہی ہے کہاں سے تقریر شروع کی تھی پیر صاحب نے میں لنک (Link) ملارہا ہوں ہر پوائنٹ (Point) سے منسلک کرتا جاؤں گا کیا کہا اُمی یہاں سے تقریر شروع ہوئی تھی کہ آج کتابوں میں یا تحریرات میں لکھا جائے کہ نبی کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا یا درکھو جاہل کبھی علم کی باتیں نہیں کرتا، جاہل ہمیشہ یہ چاہتا ہے جہل پھیلتا رہے جاہل ہی نہیں ابو جہل نے علم پھیلا یا بھئی کوئی بتائے ابو جہل نے کوئی کبھی علمی بات کی جاہل جاہل ہے اور کائنات میں سوا حضور کے یہ حدیث آج تک تو کوئی نہ کہہ سکا کہ علم حاصل کرو مہد سے لحد تک، جھولے سے قبر تک، مقابلے میں کہ اگر اس وقت کوئی اُمی کہہ رہا تھا تو کوئی تو پڑھا لکھا ہوگا ارے کوئی تو کاتب وحی ہوگا کوئی تو اٹھ کے پوچھتا کہ جھولے میں علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے جو بچہ جھولے میں لیٹا ہے وہ علم کیسے حاصل کرے گا اور جو مر گیا قبر میں وہ علم کیسے حاصل کرے تو (معاذ اللہ) صادق غلط ہے گا اگر حضور نے کہا ہے تو جھولے میں بھی علم ہے قبر میں بھی علم ہے اگر شیعیت نہ ہو تو کائنات میں کوئی سمجھا نہیں سکتا کہ جھول بھی علم ہے قبر بھی علم ہے اب جو جھولے کے خلاف بولے وہ جاہل جو قبر کے خلاف بولے وہ جاہل، علم شروع کرو ماں کی گود میں بھی جھولا باپ کے ہاتھ بھی جھولا ماں کی بائیں بھی جھولا کپڑے کا ہو تو جھولا لکڑی کا ہو تو جھولا لوہے کا ہو تو جھولا علم کا رشتہ جھولے سے علم اور جھولا قرآن میں مہد کا لفظ دو جگہ استعمال ہوا مہد معنی جھولا قرآن میں اللہ نے اس لفظ کو پسندیدہ قرار دیا ایک تو اس وقت یہ لفظ مہد کا استعمال ہوا مہد اُحداً بھائی بچہ کیسے بولے گا جو جھولے میں ہے، یہودیوں نے مریم سے کہا مریم نے کہا کہ اس سے پوچھو تو یہودیوں سے کہا یہ تو ابھی جھولے میں جھول رہا ہے یہ کیسے بولے گا یہودی وہ ہے جو یہ کہے کہ جھولے کا بچہ بولتا نہیں نبی ہمارا وہ ہے جو کہ علم حاصل کر: جھولے سے۔ یہودی۔



اور حضور کا فرق دیکھا جاہل قوم کہتی ہے مریم سے کہہ رہی ہے جاہل قوم یہ کیسے بولے گا مریم نبی کی بیٹی ہیں کہا پوچھو پوچھو کیا مطلب ہے مطلب منہ سے نہیں بول رہی ہیں اشارے سے کہہ رہی ہیں پوچھو پوچھو اصرار کر رہی ہیں بچے سے پوچھو تو منہ سے کیوں نہیں بول رہی ہیں وہ تو اب بتایا جو قوم منہ لگانے کے قابل نہیں ہوتی مریم نے بتایا کہ جو قوم ذلیل ہوتی ہے اس قوم سے نبی کی بیٹی بات نہیں کرتی منہ پھیر لیتی ہے اور کہتی ہے تم سب نامحرم ہو تم سے کیا بات کریں میرے بیٹے سے بات کرو اشارے سے کہتی ہیں اس سے بات کرو یہ بات کرے گا جھولے کا بچہ ماں کے لئے رُحل ہوتا ہے مرد ہوتا ہے، ماں کے لئے جھولے کا بچہ مرد ہوتا ہے اور پھر اس ماں کے لئے جس کا شوہر نہ ہو کچھ سوچ کر کہ اگر مریم کے بچے کو یہودیوں نے کزدور سمجھا ہے تو اب جھولے کا بچہ مرد ہی نظر آئے گا تاکہ تمہیں یقین آ جائے کہ جھولے میں بچہ مرد کیسے ہوتا ہے ماں کا نام رکھا ہے فاطمہ بنت اسد باپ کا نام ہے ابو طالب جھولے میں بچہ ہے عیسیٰ یولے بول کر بتایا نبیوں کتاب لے کر آیا ہوں جلدی سے کہوں کہہ دیا کتاب لے کر آیا ہوں جاہل نہ سمجھنا جھولے میں علم پڑتا ہے، آ کے کتاب نہیں لکھوں گا کتاب لکھ کے لایا ہوں اب کہو پڑھا لکھا نہیں ہے عیسیٰ تو کتاب لے کر جھولے میں آئے اور ہمارے نبی کو کہو چالیس برس میں یولے "اُمی" تھے ارے عیسیٰ کی ماں کو اتنا اعتماد ہے کہ جھولے میں یولے گا اور آمنہ کی توہین کر رہے ہیں جو لکھا پڑھا نہیں تھا نہیں جھولے میں وہ بھی کتاب لے کر آیا ورنہ یہ نہ کہتا جھولے سے عالم بنو جب میں جھولے میں عالم بن سکتا ہوں تو تم کیوں نہیں بن سکتے اور قبر میں بھی عالم بنو ہے کوئی مسلمان جو اٹھ کر آئے ہمارے پاس اور آ کر اس بات کا جواب دے کہ جھولا سمجھ میں آیا قبر میں علم کیسے حاصل کیا جائے کسی سے پوچھو گے آؤ پھر شیعوں کے مردوں کو دفن ہوتے دیکھو کہ قبر میں

جب مردے کو رکھواتے ہیں بازو پکڑ کے کہتے ہیں من سمجھ من پہلا امام علی دوسرا امام حسن  
 قبر میں علم حاصل کرو نبیؐ نے کہا اور ہم نے عمل کیا قبر والے کو بھی علم سکھایا، جھولے میں  
 بھی علم ہے آؤ دیکھو جھولا باپ کا ہاتھ ہے جھولا ماں کی آغوش ہے جھولا اگر کپڑے میں  
 بھی ماں بچے کو رکھ دے لڑکا دے تو جھولا جھولا ہے ایک طرف اللہ نے کہا کہ وہ جھولا  
 جس میں عیسیٰ تھے اور مریمؑ نے اشارہ کیا اور یہودی کہہ رہے تھے کہ یہ بولے گا کیسے اور  
 وہ بولا دوسری جگہ جھولے کا لفظ قرآن میں اللہ نے استعمال کیا، کہ ہم نے اس زمین کو  
 تمہارے لئے جھولا بنادیا، آیت ہے قرآن میں ہم نے ان انسانوں کے لئے زمین کو  
 جھولا بنادیا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو، بسم اللہ الرحمن الرحیم سمجھ میں نہ آتا وہ رخصت ہے وہ رحیم  
 ہے اب بھی نہیں سمجھے بچہ جب تک جھولے میں ہے ماں کی لوری ہے ماں کی شفقت  
 ہے ماں کو نہیں معلوم کہ کافر نکلے گا مومن نکلے گا یہودی نکلے گا ہندو نکلے گا، دہشت گرد  
 نکلے گا، کیا نکلے گا، جھولا جھلارہی ہے، میرا بچہ سو رہا ہے اللہ اپنے ہر انسان کو ارے رحیم او  
 ر رخصت ہے جھولے میں جھلاتا ہے، کافر ہو، ہندو ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، زمین کو جھولا  
 بنا کر بتایا ہم رخصت ہیں ہم رحیم ہیں لوریاں دے رہی ہے زمین انسان کو سکون دے رہی  
 ہے۔ جھولا بچے کو سکون دیتا ہے اتنا پیار ہے اللہ کو اپنے انسانوں سے کہ زمین کو جھولا بنا  
 دیا یہ سمجھ لیں ایک دم زمین چلتے چلتے رک جائے تو ہم نے کہا تھا سوچئے گا کبھی آپ بھی  
 تو سوچیں جب آپ اس نکتے کو نہیں سمجھتے تو پھر سوچئے یہ زمین چل رہی ہے چل رہی  
 ہے نایار کی ہوئی سمجھتے ہیں آپ چوبیس گھنٹے چلتی ہے ناں چلتے چلتے رک جائے تو نہیں  
 ہوگا کیا بتائیے تو ہوگا کیا ارے اگر رک جائے تو ہوگا کیا اگر گردش زمین کی رک جائے  
 تو کیا ہوگا کائنات ختم ہو جائے گی، یہ ماں کے دل سے پوچھو کہ چلتا ہوا جھولا رک  
 جائے تو کیا ہوگا میں نے کہا تھا میں فضائل پڑھ رہا ہوں میں بار بار نام نہیں لوں گا تاکہ



آپ وہاں تک پہنچیں معبود کہہ رہا ہے ہم نے جھولا بنایا ہوا ہے، اب اگر یہ رک جائے تو سائنسدان کہتے ہیں سب کے جگر پھٹ جائیں گے اور پتا بہہ جائے سارے انسانوں کا پتا بہہ جائے گا، اگر زمین چلتے چلتے رک جائے تو جگر پھٹ جائیں گے اور یہی ہوگا قیامت کے دن جگر پھٹ جائیں گے، اللہ نے قرآن میں بتایا کہ ہم نے مادر موسیٰ سے کہانچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو اور ہے نا الہام موسیٰ، اسی وقت ہم نے مادر موسیٰ پر وحی کی عنقریب تھا کہ مادر موسیٰ کا کلیجہ پھٹ جاتا، سورہ انبیاء قرآن کہتا ہے کہ جگر پھٹ جاتا مادر موسیٰ کا ہم نے آگے بڑھ کر مادر موسیٰ کا دل سنبھال لیا اگر جھولا ماں سے جدا ہو جائے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے بچہ ماں سے جدا ہو جائے تو اللہ کو انبیاء کی ماؤں کے جگر کو پکڑنا پڑتا ہے اصغر چلے، رباب سے پوچھو اب پتہ چلا مادر موسیٰ سے افضل ہیں رباب مادر عیسیٰ سے افضل ہیں رباب، ابھی اصغر کی بات نہیں ہو رہی ہے پہلے پتہ تو چل جائے رباب کس صف میں ہیں قرآن کی ہجرہ سے افضل ہیں ناموسیٰ کی ماں سے افضل ہیں کہاں، کہا اللہ نے ہم نے کلیجہ پکڑ لیا، اللہ کو یہ اعلان نہیں کرنا پڑا کہ ہم نے رباب کا کلیجہ تھام لیا اس لئے کہ ایسی ماں کو ڈھونڈ کر اللہ کو لا پڑا جو مادر موسیٰ سے زیادہ بہادر ہو یہ ہے کہ بلا کر بلا کو کیا قصوں میں ملاؤ گے کسی قصے سے کر بلا ملتا ہے افضل ہے مادر بی بی ہے سوچیں مسلمان تو عجم کا خزانہ ملے گا ہم نے زمین کو جھولا بنادیا، اب ہر ماں کا ہاتھ ہر بھائی کا ہاتھ ہر باپ کا ہاتھ بچے کے لئے جھولا ہے تو علی کی سوانح حیات کو اگر سمیٹا جائے تو تریسٹھ برس کی زندگی کیسے سنئے گی دیکھئے میں سمیٹتا ہوں علی کی کل سوانح حیات دو جملوں میں اتنی ہے کہ کعبے سے اللہ کے گھر سے نبی کے ہاتھ پر آئے اور سوانح حیات ختم ہوئی نبی کے ہاتھوں پر من کنست مولا فہذا البس ہوئی سوانح حیات یہ کل ہے علی کی زندگی میں نے کہا علی اور علی اصغر موضوع سمجھ رہے

ہیں نا آپ کیا ہے علیؑ کی سوانح حیات کعبے سے نکلے نبیؐ کے ہاتھ میں بچہ اب کیا ہے جھولا علیؑ کا نبیؐ کے ہاتھ تو اس ہاتھ کے عادی ہیں جھولے کے عادی ہیں تو نبیؐ نے چاہا کہ ایک مال دین ہو علم سے رشتہ بڑے تو پھر نبیؐ کا ہاتھ اتنا بلند ہو کہ بغل کی سفیدی نمودار ہو جائے کیوں بھی کیوں اٹھاؤں کیوں اس دن کعبے سے نکل کے بس اتنا لے ہوئے تھے ہاتھ پہ آگے آگے چل رہے تھے اور آج کہا مجمع بہت ہے اٹھیا اس لئے کہ کوئی انکار نہ کر سکے دیکھا نہیں نبیؐ کے ہاتھ سے نبیؐ کے ہاتھ تک یہ ہے کل زندگی لیکن اسی اتنے سے کام میں تریسٹھ برس گزر گئے علیؑ اصغرؑ نے بتایا دادا بھی تریسٹھ برس کا وقفہ چند لمحوں کا بناؤں گا، حسینؑ کے ہاتھ پہ آئے کہاں سے آئے کچھ پوچھئے تو کہاں پیدا ہوئے علیؑ ولی اللہ کے گھر میں اصغرؑ کہاں پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں حسینؑ کا گھر کہاں ہے محسن مسجد نبویؐ میں حسینؑ کا گھر ہے ارے علیؑ اصغرؑ بھی خدا کے گھر میں پیدا ہوئے وہ مکے میں یہ مدینے میں وہ پہلا گھر یہ دوسرا گھر وہ پہلا علیؑ یہ دوسرا علیؑ، ابوطالبؑ کی اولاد کیلئے سب سے بڑی بیٹی ام ہانیؑ پھر جمانہؑ پھر طابؑ پھر عقیلؑ پھر جعفرؑ پھر علیؑ سب سے چھوٹا کون ہے ابوطالبؑ کے گھر میں، علیؑ یہاں کر بلا میں سب سے چھوٹا کون ہے علیؑ ارے وہ بھی علیؑ یہ بھی علیؑ وہ بھی چھوٹے یہ بھی چھوٹے کام برابر کام دونوں کے برابر جو کام انہیں تریسٹھ برس میں کرنا ہے اصغرؑ کو چند ساعتوں میں کرنا ہے جلدی ہے اصغرؑ کو کام جلدی کرنا ہے چند لمحوں میں اصغرؑ کو خدا کے گھر سے یہاں تک چھ مہینے میں سارے کام کرنے ہیں جو کام علیؑ تریسٹھ برس میں کرتے ہیں علیؑ اصغرؑ کو چھ مہینے میں کرنے ہیں کعبے کے بعد کیا ہے علیؑ کی زندگی میں دعوتِ ذوالحشرہ ہے، کیا کہا نبیؐ نے، جو آج میری مدد کرے گا میرا وزیر، میرا وصی، میرا خلیفہ، میرا جانشین، علیؑ نے کہا میں کروں گا، مدد میں کروں گا، لکھ دے تاریخ آج چونکہ خلافت کا وعدہ کیا تھا، وزارت کا وعدہ کیا تھا اس



لئے مدد کا وعدہ علیؑ نے کر لیا اور کوئی کیوں نہیں بولا، علیؑ بولے کہا میں بنوں گا وہی جا  
 نشین وعدہ ہوا علیؑ نے وعدہ کیا نبیؐ نے کہا تھا میں بتاؤں گا تو لکھ دے کوئی علیؑ نے  
 کہا لکھتا بھی نہ میرے دادا کا معاملہ ہے یہاں جب امداد کی جاتی ہے جب دین کی  
 نصرت کی جاتی ہے تو خلافت کیا ہے وزارت کیا ہے، حسینؑ نے پکارا کون ہے میرا مدد  
 گار علیؑ نے اپنے کو جھولے سے گرایا نبیؐ نے پکارا کون میری مدد کرے گا علیؑ نے کہا ہاں  
 میں کروں گا لیکن کیا کہہ کے وزارت ملے گی خلافت ملے گی، وصایت ملے گی، جانشینی  
 ملے گی علیؑ نے کہا میں مدد کروں گا، حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار جانشینی ملے گی، علیؑ  
 نے کہا میں مدد کروں گا حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار کیا یہ کہا کون خلافت لے گا،  
 کون وصایت لے گا کون وزارت لے گا، کون آج حسینؑ نے بتایا کہ جب نصرت کو  
 پکارا جاتا ہے تو عہدے کیا ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے پکارا اب تم بتاؤ مجھے کون سا  
 عہدہ چاہئے تو میرے دادا پہ شک نہ کرنا، یہاں عہدوں کیسے لئے مدد نہیں کی جاتی نبیؐ  
 نے دعوت کز کے بلا کر کہا مدد کرو، علیؑ آئے بلانے پر دعوت ذوالعشرہ میں مدد کرنے  
 والے کو بلا لیا گیا جس کو مدد کرنا ہے اس کو بلایا گیا دیکھئے مدد علیؑ کریں گے ناں اور مدد چاہئے  
 رسولؐ کو تو رسولؐ بلائے اُس کو جو مدد کرے یہاں کیا ہوا یہاں حسینؑ نے پکارا میری مدد  
 کرو تو آئے کوئی مدد کرنے نہیں جس کو مدد کرنا تھی اس نے علیؑ نے اصغرؑ نے حسینؑ کو بلایا،  
 خیمے میں یہ گئے علیؑ کی شان کو سمجھو آج حسینؑ کو علیؑ کی ضرورت ہے تو کیا بتایا علیؑ نے  
 علیؑ نے کیا بتایا کیا تم دعوت ذوالعشرہ دیکھ رہے ہو کہ دعوت کھانے علیؑ آگئے تو مدد  
 کرنے کا وعدہ کر لیا، علیؑ نے کیا یاد دلایا کہ جس طرح بابا نے مجھے جھولے سے  
 لینے آئے ہیں، اسی طرح نبیؐ کے لیے میں گئے ہیں اب سمجھ میں آیا کہ جس سے مدد  
 لی جاتی ہے اُس کو لینے جایا جاتا ہے اب یہ تو محشر میں دیکھنا اب یہ قیامت کے دن دیکھنا

کہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم قیامت تک میری مدد کرے گی قسمیہ کہہ رہا ہوں ایسا قیمتی جملہ دے رہا ہوں کہ تم سب کھڑے ہو جاؤ گے اللہ کہہ رہا ہے کہ قیامت تک ایک قوم اللہ کی مدد کرے گی تو سہی وہاں دیکھنا کہ ہم خود جاتے ہیں یا کوئی ہمیں لینے آتا ہے، یہ ہمارا تمہارا وعدہ رہا۔ اگر ہم خود روڑ کر نبی کے پاس پہنچ جائیں تو امت ہیں تو اگر نبی ہمیں لینے آئے تو ہم امت نہیں ہیں ہم سردار ہیں یہ فیصلہ وہاں ہوگا کیونکہ ہم مدد کر رہے ہیں اس لئے ہمیں لینے آئیں گے اور کہا نہیں آتے ہم کر بلا چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم قبر کی طرف چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم جنت میں گئے تو لینے آیا جاتا ہے، اس لئے کہ ہم ناصر ہیں یہ چھ مہینے کے بچے نے سکھایا ہے کہ جھولے میں عم کیسے ہوتا ہے یہ جھولے کے سکھے ہوئے ہیں ان سے کیا باتیں کرنا ہے جب تم نے الف ب پڑھا تو تمہیں پڑھنا آیا کچھ جھولے سے دیکھے ہوتے شاید دنیا کو یقین نہ آئے کہ جھولے میں کیسے علم سکھا جاتا ہے تو یہ کس ماں سے پوچھو وہ عزادار ہو بچہ دو مہینے کا ہو یا تین مہینے کا ماں سے بچے کی باتیں جو محرم میں ہوتی ہیں وہ سنو ماں بچے کا ہاتھ پکڑتی ہے اور منہ کھول کر کہتی ہے بیٹا کہو حسین حسین یہ ہے جھولے کا علم ابھی بچہ بولا نہیں اس کے ہاتھوں کو علم سکھایا جا رہا ہے اس کے سینے کو علم سکھایا جا رہا ہے یہ ہے نبی کا قوس جب بچہ بولنے لگا تو بچے سے کہا پڑھو پتھر پہ علم دین کا گاڑ اس نے علی اور حسین علم ہیں یہ ہے جھولے کا علم یہ علم پکا ہو گیا تو پھر ماں کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا بچہ دہشت گرد نہیں بنے گا، دہشت گرد حرمہ تھا ابن زیاد تھا ابن سعد تھا کئی لاکھ آئے تھے دہشت گرد کر بلا میں دہشت گردوں کا مقابلہ کلاشلوف سے تلوار سے نہیں ہوتا یہ تو حسین کو معلوم تھا کہ دہشت گرد قابو میں نہیں آتا دہشت گرد کے معنی یہ ہیں کہ دروناک منظر دیکھ کر اس کا دل نہ گھلے، وہ پروا نہیں کرتا کیا ہے بچہ کیا ہے دہشت گرد کو گرفتار کرنا کام نہیں مارنا کوئی بڑا



کام نہیں ہے کارنامہ آپ کا یہ ہے کہ دہشت گرد کو زلا دے جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں بنتا جو پتھر دل ہوتا ہے وہ روتا نہیں جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں ہوتا ہے دہشت گرد کو زلا یا جائے دہشت گردی ختم ہو جائے دہشت گرد جنونی ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے کوئی مر جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے یہ لاش یہ کیوں نہیں رو رہا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے انہیں رلائیے ورنہ یہ دیوانے ہو جائیں گے یہ جنونی ہو جائیں گے یہ کوئی قتل کر بیٹھیں گے یہ کسی کو مار بیٹھیں گے یہ کسی کا گلہ گھونٹ دیں گے انہیں رلائیے تو ڈاکٹر سے پوچھا جاتا ہے کیسے رلائیں کہا جاتا ہے طمانچے ماریئے منہ پہ طمانچے ماریئے ان سے پکار پکار کر کہیئے تمہارا بابا مر گیا یہ لاشہ ہے جب تک رلا نہیں لیا جاتا، گھر والے گلے مل کر خود بھی روتے ہیں اور اسے رلاتے ہیں کہیں پاگل نہ ہو جائے، دہشت گرد نہ ہو جائے کیوں کہ آدمی روتے سے روتا ہے آج معلوم ہوا یہ دہشت گرد کیوں بنے، دہشت گرد بنائے جا رہے ہیں تاکہ دوتا روکا جائے ان کو پکڑو جو رونے سے روک رہے ہیں بڑے دہشت گرد وہ ہیں جو حسین کی عزت کو روکنا چاہتے ہیں دہشت گرد ہیں شیعہ سنی نہیں ہوتا کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے اگر شیعہ نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد اور اگر کوئی اور نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد ہے کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے بس رلا دیا جائے کیسے رلا یا جائے دہشت گرد کی حد بتا رہا ہوں یاد رکھنا یہ تقریر اتنا ظالم ہوتا ہے دہشت گرد عورت و مخمور نہیں رویا علی اکبر مرے دہشت گرد نہیں رویا قاسم کی لاش کے ٹکڑے دیکھے نہیں رویا عباس کے شانے کٹے دہشت گرد نہیں رویا، اب حسین اصغر کو مائے ارے بھائی رویا کہ نہیں رویا دہشت گرد حسین دہشت گرد کو زلا نا چاہتے تھے، یہ رو دے خا علی اصغر کو دیکھ کر پورا لشکر رو دیا حسین نے دہشت گردی ختم کروادی جنون ختم ہو گیا، علی اصغر کو دیکھ کر معلوم ہے جتنے ظالم کر بلا سے واپس گئے اصغر کے قتل ہونے کے بعد

کسی نے پھر غم نہیں کیا کہ ہم نے یہ کیا، کہا ہمیں پیاس لگی رہتی ہے ہمارا منہ کالا ہوتا جا رہا ہے ہمیں خواب میں یہ نظر آتا ہے وہ نظر آتا ہے تو اصغرؑ نے دہشت گردی ختم کر دی پھر سمجھئے بھی اگر ازلی دہشت گرد ہوتے تو دو چار اور کوفے میں مارے ہوتے تلواریں کند ہو گئیں کربلا کے قاتلوں نے پھر کسی کو نہیں مارا اگر عادی دہشت گرد ہوتے تو اور پیسے لے کر اوروں کو مارتے، کربلا والے پیسے تو ختم ہو گئے ہونگے نا، تو اور چاہئے ہونگے، کام کرتے تھک گئے اب کسی کو نہیں ماریں گے، دیکھئے حسینؑ نے یہ بات ختم کیسے کرائی اپنے گھرانے کے بعد عرب میں حسینؑ نے کسی گھر کو اجڑنے نہیں دیا، یہ گھر بعد کربلا جو اجڑے نہیں یہ کس تے رو کا یہ علی اصغرؑ نے، بات کچھ زیادہ بلند ہو گئی، آپ تھک گئے درندہ میں پانچ تقریریں ابھی اور جناب علی اصغرؑ پر کر سکتا ہوں علی اصغرؑ دعوت ذوالعشرہ سے غدیر تک علیؑ کی طرح حسینؑ کے ساتھ ہیں عجیب باتیں ہیں علی اصغرؑ کی مولیٰ شب جھرت سو گئے کیسے حکم نبیؐ سے نبیؐ نے کہا سو جاؤ تو علیؑ سو گئے اطاعت رسولؐ میں کامل تھے نبیؐ نے کہا سو جاؤ علیؑ سو گئے پتہ چل گیا علیؑ کو کہ آج اسلام کا فائدہ سونے میں ہے علیؑ سو گئے اب اس علیؑ کو پرواہ نہیں کہ چالیس تلواریں کافر لئے علیؑ کے مگرد ہیں علیؑ کہاں سوئے کافروں کے زرخے میں اور اصغرؑ تین لاکھ دہشت گردوں کے زرخے میں آرام سے شب عاشور سوئے علیؑ سے کہا تھا محمدؐ نے تو سوئے علیؑ اصغرؑ سے کسی نے کہا نہیں تھا کہ سوئے علیؑ سے تو آپ پوچھ نہیں سکتے کہ کیوں سوئے اس لئے کہ وجہ معلوم ہے نبیؐ نے کہا تو سوئے، ہاں علی اصغرؑ سے پوچھئے کہ آپ کیوں سوئے کہا میں اگر شب عاشور نہ سوتا تو کیا ساری رات ماں کو پریشان کرتا تو کیا میں اپنی ماں کو فکر میں ڈال دیتا میں آرام کی نیند شب عاشور اس لئے سویا کہ مجھے صبح ایک بڑا کام کرنا ہے جس کی صبح کو کوئی بڑا کام کرنا ہے اس کی رات کی نیند کتنی اطمینان کی ہوتی ہے۔ کمرے میں



بھی اندھیرا کروو لائٹ (Light) بھی بجھا دو، کوئی زور سے بولے بھی نہ دروازے پر، بلند آواز بھی نہ آئے، بھی سو رہے ہیں صبح انہیں ایک اہم کام سے جانا ہے، ہاں ہاں کیوں نہ سوتے آرام سے کل انہیں بڑا کام کرنا ہے رات کی نیند نے بتایا کہ کل کام کتنا بڑا ہے، رات بھر نہیں روئے ارے رات بھر سوئے جھوٹے میں سوئے چین کی نیند سوئے خوب سوئے پھر جملہ آگیا، شب ہجرت علی کا سونا عبادت تھا، اور شب عاشور پور لشکر جاگ رہا تھا اور عبادت کر رہا تھا علی اصغر نے بتایا ابھی مجھ پر نماز واجب نہیں ہے جو نماز پڑھیں ان کا پڑھنا عبادت اور میرا سونا عبادت کام بڑا ہے، اس لئے آج میرا سونا عبادت ہے۔

اور جب حسین نے کہا (هل من ناصر ينصرنا) تو اصغر چیخ کر رونے لگے رات بھر سوئے صدائے حسین پر روئے اور جیسے ہی حسین میدان کی طرف لے کے چلے تو چپ ہو گئے تو حسین جب چلے تو کافروں نے کہا حسین قرآن لا رہے ہیں قرآن چپ ہے قرآن بولتا نہیں ہے علی بستر پر تھے تو لوگوں نے کہا محمد ہے اور اصغر حسین کے ہاتھوں پر آئے لوگوں نے کہا قرآن ہے اس گھر کا علی یا محمد لگتا ہے یا قرآن لگتا ہے اس سے کم نہیں ہے یعنی قاتلوں نے حسین کے ہاتھوں پر دیکھ کر کہا قرآن ہے یعنی علی اصغر رو رہے ہوتے تو قرآن نہ کہلواتے جاتے بچہ اگر میدان میں روتا تو کہتے بچہ لا رہے ہیں اس کے معنی علی اصغر میدان میں نہیں روئے کہا قرآن لا رہے ہیں رات کو سوئے استغاثے پر روئے میدان میں آئے تو مجاہد بن گئے، علی اصغر نے بتایا کہ میدان کے رونے والے اور ہیں واہ رے علی اصغر سمجھ گئے میدان میں آگیا اب علی اصغر تیاری کر رہے ہیں لڑنا ہے حملہ بھی کرنا ہے اور رجز بھی پڑھنا ہے، اور ہتھیار کوئی ہے نہیں پریشانی وہاں تک تھی کہ علی اکبر گھوڑے پہ گئے قاسم گھوڑے پہ گئے،

عباس گھوڑے پہ گئے، میں کیسے جاؤں گا علی اصغر آپ نے کیا سواری کا انتخاب کیا اور علی اصغر نے بتلایا کہ حیران نہ ہو جانا کہ سواری کا مرتبہ کیا ہے سواری سمجھنا چاہتے ہو تو سمجھ لو میں نوح ہوں یہ کشتی ہے میں سلیمان ہوں یہ تخت ہے، آج عید ہے میں حسین ہوں یہ دوش محمد ہے سواری میری دیکھو جب آگے مقابل میں سب تھے اصغر اکیلے تھے اور حسین نے کہا علی اصغر اگر میں لڑوں گا تو لوگ کہیں گے ایک بچے کی مدد ایک بزرگ نے کی، اصغر نے کہا اکیلے لڑوں گا بابا میں نے کہا تھا فضائل پڑھ رہا ہوں رو لیجئے گا، بعد میں دو جملے پڑھ دوں گا، یہ جملہ دیکھیں اکیلے لڑنا ہے کہا ہاں ہم اکیلے لڑیں گے آپ مدد نہ کیجئے گا اس لئے کہ عباس بھی اکیلے لڑے، علی اکبر بھی اکیلے لڑے، قاسم بھی اکیلے لڑے عون و محمد بھی اکیلے لڑے اور ہمارا دادا علی بھی اکیلا لڑا ہاں بابا آپ تو ساتھ اس لئے لائے ہیں کہ میں آ نہیں سکتا تھا یا تو یہ ہوتا کہ جھولا لاکے میدان میں رکھ دیتے میں خود لڑ لیتا لیکن بابا یہ انتخاب اچھا تھا کہ میں سلیمان کے تخت پر آیا میں حسین بن کر نانا کے دوش پہ آیا، یہ سواری کا انتخاب علی اصغر کیوں کر رہے ہیں اگر گھوڑے پر عرب میں آیا جائے تو لڑنے آیا ہے اور اگر اونٹ پر آ جائے تو امن کے لئے آیا ہے حسین ہاتھوں کا ناقہ بنا کر جو عید کے دن بنا تھا تو اصغر لڑنے نہیں آئے ہیں میں امن کرنے آیا ہوں اب قیام تک امن کی نشانی علی اصغر یہ قوم کے پاس امن کی نشانی علی اصغر اک بچہ آیا کیا دشمنی تھی کیا اس نے تلوار چلائی کیوں تیر مارا تھا لکھنے والا حرام زادو حسین حکومت لینے آئے تھے، اصغر تو حکومت کی نشانی کر کے مدد کرنے چلے علی پہ تو خلافت کا الزام ہے نا تو یہ علی اصغر دین کی مدد کرنے کیوں آئے ہیں اصغر کو کون سی خلافت چاہئے، تو بنی ہاشم کے ایک چھ مہینے کے بچے نے حکومت کو ٹھوکر مار کر بتایا کہ تم حکومتیں کر کے اتنی عمریں پا کر بھی پورنی دنیا میں شہرت حاصل نہ کر سکتے، اور میں چھ مہینے کا ہو کر پوری دنیا میں شہرت



حاصل کر گیا، اصغر نے ہتھیار چلایا بھی مارا بھی قتل بھی کیا قتل ہی نہیں کیا بلکہ قتل عام کر دیا بلکہ اب تک قتل عام کر رہے ہیں پھر بھی کسی خون کا الزام اصغر پہ نہیں آیا ایسا فاتح علی اصغر جز پڑھا چھوڑ رہا ہوں اصغر نے کہا بابا سب ہتھیار لائے تھے میں بھی لایا ہوں ہتھیار کیا لائے ہو اصغر نے کہا سوکھے ہوئے ہونٹوں کی کمان ہے خشک زبان میرا تیر ہے اب جو یہ ہتھیار استعمال کیا کاش میرے پاس وقت ہوتا غور کرنا بچہ جب کبھی پیاسا ہوتا ہے تو وہ زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرتا ہے بار بار جب بچہ ہونٹوں پر زبان پھیرے تو ماں سمجھ جاتی ہے بچہ دودھ مانگ رہا ہے۔ اصغر نے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا میں پیاسا بھی ہوں اور بھوکا بھی ہوں پوری فوج شام رونے لگی، استاد قمر جاہ لوی نے شعر کہا:-

اصغر کیجئے شہزاد کے روتی ہے فوج شام  
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے  
اور پھر فیض بھرت پوری نے ایک عجیب بیت کہی، خیر اور علی اصغر کا موازنہ کیا ہے،  
مشکل منزل ہے ایک مصرعے میں خیر بیان کر کے کہتے ہیں۔

وہاں بڑی جنگ ہوئی تب وہ خیر الٹا  
یاں زبان ہونٹوں پہ پھیر لی تھی کہ لشکر الٹا  
کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی  
تیر کھا کے سو گئے اصغر کہانی رہ گئی  
عجیب بات ہے جب شہزادیاں مدینے میں داخل ہونے لگیں تو عجیب شعر پڑھا  
مدینے ہمارے آئے کو قبول نہ کر جب ہم گئے تو تھے گود پونی میں نیچے تھے اور اب جب  
ہم آئے ہیں تو گودیاں اجڑی ہوئی ہیں دیکھئے تقریر ختم ہو گئی کوئی بچہ واپس نہیں آیا،

سب چھوڑ دیا میں نے درمیان میں کچھ نہیں پڑھا قبر بنا کر علی اصغر کی حسین آ رہے تھے کہ مہمان سے ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا اُس نے آ کر سلام کیا حسین نے کہا اے بھائی اس بے کسی میں تو نے مجھے سلام کیا کہا میں مدینے سے آ رہا ہوں میں آپ کی بیٹی صغرا کا خط لایا ہوں خط کچھ بڑا ہے پھر پڑھوں گا کچھ چچا عباس کے لئے لکھا کچھ علی اکبر کچھ قاسم کچھ کچھ پھوپھی کے لئے آخری جملہ بابا اب تو ہنر گھنٹوں چلنے لگے ہوں گے، دوسرا جملہ بابا میں نے ایک نیا کرتا سیاہ ہے علی اصغر جب آئیں گے میں اپنے ہاتھ سے پہنا کر علی اصغر کو دو لہا بناؤں گی قبر بنا کر آئے ہیں وہ جو جملہ روکا تھا آخری جملہ وہ سن لو کیا کہا نسب نے مانا گودیاں اُجڑ گئیں اب یہاں صغرا کو کیا معلوم کہ کیا ہو گیا یہ جملہ تو مدینے کے باہر کہہ رہے ہیں کہ جب گئے تھے تو گودیاں بھری ہوئیں تھیں اب خان ہیں صغرا کو کیا معلوم اب تو منظر رہ گیا اک بار مسجد نبوی میں قبر نبی کے پاس صغرا آئی پھوپھی کو دیکھا عوں و محمد نہیں آئے بیٹا مارے گئے پھوپھی اماں قاسم نہیں آئے کہا لاشہ پامال ہو گیا پورا مدینے کا مجمع بھرا ہوا ہے قبر نبی پر یہ باتیں ہو رہی ہیں اور علی اکبر نہیں آئے کہا بیٹا سینے پر برچھی لگی چچا عباس نہیں آئے کہا شانے کٹ گئے اب سب کو تو پوچھ چکی سب کے نام پورے ہو گئے، اب صغرا انھیں سیدھی گئیں ام کلثوم کی گود دیکھی لیلیٰ کی گود دیکھی ام فردوس کی گود دیکھی، رباب کی گود دیکھ رہی تھیں نسب نے پوچھا بی بی کیا تلاش کر رہی ہو تو صغرا نے رو کر کہا پھوپھی اماں میرا صغر کہاں ہے، ہائے صغرا ہائے صغرا ہائے صغرا۔



حسین سکیہ

حمداً للہ آوارہ بوند نمبر ۸-۷۱



..... ﴿باب اوّل﴾ .....

فضائل حضرت اُمّ ربّابؑ

و

علی اصغر علیہ السلام



حضرت اُمّ ربابؓ

کا شجرہ

اور خاندان



## ۲۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا شجرہ اور خاندان:

حضرت اُمّ ربابؓ دختر امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن بردہ بن ثعلبہ بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کہ مادر سیکتہ ہیں اور امام حسینؑ بھی ان سے وابہانہ محبت رکھتے ہیں۔

یہ بیچ المودت کتاب میں لکھا ہے کہ:

جناب امراء القیس کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی حضرت علیؑ سے بیاہ دی، دوسری امام حسنؑ سے اور تیسری بیٹی اُمّ ربابؓ امام حسینؑ سے بیاہ دی۔ اُمّ ربابؓ وہی بیوی ہیں جن کے لئے محبت میں امام حسینؑ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

(ریاض الجن الشریعہ، ج ۳، ص ۳۱۳)

## ۳۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا نکاح امام حسینؑ کے ساتھ:

مرحوم فرہاد مرزائی (مقام) کتاب میں روایت لکھتی ہے کہ عوف بن خاریجہ مزی نے کہا کہ زمانہ عمر بن خطابؓ میں، میں موجود تھا کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے مسلمان بنالو، میں عیسائی ہوں۔ عمر نے نام معلوم کیا، کہا میرا نام امراء القیسؓ کی بیٹی ہے۔ عمر نے اُسے پہچانا اور پوچھا کہ تم اسلام قبول کرو گے؟ امراء القیسؓ نے کہا کہ میں آداب اسلام سیکھنے کیلئے اور مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا کلمہ پڑھ لیا۔ پھر حکومت اسلامیہ نے ان کو قضاعہ کو دے دیا۔

پھر یہ مولا علیؑ کی خدمت میں آئے جبکہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان کے ساتھ میں تھے حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ حضرت علیؑ نے ان کو یا عم کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ یہ پیغمبر خدا ہیں۔ میں ان کا چچا زاد بھائی علی ابن ابوطالبؓ اور یہ دو میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ہم تم کو دوست شمار کرتے ہیں کیا تم ہم سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہو۔

امراء القیس نے کہا یا علی میری تین بیٹیاں ہیں (۱) محیا کی شادی آپ کے ساتھ  
(۲) سلمیٰ کی شادی امام حسنؑ کے ساتھ اور (۳) اُمّ ربابؑ کی شادی امام حسینؑ کے  
ساتھ کرنا چاہتا ہوں اور اسی روز تینوں کی شادی کر دی گئی۔ حضرت اُمّ ربابؑ سے  
سکینہ اور علی اصغر پیدا ہوئے۔

۴۔ خواتین عالم میں بہترین خاتون حضرت اُمّ ربابؑ:

ہشام کلبی کہتا ہے۔ ربابؑ بہترین عورت تھیں اور ربابؑ کے باپ اشراف اور معزز  
خاندان عرب سے تعلق رکھتے تھے اور امام سے لگاؤ رکھتے تھے۔ (۱۔ کتاب رحمت، ص ۵۲۸)

۵۔ امام حسینؑ کو اُمّ ربابؑ و سکینہؑ کی دوری برداشت نہ تھی:

جب جناب اُمّ ربابؑ اپنے خاندان میں ملنے کیلئے جاتی تھیں اور بی بی سکینہؑ کو بھی  
اپنے ساتھ لے جاتی تھیں تو امام حسینؑ کو دونوں کی جدائی ناقابل برداشت ہوتی تھی اور  
یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ (۲۔ منتخب التواریخ، ص ۲۳۳)

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ إِذَا زَارَتْ سَكِينَةً وَالرَّبَابُ

كُورٍ شَبَّ تَهْنَأُ اتْنِ لَمْ يَهِجْ جَاتِي هِيَ كَأَنَّيْ نَحْسُ جَاتِي دُرِّيْ اَصْغَرُ اُمِّ رِبَابٍ سَ

۶۔ مادر علی اصغر اُمّ ربابؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ فرماتے تھے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي لَأُحِبُّ دَارًا تَكُونُ بِهَا السَّكِينَةُ وَالرَّبَابُ

أُحِبُّهُمَا وَابْذُلْ جَلَّ مَالِي وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِي عِقَابٌ

اور تاریخ التواریخ میں اس شعر کا اضافہ کیا گیا ہے:

فَلَسَنْتَ لَهُمْ وَإِنْ غَابُوا مُضِيعًا حَيَاتِي أَوْ يَغِيبُنِي الْقَرَابُ

(۳۔ ریاض الصریح، ج ۳، ص ۲۳)





نامِ علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت

## فضائل علی اصغرؑ

۷۔ نام علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

مروان بن حکم، معاویہ کی خلافت کے زمانے میں مدینے کا حاکم تھا اور حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا اور گستاخی کرتا تھا۔ ایک روز مروان نے امام سجادؑ سے تجاہل عارفانہ سے کہا اور سجادؑ امام سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا نام علیؑ ہے۔ پھر مروان نے پوچھا آپ کے بھائی کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا نام بھی علیؑ ہے۔ مروان نے کہا واہ۔ واہ۔ علیؑ ہی علیؑ۔ کیا نام ہے گویا کہ تمہارے باپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنی پوری اولاد کا نام علیؑ ہی رکھیں گے۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے باپ امام حسینؑ کی خدمت میں چلا گیا اور مروانی گفتگو سنائی۔ تب امام حسینؑ نے فرمایا:

وایں ہو مروان پر۔ اے مروان نبلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے مجھے علیؑ نام اتنا پیارا ہے کہ قدرت مجھے ایک سو بیچے بھی عطا کرے گی تو میں سب کے نام علیؑ۔ علیؑ رکھوں گا۔ (معانی السطین، ج ۱، ص ۲۶۶)

حضرت علی اصغرؑ کا اسم اقدس اور القابات:

علامہ مجلسی و صاحب مناقب نے علیؑ نام اور لقب الاصغر بتایا ہے۔ ابو مخنف نے بھی الاصغر لکھا ہے علین مکان نے لکھا ہے کہ علیؑ نام ہے تو الاصغر لقب ہے۔ مقتل مقرر میں



زیارت میں علی الاصغر آیا ہے اور مجالس مجمعہ میں فقرہ زیارت علی الصغیر ہے۔ ہم نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے میدان جہاد میں جو بچہ لایا گیا تھا، جس کے لئے حسینؑ مظلوم نے اشقیاءے پانی مانگا تھا اس کا نام اکثر حضرات نے علی اور لقب الاصغر لکھا ہے۔

اس شہزادے کا اصل نام نامی علی رکھا گیا تھا اور یہ نام لقب (اصغر) کے ساتھ ضم ہو کر مشہور ہو گیا القاب کثرت کے ساتھ ہیں، عبداللہ رضیع، صغیر، غریب، مقتول، شہید، فیصل، مظلوم، صاحب المہد وغیرہ۔

### تاریخ ولادت باسعادت:

۱۰ رجب المرجب ۶۰ ہجری بمطابق ۱۵ اپریل ۶۸۰ عیسوی قدیم کلینڈر کے مطابق جمعہ کا دن، قبل از طلوع آفتاب شہزادہ علی الاصغرؑ نے ماں کی آغوش کوزہ بنت بخشی، اس حساب سے دسوی محرم کے دن ان کی عمر پوری چھ ماہ بنتی ہے، کئی عرفانے ۹ محرم کو امام مظلومؑ کی عمر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قربانی کیلئے شرط ہے کہ چھ ماہ سے کم عمر نہ ہو اور شہزادہ علیؑ کی قربانی چونکہ سب سے اہم تھی اور ان کی عمر پوری ہونے میں ایک دن ابھی باقی تھا اس لئے امام مظلومؑ نے ایک رات کی مہلت مانگ کر اپنی عظیم ترین قربانی کی مقررہ عمر کو پورا فرمایا تھا اور زیارات کے بعض فقرات میں بھی شہزادے کی عمر چھ ماہ بیان ہوئی ہے اور یہ ایک متفقہ فیصلہ بھی ہے..... ہاں کئی لوگوں نے شہزادہ کی ولادت ذیقعد میں لکھی ہے جو درست نہیں۔

نواب باقر علی خاں تثنی لکھنوی (شاگرد تاج) :-

جب ماہِ رجب میں علیؑ ہوئے پیدا      صبا کہنے لگے مانی حیدر ہوئے پیدا  
لختِ جگر سبطِ پیسر ہوئے پیدا      ہم شانِ علیؑ ہاروئے اکبر ہوئے پیدا

جلوے تری قدرت کے عجب شام و سحر ہیں  
 وہ غیرتِ خورشید تو یہ رخسارِ قمر ہیں  
 ہم صورتِ حیدر تھا شہدیں کا کل اندام  
 دادا کا تھا جو نام وہ پوٹے کا رکھا نام  
 منظور یہ تھا مثلِ علی ہو یہ ذوالاکرام  
 پر سبھی نہ سمجھ مرتبہ اس کا سپہ شام  
 اُن کی تو شہادت ہوئی اللہ کے گھر میں  
 یہ تیر سے مارا گیا آغوشِ پدر میں

### القاب:

ہیلین مکان نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بچہ علی ہے تو اس کا لقب الامیر ہے۔ دیگر کتب  
 میں اس کا نام عبد اللہ ہے تو الرضیع لقب ہے۔

### عمومی القاب:

الغریب، المسافر (تھا مسافر) المقتول (تھا شہید) الذبیح، المحور، المظلوم،  
 المسموم، الظالمی العطشان (تشنہ اور پیاسا بچہ) مثیل فیصل (بچہ ناقہ صالح کے مانند) یہ  
 سب القاب کربلا کے بلا خیز حالات اور اموی مظالم کے بعد بچے کو ملے ہیں اور  
 واقعاتِ شہادت سے مربوط ہیں۔

### السید:

خاندانی لقب ہے۔ سید بعد سید (دعائے) ”بنی هذا سید“ میرا فرزند حسین  
 سید ہے (کتب مناقب) یاسین (اے سید) سلام علی آل یاسین (سورۃ الصافات)  
 ساداتِ فاطمی، ساداتِ علویہ، ساداتِ طاہرین، یعنی سادات، ان سب میں علی اصغر  
 بھی ایک فرد ہیں۔



## المعصوم:

پیدائشی معصوم منصوص گروہ تو تمام ملائکہ تمام انبیاء و اوصیاء چہار دہ معصومین اور مریم علیہم السلام ہیں اور بس۔ لیکن ان کے علاوہ بھی وہ جو من الہدالی اللہ صغیرہ و کبیرہ عمداً و سہواً ہر گناہ سے دور رہا ہوا اس گروہ کی فہرست ایک مختصر سی مگر موجود ہے۔

اصطلاح میں ایسے شخص کو محفوظ کہتے ہیں جیسے علی اکبر علیہ السلام اگر علی اصغر نے ان کی عمر پائی ہوتی تو وہ بھی پوری عمر بھائی کی طرح محفوظ ہوتے۔

## الشفیع:

۱۔ انفرادہ بچے جو والدین کی حیات میں عالم صبا میں اٹھ جائیں انھیں والدین کے لئے حق شفاعت حاصل ہے۔ شہید ثانی نے مسکن الفواد میں ایک شخص کا خواب درج کیا ہے جو عقد کرنے پر تیار نہ تھا کہ حوض کوثر پر اس نے دیکھا کہ بچے لوگوں کو سیراب کر رہے ہیں مگر اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ تمہارے بھی اولاد ہوتی جو تمہاری زندگی میں مرجاتی تو تم کو سیراب کرتی۔ ہمارا عقیدہ ہے علی اصغر کی شفاعت اشان کے سوگواروں کے لئے ذخیرہ ہے والدین تو ان کے خود ہی شفیع امت ہو گئے۔

## حدیث قدسی:

فلولا مشائخ رکم و اطفال رضيع و بهائم رتع و شباب خشع  
لجعلت السماء فوقکم حديدًا و الارض صفراء و التراب جمیارا و لا  
انزلت الیکم قطرة و لا ابتت لکم من الارض حبة و اصببت علیکم  
العذاب صبا الاحادیث القدسیہ طبع تہران ۱۳۶۸ھ (نواں سورہ)

یعنی اگر بوڑھے رکوع کرتے ذالے اور شیر خواہ بچے اور چرے ذالے چوپائے اور

خشوع کرنے والے جوان نہ ہوتے تو میں تم پر آسمان کو لوہے کا زمین کو تانبہ آہن اور مٹی کو چنگاریاں بنا دیتا۔ نہ تم تک ایک قطرہ پانی نازل کرتا نہ تمہارے لئے زمین سے ایک دانہ گانا بلکہ تم پر عذاب اُنڈیل دیتا (ترجمہ حدیث قدسی)

جب تک علی اصغر معصوم زندہ رہے دوسرے معصوموں کی طرح دفع عذاب کے اسباب میں ایک فرد بن کر شریک رہے۔ بعد شہادت، حسینؑ نے ان کا خون اپنی حکمت عملی سے زمین پر گرنے نہ دیا اور پھر امام نے ان کو دفن کر کے اہل زمین کو عذاب دردناک سے بچا لیا۔ حسینی قافلہ میں وہ افراد سب ہی موجود تھے جو بمقاد حدیث قدسی دفع عذاب کا ذریعہ ہوں۔ حتیٰ کہ پیاسے گھوڑے مرتجز اور سناۃ اور عباسؑ با وفا کا وفادار گھوڑا۔ یہ حیوانات بھی اس حدیث قدسی کے مصداق تھے۔

(الرضیع افطامی پیاسا شیر خوار۔ تالیف از مولانا سید وحی محمد حسینی)

۸۔ حجازی چاند جو کر بلا میں غروب ہو گیا:

۹۔ فضیلت خونِ علی اصغرؑ:

سیرت نویسوں نے کہا ہے کہ خونِ پاک گلوئے علی اصغرؑ رنگ اور خوشبو کے اعتبار سے روزِ قیامت ہر مشک و عطر سے زیادہ خوشبو والا ہوگا۔ (کتاب سیرۃ، ج ۲، ص ۶۷)

۱۰۔ پھول سا گلا علی اصغرؑ کا:

چراغِ محفلِ خومین عاشورہ ست این مولود گلِ شکفتہٗ ریحانہ کُراست این مولود (نخلہ میثم، ج ۳، ص ۳۵۷)

۱۱۔ شفاعتِ حضرت علی اصغرؑ:

بہ ماہِ عارض از مہرِ نغمہ بہترش سو گند بہ خندہ لب توحید پرورش سو گند



بہ کام خشک و گلوی زخون ترش سوگند بہ زخم خنجر و روح مطہرش سوگند  
کہ روشن است قیامت بہ ماہ طلعت او بس است بر صبر عاصیاں شفاعت او  
(گلہ نشین، ج ۳، ص ۲۶۴)

## ۱۲۔ شہادت علی اصغر سخت مصیبت تھی:

سید ابن طاووس نے کتاب "اقبال الاعمال" میں زیارت کے نیچے امام حسینؑ کی یہ  
روایت کی ہے۔

صلی اللہ علیک وعلیہم وعلیٰ ولدک علی الاصغر الذی فجعت بہ  
صلوٰۃ ودرود خداوند تمہارے اوپر اور تمہارے اجداد پر اور صلوات و درود خدا  
تمہارے فرزند علی اصغر پر، وہ معصوم طفل کہ جس کی شہادت تمہارے لئے بہت سنگین  
اور دردناک ہے۔ (اقبال الاعمال، ص ۵۷۲)

## ۱۳۔ قافلہ حسینی میں علی اصغر ذبیح عظیم ہیں:

خوشا آن کس کہ امشب در کنار کعبہ جا دارد بہ سر شور و بہ دل نور و بہ لب ذکر خدا دارد  
خوش نصیب ہے کہ جو آج کی رات کعبے کے پاس جگہ رکھتا ہے۔ اپنے سر میں جوش  
شہادت اور دل میں نور اور لب پر ذکر خدا رکھتا ہے۔ تمام لوگ (حجاج) کعبے میں جمع ہیں  
لیکن نواسہ رسولؐ حسینؑ (عمرہ کر کے) بلا حج کئے مکے سے روانہ ہو جاتے ہیں اور یہ قافلہ  
حسینی جلدی جلدی جنگل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کہیں جا رہے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے  
اہل قافلہ کے ساتھ حج کو چھوڑ کر کر بلا جا رہے ہیں۔ حرم کعبہ سے صاحب حرم (امام حسینؑ)  
کو الگ کر دیا گیا ہے اور حاجیوں کے گروہ سے الگ ہو کر کر بلا جا رہے ہیں۔

منیٰ میں بے شمار حجاج آچکے ہیں جن میں دشمن بھی ہیں اور چاہتے ہیں کہ حسینؑ کو

منیٰ میں ہی قتل کر دیں۔ امام حسینؑ اس حج کیلئے آئے تھے اور چالیس منزلیں طے کی تھیں۔ اس قافلہ حسینیؑ کے ذیح اکبر (بڑی قربانی) حضرت علی اصغرؑ ہیں کہ پیاس سے جن کا گلا خشک ہے اور ان کی پیاس تیر سے بجھائی گئی۔ قیامت تک اگر حج کے دوران منیٰ میں خون بہے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا اجر ہے۔ جسم تو خون میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ایسے میں بھی اپنی بہن سے بات کر رہے ہیں۔ سر ذکر خدا میں ہے پھر تیرے پر چڑھے گا اور اس کے بعد طشتِ طلا میں رکھا جائے گا۔ تمام حاجی حج کے وقت اپنے سر کے بال منڈواتے ہیں لیکن حسینؑ کا ایک ایک بال خون میں رنگا ہوا لال ہے اور سر بھی تن سے جدا ہو گیا۔ حاجی لوگ اپنے جسم پر احرام کا لباس پہنتے ہیں جو نیا لٹھا ہوتا ہے لیکن فاطمہ کے لال نے اپنے جسم پر پرانا پھٹا ہوا لباس پہنا ہے۔ خانہ کعبہ نے کا لباس پہن رکھا ہے گویا اللہ بھی عزائے حسینؑ میں کالارنگ اپنائے ہوئے ہے۔

(نخل بیثم، ج ۳، ص ۲۲۳)

### ۱۴۔ حضرت علی اصغرؑ پر سلام:

السلام علی عبد اللہ بن الحسین، الطفل الرضيع  
المرمی الصریح المشحط دماء المصعد دمه فی السماء  
المدبوح بالسهم فی حجر أبیه لعن اللہ راحیہ خرملة بن  
کاهل الاسدی

اور سلام ہو عبد اللہ بن الحسینؑ (علی اصغرؑ) شیر خوار پر۔ فرزند حسینؑ پر کہ تیرا نشانہ بن گئے اور اپنے خون میں خود غوطہ ور ہو گئے اور ان کا خون آسمان کی طرف چلا گیا اور سر اور گلا باپ کی گود میں دفن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتل اور تیرا مارنے والے خرملة بن کاهل اسدی پر لعنت کرتا ہے۔ (بحار الانوار، جلد ۳۵، ص ۶۶)



### ۱۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کے آنسو اور علی اصغرؑ کی خاموشی:

میں نے ساری دنیا پر نظر ڈالی اور وحی پر بھی نظر دوڑائی تو میں اس جگہ پہنچا جہاں پر جبریلؑ کی حدود ختم ہو گئی تھیں کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ یہ مقام قاتلِ قوسین اُدادنی ہے۔

میں نے اپنی نظر دنیا پر ڈالی تو مجھے سات جنتیں نظر آ گئیں اور اب میں اس جگہ پر پہنچ گیا ہوں جہاں کے راستوں سے میں واقف بھی نہیں ہوں اور میرے لب بھی بند ہو گئے ہیں۔ اب میں نے وہاں وہاں کی سیر کر لی ہے اور اونچی اُڑان اُڑا ہوں اور ہر چیز کا نظارہ کر لیا ہے۔ پھر ناگاہ میں نے چشمِ دل پر نظر ڈالی تو زمین و آسمان سب سے خوب تر پایا۔ سات جنتیں بھی دیکھ ڈالیں اور آفرینشِ عالم کے راز دیکھے تو میرے دل میں جنت کے دروازے کھلے نظر آئے۔

انبیاءؑ نے تمام دنیا کے ملکوں کا معائنہ کیا ہے اور جنگلِ بیابان سب سمجھ دیکھے ہیں۔ ہمارے دامنِ مینِ خم کے آنسو بھرے ہیں اور تکلیفات کی وجہ سے بھجوں کی طرح سے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ تو میں پرندہ بھی خون میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اور میں دنیا میں محوِ تماشا ہو گیا ہوں۔ پھر میں نے اس مرغ سے کہا کہ اے مرغِ خوبصورت تم کون ہو، تم اس آبِ وگل کی پیدوار نہیں ہو۔ اور میں نے ایک ہستی کو دیکھا جس نے کہا میں جبریلؑ ہوں اور کربلا قریب ہے اور یہ زمین بیتِ المحرمِ انبیاءؑ ہے اور تمام انبیاءؑ کے کعبے کی روح ہے پھر میں اس جنگل میں شبِ باش ہو گیا۔ پھر میں امام حسینؑ کا مرغ بن گیا کہ کربلا کی سرزمین سے مجھے عشق ہے اور کربلا میرے لئے کوہِ طور کی طرح ہے۔ کربلا ایک لوحِ راز ہے پوشیدہ راز ہے۔ کربلا ایک نورِ خداوندی کا ککڑا ہے۔

کربلا یعنی حیرتِ تمامِ دین۔ میرا عشق میرا ایمان اور میرا آئین و قانون ہے۔ کربلا

یعنی جنت ہے اور خدا کے جلوؤں کی جگہ ہے اور کربلا بی بی فاطمہ کی جنت ہے۔ وہاں قتل گاہ ہے، خیمہ گاہ ہے اور شہر عاتقہ بہہ رہی ہے۔ کربلا ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں خیمہ ہائے اہل حرم کو جلا کر خاک کر دیا گیا تھا۔ کربلا ایک دریائے خون ہے اور خون کا ہی چمن ہے۔ کربلا میں خون کی بہار ہے۔ کربلا میں آوار پانی پانی ہے ہائے پیاس۔ کربلا خدا کا ایک رنگ برنگ چمن ہے اور کربلا خون خدا کا دریا ہے۔ اس جنگل کا پانی، اشک ہے اور خون دل ہے اور یہ دریا اپنے سقہ (حضرت عباسؓ) سے شرمندہ ہو گیا۔

جسم عباسؓ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ہاتھ کٹ کر ایک طرف اور مشکلیٹ دوسری طرف جا کر گر گئی۔ ذوالجناح پریشان ہو گیا۔ اس کا سوار دریائے خون میں غرق ہو گیا۔ اس کے نالے نے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کی زلفیں، بال، گھوڑے کے اپنے راکب کے خون سے رنگیں ہو گئیں۔

ان کے پیچھے پیچھے ہر قدم پر بی بی فاطمہؓ موجود تھیں اور جناب نہ نب بھی ان کے استقبال کو آگے آگے تھیں۔

اور تازہ تازہ داماد (حضرت قاسم شہزادے) نے خون سے اپنے بالوں کو رنگین کیا ہے اور ایک گھونٹ پانی تک نہ ملا۔ امام حسینؓ کو کیا ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ایک قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ایک ایک سورہ اور ایک ایک پارے کو پھاڑ ڈالا اور تباہ کر ڈالا۔ اور یہ علی اکبرؓ شہزادہ ہے۔ یہ اللہ کی جیتی جاگتی کتاب ہے اور شیر خوار علی اصغرؓ نے اپنے باپ امام حسینؓ کے دوش و بازو پر ہاتھ پیر مارے اور جب تیر لگا تو مسکرا دیئے اور قاتل کے تیر سے موت کا شہد چکھ لیا اور دریائے رحمت خداوندی کو یہ دیکھ کر جوش آ گیا اور ایک جی قتل گاہ میں عزائیں مشغول رہی جس کا جسم ہزار مین سیاہ پڑ گیا۔

(نخل یشتم، ج ۳، ص ۲۲۸)



## ۱۶۔ حلقِ اصغرؑ:

اے خون کے مہینے محرم کے چاند تجھے دیکھتے ہی دل خون جگر ہو گیا۔ دل کیلئے غم، فریادِ جان اور آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ جب بلندی کی خبر لی تو بلالِ دخترِ ہرا کی خبر لی۔ یوں تو ہر سال ہی محرم کا غمگین چاند ایک شور مگر یہ اپنے ساتھ لاتا ہے مگر اس سال تو سب سے زیادہ زور و شور کے ساتھ یہ غم عزا آیا ہے۔ آگ خیموں میں لگنے کی خبر۔ خیمے جل کر راکھ ہو گئے اور دل و زبان میں غم سے ایسی تکلیف لے کر آیا ہے جس سے خیر البشر محمد مصطفیٰؐ کو دلی رنج پہنچا ہے۔

فرزندِ ہرا کے مارنے کیلئے تیر لائے تھے ہیں یا معصوم علی اصغرؑ کو مارنے کیلئے تیر لایا گیا ہے اور نبیؐ کی آل کیلئے پانی بھی بند کر دیا گیا ہے اور بچوں کے دامن میں آگ لگانے کیلئے آگ لائی گئی ہے۔ کس قدر داغِ دل حسینؑ بن علیؑ کے قلب پر لگے ہیں۔ پھر بھی اس غم زدہ دل کیلئے بیٹے کا داغ لائے ہو۔ نہرِ عاقہ کے کنارے بی بی فاطمہؑ الزہراءؑ کی آنکھ کے آنسو بے ہاتھ و پیر ساقی کیلئے پانی لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے چاند تیرے سارے ستارے بھی خون میں تہائے ہوئے ہیں اور قرنیٰ ہاشم کے لئے خون ہی خون لایا گیا ہے۔ اے محرم تیرے اوپر دائے ہو، حبلہ کے تیر کے سامنے علی اصغرؑ کا نازنینِ حلق اور عباسؑ کی آنکھوں کیلئے تیر لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے محرم کے چاند خون جگر ہو رہا ہے کہ اولادِ علیؑ پر بجائے آبِ تنک (ٹھنڈے پانی) کے جگر کا خون لایا گیا ہے۔ اے محرم یہ تو ہی تو ہے کہ یتیم وحی کیلئے دریہ کے کنارے پیاس اور جسمِ لباس سے ننگا ہے۔ اے یتیم اب تم اپنے لب بند کر لو کہ تمہارے شعروں کی آگ سے دل جل گیا ہے اور درخت سے پھل کے بدلے خون جگر لایا گیا ہے۔

(غزلِ یتیم، ج ۳، ص ۲۳۳)

## بعض معصومینِ غم سے علی اصغرؑ کی مشابہت

آدم فراقِ جنت میں روئے۔ گہوارہ بھی بچہ کے لئے جنت سے کم نہیں مگر علی اصغرؑ  
نے مہدِ جنت کو امتِ جد کی مغفرت کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

اور لیں نے کپڑے سی کر پہنے کی تعلیم دی۔ علی اصغرؑ نے نصرتِ حسینؑ میں قنات  
چاک کر ڈالا۔

نوحؑ کی کشتی پانی پر غالب تھی۔ پیاسوں کا سفینہ خشکی میں غرق ہونے والا تھا۔ علی  
اصغرؑ بادبانی کے لئے اچی خدمات پیش کر گئے۔

۱۷۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

گوماں نے نمرود کے خوف سے غار میں لا کر چھپا دیا۔ بچے کا اگوٹھا اس کے منہ میں  
رکھ دیا۔ قدرتی نہر لبّی جاری تھی۔ علی اصغرؑ کے گہوارے تک جنت کی نہر لبّی کھج کر آ جاتی  
مگر یہ منزل امتحان تھی بعد شہادتِ حسینؑ کی آواز دی گئی، دوع یا حسین ان لہ مرصافی  
البحر (حسینؑ! اس کو جنتی دایہ کے حوالے کر دیجئے جو ہماری طرف سے مہیا ہے۔

(تذکرۃ السبط)

۱۸۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

نینھے معصوم کی جان کیو اپیاس نے ماں کو عالمِ اضطراب میں صفا و مزوہ کے دو نمایاں سہی



کی دعوت دی۔ بظاہر ناکام و مایوس پٹیں۔ مگر یہاں چشمہ بچہ کی ٹھوکر میں تھا۔ یہی زمزم ہے۔ اسماعیل کی بچپن کی نمائندگی علی اصغر کے حصہ میں آئی اور جوانی کی خود حسین کے۔

کھینچنے کے مختصر متن میں کربلا کی پیاس کو وحشیانہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ مِثْلَ بَيْتِ يَسْرٍ بِرَبِّكَ عَلَافَةٌ كَثُورَى

ولالت موجود ہے۔ کیونکہ ملزوم العطش ہے۔ لہذا اس میں بھی ولالت التزامی پیاس پر ہے۔ حسین کی بہنوں کا یہ اظہار کہ بچہ نے تین دن سے پانی چکھا تک نہیں ہے۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ حسین نے خود بھی اشتیاق کے سامنے یہی بیان دیا ہے کہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی پیاس کی وجہ سے خشک ہو گیا ہے۔ مگر افسوس ایک طرف تو بچہ کے لئے سوال آب کی لٹی دوسری طرف پیاس کے منافی غسل کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غسل کی کچھ میں سوال آب کی تاریخ نفی کی گئی ہے۔ بہر حال ہم تو پیاس سے بچے کے وکیل بن کر سامنے آئے ہیں۔

علمائے ملت جعفریہ جن میں ایک مولانا راحت حسین صاحب قبلہ علیہ السلام مقلد جو اپنے آخری دور کے ہندوستان میں اعلم العلماء تھے تحریر فرماتے ہیں کہ ”ماہل بیت عصمت علیہم السلام کی تعلیم یہ ہے کہ واجب ہو یا مستحب پیاسوں کے ہوتے ہوئے خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہوں کسی طرح غسل و وضو نہیں کیا جاسکتا۔“

لہذا غسل امام کا علی اصغر کی شدت عطش کے باوجود کوئی حکیمانہ مقصد ثابت نہیں کر سکتا۔ عطش حسین پر اجماع معصومین ہے۔ اس کا براہ راست تعلق تو ایک مسلمہ سے ہے مگر ایک ہی واسطہ سے اس کا تعلق قرآن و وحی و اجماع معصومین سے ہے جس کا انکار اجماع معصومین بلکہ وحی و قرآن کا انکار ہے۔ لہذا بلا واسطہ تو انکار عطش ایک مسئلہ کا انکار ہے اور بلا واسطہ واحدہ انکار عطش ضروریات مذہب کا انکار ہے۔ یہ کوئی شخص

رائے نہیں ہے بلکہ نوعِ علمائے شیعہ کا یہی اظہار ہے جس پر آغاے بزرگ تہرانی و آقاے  
سید ہادی جیلانی اور ان کے مؤیدین علمائے عراق کی متفقہ رائے ہے اور اس پر چبے  
ہوئے فتوے ہیں۔

جناب علی اصغر کو حسینؑ نے گہوارے سے لاکر اس پر حجۃ قاطعہ پیش فرمادی کہ پانی کی  
سبیل ہوتی تو یہ بچہ بے پانی کے کیسے دم توڑتا نظر آتا۔ پس یہ بچہ اور اس کا میدان میں  
آنا حسینؑ کے گھرانے کی پیاس پر برہان قاطع ہے اور اس طرح کر برہان جلی ہرگز قائم  
نہ ہوتا۔ اگر حسینؑ بچے کو میدان میں لاکر سوال آب نہ کرتے۔

خود فرمایئے حضرت عبداللہ والی روایت معرض بحث میں ہے۔ آیا یہ نومولود بچہ تھا آیا  
یہ عبداللہ رضیع تھا آیا (اچانک تیرا کر لگا۔ آیا وہ تین سال کا عبداللہ نامی تھا۔ لیکن  
میدان میں جس بچہ کے لائے جانے کا تذکرہ ہے اس کے لئے کوئی بحث اس طرح کی  
نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک ایسے واضح ترین ثبوت کی ضرورت تھی جس میں کسی طرح  
کی بحثا بحثی کو مداخلت نہ ہو اور وہ شہادت جلیہ و حجۃ قاطعہ حضرت علی اصغر علیہ السلام ہیں۔

### ۱۹۔ حضرت صالح سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

حسینؑ نے خود فرمایا ہے کہ یہ بچہ فیصل ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ  
بچہ امت صالحؑ پر برہان عذاب بنا تھا اور علی اصغرؑ کو حسینؑ نے دفن کر کے امت آخر کا  
پردہ رکھ لیا۔

موسیٰؑ بچوں کے لئے موسیٰؑ کی ولادت کا دور بڑے ابتلا کا دور تھا۔ مادر موسیٰؑ کو وحی  
ہوئی کہ موسیٰؑ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دو ہم اس کو تم تک پہنچا کے رہیں گے اور  
رسول بھی بنائیں گے۔

مادر موسیٰؑ وحی پر ایمان لائیں اور نہایت مضبوط دل سے حکمِ خدا پر عمل کیا تا بابت قصر

**حسبیل سکنہ**

حجۃ بابائے نبوت صبر ۸-۷۹



فرعون سے آگیا۔ جب فرعون کے سامنے آیا جیتا جاگتا حق بن کر آیا فرعون نے انہیں طلب کیس اور موسیٰ حسب وعدہ الہی وہاں تک پہنچ گئے انکوں نے دودھ پلانے کی بڑی کوششیں کیں مگر خدا نے ان کا دودھ موسیٰ پر حرام کر رکھا تھا تو معصوم نے کسی کو منہ بھی نہیں لگایا۔ محل غور ہے کہ بچہ سے تحریم و تحلیل مراضع سے کیا تعلق ہو سکتا تھا، مگر نہیں۔ یہ عام بچہ کب تھا۔ یہاں تو ان کے ایسے لوگوں کے لئے اعدا دی جی ہے کہ اتینا و رشده من قبل ان کو کہیں پہلے رشددے دیا جاتا ہے۔ ابراہیم ہوں یا آل، ابراہیم یا آل محمد۔ لا یقاس بال محمد احد من امتہ (آل محمد پر کسی امتی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا)۔ جناب عباس عم الرسول نے ایک موقع پر عمر سے فرمایا۔ یا عمر لا تخطئ بنا غیرنا۔ (یعنی اے عمر ہم کو غیروں کے ساتھ غلط نہ کرو) یا بیع المودۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۴ (الباب الثاویث)۔ یعنی ایک تو قرابت خاندان رسول کا تشخص ہے دوسرے اہل بیت عصمت کا۔ قرآن نے بتایا کہ یہ تو عمل پر جزا کا استحقاق بھی رکھتے ہیں۔ جو جزا ہم بما صبروا سے ظاہر ہے۔

اس ناہنجار دور میں سبط اکبر علیہ السلام کے علم و عصمت پر خود اپنے ہی تبصرے پر آمادہ ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ حسن گہوارہ میں لوح محفوظ کا نظارہ کرنے والے۔ پھر مہلبہ کے گواہ اور فدک کے مقدمہ میں فاطمہؑ کے گواہ اصرار سے یہ اصرار کہ متروکہ رسالت صدقہ ہے ادھر سے فاطمہ نے حسنؑ سے مددی کہ تم اس کا ابطال کر دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حسنؑ کے بارے میں نفی علم سے سیدہ کا مقدمہ مجروح ہوتا ہے۔ کاش کہ اس نکتہ پر نگاہ رکھ کر کوئی بات کہی جاتی۔

۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علیؑ کی مشابہت

حضرت نے گہوارہ میں فرمایا انسی عبد اللہ۔ علی بن مکان وغیرہ نے بتایا ہے کہ علی

اصغر کو عبداللہ رضیع بھی کہتے ہیں۔ علی اصغر نے مثل عیسیٰ حقانیت کی گواہی کے ساتھ خصوصیت یہ پائی کہ مظلومیت کے بھی گواہ ہے اور خطِ آب کے بھی۔

## ۲۱۔ حضرت یحییٰ سے حضرت علی اصغر کی مشابہت

ان کا خون ناحق رنگ لایا۔ حسینؑ نے اپنی اسی حکمت کو پیش نظر رکھ کر قبولِ تاج العلماء ایسا حل خون ناحق کے سلسلہ میں نکالا کہ زمین پر نہ گرے اور دنیا عذابِ عاجل سے بچ جائے۔

حضور اقدس آنحضرتؐ کو حلیمہ نے دودھ دیا تو اس فرخ کی طرف توجہ فرمائی جس سے کوئی بچہ ان کا مستفید نہ ہو۔ کا تھا۔ مگر وہ منزلِ فضیلت تھی، کر بلا منزلِ امتحان ہے۔ یہاں قد جف محالب اُمّہ (ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا) اسی کا اعلان خیمہ اور مقتل میں ملتا ہے۔

## ۲۲۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حضرت علی اصغر کی مشابہت

کو جب بنت اسد قنات میں لپٹتی تھیں تو کہتے تھے کہ یا اُمّاء لا تشدّی یدی فانی ابصبص لوبی (میرے ہاتھ نہ باندھئے میں اپنے رب سے مناجات کرنا چاہتا ہوں)۔ بعض علمائے لکھا ہے کہ علی اصغر نے بھی قنات چاک کر ڈالا۔

(الرضیع الظیفی یا سائر خوار تألیف از مولانا سید وحسی محمد حسینی)

## ۲۳۔ علی اصغرؑ کمالاتِ انبیاء کا نمونہ تھے:

لشکے کہ راز عشق بگوید نشانِ ندنی است طفلے کہ خوش محاورہ اقدارِ نماندنی است صاحبانِ اولادِ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرے والے پچھیر معمولی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے وہ لوگ جو اولاد کا داغ اٹھا چکے ہیں اُن میں کوئی سن و سال کو دیکھتے ہوئے



اپنے نونہالوں کی تندرستی اور توانائی کا تذکرہ کرتا ہے کسی کی نظر میں حسن و جمال پھرتا ہے کوئی بھولی بھولی باتیں نہیں بھوتا کوئی غیر متمیز ہونے کے عالم میں دوسرے بچوں میں ویسی عقل نہیں پاتا حسین کا بچہ بھی اگر ہمارے بچوں کی طرح کسی ایک خصوصیت کا حامل ہو تو پھر ہم میں اور سید المرسلینؑ کے گھرانے میں کوئی فرق نہ رہ جائے علی اصغرؑ کسی میں کمالات انبیاء کے نمونہ تھے۔

آدمؑ فراق بہشت میں روئے اور مدتوں اپنی پہلی جائے قیام کو یاد کر کے آنسو بہاتے رہے مگر علی اصغرؑ ماں کی گود سے جو بچہ کے لئے فردوس سے کم نہیں تھی جدا ہو کر نہیں روئے۔

نوحؑ نے نوسو پچاس برس کی تبلیغ میں صرف چند نفوس کے دلوں میں گھر کیا۔ و ما امن معہ الا قلیل ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ لیکن اصغرؑ نے چند منٹ کی خاموش تبلیغ میں یزید کی نڈی دل فوج میں عظیم برپا کر دی ان کی بے زبانی، مظلومیت کا اثر کائنات سے شام ابد تک نہ جائے گا۔

ادریسؑ کپڑے سیتے تھے علی اصغرؑ نے گہوارہ میں آواز استغاثہ بن کر قاطع چاک کر ڈالا ان کو آسمان پر معراج ہوئی ورفعتناہ مکاناً علیہا تو اصغرؑ کی معراج باپ کے ہاتھوں پر تھی جو بلندی مرتبہ میں آسمان سے برتر ہیں۔

ابراہیمؑ سولہ برس کے سن میں نمرود کی آگ میں ڈالے گئے امتحان کی منزل پر پہنچنے میں وہ لطف ملا کہ فرماتے تھے مجھے کبھی ایب عیش نصیب نہیں ہوا علی اصغرؑ کربلا کے تپتے ہوئے دشت اور لوہے دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے اگر زبان ہوتی تو کہتے کہ جام شہادت میں شیر مادر سے زیادہ شیرینی ہے۔ وہ خلیل یہ ذبیح وہ نبی یہ شہید وہ مجاہد یہ غریب وہ مقیم یہ قاتل۔

اسامیل: کا صغرا سنی میں پیاس سے امتحان ہوا مگر تنگی حد آب و مزم تک پہنچ کر شتم ہو گئی علی اصغر کا امتحان ایسا سخت تھا کہ حوض کوثر پر پہنچے بغیر پیاس نہ بجھی اسامیل کے ماحول میں کہیں کنواں نہ تھا قدرت نے زمین سے چشمہ ظاہر کیا یہاں دریائے فرات سامنے لہریں مار رہا ہے مگر دشمنوں نے پہرہ بٹھا دیا ہے۔

مادر اسامیل اور مادر علی اصغر میں بھی یہ فرق تھا کہ ان کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا وہ بچہ کو آنکھوں کے سامنے سیراب ہوتے دیکھتی ہیں اور رباب نے شیر خوار کو خون میں آغشتہ دیکھا۔

حضرت اسامیل کی پامردی یہ تھی کہ ذبح پر تیار ہو گئے خدا نے نیت دیکھ کر ذبح کا لقب دیا لیکن اُن کا عمل ربانی وعدہ کی حد میں رہا اصغر نے ذبح ہو کر دکھا دیا ابراہیم و اسامیل کی مکمل تصویر انھیں کی نسل میں پھر نظر آ گئی اسامیل نے باپ کے ساتھ کعبہ بنایا علی اصغر نے اپنے خون کے گارے سے فخر کعبہ کربلا کی بنیاد قائم کی۔ مادر اسامیل بیٹے کی گردن پر چھری کا نشان دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئیں کہ انتقال کر گئیں مگر علی اصغر نے گویا بچہ کو خون اُگلتے دیکھا مگر حرف شکایت زبان تک آئے نہ دیا۔

دور فراق سے مبتلا نبی حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر بیٹے کی تسہیں حسینؑ کے منہ پر علی اصغر کا لہو وہاں بصارت نمود کر آئی یہاں موت آنکھ بند کر دے گی۔

یوسف: حسین تھے مگر علی اصغر کی طرح تصویر پر رسولؐ نہ تھے وہ مصر کے قحط میں بھی آرام کی زندگی بسر کرتے رہے مگر علی اصغر کربلا کے قحط آب میں نہانی بے آب کی طرح ترپتے تھے وہ باپ سے ہادشاہ ہو کر ملے یہ مقتول بن کر ماں کے سامنے آئے وہ دشمنوں میں اسیر ہوئے علی اصغر نے۔ الموت اولیٰ من رکوب العار۔ مرجانا اولت کی زندگی سے بہتر ہے۔ پر عمل کیا۔



موسیٰ نے فرعون کے شر سے نجات پائی مگر اصغر یزید کے دستِ قہر سے نہ بچے ان پر دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ حرام کر دیا گیا تھا۔ وحر منا علیہ المراضع لیکن اسی وقت تک جب تک ماں کے پاس نہ پہنچے آغوشِ مادر میں پہنچ کر امتحان ختم ہو گیا۔ علی اصغر کی دودھ بڑھائی پیکانِ تیر سے ہوئی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں بھی لب تر نہ ہوئے فرعون نے باں تہرہ موسیٰ کی بہن کو قاتلہاں کرنے کے لئے بھیجا مگر عمرو بن سعد سپہ سالار لشکر یزید فوج میں حرمہ کو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ فرات سے پانی لا کر چلا دے بلکہ اس لئے کہ زہر میں بھجا ہوا تیر پھینک کر کام تمام کر دے خواہر موسیٰ قصر فرعون میں بڑی عزت کے ساتھ آئیں آسید سے بھائی کی پرورش کے بارے میں گفتگو کی مگر علی اصغر کی بہن یزید کے بھرے ہوئے دربار میں قید کر کے لائی گئیں اور شامی نے کنیزی میں طلب کیا۔ غرض موسیٰ کلیم ہو کر مشہور ہوئے اور علی اصغر بے زبان سمجھ کر ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

بارون موسیٰ کے وقار شعار بھائی تھے جو سن و سال میں کلیم اللہ سے بڑے تھے انھوں نے موسیٰ کو داغِ منارقت دیا تو علی اصغر کے بھی دل پر علی اکبر بڑے بھائی کے شہید ہونے کا ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا موسیٰ کا بھائی شیر و شبیر دو بچے یادگار چھوڑ گیا مگر اصغر کا بھائی نامراد جنت کو سدھارا۔

داؤد خوش الحانی میں نظیر نہ رکھتے تھے چرند و پرند کی صدا پر گوشِ برآواز ہو کر دھقہ کر لیتے تھے تو علی اصغر کی صدائے گریہ نے خیمہ امام میں ہر صغیر و کبیر کو بے قرار کر دیا وہ لوہا نرم کرتے تھے تو مشہور ہے کہ علی اصغر کی مظلومی نے فوج یزید کے سنگدلوں کو رما دیا دشمن کے اپنی قلب پر صرف مظلومیت اثر کر سکتی ہے اس کو دست و بازو سے تعلق نہیں ہے داؤد و قدرت کی طرف سے قضیہ فیصل کرنے کا علم مرحمت ہوا تھا تو علی اصغر نے

بے زبانی میں اپنی جگہ یہ فیصلہ کیا کہ جب ماں بہنوں کے ہاتھ اسیری میں پس گردن سے بندھنے والے ہیر تو گلو، میں کون لے گا جان دے دینا ہی بہتر ہے۔

سلیمانؑ نے جنوں کو مسخر کیا وہ وقتی اقتدار تھا علی اصغر کا ماتم ہی جان میں آج تک ہے اور روز قیامت تک رہے گا۔

یونسؑ: مچھلی کے پیٹ میں علی اصغر تو جوں کے ذل میں اُن کا سفر عالم آب میں ان کا سفر جلتی ہوئی دھوپ اور اُٹھتے ہوئے بگولوں میں ان کی شیم سے دریا کی بیمار مچھلیاں صحت یاب ہوتی تھیں تو بچہ کی خاک تربت شفا ہے وہ قوم سے خشکیاں ہو کر چسے یہ قوم کی جہالت پر انگبار انھوں نے اپنی تسلیج میں پکار کر کہا۔

انی گنت من الظالمین۔ علی اصغر چپ رہ کر بتا رہے ہیں قاتلِ عالم ہے اور میں مظلوم یونسؑ کی شان میں ہے ارسلناہ الی مائتہ الف او یزیدون ان کو ایک لاکھ یا زیادہ نفوس کی طرف مبعوث کیا اور علی اصغر بھی کم از کم تیس ہزار نفوس کی طرف بھیجے گئے ان کے بطن مامی سے نکلنے کے موقع پر قدرت کو یہ منظور ہوا کہ تعب زدہ جلد پر کبھی نہ بیٹھے اس لئے کدو کے چوں نے سایہ کیا جسم میں توانائی آنے کے بعد یونسؑ اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں امام کو یہ خوف ہوا کہ مہار الا شہائے شہدا کی پامالی میں یہ نازک جسم بھی گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو جائے اس لئے آغوشِ قبر میں سلا دیا۔

جہاں سے بچ صبح قیامت کو اُٹھے گا۔

ایوبؑ کے نیچے آبِ سرد اور خوشگوار کا چشمہ پیدا ہوا جو مریض نبی کے غسل کرنے کے لئے قدرت نے ظاہر کیا مگر اصغر کے پیچے کے لئے قحطِ آب۔

از آب ہم مضائقہ کردند کو فیاں خوش داشتند حرمت مہمان کو بلا  
شعبہ عالم ہیری میں گوشہ نشین اور علی اصغر زمانہ طفولیت میں میدانِ جہاد میں۔



خطر والیاس: کو خدا نے خلعت حیات عطا کیا وہ آج تک زندہ ہیں۔ تو شاہزادہ علی اصغر بمفاد لا تحسن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات بل احياء بھی زندہ ہیں حضرت آپ حیات کی بدولت زندہ ہوئے یہ آپ فرات سے محروم رہ کر زندہ جاوید ہوئے۔

ذوالقرنین: کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے سر پر یکے بعد دیگرے دشمن کی دو تلواریں پڑیں اور ہر بار خدا نے شہید ہونے کے بعد زندہ کیا مگر علی اصغر کے نازک گلے پر بیک وقت سب سے تیر پڑا۔

زکریا: آرمہ سے قتل کئے گئے تیسرے شعبہ بھی آرمہ کی تصویر ہے وہ زہر آلود نہ تھا یہ زہر ہلاہل میں بجھا ہوا۔

دانیال: کو دشمن کے خوف میں ماں نے شیروں کے بیٹھ میں ڈال دیا۔ دیندوں نے اُن کی تربیت کی اور علی اصغر کو درندہ صفت انسانوں نے قتل کیا۔

جرجین: کو جسمانی تکلیفوں میں مبتلا کر کے مختلف آلات سے قتل کیا گیا مگر اُن کا جسد بیکر علی اصغر کا ایسا نازک نہ تھا جس کو دشتِ نینوا کی گرد کا ذرہ ذرہ اذیت پہنچا رہا تھا۔

یحییٰ: سی نماز مشہور ہے علی اصغر مکلف ہوتے تو ان کی نماز سے موازنہ کرتا ان کے جہاد کی تصویر کچھ نماز سے ملتی ہوئی ہے باپ کا استغاثہ بجائے اذان کے عورتوں کی فریاد و نالہ اقامت کی جگہ ہاتھوں پر بلند ہونا قیام اتمام حجت میں چشم و ابرو کا اشارہ قربت تیر سے منقلب ہونا رکوع قبر میں سونا سجدہ یہ محیر العقول نماز جہاد اس روزے کے عالم میں تھا جیسا روزہ حضرت یحییٰ نے نہ رکھا ہوگا۔ یحییٰ کا سر کاٹ کے بادشاہ کے دربار میں لایا گیا اس میں نبی خدا کی اتنی توہین نہ تھی جتنی شہادت علی اصغر کے بعد ناموس نبی کو دربارِ یزید میں پہنچنے میں ہوئی ان کے باپ کا جو یحییٰ سے کہیں بہتر تھے سر بریدہ زیر

تحت رکھا گیا۔

عیسیٰ: کا نام عبداللہ تو علی اصغر بھی عبداللہ عیسیٰ مریم کے بیٹے علی اصغر فاطمہ کے لال وہ گوارہ میں ماں کی پاکدامنی کے گواہ بنے انھوں نے گوارہ سے نکل کر ناموس اسلام کی حفاظت کی وہ مسیح ان کی خاک تربت مسجداں مقام ادب ہے روانی طبع کہتی ہے کہ ننھے مجاہد کو اپنے باپ دادا کے پیکر میں دیکھوں اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے اگر بیٹا بزرگوں کے کمالات کا ورثہ دار ہو لہذا کہنے کا حق یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماں کے انتقال کے بعد بھوک سے امتحان شروع ہوا اور ۱۳۶۰ تا میں بدلی گئیں مگر فرزند عبداللہ نے کسی کا دودھ منھ میں نہ لیا لیکن یہ امتحان جناب حلیمہ کے آنے پر ختم ہو گیا علی اصغر کا امتحان جسمہ غضب حملہ کے آنے پر ختم ہوتا ہے آپ کو ہجرت کر کے وطن چھوڑنا پڑا مدینہ میں پناہ نہ ملی رسول پر جرم تبلیغ میں پتھر برسائے جاتے تھے تو بے گناہ اصغر پر حسین کا فرزند ہونے کے جرم میں لوہے کا تیر پھینکا گیا۔

حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ ولادت کے بعد فاطمہ بنت اسد نے ہاتھ دیے تو آپ نے قنات چاک کرتے ہوئے عرض کیا یا امہ لا تشدی یدی لسانی البصيص لربی اے مادر گرامی میرے ہاتھ نہ ہاندھے میں اپنے رب سے مناجات میں مجھوں تو علی اصغر نے جناب امام حسین کی آواز استغاثہ سن کر قنات چاک کر ڈالا اور زبان بے زبانی عرض کیا کہ میں نصرت کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے سر سے عالم طفولیت میں ماں کا سایہ اٹھا علی اصغر نے رضاعت میں آغوش مادر چھوڑی جناب سیدہ نے بچوں کی صحت کے بعد تین روزے پیہم رکھے اور پانی سے افطار کر کے سائل کو در سے محروم نہ پھیرا تو علی اصغر نے تین روزے بخشش امت جد کے لئے ایسے رکھے جو پانی سے بھی افطار نہ



ہوئے خود بیا سے رہے مگر اپنے خون سے حیر ظلم کی جو سائل بن کر آیا تھا پیاس بجھائی۔  
 امام حسنؑ نے خاموش زندگی بسر کی اس پر ظلم پر درامت نے زہر سے کام تمام کیا  
 علی اصغر کو بھی یہ ورثہ ملا اور بے زبان بچہ پر جو تیر پھینکا گیا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔  
 اے علی اصغر آپ کی شہادت مصومیت اور بے گناہی کا قتل، حسن و خوبصورتی کا  
 استیصال، ہمت و بہادری کی خونریزی، شرافت و عزت کو کند چھری سے ذبح کرنے کے  
 مترادف ہے اس انسانیت سوز ظلم پر روز قیامت تک دنیا کے تہذیب نفرین کرے گی۔  
 (تاریخ شاہزادہ علی اصغر، آغا مہدی آصفی، صفحہ ۶۶-۷۳)

### شاہزادہ علی اصغرؑ آغوشِ فاطمہؑ میں:

دودھ پیتے بچے کی منزل گہوارہ آغوشِ مادر یا صرف بہنوں پھونکیوں کی گود ہو سکتی  
 ہے مگر شاہزادہ علی اصغرؑ چاہنے والوں کی گود سے جدا ہو کر باپ کے ہاتھوں پر رہے پھر  
 تیر کھا کر بلا کی تہتی ہوئی زمین پر کچھ دیر آرام کیا آخر میں گوشہِ خرد آباد کیا ہاتھ غیبی کی  
 ندانہ بھی آتی تو ہم سمجھ چکے تھے کہ تیر ظلم کا شہید جنت المادوی میں پرورش پائے گا اور زخمی  
 مجاہد کی تربیت کسی مزاجِ داں کے سپرد ہونا چاہیے۔ جو بچے کے رگ و ریشہ سے واقف ہو  
 قدرت نے مرنے والے بچوں کی پرورش ملائکہ خور و غلمان کسی کے سپرد نہیں کی اس عہدہ  
 پر اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو سرفراز فرمایا۔

روى عن الصادق ائد قال ان الله تعالى يدفع الى ابراهيم وساره  
 اطفال المؤمنين يغذونهم بشجرة فى الجنة لها اخلاف كا خلاف  
 البقر فى قصر من در فاذا كان يوم القيامة لبسوا وطيبوا واهدوا  
 الى ابائهم فهم ملوك فى الجنة مع ابائهم (مجمع البحرين، مطبع الميرین)  
 امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم اطفالِ مؤمنین حضرت

ابراہیم اور سارا کے سپرد کرتا ہے اور ظیل اللہ اُن کو جنت کے اُس درخت سے سرو  
سیراب کرتے ہیں جس کے ثمر پستان گاؤ سے مشابہ ہیں یہ درخت مروارید آباد کے  
ایک عظیم الشان قصر میں ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کپڑے  
پہنا کر بچوں کو ان کے والدین کے درجے میں بھیجیں گے پس وہ بہشت میں اپنے ماں  
باپ کے ساتھ شاہانہ زندگی بسر کریں گے۔

یہ خدمت بظاہر حضرت ابراہیم کے سپرد اس وقت تک رہی جب تک خاتونِ جنان  
حضرت فاطمہ زہراؑ نے دنیا کو خیر باد نہیں کہا جب دخترِ رسولؐ نے رحلت کی اس وقت  
سے یا تو یہ خدمت کلیتہاً محصورہ عالم کے سپرد ہوئی یا آپؐ نے اپنے جدِ امجد سے تعاون  
اپنی سیرت قرار دیا دوسرے مقام پر حدیث میں یہ بھی ہے طفلاً المؤمن اذا مات  
يدفع الي فاطمة تغذوه حتى يقدم ابواه او احد من اهليبيبة فيدفع  
اليهم مردہ مومن کا بچہ جب مر جاتا ہے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں اُسے  
حاضر کرتے ہیں اور محصورہ کو نین بنفس نفیس اس کی پرورش میں رحمت برداشت کرتی  
ہیں جب تک کہ اس کے ماں باپ یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت نہیں ہوتا۔

(جمع البحرین محقق طریقی)

یہ اخبار دیکھ کر دل کے کلڑے ہو جاتے ہیں اس تصور میں کہ جب شیرِ حرملہ سے زخمی  
ہو کر علی اصغر فاطمہ زہراؑ کے سامنے لہو میں ٹھائے ہوئے پینچے ہوں گے تو درو رسیدہ دل  
پر کیا گزری ہوگی۔ (تاریخ شہزادہ علی اصغر صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۳)



..... ﴿باب دوم﴾ .....  
.....

مصائبِ حضرت علی اصغر علیہ السلام



مصائبِ حضرت علی اصغرؑ  
کربلا کے راستے میں



## ۲۴۔ خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے:

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جیسے جیسے معاویہ کے مرئے کے دن نزدیک آئے تو اپنے بیٹے یزید پلید کو کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ یزید کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ بیٹے میں نے بہت بڑے بڑے بد معاشوں، سرکشوں کی گردنیں نیچی کر دی ہیں اور ان کو ذلیل و خوار کر دیا ہے اور خلافت کا راستہ تیرے لئے صاف کر دیا ہے اور تمام سلطنت کو تیرے قبضے میں دے دیا ہے البتہ تین آدمی مجھ سے بے قابو رہے ہیں ان کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکا ہوں:

۱۔ عبداللہ بن عمر

۲۔ عبداللہ بن زبیر

۳۔ حسین بن علی علیہ السلام۔

۱۔ لیکن فکر والی بات نہیں ہے کہ عبداللہ بن عمر تو تیرے ساتھ ہو جائے گا تو اس سے نرمی برتنا اور اس کی مرضی پر چھوڑ دینا۔ اس سے تجھے نقصان نہیں پہنچے گا۔  
۲۔ عبداللہ بن زبیر یہ سخت قسم کا انسان ہے مکر و حیلے سے اس پر قابو پا لینا اور لکڑے لکڑے کر ڈالنا کیونکہ شیر لومڑی والا قصہ ہوگا۔

۳۔ لیکن حسین بن علیؑ ان کے بارے میں ہم کو معلوم ہے کہ پیغمبر خداؐ اسے کتنی نزدیکی قرابت رکھتے ہیں گویا کا گوشت اور پوست ہیں۔

اور میں جانتا ہوں کہ اہل عراق بھی ان کا ساتھ نہیں دیں گے پھر موقعہ پائے ان کو تباہ کر دینا اور اگر تجھے ان پر کامیابی ہو جائے تو کچھ نرمی سے کام لینا کیوں کہ ہماری پرانی رشتہ داریاں ہیں اور جہاں تک بھی ہو سکے ان کے درپے آزار نہ رہنا حالانکہ وہ تجھے اپنا دشمن ہی تصور کریں گے۔

پھر جب معاویہ مر گیا اور یزید نے خلافت و حکومت سنبھالی تو اپنے قاصد کو مدینے روانہ کیا اور یہ شخص یزید کا چچا عبداللہ بن ابوسفیان تھا۔ عقبہ مدینے میں آیا۔ اس سے پہلے مدینے کا حاکم (گورنر) مروان بن حکم تھا عقبہ نے اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا اور خود اس سے شیپے ماتحتی میں بیٹھا تاکہ یزید کا فرمان اسے سنائے۔ مروان فوراً ہی بھاگ گیا اور پھر عقبہ کے ہاتھ نہ لگا۔ عقبہ نے کسی قاصد کو امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ جا کر کہے کہ یزید نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان کی بیعت کر لیں۔

عقبہ کو امام حسینؑ نے جواب دیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیتؑ خاندانِ کرامت و معدنِ رسالت اور حق کے علمبردار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت ہمارے سپرد کی ہے۔ ہم حق بولتے ہیں اور ہم وحی خدا کے تابع بات کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے نانا رسول خداؐ سے سنا ہے کہ خلافت خاندانِ ابوسفیان پر حرام ہے۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ ان حالات میں میں کیسے بیعت کر سکتا ہوں۔ پس جیسے ہی عقبہ نے یہ سنا تو فوراً ہی اپنے منشی کو بلا کر کہا کہ فوراً ایک تحریر لکھو۔

یہ نام خداوند بخشنده مہربان۔ منجانب عقبہ بن ابوسفیان۔ بہ جانب عبداللہ بن ابی مرثدہ۔

اما بعد۔ کہ حسین بن علیؑ تجھے رائق بیعت نہیں سمجھتے اور تیری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اب بتاؤ آگے کا حکم کیا ہے؟ والسلام

پس جیسے ہی یہ نامہ یزید ملعون (کہ خدا اس پر بے شمار لعنت کرے) کو ملا تو اس نے فوراً ہی جواب لکھا کہ مجھے لوثی ڈاک سے فوراً جواب دیا جائے کہ میری بیعت کے خلاف کون کون لوگ ہیں جو مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور تجھے چاہیے کہ میرے اس خط کے جواب میں سر حسین بن علیؑ کاٹ کر مجھے بھیج دیا جائے۔



## ۲۵۔ روضہ رسولؐ پر امام حسینؑ کا خواب:

یزید کو جیسے ہی امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے امام حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اب امام حسینؑ کو جیسے ہی اطلاع ملی تو آپ نے ملک حجاز چھوڑ کر عراق چلے جانے کا قصد کیا۔ جب رات ہو گئی تو امام حسینؑ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے تاکہ ان کے حرازِ اقدس سے وداع ہو لیں اس لئے جب مزار مقدس کے قریب پہنچے تو پیغمبر خدا کے مزار مقدس سے ایک نور چمکا۔ پھر امام حسینؑ اپنے گھر کو واپس آ گئے۔

دوسری رات کو پھر امام حسینؑ مزار مقدس نبویؐ سے وداع ہونے آئے تو روئے میں ایک راہ پیدا ہو گئی تو امام حسینؑ نے وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور نذر کو طوافی کر دیا تاکہ سجدے میں رو رو کر عرض کریں۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ خواب میں مانا نظر آئے اور آتے ہی حسینؑ کو گود میں لے لیا اور سینے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دے کر فرمایا:

”میری جان تجھ پر قربان ہو جائے۔ میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ ایسے حالات ہو جائیں گے کہ تجھے میری امت والے شہید کریں گے، خاک و خون میں نہلائیں گے اور یہ وہ گروہ ہوگا جو مجھ سے شفاعت کی امید بھی رکھتا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا کچھ نہ ملے گا، جہنم میں جائیں گے۔ اے میرے بیٹے اب تم اپنی ماں، باپ بھائی سے بھی الوداع ہو لو وہ بھی تمہاری دید کے مشتاق ہیں اور جنت میں تمہارے لئے اعلیٰ مقام ہیں جو شہادت کے بعد ملیں گے۔“

امام حسینؑ یہ خواب دیکھتے ہی روتے ہوئے اٹھے۔ اپنے اہل خاندان کے پاس آئے اور سب کو اپنے خواب سے باخبر کیا اور پھر سب سے وداع ہوئے پھر محسینؑ منگوا

کر بہن، بیٹی، بیٹے، بھتیجے قاسم وغیرہ کو سوار کیا اور اکیس اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سفر کا آغاز کیا کہ ان میں من جملہ تھے۔ (۱۔ امالی شیخ صدوق مجلس سی ام۔ ترجمہ عباس عزیزی)  
(۲۔ امالی شیخ صدوق مجلس سی ام۔ ترجمہ عباس عزیزی)

## ۲۶۔ بچوں کو کربلا لانے کا راز:

جس رات کے گزرنے پر صبح ہونے پر روانگی تھی ان کے بھائی محمد بن حنفیہ امام حسینؑ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ بھائی جان۔ اہل کوفہ ایسے بدتماش و بدترین انسان ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ انہوں نے کیا کیا اور مکروہ حیلہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ مجھے بھی فکر لاحق ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی اسی طرح کی بے وفائی کریں گے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو مکے میں جا کر قیام کیجئے کہ وہ خانہ خدا ہے۔ وہاں امان ہے اور کوئی شخص بھی مکے میں آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کو جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ مجھے عین کعبہ میں قتل کر دیا جائے گا اور کعبہ کی حرمت کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اگر حالات اس قسم کے ہیں تو آپ یمن کی طرف یا جنگل بیابان میں کہیں دور چلے جائیے تاکہ آپ کو کوئی پناہ سکے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس بارے میں غور کروں گا۔ صبح کے وقت امام حسینؑ نے مکے سے عراق کی طرف سفر شروع کر دیا۔ اب جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہ کو ملی تو بے تابانہ محمد حنفیہ امام حسینؑ کے پاس آئے اور اونٹ پر سے امام کو نیچے بلا کر فرمایا کہ آپ نے سوچنے کیلئے کہا تھا لیکن آپ تو فوراً ہی روانہ ہو گئے۔ کیا وجہ ہے کہ اتنی جلدی سے آپ نے مکے سے نکلنے کا طے کر لیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جیسے ہی آپ مجھ سے مل کر گئے تو مانا جان میرے سامنے آ گئے اور فرمایا کہ مکے سے باہر نکلو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ میں کشتہ دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد بن حنفیہ نے جب امام



حسینؑ کی گفتگو سنی تو فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ شہادت کیلئے جا رہے ہیں تو اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو کیوں لے جا رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد حنفیہ نے جب یہ سنا تو کفہ افسوس ملتے ہوئے غم و رنج میں ڈوب کر روتے ہوئے امام حسینؑ سے رخصت ہوئے اور واپس اپنے گھر آ گئے۔ (مثنیٰ الاعمال، ج ۱، ص ۶۰۰)

۲۰۔ امام حسینؑ عورتوں کو کربلا کیوں لائے:

جس وقت عبداللہ بن عباسؓ کو امام حسینؑ کے سفر کی اطلاع ہوئی کہ عراق جا رہے ہیں تو آپ امام حسینؑ کے پاس آئے اور بہت گڑگڑا کر کہا کہ آپ مکہ چھوڑ کر نہ جائیں اور اہل کوفہ کی برائی کی کہ وہ بے ایمان لوگ ہیں، بے مہر و سہ ہیں۔ مگر وحیلہ بہت کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو شہید کر ڈالا اور آپ کے بھائی حسنؓ کو زہر سے شہید کر ڈالا اس لئے وہ آپ کے ساتھ بھی بدتر سلوک ہی کریں گے اور بے یار و مددگار تنہا چھوڑ دیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنے بہت سارے خطوط مجھے اہل کوفہ نے لکھے ہیں اور مجھے بلانے کی دعوت دی ہے اور مسلم بن عقیل کا خط بھی میرے پاس آ گیا ہے کہ کافی کوفیوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر آپ نے جائے کا ارادہ طے کر لیا ہے تو عورتوں، بچوں کو اس گرمی کی شدت میں لیے سفر میں نہ لے جائیے۔ یہ لوگ کسی قسم کی رعایت نہیں کرنے والے ہیں آپ کو مع اہل و عیال شہید کر دیں گے۔

امام حسینؑ نے ابن عباسؓ سے کہا اللہ نے چاہا ہے کہ اپنی راہ میں ان کو امیر دیکھے تاکہ دشمنان دین خدا ذلیل اور زسوا ہو جائیں۔ اللہ کا ارادہ ظاہر ہوا اہل سقیفہ اور بنی

اُمید نام ہوئے اور ظالم ثابت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ مع بچوں اور عورتوں کے کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ (منہجی الاعمال، ص ۶۰۱)

۲۸۔ امام حسینؑ بچوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہو گئے:

امام حسینؑ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گئے اور اپنی پوری گفتگو اہلخانہ کو سنائی اور پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنی بہنوں جناب زینبؑ و ام کلثومؑ اپنی بیٹیوں اور بھتیجے قاسمؑ و محمدؑ میں سوار کرایا اور بیس (۲۰) افراد کی سرکردگی میں یہ قافلہ روانہ ہوا۔

۲۹۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی اطلاع:

جب امام حسینؑ کے عراق روانہ ہونے کی خبر عبداللہ بن عمرؓ نے سنی تو تیزی سے امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ ایک منزل طے ہو چکی تھی اور جا کر امام حسینؑ سے کہا کہ آپ نے کہاں کا قصد کر لیا ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا کہ عراق جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حرم کعبہ کی طرف واپس لوٹ چلیے۔ امام حسینؑ نے منع کر دیا تو عبداللہ نے کہا کہ آپ کے نانا جس جگہ آپ کا گلا چوما کرتے تھے میرے قریب لائیے۔ امام حسینؑ نے سینے کو کہا تو عبداللہ بن عمرؓ نے تین بار سینے کو بوسہ دیا۔ بوسہ دے کر رونے لگے اور کہا کہ میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اے میرے آقا حسین اس سفر میں آپ کو شہادت نصیب ہوگی۔

امام حسینؑ اپنی تمنا شہادت سے ہی واقف نہ تھے بلکہ آپ علم امامت سے جانتے تھے کہ میرے بیٹے بھی شہید ہو گئے اور چند رات عصمت و طہارت بھی سب قیدی بنالی جائیں گی۔ حتیٰ کہ امام حسینؑ کو حضرت علی اصغرؑ کی شہادت تک کی خبر تھی کیونکہ شب عاشور میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنت کا مقام دکھا کر بشارت دے دی تھی۔ پھر



بھیجے قاسم سے خطاب فرمایا تھا اور ان کو بھی شہادت علی اصغر سے آگاہ کیا تھا جبکہ علی اصغر اس وقت چھ ماہ کے شیرخوار بچے تھے اور اسے چھوٹے بچے اپنا دفاع کس طرح کر سکتے تھے اور حضرت علی اصغرؑ کو اپنے ساتھ لانے کا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا کو مظلومیت کی صدا سنا دیں اور بنی امیہ کے ظلم کو بتا دیا جائے۔

### ۳۰۔ بنی امیہ کی دھوکا دہی:

امام حسینؑ کا قافلہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عراق کی سمت رواں دواں ہے۔ پہلے منزل رھیمیہ پر پہنچے۔ اس وقت ایک دشمن اہل بیت امام کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے پیغمبر کے بیٹے کیا سبب ہوا کہ آپ نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اس دشمن کا نام اباحرم تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے اباحرم تجھ پر لعنت ہو (وائے ہو) بنی امیہ مجھے برا کہتے ہیں پھر بھی میں نے صبر سے کام لیا۔ میرا مال لوٹ لیا صبر کیا اور اب میرا خون بہانا چاہتے ہیں اس لئے میں نے سفر اختیار کیا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل و عیال کو قتل کر دیں گے اور قیدی بنا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے دشمنوں کو ذلت و خواری کا لباس پہنا دیا ہے اور ان پر تیز ٹکوا دیں اور غم کو مسلط کر دیا ہے۔ ذلت و خواری سے ہی جنس گئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کسی کو مسلط کرے گا (حضرت محی الثقلینؑ کو) کہ وہ ان کو انکے گئے کا مزہ چکھائے گا اور ذلیل و خوار کرے گا۔

### ۳۱۔ حسینی بچوں نے تحریک حسینی کو زندہ کر دیا:

ہاں۔ ہاں۔ حسینؑ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق یزید کے خلاف قیام کیا ہے اور دین خدا کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے اور حسینی تحریک کو چلانے اور زندہ رکھنے کیلئے یہ اسکیم قیامت تک باقی رہے گی اور قیام قیامت تک یہ ذکر عزا باقی رہے اور

لوگ غم میں روتے رہیں اور گریہ کرتے رہیں اور عزائے حسینؑ کو قیامت تک زندہ رکھیں اور راہِ کربلا میں قدم رکھیں اور بچے عورتیں اور تمام اعزہ کو اس لئے بھی ساتھ لے جانا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کا وظیفہ خیر و خوبی سے بجا لائے اور امام حسینؑ اپنے شش ماہے علی اصغرؑ کو بھی اس صحرائے خومین میں لے کر آئے تھے حالانکہ شیر خوار ہے اور کوئی اسلحہ جنگ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا ہے لیکن یہی شہادت شیر خوار علی اصغرؑ۔ یزید پلید کو تمام عالم میں بدنام و ذلیل کر دے گی اور دشمنی بنی امیہ کی قسمی چاک ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ تحریکِ حسینی حقانیت پسند تھی اور انکے دشمن ذلیل و خوار اور سنگ دل تھے۔

### ۳۲۔ راستے کا ایک خواب:

پھر قافلہ حسینی دوسری منزل ”عذیب“ پر پہنچا۔ یہاں پر امامؑ نے ایک خواب دیکھا تو روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے نام امام حسینؑ کے بڑے بیٹے شہزادہ علی اکبرؑ نے پوچھا بابا جان آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت کا دیکھا ہوا خواب کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوتا ہے۔ مجھے کسی نے خواب میں کہا کہ تم تیزی سے کربلا کی سمت جا رہے ہو حالانکہ موت تم کو جنت میں لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ خواب امام کے قافلے والے بھی حضرات نے سنا جس میں بچے بوڑھے، نوجوان اور عورتیں سبھی تھیں اور اب سب کو پتہ چل گیا کہ یہ کاروانِ شہادت ہے اور یہ سب لوگ راہِ حق میں شہید ہونگے۔ (ابنِ شہر آشوب)

### ۳۳۔ کربلا میں داخل ہوتے وقت امامؑ کا گریہ:

جب امام حسینؑ کربلا کے علاقے میں پہنچے اور آپ نے حکم دیا کہ خیمے نصب کئے



جائیں۔ جب خیمے نصب ہو گئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تقریباً اس وقت امام کے ساتھی صرف چالیس (۴۰) افراد تھے جن میں سے تیس (۳۰) افراد شروع ہی میں شہید ہو گئے اور مع حضرت سجادؑ نو (۹) افراد چھوٹے بچے تھے جس میں بزرگ حضرت عباسؑ تھے اور چھوٹے حضرت علی اصغرؑ تھے۔ سب سے امام نے فرمایا کہ خیمے میں جمع ہو جائیں۔ عورتیں ساٹھ (۶۰) عدد تھیں اور اولاد عقیل تھیں سب ملا کر ۱۲۰ عدد تھیں جو اہل بیت اور امام سے وابستہ تھیں۔

فجمع الحسين ولده و اخوته اهل بية ثم نظر العبيد فبکی ساعة حضرت نے سب کو جمع کیا پھر رونے لگے اور سب سے فرمایا کبھی ان کو دیکھتے تھے اور کبھی گریہ کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر تمام عورتیں بھی رونے لگیں۔ غرض بچے اور بزرگ و عورتیں بھی نے رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے خدا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پاپے والے ہم سب تیرے رسول کی عزت میں اور ہم خانہ کعبہ سے جدا ہو کر یہاں آئے ہیں ہم کو دشمنوں نے ہمارے وطن سے دور نکال دیا ہے۔ بنی امیہ نے ہم کو تکلیف میں ڈالا ہے۔ تو حق کو ان سے چھین لے اور ہماری نصرت عطا فرما۔ اب اس طرح کرنے سے حضرت کی غرض دل کو تسلی دینے سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ اپنے عزیزوں کی تسلی مقصود تھی کیونکہ جب یہ لوگ یزیدی لشکروں کو آتا دیکھتے تھے تو خوف و ہراس چھا جاتا تھا اور شاید اس بات سے امام کی غرض یہ بھی ہو کہ ہر شخص کے چہرے سے اس کی پریشانی جاننا چاہتے ہوں۔ امام کو تو روز عاشورہ کے تمام واقعات کا علم تھا۔ عباسؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ سب جاچکے ہوئے اور صرف علی اصغرؑ خیمے میں ہاتھ پیر مار رہا ہوگا اور پھر اس کو تیرسرا شعبہ لگے گا۔ امام حسینؑ نے گریہ کر کے ان بچوں، عورتوں اور حملہ افراد پر رو کر مجلس قائم کر دی اور عزاداری کی بنیاد ڈال دی۔ (مصائب امام حسینؑ مؤلف شیخ جعفر شہری ص ۷۶)

### شب عاشورا اور حضرت علی اصغرؑ:

تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ یہ چھ مہینے کا سفر معصوم شہزادے نے کیسے گزارا، ہاں ہمیں تاریخ اور کتب روضہ یہ ضرور بتاتی ہیں کہ سات محرم کے دن کو پانی بند ہوا گرمی کے موسم کی وجہ سے معصوم بچوں پر پیاس کا غلبہ ہونا فطری عمل تھا۔

دسویں کی رات ہے، ایک خیمہ کے باہر ایک چھوٹا سا گہوارہ آویزاں ہے، اس گہوارے میں ایک معصوم ہے جو پیاس سے بے قرار ہے، معصوم کی آنکھیں بند ہیں، کسی کسی وقت پیاس سے گردن بدلتا ہے، ایک عجیب حالت ہے کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، تمثیل کے رنگ میں اتنی ہی کہہ سکتے ہوں کہ جس طرح موتیا کا نازک سا ادھ گھلا پھول گرمی کی حدت میں کھلا جاتا ہے اسی طرح محتا کے اس نازک غنچے کے چہرہ انور کا رنگ زرد ہو چکا تھا، پیاس کی شدت نے پھول کی پتی سے زیادہ نازک ہونٹ خشک ہو چکے تھے، حتیٰ کہ آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، خدا جانے کیا مصلحت تھی کہ جس کے تحت تمام احباب ان کی یہ حالت دیکھ کر روتا ہوا جاتے تھے۔

پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی معصوم کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتا ہے، اس لئے شہزادے کی بہن حضرت سیکندہ ہر خیمہ میں جا کر ایک ایک کو اپنے معصوم بھائی کی حالت زار بیان کرتی ہیں کہ میرے بھائی کو جب پیاس مجبور کرتی ہے تو کسی کسی وقت آنکھیں کھولتے ہیں، ان کی منہنیاں بند ہیں اور اب تو نبض بھی رُک رُک کر چل رہی ہے، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر مر جاتی ہے، ان کی اب کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔

معصوم کی یہ حالت دیکھ کر ان کی ماں حضرت اُمّ رباب روتی ہوئی ایک طرف چلی گئیں کہ بیٹے کی یہ حالت ان سے اب شاید برداشت نہیں ہو سکتی ہے، ایک معصوم بہن ہے جو بھائی کی پیاس تو نہیں بجھا سکتی مگر پیاس سے بھائی کو سلانے کی کوشش کر رہی ہے اور



لوری سناری ہے، رو کر کہتی ہیں کہ بھائی! آپ کے دکھوں پر بہن قربان ہو، اب تو سو جائیں۔ جب آپ روتے ہیں تو میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے، مجھے خشک زبان مت دکھلائیں کہ اب مجھ سے یہ منظر برداشت نہیں ہوتا ہے، اب تو سو جائیں میرے چاند۔ شب عاشور ایک مرتبہ حضرت عباسؓ جب خیمہ میں آئے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ معصومہ بی بی حضرت سیکندہؓ کے ساتھ بیالیس ۴۲ معصوم ہیں جن کے ہاتھوں میں خالی جام ہیں، ایک ایک خیمہ میں جاتے ہیں، پانی طلب کرتے ہیں، جس وقت معصومہ بی بی کی نگاہ اپنے چچا پر پڑی تو روتی ہوئی ان کے قریب آئیں اور عرض کیا کہ چچا جان! آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا مگر آج معصوم بھائی کی پیاس نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا ہے۔

چچا جان! پیاس کی شدت سے اب میرے بھائی کو غینہ بھی نہیں آرہی ہے، اگر ممکن ہو سکے تو کہیں سے تھوڑا سا پانی لا دیں تاکہ میرا بھائی بچ جائے۔

چچا کے سامنے جب معصومہ بی بی نے پانی کا تقاضہ کیا تو حضرت عباسؓ روتے ہوئے خیمہ سے باہر چلے گئے، معصومہ بی بی خالی جام ہاتھ میں لئے خاموشی سے انہیں باہر جانا ہوا دیکھتی رہیں۔

جس وقت کہیں سے معصوم سیکندہؓ کو پانی نہیں ملا تو بہت بے آس اور دل شکستہ ہو کر واپس صغیر بھائی کے گہوارے کے قریب آئیں اور بھائی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رونے لگیں اور فرمایا کہ بھائی! میں آپ کی خاطر خالی مشک اٹھا کر ہر خیمہ میں گئی ہوں مگر اب ہر طرف سے مایوس اور ناامید ہو کر لوٹ آئی ہوں کہ کہیں سے بھی مجھے پانی نہیں مل سکا، بھیا! بہن کی مجھوری ہے، بہن پر نازا مض نہ ہونا، شہزادہ علی اصغر کی والدہ حضرت اُمّ ربابؓ کی کیا کیفیت ہے؟ جس دکنی ماں کا معصوم پیاس

سے جاں بہ لب ہو اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے، یہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے، بی بی رو کر فرماتی ہیں بیٹا میرا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں مگر آپ کی حالت غریب ماں سے دیکھی نہیں جاتی، میں آپ کو لوری دینا چاہتی ہوں، سلانا چاہتی ہوں مگر پیاس کی وجہ سے آپ کو نیند بھی تو نہیں آتی، جب آپ آہستہ آہستہ اور زک زک کر سانس لیتے ہیں تو میں بہت گھبرا جاتی ہوں، اب مجھ سے آپ کے پیاسے خشک ہونٹ دیکھے نہیں جاتے، مگر کیا کروں کہ نہ تو میں آپ کی پیاس بجھا سکتی ہوں اور نہ ہی موت اپنے بس میں ہے۔

جس وقت شہزادے کی والدہ گہوارے کے نزدیک تشریف لائیں تو بیٹے کی بے قراری دیکھ کر ماں کی مامتا تڑپ اٹھی، رو کر فرماتی ہیں بیٹا! ایک مرتبہ تو ماں کے ساتھ بات کر لیں، آخر آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ دیکھیں تو میں کب سے آپ کو بلا رہی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ بہت زیادہ پیاسے ہیں، مگر میری بھی مجبوری ہے کہ دریا پر ظالمین کا پہرہ ہے، خیم میں کسی کے پاس پانی نہیں ہے، آپ کے پاک بابا کو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، آخر میں کیا کروں۔

(مجلس المنظرین علی روضۃ المنظمین، ص ۲۵۹-۲۶۲)





مصائب علی اصغر روز عاشور

الف۔ علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے:

۳۴۔ عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کا آرام دل و جاں

جب تک حضرت عباسؑ زندہ رہے تو امام حسینؑ کے تمام بچوں کو ڈھارس رعی اور کسی بھی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا کیونکہ عباسؑ اپنے باپ امیر المومنینؑ کی شوکت و حیدریہ اور شجاعت و علویہ کے مالک تھے۔ عباسؑ گویا طاقت و ہمت کا خزانہ تھے۔ امام حسینؑ کو بھی عباسؑ سے بے حد لگاؤ تھا گویا تنہا عباسؑ پورے لشکر کی طاقت اپنے اندر رکھتے تھے اور لشکر کو لٹکا کر بھگا دینا ان کا کام تھا اور ہر طرح کا دفاع کرتے تھے۔ جب روز عاشورہ امام حسینؑ کو اپنے بھائی عباسؑ نے دیکھا کہ مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں عباسؑ قریب آئے اور امامؑ سے فرمایا کہ آقا آپ مجھے اجازت جہاد عنایت فرمائیں۔ امام حسینؑ رونے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں:

انت صاحب لوائی۔ فاذا مضیئت تتفرق عسکری

امامؑ نے فرمایا: بھائی عباسؑ تم تو میرے لشکر کے پرچم دار (علمدار) ہو۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو میرا لشکر ہی ختم ہو جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے جواب میں فرمایا:

لقد ضاق صدري من هؤلاء المنافقين وأريد أن اخذ ثأري منهم  
اے آقا۔ ان منافقوں کی سنگدلی سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے طاقت و صبر و قرار ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب دل چاہتا ہے کہ ان سے بدلہ لوں۔

ہاں۔ حضرت عباسؑ اپنی زندگی سے محفل ہوتے جا رہے تھے۔ آپ کے ساجیٹ گلشنِ زہرہ کے چاند ستارے پھول سب ماند پڑ گئے اور خاکِ کربلا پر سو گئے۔ اب تمام بچے علی اصغرؑ، سکندرؑ و رقیہؑ، محمد باقرؑ غرض تمام بچے شدتِ پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔



جب امام نے حضرت عباسؓ کو کمر بستہ پایا تو فرمایا کہ اچھا بھائی ان بچوں کے لئے پانی لینے جائیں۔ (مقتل مرقوم ص ۳۳۵، داسن از فضائل مصائب و کمالات حضرت ابوالفضل عباسؓ)

### ۳۵۔ حضرت علی اصغرؓ ہاتھوں پہ چلے گئے:

خمیرے میں عباسؓ نے بچوں کی صدائے العطش العطش سنی۔ پانی ہائے پانی۔ جان اٹکی جاتی ہے اے عباسؓ۔ بنی ہاشم کے چاند تیرے چہرے کی روشنی چاند سے زیادہ چمکدار ہے۔ میرے ہاتھ سے علی اصغرؓ بھی چلا جائے گا تب بھی صبر کروں گا اور دوبارہ زندہ ہو کر پانی پھر طلب کرے گا۔ میں نے چاروں طرف بھاگ دوڑ کی اور چاہا کہ کسی طرح اس کے لئے پانی حاصل کر سکوں لیکن میں نے صرف وہاں کے آنسو ہی دیکھے۔

اگرچہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے اسے نیند بھی آجائے تو خواب میں پانی ہی پانی کی صدا آئے گی۔ ہماری آواز فرات کے کنارے آسمان تک جا رہی ہے۔ اب تم پیاس کو قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ بچوں کی صدائے العطش العطش سے دریا شرمندگی سے آب آب ہو رہا ہے۔ یہ خشک خشک جو تم نے اٹھا رکھی ہے اور پانی کی تلاش ہے تو آہستہ آہستہ پانی کہو۔ آل رسولؐ سب پیاسی ہے اور پیاس سے بے حال ہے۔ مرنے کے قریب ہے اور گرمی آفتاب کی حدت سے جلے جا رہے ہیں۔ اب اگر خمیرہ حسنی سے گزر ہو تو پانی ہی پانی کی صدائیں آئیں گی اور علی اصغرؓ کی حالت غیر ہوگی۔ قیامت کے روز ظالمین کو سزا ملے گی جنہوں نے پانی بند کیا تھا۔ رسولؐ سے کیسے شفاعت کرائیں گے۔ حسینؓ پیاسے کا سر کاٹ لیا گیا اور ایک بوند پانی نہ دیا گیا۔ اے کاش سیلاب آجاتا اور سب کو تباہ و برباد کر دیتا۔

(مقتل مرقوم ص ۳۳۸، شعر از عارف بہلولیت عصمت و طہارت جناب غلام رضا سازگار)

## ۳۶۔ بچوں کی صدائے العطش العطش:

حسینؑ کے خیموں سے بچوں کی آواز العطش العطش آسمان تک جا رہی تھی۔ حضرت عباسؑ نے یہ دل خراش منظر دیکھا کہ علی اصغرؑ، سیکڑ، رقیہؑ اور دیگر بچے پیاس کی شدت سے غش میں پڑے ہیں، بچوں کے چہرے کارنگ اڑ گیا ہے۔ موت قریب آگئی ہے۔ یہ منظر دل گداز دیکھ کر عباسؑ کا دل گرمی جوش سے کہاب ہو گیا اور تاب ضبط و قرار نہ رہی۔

## ۳۷۔ علی اصغرؑ کا پیغام گہوارے سے:

اے ساقی۔ اس دشت و بیابان گر بلا میں پانی کا قطرہ ہے۔ پیاس مارے ڈال رہی ہے۔ تمام بچے خاک پر بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں اور واعظؑ (پیاس ہائے پیاس) کی صدا آسمان تک جا رہی ہے۔ اے ساقی اگرچہ تیرا تو کام ہی پینا پلانا ہے مگر یہاں ساقی ہی پیاسا ہے۔ تو ان ننھے بچوں کی پیاس دیکھ اور پیاس کی شدت پر دیکھو علی اصغرؑ بے شیر نے گہوارے سے یہ پیغام دیا ہے کہ اے۔ غلو جان۔ ہم کو پیاس مارے ڈالتی ہے العطش العطش العطش۔

بلبل بوستانِ فاطمہؑ پیاس سے ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ اہل بیتؑ رسولؐ کی خبر لو۔ ہائے پیاس۔ اے اللہ کے شیر کے شیر۔ تیرے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہیے کہ تجھے بچوں کی پیاس یاد ہے اور تمام بچے تمہارے لئے دعا کریں گے۔ اب توروئے سے آنکھیں بھی خشک ہو گئی ہیں ایک آنسو بھی نہیں نکلتا ہے اور لب بھی خشک ہو چکے ہیں۔

مشک خشک ہے۔ ہمارے لب بھی خشک ہیں اور آنکھیں رو رہی ہیں اگر اے سرورِ بوتراب ہو سکے تو پانی کی کوشش کرو۔ اے میثمؑ کتنے آنسوؤں کی بابت ہے کہ آلِ رسولؐ فرات کے کنارے پیاسی ہے اور العطش العطش کی صدا ہے۔

(نفل میثم، ج ۳، ص ۲۳۸، شہزادہ علی اصغرؑ، صحت و طہارت جناب آقائے غلام رضا سازگار)



### ۳۸۔ گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا:

ایک جوان قوم بنی اسرائیل کا گائے اور گنو سالہ پرستی کرتا تھا اور فائدہ اٹھاتا تھا۔ ایک روز ایسی ضرورت پیش آئی کہ گنو سالہ کو گائے کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا۔ گنو سالہ (پھڑے) کی ماں نے ایسی حالت وقت ذبح دیکھی کہ غم و اندوہ سے مالا درود کھینچنے لگی جس سے درود یوار لرزنے لگے۔ گائے نے درود کر دیا بہادیئے پھر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اس انسان کی شکایت خداوند عالم سے کی۔ فوراً ہی جوان کے دونوں ہاتھ خشک مثل لکڑی کے ہو گئے۔ جوان لرزتا کانپتا حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت موسیٰ واقعہ سننے ہی غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ یہاں سے بھاگ جا۔ میرے پاس تیرا علاج نہیں ہے۔ تو نے گائے کے سامنے اس کے بچے کو بے دردی سے ذبح کر دیا اور ماں کو زبردست اذیت پہنچائی ہے۔

اے میرے اللہ! ایک گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کر دیا تو حضرت موسیٰ کو بھی جوش آگیا۔ اب آپ آئیے میدان کربلا میں کہ امام حسینؑ کے سامنے کتنے عزیزوں کو شہید کر ڈالا۔ امام حسینؑ نے اس امید میں کہ علی اصغرؑ کی پیس بجھا لاؤں انکی مادر سے جدا کیا اور میدان جنگ لے کر گئے اور دشمنوں کی سنگدلی اس قسم کی تھی کہ شیر خوار معصوم بچے پر بھی رحم نہیں کیا اور بچہ جو اپنے باپ کی آغوش میں تھا تیرسہ شعبہ لگا کر شہید کیا اور اس کا سرتن سے جدا کیا گیا مگر علی اصغرؑ کیا چاہتے تھے۔ کیا وہ تہ بلند ہونا چاہتے تھے کہ تیرسہ شعبہ کا جواب دیتے۔ آیا دشمن نے ان کے باپ سے بھی کچھ حیا نہیں کی۔ آیا حرمہ بن کامل اسدی ملعون نے یہ نہ سوچا کہ کل فردائے قیامت رسول خدا کو کیا جواب دوں گا۔ علی اصغرؑ تو صرف چند قطرے پانی سے میرا سب ہو سکتے تھے اور آرام پاسکتے تھے لیکن دشمن حرمہ ملعون نے چند قطرے پانی دینا بھی گوارا نہ کیا اور اس

نابکار نے تین شب و روز کا پیاسا ہی علی اصغر کو شہید کیا۔

إلا لعنة الله على القوم الظالمين

(صدر الدین قزوینی، ریاض القدس ج ۲، ص ۱۰۵)

حضرت علی اصغر کی پیاس:

۳۹۔ چار سقّے دشتِ کربلا میں:

خداوند عالم نے پیاسوں کیلئے امام حسینؑ کے چار سقّے قرار دیئے ہیں۔ اہل حرم پر پیاس نے اتنا زبردست غلبہ کیا تھا کہ شدتِ تشنگی سے بعض تو کمزوری میں زمین پر گر گئے تھے اور آنجنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور حضرت علی اصغرؑ شدتِ تشنگی میں کلمہ تَلَطُّف کی شکل بن گئے یعنی مایہ آب کی مثل ٹوٹ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار سقّے مقرر فرمائے تھے (۱) حضرت رسولؐ خدا ہاتھ میں جام لئے کربلا میں موجود تھے اور ہر شہید کو آبِ کوثر پلار ہے تھے جیسے کہ علی اکبرؑ شہزادے کا واقعہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ اے بابا میرے نانا میرے پاس آ کر مجھے جامِ کوثر پلار ہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں ہی پیغمبر خدا کے ہاتھ سے علی اکبرؑ سیراب ہو چکے تھے اور سقّائے دوم کہ خود امام حسینؑ ہیں کہ پانچ محرم جب امام کا پانی بند کر دیا گیا تھا حضرت پشتِ خمیہ پر تشریف لے گئے اور ۱۹ قدم آگے بڑھے اور تھوڑی ہی مٹی زمین سے ہٹائی تو چشمہ آب جاری ہوا۔ حرم نے وہ پانی پیا پھر وہ چشمہ چھپ گیا۔ پھر اہل حرم میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں آیا اور کسی کو بھیج کر چاہا بھی کہ فوجیوں سے کچھ پانی لے لیں لیکن انہوں نے بھی پانی نہ دیا۔ حر کو بھیجا پھر بھی پانی نہ ملا اور جواب دیا کہ پانی ہرگز ہرگز نہیں دینگے۔

پھر حضرت عباسؑ کو بھیجا گیا لیکن پانی نہیں دیا پھر امام حسینؑ خود میدان میں



تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہل بیت کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعینو تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دیں گے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ میں مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغر شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کھاؤ۔

پھر فرمایا کہ دائے ہو تم پر۔ اے سپاہ کوفہ و شام تم کو چاہیے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو چکے ہیں۔

(مصاحب امام حسین، مولف حاج شیخ جعفر شمس الدین، ص ۱۰۰)

#### ۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کر بلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی پینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کا پینے لگے اور مشک کا دہانہ میزھا ہو گیا اور پانی بہنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگا لو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک تہران کا عالم جو اب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہ کے روزے کو کھولوں۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ زہرہؑ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے قصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سات ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا

تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہل بیت کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعیثو۔ تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دینگے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ میں مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغر شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کھاؤ۔

پھر فرمایا کہ دائے ہو تم پر۔ اے سپاہ کوفہ و شام تم کو چاہیے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو گئے ہیں۔

(مصائب امام حسین، مولف: حاج شیخ ہعفرہ مدنی ص ۱۰۰)

#### ۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کر بلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی چینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کاٹنے لگے اور مشک کا دہانہ میزھا ہو گیا اور پانی بہنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگا لو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک شہر ان کا عالم جو آب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہ کے روزے کو کھلوں۔ جانتے ہو گیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ (برہہ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے غصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سرت ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا



ہم بیدار ہو گئے اور بچے کی یہ طبیعت ہے کہ روتا ہے اور بیدار ہو جاتا ہے پھر دوبارہ آرام کرتا ہے۔ لیکن اس بار ہم نے دیکھا کہ پہلے کی طرح نہیں بلکہ ہم نے ہر ممکن کوشش کی گودوں میں لیا بچے کو بہلایا لیکن بچہ خاموش نہیں ہوا۔ گرمی کا موسم تھا ہم نے دیکھا کہ بچے میں بہت گھروری آگئی ہے۔ پتہ نہیں کسی چیز نے کاٹ لیا۔ پھر ہم نے بچے کو کپڑے میں لپیٹا اور لباس پہنایا۔ دیکھا کہ بچے میں کچھ جان سی نہیں ہے پھر بچے نے رونا شروع کر دیا اور پھر روتے روتے بے حال ہو گیا۔ ہم بھی بچے کی وجہ سے رورہے تھے پھر میں نے بچے کی ماں سے کہا کہ بچے کو ہسپتال لے جانا ہے۔ ہم نے لباس پہنا بچے کو بغل میں لیا اور سڑک پر آ کر سواری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ قریب میں پانی کا برتن (لیوان) گھڑا تھا ہم نے دیکھا کہ بچہ پانی کی طرف لپک رہا ہے (خم ہو رہا ہے) بچے کے زبان نہیں ہے بول نہیں سکتا لیکن اشہرے سے بتا رہا ہے کہ میں پیاسا ہوں۔

ہماری جانیں معصوم علی اصغر پر قربان ہو جائیں کہ چھ ماہ کی زندگی ہے اور منہ سے بول نہیں سکتے ہیں پھر ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ آگے کیا ہوا۔

آقا۔ ایک وقت ہم نے اولیاء کو دیکھا۔ امام زماں نے دیکھا تھا۔ آدم چھوٹے نہ تھے۔ اے اللہ اس شش ماہہ مولود مسعود علی اصغر کا واسطہ کہ تمام شیعیان اہل بیت کی دلی حاجتیں آج ہی پوری فرما دے۔ میں تو شیر خوار کے بارے میں بار بار یہی کہوں گا کہ روزِ عاشورہ معصوم صغیر نے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ یہ سن کر تمام حاضرین رونے لگے۔

اے خدا۔ ہم رو کر تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ مجلسِ شیر خوار بھی منعقد کرتے ہیں۔ ہماری غربت اور بے کسی کو دور فرما دے کیونکہ امام حسینؑ تو دریائے حیر ہیں۔ ان کے واسطے سے ہم پر رحم فرما۔ انہوں نے تیری راہ میں ہر شے لٹا دی اب تو بھی ان کے

واسطے سے ہماری تکلیفات کو دور فرما۔ آواز قدرت آئی۔ کہ ہم کو حسینؑ بہت عزیز ہے لیکن نظر نہ ڈالو کیونکہ اگر ان کو زمین پر پاؤ گے تو بے مددگار ہو جاؤ گے۔ آواز آئی (دغہ) رہائش کرو۔ ٹھہرو، جنت میں معصوم علی اصغرؑ کو شیر پلایا جا رہا ہے۔

(روضہ ہائی استاد فاطمی نیو، ص ۱۹۸-۲۰۰)

### ۳۱۔ ظالم یزیدیوں نے علی اصغرؑ کو پانی نہیں دیا:

ہماری جانیں اہل بیتؑ پر قربان ہو جائیں۔ اگر یہ اہل بیتؑ رسولؐ کسی پر ایک نگاہ کرم ڈال دیں تو ذرہ آفتاب بن جائے۔ زمین والا آسمان پر چلا جائے۔ آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ فارسی میں بے شمار شمار شعر کہے گئے ہیں لیکن جناب مختتم کاشی نے مرعے کے بند کہے ہیں۔ ان میں کتنی زبردست خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔

از آب ہم مضائقہ کردیم کوئیاں خوش داشتد حرمت مہمان کر بلا  
کیا کبھی ایسا سننے یا دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص کو مہمان بلایا گیا ہو اور چھ مادے بچے تک کو پانی نہ دیا جائے۔ اے خدا کیا بے رحمی ہے۔ کیا کبھی دیکھا ہے کہ مہمان کو بلایا گیا ہو اور اسے پانی بھی نہیں پلایا گیا ہو جبکہ بچے کو لاکر اس کی تشنگی بھی لوگوں کو دکھلائی گئی ہو پھر بھی ان ظالم کینوں اور بے رحموں نے پانی نہیں دیا۔ جبکہ شہزادہ علی اصغرؑ کی زبان پیاس سے باہر نکل آئی تھی۔ (روضہ ہائی استاد فاطمی نیو، ص ۲۰۱)

### ۳۲۔ علی اصغرؑ کی پیاس کی شدت:

لوگوں نے امام مظلومؑ کے ساتھ کوئی ہمدردی اور رحم دلی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسباب رحمت، ذات امام حسینؑ میں قرار دیے ہیں اور چونکہ ہم حسینؑ مظلوم پر آنسو بہاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے گا۔ اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ اسباب رحمت ان سے کیسے منقطع ہو گئے۔ تو یہ بات ہر قوم و



ملت کی ہے کہ اگر چھوٹے بچے کو دودھ یا پانی نہیں پلایا جائے گا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دشمنی کتنی ہی ہو پھر بھی کچھ تھوڑا رحم کیا جاتا ہے۔ ایک قطرہ آب دے دیتے ہیں لیکن کتنے بدترین کافر تھے وہ یزیدی جنہوں نے معصوم علی اصغر کو ایک قطرہ آب نہ دیا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے روز عاشورہ اپنے لئے کوئی خواہش نہیں کی مگر چند مواقع ایسے آئے ہیں جہاں آپ کو خواہش کرنی پڑی۔ پہلا موقع جب تھ کہ امام حسینؑ نے کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے پانی کا گھونٹ بچے کو پلا دو۔ میں اپنے لئے پانی برگرز نہیں مانگ رہا ہوں۔ نہ یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے گھر پر پانی لیجانے کیلئے پانی دے دو کہ بچے کو پانی گھر لیجا کر پلا دوں۔ میں یہاں نہیں کر رہا ہوں بلکہ خود غیرے قریب آ کر اپنے ہاتھ سے شیر خوار علی اصغر کو پانی کا ایک گھونٹ پلا دو۔ یہاں امام نے ایک قطرہ آب کی خواہش کی ہے لیکن خدا عافیت کرے ان ملعونوں کو کہ پانی بھی نہ پلایا اور تین بھال کا تیر علی اصغر کو مار کر شہید کر ڈالا۔ امام کے دس کوٹڑے ٹکڑے کر دیا اور بیان نہیں کیا جاسکتا کہ امام نے اس حالت میں علی اصغر پر کیسے نظر ڈالی۔

ہم نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رسول اللہ کے صاحبزادے حالت احتضار میں تھے تو رسول خدا وہاں داخل خانہ ہوئے اور حالت دیکھی تو رسول خدا نے ان کو آغوش میں لیا اور فرمایا کہ اس بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے حکم خدا ہے۔ صبر سے کام لیں۔ شرط فرمائی کہ اے لعینوں۔ خود آ کر معصوم علی اصغر کو پانی پلا دو۔ یہاں دو بڑی مصیبتیں اکٹھی ہو گئی ہیں ایک تو یہ کہ معصوم بچے کو پانی پلانے کیلئے جلتے ہوئے صحرا میں لائے تھے کہ کسی نہ کسی طرح پانی حاصل کر کے شیر خوار کو پلا سکیں۔ علی اصغر بالکل نڈھال اور بے جان ہو چکے تھے اور دوسری بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان کی ماں کا دودھ شدت تشنگی سے ختم ہو کر سوکھ گیا تھا کیونکہ دودھ موجود ہوتا تو بچہ پانی کا محتاج نہ ہوتا۔

امام حسینؑ نے جب یہ دیکھ لیا کہ بچہ پیاس سے جان دے دیا تو بہت مجبور کی میں اسے خیمے سے میدان میں اس لئے لائے تھے کہ شاید وہ لعین رحم کر کے ایک گھونٹ پانی دے دیں گے۔ اب دیکھیے کہ حضرت ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ کے بارے میں غور کریں موت کی کشمکش تھی حالت احتضار تھی کوئی پانی بند نہ تھا گلا خشک نہ تھا نہ زخم تھا نہ گلے پر تیر لگا تھا۔ اتنے پر بھی پیغمبر خدا بے چین تھے۔ اب امام حسینؑ کی حالت گے بارے میں اندازہ لگائیے کہ یہاں کتنے مصائب ہیں۔ بچے کے گلے پر تیر لگا۔ اماں کی گود میں بچے نے جان دے دی۔ اب میں نے مجلس کو تھوڑا طول اس لئے دیا ہے کہ گزیرہ زیادہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت اس مجلس پر ہو جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلس کے گریئے کی برکت سے مظلوم کے واسطے سے ہم کو بخش دے گا۔

(نور الشاہد، آیت اللہ العظمیٰ حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۳۱۲)

### شہادت علی اصغرؑ اور پیاس:

جناب علی اصغرؑ کی شہادت بھی پیاس کی ایک دلیل ہے کیونکہ اگر پانی ہوتا تو اماں جناب علی اصغرؑ کو دشمنوں کے سامنے پانی طلب کرنے کے لئے نہ لے جاتے اور حرمہ تیر سے آپ کو شہید نہ کرتا۔ چونکہ بعض حلقوں سے یہ غلط فہمی پھیلانی جا رہی ہے کہ اماں نے اپنے اس کسن بچے کے لئے پانی نہیں طلب کیا بلکہ آپ پیار کر رہے تھے اور تیر لگ گیا اور یہی تاریخ کا بیان ہے لہذا اس کسن شہادت کی جو تفصیل عام طور سے علماء و مورخین نے لکھی ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ شہادت علی اصغرؑ کی تفصیل کے بارے میں جو اختلاف تاریخ میں پایا جاتا ہے اس میں کس قول کو زیادہ حمایت حاصل ہے:-

علی اصغرؑ جن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ نہ تھی۔ بھوک پیاس کی وجہ سے رو رہے تھے۔



کیونکہ پیاس کی شدت کے باعث ان کی مادر گرامی کے یہاں دودھ نہ رہ گیا تھا۔ امام اس بچے کو لائے اور دشمن فوج کی صفوں کے سامنے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور اس وقت کوفیوں سے کہا اے آل ابوسفیان کے دوستو! اگر تم مجھے گناہگار خیال بھی کرتے ہو تب بھی تمہاری نظر میں بھی اس بچے کی کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ اس کو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ پیاس کی شدت سے خشک ہو گیا ہے۔ کوئی شخص بھی امام علیہ السلام کے جواب میں کچھ نہ بولا مگر حرمہ بن کامل اسدی نے بچے کو ایک شیر مارا جو آپ کے حلق پر پڑا اور علی اصغر اس شیر سے شہید ہو گئے (تاریخ التواتر ج ۶، صفحہ ۲۹۶، مقتل ابی قتیبہ صفحہ ۸۳) نتائج: (۱) جناب علی اصغر پیاس کی شدت کے باعث چناب ہو کر رو رہے تھے اور آپ کی مادر گرامی کا دودھ پیاس کی شدت کے باعث خشک ہو گیا تھا۔ جو پیاس اور شدید پیاس کی ایک دلیل ہے۔

(۲) جناب علی اصغر پیاس سے نہ تھے بلکہ ایسے پیاس سے تھے کہ امام علیہ السلام نے آپ کے لئے دشمنوں سے پانی مانگا۔ پانی مانگنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پیاس کی وجہ قحط و نایابی آب ہے جس سے پانی کی ہر روایت رد ہو جاتی ہے۔

(۳) شہادت در خیمہ پر نہیں ہوئی بلکہ امام آپ کو دشمنوں کی فوج کے سامنے لائے۔

(۴) شہادت کے وقت امام بچے کو پیار نہیں کر رہے تھے بلکہ ہاتھوں پر اٹھ کر فوج دشمن سے پانی طلب کر رہے تھے۔

(۵) کوئی شیر جو خیمہ کی طرف پھینکا گیا تھا وہ شہادت کا سبب نہیں بنا بلکہ حرمہ بن کامل اسدی نے آپ کے حلق کا نشانہ لے کر آپ کی طرف شیر پھینکا۔

(۶) جناب علی اصغر کی شہادت کے لئے ایک غیر مسلم مورخ کی واضح رائے

قابل لحاظ ہے۔

”حسین نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل شیرخوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو چیراں و متحیر کر دیا۔ گویا اس عمل سے حسین کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی اور تصور کر لیں کہ یزید دفاع کے لئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لئے کہ شیرخوار بچے کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بھیاناب عداوت کے جو ہر دین اور مذہب و قانون و قاعدے کے منافی ہے کچھ ظاہر نہ کرتا تھا۔“

(میسو مارین کی کتاب ”فلسفہ مذہب“ کا ایک حصہ۔ بحوالہ شہید اعظم ج ۲، صفحہ ۵۹)

نتائج: (۱) شہادت علی اصغر امام کی زندگی کے آخری لحظات میں واقع ہوئی۔ یعنی بقیہ تمام شہدائے بعد جناب علی اصغر شہید ہوئے جس سے اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ جناب علی اکبر جناب علی اصغر کے لئے پانی لائے ہوں کیونکہ جناب علی اکبر کی شہادت کے بعد یہ ممکن نہ ہو سکتا تھا۔

(۲) جناب علی اصغر کی شہادت اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ کو قصد و ارادہ کے ساتھ دشمنوں نے وحشت ناک طریقہ سے قتل کیا۔

(۳) جناب علی اصغر قتل کرنے کے بعد ظلم یزید اس طرح بے نقاب ہوا ہے کہ اس کی وحشت، بے سمیت، عداوت کی صفائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ لیکن اگر یہ شہادت اتفاقاً قرار دی جائے تو امام کی مظلومی کی وضاحت کا عظیم ذریعہ ختم ہو جائے گا اور ظلم یزید کے بے نقاب ہونے کا واضح ترین راستہ بند ہو جائے گا۔ شہادت کو اتفاقاً قرار دینا۔



قتل عمد کو قتل خطا قرار دیتا ہے جس کا فائدہ قاتل کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ مقتول کو۔  
اتفاقہ شہادت ظالم کی مدد کرتی ہے اور جان بچ کر شہید کئے جانے کی روایت مظلوم کی  
مدد کرتی ہے۔

(۳) ”پھر امام حسینؑ اپنے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو گھوڑے پر بٹھا کر صفِ اعدا  
کے نزدیک لے گئے اور کہنے لگے، اے قوم جفا کار تم لوگوں کے زعم میں اگر گناہگار  
ہوں تو میں ہوں۔ اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش تم اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ  
شدتِ عطش سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ اُن سنگدلوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر  
اجازتِ ابنِ زیاد تم کو اور تمہارے اطفال کو ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اسی اثناء میں  
حرملہ بن کابل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ حلقِ علی اصغرؑ سے گزر کر امام حسینؑ کے بازو پر  
لگا۔ (روضة الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۷۷)۔

(۴) امامؑ نے کربلا میں سات بار استغاثہ فرمایا۔ تیسرے استغاثہ میں اپنے طفل  
شیر خوار کے لئے پانی مانگا۔

تیسرے استغاثہ میں آپؑ نے صرف اپنے دودھ پیتے بچے کے لئے پانی مانگا اور  
فرمایا کیا کوئی شخص ایسا ہے جو اس شیر خوار بچے کے لئے مجھے پانی لاوے۔ (جب لوگ  
پانی نہ لائے) تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو تم خود اس کو پانی پنا  
دو۔ (خصائص حسینہ صفحہ ۱۸۱)

(۵) ابواسحاق اسفرائی کہتے ہیں۔ ”اس کے بعد آپؑ خیمہ میں داخل ہوئے اور  
فرمایا اے نبیؑ۔ اے میری پیاری بہن۔ میرے چھوٹے بچے کو ابھراؤ کہ میں اسے  
وداع کروں۔ نبیؑ نے کہا کہ اس بچے سے تمینِ دن سے پانی نہیں پیا آپؑ اگر اس  
کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔

امام حسینؑ نے بچے کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں  
 تڑپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لے کر حنائین کے سامنے گئے اور کہا، تم نے میرے  
 ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں۔ اس کو پانی دو۔ آپ یہ  
 کہہ رہے تھے کہ کسی بدکارہ نانا بچاں ہانپی نے ایک ڈھیر ملا تیر مارا جو اس بچے کے گلے  
 میں آکر لگا اور یہ معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ درد مند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا  
 اور یہ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے۔ اللہم اشہد علی ہؤلاء القوم الہی تو ان  
 لوگوں کے سلوک کا گواہ رہ۔ (شہید اعظم ج ۳ صفحہ ۱۹۱ اور امین ابو اسحاق سمرقانی، صفحہ ۳۰۳)  
 (۶) (حرمہ) نے اس کو (علی اصغرؑ) ایک زہر میں بچھا ہوا تیر مارا جو بچے کے  
 حلق پر پڑا اور بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا۔ بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر  
 تڑپا۔ امامؑ نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ہائے بچے، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور علی  
 اصغرؑ جو اس وقت اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہے تھے سکرائے اور شہید ہو گئے، امامؑ بہت  
 شدت سے روئے اور اصغرؑ کو ان کی ماں رہاب کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اے  
 رہاب۔ اب یہ بگھی پیاسے نہ ہوں گے۔ (بناء الاسلام صفحہ ۷۲)

(۷) مگر ایسا مضطرب نہ تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کو (جناب ہاجرہ) ساتھ لے  
 جاتیں۔ لیکن امام حسینؑ ایسے مضطرب تھے کہ علی اصغرؑ کو سہمی آب میں ہمراہ لائے۔ شاید  
 حضرت کو ظن غالب اس کا ہو گیا ہو گا کہ جب تک پانی لاؤں گا اُس وقت تک کام ان کا  
 تمام ہو جائے گا پس حضرت علی اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے سامنے صفوف لشکر سے  
 کھڑے ہوئے اور علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہو گئی  
 اور پائوں بلند پکارے۔

”اے کوفہ اور شام کے رہنے والو۔ کیا محترم نبیؐ نے تم کو ایسی ہی وصیت کی تھی جیسی



روشِ ظلم تم نے اپنائی ہے کہ مسلسل تین راتیں اور تین دن ہم پر اس طرح گزرے ہیں کہ ہم کو پانی سے محروم رکھا گیا ہے۔ (نہاء الاسلام صفحہ ۷۰، ۷۱ء)

امام حسینؑ نے گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ کارِ رخ کرنا چاہا تھا کہ اچانک خیمہ سے رونے کا شور بلند ہوا۔ امامؑ نے آواز گریہ سن کر رونے کی وجہ پوچھی۔ اہلِ حرم نے کہا۔ علی اصغرؑ بیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں ان کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور شیرِ خوار بلاکت کے قریب جا پہنچا ہے۔ امام مظلوم علی اصغرؑ کو دشمن فوج کی صفوں کے قریب لائے اور ہاتھوں پر اٹھا کر لشکرِ شام کو آواز دی کہ اے قوم اگر تمہارے خیال میں میرا کوئی گناہ ہو تب بھی یہ بچہ یقیناً بے گناہ ہے۔ اسے ایک گھوٹ پانی دے دو کیونکہ بیاس کی شدت سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس پر ان جفا کاروں نے جواب دیا۔ حکمِ ابنِ زیاد کے بغیر ہم آپ کو یا آپ کے بچوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دے سکتے۔ حرمہ بن کابل اسدی نے ایک تیر پھینکا۔ جو علی اصغرؑ کے حلق سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۵)

جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی دوسری تفصیل کے لئے حسبِ ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔ شہادت جناب قاسمؑ کے بعد امام خیمہ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور آپ کے فرزند عبداللہؑ کو لایا گیا جو بچہ تھے امام نے اس بچے کو گود میں بٹھالیا۔ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچے کو ذبح کر دیا۔ (ارشاد مفید صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ طبرستان ۱۳۷۷ء)

امامؑ نے اپنے کس فرزند عبداللہؑ کو مانگ کر اپنی گود میں بٹھایا اور اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچے کو ایک تیر مار کر ذبح کر دیا۔ (برجِ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۲)

جب امام حسینؑ (خیمہ کے سامنے) بیٹھ چکے تو آپ کے پاس آپ کا ایک بچہ لایا گیا جسے آپ نے اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے یہ عبداللہؑ

بن حسین تھے۔ ابو جحیف کہتے ہیں کہ عقبہ بن بشیر اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر امام محمد باقر بن علی بن حسین نے فرمایا کہ اے بنی اسد تمہارے ذمہ ہمارا ایک خون ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس میں میری خطا اور ذمہ داری کیا ہے۔ خدا آپ پر اے ابو جعفر رحمت نازل کرے اور وہ خون کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسین کے پاس ان کا بچہ لایا گیا۔ وہ بچہ آپ کی گود میں تھا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچہ کو ذبح کر دیا۔ (طبری حصہ دوم جلد اول صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱)

پھر امام نے حمامہ سر پر باندھا اور اپنے کمن بچے کو بلا کر گود میں بٹھایا۔ اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچہ کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ بچہ امام کی گود میں تھا اور لگنے والے تیر کا پھل چوڑا تھا۔ (الاخبار الطوال صفحہ ۲۵۵)

مذکورہ بالا عبارتوں سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تاریخ التواریخ، مقتل ابی جحیف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینہ، نور العین اسفرائینی، روضۃ الشہداء، شہید اعظم، نباء الاسلام اور اعظم کوئی جس کا حوالہ آئندہ آئے گا۔ دس کتابیں جناب علی اصغر کی شہادت کے سلسلہ میں حسب ذیل باتوں پر متفق ہیں اور ان مسلم مورخین سے غیر مسلم مورخ میسونارین بھی متفق ہے کہ۔

(۱) جناب علی اصغر بہت پیاسے تھے (آپ کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ پیاس کی شدت سے علی اصغر رو رہے تھے اور ان کے رونے نے اہل حرم کو زلایا۔ علی اصغر شدت عطش سے امام کے ہاتھوں میں آ کر تڑپ رہے تھے یہ تفصیل بھی ان کتابوں میں ہے چاہے سب میں نہ ہو۔)

(۲) امام بچے کو میدان میں دشمن فوج کے سامنے لائے اور علی اصغر کے لئے پانی مانگا۔

(۳) حملہ نے علی اصغر کو تیر مار کر شہید کیا۔



مذکورہ بالا دس کتابوں کی بیان کردہ تفصیل کے برخلاف۔ ارشاد، کامل، طبری اور  
لاخبار الطوال میں جناب علی اصغرؒ کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے۔ جبکہ آپ امام  
کی گود میں بیٹھے تھے۔ اور بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

ان چودہ کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ تیر کسی اور کو مارا گیا تھا مگر  
تیر اپنے نشانہ پر لگنے کے بجائے جناب علی اصغرؒ کو لگ گیا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ تیر  
آپ کو مارا گیا لہذا شہادت علی اصغرؒ اتفاقیہ تھی صرف بے بنیاد بحث ہے جس کی کوئی  
اصل نہیں۔ ”مجاہدہ کر بلا“ ”شہید انسانیت“ اور ”لؤلؤ الاحزان“ کی عبارتوں سے  
بھی تیر کا بے ارادہ لگ جانا ثابت نہیں ہوتا۔ ”مجاہدہ کر بلا“ صفحہ ۳۰۱ پر درج ہے  
”حملہ بن کامل اسدی نے تیر بچے کی گردن پر لگایا۔“ لگایا کے بعد ارادہ قتل واضح  
ہے۔ شہید انسانیت طبع اول کے صفحہ ۳۵۸ پر درج ہے۔ حملہ بن کامل اسدی کے تیر  
نے کام تمام کر دیا اور اسی طرح لؤلؤ الاحزان صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ دہلی کی عبارت  
”ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا تیر زہر آلود آگے لگا کہ حلق نازک سے پار ہو گیا۔“ سے بھی  
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تیر مارنے والے نے تیر کسی اور کو مارا تھا جو جناب علی اصغرؒ کو لگ  
گیا تاکہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جاسکے۔ کیونکہ دونوں عبارتوں میں صرف تیر لگنے کا ذکر  
ہے اور اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لگنے والا تیر علی اصغرؒ کا نشانہ لے کر پھینکا گیا تھا یا کسی  
اور کو نشانہ بنایا گیا تھا اور جناب علی اصغرؒ کو لگ گیا جبکہ لگنے والا تیر دونوں طرح کا ہو سکتا  
ہے لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف ابہام سے غلط نتیجہ نکال کر شہادت کو اتفاقیہ قرار دیا  
جائے۔ شہادت کے غیر اتفاقیہ ثابت ہو جانے کے بعد شہادت جناب علی اصغرؒ کے  
سلسلہ میں حسب ذیل باتوں میں اختلاف باقی رہ جاتا ہے۔

۱۔ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی یا میدان میں۔

۲۔ امام نے جناب اصغر کے لئے پانی مانگا یا نہیں۔ کیونکہ پانی مانگنا پیاس کی ایک دلیل ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی نہ ہونے کی بنا پر پیاس سے تھے اور پانی مانگنے کی بنیاد پر پانی کے وجود کی تمام روایتیں امام کے ارشاد کے مطابق غلط قرار پا جاتی ہیں۔

۳۔ جناب علی اصغر امام کے ہاتھوں پر تھے یا امام کی گود میں تھے۔ ابتدا میں جن دس کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی اصغر کو امام میدان میں لائے۔

آپ کے لئے دشمن سے پانی مانگا اور آپ امام کے ہاتھوں پر تھے جب حملہ لے حیر مارا البتہ بعد کی چار کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی۔ بچہ آپ کی گود میں بیٹھا تھا کہ قاتل کا تیر لگا۔ لیکن ان چاروں کتابوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغر تھے۔ جیسا کہ ارشاد اور کامل نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

۲۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا اس کا نام درج نہیں ہے جیسا کہ الاخبار الطوال میں ہے۔

۳۔ طبری لکھتا ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا طے نہیں ہے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علی اصغر تھے۔

اس کے برخلاف میدان میں شہادت جن کتابوں میں بیان ہوئی ہے وہ سب متفقہ طور پر جناب علی اصغر کا نام لکھتی ہیں۔ لہذا خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا یہ بات مشتبہ قرار پاتی ہے کہ وہ اصغر تھے یا نہیں اور میدان میں شہید ہونے والے علی اصغر تھے یہ بات غیر اختلافی ہے۔ اس کے علاوہ ان چاروں کتابوں میں قاتل کا نام



بھی درج نہیں ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ جی اسد کے کسی شخص نے تیر مارا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن کتابوں نے میدان میں ایک شیر خوار بچہ کی شہادت لکھی ہے وہ متفق ہیں کہ یہ بچہ جناب علی اصغرؑ تھے اور ان کا قاتل حرمہ تھا یعنی یہ کتابیں مظلوم اور ظالم۔ مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی کرتی ہیں۔

لیکن جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے ایک کمن بچہ کی شہادت درج ہے وہ اختلاف رکھتی ہیں کہ یہ بچہ کون تھا جناب علی اصغر یا کوئی اور صرف ارشاد اور کامل دو کتابوں نے اس بچہ کا نام علی اصغر لکھا ہے۔ طبری مشتبہ ہے۔ الاخبار الطوال میں کسی کا نام درج نہیں ہے اور ان چاروں میں قاتل کا قبیلہ بیان ہوا ہے۔ قاتل کا نام مذکور نہیں ہے۔ لہذا یہ کہ بین مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی نہیں کرتی ہیں۔ اب آپ کے سامنے اعظم کوئی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو شہادت جناب علی اصغرؑ کی اس اختلافی گتھی کو سلجھاتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک خیمہ کے سامنے جو علی اصغرؑ نہ تھے اور دوسرا بچہ میدان میں شہید ہوا جو علی اصغرؑ تھے۔

اسی مورخ (اعظم کوئی) کے موافق :-

”اب حسین ابن علیؑ تمہارے گئے کوئی ایک شخص بھی پاس نہ رہا صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا شیر خوار پوتا باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور کہا میرے بھتیجے کو میرے پاس لائے کہ اسے دیکھ کر رخصت کروں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیر اس بچے کے سینہ پر لگا، اسی وقت جان بحق ہو گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچہ کی نعش دفن کر دی اور اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے تھابت مضطرب تھا اپنے آگے زین

پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی۔ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں  
میں گناہگار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔  
حسین ابن علیؑ کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو  
شیر خوار کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ شیر گے نکالتے ہی  
بچے کی روح پرداز کر گئی۔ امیر المومنینؑ لاش لے کر آئے اور اس کی ماں کو دیکھ کر کہا۔  
لے، تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا۔ (شہید اعظم ج ۲، صفحہ ۱۹۰، ۹۱) (اعظم کوئی صفحہ  
۶۴۲، ۶۴۳، مطبوعہ یونیورسٹی دہلی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۲ء)

اعظم کوئی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک درخیمہ پر انس  
وقت شہید ہوا جب آپ اسے رخصت کر رہے تھے۔ یہ بچہ حضرت کے کسی بھائی کا پوتا تھا۔  
جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی وہی تفصیل ہے جو پہلے کی عبارتوں میں بیان ہو چکی ہے۔  
غرضیکہ پہلی دس کتابوں کی متفقہ تحریر بتاتی ہے کہ میدان میں شہید ہونے والا بچہ  
جناب علی اصغرؑ تھے۔ بعد کی چار کتابیں جن میں خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے بچے  
کا نام اختلافی ہے کہ وہ علی اصغرؑ تھے یا کوئی اور بچہ۔ اس کے برخلاف اعظم کوئی نے یکجا  
طور دونوں شہادتیں لکھ کر بات واضح کر دی کہ دونوں بچے الگ الگ ہیں۔ اعظم کوئی کی  
وضاحت اور پہلی دس کتابوں کی صراحت کے بعد طے ہو جاتا ہے کہ میدان میں شہید  
ہونے والے علی اصغرؑ تھے۔ جناب علی اصغرؑ کا قاتل قبیلہ بنی اسد کا حرمہ تھا اس کے  
برخلاف دوسرے شیر خوار بچے کا قاتل کا نام نہیں معلوم ہے۔ خیمہ کے سامنے شہادت کا  
بیان جن کتابوں میں ہے ان میں بھی بچے کے قاتل کا نام نہیں ہے صرف ذکر ہے کہ  
قاتل قبیلہ بنی اسد کا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قاتل کا اسدی ہونا ہی اس اشتہاد کا باعث ہوا ہو  
کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے جناب علی اصغرؑ تھے جن کا قاتل حرمہ اسدی ہے



بہر حال ساری کتابوں کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ارشاد کامل کو غلط نہیں ہوئی کہ جناب علی اصغر خیمہ کے سامنے شہید ہوئے جبکہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ دوسرا تھا اور جناب علی اصغر میدان میں شہید ہوئے جن کو پانی پلانے کے لئے امام دشمن کی فوج کے سامنے لے گئے تھے اور ہاتھوں پر اٹھا کر آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے کہ حملہ کے تیر نے شہید کر دیا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ شہید انسانیت اور مجاہدہ کر بلا میں بھی جناب علی اصغر کی اتنا قیہ شہادت درج نہیں ہے۔ لہذا ان دونوں کتابوں کے فاضل مؤلف کو اس کس شہید کی اتنا قیہ شہادت کا التزام دینا درست ہے البتہ موصوف نے شہید انسانیت طبع اول اور مجاہدہ کر بلا میں شہادت جناب علی اصغر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں مجھے کچھ دوسرے شکوکے ضرور ہیں۔ پہلے دونوں عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

”حسین کا یہ آخری حربہ تھا جسے وہ میدان جہاد میں سب سے آخر میں استعمال کر رہے تھے انسانیت لرزہ بر اندام تھی جب یہ کس بچہ حسین کے ہاتھوں پر تھا اور حملہ من کاہل اسدی کے تیر نے اس کی گردن توڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (شہید انسانیت طبع اول صفحہ ۲۵۸)

”نامم جب شہادت پر عازم ہو گئے تو درخیمہ پر آ کر اس بچے کو دیکھنے کے لئے اہل حرم سے منگوایا بچہ پیاسا ضرور تھا اور یقیناً بہت پیاسا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے دشمنوں سے علی اصغر کے لئے پانی مانگا۔ زمین آسمان کانپ گئے، انسانیت نے فریاد کی۔ رحمدلی آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ جب حملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ بچے کی گردن پر لگا یا اور بچے اپنے باپ کے آغوش میں تمام ہو گیا۔“ (مجاہدہ کر بلا صفحہ ۱۳۳)

موصوف کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے بارے میں مجھے حسب ذیل شکوکے ہیں۔

۱۔ شہید انسانیت میں درج ہے کہ بچے امام کے ہاتھوں پر تھا اور حرمہ بن کاہن اسدی نے حیر مار کر شہید کیا۔ جناب علی اصغرؑ کا امامؑ کے ہاتھوں پر ہونا صرف اس روایت میں درج ہے جس میں آپؑ کی شہادت میدان میں ہونا درج ہے۔ جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے شہادت درج ہے ان میں گود میں بیٹھا ہونا درج ہے۔ لہذا بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر تھا اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید انسانیت میں علی اصغرؑ کی شہادت میدان میں درج کی جبکہ امامؑ آپؑ کے لئے پانی مانگ رہے تھے اور اسی لئے آپؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ اس کے برخلاف مجاہدہ کربلا میں شہادت خیمہ کے سامنے درج کی ہے۔ ایک قلم کار کو کتابوں میں ایک شہادت کا دو طرح سے لکھنا بے معنی سی بات ہے جب تک پہلی رائے کے بدلنے کا ذکر نہ کیا جائے اور تبدیلی رائے کے دلائل نہ لکھے جائیں خصوصاً جبکہ مجاہدہ کربلا کے فٹ نوٹ میں درج بھی ہے کہ یہ دراصل شہید انسانیت ہے تو گویا ایک ہی کتاب میں ایک شہادت بے سبب دو طرح لکھی ہے۔ جس کی کوئی وجہ درج نہیں ہے۔

۲۔ جب دشمن کوئی تاریخ مقتل ابی تحف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینہ، نور النعمین اسرائیلی، روضۃ الشہداء، شہید اعظم، نباء الاسلام، دس تاریخ و مقاتل کی کتابوں میں پانی مانگنا درج ہے تو فاضل مؤلف کا پانی مانگنے کے سننے یہ لکھنا کہ ”تاریخ کا بیان ہے یہ بھی نہ تھا“ صرف واضح غلط بیانی ہے جس کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور مورخ ہونے کا دعویٰ کرنے والے قلم سے ایسا لکھا جانا نہ صرف نامناسب ہے بلکہ سینہ زوری بھی ہے۔

۳۔ مجاہدہ کربلا میں لکھا ہے کہ حرمہ کا تیرا اس وقت لگا ہے جب آپؑ ”بچہ کو گلے سے لگائے ہوئے اسے رخصت کر رہے تھے“۔ یہ تحریر بھی بے اصل و بے بنیاد ہے کیونکہ



جن کتابوں نے جناب علی اصغر کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے اُن سب نے متفقہ لکھا ہے کہ بچہ گود میں بیٹھا تھا۔ البتہ اعظم کوئی نے جناب علی اصغر کے علاوہ جس دوسرے شیر خوار کی شہادت لکھی ہے جو امام کے کسی بھائی کا پوتا تھا اور جس کی شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی ہے اس کے لئے لکھا ہے کہ ”آپ اسے پیار کر رہے تھے۔“ پیار کرنے کے مفہوم کی تشریح غلطے لگانے سے کی جاسکتی ہے اس طرح واضح ہوتا ہے کہ موصوف نے ایک فقرہ اعظم کوئی کا لیا جو شہادت علی اصغر سے متعلق نہ تھا اور دوسرا فقرہ ارشاد وغیرہ سے لیا اور دو مختلف النوع عبارتوں سے ایک نئی عبارت مرتب کر دی۔ مگر ایسا کرنا ذہنوں کو گمراہ کرنا بھی ہے اور تاریخ نویسی کے فن سے دیانت کا سلوک نہ کرنا بھی ہے۔

۴۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ شہید انسانیت میں حرمہ کا باپ کا نام کاہن لکھا ہے اور مجاہدہ کر بلا میں کاہل لکھا ہے لیکن زیادہ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ارشاد طبری۔ کامل جنھوں نے خیمہ کے سامنے جناب علی اصغر کی شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام نہیں لکھا ہے صرف قبیلہ لکھا ہے اور جن کتابوں نے میدان میں شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام مع قبیلہ لکھا ہے۔ جیسے غلطے سے لگانے والی عبارت میں ذوالگ الگ شہادتوں کے تذکروں سے ایک ایک فقرہ لے کر ایک نئی عبارت بنا دی اسی طرح اس موقع پر بھی شہادت علی اصغر کی دو مختلف روایتوں سے ایک ایک فقرہ لے کر شہادت نئے انداز میں لکھ دی۔ حالانکہ اگر خیمہ کے سامنے شہادت کی روایت صحیح مانی تھی تو قاتل کا نام لکھنے کا حق نہ تھا اور اگر قاتل کا نام لکھا تھا تو شہادت کا میدان میں ہونا لکھنا چاہیے تھا۔ بغیر دلیل و توضیح جہاں کا فقرہ پسند آیا اسے جس دوسرے فقرے سے چاہا جوڑ دیا یہ تاریخ نویسی نہیں بلکہ علمی دنیا میں من مانی کرنا ہے اور من مانی بہر حال ناجائز ہے۔ اصل مسئلہ شہادت جناب علی اصغر کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس بحث میں اتنا

اور لکھنا ہے کہ خیمہ کے سامنے جس بچے کی شہادت ہوئی وہ جناب علی اصغرؑ تھے اس کی مزید تائید روضۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۵۸ سے ہوتی ہے اس صفحہ کی سطر ۵ تا ۱۵ پر درج ہے۔

”عورتوں کے علاوہ مردوں میں امام حسینؑ کے ساتھ صرف امام زین العابدین اور امام حسینؑ کے دوسرے فرزند جو ایک سال کے تھے اور ان کا نام عمر تھا اور ایک آپ کے پوتے باقی تھے۔ جن کے دودھ چھوٹنے کی عمر ابھی نہیں ہوئی تھی۔ امامؑ نے عورتوں کے خیمہ پر جا کر اپنے بھائی کے پوتے کو رخصت کرنے کے لئے طلب کیا۔ امام اس بچے کے رخسار پر بوسہ دے رہے تھے کہ ایک تیر نے آکر بچہ کو شہید کر دیا۔“

روضۃ الصفا کی عبارت اعظم کوئی کی تائید کرتی ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغرؑ تھے بلکہ امام کے بھائی کا پوتہ شہید ہوا تھا۔ صاحب روضۃ الصفا اس صفحہ پر ۵۸ کی سطر ۲۱، ۲۲ پر امام حسینؑ کے ایک سالہ بچہ عمر نامی کی شہادت لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”خیمہ سے امام کے ایک سالہ فرزند کے رونے آواز آئی آپ نے اس بچہ کو بلا کر گود میں بٹھایا تھا کہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر شہید کر دیا۔“

اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ بچہ علی اصغرؑ تھے کیونکہ ان کا نام عمر درج ہے اور سن ایک سال جبکہ جناب علی اصغرؑ کی عمر متفقہ طور پر چھ ماہ ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے۔ اگرچہ عمر نامی ایک سالہ فرزند حسینؑ کا وجود ثابت نہیں ہے اور کم از کم کر بلا میں نہ ہونا طے شدہ ہے۔

میں نے شہادت جناب علی اصغرؑ کو اس طول کے ساتھ اس لئے پیش کیا کہ اس شہادت سے عطرش حتی کہ بچوں کی شدید پیاس ثابت ہوتی ہے اور پانی مانگنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی کے باوجود پیاس کا تصور غلط ہے پانی مانگنے کو جھٹلانا پانی کی



جھوٹی روایتوں کی تکذیب کرنے والی ایک دلیل کو کم کرنا ہے اور ان جھوٹی روایتوں کے ناممکن احتمال کو ممکن بنانے کی کوشش کرنا ہے جو تاریخی حقائق کی روشنی میں ناممکن کوشش ہے۔ ("پیماس" تالیف مولانا سید نظام عسکری، صفحات ۱۶۱ تا ۱۸۷)

### ۴۳۔ شیر خوار بچوں کی اہمیت اور علی اصغر:

جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ:

اولادنا اکبادنا سفرائہم امرائنا

ہماری اولاد۔ سب ہمارے پارہ جگر ہیں خواہ بچے ہوں یا بزرگ ہو گئے ہوں اور

فرمایا کہ: **احبوا الصبيان وارجموهم**

بہ گود گان محبت کنید بچوں سے پیار محبت کرو اور ان کی کمزوری و ناتوانی پر رحم کرو۔ ایک روایت کتابوں میں موجود ہے کہ جس میں شیر خوار بچوں کی اہمیت نزد خدا لکھی ہے۔ (۱۔ مستدرک ابواب، ابواب الاولاد، باب ۶۳، ص ۳)

(۲۔ وسائل، ابواب احکام الاولاد، باب ۸۸، ص ۳)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے بندگان خدا اپنے گناہوں کی طرف توجہ کرو۔ کہ تم کس قدر گناہ کرتے رہتے ہو۔ ظلم کرتے رہتے ہو۔

دیکھو اور غور کرو کہ اگر جانور ان صحرا (کمر خیدہ) اور ان کے شیر خوار بچے جو گناہ سے دور ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو ہم تم پر زبردست عذاب بھیج دیتے جس کے تم سزاوار ہو۔ ہم دوسرے جانور ان صحرائی کے طفیل انسان کے گناہوں پر درگزر کرتے ہیں کہ اگر انسان پر عذاب کیا گیا تو یہ جانور ان صحرائی اور معصوم بچے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ ان شیر خوار بچوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا زبردست اور بڑا ہے

کہ یہ معصوم بچے شیر خوار جو اپنی ماں کا دودھ چوس رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے عذاب گونا گونے رکھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندوں کے گناہوں کے سبب بارش ہونا بند ہو جاتی ہے۔ تو قوم کے نیک و صالح مومنین بغیر اذان اور اقامت زیر آسمان دو رکعت نماز استسقی پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور تکبیرات پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو انسانوں، جانوروں اور شیر خوار بچوں کا واسطہ دیتے ہیں گریہ کر کے التجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

اللہم ارحمنا بالمشایخ رکعاً و الصبیان رضعاً و

کبھی کبھی دعا اسی وقت قبول ہو جاتی ہے اور بارش شروع ہو جاتی ہے۔ پاک نبیؐ حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے حدیث قدسی بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ اگر بزرگان قوم، صالح مومنین نماز گزار ان اپنے فرائض اور نوافل ادا نہ کریں اور حیوانات اور ان کے شیر خوار بچے نہ ہوتے تو ہم سخت عذاب نازل کرتے۔ اس لئے حکم ہے کہ ایسی سختی کے عالم میں بارش طلب کرنے کی نماز پڑھنی چاہیے اور بزرگ حضرات مومن صالح بھوکے پیاسے جانور اور ان کے شیر خوار بچے اپنے ساتھ لاکر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ طریقہ بہت پسند ہے اور فوراً ہی رحم آ جاتا ہے۔

(۱۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۳۳۲، روایت ۱۸، باب ۱)

(۲۔ همان، ج ۹، ص ۳۱۴، روایت ۳، باب ۱)

۴۴۔ پیاس کی شدت سے زبان حلق میں چپک گئی تھی:

عاشورہ کی گرمی کے بارے میں کہ اہل بیتؑ کو کس قدر تشنگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ عاشورے کی پیشمار مصیبتیں ہیں جن میں ایک مصیبت شیر خوار کی تشنگی کی ہے کہ جو موت سے قریب تھا اور عورتوں، بچوں بزرگوں کی



پیاس کی شدت اتنی تھی کہ ان کی جسمانی کھال خشک ہو گئی تھی اور پھٹ گئی تھی جیسے کہ کھال کو آگ میں ڈالیں تو جگہ جگہ سے وہ پھٹ کر خراب ہو جاتی ہے۔ اے موسیٰ اہل بیت محمدؐ نے ہر چند چاہا کہ ہماری مدد کی جائے مگر نہ کسی نے مدد کی اور نہ کسی نے پناہ دی بلکہ بے شمار ظلم کئے اور امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو ان کے پیراہن (شلو کے) میں لپیٹ کر تمام لعینوں کے سامنے بلند کیا اور پانی طلب کیا اور ان لعینوں نے تیرے شعبہ سے علیؑ کو شہید کر ڈالا۔ اب اندازہ کر لیں کہ پیاس سے زبان تالو میں چپک گئی تھی۔ (۱۔ منہاج الجہاد، تالیف عالم طیل مقدس رنجانی ص ۱۱۵)، (۲۔ حمان فتح ص ۱۳۰)

### ۴۵۔ شیر خوار علی اصغرؑ پر پیاس کا غلبہ:

ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ ایک بچے کو پیاس نے بہت بے چین کیا۔ بچہ بہت پریشان تھا۔ اس کی بے چینی سے پورا گھرانہ پریشان ہو گیا۔ محض کے حکیم کی دوا دی گئی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بے چینی بڑھتی ہی گئی۔ اس کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں، رنگ زرد ہو گیا اور بچہ تیز تیز سانس لینے لگا۔ ایسا لگا کہ بچہ مرنے والا ہے۔ گھر والے اداس ہو چکے تھے۔

غرض یہ لوگ پانی کے جھٹے کی طرف گئے۔ وہاں پانی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ بچے نے پانی کی طرف اشارہ کیا بچے کو تھوڑا پانی دیا گیا۔ دھیرے دھیرے بچہ پانی پیتا رہا اور اس میں توانائی آ گئی۔ اب یہاں حضرت علی اصغرؑ شیر خوار (شہزادے) کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ عمر چھ ماہ کی ہے اپنی آنکھوں کو کھول کر باپ کو دیکھا اور اپنے ہاتھوں کو اتنی بے چینی سے حرکت دی کہ جیسے جانوروں کا سر کاٹ دیا جائے اور بے سر جان پھڑکتی ہے۔ علیؑ کا خون جاری ہو گیا۔ امام حسینؑ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور کچھ خون اپنے منہ پر لیا اور کچھ خون علیؑ کے جسم پر مل دیا تاکہ یزید یوں

کے جرم کی سند باقی رہے۔ (۱۔ خطیب ایران جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آقا کاظمی (ما)  
(۲۔ مقتل لاریہا مجموعہ مرآئی ص ۳۲، ہولاف شیخ ابو محمد ثانی دہلی ص ۱۸۵)

### ۳۶۔ خیام حسینی پر پانی کا بند کیا جانا:

سات محرم کو یزیدی قوت کو حکم ملا کہ خیام حسینی کا پانی بند کر دیں۔ پانی بند کر دیا گیا۔  
خمیموں میں پانی ختم ہو گیا۔ تشنگی نے امام اور اہل حرم کو پریشان کر دیا۔ تمام اصحاب حسینؑ  
نے پانی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ملعون عمر بن سعد نے پانی بند کرنے پر سختی کر دی۔  
امام کے اہل حرم پانی سے بے چین ہو گئے اور روز عاشورہ کو تشنگی عروج پر پہنچ چکی تھی۔  
کئی وجوہات ہو گئیں۔

۱۔ پانی خمیموں میں نہیں تھا۔

۲۔ دھوپ شدت کی تھی۔ سائے کیلئے کوئی درخت بھی نہیں تھا۔

۳۔ زمین کربلا آگ کی طرح جل رہی تھی۔

۴۔ لباس جنگ (زرہ) وغیرہ پیاس سے مارے ڈالتی تھی۔

۵۔ عورتوں کا صدموں کو برداشت کرنا کہ عزیز واقارب اور بچے نظروں کے

سامنے مر رہے تھے۔

۶۔ جسم پر بے شمار زخم تیر و سناں اور خون بہہ جانا۔

۷۔ معصوم چھوٹے بچوں کا پیاس سے تڑپنا۔

۸۔ بھوک بڑھ جانا اور خوراک نہ ملنا۔

۹۔ عاشورہ تیز گرمیوں میں واقع ہونا وغیرہ۔

اب ان حالات کے ہوتے ہوئے امام حسینؑ کی مصیبتوں پر غور کریں۔ آخر میں

امام حسینؑ نے اپنی پیاس کا پیغام اپنے شیعوں کو پہنچایا ہے کہ اے میرے شیعوں۔ میں



پیاسا شہید ہوا ہوں۔ جب بھی تم ٹھنڈا پانی پیتا تو مجھے اور میرے اہل گھر کی پیاس کو یاد کر لیا کرتا اور ہم شیعہ ایسا روزانہ کرتے ہیں۔

۴۷۔ حضرت علی اصغرؑ کا گریہ پیاس کی شدت میں:

کتاب مشیر الاحزان میں بی بی پاک حضرت سیکندہ بنت الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ:

نو محرم کو ہمارے خیموں میں پانی بالکل نہ تھا۔ بچوں کی پیاس کی انتہا ہو گئی تھی کہ بچے پیاس کے مارے چیخ پکار کر رہے تھے۔ پانی۔ پانی۔ پانی۔ ہمارے تمام پانی کے برتن اور مشکیزے تمام کے تمام خشک پڑے ہوئے تھے۔ ہم تمام بچوں کی پیاس آخری درجے پر پہنچ چکی تھی۔ میں اپنی پھوپھی جتنا سونہب کبریٰ کے پاس گئی تاکہ تمام بچوں کی پیاس کا ذکر کروں۔ جیسے ہی میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے بھائی علی اصغرؑ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور علی اصغرؑ کی اتنی خراب حالت شدت پیاس سے تھی کہ کبھی وہ بیٹھتے تھے کبھی گر پڑتے تھے اور مثل ماہی بے آب (جس طرح مچھلی پانی سے باہر تڑپتی رہتی ہے) تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ میری پھوپھی صاحبہ علی اصغرؑ سے کہہ رہی تھیں کہ میرے بھتیجے صبر کرو۔ صبر اے علی اصغرؑ تمہاری پیاس کی انتہا ہو چکی ہے۔ یہ بات تیری پھوپھی کیلئے کتنی تکلیف دہ ہے کہ میں تجھے روتا ہوا بے تابی میں دیکھتی ہوں لیکن تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ بی بی سیکندہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی کی یہ گفتگو سنی تو رونے لگی۔ میری پھوپھی نے فرمایا سیکندہ بے بی ادھر آؤ میں نے کہا جی ہاں ابھی آتی ہوں پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کس لئے رو رہی ہو۔ میں نے کہا کہ میرا بھائی علی اصغرؑ اس قدر پیاسا اور بے چین ہے اس کی وجہ سے رو رہی ہوں اور میں نے اپنی پھوپھی سے اپنی پیاس کی

شکایت نہیں کی کہ میں کس قدر پیاسی ہوں۔ پھر میری پھوپھی نے فرمایا کہ کاش میں اپنے مددگار خواتین تک جاسکتی کہ پتہ لگاؤں پانی ہے۔ میری پھوپھی گود میں علی اصغر کو لئے چچا کے خیمے کی طرف گئیں پانی طلب کیا مگر پانی کہاں رکھا تھا۔ تمام بچے حضرت رقیہ سمیت جو پیاس سے بے تاب تھے سب ہمارے پیچھے پیچھے خیموں میں جا رہے تھے۔ میری پھوپھی اماں امام حسن کے فرزندوں کے خیمے میں بیٹھ گئیں اور کسی کو خیمہ اصحاب و انصار کی طرف بھیجا کہ شاید کچھ پانی مل جائے لیکن افسوس پانی کہاں تھا؟ جب پانی نہ ملا تو پھوپھی اماں اپنے ہی خیمے میں واپس آ گئیں اور ان کے پیچھے پیچھے ۲۲ بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے تھے۔ بچے شدت پیاس سے صدائیں بلند کر رہے تھے اعطش اعطش۔ ہائے پیاس نے مار ڈالا۔ ہم بھی ان کے ساتھ صدائیں بلند کر رہے تھے۔

اسی دوران امام کے ایک مددگار حضرت برہہ ہمدانی نے صدے کی وجہ سے خود کو زمین پر گرادیا اور اپنے سر پر فہم کی وجہ سے مٹی ڈالنے لگے۔

### ۴۸۔ لشکر یزید سے امام حسینؑ کا اتمام حجت کرنا:

جب روز عاشورہ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے پانی سے بڑھ چکے ہیں اور حضرت علی اصغرؑ کا تو یہ عالم ہے کہ اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کہ مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر ڈال دیا جائے تو وہ پانی کے بغیر تڑپتی ہے۔ تب امام حسینؑ میدان کارزار میں آئے اور لشکر عمر بن سعد سے خطاب فرمایا کہ:

”اے افواج کوفہ و شام کیا تمہارے سامنے دریائے فرات اس طرح بہہ رہا ہے جیسے کہ سانپ اچھل اچھل کر چلتا ہے۔ اس پانی سے تمام قومیں یہود و نصاریٰ، جانور، گھوڑے، اونٹ، کتے، سور غرض سب پانی پی رہے ہیں اور آل رسولؐ فرات کے کنارے پیاس سے بے جان ہو کر مر رہی ہے۔“



ہاں۔ ہاں۔ حسین بن علی اپنے اہل حرم اور ناصروں کی شدت و تشنگی کے گواہ تھے اور پیاس کو بیان فرما رہے تھے اور امام حسینؑ اتنے زبردست (غیور تھے) کہ اپنے لئے پانی کبھی بھی طلب نہیں کرتے لیکن حضرت علی اصغرؑ کی پیاس سے مجبور ہو گئے تھے۔ اس لئے اتمام حجت کیا تا کہ کافروں کو حقیقت معلوم ہو جائے۔ امام معصوم بچوں، عورتوں کی پیاس کی شدت سے مجبور ہو گئے علی اصغرؑ کی حالت تو اور بھی خراب تھی جس کی وجہ سے امام حسینؑ نے لشکرِ عربین سعد سے اتمام حجت کیا۔

ایک ایک کے گوش گزار کر دیا لیکن ان لوگوں نے کیسا برا جواب دیا یہ سب دنیا کو معلوم ہے۔

### ج، شہادت علی اصغرؑ:

#### ۴۹۔ شبِ عاشور شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دینا:

شبِ عاشورہ کو امام حسینؑ نے اپنے یاد و انصار و خاندان کو ایک خیمے میں جمع کیا اور آپ نے سب کو خوش خبری دی کہ کل کو ہمیں شہادتِ عظیم حاصل ہوگی۔ امام حسینؑ جب خطاب فرما چکے تو جنابِ قاسمؑ نے فرمایا کہ چچا جان محضر شہادت میں کیا میرا بھی نام ہے؟ امام حسینؑ رونے لگے اور بھتیجے قاسمؑ سے فرمایا اے قاسمؑ تم موت کو کیسا سمجھتے ہو تو جواب ملا کہ عمو جان۔ شہادت میرے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ تیرا چچا تجھ پر قربان ہو۔ اے قاسمؑ تمہارا نام بھی محضر شہادت میں ہے اور تو اور کل کو علی اصغرؑ بھی شہید کیا جائے گا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ عمو جان۔ کیا دشمن دراندہ خیموں میں گھس آئیں گے کہ بھیا علی اصغرؑ کو خیمے میں آکر شہید کرینگے۔ امام حسینؑ نے فرمایا بیٹا میں علی اصغرؑ کو میدان

میں لے کر جاؤں گا وہاں ان کو فاسق مرد تیر کا نشانہ بنائے گا اور علی اصغر جنت کو سدھار جائیگے اور صبر کروں گا اور صبر کی جزاء تجھ سے چاہوں گا۔ ہاں دشمنوں کے تیرے سے قتل کیا جاؤں گا اور پشت خیمہ جو آگ جلائی ہے اس کی گرمی سے زبان خشک ہو جائے گی اور عمر بن سعد عین مجھے بری طرح سے شہید کرے گا اور وہ ہونے والا ہے جو اللہ کی طرف سے حکم جاری ہو چکا ہے۔

پھر امام حسینؑ رونے لگے یہاں تک کہ بلنداؤں خیمے سے باہر جاری تھی۔

(ارشاد شیخ مفید ۵، ۲، بحوالہ نور جلد ۳۳، ص ۳۹۳)

۵۰۔ اے وائے نہر علقمہ، تجھ سے ہمیں شکایت ہے:

اب عاشورہ کو ظہر کا وقت آگیا۔ تمام بچے ابھر ٹم کے پیاسے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرات کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے فرات حسرت اور افسوس ہے تیرے حال پر کہ تیرے کنارے آل رسولؐ اور ان کے ناصر شہید کئے جا رہے ہیں۔ چھوٹے بچے پیاس سے مر رہے ہیں گویا کہ تیرا پانی ہم پر حرام ہو گیا ہے۔

یہ باتیں ہوا کے ذریعے باہر آواز آ گئی۔ یہ باتیں سن کر تمام بیٹیوں اور بچیوں، مخدرات، عصمت و طہارت کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔

واعطشا واغربتنا واذلا

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ۔ امام حسینؑ رونے اور فرمایا:

لا حول ولا قوة الا بالله (صحابہ رحمت، ص ۵۶۳)

۵۱۔ انصار حسینؑ کی شہادت:

امام حسینؑ نے اپنے چاروں طرف نگاہ کی جب کسی کو نہ پایا تو امام حسینؑ کی مدد کیلئے



امام سجاد خیمے سے باہر آئے۔ پیر کمزوری سے لڑکھڑا رہے تھے۔ جناب ام کلثوم بیمار سجاد کے پیچھے دوڑیں کہ سجاد واپس آ جاؤ۔ سجاد نے فرمایا پھوپھی اماں مجھے چھوڑ دیئے تاکہ بابا کے ساتھ جہاد کروں۔ امام حسینؑ نے جناب ام کلثوم سے فرمایا کہ بہن تم سجاد کو سنبھالو کہیں زمانہ نسل علیؑ سے خالی نہ ہو جائے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰)

## ۵۲۔ قیامت خیز مصائبِ رخصتِ امام حسینؑ:

مرحوم پوری نے میرزا یحییٰ ابھری سے نقل کیا ہے کہ خواب میں دیکھا علامہ مجلسیؒ نے صحن مطہر سید الشہد ابائیں سمت میں بیٹھے ہیں مشغول درس ہیں شروع اس طرح کیا اور جب چاہا کہ مصیبت پر حیس تو اتنے میں کوئی ہستی آئی اور کہا کہ پاک بی بی حضرت فاطمہ الزہراؑ فرماتی ہیں کہ وہ مصائب بیان کرو کہ میرا بچہ مجھ سے کیسے وداع ہوا۔ علامہ مجلسی نے مجلس میں مصائب وداع پڑھے کافی بڑا مجمع آیا تھا اور بہت گریہ ہوا تھا کہ میں نے اپنی پوری عمر میں اتنا زیادہ مجمع نہیں دیکھا تھا۔ (صحاب رحمت، ص ۵۴)

## ۵۳۔ رخصتِ علی اصغرؑ پر حضرت ام ربابؑ نے خشک لبوں کا بوسہ لیا:

حضرت ربابؑ نے جب دیکھا کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو پھوپھی کی گود میں دیکھا تو اپنی گود میں لے لیا اور اس کے خشک لبوں کو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ افسوس ہے اس قوم جفا کار پر کہ یہ اپنے نبیؐ کی اولاد کی دشمن ہے۔

## ۵۴۔ علی اصغرؑ کا خون خدا کا خون تھا:

یہ کون بچہ ہے کہ اس کے خون کو خدا کا خون کہا جا رہا ہے۔ اس کے پھول جیسے منہ کو پیار کیلئے اچھا سمجھا جا رہا ہے۔ سید الشہد اکی گود میں کیسا خوش ترین پھول ہے۔ میں بھی اس جان پر قربان ہو جاؤں اور تمام دنیا اس چاند پر قربان ہو جائے۔ اس کے ہونٹ تو بند ہیں خاموش ہے مگر یوم الست کی اطلاع دے رہا ہے اور تمام اہل حرم نے اپنے

ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیئے ہیں۔ (نخل مثم، ج ۲، ص ۳۴۱)

۵۵۔ امام حسینؑ سے حضرت زینبؑ کی درخواست:

پھر امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو جناب زینبؑ کے سپرد کر دیا۔ حضرت زینبؑ نے سوچا کہ اپنی نشانی میرے سپرد کر دی ہے لیکن علی اصغرؑ کی تو پیاس بجھا سکتی ہوں اس لئے بھائی جان کی خدمت میں عرض کیا۔ اے بھائی جان علی اصغرؑ پیاس کی وجہ سے جان بلب ہے میں کیسے پیاس بجھاؤں لہذا آپ اسے لشکر کے نمائے لے جا کر پانی طلب کریں۔

۵۶۔ امام حسینؑ سفید لباس میں علی اصغرؑ کو باہر لائے:

امام حسینؑ سفید لباس (شلو حصے) علی اصغرؑ کو باہر لے کر آئے اور ذوالفقار شمشیر کو نیام سے باہر نکال لیا اور اس کی چمک سے لشکریوں کی آنکھیں چمکا چوندھ ہو رہی تھیں۔ پھر لشکر عمر بن سعد نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں نیزہ یا ذوالفقار نہیں ہے بلکہ کوئی سفید چیز سیٹے سے لگائے ہیں لشکر کے سامنے آئے اور قوم سے بولے۔

۵۷۔ اے قوم! اس شیر خوار پر رحم کرو:

جیسے ہی امام حسینؑ صف لشکر عمر بن سعد کے نزدیک آئے تو فوجیوں نے امام حسینؑ کو گھیرے میں لے لیا۔ امام حسینؑ نے اس گویا آبدار کو ہاتھوں پر لیا اور آواز دینی کہ اے قوم جفا کار اگر میں تمہارے زعم ناقص میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ معصوم تو ہر قوم و مذہب کے لحاظ سے بے قصیر ہے۔ دیکھو کہ شدت پیاس سے بچہ زرد ہو گیا ہے اور جان لبوں پر آگئی ہے۔ ایک قطرہ پانی کا اس معصوم بچے کو پلا دو اور اسے تکلیف سے بچاؤ۔

۵۸۔ علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟

لشکر عمر بن سعد نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں اس



معصوم بچے کا کوئی بھی قصور نہیں ہے۔ جیسے ہی عمر سعد ملعون نے دیکھا کہ فوجی امام حسینؑ کی بات کو سچ کہہ رہے ہیں۔ اسے خوف معلوم ہوا کہ قتلہ پاپا ہو جائے گا۔ حرمہ کی سست عمر بن سعد آیا۔ یہ حرمہ عراق اور شام میں مشہور تیر انداز تھا ملعون تھا۔ عمر بن سعد نے کہا کہ او حرمہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟ حرمہ نے کہا کیا حکم ہے میرے آقا۔

۵۹۔ تمام عوام کو گلے کی سفیدی نظر آ گئی:

ہمارا دل خون ہو گیا۔ پانی نہ ملنے سے بچہ جان بلب ہے۔ اگرچہ باپ ماں کی گود میں بچہ آرام پاتا تھا لیکن پیاس نے گود میں بھی آرام نہ کرنے دیا گرمی اور پیاس کی شدت کے الزامان۔ اس معصوم تیر مار کر سرخ رنگ کر دیا گیا گویا خون میں نہلا دیا گیا۔ اس کے لب بند تھے۔ اسی حالت میں موت آ گئی باپ نے ہر چند چاہا کہ منہ کو پیار کریں لیکن نہ کر سکے۔ علی اصغرؑ کو تیر مار کر سرخ خون میں نہلا دیا گیا اور سفیدی گلو کو سرخ کر دیا گیا۔ میثم کہتے ہیں کہ آنکھیں کھولیں۔ علی اصغرؑ نے تیر تم کھا کر تبسم کیا۔ اس غم سے میثم کے کلیجے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ (محل: میثم، ج ۴، ص ۳۳۳)

۶۰۔ نشانہ لگانا علی اصغرؑ کے سفید گلے پر:

حرمہ نے عمر بن سعد کا حکم سنا اور فوراً ہی ملعون بے حیا نے بھاری خیر تین بھال کا کمان میں چڑھایا اور جانب علی اصغرؑ روانہ کر دیا۔ علی اصغرؑ کمزوری کی وجہ سے اپنا سر اوپر کو نہیں اٹھا سکتے تھے اس لئے اپنا سر باپ کے بازو پر رکھے ہوئے تھے۔

۶۱۔ تیر علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

تیر حرمہ کمان سے چلا اور نازک گلے پر علی اصغرؑ کے لگا اور امام حسینؑ کے بازو میں جا کر پیوست ہو گیا۔ (ملاح: ابویہ، مقدس رہبان، ج ۲۲۶)

۶۲۔ اے حرمہ! تیر نہ چھینک:

اے اہل کوفہ معصوم بچے پر تم کو رحم نہیں آیا۔ بے رحمی تم پر خدا کی لعنت ہو۔ پانی کی ضرورت تھی مگر بول نہ سکتے تھے کہ تیر مارا گیا۔ کل رات کو گہوارے میں صبح تک روتے رہے اور آج بے جان ہو گئے۔ روتے وقت اپنے آنسو خشک کر لو۔ آنسو منہ میں بھی تو نہ جاسکے کہ پیاس بجھتی بلکہ تیر نے زخمی کر دیا آپ کا جسم لکڑی کے مانند اور لب سوکھ گئے اور اس بلا کھلے ہوئے غنچے پر کھلنے سے پہلے ہی خزاں آگئی۔ اے حرمہ بن کاہل اسدی ملعون بے غیرت تیر کو کمان میں نہ جوڑ یہ تو پھول کی پتی کی مانند ہے اتنا بڑا تیر مارنا کہاں کا شیوہ ہے۔

اس معصوم علی اصغر کے پاس کوئی اسلحہ جنگ نہیں ہے۔ صرف ہاں ہوں غاں غوں کر سکتا ہے اور اس کی جان لبوں پر ہے جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

ہماری بات مان لو اور بچے کو ایک قطرہ آب دیدو۔ بچہ تنگی سے بے جان ہے۔ تم اگر مجھ سے لڑنا چاہو تو میں مقابلے کو تیار ہوں لیکن یہ طفل صغیر کہاں تیغ و سناں ریا ہے۔ اس کی ماں ان کے غم میں خیمے میں عورتوں کے بیچ غمزہ بیٹھی ہوئی ہے اور سوائے رونے کے اور کیا چارہ ہے۔ دشمن کی روح نکل جائے گی۔ البتہ امام کی طاقت سب سے بلند تر ہوتی ہے۔ اے میثم ہم معصوم علی اصغر کے غم میں قیامت تک روتے رہیں گے یہ کتنا بڑا صدمہ ہے۔ (نخل میثم ج ۳ ص ۲۶۳)

۶۳۔ گرمی بخون علی اصغر:

یہ باتیں ہوئی رہی تھیں کہ اچانک تیر معصوم کے گلے پر لگا اور جسم امام حسینؑ پر خون کی گرمی محسوس ہوئی۔ آپ نے خون علی اصغر اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا زمین نے فریاد کی کہ ایک قطرہ بخون بھی مجھ پر نہ گرے۔



۶۴۔ لبیک علی اصغر امام حسینؑ مدد کو بلا تے ہیں:

جب امام حسینؑ روز عاشورہ کو طہر کے وقت یکہ و تنہا رہ گئے تو حضرت نے میدان جنگ کی طرف نظر دوڑائی۔ آپ کے چاروں طرف کوئی بھی یادروانصار نہ تھا نہ مسم بن عویضؑ نہ حبیب بن مظاہرؑ۔ امام نے دیکھ لیا کہ پورا خاندان یادروانصار شہید ہو چکے ہیں خاک و خون میں لیٹے لاشے زمین پر پڑے ہیں۔ حضرت امام اس انتظار میں کھڑے تھے کہ شاید کوئی مددگار آجائے۔ صدائے استغاثہ بلند کی۔

هل من ناصر ينصرنا هل من مغيث يغيثنا

آیا کوئی مددگار ہے جو میری مدد کرے اور تم کو حرم رسول خدا کا پاس نہیں ہے کہ جو آکر ان کی مدد کر سکو اور دشمن سے محفوظ رکھ سکے۔ یہ صدائے استغاثہ سن کر خصموں سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ امام کی یہ صدا کائنات میں ہر ایک ذرے تک نے سنی کوئی جواب 'هل من ناصر' کا نہیں آیا البتہ ایک معصوم علی اصغرؑ جو جھولے میں لیٹا ہوا تھا اس نے باپ کی صدائے استغاثہ سنی تو وہ بے چین ہو گیا اور رونے لگا پھر خود کو جھولے سے گرا دیا گویا باپ سے کہا کہ آپ بے مددگار نہیں ہیں، میں مدد کو تیار ہوں اگرچہ میں چھوٹا ہوں آپ کے دفاع کی طاقت نہیں رکھتا ہوں لیکن کمزور ہوتے ہوئے بھی آپ کا مددگار ہوں اور آپ کی مظلومانہ شہادت کو گھر گھر پہنچا دوں گا۔ اپنے گلے کی قربانی دوں گا۔ (معنی الامال)

۶۵۔ حضرت علی اصغرؑ کا راز:

امام حسینؑ کے صدائے استغاثہ نے عالم امکان میں تہلکہ مچا دیا یہاں تک کہ بے شیر معصوم علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ یہ معصوم آخری گوہر نایاب حسینؑ تھا کہ جو راہ حق میں لاکر پیش کیا ہر چند معصوم شہزادہ بہت چھوٹا تھا نیز یدِ نبیؐ کا مقابلہ نہیں

کر سکتا تھا تاہم بنی امیہ (یزید) کے ظلم دنیا زمانے کو دکھائے کیلئے گھر گھر مظلومیت حسینؑ کو پہنچا دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں مظالم بنی امیہ لکھے گئے ہیں۔

۶۶۔ اللہ کے شیر کا پوتا ہے یہ معصوم علی اصغرؑ:

مرحوم درہندی فرماتے ہیں کہ:

لما سمع هذا النور النير المنير استغاث ابية قطع القساط و

القي نفسه

جیسے ہی علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ سنی تو ایک دم بے چین ہو گئے اور جھولے میں ترپنے لگے رونا شروع کر دیا۔ اپنا لباس شلو کا پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے نیچے گرا دیا۔

معصوم صغیر نے شلو کے کو پھاڑ کر اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال لئے اور جو بھی بندہ بندھے ہوئے تھے سب کو چاک چاک کر دیا۔ ہاں۔ ہاں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہ شیر تو اللہ کے شیر علیؑ کا پوتا ہے۔ حضرت علیؑ نے تو گہوارے میں زبردست اثر و رساں کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ معصومؑ نے گویا زبان بے زبانی سے آواز دی کہ آپ مدد کیلئے 'هل من ناصر' کی صدا بلند کر رہے ہیں تو آپ بے یار و مددگار نہیں ہیں آپ ادھر میرے پاس آئیے میں آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں۔

وبكى وضع حسيرا بذلك روحى و ارواح العالمين فداه

الى اجابة دعوة ابيه

اور اپنے لباس قنطاریہ یعنی شلو کے کو پھاڑ دیا اور لباس سے باہر ہو گئے اور رونا پینا شروع کر دیا تاکہ باپ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور دعوت حق قبول کی۔

(حضرت علی اصغرؑ قتل حسینؑ از مدینہ منورہ تا ایف سید محمد جوادؑ فی تہراتی ص ۶۸۹)



۶۷۔ الوداع شیر خوار علی اصغرؑ:

ہاں۔ علی اصغرؑ نے اپنے باپ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے معصوم صغیر کو لاؤ میں اسے بھی الوداع کہوں۔ نیچے کے تمام حضرات مستورات عصمت و طہارت بچے سب کو صبر کی تلقین کی۔ ایک خزانہ کا بجہ (لباس) امام نے طلب کیا۔ آپ نے مائے رسولؐ خدا کا عمامہ پہنا اور لباس علیؑ زیب تن کیا اور شمشیر ذوالفقار کو طلب کیا (مانگا) پھر فرمایا کہ:

ایتنی بٹوب عتیق لا یرغب فیہ احد

میرا ایک پرانا لباس لاؤ تاکہ میں یمن لوں اور کوئی شخص میرا لباس نہ اتارے۔ پرانا لباس لیا اور اس کو کٹی جگہ سے پارہ پارہ کیا۔ پھر اپنے لباس کے نیچے چھپے ہوئے لباس کو پہنا اور یہ وہی لباس تھا کہ جسے انبیائے ماضی نے اپنی حفاظت کیسے (دشمن سے بچاؤ) کیلئے پہنا تھا۔ مثل آتش نمرود، آب نیل، صلیب عیسیٰ وغیرہ کے وقت پہنا کرتے تھے۔ پھر لباس سمجھ یمن کر آپ آمادہ جنگ ہوئے اور اب راہ حق میں خدا سے ملاقات کیلئے چل پڑے۔ کافی عطر و خوشبو جنم پر ملیں۔

۶۸۔ شکوہ امام حسینؑ بہ درگاہ الہی:

بہت سی کتب میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب امام کے یاد و انصار شہید ہو چکے تو امام نے داہنے بائیں طرف نگاہ دوڑائی۔ جب دائیں بائیں کوئی مددگار نظر نہیں آیا تو سر کو جانب آسمان بلند کیا اور فرمایا:

”بار خدا یا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ظالم نواسہ رسولؐ کے ساتھ کتنا ظلم کر رہے ہیں؟

(کتاب رحمت، ص ۵۹۰)

۶۹۔ علی اصغرؑ باپ کے دامن میں ہیں:

حضرت علی اصغرؑ معصوم کہ جن کی ماں ربابؑ ہیں حضرت علی اصغرؑ اپنے دامن میں

چھپائے ہوئے میدانِ کارزار میں تشریف لاتے ہیں اور معصوم کا گلا اور ہونٹ چومتے ہیں اور جو ظلم بنی امیہ کر رہے ہیں اپنے بچے سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں۔

۷۰۔ علی اصغرؑ کے خشک لب اور شہادت:

معصوم علی اصغرؑ کس قدر حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان کے کالے بال گیسو مثل لیلۃ القدر کے ہیں اور کیا خوبصورت چہرہ ہے کہ الشمس (آفتاب درخشاں) کی مثل چہرہ آب و تاب ہے اور یہ عاشور کی شب میں خشک لب ہیں لیکن شہادت کی آرزو ہے کہ جلد دن نکلے اور راقی میں جان دے دوں۔ آپؑ گلے کی سفیدی کہ جہاں پر تیرنگا اللہ تعالیٰ آپ کی بے نظیر اس قربانی کے عوض شیعیانِ حیدر کرار کی شفاعت فرمائے گا کیوں کہ آپ نے ہتے ہوئے حقیقی محبت و عشق میں جان کی بازی لگادی اور آپ کا چاند سا چمکتا ہوا چہرہ (قرص ماہی) کہ خاک و خون میں نہا گیا اور آپ کا قسم کرنا یہ بت رہا ہے کہ راقی آپ سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ (محلِ شمع، ج ۳، ص ۲۵۵)

۷۱۔ تیرسہ شعبہ کا معصوم کے پھول جیسے گلے پر لگنا:

اسی دورانِ حرمہ ملعون کہ خدا سے آتشِ جہنم کے گہرے طبقے میں زبردست طریقے سے جلا کر راکھ کر دے (خدا کی لعنت ہو) تیرکمان میں جوڑ کر معصوم کی طرف پھینکا اور وہ تیر معصوم کے پھول جیسے نازک گلے میں پیوست ہو گیا۔ ہاں غضب ہو گیا، معصوم بے زبان، بیاساء، بلا خطا میدانِ وعا میں شہید ہو گیا۔ علی اصغرؑ میدان میں جنگ کرنے نہیں آئے تھے صرف ایک گھونٹ پانی کی تلاش تھی۔

علی اصغرؑ بھی شبیہ رسولؐ تھے:

۷۲۔ شبیہ رسولؐ خدا کی شہادت:

امام حسینؑ نے معصوم علی اصغرؑ کو آسمان کی جانب بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں



عرض کیا:

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلٰى قَوْمٍ قَتَلُوا اَشْبَهَ النَّاسِ بِرَسُولِكَ  
مُحَمَّدٍ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اے اللہ! تو گواہ ہے کہ ان ظالموں نے میرے رسول کی شبیہ کو شہید کر ڈالا۔  
اب امام حسینؑ کے فرماتے کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی اصغرؑ بھی شہزادہ  
علی اکبرؑ کی خوبصورتی کی طرح ہم شکل پیغمبرؐ تھے۔

جناب احدت میں عرض کی کہ بارالہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان  
اعدا کے ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کئے۔ یہاں تک کہ قتل کیا اشتیاء نے  
اس طفل شیرخوار کو جو مصورت تھا میرے رسولؐ کا۔ (نہر المصائب صفحہ ۴۴)

اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلٰى وَاٰلِهِمْ فَانْهَمُ قَدْ قَتَلُوا اَشْبَهَ الْخَلْقِ بِرَسُولِكَ  
(نہر المصائب، ج ۳ صفحہ ۴۴، مجالس مہجہ صفحہ ۲۳۶ وغیرہ)

مندرجہ بالا تشبیہ کو شیخ مفید نے بھی لکھا ہے۔ (معج الاثر ان صفحہ ۲۲۵)  
اس کے بعد یہ روایت شیخ مفید ہے کہ بچہ کی آنکھ چوم کر فرمایا تو گواہ ہے کہ یہ بچہ  
میرے رسولؐ سے مشابہ تھا۔  
علامہ مقرر لکھتے ہیں:-

”اَشْبَهَ النَّاسِ بِرَسُولِكَ مُحَمَّدٌ“ (مقل مقرر صفحہ ۲۱۸)  
اس کے بعد حضرت نے فرمایا:-

”خدا کی قسم تم سب کے فراق کے بعد اب تو میرا کوئی امیں و غمخوار نہ رہا بس گر یہ و  
حسرت سے دانت پیسارہ گیا“

نواب باقر علی خان تاشفی لکھنوی (شاگرد تاج) کہتے ہیں:-

صورت میں تھا بمشکل پیہر علی اصغرؑ اور شوکت و اجلال میں حیدر علی اصغرؑ  
 مارا گیا مثل علی اکبرؑ علی اصغرؑ شش ماہہ ہوا قدیہ داور علی اصغرؑ  
 حضرت کے خزاں ہو گئے دو بارغ صد افسوس  
 اک سیرہ انور پہ تھے دو داغ صد افسوس  
 ہمام علی اکبرؑ و اصغرؑ ہوئے مشہور دادا کی طرح پوچھے دلاور ہوئے مشہور  
 گوشک میں بمشکل پیہر ہوئے مشہور ہمت میں مگر ثانی حیدر ہوئے مشہور  
 تھا فرق سینوں میں پہ شجاعت میں برابر  
 دونوں کو ملے رتبے شہادت میں برابر

### ۷۳۔ علی اصغرؑ کی قتل گاہ اور قبر علی اصغرؑ:

یہ معصوم شہزادہ، شیر کی اولاد اصلی بہر شیر ہے کہ ان کی بخشش و عطا کی وجہ سے دنیا  
 بھر کے بزرگ حضرات اپنی حاجتیں ان کے پیش رکھ کر پوری کراتے ہیں۔ بیا بان کر بلا  
 میں اللہ تعالیٰ کے خون سے یہ گلاب پیدا ہوا ہے اور تمام شہدا پیاسے ہی دنیا سے سدھار  
 گئے اور صبر سے کام لیا اور حیرتہ شعبہ کے سامنے پیاسا نکلا اپنے بابا کی ڈھال بنا دیا اور  
 باپ کے سینے پر شہید ہوئے اور مقتل میں امام حسینؑ نے قبر بنا کر چاند سا چہرہ زمین میں  
 چھپا دیا۔ (نخل بیثم، ج ۲، ص ۲۳۲)

### ۷۴۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی (غیبی آواز):

اسی دوران امام حسینؑ کو ندائے غیبی آئی کہ:

دَعَا يَا حُسَيْنَ اَفَا نِلَهُ مَرْضَعًا فِي الْجَنَّةِ

اے حسین! اسے جلد ہا کر کہ جلد از جلد یہ شیروں کا شیر داخل جنت ہو۔

(۱۔ تذکرۃ الخواص ابن جوزی، ص ۱۳۳، نفس المکرم، ص ۲۷۷) (۲۔ تاریخ التواتر، ص ۳۹۳)



## ۷۵۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی:

اس معصوم آثارِ اقدس پر نظر کرو اور یہ گمان نہ کرو کہ یہ چھ ماہ کا بچہ ہے۔ ان کی ذات والا صفات میں بے حد اسرارِ خداوندی پوشیدہ ہیں۔ بہت عجیب و غریب ذات ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں سوائی ہیں خالی ہاتھ ہیں ہم علی اصغرؑ کے مکان (ضریح حسینؑ) پر چلتے ہیں۔

اے اللہ پاک۔ ہم اس معصوم شہزادے کو خیرے درمیان وسیلہ بناتے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ جنابِ ربابؑ شہزادی کو تیری سرکار میں وسیلہ بناتے ہیں کہ جو بہت عظیم مرتبے والی بی بی ہیں۔ امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ بے شمار مصائب برداشت کئے ہیں۔ ایک واقعہ امام حسینؑ کی تسلی کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بحق معصومہ کو نین بی بی پاک فاطمہؑ اتر ہر اُتر ہماری مرادوں کو جلد از جلد پورا فرمادے اور ہماری سمیت خالص رہے۔ (روضہ بائی استاد قاضی تاج ۱۹۳)

## ۷۶۔ علی اصغرؑ دنیا کے لئے بابِ مراد ہیں:

کیا خوب پیدائش معصومؑ ہے کہ سر سے پیر تک نیکیاں ہی نیکیاں بھری ہیں۔ تعجب نہیں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خورشیدِ رونق زمین پر آگیا ہے اور شہادت کو یہ معصومؑ شہید اور مصری سے بیٹھا پاتے ہیں۔ اگر تم ان کی طرف دیکھو گے تو گہوارے میں بھی شوقِ شہادت بے چین کئے ہوئے ہے۔ اہل بیتِ حرم کے صدقے میں یہی یہ تمام کائنات پیدا ہوئی ہے۔ ان کی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم و احسان عوام پر ہے۔ ان میں عمر کے لحاظ سے کسی کو چھوٹا بڑا نہ سمجھو کہ ہر ایک ذاتِ پاک نخی و جواد ہے اور تمام لوگوں کی مرادیں ان کے ہی دم سے اور وسیلے سے قبول ہوتی ہیں۔

(محلِ میثم ج ۳، ص ۲۵۵)

۷۷۔ اے نفس صبر کر:

جیسے ہی تیرے معصوم کے گلے پر لگا امام رونے لگے اور دونوں ہاتھ گلوے علی اصغر کے نیچے لگا دیئے اور فرمایا اے نفس صبر کر اور جو کچھ بھی مصیبت آ رہی ہے اللہ کے واسطے سے برداشت کرو۔ اے اللہ ہم پر جو مصیبت پڑ رہی ہے اس کو قیامت پر چھوڑو۔ اُس دن ہم کو اجر ملے گا۔

۷۸۔ علی اصغر ہنگام شہادت پر مسکرائے:

ایک قیامت خیز مصیبت ایسی پڑی ہے کہ جس سے اہل حرم کی مصیبت ہی نہیں بڑھی ہے بلکہ سننے والے کا بھی جگر پھٹ جائے گا۔ معصوم علی اصغر جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا ہے صرف خشک لبوں کو حرکت دے سکتا ہے مقابلہ تیر کرنا ہے اور تیر لگنے پر مسکراتا ہے۔ یزیدی دعا بازوں کے سامنے میدانِ وعالمیں کھڑے مقابلہ ہو رہا ہے۔ جو بچہ معصوم اپنی گردن تک نہ گھما سکتا ہو اور خشک لب ہو پھر اس کو تیر مارا جائے کس قدر بڑا ظلم ہے۔ آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔ معصوم صغیر کو تیر لگا اور معصوم مسکرایا اور اس مسکراہٹ سے تمام زمانے والوں کے دلوں میں جگر خون ہو گیا۔ تمام انسان جنات و حوش و طیور زمین جمادات و نباتات و پرندگان سب کا جگر جل کر کیا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ معصوم جب اتنے مصائب جھیل رہا ہے تو اسے ”باب الحوائج“ دیا دیا جائے اور اس کے واسطے اور وسیلے سے دنیا والوں کی امیدیں، مراویں پوری ہوں۔



## ۷۹۔ تیر لگنے سے علی اصغر مسکرائے:

میں وہ بھوکا پیاسا صغیر ہوں کہ مجھے ماں کا دودھ بھی نہیں ملا ہے اور میں نے اپنا گلا اپنے باپ کے دفاع میں پیش کر دیا ہے اور میں نے عشق خدا کی کتاب کی ایک ایک آیت پڑھی ہے پھر آخر میں اپنے خون جگر سے تفسیر لکھی ہے۔ میرے دل کو کیا آرام ملے میری جان بھی پریشانی میں پھنسی ہے۔ میرے لب تو بند ہیں لیکن میری فریاد جہاں تک ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ایسے سامان کر دے کہ اپنے دل کو آب تیر سے دھو لیا جائے۔

جب تیرا لگا تو علی اصغر مسکرائے۔ فرشتے یہ دیکھ کر تعجب میں ہو گئے اور نعرہ تکبیر لگانے لگے اپنی جان قربان کر کے علی اصغر کا میاں ہو گئے تھے۔ خون علی اصغر نے حاہرو پاک کر دیا۔ اے میثم اگر چہ زبان تو خاموش ہو گئی مگر ان کے خون ناحق کا جوش قیامت تک رہے گا۔ (نخل بیثم، ج ۲، ص ۳۳۶)

## ۸۰۔ بارگاہ رسول خدا میں امام حسینؑ کا شکوہ:

جب علی اصغر کو تیر لگا اور جنگ کو سدھار گئے تو امام حسینؑ نے اپنے نانا ست پکار کر کہا کہ نانا ہماری اولاد قتل ہو رہی ہے، عورتیں پریشان ہو رہی ہیں، ہم پر آپ کی امت جفا کرنے کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں۔

شیخ طریحی نے منتخب میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس تکلیف میں اپنے ماں باپ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بابا جان۔ اماں جان۔ ہماری اولادوں کو قتل کیا گیا، محدرات عصمت و طہارت کو اسیر کیا جائے گا۔ ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ یہ امت کیا کیا ظلم ڈھارہی ہے۔ (موضع حسینی، مولف حاج شیخ علی قلی بی بی)

## ۸۱۔ علی اصغر کا خشک گلابے دودھ پیئے تھا:

حضرت مختار ثقفی کے روبرو تاریخ نویس کر بلا نو پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ بتاؤ امام پر یومی مصیبت کب گزری؟ کہا کہ جب علی اصغر کو امام کے ہاتھوں پر تیر لگا اور شہید ہوئے۔ ابھی امام حسینؑ کا بیان مکمل نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک تیر آ کر خشک گلوئے اصغر پر لگا تب امام حسینؑ نے تڑپ کر پیغام دیا۔

لیتکم فی یوم عاشورا جمعیا تنظرونی

کیف استسقی لطفلی فابو ان یرحمونی

اے دوستو شیعو! کاش تم کر بلا میں ہوئے اور دیکھتے کہ میں عاشور کو اپنے معصوم علی اصغرؑ کیلئے کس طرح پانی مانگ رہا تھا۔ میرا بے شیر اصغرؑ بے گناہ اصغرؑ تیرا نازک گلابیسا ہی تیر سے چھڑ گیا۔ بھلا پھول جیسے گلے میں کہاں طاقت تھی کہ اتنا بڑا تیر سے شعبہ برداشت کرے۔ اب میں تجھے زخمی و مردہ حالت میں ربابؑ کے پاس لے جا رہا ہوں اسے کیا جواب دوں گا۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے معصوم بچے کا کیا گناہ تھا۔ میں تو دروازے پر کھڑی کھڑی تیرا انتظار کر رہی تھی۔ بہن بھی منتظر تھی یا بقیۃ اللہ۔ ہم نے اپنے جن کی ناشگفتہ کلی تیری راہ میں قربان کر دی۔ ہمارے آگے پیچھے دشمن کا لشکر ہے اب ہمارا دل تاریک ہو رہا ہے۔ (نغمہ کوثری ص ۶۸-۶۷)

## ۸۲۔ مظلومیت حسینؑ کا ثبوت:

جرجی زیدان نویندہ لکھتا ہے کہ اس معصوم علی اصغرؑ کی شہادت نے مظلومیت حسینؑ کو پوری دنیا میں پھیلا دیا ورنہ بنی امیہ کے نابکار خون حسینؑ کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے اور بنی امیہ کے کارکن جو دشمن حسینؑ تھے یہی جھوٹا



پروپیگنڈہ کرتے کہ حسینؑ اپنے چند ساتھیوں اور عورتوں کے ساتھ جنگ کر کے حکومت چھیننا چاہتے تھے۔ جنگ کی لیکن چھوٹا معصوم اصغرؑ تو جنگ کے قابل نہ تھا اس کو شیر سے نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ یہ کتاب بڑا ظلم ہے۔ (زندگانی بابہ اللہ حسینؑ ص ۱۳۳)

### ۸۳۔ مصیبتِ وداع علی اصغرؑ:

امام حسینؑ کے جب تمام یاوردانصار شہید ہو چکے تو امام خود یکہ و تنہا عازمِ جنگ ہوئے اور کئی بار اہل حرم سے الوداع کہی۔ ایک بار تو امام خیمے کے اندر تشریف لائے اور خیمے میں آکر تمام عورتوں کو آواز دی اور فرمایا اے سیکندہ، اے فاطمہ، اے زینب، اے ام کلثومؑ، لیکن مٹی السلام۔ میری طرف سے سب پر سلام و درود ہو۔ امام حسینؑ کے تمام مصائب اتنے خطرناک ہیں کہ دل کو کھب کئے دیتے ہیں اور آنکھیں روتی رہتی ہیں لیکن الوداعی کیفیت سب سے زیادہ تکلیف دہ مصیبت ہے کہ جب امام حسینؑ نے تمام عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے سلام کیا اور رخصت لی تو وہ منظر بہت ہی دردناک تھا اور سب کے سب رورہے تھے۔ امام نے اپنی بہن سے کہا کہ میرے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو لاؤ اس کو پیار کر کے اس سے بھی رخصت لے لوں اور خدا حافظ کہوں۔ تو فوراً ہی جنابِ زینب علی اصغرؑ کو لے آئیں۔ (منہجی الامال، شیخ عباس قمی)

### ۸۴۔ علی اصغرؑ کے غم زدہ چہرے کا بوسہ:

علی اصغرؑ شدتِ تشنگی سے رورہے تھے اور ایک ہل کو آرام نہیں کر رہے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور پیٹ بھی کمر سے لگ گیا تھا اور لب خشک تھے۔

### ۸۵۔ خوئین الوداع:

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور چاہ رہے تھے کہ خشک لب علی اصغرؑ کے چوم

لیں اتنے میں ملعون حرمہ کا تیرا صغر معصوم کو آکر لگا۔ تیر گلے میں لگا بچہ باپ کی گود میں  
ذبح ہو گیا اور منقلب ہو گیا۔

شاعر نے ایسے موقع پر ایک شعر میں کہا ہے:

ومن عطف اہوی لتقبیل طفله

فقبل منه قبلہ السہم منحرا

”امام حسین شیر خوار کا گلا چومنے کیلئے جھکے تھے کہ تیرا اس سے پہلے علی اصغر کے گلے  
پر لگ چکا تھا۔“ امام نے اپنی بہن کو طلب کیا اور فرمایا (خدیجہ) اس معصوم علی اصغر کو  
پکڑ لیں۔ حضرت نے تبت نے روتے ہوئے اور دل سے نالہ نکالتے ہوئے اور قلب  
کے اضطراب کے ساتھ بچے کو پکڑ لیا۔ (منہجی الآمال)

۸۶۔ آسمان کی طرف خون پھینکنا:

امام حسین نے علی اصغر معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ لگایا اور جب خون سے چٹو  
بھر گیا تو اس خون کو جانب آسمان پھینک دیا۔ پھر اس مصیبت پر اپنی بہن سے فرمایا کہ  
یہ مصیبت میرے نزدیک بہت محترم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس قربانی کو دیکھ  
رہا ہے اور اس کی رضا ہمارے ساتھ ہے۔ (مقتل الحسین ص ۶۸۲)

۸۷۔ شہادت علی اصغر کے بعد امام حسین نے ظالمین پر لعنت کہی:

امام حسین نے معصوم علی اصغر کی شہادت کے بعد کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی  
جانب سے ہماری مدد بند کر دی ہے تو یہ حکم اس سے بہتر ہے اور ہمارے مصائب کا بدلہ  
اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

علامہ سید حسن امین کہتے ہیں کہ امام حسین کا مقصد یہی تھا کہ آنے والے زمانے



میں حضرت امام مہدیؑ آکر تمام دشمنانِ امام حسینؑ کو زعمہ کر کے ان سے خونِ حسینؑ کا بدلہ لیتے۔

### ۸۸۔ قرآنِ حسینؑ کے ہاتھوں پر:

سیط بن جوزی کتاب تذکرہ از ہشام بن محمد کلیبی اس طرح نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکرِ عمر بن سعد امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ ہے تو آپ قرآن لائے اور سر پر قرآن رکھا اور فوجیوں کے درمیان فرمایا۔

بینی و بینکم کتاب اللہ وجدی محمد رسول اللہ

اے لوگو! کس وجہ سے تم میرا خون بہانا چاہتے ہو۔ آخر میں بی بی فاطمہؑ اتر پڑی، رسول کی بیٹی کا بیٹا (تو اسے) نہیں ہوں؟ اور جو حدیثیں پیغمبرِ اکرمؐ نے ہماری شان میں کہی ہیں: 'ہذا ان سیداً شباب اہل الجنۃ' حسنؑ اور حسینؑ دونوں جنت کے سردار ہیں کیا یہ بات تم نے نہیں سنی ہے جواب دو۔ (متنیں الآمال)

### ۸۹۔ اس معصوم بچے پر رحم کرو:

اس دوران جب امام حسینؑ لشکرِ عمر بن سعد سے محو گفتگو تھے دیکھا کہ ایک معصوم بچہ پیاس سے جان بلب ہے اسے اپنے ہاتھوں پر لیا اور فرمایا۔

یا قوم! ان لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل

اے گروہو! جہاں کار اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرنا چاہتے ہو تو یہ معصوم شہماہ علیؑ (تو پیاس سے جان بلب ہے۔ اس طفلِ شیرخوار پر رحم کرو۔ اسی دوران بے رحم تیرا انداز نے (حرمہ بن کمال ملعون نے) ایک تیر معصوم کے خشک نکلے پر مارا اور بچے کو ذبح

کر دیا۔ (متھی الامال)

۹۰۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کے استغاثے پر لبیک کہا:

(اے میرے پدر گرامی آپ بے مددگار نہیں ہیں)

مشہور واقعہ حاج شیخ محمد علی رسولی اراکی کہتے ہیں کہ ایک روز مکان آیت اللہ بروجردی میں، میں موجود تھا یہ صاحب منبر خراسان سے آئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب روز عاشورہ امام حسینؑ نے صدائے استغاثہ: *هل من ناصر بلندی تھی* تو معصوم علی اصغرؑ نے خود کو جھولے سے گرا دیا تھا اور گویا یہ زبان بے زبان سے کہہ رہے تھے کہ بابا جان میں مدد کیسے تیار ہوں۔

۹۱۔ ایک کان سے دوسرے کان تک علیؑ اصغرؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے:

امام حسینؑ نے کہا کہ اے میری بہن میرے طفل صغیر علی اصغرؑ کو لاؤ تاکہ اسے بھی الواو کہوں۔ علی اصغرؑ باپ کے ہاتھوں پر آ گئے۔ (باب الحواج حضرت علی اصغرؑ ہں ۱۰۹)

۹۲۔ ایک گھونٹ پانی کا تقاضا:

جس وقت امام حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں لانا چاہتے تھے تو گھوڑے سے نیچے اترے۔ لباس پیغمبرؐ کو پہنا اور ان کی بی عبا کو اوپر ڈالا اور حضرت حمزہؑ کی زرہ کو پہنا اور عمامہ علیؑ کو پہنا پھر ذوالفقار کو کمر میں باندھا اور اونٹ پر سوار ہوئے۔ امام نے علی اصغرؑ کے اوپر عبا کا دامن اس لئے ڈال لیا کہ دھوپ کی گرمی سے بچالیں۔ لشکر یان عمر بن سعد ملعون دیکھ رہے تھے کہ لباس جنگ مکمل نہیں پہنتا تھا۔ لشکر یان عمر بن سعد کو معلوم تھا کہ امام صرف ایک باری میدان جنگ میں قرآن لے کر آئے تھے۔ اب یہ لوگ منتظر تھے کہ اب حسینؑ کیا چیز لے کر میدان میں آ رہے ہیں۔ اب انہوں نے دیکھا کہ



چھوٹے بچے ششماہی علی اصغر کو لے کر آئے ہیں۔ پھر امام نے صغیر کو ہاتھوں میں بلند کیا گویا اتنا بلند کیا کہ سپیدی بغل ظاہر ہو گئی اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

اما ترونہ کیف يتلظى عطشاً؟

آیا تم اس بچے کو پیاس سے جان بلب دیکھ رہے ہو۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۳۔ ایک تیر سے علی اصغر کی پیاس بجھائی گئی:

جب فوجیوں نے امام حسینؑ کا کلام سنا تو ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور ایک انقلاب آنے والا تھا کہ عربین سعد ملعون نے حرمہ ملعون سے کہا کہ تو حسینؑ کی بات کا جواب دے۔ حرمہ نے کہا کہ امامؑ کی بات کا جواب دوں یا معصوم بچے کا جواب دوں۔ ابن سعد نے کہا کہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی ہے۔

۹۴۔ سر بریدہ مرغ کی طرح علی اصغرؑ کا سرا لگ ہو گیا:

حرمہ ملعون نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اونچائی کے اوپر چلا گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر آیا اور تیر سے معصوم کو نشانہ بنایا۔ راوی کہتا ہے کہ جیسے ہی تیر چلا تو معصوم کا گلا مثل گلا کٹنا ہوا مرغ کے ہو گیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۵۔ حضرت علی اصغرؑ پر اصل مصیبت کیا تھی؟

امام حسینؑ نے مختار ابست و عصمت و طہارت اور دیگر بچوں کیلئے پانی طلب کیا تھا لیکن فوجیوں نے توجہ نہیں کی تھی۔ اب امام نے فرمایا کہ اس معصوم شیر خوار کیلئے ایک گھونٹ پانی دے دو پھر بھی عینوں نے یہ بات قبول نہ کی۔

امام نے فرمایا کہ لاؤ ہمیں اس معصوم بچے کیلئے کچھ پانی دے دو لیکن انہوں نے نہ مانا اور بات کو ختم کر دیا۔ پھر امام حسینؑ علی اصغرؑ کو لائے اور پانی طلب کیا۔ تیر لگنے کی

مصیبت الگ رہی لیکن میدان میں لایا جانا بھی بڑی مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے ہاتھ سے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی خود ہی پلا دو کیا تم لوگ نہیں دیکھ رہے کہ یہ معصوم تکلیف کی وجہ سے کس طرف بچ و تاب کھا رہا ہے۔ رنگ زرد ہو گیا ہے اور ہاتھ پیر اینٹھ گئے ہیں۔ (مجلس المواقف مجلس محترم، مرحوم حاج شیخ جعفر شہرستانی ص ۱۱۸)

## ۹۶۔ ایک تیر اور تین نشانے:

شیخ حسن دہستانی نے کہا ہے کہ امام حسینؑ معصوم شیر خوار کو لے کر آئے اور فوج مخالف سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو اس معصوم بچے کو پانی پلا دو۔ یہ سنتے ہی حرمہ ملعون نے تیر مار کر علیؑ کو شہید کر دیا۔

جو تیر اصغر معصوم کو لگا اس نے تین نشانے مارے ہیں:

۱۔ حضرت علیؑ اصغر کے نرم و نازک گلے سے تیر پار ہو گیا۔

۲۔ امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

۳۔ اس تیر نے حضرت فاطمہ الزہراؑ کا دل ٹکڑے کر دیا۔

(ریاض القدس ج ۲، ص ۱۰۱،روضۃ الشہداء ص ۳۴۳)

## ۹۷۔ حضرت علیؑ اصغر کی شہادت

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی اپنی کتاب معراج خطابت جلد ۳ میں لکھتے ہیں:-  
وہ بیباں جو غیر گھروں سے آئی تھیں وہ بھی جانتی تھیں کہ بھائی بہن کا رشتہ کیا ہے۔  
شہدہ عاشور علیؑ اصغر کو رباب نے نیا کرتا پہنایا، سر پہ ایک ننھا سا عمامہ باندھا، گلے میں ہنسی، کلا یوں میں کالے ڈورے، سیکڑے کوٹھی سی عبا اڑھائی، علیؑ اصغر کو گود میں لیا، سیکڑے کی انگلی پکڑی اور زنبب کے خیمے میں لگیں کہابی بی کل آل محمد کے گھر میں قیامت کا دن



ہے، لڑائی ہوگی مجھے غم ہوا ہے کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو تیار کیا ہے، رباب کے پاس تو کوئی ایسا ہدیہ نہیں ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، میں کیا میدان میں بھیجوں گی۔ میرے پاس تو یہ ننھے ننھے دو ہدیے ہیں، شہزادی زینبؑ میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ علی اصغرؑ باب الحوائج ہیں۔ زینبؑ کے حوالے کیا تو یہ عالم کہ رات بھر علی اصغرؑ پھر زینبؑ کی ہی گود میں رہے۔ سیکنہ بی بی خود کہتی ہیں کہ مجھے پیاس جو لگی تو میں نے یہ سوچا کہ شاید کسی خیمے میں پانی ہو۔ ایک ایک خیمے میں میں گئی تمھارے پاس پانی ہے، تمھارے پاس، تمھارے پاس، ہر خیمے سے جواب ملا پانی کہاں پانی تو نہیں ہے۔ بی بی سیکنہ کہتی ہیں میں نے سوچا کہ جل کے میں پھوپھی اماں سے کہوں، میں جو پھوپھی اماں کے خیمے میں آئی تو میں نے یہ دیکھا کہ پھوپھی علی اصغرؑ کو گود سے لپٹے کبھی شہلی ہیں اور جب چونک کے روتے ہیں تو کبھی زمین پر بیٹھ جاتی ہیں، کبھی پھر لپٹا کے کھڑی ہو جاتی ہیں اور بار بار آسمان کو دیکھتی ہیں، میں نے کہا پھوپھی اماں تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے کہا سیکنہ اگر پانی ہوتا تو میں اصغرؑ کو لئے ٹہل کیوں رہتی ہوتی۔ آؤ دیکھو تمھارا چھوٹا بھائی پیاس سے بے تاب ہے۔ پیاس سے بڑا حال ہے۔ حسینؑ یہ کہہ کے گئے تھے۔ عصر سے کچھ پہلے کہ رونا نہیں زینبؑ، کوئی بی بی نہ روئے میں زندہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں کوئی چیخ کے نہ روئے، خطبہ دے رہے تھے میدان میں کہ خیام سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آئیں حسینؑ نے گھوڑے کو واپس کیا، گھوڑے سے اترے خیمے میں آئے، کہا زینبؑ ہم نے تو کہا تھا کہ کوئی روئے نہ اور اتنی چیخ دیکار کیوں ہے، کہا بھیا یہ خوف کارونا نہیں، جب آپ نے کہا هل من ناصر تو علی اصغرؑ اچھلے اور جھولے سے اپنے آپ کو گرا لیا یہ اس بات پر رونا ہے کہ اب حسینؑ کا ناصر کوئی نہیں اور بچا اپنے آپ کو حسینؑ کی مدد کے لیے پیش کر رہا ہے کہا زینبؑ ہم علی اصغرؑ کا ارادہ سمجھ گئے، لاؤ

علی اصغر کو میرے پاس لاؤ، نہ نبت نے علی اصغر کو گود میں اٹھایا، لا کے امام حسینؑ کی گود میں دے دیا، چہرہ دیکھا، علی اصغر نے خوشبوئے امامت پائی، آنکھیں کھول کر حسینؑ کا چہرہ دیکھا، آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوئیں، حسینؑ نے کہا علی اصغر وقت آگیا، اصغر نے اشارہ کیا میں تیار ہوں۔ آؤ پھر چلو علی اصغر۔ چاہتے تھے کہ علی اصغر کو لے کر مڑیں دیر سے ماں یہ منظر دیکھ رہی تھی ایک اجلی سی رو اسفید چادر۔ کہا آقا اجازت ہے اصغر پر ڈال دوں، کہنے کو تو یہ کہا کہ آقا دھوپ تیز ہے، بچے پہ چادر اس لیے ڈالی ہے کہ کہیں میرا پھول سا بچہ دھوپ کی تیزی میں کھلا نہ جائے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ قدرت نے رباب کے ہاتھ سے یہ چادر ڈلوائی کہ اصغر کو کفن تو ملے گا نہیں ماں نے گویا کفن ڈال دیا، علی اصغر پر۔ چھ مہینے کے بچے کو کفن نہیں ملا۔ چادر جو پڑی تھی تو اشتیاق کہنے لگے قرآن لا رہے ہیں۔ قرآن کو بیچ میں رکھ کے اب یہ صلح کریں گے، تھا تو وہ قرآن ہی۔ مگر قرآن ناطق تھا۔ جیسی تو حسینؑ نے کہا جنت خدا کے بیٹے جنت کو تمام کرو۔ تھوڑا سا پانی پلا دو نہر سے پانی گھٹ نہ جائے گا۔ تو کیا تم سمجھ رہے ہو کہ علی اصغر کے بہانے سے پانی میں مانگ رہا ہوں تو میں نے ان کو جلتی ریتی پر لٹا دیا، آؤ اپنے ہاتھ سے علی اصغر کو پانی پلا دو۔ آقا ٹھہریے شاید کوئی پانی لے کے آجائے، اتنی جلدی کیوں اٹھ رہے ہیں، اس لیے اٹھالیا کہ اگر ایڑی رگڑیں گے تو چشمہ نکل آئے گا۔ اصغر آجاؤ، تم فخر اسماعیلؑ ہو، ابھی تو اٹھایا تھا گود میں، ابھی چاہتے تھے کہ علی اصغر سے باتیں کریں بس اتنا کہا علی اصغر جنت کو تمام کر دو علی اصغر نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، بس ہونٹوں پہ زبان کو پھیرنا تھا کہ لشکر میں ایک برقت کا ٹل ہوا، منہ موڑ موڑ کے وہ پتھر دل انسان بھی رونے لگے جو صاحب اولاد تھے۔ آنسو چھلک آئے ایسے میں عمر سعدؑ نے کہا ارے لشکر میں انقلاب آجائے گا۔ اے حرمہؑ "اقطع کلام الحسینؑ" بدوش سے کمان اتاری،



ترکش سے تیر نکالا، مکان میں تیر کو جوڑا، سنسانا ہوا تیر چلا، ارے ماں نے علی اصغرؑ کے کان میں ایک بات کہی تھی۔ یہ کہا تھا اصغرؑ تم جا تو رہے ہو لیکن تمہاری موجودگی میں حسینؑ پر کوئی تیر نہ لگے، تیر آ رہا تھا، حسینؑ کے سینے پر علی اصغرؑ اچھے اور اچھل کر وہ تیر علی اصغرؑ نے اپنے گلے پر لے لیا۔ علی اصغرؑ

(علامہ: اکبر سید ضمیر اختر نقوی، معراج خطابت جلد سوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۰)

### ۹۸۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگنا:

مرحوم بھٹری کہتے ہیں کہ علی اصغرؑ بہت ہی زیادہ پیاسا تھا اس لئے بھوکا پیاسا رو رہا تھا۔ ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔ امامؑ نے فرمایا کہ علی اصغرؑ کو مجھے دے دو پیار کروں پھر دشمن کی صفوں کے درمیان بچے کو لے کر آئے اور فرمایا کہ میرے نانا بروز قیامت ان ظالموں سے نفرت کریں گے اور اللہ سے فرمایا کہ اب میرے خزانے کا یہ آخری گاہر تھا جسے میں تیری راہ میں قربان کر دیا ہوں۔ پھر فرجیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے آل ابو سفیان بنی امیہ یہ معصوم بچہ تشنگی سے جان بلب ہے کچھ پانی اسے پلا دو کہ شدت تشنگی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا ملعون حرمہ نے تیر مارا اور علی اصغرؑ شہید ہو گئے خون گلو سے جاری ہو گیا۔ (صاب رحمت ص ۵۳۳)

### ۹۹۔ آخری مشاہدات علی اصغرؑ:

نمازِ ظہر پڑھی جا چکی ہے۔ ہوا بہت گرم ہے۔ تمام یاور و انصار امامؑ کے ساتھ ساتھ ہیں ایک ایک انصار شہید ہو رہا ہے پھر نو جوانان بنی ہاشم کی باری آ گئی۔ حضرت علی اکبرؑ، قاسم بن الحسنؑ، فرزندان علیؑ، زینبؑ کے لاٹھے عموں و محمدؑ، حضرت عباسؑ سب شہید ہو گئے۔ کیا مصیبت گزر گئی کہ آپؑ کا جسم نازک زمین کو بلا پر پارہ پارہ ہوا پڑا ہے۔ خیام سے گریہ وزاری کی صدا آرہی ہے۔ امامؑ تنہا ہیں۔ امام زین العابدینؑ بیمار

اور خش میں ہیں۔ پھر امام کی صدائے استغاثہ زمین سے فضا میں پھیلی آیا ہے کوئی؟ جو الہ رسول کو دشمنوں سے بچائے۔

مخدرات عصمت و طہارت کی آواز خیموں سے بلند ہوئی تو علی اصغرؑ نے بھی زور زور سے رونا شروع کر دیا اور بعض کا کہنا ہے کہ (قد اذقہ) شلو کے کو پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے گرا دیا۔ امام نے اپنی بہن سے فرمایا کہ لاؤ میرا معصوم صغیر مجھے دے دو تاکہ میں اسے الوداع کہوں۔ اب معصوم اصغرؑ کی کمزوری سے یہ کیفیت ہے کہ کبھی بچہ اپنا سر اوپر کرتا ہے اور کبھی نیچے سر گرا دیتا ہے۔ امام علی اصغرؑ کا سوکھا گلا اور ہونٹ چومنا چاہتے تھے کہ اچانک تیرا کرنگا اور علی اصغرؑ خون میں نہا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔  
(علامہ سید حسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۰۹، کتاب غرر الخوفین، شرح حال حضرت علی اصغرؑ، استاد مجید زجاجی کاشانی، ص ۴۲)

#### ۱۰۰۔ تیر کا نشانہ علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

حرمہ ملعون نے خطرناک تیر علی اصغرؑ معصوم کو بلا خطا مار دیا۔ اے حرمہ کیا تو مسلمان بھی ہے؟ اگر تو عترت رسولؐ کی عزت نہیں کرتا ہے تو قرآن کا تو احترام کر۔ اے حرمہ تو عمر بن سعد کی طرف سے لالچ کی نظر نہ رکھ کہ اسے قتل حسینؑ کے بدلے ملک رے کی سلطنت ملے گی۔ اسے حکومت ملے گی مگر حرمہ ملعون ذرا سوچ تجھے کیا ملے گا۔ تیری دنیا اور عاقبت خراب ہو چکی ہے۔ اب جان بوجھ کر اتنا بڑا گناہ نہ مکا معصوم کو تیر ہرگز نہ مار۔

اے منحوس ملعون حرمہ۔ نابکار مجھے خون علی اصغرؑ کی گرمی بے چین کئے جاتی ہے اگر تو اس وقت رحم کرے گا تو شاید کوئی ذات اچانک تیری مدد کرے گی تو نے عمر بن سعد کی ایک نگاہ دیکھ کر اتنا بڑا ظلم کر دیا۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر مارا کتنا بڑا ظلم کیا۔  
اے حرمہ ملعون میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ تجھ سے انتہام حجت کر رہا ہوں۔ حرمہ



کمین ملعون تیرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے تو مثل خون پینے والے بھیڑیے کے خطرناک و ذلیل ہے۔

اے علی اصغر معصوم۔ میں آپ سے دودھ آپ کی مادر گرامی جناب درباب بہت امراء القیس سے شرمندہ ہوں۔ بی بی زینب سے بھی شرمندہ ہوں۔ اے تیز آندھی وہوا کدھر ہے۔ وہر میں انقلاب برپا کروے اور آفتاب چمک دار مجھے بے چینی بڑھتی چارہ ہی ہے۔ اے گروہ جن تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو آخر تم میں کوئی انصاف کرنے والا نہیں ہے۔ ماں پھو بھی اور بہنوں کے سامنے دستِ امام حسینؑ پر تیرا مارا گیا۔ اے نازنین۔ اے کر بلا کے نرم و نازک پھول میری جان تیری پیاس اور معصومیت پر غار ہو جائے۔ قربان ہو جائے تیرے ایک کان سے دوسرے کان تک معصوم اصغر کو ذبح کر ڈالا۔ میں اس پر بے انتہا غم زدہ ہوں۔ میں تجھے پیاس کی شدت سے روئے میں کیسے چپ کر سکتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تیری پیاس کی تکلیف نے کے قلب کو زخمی کر دیا ہے۔ اب میں اس نامرد حرمہ بن کاہل ملعون سے پوچھتا ہوں کہ تین بھال کا تیر جو گھوڑوں کو مارا جاتا تھا غنچہ کا شگفتہ نازک پھول علی اصغر کے گلے پر مارا گیا۔ زہر یلا تیر معصوم شیر خوار کو کیوں مارا گیا۔

اے معصوم شہزادے علی اصغر یہ تیر تمہارے نازک گلے پر ہی نہیں لگا بلکہ یہ تیر قلب زہراؑ علیؑ و رسولؑ خدا و امانہ حسنؑ و امام حسینؑ کے قلب پر لگا ہے اور یہ تیر امام زمانہؑ مہدیؑ آخر الزمان کے قلب پر لگا ہے۔ **آلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**

(غنچہ خرمین از استاد مجید زجاجی کاشانی ص ۳۳)

۱۰۱۔ سلام ہو شہزادہ علی اصغرؑ پر:

اے علی اصغرؑ۔ تمہاری دادی شہزادی گوین بی بی فاطمہؑ الزہراؑ کی جان تم پر قربان

ہو جائے۔ تیرے پیاسے ہوتوں اور روتی ہوئی آنکھوں پر بے شمار سلام ہو۔ تیرے گلوئے نازنین مجروح تیرے سلام ہو جو خون سے سرخ ہو گیا۔ سلام ہو تیری تکلیفات پر جس سے جگر خون ہو گیا۔ تیری غیرت پر سلام ہو۔ تیرے دانتوں اور پھول سے کھلے ہوئے چہرے پر سلام ہو، تیرے لبوں پر اور قرآنی آواز پر سلام ہو۔ جان دینے کے وقت ہنسنا۔ تیری اس ادا پر سلام۔ تیری الوداع پر سلام کہ جب تو میدان میں اپنی جان قربان کرنے کیلئے روانہ ہوا اور شہزادہ عباسؑ پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ وہ تم سے شرمندہ رہے۔ جناب زینبؑ علیا شہزادی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ ان پر چاروں طرف سے کوٹھوں سے پتھر برسائے گئے اور سلام ہوا اس شیر ہر مرد پر امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے جوان فرزند شہزادہ علیؑ اکبر کے سینے سے برچھی نکالی اور جس کا سر کاٹ کر نوک پر اٹھایا گیا۔ سلام ہوا اس ذات والا صفات امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے دشمنوں کو بھی سیراب کیا ہے اور سخاوت کرنا جن کی عادت ہے۔ میثمؑ آپ کا مرثیہ خوان ہے۔ میں آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کر کے فخر محسوس کرتا ہوں۔ آپ میں بے شمار صفات ہیں ان کو کہاں تک بیان کر سکتا ہوں۔ (مغل میثم، ج ۳، ص ۲۶)

### ۱۰۲۔ سید الشہداء کی قربانی:

امام حسینؑ نے بحالت مجبوری اپنا حج مکمل نہیں کیا۔ حج کو عمرے میں تبدیل کر دیا اور مکہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور ایسی ایسی قربانیاں کر بلا میں پیش کیں کہ قیامت تک جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ تمام حاجی اپنے لئے ایک قربانی حج کیلئے لے کر آتے ہیں لیکن امام حسینؑ اپنے ساتھ ہر طرح کی قربانی لے کر آئے ہیں جس میں چھ ماہ کا شہزادہ علیؑ اصغر بھی ہے۔ اپنے بیٹے، بھتیجے، بھائی اور یاد و انصار لے کر آئے ہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، مولف حاج شیخ محضر شستری، ص ۱۲۶)



## ۱۰۳۔ اوج تنہائی امام حسینؑ:

امام حسینؑ کی مظلومیت نے انسانوں کے دلوں میں اس قدر محبت کیوں پیدا کر دی ہے۔ مولائی فرماتے ہیں کہ:

من رقی فی درجات الہم عظمۃ الامم

یعنی جو شخص بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ تمام دنیا اور امت اسے بزرگ شمار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

قدر الرجل علی قدر ہمة و ہمة علی قدر غیرتہ

انسان کی بلندی کا ترازو "ہمت" کو مانا گیا ہے اور انسان کی ہمت کا اندازہ اس کی غیرت سے لگایا جاتا ہے۔

آلمانی سبکی لکھتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب، احباب وغیرہ کو سمجھایا کہ ہم مظلوم ہیں یہاں تک کہ یہ نصرانی کہتا ہے کہ معصوم علی اصغرؑ کے ذریعے سے بھی لوگوں کو سمجھایا کہ ہم مظلوم ہیں اور یزیدؑ لا دین ہے روزِ عاشورہ معصوم صغیرؑ کو شہید کیا۔ علی اصغرؑ معصوم کی شہادت پر لشکرِ یزید کے فوجی بھی بگڑ گئے تھے کہ اتنے معصوم اور پیارے بچے کو مارنا کتنا بے اکام ہے۔ اس معصوم بچے کا کیا گناہ ہے جو اسے شہید کر ڈالا۔

امام حسینؑ معصوم بچے کو فوجِ اعداء کے سامنے لائے اور دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور فرمایا کہ:

میں نے اپنے بیٹے علی اکبرؑ کا غرقِ خون لاشہ اٹھایا اور اپنے بھائی عباسؑ کے کئے ہوئے بازو اٹھائے اب میرا کوئی یا دروا نصار باقی نہیں ہے صرف ایک چھوٹا شہزادہ باقی رہ گیا ہے وہ بھی پیاس سے جان بلب ہے اور شش کر گیا ہے۔ اگر ماں کا دودھ ہوتا تو بچہ دشمنوں کے مقابل کیوں لایا جاتا اور کس قدر غم حسینؑ پر پڑے تھے کہ جن کا بیان کرنا

ناممکن ہے۔ بڑھاپے میں جوان لاشوں کا اٹھانا جس سے کمر ٹیز بھی ہوگی ہو۔ جب قاسم کا لاشہ اٹھایا تھا تو اسی ہی وقت سے کمر خنیدہ ہوگئی تھی پھر علی اکبر و عباس کی لاش پر کمر بالکل بیکار ہو چکی تھی اور آخر میں شہزادہ علی اصغر جو شہادت میں مثل علی اکبر تھے گویا رسول اللہ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ خدایا دشمنوں نے کتنی بے رحمی کی ہے۔ ان کو دوزخ کے گہرے طبقے میں آگ کے جلانا۔

امام حسینؑ نے ہر چند کوشش کی اور سمجھایا کہ اس قدر ظلم نہ کرو مگر دشمنوں نے ایک نہ سنی بلکہ جواب میں حرمہ نے شیر مارا جو گلوئے اصغر پر لگا اور باپ کی گود میں شہید و ذبح ہو گئے۔ خدایا خدایا۔ بچے نے ایک موقع پر پرندے کی طرح سے پر مارنے شروع کر دیئے مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر تکلیف بچے کو ہوئی۔ درخیمہ پر مادر و خواہر انتظار کر رہی ہیں۔ امام نے بچے کو لے جا کر فرمایا لعلی اصغر کو پکڑ لو۔

(۱۔ حضرت نجم الاسلام و المسلمین حاج شیخ عبدالحسین واعلیٰ زادہ حرمسانی درمدروسہ بخواراں۔

(۲۔ باب الحوائج حضرت علی اصغر ص ۷۲)

### ۱۰۴۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کا راز:

علی اصغرؑ کی شہادت میں کئی راز ہیں

- ۱۔ شہادت معصوم۔ دلوں کیلئے رقت کا سبب ہے۔ اس غم پر دل پھٹے جاتے ہیں۔
- ۲۔ اس شہادت نے سب سے زیادہ اذیت قلب حسینؑ کو دی ہے۔ ان کا دل خون رویا ہے۔

۳۔ جب علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے ہاتھوں پر بلند کیا تو علی اصغرؑ کی پیاس اور گلے پر تیر لگنے کی وجہ سے ملائکہ مقربین میں کھرام برپا ہو گیا۔ بے قرار ہو گئے۔

۴۔ علی اصغرؑ کی شہادت پر انبیاء و مرسلین، ملائکہ، حواریں تمام کے تمام امام



حسینؑ کے خطاب کو سن رہے تھے اور تصدیق فرما رہے تھے۔

۵۔ معصوم بچہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا گویا یہ ایسی شہادت ہے کہ ستر (۷۰) بار اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ سے کس قدر محبت اور عشق تھا۔  
۶۔ چھٹا راز یہ تھا کہ علی اصغرؑ کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا گیا تو ایک قصر بھی زمین پر واپس نہیں آیا اور یہ محبت خدا کی انتہائی دلیل ہے۔

۷۔ راز یہ ہے کہ علی اصغرؑ کی امام حسینؑ نے نماز پڑھی جس طرح رسول خداؐ نے حضرت حمزہؓ کی نماز ادا کی تھی روزِ احد چونکہ نماز شکر بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی زبردست تعریف ادا کرنا ہے۔ جس پر ملائکہ و انبیاء کو توجہ ہے۔  
۸۔ اپنی جان کا فدیہ کرنا مستحب تھا نہ کہ واجب۔ بزرگ لوگوں پر تو واجب تھا لیکن اس معصوم پر مستحب تھا۔ پھر بھی کتنا بلند مقام پالیا کہ اس سے بلند درجہ نہیں ہے۔

۹۔ امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے چاہتے تھے کہ کوئی بلند عمل کریں جس سے اپنی جان کا نذرانہ ہو جائے۔

۱۰۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے امام حسینؑ اللہ تعالیٰ کی بندگی، صبر و شکر میں لگ گئے اور جتنا بھی ہو سکا شکر ادا کیا۔

۱۱۔ راز یہ ہے کہ غنچہ اہلبیتؑ محمدؐ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت لے جان جبرئیل و اسرافیل کو حیرت میں ڈال دیا۔

۱۲۔ اس معصوم طفل شیرخوار کی روح مثل روحِ عظیم ہے۔

۱۳۔ حضرت علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے قبر میں دفن کیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:  
(۱) ایک ظاہری وجہ ہے (۲) دوسری باطنی وجہ ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر اور شہداء

کی طرح لاش معصوم پڑی رہتی تو دشمن ضرور اس کا سر کاٹتے اور نیزے پر  
چڑھاتے اور یہ باعثِ حقارت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
عذاب آجاتا اور زمین و آسمان ہنس جاتی۔

۱۴۔ امام حسین نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رحمانی مہمانی میں جو خون پیش کیا یہ  
ظاہری ہے۔

۱۵۔ اپنے معصوم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا یہ بھی ترویجِ دین ہے۔

۱۶۔ اس معصوم کا درجہ شہادت تمام دیگر شہداء سے افضل و اعلیٰ ہے اور اتنا بڑا  
درجہ ہے کہ اس سے بڑا درجہ کوئی نہیں ہے۔

۱۷۔ تمام نے دین اس لئے کیا کہ لاش پائمالِ ستم اس پاں نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ  
خونِ پاک و پاکیزہ ہے باعثِ بلندی درجات ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اسے چھپایا  
جائے دشمنوں کی نظر سے اور یہ عملِ امام۔ روحی لہ القداء حقیقت میں ایک رحمت  
بزرگواری و مہربانی تھی جسے شیر خوار سے نسبت دی گئی ہے۔

(۱۔ ترجمہ سیرۃ شہداء، ص ۳۲، مرحوم فاضل درہندی)

(۲۔ باب الحوائج، حضرت علی اصغر، ص ۷۲)

۱۰۵۔ یہ تیر سقیفہ کا تیر تھا:

اے شیخانِ اہل بیت۔ بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ زہرِ بلا تیر تو اسی روز تیار ہو چکا  
تھا جب غاصبانِ حقوقِ اہل بیت نے خلافتِ علی کو غصب کر کے خلافتِ راشدہ کی  
بنا ڈالی تھی اور پچاس (۵۰) سال کے بعد صحرائے کربلا میں یہ تیر صبحِ نشانی پر لگایا گیا۔  
پہلے قلبِ نازنین سید الشہداء اور دوسرے گلوئے علی اصغر پر لگا اور پھر سروں کو کاٹ کر  
نیروں پر چڑھایا گیا اور اگر سقیفہ یعنی ساعدہ میں خلافتِ غصب نہ کی جاتی تو یہ تیر کبھی  
نہیں لگتا اور امام کے یاوروں و انصار خون میں نہ نہاتے۔



ایک مازندران کے بادشاہ سے سید علوی نے پوچھا کہ حسین اور ان کے یاور و انصار کو کہاں شہید کیا گیا تو جواب ملا کہ کربلا میں۔ بادشاہ نے کہا کہ حسینؑ کے قتل کی سزا دے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی بن چکی تھی جب ابو بکر کی بیعت کی گئی تھی۔

یہ جانتے ہو کہ کس روز قذیب اسیر ہوئیں۔ جس روز خلافت بنی ساعدہ تیار ہوئی۔

(۱۔ شرح مرآئی، سید بحر العلوم، مرحوم علامہ سید محمد مہدی، بحر العلوم، ص ۲۲۸)

(۲۔ کامل بیانی، ج ۲، ص ۳۰۳، مرآئی، بحر العلوم، علامہ محمد مہدی، بحر العلوم،

ترجمہ شیخ رحمت اللہ کر بلائی، ص ۲۳۷) ، (۳۔ نیز تبریزی)

### ۱۰۶۔ روح اصغر پیاس سے آزاد ہو گئی:

رسول خدا کا جن پانی نہ ہونے سے آگ میں جل رہا ہے۔ قاطعہ ڈھرائے کے پھول مڑ جھگئے ہیں بلبلوں نے بھی اپنے نغمے چھوڑ کر غم و اندوہ کے نالے شروع کر دیئے اور پیاس کی شکایت کا نغمہ گارہی ہیں۔ جیسے جناب ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے چکر لگائے تھے اور ان کا نونہال اسمعیل زمین پر پیاس میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا تو زہرہؑ کا جن بھی پڑ مر رہا ہے۔ انسان کو حسینؑ کی پیاس پر قیامت تک یاد کر کے رونا چاہیے اور کربلا کی پیاس ان کی زبردست ہے کہ جس کی گرمی سے دریا کا دل بھی جل اٹھا ہے۔ اصغرؑ معصوم چمکتے چاند کو قبر میں چھپا دیا تو اندھیرا ہو گیا۔ دشمن کے تیر نے معصوم کو نسل و زخمی کر دیا اور اصغرؑ معصوم کی پیاس موت سے ختم ہو گئی۔ معصوم اصغرؑ پیاس سے نیچے اور جھولے میں رو رہے ہیں اور شہادت کیلئے بیتاب ہیں۔ اہل کوفہ سے پانی مانگا تو مثل خشک لکڑی کے ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا تم کو بھی اللہ تعالیٰ پیاس کی گرمی سے جلائے گا۔ قیامت تک دریا کی موجیں سرچمکتی رہیں گی اور کہیں گی کہ ہائے کربلا دالوں کی پیاس۔ اے میثم۔ جب اہل بیت حرم پر پانی بند اور حرام کر دیا گیا تو کاش پورے عالم

کیلئے بند ہو جاتا کہ آسمان نے اہلحرم کے ساتھ یہ بیدار کی ہے۔

(نخل بیثم، ج ۲، ص ۳۵۵، شعر از مداح اہل بیت، جناب اعلیٰ حاج غلام رضا سازگار)

### ۱۰۷۔ علی اصغرؑ کو میدانِ کربلا میں لانے کی وجہ:

امام حسینؑ اپنے بیٹے معصوم علی اصغرؑ کی شہادت سے واقف تھے پھر کیوں امام میدان میں لائے اور پانی مانگا اس بات کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

ہر طرح کا ظلم غاصبانِ خلافت نے اہلحرم پر توڑے رکھا تھا۔ معاویہ کا طولانی دور

شیعیانِ حیدر پر کراڑ کیلئے خطرناک اور ظالم دور ہوا ہے۔ امام کے لفظ کو بگاڑ دیا گیا تھا اور

امام و نبیؐ سے ہر غلطی اور گناہ کا ہونا ذہن میں بٹھا دیا گیا تھا اور خدا سے دور و برگشتہ امام

کو کہا جا رہا تھا یہ دور امامت کشتی، ولایت کشتی، خلافت کشتی اور شخصیت کشتی کا دور تھا۔

حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے حقوق غصب کئے جا رہے تھے اور ظاہر ہے کہ

امام حسینؑ تو حضرت علیؑ کے بیٹے تھے۔ معاویہ کو ان سے زبردست دشمنی تھی اس لئے

کربلا کا واقعہ درپیش آیا اور معصوم بچوں علی اصغرؑ شیرخوار، سیکنہ و رقیہؑ پر بھی ظلم و ستم

ڈھائے گئے۔ معاویہ نے شام میں علیؑ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا تھا اور جنگ

صفین میں قرآن کو نیزوں پر رکھا گیا تھا اور جنگ نہروان اسی بنیاد پر لڑی گئی تھی اور

نیزے پر امام حسینؑ نے دین اسلام کے شجر کی آبیاری اپنے خون سے کر کے قیامت

تک کیلئے اس درخت کو سرسبز و شاداب کر دیا کہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے فائدہ

حاصل کرتے رہیں گے۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۹۶)

### ۱۰۸۔ امام حسینؑ کی مظلومیت کی بڑی دلیل:

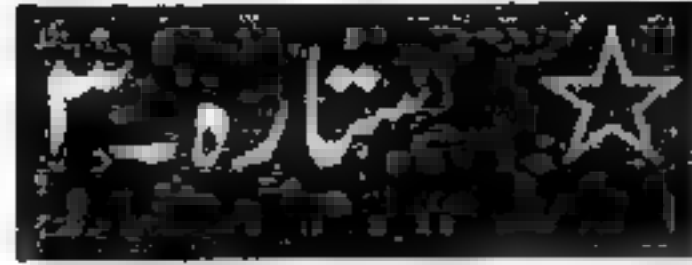
وائزہ الخارف قرن، جلد ۱۹ فرانس کی چھپی ہوئی ہے کہ جس سے امام حسینؑ کی

مظلومیت چکی ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کو اسے رسولؐ نے اپنے وطن سے بہت



دور جنگل بیابان میں اپنے یاورد انصار کی قربانی دی۔ ان سب سے عجیب اور بڑی عظیم قربانی معصوم علی اصغر ہے جس کا تاریخ اس سے پہلے کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی بچے کو گھونٹ بھر پانی (جس کی کوئی قیمت نہ تھی) پالنے کو کہا تو دشمن نے تیر سے بچہ شہید کر دیا۔ حسینؑ کے اس عمل سے پتہ چلا کہ اس شہادت نے بنی امیہ کی دھجیاں اڑا دیں اور تمام دنیا میں یزید معاویہ کو ننگا کر دیا اور اسلام کو حسینؑ اور یاورد انصار نے حیات تو

سچ ۱۔ (شبہائے پیشاور، ص ۵۴)



روزِ عاشورہ

علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد



الف۔ آسمان کی طرف خونِ علی اصغرؑ کا پھینکنا:

۱۰۹۔ کس وجہ سے خونِ علی اصغرؑ زمین پر نہ ڈالا گیا:

اسلامی مورخین مثل ابن شہر آشوب مناقب میں، ابن اثیر علی مثير الاحزان میں سید ابن طاووس نے لہوف میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (فرمانی) در اخبار الاول میں، میرزا محمد تقی سمر نے تاریخ التواریخ میں، ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں عبدالرزاق موسوی مقرر نے مقتل الحسینؑ میں اور علامہ سید محسن امین نے اعیان الشیعہ میں علی اصغرؑ کا خون آسمان پر پھینکنے کے بارے میں لکھا ہے کہ کس وجہ سے خون مقدس علی اصغرؑ زمین پر نہ بہایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اجسام لطیفہ مائل بہ محیط ہوتے ہیں اور اجسام کثیفہ اپنے مرکز کی طرف نیچے کی سمت جلدی سے آتے ہیں پس یہ خون لطیف بہ محیط مائل تھا اس لئے جانبِ آسمان چلا گیا اور یہ خون مقدس زمین پر نہیں بہنا چاہیے تھا اور ملائکہ آسمان نے وہ خون شیشی بھرتی میں بند کر کے تجھے کے طور پر اپنے پاس رکھا تھا اور جنت لے گئے چنانچہ ایسا ذکر زیارت چہارم تحفۃ الابرار میں لکھا ہوا ہے یا پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر یہ خون زمین پر بہایا جاتا تو عذاب آ جاتا چنانچہ مورخین نے ایسا لکھا ہے۔  
(الکلیل المصابیح، محمد بن سلیمان بنکائی، ص ۶۶)، (دقائق الامام، ملا علی قاری، خلاصہ ج ۱ ص ۵۱۵)

۱۱۰۔ خونِ علی اصغرؑ حسینؑ نے چہرے پر مل لیا:

معصوم علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ اپنے چہرے پر مل جیسے علی اکبرؑ کا خون بھی آپ مل چکے تھے اور جسم پر بھی مل چکے تھے۔ مرحوم جلیل عالی قدس حبیب اللہ شریف کاشانی کہتے ہیں کہ امام نے کچھ خون اپنے لباس کے دامن پر بھی مل لیا اور نہ چاہا کہ یہ خون زمین پر بہے ورنہ خون اگر زمین پر گر گیا تو قیامت تک گھاس

زمین سے اُگے گی اس لئے خون ملا۔ (تذکرۃ الشہداء، ملا حبیب اللہ کاشانی، ص ۲۲۲)

### ۱۱۱۔ پروردگار قربانی علی اصغر قبول فرما:

امام حسینؑ چھ ماہ شیر خوار کو خون میں نہلائے ہوئے گود میں شلو کے میں لئے کھڑے تھے اور علی اصغرؑ کا خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے اللہ قربانی آل محمدؑ کو قبول فرما۔ اے میرے رب۔ یہ معصوم غنیچہ کیسا چمنستان محمدؑ میں کھلا کہ غم اور مصیبت عطش سے ٹھکلا گیا، مجلس گیا اور اس داغ سے غم اور بڑھ گیا ہے یہ زہر مستو بزم پھول یہ آخری پھول تھا۔ (مفتاح الجنۃ، مولف عالم جیل القدر مقدس رضائی، ص ۸۰)

### ۱۱۲۔ علی اصغرؑ کے کپڑوں پر خون ملنے کا راز:

والد مرحوم صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے جسمانی لباس (شلو کے) میں خون مل لینے کا کیا راز تھا کہ روزِ محشر قائمہ عرش ہلا کر فریاد کر سکیں اور دشمنوں سے بدلہ لیا جائے۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۵۳)

### ۱۱۳۔ خونِ علی اصغرؑ چہرے پر ملنے کا راز:

حاج محمد ہاشم خراسانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے منہ پر علی اصغرؑ کا خون اس لئے چہرے پر مل لیا کہ کل روزِ قیامت نانا کی امت کی بخشش کا سہارا بن جائے۔ (مختب التواریخ، ص ۲۷۰، محمد ہاشم خراسانی)

### ۱۱۴۔ علی اصغرؑ تم ناقہ صالح سے کم نہیں ہو:

شیخ باقر ملہوبی صاحب کتاب الوقایع والحوادث میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو لباس علی اصغرؑ پر ملا اور فرمایا کہ میرا یہ بچہ علی اصغرؑ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ ہاں خونِ علی اکبرؑ کو بھی ملا تھا کیونکہ یہ دونوں خون خزانہ آل محمدؑ ہیں اور بہترین



وسیلہ کشفاعت ہیں اور اسے ذخیرہ مانا ہے۔ (شیخ باقر ملہوی، الواقع والحوادث ج ۳، ص ۸۸)

خدایا یہ بچہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہ ہو۔

تاریخ ابن واضح میں ہے کہ امام حسینؑ نے وہ تیر علی اصغرؑ کے خلق سے بھیج کر اور اس طفل معصوم کا خون بطور کفن اُس کے بدن پر ملا فرمایا اے فرزند! واللہ تیرا مرجعہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے بڑھ کر ہے جس طرح تیرے جد امجد محمد مصطفیٰؐ کا رتبہ صالح خیمبر سے بالاتر ہے۔ (الجالس اشترہ صفحہ ۸۴)

از مولانا غلام صادق۔ خدایا تو جانتا ہے یہ شیر خوار بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے جس کو اس قوم نے ظلم و سرکشی سے قتل کر ڈالا۔

عرض کی بار الہا صالح خیمبر کے ناقہ کا بچہ جو ان کی امت نے قتل کیا تھا اس سے تو میرے بچہ کا قتل کرنا تیرے نزدیک کسی طرح سے کم نہ ہوگا۔

(ابصار العین مترجم صفحہ ۲۰۶) (اللہ معہ صفحہ ۳۳۰ بحوالہ بحران ج ۱۰ صفحہ ۲۲۵ الواقع الاشجان صفحہ ۱۲۶ نہضت صفحہ ۱۱۲ مقتل مرقم حاکم بن شیر الاحزان ابن نما صفحہ ۳۲ صحیح الاحزان صفحہ ۲۱۵ ہرذات ابی تحف۔ مقتل الخوارزمی ج ۶ صفحہ ۳۲ مناقب مازندرانی طبع نجف ۲۵، مقاتل اصفہانی صفحہ ۶۳ و ابی تحف)

۱۱۵۔ خونِ علی اصغر آسمان کی طرف نہیں پھینکا:

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں:

مرحوم ملا حاج ملا علی آقا واعظ تبریزی خیابانی کہتے ہیں کہ روز عاشور سال ۶۱ ہجری کو امام حسینؑ نے تین مقدس ہستیوں کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا ہے کہ ان کا خون زمین پر نہ ہے۔ (۱) خونِ علی اکبر (۲) خونِ گونے اصغر شیر خوار (۳) خونِ مطہر امام حسینؑ۔

(۱۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۸۵)

(۲۔ ملا علی واعظ تبریزی خیابانی، واقع الایام ص ۵۱۵)

## ۱۱۶۔ امام حسینؑ کا گریہ:

طبری نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب علی اصغر امام حسینؑ کی آغوش میں تھے اور تیرا کر لگا تو خون کوسح کی طرح مل لیا۔

اللہم احکم بیننا و بین قوم دعونا لیتنصر و نافتلونا

یا رخدایا ہمارے اور ظالم میزبانوں کے درمیان حکم فرما کہ جنہوں نے دعوت دے کر ہم کو بلایا اور پھر ہمارے خون سے اپنے ہاتھ لال کر لئے تو ہماری مدد فرما اور ان سے بدلہ لے۔ (۱۔ خشی الامال)، (۲۔ نفس المہوم، ص ۲۶)

پس امام حسینؑ نے چیخ کر فرمایا اے فرزند اے نور نظر (نہر المصابی مجلس ۷ ص ۳۷) امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے حسینؑ نے رونا شروع کر دیا۔ (معلوم ہوا بچہ کے مصائب پر گریہ میں بھی کافی اہمیت ہے) حسینؑ نے بچہ کی چھدی ہوئی گردن کے نیچے ہاتھ رکھ دیئے جب دونوں بھر گئے فرمایا اے نفس صبر کر اور مصیبت پر اجر کی توقع رکھ۔

ابن خلدون کے موافق فرمایا اے رب اگر تو نے (امتحاناً) مدد روک لی ہے تو جو مناسب ہو وہی کر اور ان ظالموں سے انتقام لے۔ (شہید اعظم از دیاض بخاری، ص ۱۹۱) تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر عرض فرمایا یا رب اگر ابھی میری نصرت حیرتی مصلحت (امتحان) کے خلاف ہے تو میرے مصائب کو موجب زیادتی ثواب آخرت فرما اور ان ظالموں سے میرا انتقام لے۔

(ارشاد۔ المدد۔ تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵ نوٹ۔ نفس المہوم۔ بحارہ شریفہ صفحہ ۲۲۵) بحار الانوار میں ہے کہ ”حضرت نے بہ درگاہ احدیت عرض کی خداوند اگر تو نے اپنی نصرت و مدد کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا تو اس کے عوض میں ہیں وہ جزا عطا فرما جو اس



فتحیابی سے ہمارے لئے بہتر ہو۔

شاید مقصود یہ ہو کہ خداوند امیری خواہش پر اگر تو نے نصرت کو موقوف کر رکھا ہے تو اس کے عوض میں جو چیز اس سے بہتر ہو عطا کر اس لئے کہ اکثر روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری عز اسمہ نے حضرت امام حسینؑ کو اختیار دیا تھا اگر حضرت چاہتے تو حق سبحانہ تعالیٰ نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود ملاقات پر دروگار کو اختیار کیا اور فتح و ظفر کو پسند نہیں کیا۔ (نہر المعاصی صفحہ ۳۵۰)

یہ بڑے موقع کا بڑا عمدہ ثبوت آغوش مرحوم نے دیا خدا ان کو نصرت حق کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

شیخ عباس قمی نے سبط ابن جوزی سے ہشام کی روایت کے بموجب یہ کلمت نقل کئے ہیں۔

روایت ہشام بن محمد ہے کہ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ (فتبی الآمال ج ۱ صفحہ ۳۸۹) (تذکرہ سبط ابن جوزی مترجم اردو صفحہ ۳۰۵ از مولانا صفدر حسین) میں کہتا ہوں ہشام جس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

حسینؑ نے فرمایا خدایا تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمانا جس نے بلایا تو مدد کرنے کو تھا مگر ہمارے قتل کے درپے ہو گئے۔

یہی کلمات روایت عماد دہنی میں بھی ہیں جو ابن جریر نے نقل کی ہے کہ ”ہمارے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس طرح روایت کی ہے۔“

مگر دہنی کی روایت میں نہ بچہ کا نام مذکور ہے نہ دوسرے تفصیل کم سے کم اتنے جتنے عام اجمالی روایات میں ملتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ عماد والی روایت و ہشام والی روایت

میں آخری کلمات حسرت آیات مشترک ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں ہمعصر ہو کے ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں۔ ایک نے اجمال سے کام لیا ہے تو دوسرے نے ذرا تفصیل سے۔ پس اس سے وحدت واقعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ورنہ غبار کی اجمال گوئی پر طبری نے ٹھس کر دی ہے اور ابو جحف کے لئے لکھا ہے کہ وہ تفصیل سے لکھتا ہے۔ ان نکات کو سامنے رکھنے سے ضرور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بات بڑی تفصیلی تھی مگر ضرورت روایت نویسی جس کے جتنی پیش نظر تھے اس نے اتنا ہی روایت کیا ورنہ ابو جحف، ہشام کلبی اور ذہبی سب ہی تو حضرات صادقین علیہم السلام کے خوشہ چین ہیں۔

رفع توہم:

آخری فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بلایا وہی قتل کے ورپے ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ امامیہ نہ تھے۔ حسین علیہ السلام کے جواب سے یہ امر روز روشن اور مہر خروزی طرح ظاہر و باہر ہے۔ حضرت نے اہل کوفہ کو ان کی طلب کے خطوط کے جواب میں جو خط لکھا ہے اس میں یہ ارشاد بڑا جامع و مانع تھا۔

”مقالة جلكم انه ليس علينا امام“

خط لکھنے والوں کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ ”آئیے ہم پر کوئی امام نہیں ہے“۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی شیعہ جو امام منصوص و معصوم کا قائل ہوگا نہیں لکھ سکتا۔ اس لئے کہ ہر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کوزمین پر ہونا چاہیئے خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہو اور اسی عقیدہ کے رکھنے والے کر بلا آ کر شہید ہوئے ورنہ مجبور یا نظر بند و اسیر تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے ”یا شیعۃ ال ایہی سفیان“ سے کر بلا والوں کو موقع بموقع مخاطب کر کے بھی شیعہ ایمان کوفہ سے الزام قتل کی صفائی خود ہی پیش فرمادی ہے اب



اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ ورنہ جتنا سلجھانا چاہے اتنا الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

۱۱۷۔ ہدیہ حسینی:

امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہ گرا کیونکہ یہ محبتِ خدا کی گہری دلیل ہے اور سارا خونِ علی اصغرؑ آسمان پر ہی چلا گیا اور خون کی توہین نہیں ہوئی۔ (باب الحواج، حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۱۸۔ پروردگار، تو ہمارا جلد بدلہ لے:

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ ”اگر آسمانی امداد ہمارے لئے بند ہو چکی ہے تو روزِ آخرت ہمیں اس کا بدلہ زبردست دینا اور ہمارے دشمنوں سے بدلہ لینا“۔ (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۳۲)

۱۱۹۔ عظمتِ حضرت علی اصغرؑ:

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد یہ لکھا ہے کہ امام حسینؑ یکہ و تنہا تھے اور معصوم صغیران کی گود میں تھا کہ تیرا کر لگا اور خون کو آسمان کی طرف پھینکا۔ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا اور امام نے فرمایا کہ اے میرے اللہ تعالیٰ میرا یہ معصوم علی اصغرؑ ناقہٴ صاغ سے کم نہیں ہے۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۲۵۷)

۱۲۰۔ علی اصغرؑ کا خون تمام شہیدوں سے افضل ہے:

روزِ عاشورہ حضرت علی اصغرؑ کا خون سب شہیدوں سے بلند و بالا درجہ رکھتا ہے اور معصوم کو شہید کرنا ظلم کی بدترین مثال ہے کیونکہ یہ ایک چھوٹا اور ایسا اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا ہے اس شہادت نے امام حسینؑ کی عظمتوں کو بلند و بالا کر دیا ہے۔ امام نے معصوم کی گردن سے خون لے کر جانبِ آسمان پھینک دیا ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا اور

فرمایا کہ سرے اس بچے کی قرانی ناقہ صالح سے کم تر نہیں ہے۔

خدا یا مجھ پر بے شمار ظلم کئے ہیں تو بدلہ لیتا۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو تو دراصل سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی شہید کر ڈالا تھا جبکہ انصار نے کہا تھا کہ ایک بزرگ ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا ہوگا (۱۔ منتخب التواریخ، ص ۲۷۱)، (۲۔ لُحُوف سید بن طاووس) (۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۶۰)، (۴۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۴۷)

(۵۔ مفتاح الجن، مولف مقدس رنجانی)

۱۲۱۔ خونِ علی اصغرؑ کے ایک قطرے کی عظمت:

فضل کا کہنا ہے کہ ابوالورد نے مجھ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا ہے کہ اگر علی اصغرؑ کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرے تو عذاب الہی آجاتا۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

وعند غنى قطرة من دھائنا

وفى اسد اخرى لقد و تحسب

ہمارا خون کا قطرہ قبیلہ غنی کا ہے اور دوسرے خون کا قطرہ قبیلہ اسد کا ہے کہ روز جزاء جس کا فیصلہ ہوتا ضروری ہے۔

(۱۔ حماسہ سازان کربلا، ترجمہ البصائر، ص ۱۱۱، فی انصار الحسین مرحوم سماوی، ص ۴۱)

ب۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیام اہل حرم میں کبرام

۱۲۲۔ علی اصغرؑ حورانِ جنت کی آغوش میں:

امام حسینؑ نے جیسے ہی صدائے استغااثہ بلند کی تو خیمے میں کبرام پر پا ہو گیا۔ مادرِ علی اصغرؑ کے خیمے سے زیادہ شور ہوا۔ امام نے پوچھا کہ اب کیا نیا واقعہ ہوا ہے جو اب ملا کہ مادرِ اصغرؑ کا شیر سوکھ گیا ہے پھر پیاس سے جان بلب ہے۔ اسے لا کر ایک قطرہ پانی



چلا دو۔ جناب رباب نے معصوم کو امام کی گود میں دے دیا۔ علی اصغر کو تیر لگا خون چلو  
میں لے کر آسمان کی طرف۔ پھینکا۔ پھر خیمے میں لا کر فرمایا کہ رباب اپنا بچہ لے لو۔  
جناب رباب نے علی اصغر کو گود میں لیا اور سینے سے چمٹا لیا اور فوراً کہا:

”ماں کے پاس سے جھولے سے میدان میں گئے پھر آپ حوروں کی آغوش میں چے  
گئے۔“ (۱۔ باب الحواج حضرت علی اصغر ص ۲۶)، (۲۔ طوفان البرکاء مرحوم جوہری ص ۱۵۰-۱۵۱)

### ۱۲۳۔ تالہ حضرت زینب:

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا اور جو بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر  
شہید ہوا اس وقت ایک نورانی بی بی (زینب) خیمے سے باہر آئیں جن کا نور آفتاب  
سے زیادہ چمک رہا تھا وہ چلتے میں تیزی کی وجہ سے کبھی گرتی تھیں کبھی اٹھتی تھیں اور  
فرماتی جاتی تھیں:

### والداه و اقتیلاہ و امہجۃ قلباہ

وہ بی بی معصوم علی اصغر کے قریب پہنچیں اور ان کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ دیا اور  
اس طرح بلبل کر رونا شروع کیا کہ فوج یزیدی بھی گھبرا گئی اور رونے لگی۔ اس دوران  
کئی بچیاں معصوم ادھر آئیں اور علی اصغر پر گر پڑیں۔ امام حسینؑ ان کی طرف روانہ  
ہوئے اور ان کو خیمے کے اندر بھیج دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ کون حورتیں ہیں تو مجھے  
جواب ملا کہ حضرت زینب و حضرت اُمّ کلثوم دخترانِ فاطمہ زہراؑ ہیں اور شہزادی سیکندہ،  
شہزادی فاطمہ کبریٰ اور رقیہؑ ہیں۔ حمید کہتا ہے کہ میں ان کے احوال بیان کرنے میں  
بے بس ہوں (۱۔ ترجمہ بحار الانوار علامہ مجلسی ص ۲۹۱) (۲۔ صحیح الاحزان ص ۳۳۳، صاحب رحمت ص ۵۳۳)

### ۱۲۴۔ میرا بے شیر بچہ:

میرا نازنین بچہ بھوک پیاس سے بے جان سو رہا ہے۔ میری بہن زینب! اسے

رباب کی گود سے لے آئی ہیں اے میرے اللہ اسے بے خطا تیرا کو خون میں نہلا دیا  
گیا ہے اور میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ رہا ہوں۔

۱۲۵۔ گریہ بر مصیبت شہادت علی اصغرؑ:

قصی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ معصوم علی اصغرؑ کا جنازہ خیمے میں لائے  
تو رونے لگے۔ خیمے کی عورتیں امام کے گریچے کی آواز پر خیمے سے باہر آ گئیں۔

(۱۔ ترجمہ بحارالانوار، طائرہ مجلس، ص ۲۹۱)

۱۲۶۔ اس طرح سے رباب کو اصغرؑ کی اطلاع نہ دیں:

امام حسینؑ نے اپنے چمن کا آخری پھول کھلایا ہوا دیکھا کہ بچہ ذبح ہو چکا ہے۔  
بی بی زینبؑ سے کہا کہ بچہ گود میں لو لیکن اس کی ماں کو اس کی اطلاع نہ دینا ورنہ بے چین  
ہو جائے گی۔ (۱۔ مناقب، مولف عالم طویل القدر مقدس زنجانی، ص ۸۰)

۱۲۷۔ علی اصغرؑ کا خون بھرا گرتا:

علی اصغرؑ کا لباس (شلو کا) خون سے بھرا ہے۔ اب اللہ حرم نے دیکھا کہ بچہ ایک  
کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو چکا ہے۔ اگر ماں یہ حالت دیکھے گی تو گیا سوچے  
گی۔ پھوپھی زینبؑ اور بے بی سیکینہ کیا سوچے گی۔

۱۲۸۔ میری بیٹی علی اصغرؑ کا لباس پکڑو:

روایت ہے کہ علی اصغرؑ کے تیر لگنے کے بعد ایک عالم ملعون نے تیر امام حسینؑ کے  
ہوتوں پر مارا کہ ان کو ہی دیا جائے۔ جناب سیکینہ باپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا  
میرے بھائی علی اصغرؑ کو سیراب کر لائے۔ امام نے بیٹی سیکینہ سے کہا کہ لو تم اپنے بھائی  
اصغرؑ کا لباس پکڑو اور دیکھو علی اصغرؑ کا سر تن سے جدا ہو گیا ہے۔

(معانی السطین، ج ۱ ص ۳۲۵، مکتبۃ آل محمد، ص ۳۳۰)



### ۱۲۹۔ سنگینی مصیبت علی اصغر بی بی سیکینہ کے دل پر:

علی اصغر کی شہادت نے بی بی سیکینہ کے دل پر برا اثر کیا اور حرمہ کے تیرے کام تمام کر دیا لیکن علی اصغر تو لڑنے کے قابل بھی نہیں تھا اسے کیوں مارا گیا۔

(الذنب کبریٰ ص ۲۱۰۹)

### ۱۳۰۔ مرثیہ خوانی اُمّ کلثوم:

شعی کا کہنا ہے کہ جیسے ہی علی اصغر کو تیر لگا تو خیمے میں سے مستورات باہر آ گئیں اور بچے کو گود سے لگا لیا اور کہنے لگیں کہ اے اللہ تعالیٰ اے محمدؐ، اے علی مرتضیٰؑ ہماری خبر لو۔ اس مصوم بچے کو ان ظالموں نے خون میں نہلا دیا۔ (الوقایح والحوادث ج ۳، ص ۹۴)

### ج۔ علی اصغر کو دفن کرنا

### ۱۳۱۔ ششما ہے کی نماز جنازہ پڑھنا:

جب علی اصغر شہید ہو چکے تو امام حسینؑ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ بچے کی نماز نہیں ہے لیکن امام نے صبر و سکون حاصل کرنے کیلئے نماز ادا کی کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت ۴۵ میں لکھا ہے کہ صبر اور نماز سے اللہ کی مدد چاہو۔ ذوالفقار سے قبر کھودی اور نئے مصوم کو سپرد خاک کر دیا (ماخوذ از تاریخ ص ۴۹۲)

### ۱۳۲۔ سلام:

سلام ہو ہمارا علی اصغر کے مزار پر۔ ان کے ماں، باپ، بھائی پر ہمارا سلام ہو اور گلستانِ قاطر کے غنچے پر ہمارا سلام ہو۔ علی اصغر کے خشک لبوں اور خون سے تر چہرے پر ہمارا سلام ہو۔ بے شمار درود و سلام ہماری جانب سے۔ (انجمن، ج ۲، ص ۲۶۰)

## ۱۳۳۔ علت تدفین علی اصغر:

امام حسینؑ سے سوال کیا گیا کہ تمام شہداء کو خیمے میں لے گئے لیکن علی اصغرؑ کیوں دفن کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ میں نے نہ چاہا کہ ششماہہ پانچ سال ستم اسکا ہو اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھایا جائے اور بچوں اور عورتوں کی نگاہیں اسے دیکھیں یا زمین پر یوں ہی پڑا رہے۔ (مقل لالہ خاں، مجموعہ مرآئ عترت مولف شیخ محمد بحرانی قمی، ص ۱۸۱)

هل راحم یرحم الطفل الرضيع فقد

جف الرضاع و مال الطفل مصطبر

فرماتے ہیں کہ کوئی مددگار ہے جو ہماری مدد کرے اور بچوں کی تشنگی دور کرے۔

(شرح مرآئ سید بحر العلوم، مولف سید محمد مہدی بحر العلوم، ص ۲۲۵)

## ۱۳۴۔ شرمندگی حضرت امام حسینؑ از بی بی حضرت اُمّ ربابؑ:

امام حسینؑ کو بچوں کی تشنگی دور کرنے سے شرمندگی ہوئی۔ علی اصغرؑ سیدہ سے اور علی اکبرؑ سے کہ جب میدان سے آکر پانی مانگا تو امام نے اپنی زبان علی اکبرؑ کے منہ میں کر دی۔ پھر قاسمؑ کی بایں پر امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی بایں پہ کہا اور علی اصغرؑ کی شہادت پہ جناب ربابؑ سے شرمندگی ظاہر کی اور کہا کہ میں اصغرؑ کو پانی نہ پلا سکا اور شرمندگی کی وجہ سے حضرت علی اصغرؑ کی لاش پشت خیمہ سے ربابؑ کو دے دی اور قبر کھودی۔ ربابؑ نے اپنے بچے کا آخری دیدار کیا۔

(مصائب امام حسینؑ، حاج شیخ جعفر شہبازی، ص ۱۴۰)

## ۱۳۵۔ الوداع کہنا حضرت اُمّ ربابؑ کا شیر خوار کو:

اے غنچہ اہل حرم تو کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا۔ سو جا میرے لال سو جا خاک میں



آرام ملے گا۔ اب مادر کے دامن میں بھی آرام نہیں ملتا ہے۔

اس خاموش صحرائیں زیر زمین آرام سے سو جاؤ۔ یہاں تیر و شمشیر کی جھنجھناہٹ (آز) نہیں آئے گی نہ نعرہ جنگ اللہ اکبر کی آواز آئے گی۔ یہاں کچھ اور اموات مومنین ہیں جو اس صحرائیں سو رہے ہیں۔ یہاں اکبر و قاسم بھی سو رہے ہیں علی اصغرؑ ڈرنا۔ پیاس تو تجھے مرتے دم تک رہی۔ کافر و ملعون حرمہ نے تجھے تیر مار کر شہید کر ڈالا۔ یا اللہ یا جبار یا قہار اس ملعون کے ہاتھوں کو توڑ ڈال جس نے علی اصغرؑ کو تیر مارا ہے اور غنچہ اہل حرم کو خاموش کر دیا ہے۔

اے حسان۔ جب قیامت میں اصغرؑ آئیں گے تو نئی قیامت برپا ہو جائے گی۔

(۱۔ اٹک ہائی ہمیشہ جارہی ہیں ۹۸ شعر از شاعر اہل بیت حسان)

### ۱۳۶۔ اصغرؑ کو دفن کرنا:

کتاب احتجاج میں نقل کیا گیا ہے کہ جب علی اصغرؑ شہید ہو چکے تو امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور اصغرؑ کو زمین میں دفن کر دیا۔ (۱۔ منتہی الاماں)

### ۱۳۷۔ علی اصغرؑ پر نماز پڑھنا:

جب علی اصغرؑ خون میں نہا گئے تو امام نے ان پر نماز پڑھی پھر کوار سے قبر کھود کر لاش کو دفن کیا۔ (۱۔ مثل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۲)

### قبر علی اصغرؑ پر امام حسینؑ کا گریہ:

نوک شمشیر سے چھوٹی سی لحد کی تیار بھر دیا رخم گلوئے علی اصغرؑ میں غبار  
نہیں سوکھے ہوئے لب لہجہ بھی چوسے رخسار تبھی تربت پہ نظر کی تبھی کرنے لگے پیر

ہونے پایا جو نہ کامل وہ قمر چھپتا ہے

دیکھتے ہیں شہ دیں نور نظر چھپتا ہے

شوق میں دیر سے کھولے تھی جو آغوش کو قبر      دفن فرما کے اُسے رونے لگے صورت ابر  
 دلِ غم دیدہ سرور پہ یہ کیسا ہوا جبر      باپ نے دفن کیا بیٹے کو اللہ رے صبر  
 مائل رنج و غم و اشک فتانی ہو کر  
 قبر پر پیاسے کی دل پہ گیا پانی ہو کر  
 دفن جب کر چکے بے شیر کو شاہِ دوسرا      رکھ کے منہ چھوٹی سی تربت پہ یہ حضرت نے کہا  
 تیر کے دُغم سے دکھتا تو نہیں خشک گھا      اب تو اے جانِ پدر کوئی نہیں ہے ایذا  
 چھت گئے پیاس کی تکلیف سے آخر پینا  
 جین سے سوؤ تھا حافظ و ناصر پینا

(بابو صاحب فائق)

### ۱۳۸۔ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ:

مقاتل میں لکھا ہے کہ امام نے بچے کو قبر میں دفن کیا۔ نماز پڑھی اور عرصہ قیامت  
 میں شفاعت کا وسیلہ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھنا ایک امتحان تھا جس سے تمام  
 انبیاء اولیاء تعجب میں ہو گئے اور یہ نماز اللہ تعالیٰ بکے شکرانے کی تھی کہ اس نے ایسا  
 بہترین موقعہ عنایت فرمایا اور دوسری وجہ بچے کے دفن کرنے کی یہ تھی کہ سپاہِ یزید بچے کا  
 سر تن سے جدا نہ کرے اور تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ بچے کا تن نیم اسپاں سے پامال نہ کیا  
 جائے۔ (زندگانی حضرت ابی عبد اللہ الحسین، مولف ابوالقاسم صاحب، ص ۴۷)

### ۱۳۹۔ اصغرؑ کے دفن کرنے کی حکمت:

کتاب الاحتجاج اور مطالب السؤل سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت نے علی اصغرؑ  
 کے خون بھرے کرتے کو بھی دفن کر دیا اور تمام شہداء کے لاشے جو پارہ پارہ بھی تھے مقتل



سے اٹھا کر لائے لیکن دفن نہ کیا تو علی اصغرؑ کے دفن کی کیا وجہ تھی۔ دوسرے گھوڑے دوڑانے کی وجہ تھی تیسرے سر مقدس کو جدا نہ کیا جائے نہ سر کاٹا جائے نہ ٹیڑھے پر چڑھائیں کہ باعث ذلت ہے وغیرہ۔ (الاحتجاج، ج ۲، ص ۳۰۱)

۱۴۰۔ خوں بھرے گرتے میں علی اصغرؑ کو دفن کرنا۔

مرحوم صدرالدین واعظ قزوینی اس بارے میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے قنடைہ خوئیں (وہ چادر جو اوپر سے بچے کو ماں نے اڑھادی تھی) کو خون میں خوب لتھ پتھ کیا اور پھر اسے دفن کر دیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۳)

۱۴۱۔ امام حسینؑ کی شرمندگی حضرت اُمّ ربابؓ سے:

مرحوم صدرالدین قزوینی کہتے ہیں کہ ابوخلیق کو محقر ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کس وقت تیرا کر بلا میں دل جلا ہے۔ ہاں۔ بعد شہادت علی اصغرؑ امام خیمے کی سمت چلے۔ ایک بی بی سر پر چادر ڈالے گویا شیر خوار کی مادر ہو کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر امام واپس پلٹ گئے ایسا تمن بار کیا۔ مختار نے کہا کسا خر کیا ہوا۔

ابوخلیق نے کہا امام اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور شیر خوار کو دفن کیا۔ (غنجہ خوئیں)

۱۴۲۔ علی اصغرؑ کے دفن کرنے میں جلدی کی وجہ کیا تھی:

ایک ظاہری وجہ تھی اور ایک باطنی۔ اول یہ کہ اگر لاش زمین پر پڑی رہ گئی تو ظالم اس کا سر کاٹ لیں گے اور نیزے پر چڑھالیں گے اور یہ باعث حقارت اسلام ہے اور پھر زمین پھٹ جائے گی اور عذاب آجائے گا۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۴۳۔ قبر علی اصغرؑ:

یہ معصوم شہزادہ شیر خوار ہے کہ جس کی ذات گرامی کے سبب لوگوں کی دعائیں قبول

ہوتی ہیں۔ فضل ملتا ہے تمام دنیا کے لوگ دعائیں پوری کرتے ہیں۔ کربلا کے اجڑے دن میں اللہ کے شہیدوں کا خون بہہ گیا اور تمام شہداء نے پیاس کو برداشت کیا۔ تیسرے شعبہ کو گلے پر کھایا۔ پیاس سے رہے اور سپر بنے رہے۔ مقتل اور مدفن سے باپ کا سینہ زخمی ہے۔ یہ تیر علی اصغر کے گلے پر لگا ہے بلکہ حسین کے گلے پر لگا ہے۔ (گلہ نمبر ۲)

### ۱۴۴۔ رجز امام حسین (میں علی کا بیٹا ہوں)

بچے کو فن کرتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر اعداء کے سامنے آئے اور فرمایا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور اللہ سے اور ایمان سے دور ہیں۔ پالنے والے جن و انس ان سے نفرت کریں۔ انہوں نے امام حسن اور علی کو شہید کیا اور کہتے تھے آؤ جلدی حسین کو شہید کرو۔ امام حسینؑ لشکر ینبید کے سامنے کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میرے ہاتھ میں ذوالفقار ہے۔ میں علی کا بیٹا ہوں اور شہادت پر تیار ہوں۔ آل ہاشم ہوں۔ میرے فخر کیلئے یہی کافی ہے کہ میں رسول خدا کا نواسہ ہوں اور قلم کا لال ہوں۔ جعفر و حمزہؑ چچ ہیں۔ ہمارے گھر پر قرآن نازل ہوا ہے اور ہم پر ہی وحی آئی ہے۔ ہم ہی راہ ہدایت دکھانے والے ہیں۔ ہم لوگوں کیلئے امان ہیں۔ ہم صاحب کوثر و تنیم ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے دوستوں کو آب کوثر پلائیں گے اور شیعیان حیدر کرار ہمارے بہترین ماننے والے اور معتقدین ہیں اور ہمارے دشمن قیامت میں محروم رہیں گے۔

(یعنی الامال، شیخ عباس قمی، بحار الانوار ج ۵۵، ص ۳۹)

### ۱۴۵۔ معصوم کی قبر میرے سینے میں ہے:

ایک جماعت ذوالدین نے کربلا میں عالم دین سید مرتضیٰ کشمیری سے شہزادہ علی اصغر کی قبر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے رو کر جواب دیا۔ نہیں جانتا۔ صبح آئے گی یا



نہیں۔ صبح کو جواب دوں گا۔ رات کو امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا کہ امام نے فرمایا۔  
 کشمیری تم نے میرے زائروں کو جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نے کہا آقا مجھے معلوم نہیں  
 کہ قبر کہاں ہے کیسے جواب دوں۔ امام نے کہا کہ ان سے کہو کہ قبر علی اصغر حسینؑ کے  
 سینے میں ہے۔

(فتنی الآمال، ج ۱، ص ۲۰۶، الوقائع، ج ۳، ص ۹۲)



مصائب ۴ تا ۱۱ محرم  
اور عصر عاشور کے



## ۱۳۶۔ غارت کرنا گہوارہ علی اصغر کا:

اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ بعد از شہادتِ امام حسینؑ اور بعد اس کے کہ سران کا بدن سے کاٹا گیا لشکرِ عمر بن سعد نے خیموں کو لوٹا شروع کر دیا۔ پھر لوٹنے کے بعد خیموں میں آگ لگا دی گئی۔

لشکرِ سامانِ خیمہ لوٹ رہے تھے۔ چادر، زیوراتِ اہلِ حرم، چھوٹے بچوں کے لباس، بچوں کے گوشوارے کانوں سے پھین کر کوچ رہے تھے اور بیروں سے غلغلا تک کو اتار رہے تھے بلکہ سکیٹ اور رقیہ کے کانوں سے گوشوارے توچے اور کان زخمی کر دیئے تو اپنی پھوپھی کو مدد کیلئے پکارا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ:

میں نے کئی محذراتِ عصمت و طہارت اور بچیوں کو دیکھا کہ جو پردے کی چادر میں دوپٹے اوڑھے تھیں انہیں بھی چھین رہے تھے حد ہے کہ گہوارہ علی اصغرؑ کو بھی انہوں نے غارت کر دیا۔ (۱۔ نس، المہوم ص ۱۹۹)

## ۱۳۷۔ عاشورہ کو حضرت اُمّ ربابؓ کی حالت:

گیارہ محرم کی شبِ شام غریباں تھیں۔ چاروں طرف بھائی، بھتیجے، خاندانِ اہل بیت اور یاور و انصار کے لاشے بیا بیا کر بلا میں بکھرے ہوئے پڑے تھے اور پھر چاروں طرف سے بچوں کے رونے کی بھیا تک آوازیں آرہی تھیں اور دوسری طرف امامِ سجادؑ بخار کی تپش سے نڈھال خیمے میں پڑے ہوئے تھے۔ ربابؓ نے دیکھا کہ لشکرِ یزید کے غداروں نے علی اصغرؑ کا جھولا بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسی وجہ سے ربابؓ ہر دم میرا معصوم اصغر میرا اصغر کہہ کر روتی تھیں۔ تا حیاتِ علی اصغرؑ یاد کر کے روتی رہیں۔

(مصائبِ امام حسینؑ، خارج شیخ جعفر شمسری ص ۱۳۸)

## ۱۴۸۔ غمِ اصغرِ معصوم:

۱۱ محرم کی شب میں یعنی شامِ غریباں میں تمام بچوں کو نیم سوختہ خیمے میں اکٹھا کیا۔ بچے رقیہ سیکینہ علی اصغر کا جھولا یاد کر کے بین کر رہی تھیں اور یاد کر رہی تھیں کہ کل شب ہمارا بھائی علی اصغر اسی جھولے میں سو رہا تھا۔ یکایک پشت خیمہ سے بے تابی سے کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی۔ بی بی زینبؑ دوڑ کر گئیں دیکھا کہ بی بی ربابؑ رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا آؤ بھابھی آج کی رات ہم بچوں کی حفاظت کا چہرہ دیں۔ ربابؑ نے فرمایا کہ میرے سینے میں بچے کیلئے دودھ اتر آیا ہے میرا بچہ علی اصغرؑ کہا ہے کہ میں اسے دودھ پلا دوں۔ (۱۔ مہضتِ حقیقی، ج ۲، ص ۱۸-۲۱)، (۲۔ کتابِ رحمت، ص ۶۳۷)

## ۱۴۹۔ علی اصغرؑ پیاسے کی یاد:

آج کی رات میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے کہ لاشوں کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ پیاسا ہی حسینؑ کے لاڈلے کو مار ڈالا۔ ہمارا جگر اور دل اسی لئے کباب بنا ہوا ہے۔ علی اصغرؑ پیاسا دنیا سے سدھارا۔ اس غم میں مادر ربابؑ کلیجہ خون سے بھر گیا ہے اور حالات یہ کہہ رہے ہیں کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج کی رات ہمارے پاس پانی ہے اور آج سادات کی ماں بی بی فاطمہؑ نے اپنے چہرے پر خونِ علی اصغرؑ سے خطاب کیا ہے۔ آج کی رات قیامت کی رات ہے اور نبیؐ جس جگہ بوسہ دیا کرتے تھے آج وہ قرآنِ زمین پر بکھرا پڑا ہے۔ بچے کانٹوں میں پڑے سوتے ہیں رات کی تاریکی بیابانِ جنگل اور سنانا۔ زینبؑ کی بہادری و ہمت پر رونا ثواب ہے۔ اے میٹھم۔ اولادِ علیؑ کا پیاسا شہید ہو جانے کا داغ اتنا زبردست ہے کہ پانی بھی پیچ و تاب میں پڑ گیا ہے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ (۱۔ شعرِ ازہار، اہل بیتؑ حائِ غلامِ رضا سازگار نقل، ج ۳، ص ۳۰۶)





قید خانے میں  
حضرت علی اصغرؑ کی یاد

## ۱۵۰۔ دربار میں شعر یزید ملعون:

مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یزید ملعون کو اطلاع دی گئی کہ شہداء کے سر اور قیدی  
شام لائے جا رہے ہیں تو اس وقت وہ (کل) قصر جیرون میں تھا اور جیسے ہی اس کی نظر  
سرہائے شہداء پر پڑی تو خوشی سے اچھل پڑا اور فی البدیہہ یہ دو شعر کہے:

لما بدت تلک الحمول و اشرقت تلک الشمس علی ربی جیرون  
نعب الغراب قلت صبح اولیٰ تصیح فلقد قضیت من الغریم و یونی  
ان شعروں سے مقصد تھا کہ معاذ اللہ۔ رسول اللہ کا کفر ثابت کرے اور کہا کہ  
انہوں نے جنگ بدر میں ہمارے عزیزوں کو قتل کیا تھا لہذا میں نے جنگ بدر کا بدلہ ان  
کی اولاد سے لے لیا اور بھی کفر آمیز شعر کہے جیسے ابن زبیری نے بھی شعر کہے تھے۔  
جب اہل بیت دربار میں داخل ہوئے تو یزید نے شعر پڑھے:

قد قتلنا القوم من ساداتہم وعدنا قتل بدر فاعتدل  
جیسے بدر میں رسول خدا اور علی نے ہمارے رشتے داروں کو قتل کیا تھا آج ہم نے بدر  
کا بدلہ لے لیا ہے اور جب سردوں کو یزید ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو امام حسین کا سر  
سولے کے طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔

## ۱۵۱۔ یزید کی خوشی:

شیخ مفید نے روایت ہے کہ جب سرہائے شہداء کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو  
اس نے خوشی میں یہ شعر کہا:

نفلق حاماً من رجال اعزہ علینا و ہم کانوا ہمق و ظلم  
یعنی بن حکم کہ برادر مروان تھا یزید کے پاس محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:



لھام یحب اللف ادنی قرابة من ابن دیاو العبد ذی النسب الوغل  
سمیة اسی نسلھا عدد الحصى و بنت رسول اللہ لیست بدی نسل  
یزید ملعون نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش ہو جائیگی اسی محفل میں  
خاندان زیاد کی بدگوئی کر رہا ہے اور خاندان مصطفیٰ پر لمحوں کا ہر کر رہا ہے۔

(۱۔ ختمی الآمال)

### ۱۵۲۔ اللهم العن یزید بن معاویہ:

مخصوص سے روایت ہے کہ جیسے ہی امام حسین اور شہداء کے سر لاکر یزید کے سامنے  
پیش کئے گئے تو اس نے شراب پینے کی محفل سجائی اور اپنے مصاحبین کو شراب پلا رہا تھا  
اور کہہ رہا تھا کہ یہ شراب بہت مبارک موقع پر پی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے دشمن  
کا سر ہمارے پاس ہے اور اس وقت بہت خوش ہوں۔ خوشی کے علاوہ خاندان علی و  
رسول کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور خوش ہو کر ہر بار تین پیالہ شراب پیتا تھا اور باقی  
بچی شراب کو اس طشت طلا میں ڈالتا تھا کہ جس طشت میں امام حسین کا سر رکھا ہوا تھا۔  
امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارا شیعہ ہے تو وہ شراب ہرگز نہیں پیئے نہ شہر نج کی بازی  
کھیلے اور جب ان چیزوں کو دیکھے تو امام حسین پر صلوٰۃ بھیجے اور یزید اور آل ابوسفیان پر  
لعنت بھیجا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا خواہ دریا کے  
قطروں کے برابر گناہ ہو گئے یا آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ بھی بخش دے گا۔

(ختمی الآمال)

### ۱۵۳۔ قید خانے میں حضرت اُمّ ربیع کا رونا:

کتاب مفتاح اور مناقب الائمہ میں اور نوادر الاعجاز میں احمد بن داؤد کی محمد بن مسلم

سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ایک مادہ ہرن (ہرنی) جنگل سے آکر داخل شہر دمشق ہوئی۔ لوگ اسے دیکھ کر اکٹھے ہو گئے اس نے لوگوں کے اثر و حام کی پرواہ نہیں کی اور سیدھی چلتی چلتی قید خانہ اہل حرم تک پہنچ گئی اور امام سجاد جو قید میں تھے ان کو زور زور سے پکارا۔ امام دروازے پر آئے ہرنی کو پیار کیا۔ ہرنی نے امام کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا اور اپنی داستان غم حضرت سجاد کو بتائی۔ امام سجاد قید خانے سے باہر آئے ہرنی رونے لگی منہ پر آنسو بہنے لگے۔ جب اہل بیت امام سجاد کو اپنے قریب نہیں پاتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ لہذا امام ہرنی کے پیچھے پیچھے چلے اور مرد شکاری کے گھر چلے گئے امام نے شکاری کو بلایا اور کہا کہ کل تم اس ہرنی کا بچہ شکار کر کے لائے تھے اور آج کسی کو دینا چاہتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہماری بات مان لو اور ہماری بات قبول کر لو۔ صیاد راضی ہو گیا۔ امام سجاد نے دو مشت خاک اس کے دامن میں ڈال دی اور وہ ایک دم در شہوار موتی بن گئے۔ شکاری نے ان کے ساتھ آکر جنگل میں آکر بچہ آزاد کر دیا۔ جیسے ہی بچہ اپنی ماں ہرنی کے پاس آیا تو ہرنی نے پیار سے چومنا چاشنا شروع کر دیا اور بچے نے اپنی ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قید خانے میں سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ امام چہارم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو پتہ چلا کہ بی بی ربابؓ نے جیسے ہی ہرنی کے بچے کو دودھ پیتا دیکھا تو شیر خوار علی اصغرؑ یاد آ گیا اور وہ رونے لگیں اور کہتی تھیں کہ دیکھو ہرنی کا بچہ میرا بھرا ہے اور میرا اصغرؑ یا ساما مارا گیا۔

گویا کہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

شہزادہ علی اصغرؑ اے چاند تیرے لاپرواہی کی جان قربان ہو جائے۔ ہرنی کا بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے اور میرا بچہ بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔ تیرا تیر سے مارا جانا ہی کافی تھا۔ اے مادر کی جان تو بھی بچہ آہو سے کمتر نہیں ہے۔ اس نے اپنی ماں کا



دودھ پی لیا۔ اب پانی آگیا ہے تو عصر تم کہاں چلے گئے۔

حضرت سجادؑ نے ہرنی کو بچہ دلا کر جنگل میں بھیج دیا۔ ہرنی امام کے پاس فریاد لے کر آئی تھی تو اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر تھی۔ ہرنی ایک نظر آسمان پر ڈالتی تھی اور ایک نظر قید خانے پر نہ کھڑے رہنے کی طاقت تھی نہ بھاگنے کی طاقت تھی۔

ابالیا بن شام نے جب یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ یزید نے صدائے نالہ سنی پوچھا کیا ہوا۔ بتایا کہ ایسا ہوا اس نے شکاری کو طلب کیا اور کہا تم نے کیا شور مچوا رکھا ہے جاؤ آکھنڈہ ایسا نہ ہو۔ شکاری مرد نے کہا کہ یہ دوسرے کا مقام نہیں ہے کہ اہل حرم محمدؐ کو قید خانے میں بند کر رکھا ہے جب لوگ ان کے معجزات دیکھتے ہیں تو ان کی طرف آتے ہیں۔ یزید یہ سن کر ناراض ہوا۔ حکم دیا کہ صیاد (شکاری) کو جان سے مار دیا جائے۔ چنانچہ قتل کر دیا گیا لیکن امام سجادؑ نے زندگی کی دعا دے کر اسے تیس سال کی زندگی دے کر زندہ کر دیا۔ (بحر الصائب، ج ۴، ص ۳۴۵)

#### ۱۵۴۔ درخواست یزید از نعمان بن بشیر:

جب اہل حرم قید سے آزاد ہوئے تو یزید نے نعمان بن بشیر جو صحابی رسول تھے بلایا اور کہا کہ اپنے ساتھ متقی دپا کیزہ انسان کو ساتھ لے کر بلخرم کا قافلہ مدینہ پہنچا دو۔

(۲۔ نئی الآمال)

#### ۱۵۵۔ نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم۔

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ یزید نے خالی مکان میں امام سجادؑ کو بلوایا اور کہا کہ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بھڑا اگر میں امام حسینؑ کے پاس ہوتا تو جو بھی وہ مانگتے دے دیتا اور مجھ سے جتنا بھی ہو سکتا موت کو ان سے دور کرتا اور کبھی بھی قتل حسینؑ کی

اجازت نہیں دیتا۔ لیکن جو بھی حکم الہی ہو چکا ہے مجبوری ہے اب میں اس بات پر آمادہ ہوں کہ جو چیز بھی آپ کو چاہیے مجھ سے لے لیجئے۔ مدینہ جا کر مجھے لکھیئے گا کہ کس چیز کی آپ کو ضرورت ہے میں بھیج دوں گا اور حکم دیا کہ آنحضرت کو لباس دیا جائے اور تمام خاندان نبوت کو بھی لباس دیا جائے اور ہمراہ نعمان بن بشیر کا صد کے روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ رات کو ٹھنڈے وقت سفر کرنا بچوں اور بی بیوں کو آگے رکھنا اور خود پیچھے رہنا اور اہل حرم سے کافی دور پر ٹھہراؤ کیا کرنا اور مدینے تک آرام سے پہنچانا۔ نعمان نے یزید کے کہنے پر عمل کیا اور آرام سے مدینہ پہنچایا۔ (مثنیٰ القام)

#### ۱۵۶۔ حضرت علی اصغر کا رومال تبرک میں دینا:

قرمانی نے اخبار الدول میں نقل کیا ہے نعمان نے اہل بیت کے ۳۰ افراد کو باسانی مدینے میں پہنچا دیا۔ تب فاطمہ دختر امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی! اس شخص نے ہم پر بہت احسان کیا ہے کہ قافلے کو بہت ہی اچھے طریقے سے مدینے لے آیا ہے۔ ہمیں اس کو کچھ انعام دینا چاہیے۔ بی بی زہراؑ نے کہا کہ ہمارے پاس زیور کے علاوہ اور کچھ انعام دینے کو نہیں ہے۔ پھر کیا تھا اپنے زیورات میں سے بازو بند اور دست بند دونوں نعمان بن بشیر کو بھجوا دیئے اور یہ کہا کہ ہمارے پاس دینے کو اور کچھ نہیں ہے معذرت چاہتے ہیں، نعمان نے کہا کہ بخدا اگر مجھے دنیا طلبی ہے تو میرے لئے یہی کافی ہے۔ مجھے خوشحال کر دے گا لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے آرام سے قافلہ لایا ہوں احسان و نیکی خدا کی خوشی کیلئے کی ہے۔

اگر شہزادی آپ مجھے انعام ہی دینا چاہتی ہیں تو تھوڑا سا کپڑے کا ٹکڑا دے دیجئے شہداء کے کفن کا تاکہ اپنے کفن میں رکھوا لوں۔ حضرت زہراؑ نے خون بھرا رومال بی بی فضہ کو دیا کہ نعمان کو دے دیں۔ نعمان نے دستمال لے لیا دیکھا کہ خون آلود اور مکڑے



کھڑے ہے پوچھا کہ یہ رومال کون سے شہزادے کا ہے جو اس قدر پارہ پارہ ہے تو اس سے کہا گیا کہ اے نعمان یہ وہ رومال ہے جو علی اصغر کے سر پر باندھا گیا تھا اور حرمۂ میں کاہل اسدی ملعون کے حیر لگنے سے یہ پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ (شمسی الامال)

### ۱۵۷۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا اصغر کیلئے رونا:

سید بن طاووس روایت کرتے ہیں کہ جس وقت کہ اہل حرم شام سے مدینے جا رہے تھے اور عراق پہنچے تو کاروان سالار سے کہا کہ ہم کو کربلا کی راہ سے لے کر چلنا اس لئے قافلہ سالار انہیں کو بلا لے گیا۔ جس وقت اہل بیت قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو دیکھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری مع چند بنی ہاشم کے قبر امام حسینؑ کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں اور زیارت میں مشغول ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو ایک دوسرے کو پرسہ دینا شروع کر دیا اور اطراف کے لوگ بھی مجلس عزاء میں شریک ہو گئے۔ اس وقت حضرت اُمّ ربابؓ کا حال کیا ہوگا۔

ایسی غمزدہ بی بی جو شام کی قید سے چھوٹ کر مدینہ آئی ہیں وہ اپنے علی اصغرؑ کی قبر پر آگئیں اور قبر کو گود میں بھر لیا اور یہ شکایات کرنے لگیں کہ اے لال عاشور کے بعد مجھ میں زیادہ طاقت نہ رہی۔ اب میں عمر بھر تیری پیاس یاد کر کے روتی رہوں گی۔ اے بیٹا یہ ساری دنیا کا پانی تیری دادی کے زہر میں لکھا ہوا ہے جس سے تجھے دور رکھا گیا تھا۔ اب آسمانی سے مل رہا ہے۔ اے لال تجھے تیرے بھائی علی اکبرؑ نے میرا بگایا نانا رسول خداؐ نے۔ آیا تجھے مرنے سے پہلے کچھ پانی ملا بھی تھا یا نہیں اے میرے شیر خوار علی اصغرؑ! (شمسی الامال)

☆ ستارہ ۶

اُمّہ معصومینؑ کا  
 علی اصغرؑ کے غم میں رونا



## ۱۵۸۔ امام سجاد کا رونا غمِ اصغر میں:

ایک شخص کہتا ہے کہ میں کوچہ بنی ہاشم سے گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ امام سجاد ہاتھ میں آفتاب لے کر وضو کی تیاری فرما رہے تھے اور جیسے ہی آفتاب سے پانی لیتے تھے تو اتار دیتے تھے کہ پانی مضاف ہو جاتا تھا۔ پھر دوبارہ پانی لایا گیا تو آپ نے پھر رونا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر میں نے بھی رونا شروع کر دیا تو امام نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم میرے باپ حسینؑ اور علیؑ اصغرؑ، علیؑ اکبرؑ کی پیاس کا اندازہ نہیں لگاتے اور قاسمؑ بھی پیاس سے ہی دنیا سے چلے گئے۔ اسی پانی کی خاطر چچا عباسؑ کے بازو کٹ گئے۔ پھر بچوں کی بے شمار پیاس اور خیموں میں آگ لگنا۔ ذرا انصاف کرو کہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے صرف ایک بیٹا ہی غائب ہوا تھا وہ بھی زندہ تھا اس کے فراق میں اس قدر روئے تھے کہ اندھے ہو گئے تھے۔ کرم ہو گئی تھی اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ اب میں کیونکر نہ روؤں کہ سترہ (۱۷) افراد بنی ہاشم روزِ عاشورہ خون میں نہا کر اسی ملکِ عدم ہو گئے۔ (۱۔ مغربہ تغایا، شام، ج ۳، مولف شیخ علی نقی، ص ۱۹۷-۲۰۱)

## ۱۵۹۔ گریہِ امام سجاد (بچوں کو دیکھتے ہی رونا):

کر بلا کا روح فرما واقعہ اتنا غمگین تھا کہ اگرچہ امام سجاد چونتیس (۲۵) سال زندہ رہے لیکن ہر وقت آپ کی نظروں میں واقعہ کربلا ہی رہتا تھا اور لگتا رہتا تھا کہ آپ کے لئے پانی لایا جائے یا غذا۔ آپ لگتا رہتے ہی رہتے تھے۔ بالخصوص شیر خوار بچوں کو دیکھتے ہی علیؑ اصغرؑ کی یاد سے تڑپ جاتے تھے اور اگر کوئی جانور ذبح کیا جاتا تھا تو آپ قصاب سے پوچھتے تھے کہ تم نے ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی بھی پلایا تھا یا نہیں؟ آپ کے رونے کی کیفیت دیکھ کر آپ کے چاہنے والے

صبر کرنے کو کہا کرتے تھے کہ آپ اتنا گریہ کیوں کرتے ہیں اور اپنی جان کو بلاکت میں ڈال رہے ہیں آخر اپنی زندگی کا خیال کرتے ہوئے گریہ کم کیا کریں کیونکہ آپ کو ایسے حالات میں برسوں گزر چکے ہیں۔ اب بس کریں۔ تو امام ان کے جواب میں فرماتے تھے کہ میں کر بلا کا منظر کس طرح بھول جاؤں کہ بہترین نفوس ہائے انسان ایک دوپہر میں شہید کر ڈالے گئے۔ میری نظروں سے وہ منظر ہٹتا نہیں ہے۔ آخر یہ انصاف ہے کہ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ مولا کب تک رویئے گا۔

(الوقایع والحوادث، ج ۱، ص ۲۸۵-۲۸۶)

### ۱۶۰۔ مرحوم کوثری کی مجلس عزاء:

راوی کہتا ہے کہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کا زمانہ تھا میں مدینے گیا اور عرض کیا کہ مولا کتنا اچھا زمانہ اور حکومت ہے کہ آپ کے دشمنوں کا انتقام لیا جا رہا ہے اور جہنم بھیجا جا رہا ہے۔ امام سجاد کو علی اصغر کا غم سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے منہال سے یہ نہ پوچھا کہ میرے باپ کا قاتل زندہ ہے، چچا کا قاتل یا بھائی علی اکبر کا قاتل زعمہ ہے صرف اتنا پوچھا کہ منہال بتاؤ حرمہ زندہ ہے؟

میں نے عرض کیا مولا ابھی تک زندہ ہے یہ سنتے ہی امام نے اللہ کی دربار میں اپنا سر جھکا یا اور فرمایا کہ یا جبار۔ یا قہار۔ حرمہ کو دنیا و آخرت کی آگ میں جلا۔ تاریخ نویس یزید حمید بن مسلم کہتا ہے کہ امام کے قریب گیا تو امام نے پوچھا کہ حمید یہ بتاؤ کہ امام حسینؑ کو کون سے موقع زیادہ سخت درپیش آئے حمید نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے شیر خوار علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر طلبہ آپ کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔



رکاوٹ ایک ایک تیر آیا اور بچے کے گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا اور خون بہنے لگا تو امام پر زبردست مصیبت آگئی اور سوچنے لگے کہ اس حالت میں کیسے رباب کے پاس بچے کو لے جاؤں۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے بیٹے کی کیا حالت بنا ڈالی تو کیا جواب دوں گا۔ آقا خیمے کی سمت چلے اور پھر کچھ سوچ کر واپس پٹ آئے پھر خیمے کی سمت چلے اور واپس آئے کئی بار امام نے یہی کیا۔

اے آقا۔ قاسم و اکبر شہید ہوئے کیا ان سے بڑا غم ہے علی اصغر کا۔ چانک نہ لائے غیبی آئی۔ بچے کو ہمارے سپرد کرو۔ جنت میں علی اصغر کو دودھ پلانے کا انتظام کیا جا رہا ہے کیونکہ علی اصغر سب سے بڑا اور چہرہ رکھتے ہیں۔

۱۔ تیرے لئے کشتی نجات ہے۔

۲۔ تیری زندگی کا بیش قیمت سرمایہ حیات ہے

۳۔ یہ معصوم تیرے فرات ہے

۴۔ اے معصوم ہم تیری بارگاہ میں آئے ہیں

۵۔ اے محبی بن محبی ہم پر کرم کرو اپنا ہاتھ ہم سے نہ روک لینا۔

پورے سال امام حسین کا علم ان کے مزار مقدس پر قرمزی لال رنگ کا دس ماہ تک لگا ہوتا ہے صرف دو ماہ کیلئے سیاہ علم لگتا ہے۔ آقا پشت خیمے کی طرف سے گئے کہ بچے کو خاموشی سے سپرد خاک کر دیں تاکہ بچے کی یہ حالت ماں نہ دیکھ لے۔ شاعر نے قاری زبان میں مادر علی اصغر کا حال لکھا ہے:

اے معصوم علی اصغر سو جاؤ آرام سے سو جاؤ اور غنچہ افسردہ سو جاؤ۔ اب تم یہاں پر رات دن آرام سے سو جاؤ کہ اب صحرایہ خاموش ہے کسی تیر کے آنے کا خطرہ نہیں ہے۔

(نغمہ ہائی کوثری ص ۱۱۳)

## ۱۶۱۔ حضرت علی اصغرؑ کے قاتل سے کیسے بدلہ لیا گیا:

اب سچے گا کہ بہت سی روایات مومنین کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے ملتی ہیں۔  
حضرت مختار بن ابوعبیدہ ثقفیؓ پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ انہوں نے قاتلان حسینؑ  
سے بدلہ لیا ہے اور امام سجادؑ کی دودعا میں بہت جلد قبول ہوئی ہیں۔

۱۔ ابن زیاد ملعون قتل ہوا۔

۲۔ حرمہ بن کابل اسدی قتل ہوا۔

اور ان دونوں کو زندہ جلایا جانا ہم کو روایت منہال بن عمر سے ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے  
کہ میں حج کے ارادے سے کوفہ سے روانہ ہوا جیسے ہی امام سجادؑ کی خدمت میں پہنچا  
تو آپ نے بے ساختہ مجھ سے پوچھا کہ حرمہ بن کابل ملعون کے بارے میں کیا خبر  
ہے۔ میں نے کہا مولا وہ تو کوفہ میں زندہ ہے۔ حضرت سجادؑ نے بددعا کیلئے ہاتھ  
درگاہ الہی میں بلند کئے اور کہا کہ یا جبار حرمہ کو لو ہے کی آگ دینا میں اور آتش جہنم کا مزہ  
چکھا۔ منہال بنے کہا پھر میں کوفہ واپس آیا تو حضرت مختار سے ملنے گیا تو حضرت مختار  
نے گھوڑا طلب فرمایا اور مجھے بھی سوار کیا اور کوفہ پہنچا۔

وہاں پہنچ کر ہم نے کچھ انتظار کیا۔ ناگاہ دیکھا کہ حرمہ ملعون کو گرفتار کر کے حضرت  
مختار کی خدمت میں لایا جا رہا ہے۔ مختارؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے کامیابی دی  
اور پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر زندہ آگ میں جلا دیں۔ جب میں نے یہ منظر  
دیکھا تو میں نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مختارؓ نے فرمایا کہ اس سوقت تسبیح  
پڑھنے کا کیا موقع ہے۔ میں نے امام سجادؑ کی بددعا کرنا اور ان کی دعا قبول ہونے کا  
ذکر کیا۔ جناب مختارؓ گھوڑے سے نیچے آئے اور دو رکعت نماز طولانی (شکر کی) پڑھی پھر



جب مختار میرے گھر کے قریب ہوئے تو میں نے خواہش کی کہ کھانا میرے گھر پر کھائیں۔ حضرت مختار نے کہا کہ اے منہال تم نے مجھے امام سجادؑ کی بددعا کا بتایا تھا اور خدا کا شکر ہے میرے ذریعے سے حرمہ بکڑا گیا۔ میں نے حرمہ کے بکڑے جانے کا روزہ کھولا تھا اور آج میں روزے سے ہوں۔ (مثنیٰ الامال)

۱۶۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا غم علی اصغرؑ منانا:

ازدی نے بیان کیا ہے کہ عقبہ بن بشیر اسدی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ازدی تمہارے درمیان ہمارا قاتل موجود ہے۔ میں نے عرض کیا مولادہ کیسا قاتل اور خونی ہے مجھے سمجھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے جد امام حسینؑ شیر خوار کو گود میں لے کر پانی پلانے فوجیوں کے درمیان لائے تھے۔ اے اسدی تو اس دوران مرد اسلامی بنی اسد سے ایک تیر مار کر بچے کی گردن کاٹ دی گئی۔ امام حسینؑ نے بے شیر کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو اور آستین خون میں بھر گئی تو آپ نے یہ خون آسمان کی جانب پھینکا اور فرمایا۔

رب ان تک حبست عنا النصر من السماء فلجعل ذلك لهما هو خير

وانتقم لنا من هؤلاء الظالمين

یعنی اگر آسمان کی مدد کو ہم سے روک لیا گیا ہے تو ان مصائب کو ہمارا ذخیرہ آخرت فرما اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ ہے۔ (امثال شیخ مفید ص ۲۶۰، نفس المحموم ص ۲۶۶)

۱۶۳۔ علی اصغرؑ کی پیاس کا ایک واقعہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ روز عاشورہ ایسی عورتوں سے جو بچوں کو دودھ پلاتی تھیں کہا کرتے تھے کہ عاشور کے روز صرف ایک پستان دودھ کا بچوں کو پلایا کرو اور ایک نہ

پلایا کرو تا کہ علی اصغر اور سید الشہداء کی یاد مناسکو۔

امام حسین سے سوال کیا گیا کہ آپ تمام شہداء کی لاشیں خیمے میں لائے اور صرف علی اصغر کی لاش خیمے میں نہیں لائے اس کی کیا وجہ ہے۔ امام نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ چھوٹے بچے کی لاش پائمال سم اسپاں ہو اور اس کا سر کاٹا جائے اور نیزے پر بلند ہو یا یہ کہ چھوٹے بچوں کی نظر پڑے اور دو تین روز زمین گرم پر پڑا رہے۔ فرماتے ہیں کہ تم میں کوئی رحم دل ہے جو معصوم شیر خواہ پر رحم کرے کہ جو پیاس سے قریب بہ ہلاکت ہے اور اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اب اسے پانی کے بغیر تسلی نہیں ہوگی چونکہ ضروری تھا کہ معصوم بچے کیلئے پانی مانگا جائے اور یہ بچہ مضطرب ہے اور تم لوگ پانی ایک گھونٹ پلا دو۔ (المنزل لالہ عائشہ، مجموعہ مراثی حضرت مولف شیخ احمد مراثی، دمشق، ص ۱۸)

۱۶۴۔ مجلس علی اصغر از زبان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام  
امام جعفر صادق ہر سال جب بھی محرم آتا تھا تو غمگین ہو جایا کرتے تھے اور مجلس عزاء برپا کیا کرتے تھے۔ ایک روز جب کہ مجلس عزاء پر پانچویں ایک کینز علی اصغر کا شلوکا (لباس) اٹھا لائے اسے دیکھ کر امام نے رونا شروع کر دیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ اے میرے جد حسین مظلوم میں نے آپ کو کبھی بھی بھلایا نہیں ہے اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب آپ معصوم اصغر کو گود میں لئے ہوئے پانی مانگ رہے تھے اور علی اصغر کو تیرا شعبہ لگا تھا۔ (ابن الصائب)

از کتاب روضہ کافی سے نقل ہوا ہے کہ کیت مولا کا چاہنے والا کہتا ہے کہ امام نے مجھ سے کہا کہ مرثیہ پڑھو۔ میں نے امام حسین کے مصائب سے مرثیہ شروع کیا۔ امام صادقؑ رونا لگے اور تمام المیہ بھی رونا لگے اور رونے کی صدائیں آسمان تک جا رہی تھیں۔ اتنے میں ایک کینز معصوم بچے کو لائی اور امام کی گود میں بٹھلا گئی۔ تمام



عوام میں گریہ اور بھی بلند ہوا کیونکہ سب نے معصوم بچے کو علی اصغر سمجھ رکھا تھا اور گریہ کر رہے تھے۔ (۱۔ کی اشعرانی آل محمد)، (۲۔ محالی السطین، الوقیع والحوادث ص ۲۹۶)

### ۱۶۵۔ امام زمانہ قبر علی اصغر پر مرثیہ پڑھتے ہیں:

امام نے تفسیر ”کھب بعض“ میں فرمایا ہے کہ: (ک) کاف سے مراد کر بلا اور (ہ) ہے سے مراد شہادتِ عمرتِ ظاہری ہے (ی) یا سے مراد یزید ملعون ہے کہ جس نے امام حسینؑ پر ظلم و ستم توڑے۔ (ع) عین سے اشارہ عطش کر بلا ہے۔ بالخصوص علی اصغر باب الحوائج کی پیاس ہے کہ یہ ذاتِ والا صفات مظلوم ہے کیونکہ نہ کسی کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اپنا دفاع ہی کر سکتا ہے اور (ص) صاد سے مراد صبرِ جستی ہے کہ جس نے قاسم و علی اکبر عباس و اصغرؑ کی شہادت برداشت کی۔ روزِ عاشورہ زبردست مصائب اٹھائے۔ (۱۔ مجموعہ فرمائشات حضرت بقیۃ اللہ ارواحِ اللہ ام مولف محمد خادلی شیرازی ص ۳۷)

### ۱۶۶۔ غم علی اصغر میں امام زمانہ کا مرثیہ:

حاج صادق کر بلائی فرماتے ہیں کہ میں کر بلا میں تھا اور چاہتا تھا کہ چند شب بدھ (شب چہار شنبہ) کر بلا سے مسجد سہلہ بغرض حاجتِ روائی جاؤں کہ مجھے رشتے کی خواہش تھی کہ وہ حاجت پوری ہو، مجھے صحیح یاد نہیں آ رہا کہ کتنی بار گیا۔ ایک شب کو روانہ ہوا تو راہِ سفر میں موسمِ سرد ہوا اور بارش ہونے لگی تو میں نے کچھ روٹیاں اور سالن ساتھ میں لیا اور مضبوط سے جوتے کے بند پیر میں باندھ لئے اور ایک لکڑی ہاتھ میں لے لی اور نمازِ مغربین کے بعد میں روانہ ہو گیا۔ کر بلا سے مسجد سہلہ کو میں نے تھوڑی ہی راہ طے کی تھی کہ کسی دوسرے کی آواز سنی یا اللہ یا اللہ میں ڈرنے لگا کہ شاید کوئی چور ہو گا پھر میں نے کہا کہ اگر یہ دشمن ہوتا تو یا اللہ یا اللہ کہتا پھر میں نے سوچا کہ یہ بھی میری طرح

سے کوئی حاجت مند ہے۔ میں نے سلام کیا جواب ملا علیک السلام ورحمۃ اللہ۔ لباس اونچا کر رکھا تھا۔ عربی سے کہا کہ حاجی صادق تم مسجد سہلہ جا رہے ہو میں نے کہا کہ شاید اب بھی وہیں جا رہے ہیں کہا کہ ہاں میں بھی وہیں جا رہا ہوں مجھے خوش ہوئی کہ میرا رفیق مل گیا ہے بس میں نے مجلس کے مصائب پڑھنے شروع کر دیے۔ پہلے امام حسین کا علی اصغر کو خیمے سے میدان میں لانا۔ یہ شعر عربی کا پڑھا:

کم ذالقعود و دینکم ہدمت قواعدہ الرفیعة  
اتری تجیش فجیعة بامض من تلك الفجیعة  
حيث الحسين بکر بلا خیل العدی طخت ظلوعہ  
ورضیعیہ بدم الوریث تخضب فاطلب رضیعیہ

ناگاہ میں نے دیکھا کہ آقا زین پر بیٹھ گئے اور فرمایا (بیٹھو) اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔ ہم دونوں گریہ کر رہے تھے کچھ ہی دور چلے گئے کہ مسجد سہلہ آگئی۔ میرا ساتھی تجف کو چلا گیا میں نے خدا حافظ کہا۔ میں مسجد سہلہ میں داخل ہوا اور امام سجاد کے مقام پر گیا اور سوچا کہ پچھلے جفتے جب میں آیا تھا تو یہ سب سوئے ہوئے تھے آج تو سب جاگ رہے ہیں میں سمجھ رہا تھا کہ پوری رات گزار کر صبح اذان کے وقت مسجد سہلہ پہنچ جاؤ گا مگر ابھی دس بجے شب کو ہی میں مسجد سہلہ پہنچ گیا۔ دوسروں سے بھی پوچھا تو جواب ملا ابھی دس بجے ہیں اب میرا تعجب اور بھی زیادہ ہو گیا کہ میرا رفیق آقا تھا کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو مسجد سہلہ یہ آگئی۔ اب میں جانا کہ امام زمانہ سے مشرف ہو گیا ہوں لیکن آقا کونہ جان سکا۔ آخر کار میں اپنی اس کوتاہی و ندامت پر رات بھر رونا رہا اور کہتا رہا کہ اے کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ یہ میرے مولا آقا ہیں تو میں روز فائدہ اٹھاتا۔



بس موجود تھی اور کر بلا کر بلا کی آواز لگائی جارہی تھی پھر کر بلا پہنچا روز چہار شنبہ آگیا تھا۔ اب چونکہ ہم جلدی آگئے تھے اس لئے دکان کھول دی تاکہ لوگ آجائیں۔ وہ روز طویل ہو گیا پھر برادران آئے اور پوچھا کہ آپ اتنی دیر سے کیسے آئے ہو تم تو جلدی کے آئے والے تھے۔ انہوں نے کہا اپنی خیریت مناؤ میں نے کہا کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ میں نے گھر پر گفتگو کی تھی تو طے پایا کہ عصر کے وقت عقد ہوگا اور جیسا بھی امام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (۱۔ ہیئتگان حضرت مہدی ص ۲۶۹)

۱۶۷۔ کون سے گناہ کی وجہ سے مارا گیا:

جس وقت کہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے سکے سے حرکت کریں گے دینے کی طرف تو دنیا کے کنارے آپ صدادیں گے کہ اے اہل عالم میں مہدی ہوں پھر زبردست غم مناتے ہوئے عراق جائیں گے تاکہ گر بلا تک پہنچا جائے۔ پھر ایک ترور کا نعرہ بلند کریں گے کہ اے اہل عالم میرے جد امام حسینؑ کو قرات کے کنارے بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اور لاش کو گھوڑوں سے پامال کیا گیا۔

لوگوں کی نظریں امام زمانہؑ پر لگی رہتی ہیں کہ امام کیا کر رہے ہیں۔ ایک وقت اپنا ہاتھ قبر امام حسینؑ کے اندر کر کے علی اصغرؑ کا خون بھرا شلوکا باہر نکالتے ہیں اور خطاب فرماتے ہیں کہ:

الا یا اهل العالم! بآی ذنب قتلت

اے اہل عالم کس گناہ میں معصوم علی اصغرؑ شہید کیا گیا۔

(۱۔ نقل از دانشمند فرزندانہ حاج سید احمد خاتمی خراسانی)

۱۶۸۔ امام زمانہؑ پر اثرِ غم:

شہادت علی اصغرؑ نے امام سجادؑ پر غمگین اثر ڈالا اور جب حضرت مختار بن ابوبکرؑ

کے تحت حکومت سنبھالا تو امام نے ان سے پوچھا کہ قاتل علی اصغر کی کیا خبر ہے؟  
 امام حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی اس مصیبت عظیم سے دور چارہوں کے لکھ  
 رہے کہ جب آپ کا ظہور ہوگا تو آپ اپنے جدا امام حسینؑ کی قبر کے کنارے جا بیٹھیں اور  
 فرمائیں گے: السلام عليك يا جداه يا ابا عبد الله  
 قبر سے جواب آئے گا:

و عليك السلام يا ولدی مهدی

پھر امام زمانہؑ نے روحی و ارواحی العالمین لہ الفداء ہاتھ قبر میں داخل  
 فرمائیں گے اور علی اصغرؑ کو باہر لا کر لوگوں کو دکھا کر پوچھیں گے کہ یہ دیکھو یہ چھ ماہ کا بچہ  
 ہے اس معصوم کا کیا قصور تھا جو اسے بلا جرم و خطا بھوکا پیاسا شہید کیا اور جب امام زمانہؑ  
 لاش علی اصغرؑ کو لوگوں کو دکھائیں گے تو تمام لوگ بلند گریہ و زاری کرنے لگیں گے۔

(۲۔ مثل لالہ جا، مجموعہ مرثیٰ معززت، مولف شیخ احمد عراقی دہلی، ص ۱۸۴)

### ۱۶۹۔ زیارت آل یاسین میں علی اصغرؑ کی مصیبت:

زیارت مبارکہ آل یاسین میں آیا ہے کہ تم دنیا کی تمام نسلوں سے اعلیٰ اور افضل ہو اور  
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام دنیا سے پہلے تم کو پیدا کیا ہے اور تم تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہو  
 اور یہ حق ہے کہ ہم اس کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ آپ کی ہاز گشت ظہور امام زمانہؑ کے وقت  
 ہوگی اور یہ حق بات ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور جب رجعت امام حسینؑ تک پہنچے  
 گی حضرت اس حال میں ہیں کہ چہرے پر خون کا خضاب ملا ہوا ہے اور اصحاب آپ کے  
 گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور آپ کے ہمراہ رہتے ہیں اور تمام شہداء میں حضرت علی اصغرؑ  
 بھی ہیں اور جیسے نمین یا تیر چمکتا و مکتا ہے بالکل اسی طرح اصغرؑ کی مظلومیت اور حقانیت کی  
 دلیل ہے۔ (۱۔ زیارت آل یاسین)، (۲۔ کتاب رجعت، علامہ مجلسی، ص ۷۳)





حضرت اُمّ ربابؓ کا غم منانا

۱۷۰۔ حضرت اُمّ رباب نے اشک اور خونِ دل سے اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہا دیئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی جگہ ہے جہاں انہوں نے وعدہ پورا کیا ہے اور یہ بہارستانِ نبی ہاشم سرخ پھولوں سے نہیں بلکہ خونِ شہادت سے سجایا گیا ہے اور کیسا سفر تم نے اے شہدائے کربلا کیا ہے کہ منی و مروہ کی وقعت اپنی جگہ ہے لیکن یہ مقام بھی عظمت میں کم نظر نہیں آتا۔ محشر تک تمام نبی اس مقام کربلا کی زیارت کیا کرینگے اور یہ عاشقوں کا مقتل گاہ ہے جہاں بے سروسلاشے پڑے ہیں اور تم عجیب میدان کربلا میں آئے ہو کہ یہاں العطش العطش کی صدائیں آرہی ہیں گویا قیامت کا منظر ہے۔ اس مقام کربلا میں دریائے فرات بہہ رہی ہے لیکن حسینؑ اور ان کی اولاد کیلئے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ تیر اور خنجر سے شہید کیا جائے گا۔ رباب بی بی نے رو کر اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہا دیئے ہیں کیونکہ معصوم علیؑ کو پیاسا تیر مار کر شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ چمن پھولوں کا سجا ہوا نہیں ہے البتہ اکبر و قاسم و عباس وغیرہ کا خون اس میں لال رنگ چمن کا بنائے ہوئے ہے۔

کبھی ممکن ہے اے بیٹے بچوں کہ تمہارے لبوں پر پانی کا نام آجائے جب کہ تمہارا علمدار پیاسا شہید ہو چکا ہے۔ علم زمین پر گر گیا ہے۔ حسینؑ تنہا ہیں اور چاروں طرف دشمن ہی دشمن بھرے پڑے ہیں۔ عازری کے ہاتھ کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہیں بھائی برادر یا درو انصار خون میں نہائے پڑے ہیں اور نیزوں کے گھیرے میں بہن اور عزیز گھرے ہوئے ہیں۔ میثمؑ فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ مجلس حسینؑ کروں کربلا میں اور غم کو زیادہ کروں۔ (اعلیٰ میثم ج ۳، ص ۲۳۰)



### ۱۷۱۔ نوحہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ:

جس وقت دربارِ یزید ملعون میں حضرت اُمّ ربابؑ کی نظر سربردہ امام حسینؑ پر پڑی بے تاب ہو کر سر کو گود میں اٹھا لیا اور خوب پیار کیا۔ پھر اپنی گود میں سر کو رکھ لیا اور نوحہ خوانی اور سینہ زنی شروع کر دی۔

و احسیناھ فلا نسیت حسیناً اقصدتہ اسنۃ الاعداء  
غادر وہ بکربلا صریعاً لاسقی اللہ جانبی الکربلا  
وا حسین۔ اے حسین میں کبھی بھی آپ کو نہیں بھول سکتی ہوں کہ دشمنوں نے ہر چار طرف سے بے شمار نیزے آپ کو مارے جو زخم کاری جن جگہ اور شہید کرنے کے بعد کس طرح لاشہ حسینؑ کو گرم دھوپ میں چھوڑ دیا اور دفن نہ کیا اور حسینؑ کی پیاس کبھی بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں ہے۔ (امامی القامال)

### ۱۷۲۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا غم قبرِ علی اصغرؑ پر:

تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ اہل بیت حرم کربلا میں تین شبانہ روز (اربعین) کے موقع پر عزاداری میں مشغول رہے۔ جب امام سجادؑ نے سب کی حالت خراب دیکھی تو وہاں پر زیادہ ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا اور پھر نعمان بن بشیرؓ کو مدینے پہنچنے کیلئے حکم فرمایا۔ قافلے کے سفر کے دوران کربلا آگیا تھا۔ اب الوداع کہنے کا وقت آیا اور حضرت اُمّ ربابؑ نے تنہا کربلا میں رہنے کی اجازت امام سجادؑ سے لے لی اور مزارِ علی اصغرؑ امام حسینؑ کی مجادری کرنے لگیں۔ (معرفۂ تشایاۃ شام، حاتم شیخ علی فلسفی، ص ۱۸۱)

### ۱۷۳۔ ایک سال تک عزاداری مرقدہ حسینؑ پر:

تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جناب اُمّ ربابؑ ایک سال سے زیادہ

زندہ نہیں رہیں اور ساری یہ مدت غم حسینؑ میں ہی گزاردی اور ہر وقت دھوپ میں ہی بیٹھی رہتی تھی اور یہ بات تصور میں تھی کہ میرے سر تاج (حسینؑ) کی راش جلتی دھوپ میں پڑی ہوئی ہے اور یہ عہد کر لیا تھا کہ زندگی بھر سائے میں نہ بیٹھوں گی۔

(ریاض الجن الشریعہ، ج ۳، ص ۳۱۵)

### ۱۷۴۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی عزاداری و غم:

ہاں۔ حضرت اُمّ ربابؓ شہزادی تقریباً ایک سال لگا تا امام حسینؑ کی قبر پر مجاہدشی رہیں اور بی بی اُمّ ربابؓ کے ہمراہ جو کنیزیں اور رشتہ دار عورتیں تھیں سب کی سب قبر حسینؑ پر عزاداری کرتی تھیں اور اس قدر گریہ کیا کہ آنسو خشک ہو گئے تھے۔

حضرت اُمّ ربابؓ اس مرحلے میں دھوپ میں ہی بیٹھی رہیں۔ سائے میں نہیں آئیں۔ ایک روز بی بی اُمّ ربابؓ نے دیکھا کہ ایک کنیز کے آنسو رواں ہیں آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہاری آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں کنیز نے جواب دیا کہ جب گریہ زیادہ ہوا اور مجھے کمزوری ہو گئی تو میں نے شربت سویق (ستو) تیار کیا اور پیا تو مجھے طاقت آ گئی اور آنسو بہنے لگے۔ بی بی پاک جناب ربابؓ نے حکم دیا کہ ان کے خود کیلئے بھی شربت (ستو) تیار کیا جائے۔ خود بھی بی بی نے پیا اور سب لوگوں کو پلایا جو جو بھی مجلس عزاء میں موجود تھے پھر سب کو توانائی آ گئی۔ وہاں سے مجلس میں تیرک کا رواج عام ہو گیا ہے۔ (منہی الامال)

### ۱۷۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی وفات:

امین اثیر نے کامل کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ ربابؓ تقریباً ایک سال زندہ رہیں پھر مدینہ بھیج دیا گیا وہاں غم کی حالت میں ہی وفات ہو گئی۔ (منہی الامال)



## ۱۷۶۔ دوری از لذت دنیا:

کافی کتاب میں روایت لکھی ہے کہ ایک بار ایک بہترین پرندہ (مرغ) بریاں کر کے بی بی رباب کی خدمت میں لائے تاکہ وہ اسے کھالیں اور طاقت بڑھالیں۔  
(نہی الامال)

## ۱۷۸۔ اس عطر سے درد ختم نہ ہوگا:

ایک شیشی میں عطر لایا گیا تاکہ حضرت اُمّ رباب کی کمزوری دور ہو کر عزا داری میں مدو ملے۔ بی بی اُمّ رباب نے دیکھتے ہی پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ عطر ہدیہ میں آیا اور فلاں نے بھیجا ہے تاکہ آپ کو طاقت ملے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عروسی میں کام آتا ہے۔ غم میں نہیں آتا۔ پھر بی بی نے حکم دیا کہ تمام عورتیں مکان سے باہر چلی جائیں چنانچہ فوراً ہی باہر چلی گئیں کچھ احساس نہ ہوا گویا ایسا ایسا کہ زمین آسمان تک درمیان پرواز کر گئی ہوں اور جب گھر سے باہر نکلیں تو کوئی شروہاں نہیں چھوڑا۔ (عبدلانوور، ج ۱۰)

## ۱۷۹۔ حضرت اُمّ رباب، رسول اللہ کی قابلِ فخر بہو تھیں:

معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ رباب بنت امراء القیس مادر جناب سیدنا واقعہ کربلا میں شریک تھیں اور واقعہ کربلا کے بعد کبھی سائے میں نہیں بیٹھیں۔ گرمی، سردی سے بھی اپنی حفاظت نہیں کرتی تھیں۔ قریش کے مالدار لوگوں نے آپ سے نکاح کی پیشکش کی تھی۔ آپ نے جواب دیا تھا کہ نواسہ رسول کے بعد مجھے اب کوئی تمنا نہیں ہے میں قیامت تک رسول اللہ کی بہو رہنا چاہتی ہوں اور رات دن روتے ہی گزارا یہاں تک کہ وفات پاؤں۔ (نہی الامال)

## ۱۸۰۔ مرثیہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ:

ابوالفرج نے کہا ہے کہ بی بی اُمّ ربابؑ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ شعر اکثر پڑھا کرتی تھیں۔

ان الذی کان ثوراً یستضاء به      بکربلا قتیل غیر مدفون  
سبط النبی جزاک اللہ صالحہ      عنا و جنبت خسراً الموازین  
قد کنت لی جبلاً صعباً الودبه      و کنت تصحبنا بالرحم و الدین  
من الیتامی و من للسائلین و من      یعننی و یاوی الیہ کل مسکین  
واللہ لا ابتخی صہراً بصہرکم      حتی اعیب بین الرمل و الملین  
وہ ذات اقدس امام حسینؑ جو آفتاب کی طرح چمکتی تھی اور دنیا کو روشن کرتی تھی۔ وہ ذات کربلا میں شہید کردی گئی اور جسم اطہر امامؑ خاک پر بلا دفن پڑا ہے۔ اے نواسہ پیغمبر قیامت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے گا آپ نے ہر ایک نقصان سے عوام الناس مومنین کو بچا لیا اور میرے سرتاج آپ کی ذات میرے لئے ایک مضبوط پہاڑ کی مانند تھی اور میری تکیہ گاہ اور جائے پناہ تھی۔ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کی ذات میرے سر پر مدد کیلئے تیار رہتی تھی۔ تمام رشتہ داریاں محفوظ تھیں اور دین اسلام کی پناہ گاہ تھے۔ فقیروں، یتیموں، بے کسوں کی پرورش آپ کے ہی دم سے ہوتی تھی۔ میں زندگی بھر آپ کے سوگ میں رو رہا کروں گا کیونکہ آپ سے بہتر شوہر مل نہیں سکتا ہے۔

(شمی الآمال) (میرزا ابوالحسن شعرانی مدح الامام حسینؑ، ۳۱۱، طبعی، نور اللہ بیسار، ص ۱۷۷)

## ۱۸۱۔ حضرت اُمّ ربابؑ کی حجت کی حد:

جناب اُمّ ربابؑ سے سوال کیا گیا کہ آپ سائے میں کیوں نہیں بیٹھتی ہیں۔ امام زیدانہ چونکہ ہر بات سے واقف ہیں لہذا امام سے رجوع کیا جائے۔ آج سے ایک سو



پچاس سال پہلے کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ بی بی اُمّ ربابؑ نے حفظِ ولایت کیا ہے۔  
ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔

ایک مجتہد ایک فقیہ ایک فلسفی مرحوم آقائے علامہ طباطبائی صاحب المیزان۔  
کہتے ہیں کہ شیر خوار بچے کو کتنے پیار سے دودھ پلایا جاتا ہے۔ قولِ ربابؑ کہتے ہیں  
امام زمانہ آپ سے معذرت چاہتے ہیں لیکن کیا کروں محرم ہے شیعہ بے پناہ گریہ کرتے  
ہیں۔ بی بی اُمّ ربابؑ فرماتی ہیں۔

ما جلت ان السهم للفظامی حتی عرفنی جہرة الايام  
کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی بچے کو ایسے دودھ پیتے نہیں دیکھا۔ الوداع کے بارے  
میں امام زماں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ صرف اتنا کہ معصوم کی زبان ہونٹوں پر تھی اور بچہ  
شہید ہو گیا امام نے ہاتھوں پر بچے کو بلند کیا۔ (اروضہ ہائے استاد فاطمی نیا، ص ۱۹۳-۱۹۵)

#### ۱۸۲۔ وفاتِ حضرت اُمّ ربابؑ:

ابن کثیر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ ربابؑ نے سن ۶۲ (ہجری  
میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۱۷، یاران کوچک حسین)  
آپ کی وفات کی تاریخ ۶ ربیع الاول ہے، ۶ ربیع الاول کو آپ کے مصائب کی  
مجلس منعقد کرنا چاہیے، خواتین آپ کے تابوت کی شبیہ بھی برآمد کر سکتی ہیں۔

..... ﴿باب سوم﴾ .....

معجزات علی اصغر علیہ السلام





# معجزاتِ حضرت علی اصغرؑ

۱۸۳۔ جو کچھ میرے پاس ہے حضرت علی اصغر کی وجہ سے ہے:

جناب آقائے جلالی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں ایک مجتہد کی خدمت میں گیا اگرچہ وہ منقلب تھے لیکن تعریف کرتے تھے۔

کہتے تھے روز عاشورہ کو میں بیمار ہو گیا اور سر میں درد اس قدر بڑھا کہ بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ معمول کے مطابق جلوس نکل رہا تھا مگر میں مجبور تھا ایسی بیماری کی حالت میں، میں نے حضرت علی اصغر شہزادے سے توسل کیا اور میرے لئے مخصوص حالات پیدا ہو گئے کہ ہمارے مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان سے تیز روشنی نور میرے سامنے چمکنے لگا کہ میری آنکھیں خیرہ تھیں میری حالت بہتر ہوئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک مقدس خاتون بچے کو گود میں لئے میرے قریب بیٹھی ہوئی ہیں (میرا خیال ہے حضرت اُمّ رباب اور علی اصغر ہوں گے)۔ پھر فرمایا کہ اے آقائے جلالی مجھے جو کچھ بھی حاصل ہے وہ معصوم علی اصغر کی وجہ سے ہے پھر مجھے ان حالات پر اس قدر رونا آیا کہ میں اپنے آپ کو قابو نہیں کر سکا۔

آج کی رات ہم حضرت علی اصغر کا دسترخوان کریں گے اور احسان علی اصغر کی طرف رخ کریں گے اور ہم علی اصغر کے دسترخوان پر مدعو ہو گئے مہمان بنیں گے اور اپنے دل کو تیر پر فدا کر دیں گے جو علی اصغر کو آکر لگا تھا اور اپنی جان کو علی اصغر پر قربان کرینگے۔ فرشتے اور حوروں نے یہ راستہ طے کر لیا ہے اور پیغمبروں نے بھی راہ عشق میں یہ راہ طے کر لی ہے۔ حضرت آدم کی توبہ بھی علی اصغر کی وجہ سے قبول ہوئی اور حضرت خضر نبی نے آب بقاء کا جام پیا ہے۔ علی اصغر کے جھوٹے کی لکڑی سے موسیٰ کا عصا بنا تھا اور ان ہی کے شلو کے سے حضرت عیسیٰ نے شفا پائی ان کے غر کے لئے یہی کافی ہے کہ شہزادی فاطمہ نے بوسہ دیا ہے اور ان کی ذات والا صفات میں امیر المومنین مولانا علی کا نقش چھپ



ہے اور علی اصغرؑ کے ننھے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی نبض ہے۔

(لالہ امی از سلکوت، ص ۱۷۳)

### ۱۸۴۔ حضرت علی اصغرؑ کے وسیلے سے کتاب شائع ہوگئی:

جناب آقائے حاج حسین شکر دی نے تعریف کی ہے کہ ایک دوست نے کوہم لوگ مسجد ٹھکران چلے گئے۔ ناشہ کرنے کے بعد دونوں دوستوں نے چاہا کہ آقائے غلام نہاوندی اور آقائی رضائی نے کہا کہ ہم کو کسی مجتہد کے مکان پر چلنا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی لیکن انہوں نے اصرار کیا۔ بالآخر ہم روانہ ہو گئے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو میں ایک طرف سائڈ میں بٹھپ گیا کہ میں نظر نہ آ جاؤں۔ دروازہ کھٹکا اور ہم داخل منزل ہو گئے اور سلام کیا انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔

اس دوران مجھے بہت ہنسی آگئی تو مجتہد صاحب نے کہا کہ ہنسو نہیں یہ سن کر میری ہنسی اور تیز ہوگئی اور پھر ہم حرم مطہر معصومہؑ پر چلے گئے۔ وہاں اتنا شدید رونا آیا کہ تاب ضبط نہ رہی میرے اہل و عیال نے پوچھا کہ آپ اس قدر گرہ یہ کیوں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو مجھ سے کچھ نہ کہو۔

”مجھے میرے محبوب کے غم نے بھید (راز) پیدا کر دیا ہے۔ میرے دل و جان میں آگ لگ گئی ہے۔ باوجود سارے عالم میں چل رہی ہے اور مجھے بھی اس نے درد کر دیا ہے۔ مجنوں کی طرح میرا دل پریشان ہے۔ اب میں ایک قیدی پرندے کی شکل میں ہوں کہ جس کے بال و پر بھی نہ ہوں۔ مجھے غم نے رلا دیا ہے۔“

پھر ہم مجتہد کے گھر سے روانہ ہو گئے انہوں نے آقائے نہاوندی سے فرمایا: یہ اتفاق بالا سے امام حسینؑ کیلئے پیدا ہوا تھا اور آقا کو یہ منظور تھا کہ کبھی بھی ظن و گمان کے تحت ہدیٰ کو راستہ نہ دو۔ اس واقعے کو چار ماہ گزر گئے اور جب بھی دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں

اور اندر داخل ہوتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ کئی آدمی پیچھے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین آگئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آقا میں نوکر ہوں پھر کمرے کا پردہ بالا کر کے ان کی خدمت میں جاتا ہوں مجھ سے بہت گرم جوشی سے گلے ملتے ہیں اور میں ان کا سینہ چومتا ہوں۔ پھر روزانو۔ باادب ان کی خدمت میں بیٹھتا ہوں اور پھر مقل کی کتاب پڑھنی شروع ہوتی ہے اور ہمیشہ ذکر عاشورہ رہتا ہے اور پھر ظہر تک تین گھنٹے تک گریہ جاری رہتا ہے اور میں کچھ بھی احساس نہیں کرتا ہوں۔ پھر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد امام حسین کا آنا جانا رہا۔ ایک روز ہم نے امام سے عرض کیا کہ آقا میرے کوئی بال بچہ نہیں ہے اور آپ کے بھیل و عیال ہیں امام حسین نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ علی اصغر سے توسل کریں، کتاب لکھیں۔ بندے نے عرض کیا میری آنکھوں کے سامنے۔ پھر میں رخصت ہو گیا کچھ عرصہ بعد آقا کی خدمت میں گیا اور پوچھا کہ کتنے شاعروں کے شعر جمع کروں۔ فرمایا کہ کم از کم بتیس (۳۲) شاعروں کے بہترین شعر جمع کروں۔ پھر میں نے کتاب تیار کی اور چھپوایا بھی۔ ایک روز ایک رفیق کچھ شعر لے کر مجتہد صاحب کے پاس آیا میں بھی اس روز عصر کے وقت وہاں پہنچا۔ میں نے ان کی حالت متغیر دیکھی اور براہِ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں بھی روتے روتے بے حال ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا آقا کیا ہوا ہے۔ فرمایا کہ آقا حسین کے پاس جب تم نہ تھے تو بی بی جناب اُمّ رباب تشریف لائی تھیں جبکہ علی اصغر ان کے دونوں ہاتھوں پر تھے۔ بی بی بغیر اذن امام حسین کے کہیں دوسری جگہ نہیں جاتی ہیں۔ یہاں پر بھی امام کے حکم کے تحت آئی تھیں۔ پتہ نہیں کیا وجہ تھی۔ میں نے بھی بی بی صاحبہ سے کہا کہ بچہ کو مجھے دے دیں فرمایا شیخ جعفر تم بچے کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہو اور بی بی نے اس قدر گریہ کیا کہ تمام اہل مجلس گریہ کرنے لگے اور مجلس توسل ہو گئی۔

(شعرا از استاد میرزا علی اکبر فرم توہمینی در مدح آقا علی مجتہد، (الاسامی الکوکتہ ص ۵۷)



## ۱۸۵۔ حضرت علی اصغرؑ کے چہرے کا حسن:

آقائے حاج شیخ علی رضا گل محمدی فرماتے ہیں کہ بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک مجتہد ہمیشہ حضرت علی اصغرؑ کی مجلس عزائم چاہا کرتے تھے اور بے شمار گریہ فرمایا کرتے تھے اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ بہت دنوں پہلے کی بات ہے کہ حضرت اُمّ رباب تشریف لائی تھیں۔ علی اصغرؑ گود میں تھے صرف علی اصغرؑ کا چہرہ دیکھا تھا۔ بی بی کا چہرہ نہیں دیکھا۔ سکا البتہ مجھ سے بہت خوش ہوئیں پھر پندرہ منٹ بعد تشریف لے گئیں۔ پھر دوبارہ ان کو نہ دیکھا جا سکا پھر اس زمانے سے آج تک حضرت علی اصغرؑ کی یاد ہمارے دلوں میں بسی ہوئی ہے۔

گفت کہ انے قوم روح پیکر است این ثانی حیدر علی اصغر است این  
ان همه اصغر ہند اکبر است این حجت کبریٰ روز محشر است این  
اور یہ ثانی حیدر علی اصغر ہیں۔ یہ مثل علی اکبرؑ کے ہیں اور روز محشر کیلئے حجت کبریٰ ہیں۔ یہ معصوم ہیں ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ یہ کسی فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بے جان ہو گئے ہیں انہیں ایک گھونٹ پانی پلا دو یہ بے حس ہو گیا ہے۔  
(یہ شعر از تاج الشعراء، میرزا قیون زیدی کہ آقائی مجتہد نے اپنی زندگی میں سنا اور بہت گریہ کیا)  
(۲۔ الذی از ملکوت، ص ۲۳۸)

## ۱۸۶۔ علی اصغرؑ کے روضے کی برکت:

علی گدائی ایک معمولی کسان ہے کہ جو حضرت علی اصغرؑ کی ذات اور روضہ اقدس سے راہ مستقیم پائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سعادت و ابدی ملے گی۔ ذیل میں اب ہم واقعات درج کرتے ہیں۔  
قصہ مختصر حاجی میرزا حسن واعظ جامع مسجد ہمدانی میں منبر پر بیٹھ کر تقریر کیا کرتے

تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار شب جمعہ کو ہمدانی شہر کے ایک گاؤں میں ایک بڑا روضہ ہے لہذا میں اس میں داخل ہوا۔ علی گندابی کو میں نے دیکھا کہ بے تابی اور خوف کے ساتھ چیخ رہا تھا اور اول فول (گالیاں) بک رہا تھا۔ مجھے خوف آیا کہ اس کے پاس سے گزر کر دوں۔ میں اس کے قریب آیا اس نے کہا کہ: آپ کہاں تھے، میں نے کہا کہ مجلس پڑھنے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے نہیں لے چلیں گے۔ یہ سن کر مجھے وحشت ہوئی۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ روضہ پر میرے لئے بھی مجلس پڑھ دیں۔ میں نے کہا کہ آخر تمہارا یہ کیا حال ہے؟ کہا کہ میرے حال سے تم کو کیا واسطہ ہے۔ میں نے کہا کہ اس اندھیری رات میں گلی کو چے کے اندر مجلس کیسے پڑھوں نہ منبر ہے اور نہ سننے والے سامعین ہیں۔ پھر دیوار سے ٹکیہ کیا اور رکوع کی طرح خم ہوئے اور کہا کہ آؤ منبر پر جاؤ۔ میں خوف میں تھا مگر مجھے اپنے آپ پر قابو نہیں تھا اس کی پشت پر سوار ہوا اور کہا السلام علیک یا ابا عبد اللہ اور اتنی شدت سے گریہ کیا کہ میں بھی بے قرار ہو کر روتا رہا اور امام حسینؑ جو وہاں موجود تھے ان سے رابطہ پیدا کیا۔ علی آقا یہ حرف ہا رہا کہہتا تھا۔ آقا جان آپ کے بھائی بھتیجے مددگار سب شہید کر دیئے گئے اور پھر میں نے مجلس میں مولا علی اصغرؑ کے حالات پڑھے تو میری حالت ایسی ہو گئی جو زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر مجلس ختم کر کے کچھ دعا مانگی اور خدا حافظ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

(۱۔ نگاہی عارفانہ محرم، مولف سید محمد باقر موسوی ہمدانی ص ۷۰)

### ۱۸۷۔ شیعہ مذہب میں بلند مقام ہے:

ملک ہندوستان میں ایک مجلس عزائمہ مناسبت شہادت امام حسینؑ اور ان کے یاوروں انصار متعقد ہونا تھی۔ اس مجلس میں مسلمان عورتیں آئیں، خوب گریہ ہوا اور روئے۔ ایک امریکی عورت جو مکان کے قریب میں رہتی تھی اس نے پوچھا آخر اتنے گریئے کا کیا سبب ہے کیا واقعہ ہو گیا۔ اس سے کہا گیا کہ شیعوں کے تیسرے امام حسینؑ کی مجلس



عزایر پاکی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی مجلس کو دوست رکھتی ہوں۔ مجھے بھی مجلس میں لے چلنا۔ وہ بھی مجلس میں گئی مرثیہ خوانی یہ حال علی اصغر شروع ہوئی۔ عورتوں نے رونا بیٹھا شروع کر دیا۔ امریکی عورت بہت متقلب ہوئی اور کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں اس لئے کہ جو لوگ حق کی راہ میں زندگی قربان کر دیتے ہیں اس شیعہوں کی شیعہ شہیدوں کی حقانیت دیکھ رہی ہوں۔ مجھے اب یہ ضروری نہیں ہے کہ حالت کفر میں رہوں۔ یہاں علی اصغر کی چلتی پھرتی یونیورسٹی کام کر رہی ہے اور یہ بہ سن کروہ شیعہ مسلمان ہو گئی۔ (الوقائع والحوادث، ج ۳، ص ۹۸)

### ۱۸۸۔ دعاؤں کی کنجی:

یہاں آ جاؤ کہ ہر مشکل کے نالے کی چابی یہاں ہے اور یہاں ناامیدوں کیلئے امید کا پیغام ہے اور تمام گنہگاروں کیلئے معافی کی نوید ہے۔ یہاں آؤ کہ بہتر (۷۲) شہداء کی برکتیں یہاں موجود ہیں۔ تمام آسمان کے حوروں، ملائکہ اور زمین کے تمام انسان جانتے ہیں کہ یہ ہستیاں باب الحوائج ہیں۔ (مغل میثم، ج ۳، ص ۲۶۱)

### ۱۸۹۔ دس رجب جشن ولادت حضرت علی اصغر:

آقائے علی اکبر تبریزی۔ مکنہ تہران کہ بہت معتمد انسان ہیں۔ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بار میں مشہور مقدس کے حرم میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے امام رضا سے کہا کہ حوالا آپ مجھے کوئی چیز دیں کہ آج تک کسی کو نہ ملی ہو اور اس کی خبر سب کو ملے۔ میرے دوست چنے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے بہت بڑی دعا مانگ لی۔ میں نے کہا کہ میں نے بری چیز نہیں چاہی ہے اور دوسرے یہ کہ ایسی چیز چاہی ہے

جس سے عوام الناس کو فائدہ ہو۔ شروع شروع میں میں دل میں دعائیں مانگ کر امام رضا سے توسل کرتا رہا۔ یکایک میں لے دیکھا کہ ایک سید نورانی شخصیت ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہمارے پیچھے کی طرف بہت آرام و اطمینان سے بیٹھ گئے۔ مجھے نام سے پکارا اور کہا کہ اے علی اکبر کیا تمہیں پتہ ہے کہ آج شب دہم رجب ہے کہ مولا اصغر کی پیدائش کا دن ہے جشن کرو تا کہ اس کی نیکی سب کو ملے۔ مجھے یہ خیال نہ رہا کہ پوچھوں کہ میرا نام لیا ہے آپ کون ہیں پھر کچھ دیر بعد وہ چلے گئے تب مجھے احساس ہوا کہ کتنی بلند ہستی آئی اور چلی گئی اور میں نے کہا اے دوستو مجھے مولا نے جواب دے دیا۔ پھر میں نے رونا شروع کر دیا اور روئے روئے بیہوش ہو گیا۔ مجھے اپنی کچھ خبر نہ رہی۔ پھر میں نے اپنے گھر میں جشن ولادت شہزادہ علی اصغر کرایا اور کچھ غنودگی آئی تو شہزادی فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ شکر یہ ادا کر رہی ہیں اور فرماری ہیں کہ اس جیلے کو سمجھو۔

”ہمارے پرانے زمانے میں اتنے رنج ہم کو پہنچے ہیں کہ ہمارا دل ٹوٹ چکا تھا لیکن اب موجودہ زمانے میں میرے بیٹے مہدی کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔“ (حاج رحمت ص ۵۳۵)

### ۱۹۰۔ شہزادہ علی اصغر سے زیادہ مظلوم کون ہو سکتا ہے:

کتاب عروۃ الوثقی میں سجدہ شکر کے ذکر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے عبد اللہ بن جندب خدمت امام موسیٰ بن جعفر میں گئے اور اس طرح گفتگو شروع کی کہ اے فرزند رسول! مجھے سجدہ شکر کی دعا تعلیم فرمائیں کہ میں اپنی حاجت بیان کر سکوں۔ امام موسیٰ کاظم نے دعا یاد کرا دی اور وہ اس طرح ہے:

اللّٰهُمَّ اِنشُدْكَ بِذَمِّ الْمَظْلُوْمِ (ثَلَاثًا)

بار خدا یا میں تجھے نوین مظلوم کی قسم دیتا ہوں (تین بار کہے) جس مظلوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ سجدہ شکر میں واسطہ دیا جائے اور دعائیں قبول ہوں کون ہے؟ یہ بات بحث



کی ہے بہت علما اور بزرگوں نے کہا ہے کہ اس مظلوم سے مراد امام حسینؑ ہیں لیکن ملا ہاشم (صاحب منتخب التواریخ) فرماتے ہیں کہ مظلوم سے مراد "علی اصغر" ہی ہیں۔

ابن دجلان نے کہا ہے کہ مظلوم علی اصغرؑ کے خون کی خوشبو ہر روز قیامت مشک کی خوشبو سے بھی تیز تر ہوگی اور تاریخ اسلام میں شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم اور گون ہو سکتا ہے اور وہ قوم جفا کار یزیدی فوج کا فرقی کہ جس نے ایک گھونٹ پانی شہزادہ علی اصغرؑ کو نہیں دیا اور بجائے پانی کے تیر مارا۔ ہر ایک کو بلا کا سپاہی کر بلا میں ایک ہمارے شہید ہوا ہے لیکن علی اصغرؑ واحد ہے جو دو مرتبہ مارا گیا۔

الا لعنت اللہ علی القوم الظلمین (میرہج ۳۰، ص ۶۷)

۱۹۱۔ حقیقی خونِ مظلوم کا بدلہ لینا:

حاج شیخ باقر ملبولی فرماتے ہیں کہ:

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال پہلے مجھے ایک گاؤں جانا ہوا جو چھ میل کے فاصلے پر تھا تا کہ میزبان کی دعوت میں شرکت کر سکوں۔ چہلم کے روز یا اکیس صفر و قریہ مزبور گاؤں میں داخل ہوا۔ پہلی رات میری بہت خدمت کی گئی لیکن میں نے دیکھا کہ میزبان اور اس کا خاندان کافی پریشان ہے۔ پہلے تو مجھے کوئی بات معلوم نہ ہو سکی لیکن میں نے ان کی پریشانی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا یہ بچہ سخت بیمار ہے اور ہم اس کی زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ ہماری یہ پریشانی ہے۔

میں نے کہا اطمینان رکھیں۔ میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ آپ آمادہ ہو جائیں کہ خدا کو خونِ مظلوم کا واسطہ دے کر دعا کریں گے۔ ہم نے ماں باپ اور تمام حضرات کو اکٹھا کر کے ششماہی علی اصغرؑ کے مصائب کی مجلس پڑھی۔ میں نے تیر خوار کے حالات مصائب بہت زوردار پڑھے۔ بہت گریہ ہوا اور اس قدر شدت سے گریہ

ہوا کہ لوگ روتے روتے بے حال ہو گئے پھر مجلس کے فوراً بعد ہی دعا مانگی کہ یا اللہ بحق طفیل حضرت معصوم علی اصغر بیمار ہذا کو شفا حاصل ہو۔ پھر رات کو ہم سو گئے صبح کو جب اٹھے تو لطف پروردگار سے دعا قبول ہوئی۔ سب پریشانیاں دور ہو گئیں اور خوشیاں ہی خوشیاں گھر میں آچکی تھیں اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا کل رات کو بیمار ہونے والا مریض بچہ مثل گل نو شکفتہ شفا پا کر تندرست ہو چکا تھا اور یہ حقیقت ہے اور میرا پارہا تجربہ ہے کہ جب کبھی بھی مظلوم علی اصغر کا واسطہ دیا گیا ہر ایک کام پورا ہوا۔

(الوقائع والحوادث، تالیف دانشمند محترم آکاکی محمد، قریب بولی، ج ۳، ص ۹۷)

### ۱۹۲۔ حضرت علی اصغر جو پیاسے رہے۔

حضرت خضر کو آب حیات بخشے ہیں:

عاجت مند حضرات علی اصغر سے توسل کر کے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ انسان تو انسان فرشتوں کی بزم میں بھی ان کا تذکرہ رہتا ہے اور بہشت کے اندر جو رنگینی و خوبصورتی ہے سب ان ہی ذوات مقدسہ کی بدولت ہے اور امام حسین کو علی اصغر کی شہادت پر ناز ہے۔ علی اصغر کی موت نے عشق حقیقی (خدا) کو زندہ کر دیا گویا ان کی پیاس کی بدولت حضرت خضر کو آب بقا مل گئی۔ (محل مینم، ج ۱، ص ۲۶۱)

### ۱۹۳۔ شفا صرف ایک توجہ سے مل جاتی ہے:

ایک بچہ ڈیڑھ سال کا تھا جس کے خون میں سرطان (کینسر) کی بیماری تھی اور شدت بیماری کی وجہ سے اسے اتنی تیز بھوک لگتی ہے کہ آٹھ لوگوں کا کھانا ایک وقت میں کھایا کرتا تھا۔ اس بچے کا بہت معائنہ کیا گیا لیکن ایرانی طبیب علاج نہ کر سکے تو پھر یہ تجویز پائی کہ علاج کیلئے غیر ملک لے جایا جائے۔



اس دوران آقائے رحیمی سے ملاقات ہوئی یہاں سادات سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باہر ملک جانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک توہل (مجلس عزاء) کراؤ۔ یہ سن کر بچے کے والدین کو کچھ تسلی ہوئی اور پوچھنے لگے کہ توہل (مجلس عزاء ہوگی) عمل پورا ہوگا۔ طریقہ ہے کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار بار درود پڑھاؤ اور اس کا ثواب معصوم علی اصغر کے واسطے سے اللہ کی خدمت میں ہدیہ کریں۔

اسی شب کو دورانِ عمل کسی نے ایک گلاس (جگ بھر کر) پانی کا دیا اور کہا کہ امام زمانہ مہدی آخر الزمان اور پنجتن پاک علیہم السلام نے اس پانی کو پڑھا ہے۔ یہ بچے کو پلاؤ۔ اسی سے شفا ہو جائے گی۔ وہ ماں باپ ایک لاکھ بیالیس ہزار مرتبہ درود پڑھنے میں (عمل میں مشغول ہو گئے) درود شریف پوری تعداد میں پڑھا۔ رات کو سو گئے علی الصبح جب اٹھے تو دیکھا کہ ان کا بچہ صحیح و سالم ہے۔ بیماری ختم ہو چکی ہے اور مکمل شفا ہو گئی ہے۔ (حکایت ہائے شہیدان از فضائل و آثار صلوات رحمہ اللہ محمد بن محمد بن علی درویشی اصلہائی)

۱۹۴۔ حضرت رسول کریم کا علی اصغر کا غم منانا:

حاج علی جلیل عصری نوبری کہ امام حسین کے نوے خوانوں میں بلند مقام ہے۔ وہ رسول خدا سے کئی بار کربلا میں ملاقات کر چکے ہیں اور برسوں تک تہران میں بھی حضورؐ پر نور کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

حاج جلیل عصری جو مجلس عزاء پر ہتے تھے اور ان کا خاص شعر یہ مخصوص تھا:

آن راز کہ در حوصلہ بحر ننگند

شاعرش خدا در دل دیوانہ زند موج

جو راز کہ سمندر میں نہیں سماتا۔ وہ عرش خدا تک دیوانے کے دل میں موجزن ہے۔

اور یہ شعر ان کا مخصوص تھا اور کبھی کبھی حاجی ایک جملہ ایسا پڑھ جاتے تھے کہ لوگ

روتے روتے بے حال و نڈھال ہو جاتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار (محرم کے علاوہ) ہفتہ عزا منایا جا رہا تھا اور حضرت علی اصغر سے تو تسل کرنا تھا۔ اس روز حاجی اپنی جگہ سے (منبر) سے بلند ہوئے اور اور بہت جوش و ولولے کے ساتھ یہ شعر پڑھنے لگے۔

عشق دیوانگی ماست کہ فرزانه ما

گریہ می کرد از این پیش کنون می خندد

ہمارا عشق ہمیں دیوانہ پن کی حد تک لے گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دیوانہ کبھی تو ہنسنے لگتا ہے اور کبھی رونے لگتا ہے۔

اس دن حاجی زور زور سے اس بیت کو بار بار پڑھ رہے تھے۔ صرف ایک لفظ کہہ کر اس کی تشریح بیان کرتے تھے کہ عجیب منظر تھا اور اس شعر کے بار بار پڑھنے پر خوب گریہ ہو رہا تھا۔ ذکر شہزادہ علی اصغر تھا کہ جھولے میں اصغر رو رہے تھے بلکہ میدان جنگ (نصف حد) تک رو رہے تھے لیکن جب آپ کے گلوئے مبارک پر تیر چلا تیر لگتے ہی مسکرانے لگے۔ (کتاب رسول ترک، ازاد کردہ امام حسین، مولف محمد حسین سیف النبی، ص ۷۵)

۱۹۵۔ علی اصغر کی مصیبت پر رونے کی فضیلت:

آقائے سید ابوالفضل حسینی صاحب کفایۃ الواعظین نے نقل کیا ہے:

بیان کرتے ہیں کہ حاج ستارہ ترکیاں۔ نیک و متقی عالم دین سکند قمرین جو تہران میں رہنے لگے تھے کہتے ہیں کہ تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے شاید ایک ہزار یا دن قمری سال تھا ۱۰۵۲ھ۔

میں بیمار ہو گیا اور اتنا شدید علیل ہو گیا کہ اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور چوتھیا رہنا آتا



شروع ہو گیا کبھی طبیعت پیارتھی اور کبھی بنی راتر جاتا تھا ایک روز مجھے بہت تیز جڑا بخار آ گیا میں نے جناب رسول خدا و حضرت فاطمہ الزہراء و آمنہ ہدی سے توسل نہیں کیا بلکہ بلا واسطہ دیئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سیدھے ہی طور پر عرض کیا کہ اے معبود تیری ذات کس قدر بلند ہے کہ فرعون کی دعا بھی قبول کرتا ہے تو میری دعا بھی قبول کر لے۔ اے قادر و توانا رب میرا بخار بیماری چلی جائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا مانگی مجھے غنودگی ہو گئی اور نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجنس برپا ہوئی ہے جس میں حضور پُر نور رسول خدا بیٹھے ہیں اور ان کے اطراف میں دیگر انبیاء و صدیقین موجود ہیں۔ اس حالت میں جناب رسول خدا نے فرمایا تین بار کہا کہ:

میرے چچا زاد پر ظلم کیا۔ میرے چچا زاد پر ظلم کیا۔ میرے چچا زاد پر ظلم کیا  
پھر آواز غیب آئی یا محمد دعا کر داس شخص کو عافیت۔

حضور نے اپنے ہاتھ ہار گاؤ خداوندی میں بلند کئے اور عرض کیا پروردگار۔ میں نے اپنے بیٹے کو تمام کام سپرد کر دیئے ہیں اور اسے دعا کرنی چاہیے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر خواب سے بیدار ہوئی تو میرا ہمسفر میرے پاس تھا۔ مجھ سے کہا کہ رسول خدا میرے پاس تھے۔ اگر میں دعا کرتا تو اچھا ہو جاتا۔

پھر دوبارہ میری حالت خراب ہوئی تو غنودگی ہوئی میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ امام مہدی تنہا بیٹھے ہیں اور کوئی ان کے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے اس سے کہا کہ: میرے جد علی پر بہت ظلم کئے گئے۔ تین بار اسی جملے کو کہا:

میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔

پھر فرمایا کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی چیز نہیں ہے لیکن میرے جد امام حسین کے

روئے پر مصیبت علی اصغر میں بہت گریہ کیا ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسے دوسری زندگی عطا فرمائی ہے۔ کل رات سے پہلے اس کا مرض جاتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ اسی گھڑی سے میں اچھا ہو گیا اور ابھی تک بیماری سے بچا ہوا ہوں۔ چھوٹے ہاتھوں سے بڑی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

آقائے سید عبداللہ الحسینی کہتے ہیں کہ معصوم علی اصغر کا اتنا بلند مقام ہے کہ یہ باب الحوائج ہیں۔ ان سے بے شمار معجزے منسوب ہیں۔ علی اصغر کے ننھے ہاتھ بڑی بڑی مضبوط گرہ کو کھول سکتے ہیں۔

ایک بار میرا بچہ احمد میر عظیمی سال ۱۳۵۹ شمسی میں سخت بیمار ہو گیا کہ ڈاکٹروں نے بھی لا علاج کہہ کر جواب دے دیا۔ ناچار میرے عزیز مجھ سے تہران لائے اور الوند اسپتال میں داخل کرادیا۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ اس کی زبان کے نیچے ایک غدد و بیہا ہو گیا ہے اور دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر غدد و نہ نکالا گیا تو بچے کی جان کو خطرہ ہے اور آپریشن کرنے میں خون بہت نکل جائیگا جس سے بھی جان کا خطرہ ہے۔ میں اور میری بیوی بچے کی حالت سن کر روتے روتے بے قرار ہو گئے۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے ہم سے کہا کہ حاجی آقا تم کس لئے بے قراری سے رو رہے ہو۔ میں نے روتے روتے جواب دیا کہ ہم کیوں نہ روئیں جبکہ ہمارا بچہ جان بلب ہے۔ اسی دوران مجھے ایک نئی بات سوچھی کہ کیوں نہ ہم ایک دسترخوان (نیاز) نذر شیر خوار بہ نام علی اصغر قبول لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نذر کے طفیل ہمارا بچہ شفا پا جائے گا۔ میری بیوی نے تائید کی پھر میں نے ایک سو دس بار درود شریف پڑھ کر مادر علی اصغر (بی بی، باب) کو ہدیہ کیا اور پھر بیمار بیٹے کو کمرے میں لٹا دیا۔ پھر میں ہسپتال کی ایک لمبی منیج پریٹ کر سو گیا۔ ایک سید صاحب میرے کمرے میں آئے اور مجھ سے فرمایا کہ



تمہاری نذر قبول ہو چکی ہے اور بیمار بچہ شفا یاب ہو جائے گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کمرے سے باہر آیا اور کہا حاجی آقا مشرودہ ہو۔ مبارک ہو کہ غدود نے خون ریزی بند کر دی۔ ہے اب ہم آسانی سے باہر نکال دیں گے اور بچے کا حال اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔ جو کوئی بھی چاہے کہ معصوم شہزادہ علی اصغر سے متوسل ہو تو اسے چاہیے کہ یہی عمل کریں۔ ان کی حاجات پوری ہوں گی۔

حاجی میر عظیمی کی بہت سی کتابیں لکھی ہوئی ہیں اور مسجد مقدس جمکران میں ہیں کتابوں سے زائد منتشر ہیں اور بھی کافی کتب لکھی ہیں۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغر ص ۲۱۰)

### ۱۹۶۔ حسین کے چمن کے آخری پھول سے متوسل ہونا:

روم کے انقلاب سے چند سال پیشتر اہل تبریز نے یہ تجویز کیا تھا کہ پہلی محرم سے آخر ماہ صفر تک ہر ایک دوستان اہل علم جو بھی اپنی اپنی حاجات پوری کرانا چاہتے ہوں یا پریشانی میں مبتلا ہوں ہر ایک کے گھر مجلس برپا کی جائے گی ہر کسی کے گھر پانچ یا دس مجلس کی جاتی تھیں۔ مجلس عزا داری حضرت سید الشہد المنعقد ہوتی تھیں اور تمام خطیب و علما مجالس پڑھتے تھے اور گریہ ہوتا تھا۔ ایک ماں کا ذکر ہے کہ چہم حسین کی مجالس برپا تھیں۔ آقائے جوانی کے گھر پر مجلس تھی جب چہلم کے روز مجلس ختم ہوئی تو آخری ذکر حضرت حاج میرزا خیر اللہ تھے۔ اس مجلس میں امام حسین اور ان کے بھائی عباس سے توسل کیا جائے۔ اسی دوران شور مچا کہ دوسریض لا علاج لائے گئے ہیں۔ ان کی حفا اور لوگوں کی دعا کرانا ضروری ہے۔ مجلس زبردست گرم جوشی پر تھی۔ آقائے سید اسماعیل موسوی نے کہا کہ اے اہل مجلس تم لوگ آل رسول ہو۔ سادات ہو۔ گردنرا کر امام سے توسل کرو۔ ان میں آقا چاوش تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم سب امام حسین کے نوکر چاکر ہو تم سب روئے پر چلو ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور مجلس

پڑھیں گے اور مولائے ما (ہمارے آقا) امام حسین سے توسل کریں گے اور حضرت علی اصغر سے توسل کریں گے۔ ہم سب مجلس میں بیٹھے اور ایک انجمن نے زبان ترکی میں لوح خوانی کی۔ پھر مریضوں کو لایا گیا۔ ایک صاحب مریض کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے مجلس پڑھی اور بچے کو ہاتھ میں پکڑا اور ایک لمحے کیلئے امام حسین کی وہ حالت میری نظر میں آئی جبکہ امام حسین اپنے ننھے شہزادے علی اصغر کو شلو کے میں ملبوس خون آلود کوگوں میں لئے ہوئے تھے اور خون کو آسمان کی طرف پھینکا تھا اور میں نے (ہلکے تمام حاضرین نے) دعا کی کہ یا اللہ اس قربانی آل محمد کو قبول فرما۔ (نظم فارسی)۔

اے اللہ تعالیٰ۔ یہ غنچہ ربوہ تکلفیہ کھلنے سے پہلے ہی کھسکا گیا۔ غم پر غم پڑ گئے۔ یہ تو نازک پھول تھا اور دوست (اللہ تعالیٰ) کی بزم کی زینت تھا اور آل رسول کی بزم (چمن) کا آخری پھول تھا جس کا غم باقی رہے گا۔

ایسے عالم میں امام حسین اپنے معصوم شہزادے علی اصغر کو خیمے کے پیچھے کی طرف لائے اور اپنی بہن جناب زینب سے فرمایا کہ میرے ہاتھوں سے یہ بچہ لے لو لیکن اس خون آلود زخمی گردن شہید علی اصغر کی اطلاع اس کی مادر شہزادی رباب کو نہ دینا کہ اسی حالت میں دیکھ کر اس کی ماں کس طرح دل پر قابو رکھے گی۔ مجلس بھی قریب رہتے تھے۔ اچانک نعرہ یا حسین بلند ہوا۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کو معصوم علی امین شہید دی۔ ہم سب رونے لگے تو اچانک مریض بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ بچہ بخیر حالت بہتر ہونے لگی اور خدا کے فضل سے دونوں مریض شفا یاب ہو گئے والسلام دوستان المل بیت کا سلام۔ (مفتاح الجنۃ مولف عالم طلیل اللہ مقدس و نجانی ص ۸۶)

۱۹۷۱ء حضرت علی اصغر کا گلہ :

شیخ عبدالرحیم کرمان شاہی متوفی (۱۳۰۵) ہجری قمری نے کتاب مقتل حسین میں



کتاب کشف الاسرار فی مصائب ابی عبد اللہ میں لکھا ہے کہ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ میری بیماری ایسی تھی کہ کئی روز تک بھوک نہ لگی اور کھانا نہیں کھایا جاسکا تھا۔ میرا جی چاہا کہ مجھے سیب کھانے کو ملے۔ بچوں نے بہت بھاگ دوڑ کر کے سیب حاصل کئے اور لائے تو باپ نے کھانے سے بے رغبتی ظاہر کی۔ مجھے بیماری سے کمزوری بڑھ گئی تھی۔ غنودگی تھی بلکہ سوراہا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ رسول خدا حضرت علیؑ اور امام حسینؑ میرے بستر کے آس پاس ہیں۔ مجھے ایسا دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ میں نے زیارت جامعہ پڑھنی شروع کی۔ ناگاہ امام حسینؑ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنے بچوں سے سیب طلب کئے تھے۔ ادھر آؤ اور یہ لویہ سیب میرے علی اصغرؑ نے تمہارے لئے بھیجے ہیں لیکن یہ افسوس کیا ہے کہ مقتل کی کتاب میں میرا ذکر نہیں کیا گیا مجھے پتہ سمجھا۔ شیخ عبدالرحیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ افسوس کی حالت میں اپنے سر پر مارے کہ میں گنہگار ہوں کہ آقا زادے نے میری شکایت کی ہے۔ یا امام حسینؑ میں عرض پر دانا ہوں کہ آپ ہماری تمام پریشانیوں کو دور فرمادیں۔

(حج اسلام محمد علی جان حاجیان وہاں اسامی نقل از کتاب کشف اسرار فی مصائب ائمہ اطہار ص ۱۸)

### ۱۹۸۔ گلوئے علی اصغرؑ پر حیر کا لگنا:

مرحوم آخوند ملا محمد باقر قزاقی کی نقل کرتے ہیں کہ بہت سی کتابوں میں ہم نے دیکھا کہ آپ بزرگ بہ نام عبدالجبار نے حج کا ارادہ کیا لہذا دار کوفہ ہوئے کہ وہاں سے مکے جائیں۔ عبدالجبار کہتے ہیں کہ میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک عورت آئی اور مردہ مرنے کو اٹھا کر چادر میں چھپالیا۔ میں نے یہ دیکھ کر اس سے کہا کہ تم یہ کیا کرتی ہو، کہنے لگی کہ میرے شوہر کو حجاج بن یوسف نے قتل کر دیا ہے میں اس کی بیوہ ہوں۔ سادات علوی سے ہمارا تعلق ہے۔ میرے کئی یتیم بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ

مرغ مردہ حرام ہے تو اس عورت نے مجھ سے کہا کہ کیا کروں میرے پاس کھانے پینے کا کوئی انتظام و خرچہ نہیں ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ ایک ہزار دینار طلا و جوج کا خرچہ میرے پاس رکھا تھا اس سادات علویہ کو دے دیئے کہ تم اس سے اپنا خرچہ چلاؤ۔ حرام مرغ پھینک دو۔ پھر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اصلی حج تو خانہ خدا کا ہے اور سادات علویہ کا دل بھی خانہ کعبہ ہے۔ ایک سال میں گونے میں رہا اور کوشش کرتا رہا کہ رقم حاصل کر سکوں اور دوسرے سال حج کر سکوں۔

اب موسم حج آگیا۔ میں گونے سے مکہ بغرض حج روانہ ہو گیا۔ میرے قریب سے ایک شترسوار گزرا۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالجبار کہ جس روز میں عرقات میں تھا تو اس روز تم کو دس ہزار دینار طلا و دینے کو تلاش کر رہا تھا اور اس دن سے آج تک یہ تمہاری امانت میرے پاس ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اس لئے کہ میں حج کو نہ جاسکا۔ ناگاہ آواز سنی کہتے ہیں کہ اے عبدالجبار تو نے ایک ہزار دینار ہماری راہ میں خرچ کر دیئے (عورت کو دے دیئے) ہم ان گے بدلے میں دس ہزار دینار تم کو عطا کرتے ہیں۔ ہاں عبدالجبار نے (ایک سیدانی) اور اس کے پیٹیم بھوکے بچوں پر رحم کیا۔ یہ آل رسول سادات ہیں لیکن کوئی اور شامی غداروں، بے ایمانوں، کافروں نے فرزند رسول امام حسین کے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا سب کو بھوکا پیاسا رکھا اور معصوم شہزادہ علی اصغر کو بجائے پانی کے تیرسہ شجہ سے شہید کیا۔

(آخر محمد باقر نقاش کی، عنوان الکلام، ص ۱۴۴)





شیر خوار کی شہادت پر امام مظلوم کے تاثرات:

(۱) بیوف صفحہ ۵۰ میں ہے کہ امام نے بچے کی شہادت پر کہا، ہوں علیٰ منازل  
بی انہ بعین اللہ۔ جو مصیبت مجھ پر نازل ہو آسمان ہے اور خدا کی نگاہوں کے  
سامنے ہے۔

(ب) ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۵۳ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۳۳۲ مشیر الاحزان صفحہ ۵۲  
میں ہے کہ امام مظلوم نے فرمایا:-

”خداوند اگر تو نے آسمانی مدد کو ہم سے روک رکھا ہے تو اسے ہماری بہتری کے  
لیے اٹھا رکھ اور ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے“

(ج) مقاتل الطالبین صفحہ ۵۰ میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”خداوند امیر اندیش تیرے نزدیک ہیچے ناقہ صالح سے سبک ہوگا“

(د) منتخب صفحہ ۳۳۲ میں ہے کہ امام نے فرمایا:-

”خداوند اتو ہی گواہ ہے کہ اس قوم نے ایسے بچے کو ہلاک کیا جو تیرے نبی و حبیب  
اور رسول سے سب سے زیاں و مشابہ تھا“۔

(ه) نظم الزہرا میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”اے نفس صبر اور اس مصیبت اجر کے لیے خدا سے امیدوار ہو۔ خدا ہم پر اس دنیا میں  
جو مصائب نازل ہوئے وہ تو دیکھ رہا ہے اسے آخرت میں ہمارے لیے ذخیرہ قرار دے“

(و) مقتل صفحہ ۸۳ میں ہے کہ امام نے فرمایا:-

خداوند میں تجھے ان لوگوں پر گواہ بناتا ہوں ان لوگوں نے جیسے نذر مانی ہے کہ  
تیرے نبی کی نسل میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

(سوانح عمری شیر خوار مجاہد محمد باقر اعظمی، ص ۶۸-۷۰)

..... ﴿باب چہارم﴾ .....

شہزادہ علی اصغرؑ  
تاریخ و مقاتل کی روشنی میں



## مقتلِ ابی مخنف

﴿لوط بن یحییٰ﴾

حضرت علی اصغرؑ

امام واپس اُمّ کلثومؑ کے خیمہ میں آئے اور فرمایا: ”بہن! میں اپنے ششماہی کے متعلق تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔“ حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا: ”اے بھائی اس بچے نے تین روز سے پانی تک نہیں پیا۔ اس کے لئے تھوڑا سا پانی کسی طرح لائیں۔“ امام بچے کو گود میں لے کر فوجِ اشقیاء کی طرف آئے اور فرمایا: ”تم لوگ میرے بھائی، بھتیجیوں اور اصحاب کو قتل کر چکے ہو۔ اب سوائے اس معصوم بچے کے میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ پیاس کی شدت سے نڈھال ہے۔ ایک گھونٹ پانی اسے چلو“ امام کا یہ کلام ابھی جاری تھا کہ ادھر سے ایک ظالم نے ایسا تیر چلایا کہ بچے کی گردن ایک طرف سے کاٹ کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ تیر ایک لعین قدیمہ عامری نے چلایا تھا۔ امام حسینؑ نے بچے کی گردن کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا: ”خدا یا! میں اس قوم پر تجھے گواہ کرتا ہوں جنہوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ تیرے نبیؐ کے خاندان کے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیموں میں قیامت

امام علیہ السلام اس معصوم بیٹے کی لاش خیموں میں اس طرح لائے کہ امام کے سینے

پر شیر خوار بچے کا خون بہہ رہا تھا۔ بچے کی لاش حضرت اُمّ کلثومؓ کو دے کر بہت روئے اور فرمایا۔ ”پروردگار! اب مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں بے بس بنا دیا ہے۔ یہ اپنے اس عمل سے یزید کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی عباسؓ اکیلا مارا گیا اور اپنے خون میں نہایا ہوا میدان میں پڑا ہے۔ تیری ہی ذات ہے جو ان دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہے۔“ (مقتل ابی صہب اردو ترجمہ: صفحہ ۹۶)

## مقتل اللہوف

﴿علامہ سید بن طاووس﴾

### شہادت علی اصغرؑ:

جب مظلوم کربلا کے تمام یار و انصار اور احباب و اصحاب اور اعزہ و اقارب راہِ خدا میں شہید ہو چکے تو آپؑ جہاد کے لئے آمادہ ہوئے۔ آپؑ نے میدان میں آ کر سپاہ یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”کوئی ہے جو حرمِ رسولؐ سے دفاع کرے؟ کیا تمہارے درمیان ایسا موحّد ہے جو ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اجر و ثواب کی امید رکھے؟“

جب امام علیہ السلام کا دکھ بھرا استغاثہ خصموں میں بیسیوں نے سنا تو وہ امام کی غربت اور بے کسی پر بلند آواز میں گریہ کتناں ہوئیں، امام مظلوم بیسیوں کے نالہ و فریاد کو سن کر خصموں میں آئے اور اُمّ المصائب بی بی حضرت زینبؓ علیا سے فرمایا:

”زینبؓ! میرا شیر خوار اصغرؑ مجھے دے دو تاکہ میں اسے خدا حافظ



کروں۔“

امام علیہ السلام نے اپنے ننھے مجاہد علی اصغرؑ (آپ کا نام عبداللہ یا علی اصغر تھا) کو ہاتھوں پر لیا اور آپ اسے بوسہ دینا چاہتے تھے کہ اچانک ایک یزیدی ظالم نمر بن کاہل اسدی نے انہیں تیر کا نشانہ بنایا، وہ تیر شیر خوار بچے کے سلق میں پیوست ہو گیا۔ وہ تیر اس قدر وزنی تھا کہ اس نے علی اصغرؑ کے سر کو بدن سے جدا کر دیا اور اس طرح حسینؑ کے ننھے مجاہد کی شہادت ہو گئی۔

امام مظلومؑ نے اپنی دکھیا بہن زینبؑ سے فرمایا: بہن زینب! میرے اس ننھے شہید کو اپنے ہاتھوں میں لو اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے گلے کے نیچے لے جاتے اور جب آپ کے معصوم اصغرؑ کے خون سے بھر جاتے تو آپ آسمان کی طرف پھینک دیجئے اور فرماتے:

”یہ مصائب و آلام جھیلنے میرے لئے آسان ہیں کیونکہ یہ راہ خدا میں ہیں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔“

پانچویں لال ولایت حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ”وہ خون جو امام مظلومؑ نے علی اصغرؑ کا آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا۔“

ایک اور روایت ہے جو فہم و عقل کے نزدیک تر ہے کیونکہ وہ وقت بچوں کو الوداع کرنے کا نہ تھا، بلکہ اس وقت تو امام علیہ السلام جنگ کرنے میں مشغول تھے۔ اس دوران جناب زینبؑ خیمہ سے باہر آئیں اور انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: بھائی! آپ کا بیٹا سہ روز سے تشنہ دہن نجاں بلب ہے۔ اس نے ایک گھونٹ پانی تک نہیں پیا۔ آپ شیر خوار بچے کے لئے پانی طلب کریں۔

امام علیہ السلام نے اس بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور آپؑ نے سپاہ یزید سے اس طرح خطاب فرمایا:

”اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور رشتہ داروں کو قتل کیا اور میرے پاس فقط یہی شیر خوار بچہ باقی بچ گیا ہے کہ جو شدت پیاس سے زبان کو باہر نکالتا اور بند کرتا ہے، اس کو دو گھونٹ پانی پلا دو۔“

ابھی مظلوم کربلا کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک یزیدی نے تیر چڑایا۔ وہ تیر علی اصغرؑ کے گلے کو چھیدتا ہوا پار ہو گیا اور اس نے سر کو بدن سے جدا کر دیا۔ اس وقت مظلوم امامؑ نے یزیدی سپاہ کے لئے دربار الہی میں سخت بددعا کی۔ مختارؑ آلِ محمدؑ نے یزیدیوں کو پکڑ پکڑ کر اس طرح کی سزا دی جس طرح انہوں نے خانوادہ رسولؐ پر مظالم ڈھائے تھے۔  
(مقتل اللہوف اردو ترجمہ ص ۱۴۶ تا ۱۴۸)

### روضۃ الشہداء

﴿علامہ حسین بن علی واعظ کاشفی﴾

### حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السلام نے اہل حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپؑ کی سمع مبارک تک پہنچا، آپؑ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہل بیت کرامؑ نے عرض کی اے سید و سرور ستم گرزمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغرؑ پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جنابِ رُہنب



سلام اللہ علیہا انھیں اٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امام مظلوم علیہ السلام نے انھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر انھیں ہاتھوں میں اٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں میں نے گناہ کیا ہے، تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگ دل جفا کاروں نے کہا! یہ بحال ہے کہ ہم ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حنظلہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چل دیا، وہ تیر حضرت علی اصغر کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغر کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ پھر آپ خیمے کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ شہید بچے کو لے لیں اس حوض کوثر سے میرا ب کیا جائے گا۔

جناب علی اصغرؑ کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہل بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسین علیہ السلام بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (روحہ الشہداء ص ۳۲۸ تا ۳۳۹)

## مناقب

﴿علامہ ابنِ شہر آشوب﴾

اب امام علیہ السلام تمہارے گئے۔ علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قوم کے سامنے آئے ان ظالموں نے بچے کے حلق پر تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت نے وہ خون ناحق چلو میں

لے کر آسمان کی طرف پھینکا جس کا قطرہ نیچے واپس نہ آیا اور فرمایا اے قوم تو نے میرے اس بچہ کو ناقہ صالح سے بھی کم سمجھا۔ (مناقب اردو ترجمہ صفحہ ۵۸)

## تذکرۃ الخواص

﴿علامہ سبط ابن جوزی﴾

شہادت علی اصغرؑ

پھر امام حسینؑ ملتفت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ بیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمہیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے اس بچے کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ پس حسینؑ نے فرمایا خدا یا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (ترجمہ اردو تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۰۵)

## نور العین فی مشہد الحسین

﴿ابو اسحاق اسفرائینی﴾

حضرت علی اصغرؑ

جب امام حسینؑ علیہ السلام کے تمام رفقا شہید ہو گئے۔ تو انھوں نے دائیں بائیں نظر کی مگر کوئی رفیق اور مددگار دکھائی نہ دیا۔ تمام جان نثار و مددگار خاک و خون میں آغشته پڑے تھے اور امام حسینؑ تنہا رہ گئے تھے انھوں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا الہی تو دیکھتا ہے کہ ان لوگوں نے کیسا سلوک کیا ہے۔ پھر آپ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔



”اے میرے پروردگار مجھے تہانہ چھوڑ ان لوگوں کے درمیان جو انصاف سے صاف منکر ہیں۔ اور جنہوں نے اُم کو در ماندہ بنا دیا ہے جو اپنے ان افعال سے یزید کو خوش کر رہے ہیں۔ اور ہر شخص شہید ہو گیا ہے جو بے کسی کی حالت میں خون میں لتھڑا پڑا ہے۔ اس کے بعد آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے زینب اے پیاری بہن میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اس کو وداع کروں۔ زینب نے کہا اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا۔ آپ اگر اس کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔ امام حسینؑ نے بچے کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں ترپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لے کر مخالفین کے سامنے گئے اور کہا تم نے میرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ ۱۱۔ نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا یہ پیاس سے بے تاب ہے۔ ہم کو نہیں تو اس کو تو پانی پینے کو دو۔ آپ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ کسی بدکار ناہنجار باغی نے ایک ذہرا لودہ تیر مارا جو اس بچے کے گلے میں آکر لگا اور معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ درد مند آپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ شَهِدُکَ عَلٰی هٰذِلَآءِ قَوْمِ الْهٰی“ ”تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ ہے“ پھر آپ واپس آئے اور بچے کی لاش اُم کلثومؑ کو دے دی جس کو انہوں نے سینہ سے لگالیا اور روئے لکھیں۔ اور ان کے ساتھ سب کے سب حتیٰ کہ ملائکہ نے بھی رونا شروع کیا۔ اُم کلثومؑ روتی روتی یہاں ہمارے پڑھتی جاتیں تھیں۔

میرا دل پیاسے اور خور و سال بچے کی حالت پر بے فکری کر رہا ہے جس کو دودھ چھوڑنے سے بیشتر ہی (ظالموں کے) تیروں نے شہید کر دیا۔

ان (ظالموں) نے اس کو ایو کی گلیاں کرا دیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس

پر افسوس کرتا رہے گا۔

ان (ظالموں) نے اس کے ماں باپ کا دل اس کے غم میں جلا دیا۔ اور انتقام لینے کیلئے اس کے تیر مارا۔

ہم سب کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اور قیامت کے روز اُس کے سامنے اس جھگڑے کا فیصلہ ہوگا۔ (مثل اسفرائینی اردو ترجمہ صفحہ ۵۷۲۵۶)

## الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ

﴿تاریخ ابن کثیر﴾

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت حسینؑ تھک کر اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس آپ کا چھوٹا بچہ جس کا نام عبد اللہ تھا لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں لے لیا اور اسے چومتے اور پیار کرتے رہے اور پھر اپنے اہل بیتؑ کو وصیتیں کرنے میں مشغول ہو گئے۔ (اسی اثناء میں) بنی اسد کے ایک شخص نے جسے ابن موقد النار کہتے تھے ایک تیر مار کر بچے کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے بچے کے خون کا ایک چٹو لیا اور اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فریاد کی کہ اے میرے رب! اگر تو نے آسمان سے ہماری ضرورت کو روک دیا ہے تو وہی کہ جو تیری مصلحت ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ (تاریخ ابن کثیر صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

جَلَّ الْعُيُونُ

﴿علامہ مجلسی﴾

شہادت علی اصغرؑ

جب اہل بیتؑ حضرت رسالت میں ہوئے امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ کوئی باقی



نہ رہا اس وقت باوجودیکہ امام زین العابدینؑ بیمار تھے اور طقت تلو اور اٹھانے کی نہ تھی مگر اسی حالت میں جب اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا۔ تنہا تلو اور اٹھا کے چاہا معرکہ کارزار میں جائیں، اُمّ کلثومؑ نے فریاد کی اے نوہ چشم کہاں جاتے ہو۔ امام زین العابدینؑ نے کہا۔ پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے کہ اپنی جان فدائے پدر بزرگوار کروں۔ جب امام حسینؑ ارادہ فرزند گرامی سے مطلع ہوئے کہا۔ اے اُمّ کلثومؑ اس فرزند کو میدان میں نہ جانے دینا کہ میری نسل اسی سے ہوگی۔ اور ذریت حضرت رسالت پناہ اسی فرزند سے باقی رہے گی اور یہی میرا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ بعد اس کے امام حسینؑ نے بطور اتمامِ حجت فرمایا۔ بلند آواز سے کوئی ہے کہ اہل حرم سے دفع ضرر اہل شقاوت کرے۔ کوئی خدا پرست ہے کہ میرے حق میں خدا سے خوف کرے۔ کوئی فریادیں ہے جو میری فریادری کی وجہ سے امید وارتواب ہو جب حرم محترم نے صدائے استغاثہ امام مظلوم سنی صدائے گریہ وزاری خیمہ ہائے عصمت و طہارت سے بلند ہوئی امام حسینؑ دروازہ خیمہ حرم پر آئے۔ اور کہا میرے چھوٹے فرزند عبداللہ کو لاؤ۔ کہ اسے وداع کروں اور بعضوں نے ان کو علی اصغرؑ کہا ہے جب اس طفل کو امام نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ پیار کیا اور کہا ان کافروں پر وائے ہو جبکہ تیرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰؐ ان اشتیاق کے دشمن ہوں۔ ناگاہ حرمہ بن کابل لعین نے ایک تیر لگایا حلق معصوم پر اور وہ بچہ اپنے پدر نامدار کی گود میں شہید ہو گیا۔ اور مرغِ روح نے جانبِ شاخِ سدرۃ المنتہی پر واڑ کیا۔ امام حسینؑ اپنے چٹو میں خون اس شہید معصوم کا بھر کے آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے راہِ خدا میں یہ سب مصیبتیں آسان اور سہل ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر نہ گرا بعد اس کے امام حسینؑ نے فرمایا خداوند اے میرا فرزند دل بند ہے تیرے نزدیک

بچہ ناقہ صالح سے کم نہ ہوگا۔ خداوند اگر اس وقت مصلحت میری نصرت میں نہیں ہے تو یہ جس قدر آزار مجھ پر گزرے ہیں ان کو موجب تضاعف ثواب آخرت کرنا۔ پھر اس طفل معصوم کو امام حسینؑ نے درمیان شہداء لٹا دیا۔ اور بروایت دیگر اسی جگہ دفن کر کے اہل بیت عصمت و طہارت کو طلب کیا۔ (علاء العیون صفحہ ۱۹۹)

## منتہی الآمال

﴿علامہ شیخ عباس قمی﴾

### شیر خوار بچے کی شہادت کا بیان

پس حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرا چھوٹا بچہ میرے حوالے کرو تا کہ میں اس سے رخصت ہوں پس وہ معصوم بچہ آپؑ نے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گئے تا کہ اس کا بوسہ لیں کہ حرمہ بن کابل اسدی لعین نے تیرا مارا جو بچے کے گلے پر لگا اور اسے شہید کر دیا اور اسی مصیبت کی طرف شاعر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے اور جھکنے والا جو اپنے بچے کا بوسہ لینے کیلئے جھکا لیکن اس سے پہلے اس کی گردن کا بوسہ تیرے لے لیا پھر آپؑ نے وہ بچہ اپنی بہن کے سپرد کیا۔ جناب زینبؑ نے بچہ لیا اور امام حسینؑ نے اپنی دو ہتھیلیاں خون کے نیچے رکھ لیں جب پر ہو گئیں تو آپؑ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا جو مصیبت بھی مجھ پر نازل ہو وہ آسان ہے کیونکہ خدا اس کا دیکھنے وال اور نگران ہے اور سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر میرے قتل پر مصر ہے تو آپؑ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول



گراپے سر پر رکھ لیا اور لشکر کے درمیان آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہ فیصلہ و حاکم ہیں۔ اے قوم آخر کس وجہ سے تم میرا خون حلال سمجھتے ہو کیا تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں کیا تمہیں میرے نانا کا یہ ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ ”ہذان سید اشباب اہل الجنة“ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اسی دوران جب آپ قوم سے احتجاج کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ہاتھ پراٹھا کر فرمایا۔ اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچے پر تو رحم کرو جس ان میں سے ایک شخص نے اس بچے کی طرف تیر پھینکا اور اسے زخم کر دیا۔ امام مظلوم رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو حکم ہمارے اس قوم کے درمیان جنھوں نے ہیں بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں پس فضا سے ایک آواز آئی کہ اے حسین اس بچے کو چھوڑ دو (اس کی پرواہ نہ کرو) کیونکہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دانی موجود ہے اور کتاب احتجاج میں مسطور ہے کہ حضرت گھوڑے سے نیچے اترے اور تلواریں کے نیام سے زمین میں ایک گڑھا گھود اور اس بچے کو اس میں دفن کر دیا۔ اور طبری نے ابو جعفر باقر سے روایت کی ہے کہ تیر آکر اس بچے کے گلے پر لگا جو آپ کی گود میں تھا اور حضرت ان کا خون ان کے جسم پر ملتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہ جس نے ہیں بلایا کہ ہماری مدد کرے گی اب وہ ہمیں قتل کرنے لگی پس آپ کے حکم سے ایک یمنی چادر لائی گئی اس کو چاک کر کے آپ نے پہن لیا اور تلواریں کر جنگ کے لئے باہر نکلتے۔

## منتخب التواریخ

﴿علامہ محمد ہاشم مشہدی﴾

### حضرت علی اصغرؑ

کہ بلا میں امام حسین علیہ السلام کے دوسرے فرزند عبد اللہ شہید ہوئے۔  
سید طاووس ابو ف میں تحریر فرماتے ہیں جب امام حسین کے تمام اعزاء اور انصار شہید  
ہو چکے تو آپ بذات خود عازم جہاد ہوئے بلند آواز سے فرمایا کیا ایسا شخص موجود ہے  
جو حرم رسول اللہ سے دشمنوں کو بھگائے۔ کیا کوئی خدا کا ماننے والا ہے جو ہمارے بارے  
میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری مدد کر کے خدا کی رضا چاہتا ہو؟  
کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ہماری اعانت کرے خدا کو راضی کرنا چاہتا ہو؟ آپ کے اس  
فرمان پر یکدم خیام سے عورتوں کے رونے کا کہرام برپا ہو گیا آپ خیمے کے دروازے  
پر تشریف لائے جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرے چھوٹے بیٹے کو مجھے  
دو۔ میں اس سے رخصت ہوں آپ نے بچے کو لے لیا۔ چومنے کے لیے جھکے ہی تھے  
کہ حرمہ بن کابل اسدی نے بچے کو تیر مارا جو بچے کے حلق پر لگا اور اس کو ذبح کر دیا۔  
جناب زینب سے فرمایا۔ اس کو لے لو۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے خون جمع کر کے  
آسمان کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا اے خدا سب کچھ تیری موجودگی میں ہو رہا ہے۔  
میری مشکل آسان فرما۔ سبھت جوی کہتے ہیں کہ آسمان سے آواز آئی اے حسین اس کی  
پرداہ نہ کر حجت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی ہے۔

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین  
علیہ السلام کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو تیر لگا۔ ان کا خون اپنے چہرے پر ملا۔ اس پر نماز



پڑھی اپنی تلوار سے قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

لفظ ذبح سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر تلوار کی مانند تھا جس نے بچہ کو ذبح کیا اور نہ معمولی تیر تو صرف سوراخ کرتا ہے۔ ذبح کرنا تلوار اور چھری کا کام ہے۔

جناب ذنب سلام اللہ علیہا سے فرمایا اس کو لے لو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ درخیمہ پر ذبح ہوا۔ ماں پہنیں اور پھوپھیاں دیکھتی رہیں۔ بخلاف دوسرے شہداء کے وہ میدان جنگ میں جا کر شہید ہوئے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام جناب رباب اور معصوم کی بہنوں اور پھوپھیوں پر اس وقت کیا مصیبت گزری ہوگی جب یہ معصوم دم توڑ رہا ہوگا۔ نہ معلوم تیر گلے سے گزر کر زمین پر گر پڑا تھا یا حسین نے تیر خود نکالا تھا۔ تیر نکالتے وقت اگرچہ زندہ تھا جو بچے پر کیا تکلیف گزری ہوگی۔ اور باپ مظلوم کس قدر صدمہ سے دوچار ہوا ہوگا۔ حسینؑ نے خون آسمان کی طرف پھینکا زیارت ناحیہ کے جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

دودھ پینے والے عہد اللہ پر سلام ہو جس کو تیر لگا۔ خون میں لت پت تھا آسمان کی طرف اس کا خون پھینکا گیا۔ شاید حسینؑ نے خون آسمان کی طرف اس لیے پھینکا تھا کہ اہل آسمان حسینؑ کی عبدیت اور بلند ہمتی کو ملاحظہ کریں کہ حق کی راہ میں دودھ پیتے بچے کو نانا کے دین کی ڈھال قرار دیا۔ ممکن ہے آسمان کی طرف اس لیے خون پھینکا ہو کہ اگر خون معصوم کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین فنا ہو جائے گی یا قیامت تک اس پر کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہے کہ آپ نے خون سے آسمان کو شرف بخشا۔ خون کا خزانہ آسمان کو قرار دیا۔

لہوف میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ”ان خون قطرہ پر گشت بسوی زمین“۔ ایک قطرہ خون کا زمین پر واپس نہ آیا۔ شاید امام نے خون اس لیے چہرے

پر ملا ہو کہ خون آلود بدن سے نانا کی امت کی سفارش کروں گا۔ نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہو کہ دودھ پیتے بچہ کی شہادت حسین کا ایک بہت بڑا امتحان تھی۔ جس کو دیکھ کر نبی۔ رسولؐ فرشتے مقربین اور کروہین حیران اور ششدر رہ گئے۔ سب سے بڑا تعجب اور حیرانی تو یہ ہے کہ کوہ ہائے مصائب کے باوجود حسینؑ نے گویا کہ شکرانہ خدا میں نماز پڑھی۔ بعض بزرگ اس بچے کو قرآن سے تعبیر کرتے ہیں کہ قرآن حسینؑ کی بغل میں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ نے بچے کو دین کی حفاظت کی خاطر دفن کیا ہو کیونکہ اس کا امکان تھا کہ عمر سعد کی فوج بچے کا سر جدا کر کے نیزے پر سوار کرتی۔ شہروں اور بیابانوں میں پھرتی اس سے یہ خدشہ تھا لوگ دین اسلام چھوڑ دیتے کیونکہ ہر مذہب اور ملت میں چھوٹا دودھ پیتا بچہ رحم کا مستحق ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر کار حسینؑ نے علی اصغرؑ اس لیے دفن کیا ہو کہ جب اسیران کر بلا کا قافلہ قتل گاہ سے گزرے گا تو عورتوں کی نگاہ معصوم بچے پر پڑے گی اور سیدانوں کے غم و اندورہ میں مزید اضافہ ہوگا۔ دفن کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کہیں معصوم بچے کا جسم گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں تین دن آفتاب کی گرمی میں معصوم کی لاش نہ پڑی رہے۔

”تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے“ کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حسینؑ کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اور صحابی موجود نہیں تھا جو آپ کو تسلی دیتا حضرت نے ان کلمات سے اپنے آپ کو تسلی دی کہ میرا کام آسان کر اب جو کچھ تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے آسان سے آواز آئی کہ کوئی فکر نہ کرو جنت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ خداوند عالم نے حسینؑ کو تسلی دی۔

کر بلا میں شہید ہونے والے ہر شہید کا سر قلم کیا گیا صرف دو حضرات ایسے ہیں



جن کا سرتن سے جدا نہیں کیا گیا ایک جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ دوسرے جناب حسین یزید ریاحی حر کے قبیلہ کے لوگ فوج یزید میں موجود تھے انھوں نے حر کی لاش اٹھائی تھی کہیں آپ کی لاش سے جدا نہ کر لیں اور آپ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو۔ کاش کہ بنو ہاشم بھی کر بلا میں موجود ہوتے جو حسین اور جو انان حسین کی لاشیں اٹھا لیتے اور ان مظلوموں کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہوتیں۔

انوار العمانیہ میں لکھا ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی بغداد کا مالک ہوا اور کربلا میں حاضر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ حر کی قبر کھودی جائے۔ انھوں نے قبر کو کھودا۔ حسین نے جو حر کے سر پر رومال باندھا تھا ویسے گاویا موجود تھا بعض اخبار میں آیا ہے کہ اس دودھ پیتے بچے کا نام علی اصغر تھا۔ زیارت روز عاشور میں لکھا ہے۔ ”و علی و لدک علی الا صغر اللہی معجنت بہ“ آپ کے۔ بچے علی اصغر پر سلام ہو جس کی موت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔

جلاء العیون میں لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بچے کا نام علی اصغر بتلاتے ہیں آپ کی عمر کے بارے میں کتب معتبرہ خاموش ہیں۔ مقتل ابو مخنف میں آپ کی عمر چھ ماہ لکھی ہے۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۲)

## الدَّمْعَةُ السَّابِكَةُ

﴿علامہ محمد باقر نجفی بیہبانی﴾

### شیر خوار کی شہادت

جب امام حسینؑ تمہارے گئے تو خیام سے ایک شیر خوار کو اٹھا کر لائے اور یزیدیوں سے کہا میرے ۲۳ جوان دکن تم نے پیاسے شہید کر دیئے ہیں میں نے کسی کے لیے تم

سے پانی نہیں مانگا۔ یہ ششماہا کسن ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اسے پانی کا ایک قطرہ پلا دو۔

عمر سعد کے کہنے سے حرم نے کسن کے گلوئے نازعین کا نشانہ لے کر مرہ شعبہ تیر چلایا۔ تیر سے کسن کا گلا کٹ گیا اور شہزادہ الٹ کر باپ کے بازو سے پیوست ہو گیا۔  
(التمعة السابعة صفحہ: ۲۳۸)

## نفس المہموم

﴿علامہ شیخ عباس قمی﴾

### شہادت طفل شیر خوار

ان کی والدہ اُمّ رباب بنت امراؤ القیس بن عدی تھیں اور ان کی والدہ ہندالہ بنو حنیس۔ سید ابن طاووس نے کہا ہے جب حسینؑ نے اپنے جوانوں اور دوستوں کی لاشیں دیکھیں تو اپنی جان اور خون سے اس قوم کا سامنا کرنے کا عزم کیا اور پکار کر کہا۔

کوئی ہے جو رسول اللہ کے حرم سے دشمنوں کو روکے کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریادری میں اللہ سے اُمید رکھے کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کرے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی اُمید رکھے پس خواتین عصمت کی صدا بلند ہوئی تو آپؐ خیمے کے دروازے کی طرف آئے اور جناب زینبؓ سے فرمایا مجھے میرا چھوٹا بیٹا دے دو تاکہ میں اسے وداع کر لوں پس آپؐ نے اسے لے کر اس کی طرف جھٹے کہ اس کا بوسہ لیں تو حرمہ بن کافل اسدی نے ایسا تیر مارا جو بچے کے گلے میں لگا کہ جس نے اسے ذبح کر دیا۔

مؤلف کہتے ہیں شاعر نے اس مضمون کو عمدہ طریقہ سے اپنے شعر میں ادا کیا ہے



اور وہ جھکا اپنے اپنے بچہ کا بوسہ لینے کے لیے کہ تیر نے اس سے پہلے اس کے گلے کا بوسہ لے لیا آپ نے جناب نہیب سے فرمایا اس کو پکڑنا پھر آپ نے اس کا خون اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لیا جب وہ پڑ ہو گئیں تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا پھر فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آسان ہے کیونکہ خدا کی نگاہ کرم کے سامنے ہے۔

شیخ مفید نے رضع کی شہادت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ پھر حسینؑ خیمے کے آگے بیٹھ گئے پس عبد اللہ بن حسین علیہ السلام آپ کے بیٹے کو لے آئے جب کہ وہ چھوٹا سا بچہ تھا آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا پس بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جس نے اسے ذبح کر دیا۔

اور اردی نے کہا ہے عقبہ بن بشر اسدی نے کہا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا تھا یقیناً ہمارا تم بنی اسد میں خون ہے راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میرا اس میں کیا گناہ ہے خدا آپ پر رحم فرمائے اے ابو جعفر اور وہ کون سا ہے؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حسینؑ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا وہ بچہ آپ کی گود میں تھا اچانک اسے تم میں سے ایک نے لے لیا بنی اسد تیر مارا اور اسے ذبح کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کا خون ہاتھوں میں لے لیا جب اپنی دونوں ہتھیلیاں پد کر لیں تو زمین میں اسے انڈیل دیا اس کے بعد عرض کیا پروردگار اگر تو نے ہم سے آسمانی نصرت روک لی ہے تو اسے قرار دے اس چیز کے لیے جو زیادہ بہتر ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ الخواص میں ہشام بن محمد کلبی سے روایت کی ہے جب امام حسینؑ نے انھیں آپ کے قتل پر مصر دیکھا تو قرآن لیا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھ لیا اور پکار کر فرمایا میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے تانا محمد رسول اللہ ہیں اسے قوم کس بناء پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو کیا میں

تمہارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں، کیا تمہیں میرے نانا کا میرے متعلق اور میرے بھائی کے متعلق یہ ارشاد نہیں پہنچا۔ "ہذان سید اشباب اہل الجنة"

یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو چاہیں، زید بن ارقم ابوسعید جُزری سے پوچھ لو کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں، پس شمر نے آپ کو پکار کر کہا ابھی تم ہاویہ میں داخل ہو گے حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی پس فرمایا میں نے دیکھا گویا ایک کتا میرے اہل بیت کا خون پی رہا ہے میں تجھے وہی خیال کرتا ہوں، پس شمر نے کہا میں ایک حرف پر اللہ کی پرستش کروں اگر مجھے معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے کہ اچانک آپ کا ایک بچہ پیاس سے گر رہا ہے پس آپ نے اسے ہاتھ پراٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو پس انھیں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر ذبح کر دیا پس حسینؑ رونے لگے اور وہ کہہ رہے تھے۔ خدایا ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر انھوں نے ہمیں بلایا تھا تاکہ ہماری مدد کریں پس ہم سے انھوں نے جنگ کی ہے پس فضا میں سے آواز آئی اسے چھوڑو اے حسینؑ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔

پھر راوی نے کہا اور اسے حسین بن حمیم نے تیر مارا جو ان کے دونوں ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا اور روتے اور کہتے تھے خدایا جو کچھ میرے بھائیوں میری اولاد اور میرے اہل بیت کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں اور ابنِ نما نے کہا ہے کہ پھر آپ نے اس شیر خوار کو اٹھایا اور اپنے اہل بیت کے شہداء کے پاس رکھ دیا۔

اور محمد بن طلحہ نے مطالب السؤل میں کتاب الفتوح کے مؤلف سے نقل کرتے



ہوئے کہا ہے کہ امام حسینؑ کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا پس اس کی طرف تیر آیا جس نے اسے قتل کر دیا پس وہ خون اس شیر خوار کے شلو کے پر مل دیا اور اپنی تلوار سے ایک گڑھا اس کے لیے کھودا اور اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

اور کتاب احتجاج طہرتی میں ہے جب آپ اکیلے رہ گئے اور آپ کے انصار و عزیزوں میں کوئی باقی نہ رہا سوائے آپ کے بیٹے علی بن الحسینؑ کے اور دوسرا آپ کا بیٹا جو عالم رضا عت میں تھا جس کا نام عبداللہ تھا تو آپ نے بچے کو لیا کہ اس سے وداع کریں کہ اچانک ایک تیر آیا جو بچے کے گلے اطہر میں لگا اور اسے شہید کر دیا پس آپ گھوڑے سے اترے اور تلوار کے نیام سے بچے کے لیے گڑھا کھودا اور اس کا خون اس پر مل دیا اور اسے دفن کر دیا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اباب مقاتل نے کہا ہے اور احتجاج میں ہے پھر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ (فہم المومنین: ۲۸۲ تا ۲۸۵)

## البصار العین فی انصار الحسینؑ

﴿علامہ شیخ طاہر سادوی نجفی﴾

حضرت علی اصغرؑ

یہ صاحبزادے سفر کر بلا سے چند ماہ پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مادر گرامی کا نام اُن کے رباب تھا وہ بیٹی تھیں امراؤ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کعب اور رباب کی ماں کا نام ہند البتودہ بنت الریح بن گود بن مصاد بن حفص بن کعب تھا اور باپ کی نانی کا نام میسون تھا یہ بیٹی ہے عمر بن ثعلبہ بن حصین بن غمہام کی رباب کی پر نانی کا نام بھی رباب تھا یہ بیٹی تھی اوس بن حارثہ بن لم الطائی

اور جناب رباب مادر علی اصغر کے باب میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سیکڑ اور رباب ہوں وہی گھر مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ امراؤ القیس رباب کے والد نے اپنی ایک بیٹی حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نکاح میں دی اور ایک بیٹی حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقد میں دی اور تیسری بیٹی رباب حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقد میں دی اور جناب رباب سے دو اولادیں جناب سیکڑ اور علی اصغر پیدا ہوئے۔ علامہ مسعودی مروج الذهب میں اور اصہبانی اور طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین کو با نکل اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو حضرت خیمہ کی طرف تشریف لائے اور علی اصغر کو طلب فرمایا کہ آخر وقت دیکھ لیں جناب زینب صاحبزادے کو لائیں اور حضرت کی گود میں علی اصغر کو دے دیا حضرت امام حسین ابھی علی اصغر کو دیکھ رہے تھے کہ لشکر اشقیاء سے ایک تیرہ حلق پر اُس صاحبزادے کے آکر لگا جس سے وہ صاحبزادے شہید ہوئے حضرت نے اپنے چلو میں خون صاحبزادے کا بھرا اور آسمان کی طرف پھینکا اور درگاہ باری میں عرض کی خدایا یہ خون ناقہ صالح کے بچے سے کم نہ ہو، اور ان اشقیاء سے تو اس کا انتقام لے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اُس خون کا زمین پر نہیں پھر کر آیا اُس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ذوالفقار سے قبر کھودی اور اُسی طرح سے خون میں نہائے ہوئے صاحبزادے کو دفن کر دیا اور خود میدان میں تشریف لائے۔

جناب سید علی بن طاووس علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ علی اصغر کو جناب زینب کے ہاتھ سے لے کر ادھر جھکے تھے اور علی اصغر کا بوسہ لینا چاہتے تھے کہ تیر آکر لگا حضرت نے پھر بہن کی گود میں الماش دے دی اُس کے بعد قبر کھود کر دفن کیا۔

ابوحنیف کی روایت میں ہے کہ تیر حرمہ بن الکابل نے مارا تھا دوسری روایت میں



ہے کہ بشر غنوی نے یہ تیر لگایا تھا مگر حضرت امام محمد باقر سے تو یہی منقول ہے کہ حرمہ نے وہ تیر مارا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام علی اصغر کو میدان میں لائے اور بغرض اتمام حجت پانی طلب کیا۔ اُس وقت حرمہ نے تیر مارا چنانچہ مفصل روایت کتب مقاتل میں مذکور ہے۔ (ابصار العین ص ۳۲۳ تا ۳۲۴)

## ریاض القدس

﴿آقائے صدرالدین قزوینی﴾

### احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابن شہر آشوب شہزادہ علی اصغر کی والدہ ماجدہ شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ صاحب روضۃ لفقائے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغر کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السید بن طاووس کتاب ابوہف میں فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین وارباب مقاتل نے حضرت علی اصغر کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس ششماہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جھار کا سیراب کر دے اور واپس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے حجت کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اول:

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کا رنار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ

درخیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہل حرم خدا حافظ و ناصر، امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہل حرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں ازواج اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سنی السید بن طاووس کتاب ابوہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینبؑ خاتون اس بچے کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔

”یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔“ السید بن طاووس ابوہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثناء میں حرمۃ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ زنج ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز و غم بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چٹو میں لیا۔ یعنی کہ جب آپ کا چٹو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے خواہر۔ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔

بہایت اللہوف سید بن طاووس کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا نہ معلوم اس خون کو ملائکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ قدرت الہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسول خداؐ یا آپؐ کی بیٹی فاطمہؑ زہراؑ بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسول خداؐ یا آپؐ کی بیٹی فاطمہؑ زہراؑ یا دونوں نے اس



خون کو خود لے لیا اور اس کو رسول خدا نے اپنی ربش مبارک پر خضاب کیا اور سیدہ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ ۱۔ شیعوں دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغر دوسرے جب امام حسین کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم۔

از قول مجلسی و صاحب روضۃ الشہداء۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یکہ و تہارہ گئے حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں کہ ہے کوئی کہ حرم رسول خدا سے اعدائے دین کے شر کو دور کرے کوئی موجد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمد کی فریاد کہہ پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسین کی صدائے استغاثہ مخدرات حرم نے سنی گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسین خیمہ میں تشریف لائے۔ حضرت امام حسین نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کرو میں مگر حضرت علی اصغر نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیر خوار کو مجھے دے دو تا کہ میں اس سے دوا کر لوں۔ علی اصغر کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچے کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسین نے اس طفل شیر خوار کو اس قدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو تریوں میں پرکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے۔ امام مظلوم نے با آواز بلند فرمایا کہ یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر خوار تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے

ہوٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بجلت تمام پانی پلا دو تا کہ میں بچے کو اس کی ماں کی سپرد کر دوں، ان ملائین نے کہا اے حسین! بغیر اجازت امین زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و اہل حرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولا کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ گیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔ الاخر حرمہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغرؑ کی طرف رہا کیا تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

یعنی کہ تیر حرمہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر اور دو نشانے بلکہ تین نشانے، گلوے علی اصغرؑ بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشانے بلکہ تین نشانے، گلوے علی اصغرؑ بازوئے حسینؑ اور دل اتم رہا ب و احسرتا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چٹو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کرنے اس طفل معصوم کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا بچے کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچے کی لاش لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کو تر سیراب کریں گے۔ یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعوں تمہیں بھی امام حسین علیہ السلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ۔ اے شیعوں جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قاتل کا نام تو مجھ پر لوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشورا ہوتے تو دیکھتے کہ میرے غیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی۔

مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام



جب روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ المی حرم سے رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں آئے۔ مخدرات نے حلقہ بنالیا۔

واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب ام کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا۔

اے برادر تین دن سے اس معصوم نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہوگا اگر تم اس قوم جفاکار سے پانی طلب کرو پھر شہزادی نے اس بچے کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچے پر عبا کا دامن ڈال دیا اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشورہ امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمے سے لے گئے اور فوجِ اشقیاء کے سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عبائے رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامہ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعد وہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے، تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو کتابِ منج الدعویٰ میں ہے کہ لشکرِ عمر ابن سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور مچ رہا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرمہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہا حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ اس ملعون نے ایک تیرسہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغرؑ کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا امام حسینؑ علیہ السلام

نے خون آلودہ لاش پر سینے سے لگائی اور حضرت امام حسین اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور درخیمہ اُمّ کلثوم پر آئے اور لاش علی اصغر کو خیمے میں لے گئے۔ اہل حرم میں ایک شور برپا ہو گیا امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

اے پروردگار حسین تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبر و اصغر تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ میں تیری راہ میں اکبر و اصغر کو کیا قربان کیا ہے بلکہ نجر نے حسین کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کجا اور تیرے ظلم پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

در بندی فرماتے ہیں کہ قنات اور قنقاۃ (قنات کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنقاۃ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چسپان کرتے ہیں۔ مجازاً کندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملا محمد رضا کی استر آبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین کی آواز استغاثہ برائے نصرت و یاوری شہزادہ علی اصغر کے گوش زد ہوئی تو علی اصغر نے ہمک کر اپنا ہندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قنات پھٹ گیا اور علی اصغر نے رونا شروع کیا۔ آخری کو علی اصغر حیدر کرار کے پوتے ہیں شجاعت ٹھنی میں پڑی ہوئی ہے۔

حضرت علی اصغر نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغر بھی حیدر کرار کے پوتے ہیں جنھوں نے گہوارہ میں اٹھ کر دو ٹکڑے کئے تھے۔ جب علی اصغر نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہل حرم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسین کے گوش زد ہوئی امام حسین خیمے میں تشریف لائے اور مدح فرمایا



کہ علی اصغر جھولے میں مچل رہے ہاتھ پیر مارے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب زینبؓ خاتون سے علی اصغر کے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغر نے تمہارے استغاثہ نصرت کی آواز سنی ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ اے بہن زینبؓ چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفے کو ہمیں دے دو جب شہزادہ علی اصغرؓ اپنے پدر بزرگوار حسینؓ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال والا کرام کی ایک آیت بن کر جلوہ گلن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس قوم بے حیا سے سوال کیا اب کیا علی اصغرؓ کے لئے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوج اشقیاء سے خطاب کیا۔

ہے کوئی جو اس طفل شیرخوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آبِ مردِ پلادے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفاکار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؓ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرمِ ملہ نے تیر ہا کیا اور بچہ امام حسینؓ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؓ نے علی اصغرؓ کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبری اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ جب علی اصغرؓ نشانی تیر حرمِ ملہ ہو گئے امام حسینؓ گھوڑے سے اترے تو ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور اس شیرخوار کو دفن کیا پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بارالہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام لے۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اصغرؓ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؓ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمہ ابوالفتح وکمال الدین طحطاوی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؓ نے علی اصغرؓ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے۔ مرحوم شیخ جعفر خصالؒ نے علی اصغرؓ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے

دوسرے شہداء کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغر کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ جب سربائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیرخوار کا سر نہ کاٹ سکیں اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغر پانچاں نہ ہو۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پر خون قنطاریل حرم کی نگاہ سے نہ گزرے مؤلف کتاب الریاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغر کا پُر خون شلوکہ زیر عرش پیش کر سکیں۔ اور امام حسینؑ بھجت تمام قبر علی اصغر سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ طاقت جواب دے گئی تھی۔ (ریاض القدر ص ۲۲۶ تا ۲۳۶)

### معالی السبطین

﴿علامہ محمد مہدی مازندرانی﴾

### شہادت علی اصغرؑ:

عمر: چھ ماہ۔

ماں: رباب بنت امرؤ القیس۔

بہن: سکینہ۔

وقت شہادت: امام حسینؑ سے پہلے اور دیگر شہدائے کربلا کے بعد۔

موزنین کے مابین اس کمن شہزادہ کی کیفیت شہادت میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ذیل میں محقق موزنین کی مرویات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بنی ہاشم سے جناب عباسؑ ہی غالباً آخری وہ شہید ہیں جو میدان میں خود چل کر گئے تھے۔ شہادت جناب عباسؑ کے بعد فوج یزید کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے



ہر طرف سے گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت امام حسینؑ نے یوں استغاثہ کیا۔  
اے لوگو! کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیں پناہ دے دے۔

تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے اور ہماری  
فریاد سنی کرے کیا کوئی ایسا نہیں جو ہمارے حق کا مطالبہ کر کے ہماری خاطر لڑے۔ کیا  
کوئی بھی اللہ سے ڈرنے والا نہیں جو ہمارا دفاع کرے کیا تم میں سے کوئی صاحبِ دل  
نہیں جو ایک گھونٹ پانی ہی دے دے۔

ابو جحف کے مطابق امام حسینؑ جب تمہارے گئے تو آپ کو خیام میں بلایا گیا۔ جب  
آپ تشریف لائے تو جناب ام کلثومؑ، زینبؑ نے عرض کیا۔ بھیا اس شیر خوار کی حالت  
دیکھئے آج تیسرا دن ہے اسے پیئے تک کو کچھ نہیں ملا۔

آپ نے بہن سے علی اصغر کو لیا دامنِ حبا میں چھپایا، فوجِ یزید کے سامنے آئے اور  
فرمایا:

دیکھو تم نے میرے انصار میرے بھائیوں اور میرے بیٹوں کو پیاسا شہید کر دیا ہے  
اب یہ شیر خوار کسی جرم کے بغیر پیاس سے جان بلب ہے، اسے لے جاؤ اور پانی پلا دو،  
اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا تو اس کم سن کی کنسی پر ترس کھا لو۔ آج پیاس کو تیسرا دن  
ہے اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔

آپ کی یہ آواز سن کر فوجِ یزید میں انتشار پیدا ہو گیا، عمر سعد نے حملہ بن کابل  
اسدی سے کہا:

اقطع کلام الحسینؑ، کیا دیکھ رہا ہے اب حسین ابنِ علیؑ کی بات کو ختم ہونا چاہئے۔  
اس ظالم نے سہ شعبہ زہراؑ کو تیرکان میں رکھا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اس  
بچے کا نشانہ لے کر تیر چلایا، جس سے یہ کم سن شیر خوار ذبح ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بہتے

خون کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا، جب ہاتھ پڑا تو اسے سوئے آسمان اچھال کر فرمایا:  
 ”اے اللہ! ان لوگوں کا گواہ رہنا جنہوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے  
 نبی کی ذریت سے ایک شیر خوار کو بھی نہ چھوڑیں گے۔“

پھر آپ نے اپنا ہاتھ شہزادہ کے گلے کے نیچے رکھا خون ہاتھ پر لیا اور فرمایا:  
 ”اے اللہ جو کچھ دنیا میں ہم پر بیت رہی ہے تو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اے اللہ  
 ہمارے اور اس قوم کے مابین تو ہی فیصلہ فرمانا، جنہوں نے ہمیں بلایا اور پھر ہمیں  
 قتل کیا۔“

آپ انہی مناجات میں معروف تھے کہ حسین ابن نمیر نے مناجات کی خاطر  
 ہتے ہوئے لبوں کا نشانہ لے کر تیر مارا جو دونوں ہونٹوں کو زخمی کر گیا۔ لبوں سے  
 خون بہنے لگا۔

آپ نے عرض کیا:

”اے اللہ! جو سلوک مجھ سے ہو رہا ہے میں اس کا تجھ سے شکوہ کرتا ہوں۔“

پھر آپ نے کم سن کو سینے سے لگایا اور لے کر واپس خیام میں آئے۔ خیمہ کے اندر  
 قدم رکھتے ہوئے اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں شیر خوار کی ماں نہ مر جائے،  
 آپ کے زخمی ہونٹوں پر پیاسی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔

”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹیں گے، اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور اس  
 کے امر کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔“

سات مرتبہ آپ درخیمہ سے پیچھے بٹے خیال یہی تھا کہ ماں کو نہ دکھاؤں، باہر ہی  
 رکھ دوں، پھر خیال آتا کہ ماں ہے اسے بھی آخری ملاقات کرنا تو چاہئے۔ آخر  
 ساتویں مرتبہ اِنَّا لِلّٰہ پڑھتے ہوئے اندر آئے۔



کس نے سیکند نے استقبال کیا۔ دیکھا شیر خوار بھائی بابا کے سینہ سے چمٹا ہوا ہے۔  
شہزادی نے عرض کیا بابا جان! اصغر کی خاموشی بتاتی ہے کہ آپ اسے پانی پلا کے لائے  
ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا سیکند تیری پھوپھی کہاں ہے؟ اتنے میں ثانی  
مڑ ہر اقریب آئیں آپ نے فرمایا لو، بہن اصغر کو سنبھال لو!

شہادت عبد اللہ رضیع:

حدائق الوردیہ کے مطابق:

بہن: زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔

ماں: ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ تمیمیہ۔

بہن: فاطمہ

نوٹ کریں ام اسحاق کنیت یا نام کی دو خواتین گزری ہیں، ایک ام اسحاق  
النصاریہ تھیں جو امام حسنؑ کی زوجہ تھیں، دوسری ام اسحاق تمیمیہ تھیں جو حضرت امام  
حسینؑ کی زوجہ تھیں۔ (یاد رکھیں امام کی زوجہ دوسرا عقد نہیں کر سکتی۔ بحکم قرآن)  
ظہر عاشور جب النصار اور بنی ہاشم میں سے تمام شہید ہو چکے تھے اس شہزادہ کی  
ولادت ہوئی۔ امام حسینؑ تنہا درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ جناب فضہ اس شہزادہ کو لے کر آپ  
کی خدمت میں آئیں، آپ نے لیا۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت  
کہی۔ گلے پر لعاب دہن لگایا اور بوسہ لیا اور عبد اللہ نام رکھا۔ جناب فضہ کو واپس کرنا  
چاہ رہے تھے کہ عبد اللہ ابن عقبہ غنوی نے تیر مارا جو شہزادہ کے سینہ پر لگا، باپ کی گود ہی  
میں دو ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گیا۔ آپ نے اس شہزادہ کا خون بھی سوئے آسمان اچھالا۔  
شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ آپ درخیمہ پر بیٹھے تھے تو مولود آپ کی گود میں  
تھا، آپ بوسہ لے رہے تھے کہ تیر آیا جس سے شہزادہ آپ کی جھولی میں تقسیم ہو گیا۔

## چند اشارات:

علامہ دہلوی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اصغرؑ نے اپنے جدِ امجد سے وراثتاً قنات توڑنا حاصل کیا تھا۔

(قنات اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عرضاً زیادہ سے زیادہ چھ انچ اور طولاً ۶/۵ فٹ ہوتا ہے، نو مولود بچے کو مائیں اس کپڑے سے باندھ کر سلاتی ہیں۔ ماؤں کے بقول اس بندھنے کی بدولت بچہ روتا نہیں ہے۔ سحر کے مطابق جب جنابِ فاطمہ بنت اسدؑ نے حضرت علیؑ کو قنات سے باندھا تو حضرت علیؑ نے دونوں ہاتھوں سے اسے توڑ دیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر کے باندھے حضرت علیؑ نے انہیں بھی توڑ دیا، جب بی بی نے سات تہہ بنا کے باندھنا چاہا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا:

”ماں میرے ہاتھ پابند نہ کرو، میں اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہوں، ہر ایسی میں قنات کو بندھڑا کہتے ہیں۔“

شہزادہ گہوارہ میں سو رہا تھا، جب امام حسینؑ نے استغاثہ کی آواز سنی تو قنات کو توڑ دیا۔ اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے گرا دیا اور ہاتھ بلند کر یہ کرنے لگا۔ شاید یہ کمسن کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بابا اگر نانا کی امت مدد نہیں کرتی تو میری منہی جان آپ پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ لیکن مجبور ہوں چل کر نہیں آ سکتا۔ علامہ رضا استرآبادی نے اپنی تالیف میں روایت کی ہے کہ جب شہزادہ نے قنات توڑ کر اپنے کو گہوارے سے خاک کر بلا پر گرایا تو تمام سیدائیاں جمع ہو گئیں، فوج و بکا کی صدا بلند ہوئی، کئی مرتبہ شہزادہ کو گہوارہ میں لٹایا گیا، لیکن گلِ برہات نے گہوارہ میں رہنا قبول نہ کیا اور ہر استغاثہ پر اپنے کو گہوارہ سے نیچے گرا دیا۔ صدائے آہ و بکا سن کر امام حسینؑ خیام میں تشریف لائے۔ سببِ گمراہی پوچھا تو ثانی زہراؑ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔



علامہ درہندی نے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ بذریعہ کشف بھی شہزادے کا مذکورہ واقعہ مجھے معلوم ہے۔

سرکار کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر ہامیہات گیت امام صادقؑ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیت کوئی مرثیہ سناؤ، کیت نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا مرثیہ سناپا۔ پس پردہ سے مستورات کے رونے کی صدا بھی بلند ہو گئی۔ امام صادقؑ دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ احسن میں ایک کنیز اندر سے ایک کمسن بچہ کو اٹھا کر لائی اور امام صادقؑ کی گود میں سلا دیا۔ اس بچے کو گود میں دیکھتے ہی امام صادقؑ کی صدائے گریہ بلند ہو گئی، (یہ واقعہ کسی غیر محقق عالم نے نہیں بلکہ سرکار کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں درج کیا ہے جو لوگ شیعوں کی مخالفت میں اخلاقی حدود تک کو پھلانگ جاتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور جو مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی امام نے بھی شبیہ بنائی تھی ان کے لئے بھی درس عبرت ہے۔)

ہر سال دس محرم کے دن نبی کریمؐ تمام صحابہ کی مستورات کو مع بچوں کے بلاتے تھے جو کمسن بچوں والی ہوتی تھیں، انہیں فرماتے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں، گویا سرور انبیاء واقعہ کر بلا سے پہلے جناب ربابؑ کے شیر خوار کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انہیں واقعہ کر بلا بطور پیشینگوئی یاد دلاتے تھے۔ (معالی السطین ص ۶۲۲ تا ص ۶۲۹)

## ریاض الاحزان

﴿آقائے محمد حسن قزوینی﴾

جناب رباب

جب جناب سجادؑ روئے رسولؐ کے سلام سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو

دیرانی کا عجب منظر تھا۔

ثانی زہرائے جب اپنے بھائی کا اجڑا ہوا گھر اور ویران محن دیکھا تو بند دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ مرثیہ کہا۔

وہ کہاں گیا جسے وقت شیر خوارگی جبرئیل لوری سنا تھا؟  
وہ کہاں ہے جسے جب پہلے کپڑے میں لپیٹا گیا تو احمد نبی نے اس کے بوسے لیے؟

وہ کہاں ہے جس کا نانا نبی تھا اور جس کی ماں فاطمہ بتولی تھیں۔

جب بنت زہرائے قرنی ہاشم کے گھر کی طرف نظر کی تو وہاں جناب ابراہیمؑ اور جناب عباسؑ کے ایک کسمن فرزند کے سوا کوئی نظر نہ آیا ایک مرتبہ پھر زخم ہرے ہو گئے اور وہیں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں۔

جناب عقیل کی اولاد کے گھر کا تو یہ عالم تھا کہ اموی حکمرانوں نے اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

جناب ربابؑ جب اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو دائیں بائیں دیکھا اور فرش زمین پر بیٹھ کر ماتم شبیر کرنا شروع کر دیا۔

جناب صادق آل محمدؑ سے مروی ہے کہ مادر اصغرؑ جناب ربابؑ اتار وئیں اور اتنا ماتم کیا کہ آپ کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا۔ صبح سے لے کر شام تک خواتین مدینہ آئیں اور باری باری ایک ایک بی بی کو جا کر پرسہ دیتیں سب سے آخر میں جناب ربابؑ کے گھر آئیں جناب ربابؑ کے دردناک بین من من کر تمام مستورات اور کنیزیں گریہ کر کے غش کھا گئیں۔ کبھی جناب ربابؑ علی اصغرؑ کی کمسنی کا مرثیہ پڑھتیں کبھی کسمن بیکند کی شام میں وفات اور تنہا قبر پر مرثیہ پڑھتیں اور کبھی مظلومیت امام حسینؑ



کا مرثیہ پڑھتیں۔

ایک دن اس خمد رہنے دیکھا کہ ایک کنیز کی آنکھ سے آنسو بہ رہے ہیں۔

بی بی نے اس سے پوچھا۔

تو بھی رہتی تو ہمارے ساتھ ہے اور جس طرح ہم نے کبھی کچھ نہیں کھایا تو تو نے بھی کبھی نہیں کھایا۔

پھر تیری آنکھ سے آنسو کیسے بہ رہے ہیں۔

کنیز نے عرض کیا۔

کہ آج صبح بھوک نے اتنا زیادہ مجبور کیا کہ میں نے دو گھونٹ سٹو کے پی لئے ہیں۔

جناب رباب نے اسی وقت حکم دیا کہ جا اور میرے لیے بھی سٹو بنا کے لے آ۔

کنیز جلدی سے گئی اور سٹو بنا کے لائی۔

جناب رباب نے سٹو کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ کربا کی طرف رخ کیا اور امام حسینؑ کو

مخاطب کر کے کہا۔

”اے فرزند زہراؑ گواہ رہنا ستو صرف اس لیے پی رہی ہوں کہ تیرے غم میں زیادہ

سے زیادہ آنسو بہا سکوں۔

مفصول مہرہ کے مطابق جناب اُمّ ربابؑ شام سے واپس آنے کے بعد ایک برس

تک زندہ رہیں۔ اشراف عرب نے بی بی سے خواستگاری کی لیکن بی بی نے ہر ایک کو

ایک ہی جواب دیا۔

”نبی کو نبینا کے سر ہونے کے بعد اور کسی کو سر بنانے پر میں تیار نہیں کیونکہ یہ وفا

نہیں نظم ہے اور میں اگرچہ کا حقہ وفادار، سبکی لیکن ظالموں سے تو بہر طور نہیں ہوں۔“

جناب رباب کی اس عزاداری سے دیگر بنات حیدر کرار کی عزاداری کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے۔

جناب صادق آل محمد فرماتے تھے۔ ہماری کسی بھی مستور لے نہ کبھی تھکایا نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ آنکھ میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک ابن زیاد کا سر نہ آیا۔ لیکن ابن زیاد کے سر کے بعد بھی ہمارا غم کم نہ ہوسکا۔ (ریاض الاحزان صفحہ ۴۷۳ تا ۴۷۵)

## مہیج الاحزان

﴿علامہ حسن بن محمد علی یزدی﴾

سید طاؤس لکھتے ہیں کہ امام حسین خود خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت زینب سے فرمایا: اے خواہر طفل صغیر کو لاؤ کہ اس کو ذرا کروں پس حضرت زینب نے شیر خوار کو لا کر امام حسین کو دے دیا۔ (یہ بھی مشہور ہے، آواز استغاثہ سن کر اس ششما ہے بچے نے خود کو جھولے سے گرا دیا) بہر حال بچے کے تڑپنے سے اہل حرم میں گر یہ وزاری کا شور بلند ہوا اور امام حسین نے میدان سے آ کر اس بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جناب اُمّ کلثوم اور جناب زینب خاتون بچے کو لے کر خدمت امام حسین میں آئیں اور فرمایا کہ اس شیر خوار کو تین دن سے نہ دودھ ملا ہے نہ پانی، اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے، یہ شیر خوار تین دن سے تشنہ ہے۔ آپ اس گرو و نابکار سے ایک گھونٹ پانی طلب کریں۔ شاید کہ یہ ظالم لوگ ترس کھ کر پانی پلا دیں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام اس شیر خوار کو لے کر فوج اشقیاء کے سامنے آئے اور عمر ابن سعد ملعون کے نزدیک پہنچ کر فرمایا اے پسر سعد تو نے اور تیرے لشکر نے میرے تمام عزیز و انصار اور اولاد کو قتل کر دیا۔ یہ بچہ تو جنگ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ میرا بچہ چھ ماہ کا ہے اور پیاس سے جان بلب ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ



وائے ہو تم پر اے گروہ اشتیاء۔ اس طفل شیر خوار کو جو تین دن سے پیاسا ہے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اس بچے کا کیا قصور ہے کہ جو اس پر پانی کی بندش کی ہے۔ ہمارے مشہور امام حسین ابھی گفتگو فرما رہے تھے کہ عمر ابن سعد کے لشکر میں بلچس مچ گئی اور دشمن کی فوج کی اکثریت متاثر ہوئی اور بہت سے لوگ اس ننھے مجاہد کی پیاس کو سن کر اور پڑ مردہ کلی کو دیکھ کر رونے لگے۔ عمر ابن سعد ملعون نے جب یہ حالت دیکھی تو حرمہ بن اکاہل اسدی ملعون سے کہا کہ تیرے اس بچے کا کام تمام کر دے۔ اس ملعون نے اپنی کمان میں ایک تیرسہ شعبہ جوڑا اور امام کی طرف تیر رہا کیا۔ تیر بچے کی گردن پر اس طرح لگا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا، علی اصغر تیر کھا کر امام حسین کے ہاتھوں پر اُلت گئے۔ علی اصغر شہید ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام نے علی اصغر کا خون اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے روئے مبارک پر مل لیا اور بروایت شیخ مفید آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

خدا یا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ اس نے میرے اس شیر خوار کو قتل کیا کہ جو تیرے نبی محمد کی شبیہ تھا۔ بس آپ نے گلوئے نازنین کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور خون صی اصغر چٹو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا یہ میرے لئے بہل تھا کہ خود آسمان کی طرف پھینک دوں۔ پھر چٹو میں دوبارہ خون لیا اور خود اپنے دل سے خطاب کیا کہ اے دل تو صبر کر۔ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ ہمارے مشہور آپ نے وہ خون ناحق اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا۔

ابو جعفر روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے علی اصغر کے شہید ہونے کے بعد فرمایا خداوند! میرا بچہ ناقص صالِح سے کم نہیں ہے، خدا یا تو ہمارے لئے اجر آخرت قرار دے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں تھا کہ اس طفل شیر خوار کو میں

نے دیکھا کہ جیسے ہی وہ نشانہ تیر بنا ایک بی بی درخیمہ سے باہر نکلی وہ مجسمہ شرم و حیا معلوم ہو رہی تھی ایک قدم کہیں پڑتا تھا تو دوسرا قدم کسی جا، کہہ رہی تھی ہائے میرے فرزند، ہائے میرے بے گناہ شہید ہائے میرے قلب کو محضوں کرنے والے مقتول یہ کہتی ہوئی وہ معظمہ لاش علی اصغر کے نزدیک پہنچیں اور زمین پر گر پڑیں۔ چند لڑکیاں ان کے ہمراہ تھیں اور سب نے خود کو لاش علی اصغر پر گر ادیا، جب امام حسینؑ نے یہ حال دیکھا تو ان سب کو تلقین صبر کی اور سمجھاتے ہوئے خیمہ میں پہنچایا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں، مجھے بتلایا گیا کہ ان میں امام حسینؑ کی بہن ام کلثومؑ اور آپؑ کی بیٹیاں فاطمہؑ اور سکینہؑ اور رقیہؑ تھیں، بروایت صاحب احتجاج امام حسینؑ علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور ان کو غلاف سے نکالی اور ایک ننھی سی قبر کھود کر بچہ کو سپرد خاک کیا۔

مولس لکھنؤی مرحوم فرماتے ہیں:

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے  
شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(مہجۃ الحزان ص ۳۱۰ تا ۳۱۲)

## مجالس الشیعہ

﴿مولانا سید تقی لکھنؤی بن مولانا دلدار علی لکھنؤی﴾

مومنین اس قافلہ میں کئی بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے گزر گئے ہائے کس حسرت سے امام ثانی عشر زیارت ناحیہ میں اس قافلہ کے لوگوں پر سلام کرتے ہیں۔ یعنی سلام خدا ہو ان گریبانوں پر جو خون سے رنگین ہو گئے، مومنین آپؑ کو کچھ خیال ہے کہ کتنے



گر بیان خون آلودہ تھے۔ قافلہ حسین اہل بیت کے دیگر گریبان جو خون آلودہ تھے ان کا حال عرض کرتا ہوں، ایک گریبان ایک بچہ شیر خوار کا ہے جسے حضرت نے ہاتھوں پر بلند کر کے پانی مانگا تھا کہ دفعہ ایک تیسرے پہلوڑ ہر آلودہ پھینکا گیا افسوس ہزار افسوس کہاں پر کان تیر اور کہاں حلق نازک شیر خوار پھر اب کس زبان سے عرض کروں کہ وہ تیر ستم ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر گیا۔ پس امام حسین نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزند اے نور نظر راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعہ ایک معظّمہ اور تین لڑکیاں خیمے سے پلٹی ہوئی قتل میں آئیں اور اس ننھے سے لاشے پر دیر تک تڑپ تڑپ کر زویا کیں، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، کسی نے کہا کہ ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں امام حسین کی، جناب ام کلثوم اور یہ سیکڑا، رفاطمہ، رقیہ ہیں دختران امام حسین جس طرح جناب زینب کو علی اکبر سے محبت تھی اسی طرح جناب ام کلثوم کو علی اصغر سے محبت تھی، الغرض یہ بچہ جو راہ عدم کو گیا تو گریبان خون آلودہ رہا اور اب فرمائیے کہ جب جناب سیدہ نے یہ حال دیکھا ہوگا تو عجب نہیں کہ چاک گریباں بھی کیا ہو۔ اب دوسرا گریبان اپنے مولا سید الشہداء کا ہے جس گریبان سے ایک معظّمہ آکر لپٹی تھیں اور رو رو کر بین کرتی تھیں۔

اے نانا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ حسین آپ کا خاک آلودہ گلو بریدہ اپنے خون میں ذبح کیا پڑا ہے، اے نانا وہ جسم نازنین حسین اب گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو رہا ہے اور سر اس مظلوم کا نیزہ پر بلند کیا گیا ہے۔ اے نانا آپ کو خبر بھی ہے کہ اشقیانے کیا ظلم کیا ہمارے مردوں میں سے کسی کو ان اشقیانے باقی نہیں رکھا یہاں تک کہ بچہ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔

اے نانا ان لوگوں نے ہمیں ایسا لوٹا ہے کہ اب کسی کے سر پر ہم میں سے کوئی چیز

از قسم چادر برقرار نہیں۔ اے نانا کیا آپ کو خبر ہے کہ شمر ہمارے گوشوارے چھینے لیتا ہے اور اس پر ظلم یہ ہے کہ ہماری پشت پر تازیانی سے مارتا ہے۔

(محاسن الفیہ ص ۲۵ تا ص ۳۰)

## ماتین فی مقتل الحسین

مولانا سید غلام حسین کنتوری

شب عاشور شہادت علی اصغر کی پیشین گوئی:

مدینۃ المعجزہ میں جناب سید الساجدین سے اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہے کہ امام حسینؑ نے شب عاشور فرمایا کہ اپنی جان بچاؤ یا یہ معنی ہیں کہ اپنی اپنی راہ کشادہ چلے جانے کی جس طرف جسے جانا ہے اسی شب میں ڈھونڈ لو۔ اس لئے کہ یزید اور اس کے گردہ کو سوائے میرے اور کسی سے سروکار نہیں ہے اور مجھے قتل کر یں گے پھر تمہاری کچھ فکر انہیں نہ ہوگی کہ کہاں ہیں، بس تم سب نجات پاؤ گے، خدا کی رحمت تم پر ہو، اب تم کو میری بیعت سے الگ ہو جانا جائز ہے اور کسی طرح کی باز پرس نہیں ہے۔ اس عہد کے توڑنے میں جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔

سید ابن طاووس نے یہ لفظ بھی زیادہ کیے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک مرد میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے اور اسی شب اندھیرے وقت میں الگ الگ چلا جائے۔ میں کہتا ہوں اس روایت میں جناب سید کے لفظ عورات مخدرات کا نہیں ہے جیسا کہ عام ذکر اس کو کہہ دیتے ہیں۔ مگر مردان اہل بیت کا ذکر اس غرض سے حضرت نے کیا کہ بہت سے خود اداے ان میں ایسے تھے جنہوں نے کبھی سفر نہیں کیا تھا اور راہ سے آشنا نہ تھے۔ پس جناب امام حسینؑ کا یہ ارادہ تھا کہ ان



ناہلہ عزیزوں کو اصحاب اپنے ہمراہ لے جائیں اور ایسی جگہ پہنچادیں کہ ان کی حفظ جان کے مناسب ہو، سیاہی شب کا ذکر حالانکہ وہ رات دسویں تاریخ کی تھی اور اس میں چاندنی قریب پانچ شیع شب کے ہوتی ہے، مثلاً اگر جیٹھ کا مہینہ تھا اور ساڑھے دس گھنٹے کی رات تھی پھر تو ساڑھے سات گھنٹے کی چاندنی ہوگی اس کی تاویلیں صحیح میرے نزدیک ہیں۔

پہلی تاویل تو یہ ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے رات پر وہ یا چھپانے والی چیز پیدا کیا ہے۔ پس رات اندھیری ہو خواہ چاندنی رات ہو، دونوں ہمارے واسطے پردہ پوش ہیں۔ خصوصاً بعد نصف شب کے جب ستارے ڈوب جائیں اور آدمیوں میں سونے سے سکانا پڑ جائے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ آسمان کا گرد آلودہ ہونا ان دنوں جیسا ہوتا ہے اور آندھی جس قدر آتی ہے وہ ضرور چاند کے گھیرے کو چھپا دیتی ہے اور چاندنی کو میلی کر دیتی ہے اسی سبب سے شب ماہ گویا شب تار ہو جاتی ہے۔ اب کے چاندنی غبار کی وجہ سے میلی ہو گئی اور تاریکی پھیلی ہوئی ہے، درست ہو گیا۔ فرمانا حضرت کا کہ اس شب کی سیاہی غیر مترقب میں چلے جاؤ۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ لفظ سواد کے شب کے ساتھ اس کے کھلے ہوئے معنی خاص تاریکی شب کے ہوتے ہیں، مگر اشارہ خاص کر کے جو حضرت نے فرمایا کہ اس رات کی تاریکی میں چلے جاؤ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص کوئی اور قسم کی تاریکی مراد ہے۔ پھر اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ وہ شب غبار آلودہ نہ تھی آپ کو یہ منظور ہوا کہ اگر یہ لوگ مجھ سے جدائی پسند کریں دعا خدا سے کروں گا یا تو اس رات کو تاریک کر دے یا کہ نگاہبان اور چوکی پر پہرے والے لشکریاں یزید کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دے کہ ان

کو یہ لوگ نظر نہ آئیں اور بلا راحت چلے جائیں۔

اب ہم یہ روایت مدینۃ المعجز کی جو امام زین العابدینؑ سے منقول ہے لکھیں گے کہ جب امام حسینؑ اپنے اصحاب اور اہل بیتؑ سے تاریکی شب میں چلے جانے کو فرما چکے۔ حضرت کے بھائی اور اعزہ اور انصار سب نے یک زبان ہو کر کہا اے ہمارے سردار اے حسینؑ ہم کبھی آپ کو نہ چھوڑیں گے اور کیا ہم کو لوگ کہیں گے کہ اپنے ام اور اپنے بزرگ اور سردار کو تنہا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، یہاں تک تو بنظر غیرت اور شرم دنیوی کے کلام تھا اب لیجئے خدا کے اور ہمارے درمیان یہی ظاہر کرنے کا غدر ہوگا اور ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے، یہاں تک کہ قتل کئے جائیں۔ حضرت نے فرمایا اے میرے گروہ میں کل قتل کیا جاؤں گا اور تم سب بھی قتل ہو گے، کوئی تم میں سے نہ بچے گا۔ سمجھو نے کہا خدا کی حمد اور ستائش ہے جس نے ہم کو آپ کی نصرت کرنے سے بزرگی عطا کی اور ہم کو آپ کے ہمراہ شہید ہونے سے مشرف کیا۔ کیا آپ کی یہ مرضی نہیں ہے کہ ہم لوگ آپ کے ہمراہ اُسی درجے میں ہو جائیں جو آپ کا درجہ خدا کے بارگاہ میں ہے اے فرزند رسولؐ، اب حضرت نے فرمایا خداتم کو جزائے خیر دے اور خاتمہ بخیر ہونے کی سب کو آپ نے دعا دی۔ پس صبح عاشورا ہو کر اُسی روز آپ بھی اور وہ سب دیندار آپ کے ہمراہ شہید ہو گئے، حضرت قاسمؑ فرزند امام حسنؑ نے کہا کیا میں بھی انہیں لوگوں میں ہوں جو قتل کئے جائیں گے۔ اس پوچھنے سے آپ پر شفقت طاری ہوئی۔ بھائی کی اولاد تھی بنظر شفقت اور امتحان آپ نے پوچھا اے فرزند مرنا تم کو گوارا ہے یا نہیں اور اس مرنے کو کیسا سمجھتے ہو، حضرت قاسمؑ کہنے لگے اے چچا شہد سے زیادہ شیریں میرے نزدیک یہ مرنے کا ہے جب مرگ کی لذت کا اقرار وہ کہہ چکے، حضرت نے فرمایا قسم بخدا فدا ہو تجھ پر چچا تیرا حسینؑ تو بھی ایک شہید منجند شہدا کے



ہے۔ (ذرا شیرینی موت کی جو قاسم نے کھنٹی ہے یاد رہے اور امام حسینؑ کا پیار سے فرمانا بھی آئندہ اس کو ہم نکھیں گے) مگر اے قاسم پہلے تم سے ایک امتحان عظیم لیا جائے گا، اس کے بعد شہید ہو گے (اللہ اکبر یہ ذکر داماد سے کس عنوان سے ہو رہا ہے اور سچ ہے تازہ عروں کو چھوڑنا اس عمر میں فی الواقع سخت امتحان ہے) اے قاسم اور میرا فرزند عبداللہ (علی اصغر ابھی انہیں شہدا میں ہے) حضرت قاسم کو بنظر غیرت کے تاب نہ رہی۔ حضرت قاسم کہنے لگے اے چچا کیا دشمنان دین عورتوں میں گھس جائیں گے یا مراد یہ ہے کیا یہ بیچاریاں بھی قتل کی جائیں گی، یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی قتل ہوگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا فدا ہو چچا تم پر اے قاسم علی اصغر اس وقت شہید ہو گئے جب میری روح مارے پیاس کے خشک ہو جائے گی اور میں اپنے خیموں کی طرف آؤں گا اور پانی اور دودھ طلب کروں گا۔ (بنظر اتمام حجت) اور ہرگز نہ پاؤں گا، (پانی اپنے واسطے اور دودھ شیر خوار کے واسطے اب معلوم ہو گیا کہ کسی عورت کے بھلے زمان موجودہ کے دودھ نہ ہوگا بلکہ جس طرح کہ روح پیاس سے خشک ہو گئی تھی اُن محنت رات کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا) اس وقت میں عورتوں سے کہوں گا اے مجھے دو میرے فرزند کو تاکہ میں علی اصغر کے منہ سے رطوبت چوس کر پیوں، میں کہتا ہوں اس وقت امام حسینؑ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ایک معجزہ اپنا ظاہر کریں اور علی اصغر کے منہ میں چشمہ آب خواہ چشمہ شیر جاری کر دیں جس طرح جناب رسول خداؐ آپ کو دودھ پلاتے تھے اور زیر زبان رسولؐ کے چشمہ شیر جاری ہوتا تھا۔ اور پھر اس میں شبہ نہیں ہے اس لئے کہ اسی عاشورہ کے دن حضرت نے اپنے اصحاب کے واسطے ایک نہر پانی کی جاری کر دی جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ پیید تھا اور حضرت قاسم کو اپنی انگلی کو منہ میں رکھنے سے اُس کے ایسا معلوم ہوا کہ چشمہ آب ہے اور حضرت قاسم میرا اب ہو گئے۔ چنانچہ مدینہ المعجز

میں یہ بھی روایت ہے۔ اب ہم بقیہ روایت جس میں حضرت قاسم سے امام حسین علی  
 اصغر کا حال بیان فرما رہے ہیں، اس کو لکھتے ہیں۔ اسے قاسم عورتیں علی اصغر کو لائیں گی  
 اور میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دیں گی، میں علی اصغر کو اٹھالوں گا کہ اپنے منہ کے پاس  
 اس کو لاؤں، اٹھانے کی حالت میں، ایک فاسق ملعون ان کو تیر مارے گا کہ یہ قربان ہو  
 جائیں گے اور اس وقت علی اصغر تکھیل رہے ہوں گے، علی اصغر کا خون میری کف دست  
 پر گرے گا اس کو میں بطرف آسمان کے پھینک دوں گا اور کہوں گا خداوند ایہ ظلم اور ستم تو  
 دیکھ رہا ہے اور میں صبر کرتا ہوں اور تیری راہ رضا میں سب گوارا ہے، تو ہی اس کا اجر  
 دے گا، اب نیزہ بان اس لشکر کے مجھ سے جلدی طلب جنگ کریں گے۔ یا مراد یہ ہے  
 کہ میرے قتل پر ان کو جلدی ہوگی اور آگ اس خندق میں بھڑک رہی ہوگی جو پشت پر  
 خیموں کی ہے، اب میں ان پر حملہ کروں گا یا ان کی طرف پلٹوں گا، ایسے وقت کہ جس  
 سے زیادہ تلخ اور ناگوار وقت دنیا میں ہو نہیں سکتا، مراد حضرت کی یہ ہے کہ لاش ہائے  
 اعزہ اور اصحاب سامنے پڑی ہیں، خود بھی زخموں سے چور ہیں علی اصغر بھی شہید ہو چکے  
 اور ذمہ بھی ہو چکے ناموس کی حفاظت کا خیال ایک طرف لڑنے جاتے ہیں تو خوف ہے  
 کہ اشقیاء گھر میں نہ گھس پڑیں اور جس قدر مصائب سوچے جائیں سب کا سامنا ہے اور  
 شان کزار غیر فرار بھی ایسے ہی وقت دکھلائی ضرور ہے۔ اس لیے کہ بہادری ایسے وقت  
 کی ہی تو ہے جس کی قسم تمام دنیا کھائے گی، حتیٰ کہ مخالف اور غیر مذہب والے، اب جو  
 کچھ خدا کو منظور ہے وہ ہو جائے گا، مراد یہ ہے کہ خنجر مجھ پر چل جائے گا۔ یہ کہہ کر خود  
 حضرت بھی رونے لگے اور ہم سب بھی روئے اور آواز روئے اور چلانے کی اولاد  
 رسول اللہ کی خیمہ سے بلند ہوئی، اوزر زہیر بن القین اور حبیب بن مظاہر مجھ سے زمین  
 العابدین کا حال پوچھیں گے اور کہیں گے اے ہمارے سرزاد یہ تو ارشاد کیجئے کہ پھر



ہمارے سید زین العابدینؑ اور اشارہ اُن کا یہ ہوگا کہ ان کا کیا حال ہوگا، بچیں گے یا یہ بھی تہ تیغ ہو جائیں گے میں جواب دوں گا اور روتے ہوئے آواز میری اُس وقت ہوگی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری نسل کو دنیا سے قطع کر دے اور کیونکر ان دشمنوں کو دسترس اُن پر ہو سکتی ہے کہ قتل کریں حالانکہ زین العابدینؑ آٹھ اماموں کے باپ ہیں۔  
(تائمن فی مقتل الحسین ص ۷۲ تا ۷۳)

سر دارِ کر بلا

﴿حجۃ الاسلام شیخ عباس اسماعیل یزدی﴾

شہزادہ علی اصغرؑ

ولاوت باسعادت:

آقا علی اکبر تبریزی، جو تہران کے رہنے والے قلمی اہم شخص ہیں، نقل کرتے ہیں کہ میں ایک سفر کے دوران مشہد مقدس میں مولانا علی رضاؑ کے محکمہ حرم کے پائین پا اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسی چیز عطا فرمائیے جو آج تک کسی کو عطا نہ ہوئی ہو اور جس سے میں لوگوں کو فیض پہنچا سکوں۔ میرے دوست ہنسنے لگے اور انھوں نے کہا: تو بزرگی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ میں نے کہا: اولاً تو میں کسی بڑی چیز کی خواہش نہیں کر رہا اور ثانیاً میں نے جو چیز چاہی ہے اس سے سب کا فائدہ مقصود ہے۔

میں نے توسل کا آغاز کیا۔ اس حالت میں ایک جلیل القدر اور بہت نورانی چہرے والے خوبصورت بزرگ تشریف لائے اور بڑے آرام سے میرے سامنے بیٹھ گئے۔ انھوں نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی اور فرمایا: علی اکبرؑ ماہِ رجب کی دس تاریخ کو جو کہ

شہزادہ علی اصغر کی ولادت کا دن ہے، جشن مناد۔ تاکہ سب کو اس کی خیر و خوبی سے فائدہ پہنچے اور اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا۔ میں نے اپنی غفلت پر غور کیا کہ وہ میرا نام کس طرح جانتے ہیں۔ اور انھیں میری درخواست کی خبر کس طرح ہوئی چند لمحوں کے بعد وہ تشریف لے گئے تو اس وقت میں نے سوچا یہ صاحب کون تھے انھیں میرے نام کا کیسے پتہ چلا اور کس نے میری حاجت کی خبر دی؟ میں نے اپنے دوستوں سے کہا آقا قانے میرا جواب دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں بے خود ہو گیا اور مجھ پر عجیب حالت طاری تھی۔

میں اس عطا نے خوش ہو گیا اور جب میں نے یہ واقعہ تہران کے علما آیت اللہ اثنا عشری اور آقائے سقا زادہ سے نقل کیا: تو آقائے سقا زادہ نے تحقیق کے بعد مدرک فراہم کیا (افسوس کہ آقائے سقا زادہ وفات پا گئے اور میں ان سے ماخذ حاصل نہ کر سکا) اگرچہ اس بارے میں کوئی تاریخی یا حدیثی مدرک معلوم نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ شہزادے کی عمر مبارک چھ ماہ لکھی گئی ہے اس سے مندرجہ بالا مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہی مناسب ہے کہ اہل بیت کے چاہنے والے اس روز حضرت کی یاد میں مجالس سرور منعقد کریں جب شہزادے کی ولادت کی رات آپ بھی تو اس نے اپنے گھر میں ایک جشن منعقد کیا۔ اسی رات میری بیوی نے جناب فاطمہ زہرا کو خواب میں دیکھا، گو یا خذومہ کو نین میری بیوی کا شکر یہ ادا کر رہی تھیں اور فرماتی تھیں۔

دلی شکستہ تر از من در آن زمان بود

در این زمان دل فرزند من شکستہ تر است

اس زمانے میں میرے دل سے زیادہ شکستہ تر کوئی دل نہیں تھا اور اس زمانے میں

میرے بیٹے (مہدی) کے دل سے کوئی دل شکستہ تر نہیں ہے۔



اور فرمایا اس جملے کو خز جاں بنالو۔

یہ قول مشہور ہے اور متعدد (مورخین) نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اصغرؑ شہا ہے تھے، جو کہ واقعہ کے موافق ہے ابی حنفی رقم طراز ہے۔

”وَلَهُ مِنَ الْعُمَرِ سِتَّةٌ أَشْهُرٌ

”اس بچے کی عمر چھ ماہ تھی“ (مسئل ابی حنفی/۱۲۹)

مرحوم پہر بھی تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کا سن ابھی چھ ماہ سے زیادہ نہ تھا۔

(ناخ التواریخ: ۲/۲۶۳)

بہر حال لازماً ابی شہزادے کی ولادت من ساٹھ (۶۰) ہجری میں ہوئی چونکہ من اسٹھ (۶۱) میں آپ کی شہادت ہوئی تھی اور آپ کی جائے ولادت مدینہ منورہ تھی۔

### اسم گرامی

ابن شہر آشوب (مناقب ۲/۱۰۹) اور دوسروں نے آپ کا اسم گرامی علی اصغرؑ تحریر کیا ہے۔ جب کہ آپ کا دوسرا نام عبد اللہ ہے جو کہ بعض دوسری کتب اور عبارات میں مذکور ہے۔ اور زیارت ناحیہ مقدسہ میں بھی موجود ہے۔

”اَسْلَامٌ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، الطِّفْلِ الرِّضِيِّ، الْمُرْتَبِي

التَّسْوِيعِ الْمُنَشَّطِ دَمًا، الْمُصْعَدِ دَمُهُ فِي السَّمَاءِ الْمَذْبُوحِ بِالسَّهْمِ فِي

حَجْرٍ اَبِيهِ لَعَنَ اللّٰهُ رَاِمِيَهُ حَرَمَلَةَ بَنِ كَاهِلِ الْاَسَدِيِّ وَذَوِيهِ“

”امام حسین کے بیٹے عبد اللہ پر سلام ہو، جس طفل شیر خوار کو تیر کا نشانہ بنایا گیا اور وہ

خون میں غلطان ہو گئے۔ باپ نے اس خون کو آسمان کی جانب اچھال دیا اور وہ باپ

کی آغوش میں تیر سے ذبح ہو گئے۔ خدایا! آپ کے قاتل اس تیر انداز حرمہ بن کاہل،

پر لعنت فرما۔ (بخاری الاوار: ۲۵/۶۶)

ظاہر ہے یہ عبداللہ ہی علی اصغر ہیں کہ جو اپنے باپ کی آغوش میں حرمہ کے تیرے  
شہید ہوئے چونکہ شہزادہ علی اصغر ہی وہ بچے تھے جو اپنے باپ کی گود میں پلج ہوئے اور  
جن کے خون کو باپ نے آسمان کی طرف اچھال دیا اور انہی کے قاتل کا نام حرمہ تھا۔  
والدہ علی اصغر

آپ کی والدہ گرامی امراؤ القیس کی بیٹی جناب رباب تھیں۔

نہا و مرزا ابوالفرج اصفہانی سے نقل کرتا ہے: خلافت عمر کے زمانے میں ایک شخص  
مسجد میں آیا۔ وہ لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پاؤں رکھتا ہوا عمر کے سامنے آکر کھڑا  
ہو گیا اور اسے بطور خلیفہ سلام کیا۔

عمر نے پوچھا تم کون ہو کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اور کس کام کے سلسلے میں آئے  
ہو؟ اس نے کہا میں ایک نصرانی ہوں اور میرا نام امراؤ القیس بن عدی کلبی ہے اور میں  
اس لیے آیا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں۔ عمر نے اس کو نہ پہچانا اور دوبارہ اس سے حال  
احوال پوچھا تو اس نے وہی جواب دیا۔

بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔ عمر نے ان کا بیڑہ طلب کیا اور اس پر پرچم باندھ دیا  
اور انھیں قبیلہ قضاعہ کے مسلمانوں کا امیر بنا دیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جس نے ابھی ایک رکعت  
نماز نہ پڑھی ہو اور اسے مسلمانوں کا امیر بنا دیا جائے ہوئے امراؤ القیس کے۔ جب  
وہ مسجد سے باہر نکلے تو امیر المؤمنین بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ام حسن اور  
حسین بھی امیر المؤمنین کے ہمراہ تھے۔

جب وہ امراؤ القیس تک پہنچے تو فرمایا: میں رسول خدا کا چچا زاد علی ابن ابی طالب  
ہوں۔ اور یہ دونوں بیٹے رسول معظم کی بیٹی سے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ سے



رشتہ داری کر لیں۔

امراؤ القیس نے کہا اے ابوالحسن! میری تین بیٹیاں ہیں میں محیۃ کی شادی آپ سے، سلمیٰ کی حسن سے اور رباب کی شادی حسین سے کرنے کے لیے تیار ہوں۔

ر باب حضرت سیدنا اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ بی بی۔  
(تقاضہ فار ۲/۶۵۳ شمس المہموم) ۱۵۶۷ لانی ۱۱۳/۱۱ اور ینائج المودۃ آخری حصہ ۳۶۸ پ ۲۰)  
ہشام کلبی کا کہنا ہے:

”وَكُلَّا نَبَّ الرُّبَابُ مِنْ خِيَارِ النَّسَاءِ وَاقْضَيْلَهُنَّ“.

”دریاب بہترین اور افضل ترین عورتوں میں سے تھیں“

اور باباؑ کے والد گرامی عرب کے ایک عظیم خاندان کے اشراف میں سے تھے۔  
کہ جن کی امامؑ کے نزدیک بھی قدر و منزلت تھی۔ (تقاریر خوار: ۲/۱۵۳)

امین تاثیر نقل کرتے ہیں۔ (شہادت حسینؑ کے بعد) رباب کو دیگر قیدیوں کے ہمراہ شام لے جایا گیا۔ جب وہ واپس مدینہ پہنچیں تو اشراف قریش میں سے کئی افراد نے ان سے شادی کے لیے خواستگاری کی لیکن انھوں نے قبول نہ کی اور فرمایا:

مَا كُنْتُ لَا تَخَذُ حَمَوًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ

”رسول خدا کے بعد میں کسی کو اپنا سر نہیں بنا سکتی“

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہیں (وہ ہر وقت نالہ و گریہ کرتی رہتی تھیں) اور مکان کی چھت کے نیچے نہ جاتی تھیں (بلکہ دھوپ میں بیٹھی رہتی تھیں) وہ بہت کمزور ہو گئیں اور رنج و غم کی حالت میں اسی دنیا سے رحلت فرمائی۔

نفس المہجوم / ۵۲۸ اور کامل ابن اثیر ۳/ ۵۸۸ کی روایت کے مطابق رہا اب ایک سال کا عرصہ قبر حسین پر رہیں اس کے بعد مدینہ آئیں اور غم و تاسف کی حالت میں وفات پائیں۔

سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ رہا باب امام حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔ وہ کبھی چھت کے تلے نہ گئیں اور زیر آفتاب دھوپ میں بیٹھی رہتی تھیں۔ پس اسی حالتِ غم میں رحلت فرمائیں۔ (فرسان السیاحہ/ ۲۷۰)

جب حضرت رہا باب اپنے رشتہ داروں سے ملنے جاتیں تو حضرت سیکینہؑ کو اپنے ہمراہ لے جاتیں۔ حضرت امام حسینؑ ان دونوں کی مفارقت سے اداس ہو جاتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِأَيْلٍ  
إِذَا زَارَتْ سَكِينَهُ وَالرُّبَابُ

”جب سیکینہؑ اور رہا باب کسی (عزیز) سے ملنے جاتی ہیں تو راتیں متصل یعنی طویل ہو جاتی ہیں۔ (منتخب التوحید/ ۲۳۳)

اس عظیم خاتون کے فضائل کا کچھ حصہ حضرت سیکینہؑ کے حالاتِ زندگی میں نقل کیا گیا جائے گا۔

### شہادت علی اصغرؑ

سید بن طاووس مرحوم لکھتے ہیں۔ جب امام مظلومؑ نے دیکھا کہ آپ کے تمام جوان اور دوست شہید ہو گئے ہیں تو بذات خود ارادہ کیا کہ دشمن سے جنگ کر کے خونِ دل نذرانہ پروردگار کریں۔ آپ نے صدادی:

هَلْ مِنْ ذَابٍ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللَّهَ قِتْنًا؟  
هَلْ مِنْ مُعِيْثٍ يَرْجُو اللَّهَ بِإِغَاثِنَا؟ هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو مَا عَجَبَهُ اللَّهُ فِي  
إِغَاثِنَا؟

”بے کوئی (شخص) جو حرمِ رسولؐ خدا کا دفاع کرے؟ ہے کوئی خدا پرست کہ



ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے؟ ہے کوئی داورس کہ خدا سے صلہ کی اُمید میں ہماری امداد کرے؟ ہے کوئی مددگار جو اس اُمید پر ہمارا ہاتھ دے کہ ہم خدا کے حضور اس کی مدد (شفاعت) کریں؟

زمانِ حرم نے جب حضرت کی صدائے استغاثہ سنی تو صدائے گریہ بلند کی امامِ خیاں کی طرف تشریف لائے اور اپنی بہنِ نہیب سے فرمایا:

”نَاوِلْنِي وَلَدِي الصَّغِيرَ حَتَّى أُؤَدِّعَهُ“

”میرا کم سن بچہ لائیے تاکہ اس سے وداع کر سکوں“

آپ نے بچے کو اٹھایا۔ جب چاہا کہ اس کا بوسہ لیں تو خرمہ بنِ کامل نے بچے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ حیر شہزادے کے گلوئے اقدس میں چوست ہو گیا اور شہزادے کو ذبح کر گیا۔

امامِ مظلوم نے حضرت نہیب سے فرمایا: بچے کو لے لیجئے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں (چٹو) کو بچے کی گردن سے ٹپکتے ہوئے خون کے نیچے کیا اور جب ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو یہ خون آسمان کی طرف اچھال دیا۔ پھر فرمایا:

”هَوِّنْ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِيْ اِنَّهُ يَبْعِيْنُ اللّٰهَ“

”جو بات مجھ پر واردہ معصیت کو آسان کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند متعال دیکھ رہا ہے۔“

امام محمد باقر فرماتے ہیں اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ گرا۔ (ہوف/۱۱۶)

سبط ابن جوزی ”تذکرۃ الخواص“ میں نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ فوجِ اشقیاء آپ کو قتل کرنے پر مصر ہے تو آپ نے قرآن ہاتھ میں لیا، اسے کھولی کر صبر پر رکھا اور لشکر کے درمیان میں فریاد بلند کی:

”بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ وَجَدِّي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ يَقُولُ بِكُمْ  
تَسْتَجِلُّونَ ذِمِّي“

”میرے اور تمہارے درمیان خدا کی یہ کتاب اور میرے جد رسول خدا (ﷺ) ہیں  
اے لوگو! تم میرا خون کس طرح حلال سمجھتے ہو؟“

کیا میں تمہارے پیغمبر کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا تم تک میرے نانا کا یہ فرمان نہیں پہنچا  
کہ آپ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا:

”هَذَانِ سَيِّدَا أَهْلِ الْجَنَّةِ“

”یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو جابر اور زید بن ارقم اور ابوسعید خدری سے پوچھ  
لو۔ جب آپ لشکرِ اشقیاء سے احتجاج فرما رہے تھے تو آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے  
ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ امام نے بچے کو ہاتھوں میں اٹھایا  
اور فرمایا:

يَا قَوْمُ اِنْ لَمْ حَمُونِي فَارْ حَمُوْ هَذَا الطِّفْلِ

”اے لوگو! اگر تم مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو (کم از کم) اس بچے پر رحم کھاؤ“

پس فوجِ اشقیاء سے ایک شخص نے بچے کی جانب تیر چلایا اور اسے ذبح کر کے رکھ دیا  
امام مظلوم نے گریہ کیا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِنُنْصِرُوْا فَنَقْتُلُوْا نَا فَنُوْدِي مِنَ الْهَلُوْا

”دَعَا يَا حَسْبَيْنِ فَاِنْ لَمْ مَرَضَعَا فِی الْجَنَّةِ“

”خدا یا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما کہ جنہوں نے ہمیں اس لیے

بلایا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اب اس کے بدلے ہمیں قتل کر رہے ہیں۔“



پس آسمان سے ایک آواز آئی: اے حسین بچے کو ہماری طرف بھیج دو کہ اس کے لیے بہشت میں ایک دایہ موجود ہے“ (مفسر المہموم / ۳۵۰، تذکرۃ الخواص / ۱۳۲)

امام مظلومؑ نے فرمایا: خدایا! میرا یہ بچہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں ہوگا۔ خدایا! تو اس وقت ہماری امداد کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا تو اس کے بدلے میں صلہ عطا فرما (کہ جس سے ہمارے ثواب اور درجات آخری میں اضافہ ہو۔)

(بحار الانوار - ۳۵۰ / ۴۷، جلاء السیوان / ۳۰۷)

بعض نے اس طرح نقل کیا ہے: امام بچے کو لشکر کے سامنے لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا:

أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَكَلَّمُ اعْطِشَاءً فَأَسْقُوهُ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ

”کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ بچہ پیاس کی شدت سے کس طرح جل رہا ہے، اسے پانی دے دو۔“

لشکرِ اشقیاء کے بعض افراد ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور کہنے لگے: اگر اس بچے کو ایک گھونٹ پانی دے دیا جائے تو کیا ہو جائے گا؟ لشکر کے درمیان ایک پھیل سی مچ گئی۔ عمر سعد نے جب یہ دیکھا کہ نزدیک ہے کہ لشکر بغاوت کر دے تو اس نے غرملہ کی طرف منہ کر کے کہا تو حسینؑ کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

وہ بولا: اے امیر باپ کا جواب دل یا بیٹے کا؟

اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ باپ کو نشانہ بناؤں یا بیٹے کو۔ عمر سعد نے کہا: مگر تجھے بچے کے گلے کی سفیدی نظر نہیں آرہی؟ غرملہ نے اپنے گھوڑے کو ایز لگائی اور ایک بلند مقام پر پہنچ کر گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے بچے کی طرف تیر چلایا جس سے بچے نے مرغِ بمل کی طرح تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

• (ابی جحف لکھتے ہیں، مقتل ابی جحف / ۱۳۰)

### لَذْبَحَ الْيَتَامَىٰ مِنَ الْأَذْنِ إِلَى الْأَذْنِ

(اس زہر آلودہ تیرے علی اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک کاٹ دیا اور امام مظلوم نے خون ملی اصغر ہاتھوں میں اکٹھا کر کے فضا میں اچھالی دیا اور فرمایا خدایا اس قوم پر گواہ رہنا گویا انھوں نے نذرمان رکھی ہے کہ خاندان پیغمبر کے ایک فرد کو بھی باقی نہ چھوڑا جائے۔

### ثُمَّ رَجَعَ بِالْطِفْلِ مَذْبُوحًا وَذَمَّهُ يَجْعَلُ عَلَى صَدْرِ الْحُسَيْنِ

”اس کے بعد آپ اس مقتول بچے کو لیے واپس چلے گئے اس حالت میں کہ بچے کے گلوے اللہس کا خون آپ کے سینہ مبارک پر بہہ رہا تھا۔ (ریاض القدس ۱۰۱/۲) سپہر مرحوم رقم طراز ہیں، علی اصغر جو کہ بچہ ماؤ کے تھے ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہ ہونے کے سبب بھوک اور پیاس کی حالت میں رو رہے تھے۔

امام نے فرمایا میرے بیٹے علی اصغر کو مجھے دیجئے تاکہ میں اس سے وداع کر سکوں۔ آپ نے بچے کو پکڑ کر بچے کو چوما اور فرمایا دوائے ہو اس قوم پر یہ دودھ روز ہے کہ جس روز تمہارے جد محمد اس قوم کے دشمن ہوئے۔

امام بچے کو لائے اور دشمنوں کی صف کے سامنے رکھ دیا۔

گویا کہہ رہے تھے۔ ہا ہا الہا! میرے خزانے میں اس گوہر کے علاوہ کچھ نہیں بچا، میں اسے بھی تیرے راستے میں قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پھر کوئیوں سے فرمایا۔

اے آل ابوسفیان کے شیعو! اگر تم مجھے مجرم خیال کرتے ہو تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس بچے کا کیا گناہ ہے اسے تو پانی دے دو! کہ پیاس کی شدت سے اس کی ماں کی چھاتی کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ کسی نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ آخر ملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر آپ کی طرف چلایا وہ تیر ہوا میں لہراتا ہوا علی اصغر کے گلوے نازک میں



ہیوست ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔

صاحبِ عوالم کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے بدن کو اس کے خون میں غلطان کیا۔ شرح میں مرقوم ہے کہ آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور اس پر نماز پڑھی اور اپنی تلوار سے زمین میں گڑھا کھود کر بچے کو دفن کر دیا۔

(ناخ التواریخ ۲/۳۶۳)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق جنابِ نہ نبؑ بچے کو خیمے سے باہر لائیں، اپنے بھائی کے نزدیک پہنچیں اور عرض کیا: اے بھائی اس بچے نے تین روز سے پانی نہیں پیا، اس کے لیے اس قوم سے پانی طلب کیجئے۔

آپ نے بچے کو لیا اور میدان میں پہنچے جب عمر سعدؓ لہین کے نزدیک آنے تو فرمایا: اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور اہل بیت کو قتل کر دیا اور میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ بیعت کو توڑ دیا، مجھ سے ہاتھ اٹھا لو تا کہ میں اپنے جد کے حرم مطاہر کی طرف چلا جاؤ یا (کم از کم) مجھے پانی ہی دے دو اب میرا سوائے عورتوں اور بچوں کے کوئی بھی نہیں بچے کہ جو نیزہ تلوار نہیں چلا سکتے۔

وَبَلَّكُمْ اُسْقُوْهُ هٰذَا الرَّضِيْعُ اَمَّا تَرَوْنَهُ كَيْفُ يَتَلَطَّى عَطْشًا مِنْ غَيْرِ زَنْبٍ اَنَّا اِلَيْكُمْ

”وائے ہو تم پر، اس بچے کو پانی دے دو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ پیاس سے تڑپ رہا ہے اور پیچ و تاب کھا رہا ہے“

یا مچھلی کی طرح منہ کھول اور بند کر رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا۔

امام مظلومؑ ان لوگوں سے یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ تاگاہِ حرمہ بن کابل ملعون نے چائے کمان میں تیر رکھا اور امام مظلومؑ کی طرف چلایا۔ یہ تیر اس بچے کے گلے مبارک

پر لگا اور اس کے گلے کو چھید کر رکھ دیا۔

(صحیح الاحزان/۲۴۳-۲۴۴ تاریخ الامام عباسی/۴۵۱ الدمشق السامیہ کی نقل کے ساتھ)

اور حمید بن مسلم سے منقول ہے کہ ابن زیاد کے لشکر میں تھا اور میری نظر اس بچے پر تھی جو سید الشہداء کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک نورانی مخدرہ خیمے سے باہر تشریف لائیں کہ جن کا نور آفتاب کو شرماتا تھا۔ ان کے پاؤں دامن میں الجھ رہے تھے، کبھی گرتی تھیں اور کبھی اٹھتی تھیں اور فریاد کناں تھیں۔

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْآيَةِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ مِثْلَ هَٰذَا فَلْيَعْلَمْ

”ہائے میرا بچہ، ہائے میرا مقتول ہائے میرے اے کاسکون“

جب وہ اس بچے کے نزدیک پہنچیں تو اپنے آپ کو اس کے اوپر گر ادیا۔ پھر کچھ لڑکیاں دوڑتی ہوئیں خیمے سے باہر آئیں اور اس شہید بچے پر آگریں۔ سید الشہداء جو کہ قوم اشقیاء سے گفتگو فرما رہے تھے، جب یہ حال دیکھا تو اس طرف آئے اور انھیں وعظ و نصیحت کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ خیمے میں چلا دیا۔

جو لوگ نزدیک کھڑے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا: یہ بی بی کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ اُمّ کلثوم ہیں اور وہ بچیاں فاطمہ، سکینہ اور رقیہ ہیں۔

(صحیح الاحزان/۲۴۴)

طبری مرحوم لکھتے ہیں: جب امام کے اصحاب اور اقرہاء شہید ہو گئے اور آپ کے بیٹے زین العابدین اور شیر خوار عبداللہ کے سوا کوئی باقی نہ بچا تو آپ خیمے کے سامنے آئے اور فرمایا:

يَا وَلَدِي ذَاكَ الْوَلَدُ حَتَّىٰ أُدْعَىٰ

”یہ بچہ مجھے دے دیجئے تاکہ میں اسے الوداع کر سکوں“ آپ نے بچے کو اٹھایا



اور اسے چومتے ہوئے فرمایا: اس قوم پر افسوس کہ محمدؐ ان سے بے زار ہوئے۔

ناگاہ ایک تیر اس شیرخوار کے گھوڑے اقدس پہ لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ پس امام مظلومؑ گھوڑے سے اتر آئے اور غلاف شمشیر سے زمین کو کھود کر بچے کا لاشہ خون آلودہ کر کے اس میں دفن کر دیا۔ (احتجاج ۳۲/۲)

نیز خوارزمی رقم طراز ہیں: حسینؑ گھوڑے سے اترے اور بچے کو دفن کرنے کے لیے زمین کو کھودا۔ بچے کے بدن پر خون ملا، اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ (مقتل خوارزمی ۳۲/۲)

مورخین عامہ میں سے اکثر نے شیعہ مورخین کی طرح نقل کیا ہے کہ سید الشہداءؑ نے اپنی تلوار سے زمین کو کھودا اور اس بچے کو دفن کر دیا۔ ہم یہاں بعض روایات نقل کرتے ہیں۔

شومتری مرحوم اس ضمن میں لکھتے ہیں: بعض روایات کے مطابق امام حسینؑ نے اس شیرخوار بچے کے لیے قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا۔ شاید اس راز کی چند وجوہات ہوں۔

- (۱) ممکن ہے کہ تنہائی کی وجہ سے اس بچے کو سپرد خاک کر دیا ہو۔
  - (۲) دوسرے شہدا کی طرح اس بچے کا سر بدن سے جدا نہ ہوا تھا۔
  - (۳) اسے اس لیے دفن کر دیا کہ (دوسرے شہداء کے ماثوں کی طرح) تین روز تک زمین پر برہنہ و عریاں نہ پڑا رہے۔
  - (۴) یہ کہ گھوڑوں کے سموں کے پیچھے پامال نہ ہو۔
  - (۵) یہ کہ امام اور (اہل حرم) سکت نہیں رکھتے تھے کہ اس بچے کے بدن کو دوسری بار اس حالت میں دیکھیں۔
- البتہ امامؑ کے لیے اپنے اصحاب کے بارے میں جو کچھ ممکن تھا آپؑ نے کیا۔ مثلاً

ان کے لاشوں کو جمع کیا اور بعض کو بعض کے پاس رکھا۔ اکثر کو خود اٹھا کے لائے اور اگر دوسرے اٹھا کر نہ لاسکے تو آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ (الخصائص الحمیدیہ / باب البیئات)

لیکن ان لوگوں نے امام کو اپنے مقصد تک نہ پہنچنے دیا۔

اور شاید آپ کی خواہش ہو کہ بچے کی نماز جنازہ پڑھنے سے خود کو سکون میسر آئے۔

علی اصغر مدینہ ان نہیں تھے، انھوں نے جنگی لباس نہیں پہن رکھا تھا، وہ شمشیر زن نہیں تھے۔ اور کسی بھی قوم میں بچے کو گناہ گار نہیں سمجھا جاتا اور کوئی بھی بچے کو قتل نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو سہ شعبہ تیر استعمال نہیں کرتا۔ لہذا امام سے منسوب اس شعر میں۔

لَیْسَ کُمْ فِی یَوْمٍ غَاشُورٍ جَمِیعًا تَنْظُرُونِی  
کَیْفَ اَسْتَسْقِی لَطْفِی فَاَبُو اَنْ یُرْحَمُوْنِی

امام نے صرف اسی مقتول کو یاد کیا۔

بہر حال آپ نے بچے کی نماز جنازہ پڑھ کر اور اسے دفن کر کے خود کو تسلی دینی۔

ابوخلیق کو مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے اس سے پوچھا: اے ملعون! میدان کر بلا میں ہمارے آقا حسین علیہ السلام پر کبھی تیرا دل کڑھا؟

اس نے کہا: ہاں اے امیر! ایک دفعہ میرا دل اس قدر کڑھا کہ میں نے خدا سے اپنی موت کی دعا مانگی تاکہ حضرت کی اس حالت زار کو نہ دیکھوں۔ مختار نے کہا: بیان کرو کہ وہ کون سی حالت تھی؟ اس نے جواب دیا: اے امیر جب سید الشہداء اپنے بچے کو اپنی عبا سے ڈھانپ کر میدان سے پلٹے تو آپ خیموں کی طرف بڑھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ایک جلیل القدر خاتون جس نے سر پر چادر اوڑھ رکھی تھی اور چہرے پر نقاب لے رکھی تھی، خیمے سے باہر کھڑی تھی۔ گویا اس بچے کی ماں ہو اور بچے کا انتظار کر رہی ہو۔



جب امام کی نظر نیچے کی منتظر ماں پر پڑی تو امام ٹھہر گئے دوبارہ خیمے کی طرف چلے، پھر شرمندگی محسوس ہوئی تو واپس آئے۔ یہاں تک کہ امام تین دفعہ خیمے کی طرف بڑھے اور واپس آئے اور علی اصغر کی ماں سے شرمندگی محسوس کی۔ جب میں نے حسین کی اس حالت کو دیکھا تو میرا جگر کباب ہو گیا۔

مختار نے کہا: اے ملعون آخر کار کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا: اے امیر بالا آخر امام گھوڑے سے اترے اور نیچے گوزمین پر رکھ دیا غلاف شمشیر سے قبر کے لیے گڑھا کھودا نیچے پر نماز پڑھی اور اسے سپرد خاک کر کے لوٹ گئے۔

مختار نے جب یہ سنا تو ایک آہ بھری اور اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو اپنا گریبان پھاڑ لیا اور سر و سینہ پر ماتم کرتے ہوئے فرمایا: امام حسین کی یہ آخری حالت سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ یا پھر گھوڑوں کے سسوں کے تلے پامال کیا جانا۔

ابوخلیق نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم، ان ظالموں نے اس نیچے کے بدن کو پھر بھی سلامت نہ چھوڑا۔ گیارہ محرم کو جب تمام شہیدوں کے سر فخر و مباہات کے اظہار کے لیے نیزوں پر بلند کئے گئے اور انعام کے حصول کے لیے ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو ابوایوب غنوی جو بیلداروں کا سرکردہ تھا، کو شہداء میں سے ایک کا سر نہ ملا۔ اس نے بیلداروں کو حکم دیا کہ زمین کر بلا کو کھودو اور اس نیچے کی لاش کو تلاش کرو۔ جب لاش برآمد ہوئی تو انھوں نے علی اصغر کے سر کو کاٹا اور نیزے پر سوار کر کے کوفہ لے آئے۔

ابوخلیق کا کہنا ہے۔ میں ابن زیاد کے دربار میں موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اور علی اصغر تھے، حسین کا چہرہ ہمیشہ علی اصغر کے چہرے کی طرف رہتا تھا (یہاں مناسب

محسوس ہوتا ہے کہ ایک داستان بھی نقل کی جائے)

بنی اسرائیل کا ایک جوان تھا جس کا وسیلہ روزگار ایک گائے اور ایک بچھڑا تھا ایک دن اس نے گوشت کے حصول کے لیے بچھڑے کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کے ماں کے سامنے اس کو ذبح کرنے لگا۔

گائے نے اپنے سر پریدہ بچے کو دیکھا تو اس قدر رنجی کہ درود پوار لرز گئے اور اس کو آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہونے لگی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو فوراً بنی اسرائیل کے اس جوان کے ہاتھ شل ہو گئے۔

وہ جوان حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ان سے شفاعت طلب کی۔ حضرت غنی میں آگئے اور اسے خود سے دور بھگاتے ہوئے فرمایا تو کس قدر بے رحم اور بے انصاف ہے کہ تو نے ماں کے سامنے بچے کا سر جدا کر دیا۔ (ریاض القدس ۳/۱۰۵۵)

ایک دفعہ امام جعفر صادق کا شاعر کیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کچھ اشعار اور مرثیہ پڑھا۔ آنحضرت نے شدید گریہ فرمایا۔ اہل حرم جو پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نے بھی نالہ و زاری بلند کی۔

ناگذا ایک کنیز پردے کے پیچھے سے برآمد ہوئی اور ایک بچے کو امام جعفر صادق کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت کا گریہ اور بھی شدید ہو گیا، اور آپ کی پس پردہ بچھی مندرات کی صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ (معالی السطین: ۱/۲۶۰)

منہال ابن عمرو کہتا ہے: میں کوفہ سے سفر حج پر روانہ ہوا اور اسی پردہ پسند میں علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا حرم کی کیا خبر ہے۔

میں نے عرض کیا: کوفہ میں ابھی زندہ ہے۔

آپ نے اپنے دست مبارک بلند کیے فرمایا:



اللَّهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اللَّهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اللَّهُمَّ اِذْ قَدْ حَرَّ النَّارِ  
 ”خدا یا! اسے لوہے کی گرمی کا مزہ چکھا، خدا یا! اسے لوہے کی گرمی کا مزہ چکھا، خدا یا!  
 اسے لوہے کی گرمی کا مزہ چکھا۔“

منہال کہتا ہے جب میں کوفہ پہنچا تو مختار خروج کر چکے تھے میں سفر کی تسکین کے  
 سبب کچھ روز گھر میں رہا اس کے بعد مختار سے ملاقات کے لیے گیا۔ میں ان کے گھر  
 سے باہر ان سے ملا تو انھوں نے کہا تم مجھے ملنے اور مبارک باد دینے کیوں نہیں آئے؟  
 میں نے کہا میں مکہ گیا ہوا تھا۔ ہم ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کنارہ کوفہ میں پہنچے!  
 وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، جیسے (مختار) کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں، اچانک ایک  
 گروہ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے امیر خوش خبری ہو کہ ہم نے خرمہ کو گرفتار کر لیا۔ وہ  
 تھوڑی ہی دیر میں اسے (دست بستہ حالت میں) لے آئے۔

جب مختار نے اسے دیکھا تو محمد خداوندی بجالائے کہ اس ذات نے انھیں ظفر یاب کیا  
 پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اور اس کے بعد اسے آگ میں پھینک دو۔  
 جب میں نے یہ دیکھا تو پکارا تھا: سبحان اللہ! مختار نے پوچھا تیرا تیج پڑھنے سے کیا  
 مطلب ہے؟ میں نے امام سجاد سے اپنی ملاقات اور ان کی نظریں کا واقعہ نقل کیا۔ مختار  
 نے کہا: تجھے خدا کی قسم! تو نے یہ اتفاق علی بن الحسین سے سنے؟ میں نے کہا: ہاں! مختار  
 (شکر گزاری کے لیے) گھوڑے سے اتر آئے، دو رکعت نماز پڑھی اور طویل سجدہ  
 شکر کیا۔ واپسی میں اکٹھے چلتے ہوئے جب میرے گھر کے نزدیک پہنچے تو میں نے مختار  
 کو دعوت دی کہ میرے گھر کھانا تناول کیجئے۔ مختار نے کہا: اے منہال تو نے مجھے خبر دی  
 اور حضرت علی بن الحسین کی دعا میرے ہاتھوں مستجاب ہوئی۔ روزہ رکھوں گا۔

(ہیروانوار: ۳۵/۳۳۲ باب احوال المتخرج: تہی الامال ۱/۲۵۱)

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے عقیلی بن بشر اسدی سے فرمایا: میں

اسد کے سر پر ہمارا خون ہے میں نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر آپ پر خدا کی رحمت ہو میرا کیا گناہ ہے اور وہ خون کس کا ہے؟

آپ نے فرمایا: امام حسینؑ کا ایک بچہ ان کے پاس لاکر ان کی گود میں ڈالا گیا، تو تم بنی اسد میں سے ایک شخص نے اسے تیر کا نشانہ بنایا اور ذبح کر دیا۔ امام حسینؑ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس کے خون سے لبریز کیا اور زمین پر پھینک دیا۔

(شیعہ روایت کے مطابق ہوا میں اچھال دیا) پھر فرمایا:

رَبِّ اِنَّ تَكَ حَسَبْتَ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَمَا جَعَلَ ذَٰلِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ وَّاَنْتَقِمَ لَنَا مِنْ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمِيْنَ

”پروردگار! اگر تو اس وقت ہماری امداد میں مصلحت نہیں سمجھتا تو ہمیں اس کا یہ بھتر صلب عنایت فرما اور ان ستمگاروں سے ہمارا انتقام لے۔“

(نفس المہوم / ۳۳۹: ۵، تاریخ طبری / ۵ / ۴۳۸)

(سردار کر بلا صوفی / ۵۳۶: ۵۲۱)

## سوگنامہ آل محمدؐ

﴿علامہ محمد محمدی اشتہار دی﴾

### حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

امام کے ننھے شہید علی اصغرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ شہید ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر چھ ماہ تھی۔ آپ کی والدہ ربابہؑ تھیں جو امراؤ القیس کی بیٹی تھیں، حضرت سکینہؑ آپ کی پدری و مادری بہن تھیں۔ اس بچے کے بارے میں علامہ مجلسی جلال العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض علمائے مقاتل نے اس کا نام علیؑ اصغر لکھا ہے۔



کتاب منتخب التواریخ میں منقول ہے کہ زیارات عاشورہ میں ذکر ہوتا ہے:

وَعَلَىٰ وَلَدِكَ عَلِيٍّ الْأَصْغَرَ الَّذِي فُجِعَتْ بِهِ

”آپ کے فرزند علی اصغر پر سلام ہو کہ جس کی شہادت کی وجہ سے آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔“

ہم ذیل میں امام کے اس ننھے مجاہد شہید کی شہادت اختصار کے ساتھ سپردِ قلم اس کرتے ہیں۔

غریب کر بلا اپنی چھوٹی بہن سیدہ اُمّ کلثوم کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: اے میری بہن! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اس معصوم شیرخوار فرزند کی حفاظت کرنا، کیونکہ یہ چھ ماہ کا ہے، اس لیے یہ دیکھ بھال کا محتاج ہے۔ اُمّ کلثوم نے عرض کیا کہ بھائی! اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا، اس قوم جفا کار ہے اس کے لیے پانی طلب کیجئے۔

امام نے علی اصغر کو اپنی آغوش میں لیا اور سپاہ یزید کی طرف گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے میرے بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجیوں اور اصحاب کو شہید کیا، ان میں سے فقط یہی بچہ باقی رہ گیا ہے، اور پیاس کی شدت سے پرندے کی طرح منہ کھولتا ہے اور بند کرتا ہے، اس بچے کا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں اس کے لیے دو گھونٹ پانی کا سوال ہے۔

يَا قَوْمُ إِن لَّمْ تَرَوْا حَمُولِي فَأَرْحَمُوا هَذَا الْوَلَدَ أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَطَّى عَصَا

”اے قوم! اگر تم میرے اوپر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو، کیا تم اس بچے کو نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح شدتِ پیاس اور حرارت سے منہ کو کھولتا ہے اور بند کرتا ہے؟“

ابھی امام معصوم کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ عمر سعد کے اشارے پر حرمہ بن کاہل  
اسدی نے اصغر کے تازک گلے کو تین شعبے تیر کاہدف قرار دیا۔ تیر مظلوم کے گلے پر  
پیوست ہوا۔

فَلْيَبِخِ الْيَتَامَىٰ مِنَ الْوَرَىٰ يَدِ الْوَرَىٰ، أَوْ مِنَ الْأَذْنِ إِلَى الْأَذْنِ  
”تیر بچے کی دائیں رگوں سے لے کر بائیں رگوں تک اور ایک کان سے لے کر  
دوسرے کان تک چھیدا گیا۔“

شاعر نے امام کے ننھے مجاہد کی شہادت پر اس طرح خون کے آنسو بہائے ہیں:-

گفت آیا قوم روح بیکرم این است  
آنہم اصغر بدند اکبرم این است  
حجت کبریٰ روز محشرم این است  
ثانی حیدر علی اصغرم این است  
ایک بدین گودکی گناہ ندارد  
یا کہ سر رزم این سپاہ ندارد  
جانی دھید آنکہ را پناہ ندارد  
بسکہ دل افسردہ است آہ ندارد  
نامہ از آن قوم از معادت محروم  
حرمہ اش ترکیں قلند بہ حلقوم  
حلق وراخت و جست از شہ مظلوم  
از شہ مظلوم آن شعبہ مسموم  
رد شدہ سرزد بہ احمد مرسل



ترجمہ اشعار:-

میں نے کہا کہ اے قوم یہ میرے جسم کی جان ہے۔ وہ سب اصغر تھے یہ میرا اکبر  
ہے قیامت کے دن یہ میری سب سے بڑی جنت ہے میرا یہ علی اصغر حیدر ثانی ہے۔  
اس کا بچپن میں کوئی تصور نہیں، میدان جنگ میں اس کی کوئی سپاہ بھی نہیں، اس کو پناہ دو  
جس کی کوئی پناہ نہیں، دل اتنا غم زدہ ہے کہ لبوں تک آہ بھی نہیں آرہی۔ سعادت سے  
محروم اس قوم میں خرمہ نے یہ سن کر ایک تیر اس کے حلق کی طرف پھینکا جو اس کے گلے  
پر لگ کر امام مظلوم کو لگا اور مظلوم سے اچھل کر وہ ذہرا آلودہ شعیبہ تیر بلند ہوا، اور احمد  
مرسل کے دل پر جا لگا۔

قَاتِي بِهِ نَحْوَ اللِّسَامِ مُنَادِيًا  
يَا قَوْمُ هَلْ قَلْبٌ لِهَذَا يَخْشَعُ  
فَرَمَاهُ حَرَمَلَةً بِسَهْمٍ فِي الْحَشَاءِ  
بِيَدِ الْخُتُوفِ وَالْقُفَى مَنْ لَا يَجْزَعُ

”یعنی وہ اس بچے کو پست قوم کی طرف لے کر آئے در حالانکہ وہ خدا دے رہے  
تھے، اے قوم! کس کے اندر دل دھڑکتا ہے اور کون ہے جو خوف خدا سے ڈرے اور اس  
بچے کی طرف توجہ کرے؟ چہ جائیکہ وہ پانی دیتے، خرمہ نے کمان میں تیر جوڑا اور اس  
بچے کا نشانہ بنایا، جو کہ شدت پر اس اور ضعف سے جان بلب تھا۔“

دید چون روی منیرش شدہ از خون گلگون  
روز آمد ز نظرش چون شب یلدا آمد

(امام نے) جب اس کا روشن چہرہ دیکھا کہ خون سے سرخ ہو گیا ہے تو دن ان کی  
نظر میں شب تاریک ہو گیا۔

## زبانِ حال سے رباب کا مرثیہ اصغرؑ

علی اصغرؑ، ای مہ انورم  
 شدہ ای جدا زچہ از برم  
 من بینوا بہ تو مادرم  
 ولدی علیؑ، ولدی علی  
 بخدای روی نکوی تو  
 دل مردہ زندہ زیوی تو  
 چکنم دوست غدوی تو  
 ولدی علیؑ، ولدی علی  
 تو ضیاء لیلہ تار من  
 زعمت برفتہ قرار من  
 شدہ باغ ہجر، دچار من  
 ولدی علیؑ، ولدی علی  
 ہکشی زگس و ناز کن  
 لب غنچہ سای، تو یاز کن  
 زجفای حرمہ راز کن  
 ولدی علیؑ، ولدی علی

مرثیہ کا ترجمہ:-

”اے علی اصغرؑ! اے میرے روشن چاند، تم میرے پہلو سے کیوں جدا



ہو گئے ہو؟ میں بے نوا تمہاری ماں ہوں اے میرے بیٹے علی! اے میرے بیٹے علی، میں تیرے حسین چہرے پر قربان، میرا دل مردہ تیری خوشبو سے زندہ تھا۔ تیرے دشمن کے ہاتھ کا میں کیا کروں؟ اے میرے علی اصغر! اے میرے علی اصغر! تو میری تاریک رات کی روشنی تھا۔ تیرے غم کی وجہ سے میرا سکون ختم ہو گیا میں داغ جدائی سے دوچار ہو گئی اے میرے بیٹے علی اصغر! اے میرے بیٹے علی اصغر! اپنی آنکھیں کھول ناز کر اپنے غنچے جیسے لب کھول خرمہ کی جفا کا بھید کھول۔ اے میرے بیٹے علی اصغر! میرے بیٹے علی اصغر!

### علی اصغر کی دل سوز شہادت

علی اصغر کی شہادت امام مظلوم پر اس قدر سخت اور دل سوز تھی کہ آپ نے سخت گریہ کیا اور آپ نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ اے خدا! میرے اور اس قوم جفا کار کے درمیان فیصلہ کر کہ انھوں نے پہلے مجھے دعوت دی کہ ہماری رہبری درہنمائی کرو لیکن اب میرے قتل کا اقدام کر رہے ہیں، اس وقت آسمان کی طرف سے ایک ندا آئی۔

يَا حُسَيْنُ دَعْدِي فَإِنَّ لَكَ مَوْضِعًا فِي الْجَنَّةِ

”اے حسین! اصغر کی فکر نہ کرو، جنت میں اس کو دودھ پلانے کے لیے ایک دایہ

تیار ہے۔“ (تذکرۃ الخواص سبط بن جوزی صفحہ ۱۴۳)

یہ آواز حسین کو حوصلہ دینے کے لیے تھی تاکہ آپ اس مصیبت و سوز کو استقامت سے برداشت کر سکیں۔

علی اصغر کی شہادت اہل بیت اطہار کے لیے بہت سخت مصیبت تھی، کیونکہ ظالموں، سفاکوں اور درندہ صفت انسانوں نے حسین کے ننھے چہرہ کو بھی خون میں شہلا دیا۔ جب

امام مظلوم شہید ہو چکے تو گیارہ محرم کو حضرت سیکینہ شہدائے کربلا کی لاشوں پر آئیں اور آپ نے سخت گریہ کیا یہاں تک کہ اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئیں، امام مظلوم نے بے ہوشی کے عالم میں حضرت سیکینہ کے لیے چند اشعار پڑھے، اور تاکید کی کہ سیکینہ! ان اشعار کو میرے محبوب، شیعوں، عزاداروں اور ماتم داروں کے لیے پڑھنا۔

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمٍ عَاشُورَہ جَمِيعًا تَنْظُرُونِي  
كَيْفَ اسْتَسْقَى لَطْفِي قَابِوًا اَنْ يُّرْحَمُوْنِي  
وَسَقُوهُ سَهْمٍ بَغْيٍ عَوَضَ الْمَاءِ الْمَعِينِ  
يَا لِرُؤْيٍ وَمُصَابٍ هَذَا اَرَّكَانَ الْعَجْوَنِ

”اے میرے شیعو! کاش تم عاشورہ کے دن کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی طلب کر رہا تھا۔ مگر اس قوم جفاکار نے مجھ پر ذرا رحم نہ کیا، بلکہ انھوں نے پانی کے بجائے میرے بچے کو ظلم کے تیر سے سیراب کر دیا۔ یہ حادثہ اس قدر دردناک اور جان لیوا تھا کہ اس سے ملکہ کے پہاڑ بھی لرزہ بر اندام ہو گئے۔“

سیکینہ کی علی اصغر کے لاشے سے ملاقات

اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ علی اصغر باپ کی آغوش میں تڑپ رہے تھے۔ حسین بن تمیم نے امام حسین یا علی اصغر کی طرف ایک تیر پھینکا، وہ تیر امام مظلوم کے لبوں پر لگا اور آپ کے لبوں سے خون جاری ہو گیا۔ امام نے گریہ کیا اور بارگاہِ الہی میں عرض کیا خدایا! یزیدیوں نے میرے اہل بیت، بچوں، جوانوں، رفقاء اور اصحاب کو جس ظلم سے شہید کیا ہے میں اس کی تیرے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

ابو جعفر نے روایت نقل کی ہے کہ امام مظلوم علی اصغر کو خیام کی طرف لے جا رہے تھے جبکہ اس وقت اس کے گلے سے خون بہہ رہا تھا، سیکینہ نے آگے بڑھ کر امام کا



استقبال کیا اور عرض کیا۔

يَا أَبَتُ لَعَلَّكَ سَعَيْتَ أَخِي الْمَاءَ

”بابا جان! کیا آپ میرے بھائی کو پانی سے سیراب کر لائے۔“

امام کی بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے فرمایا:

بَنِيَّ هَالِكٍ أَخَاكَ مَذْبُوحًا بِسَهْمِ الْأَعْدَاءِ

”سیکھنے بیٹی! دوڑ کر آؤ، اپنے بھائی کو لے لو دشمن کے حیر سے اس کا سر جدا ہو چکا ہے۔“

خدا ہی جانتا ہے کہ اس محشر خاموش میں سیکھنے پر کیا گزری؟

فضیلت وہی جس کی دشمن گواہی دے

عمر سعد کے لشکر کا ایک سپاہی جو کر بلا کے شہیدوں کے قتل کرنے میں برابر کا شریک تھا اس سے ایک شخص نے اس سے کہا: ہلاکت ہو تم پر اتم کس طرح فرزندِ رسولؐ کو کر بلا کے دشت میں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے؟

اس نے جواب میں کہا: تیرے دانتوں کے نیچے پتھر خاموش ہو جا اگر تو بھی کر بلا میں ہوتا تو وہی کام کرتا ہے جو ہم نے کیا ہے، امام حسین علیہ السلام کے انصار اور مددگاروں نے ہمارے اوپر حملہ کیا، ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے دستے تھے۔ اور وہ درندہ اذیتوں کی طرح ہمارے سواروں کو دائیں اور بائیں جانب سے رگڑتے تھے اور اپنے آپ کو موت پر گراتے تھے گویا وہ موت پر جاگریں یا موت ان کی قسمت میں لکھی ہو۔ اور اگر ہم ان پر ہاتھ نہ اٹھاتے تو ہمارا ایک فوجی بھی باقی نہ بچتا۔

فَمَا كُنَّا قَا عِلَيْنَ لَا أُمَّ لَكَ

”تیری ماں مرے! اگر ہم ان کا راستہ نہ روکتے تو پھر کیا ہم سارے ہلاک ہو

جاتے؟“ (سورۃ آل محمد صفحہ ۴۳۳ تا ۴۵۰)

## نہر المصائب

علامہ مرزا قاسم علی کر بلائی

منتخب اور مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب روز عاشورہ درمیان امام حسینؑ اور عمر سعد کے لڑائی قرار پائی اور سب اصحاب و اقربا حضرت کے درجہ شہادت پر قائم ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورت اور چند اطفال خردسال کے باقی نہ رہا، اس وقت جناب نے بیگناہ حسرت و یاس طرف لاشہائے انصار اور اقربا کے کہ بہترین رگوار تھے، ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ شہدائے راہ خدا مانند جناب عباسؑ اور عونؑ و محمدؑ اور قاسمؑ و علیؑ اکبرؑ اور سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثل گوسفندان قربانی بجاک و خون آلودہ رگزار گرم پر پڑے ہیں اور مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

اس وقت مظلوم امام کر بلا ان کی جدائی پر بدست روئے اور فریاد کرتے ہوئے کہ افسوس کیا غربت و تنہائی اور کی انصار کی ہے بعد اس کے متوجہ طرف خیام کے ہوئے، تاکہ اہل بیت سے رخصت ہوں۔ پس دروازہ خیمہ پر کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے بہن میری زینب و ام کلثوم، اے سیکڑہ اور اے رباب تم سب کو سلام آخر میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ نگہبان تمہارا ہے۔ آہ! یہ سنتے ہی سب محذرات عصمت بیتا نہ و پریشان سر پر ہند روتی ہوئیں و خیمہ پر آئیں، دیکھا کہ حضرت کھڑے رو رہے ہیں، آہ اس وقت کوئی معظمہ دامن حضرت سے اور سموں سے ذوالجناح کے پست گئی اور کوئی روتے روتے زمین پر گر پڑی، پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے اپنی بہن جناب زینبؑ کی طرف اور فرمایا کہ اے بہن اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور طرف لشکر اعدا کے جاتا ہوں اور حال اس طفل شیر خوار کا بسبب پیاس کے متغیر دیکھتا ہوں، پس مجھے ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی تدبیر پانی کی کروں۔ یہ سن کر



جناب زینب بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر کیونکر حال اس بچے کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے اور نایابی آب سے دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا ہے۔ یہ سن کر امام حسینؑ شدت روئے اور اس شیر خوار کوزہ نب خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے قریبوں ذوالجناح پر بٹھالیا اور بسبب کمال محبت کے بہ حسرت و یاس صورت اس کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اس شیر خوار کی روتے تھے اور اسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس حضرت سامنے لشکر اعدا کے کھڑے ہوئے اور اس بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل اقدس نمایاں تھی اور اس وقت ہا دار بلند واسطے اتمام حجت کے فرمایا: ”اے اہل کوفہ و شام آیا رسول خدا نے اپنی امت سے یہی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بہ دعا و عناد پیش آنا اور ان کو ظلم و ستم قتل کرنا، مقام حیرت ہے کہ راکب و مرکب تمہارے نہر جاری سے سیراب ہوں اور پانی پینا جانوران درندہ تک کا تمہیں گوارا ہو اور اولاد رسول خدا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور ان پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ نایابی آب سے بجائے وضو کے تیمم کریں۔ ہائے کیا قیامت ہے کہ کفر ترک و دیلم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ جس قدر چاہیں نہر فرات سے سیراب ہوں، مگر کیا غضب ہے کہ اطفال محمدؐ سال تک اہل بیت رسول خدا کے شدت تشنگی سے جان بلب ہوں، آہ تین شبانہ روز قیام گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم آل رسول پر پانی حرام کر دیا ہے۔“

آہ! مؤمنین جان ہماری قربان ہو ان لب ہائے خشک پر کہ جن سے فرماتے تھے کہ اے قوم نا انصاف وائے ہو تم پر کہ تم نے بھائی اور فرزند اور اعوان و انصار و شیعہ میرے آج سب قتل کیے اور اب کوئی باقی نہیں ہے سوا اس شیر خوار کے کہ یہ بھی تین شبانہ روز سے پیاسا ہے۔ پس اسے ایک جرعة پانی کا پلا دو کہ یہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

آہ! حضرت ابھی اتمامِ حجت فرما رہے تھے کہ ایک بے رحم نے کہ نام اُس کا حرمہ تھا، ایک تیر مسوم طرف حضرت کے مارا کہ وہ تیر ستم خلقِ نازنین علی اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور بروایت وہ تیر جھاپہ لوائے شیرِ خوار پر اس زور سے آ کر لگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امام حسینؑ کے بڑے لگا اس وقت حضرت نے باوازِ بلند فرمایا کہ ہائے اے نورِ نظر، ہائے اے پارہٴ جگرِ افسوس ہے کہ تجھ سے تشنہ لب کو قتل کیا، پس اُس شیرِ خوار نے بے لگاؤ یاں طرف اپنے باپ کے دیکھا اور متبسم ہو کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغر کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلو سے اوس شیرِ خوار کے چلو بھر کر طرفِ آسمان کے پھینکا اور جنابِ احدیت میں عرض کی کہ بارِ الہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدا کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ مظلوم پر کیے ہیں، یہاں تک کہ قتل کیا ان اشقیانے، اس طفلِ شیرِ خوار کو جو ہم صورتِ تھاتیرے رسولؐ کا پس اُس خونِ ناحق ریختہ سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرا۔ پس مظلوم کر بلا مقتل سے طرفِ خیمہ کے تشریف لائے اور لاشِ اُس شیرِ خوار کی اس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے رہا بے صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان و زمین ہے اور یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ بھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس مادرِ ستم رسیدہ اُس کی اُس بچے کو لے کر بو سے لینے لگی اور خونِ منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور زار زار روتی تھیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ آہیں جگرِ خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارہٴ جگر اے نورِ نظر ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیرِ خوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے تشنہ لب ہم شکلِ رسولؐ خدا کو تیر ستم سے نحر کیا آہ شاید اس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ



سے شیر خوار کو اعدائے نحر کیا اور وہ مظلومہ خون گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اے علی اصغر! مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکان تیر سے بڑھایا جائے گا۔ چنانچہ ابن نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حال مادر علی اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا تو اُس نور چشم کو آغوش سے اس معظّمہ کے لئے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اس بچہ کی لاشہائے شہدائے اہل بیت میں رکھ دی۔

اور احتجاج طبری میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتل شہدائے تشریف لائے اور ذوالجناح سے اتر کر نوک شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نور نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن کے قبر پر اس کی بہ شدت روتے تھے اور گویا فرماتے تھے۔

اے فرزندِ دیرمیرے قسم بخدا کہ بعد تم سب کی شہادت کے اب کوئی انیس ہمارا باقی نہیں ہے، سوائے رونے اور دندانِ حسرت چبائے کے، پس اے نور چشم اے علی اصغرؑ جب تک کہ ہم جیتے ہیں تیری مفارقت میں رویا کریں گے اور دستِ تانتھہ ملا کر میں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں گے، پس حضرت عسرت قبر علی اصغرؑ پر گریہ و بکا کیا کیئے اور بعد اس کے خود آئادہ شہادت ہوئے، اُس وقت خیمہ میں شور گریہ و بکا اور واسیہ کا باند ہوا۔ (نہر الصائب حصہ سوم ص ۲۳۸ تا ۲۴۲)

### بحور الغمہ (جلد اوّل)

﴿سلطان الواعظین علامہ محمد علی لکھنوی﴾

استغاثہ امام پر گھرنا اصغرؑ کا گہوارے سے اور شہادت اُس معصوم کی اور گریہ جنابِ ربّ (مجلس نمبر ۲۸)

امام حسینؑ سے زمین کر بلا کانپ کر بولی کیسے کیسے عزیز و انصار آپ کے خون میں

غلاں مجھ پر پڑے ہیں کہاں تک صبر کروں، جلد ارشاد کیجئے کہ ظالموں کو قرون کی طرح نکل جاؤں، آپ نے رو کر فرمایا اس سے کیا ہوگا، بھائی عباس زندہ ہو جائیں گے؟ علی اکبر جی نہ اٹھیں گے، قاسم پھر نہ ملیں گے، اے زمین میرے مدد کرنے والے تو مارے گئے، تجھ سے کیا امداد چاہوں، مگر اتنی وصیت ہے کہ جب چھ مہینے کی جان اصغر شیر خوار ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں سوئے تو قیامت تک میری امانت کو حفاظت سے رکھنا، بعد اس کے باوجود جانے کہا آہ آہ ایسی ہوئے گرم میں یکہ و تنہا سراپا محروح آپ کھڑے ہیں اور زخم بدن زیادہ شگافتہ ہوتے جاتے ہیں۔ اگر فرمائیں تو ابھی اس انبوہ کثیر کو قوم شہود و عادی طرح تباہ و برباد کر دوں، عجب کلمہ یاس آپ نے فرمایا اگر یہی منظور ہوتا تو اس وقت تک میں اکبر تراغ کیوں اٹھاتا، عزیز و انصار کیوں شہید ہوتے، کچھ اعانت کی حاجت نہیں، مگر اتنا یاد رکھنا اور کہنا کہ جب تو مدینہ رسولؐ میں جانا تو میری دختر علیہ کو پیغام دینا کہ اے عفراتیہ نہ سمجھنا کہ تمہاری یاد اور اپنا وعدہ بھول گیا، کیا کروں موت نے مہلت نہ دی، علی اکبر نے نیزہ ستم کھایا، زین العابدینؑ بستر بیماری پر غش میں پڑا ہے تمہارے بلانے کو کسے سمجھوں، میں بھی دنیا سے جاتا ہوں، صبر کرو اب ملاقات قیامت پر موقوف رہی، ناگاہ آواز گریہ اہل بیتؑ کی گوش مبارک میں جناب امام حسینؑ کے پچنی، گھبرا کر ذرخیمہ پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے پوچھا تم لوگ کیوں رو رہے ہو، جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت کہ علیؑ اصغر نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے ہمک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر آپ رو دیے اور فرمایا اے خواہر سو گوار میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں، حسب ارشاد جناب زینبؑ نے اس معصوم کو لا کر حضرت کی گود میں دیا، آپ نے دیکھا آنکھوں میں



اس کے حلقے پڑ گئے ہیں اور بسبب تشنگی کے لب ہائے نازنین نیلے ہو گئے ہیں، حضرت اس کے دہن خشک گئے ہوئے اپنے لگے اور اپنے آگے قریبوں زمین پر بٹھالیا اور بکمال حسرت و یاس صورت اس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔ پس وہ جناب میدان میں سامنے صفوف لشکر کے کھڑے ہوئے اور اس طفلِ صغیر کو ہاتھوں پر اٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل اقدس کی نمایاں ہوئی اور باواز بلند فرمایا: ”اے اہل کوفہ و شام آیا جناب رسول خدا نے تم سے یہی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بدعنوانی پیش آنا اور ان کو بے ظلم و ستم قتل کرنا۔“ اے قوم بدکردار کیا قیامت ہے کہ کفار ترک و دہلیم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ وہ جس قدر چاہیں آبِ فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفالِ خور و سال تک ہماری ایک جرعد پانی کا نہ پائیں، گو تشنگی سے جان بلب ہوں، اے بے رحواگر حسین تمہاری زعم ناقص میں گنہگار ہے اور سزاوار پانی دینے کا نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس بچے معصوم نے کیا قصور کیا ہے، اے ظالمو تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو اور اس طفلِ شیرخوار کو تھوڑا پانی دو کہ یہ فرزند میرا پیاس سے چل بلب ہے، بہر کیف اسی طرح کے کلمات حضرت نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر جوتا تو پانی ہو جاتا، مگر آہ آہ! جواب میں اس کے حرمہ بن کاہل اسدی لعین نے ایسا ایک حیرتِ خلقِ اصغر پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کے گود میں حضرت کے شہید ہو گیا، جناب امام حسینؑ نے جانبِ آسمان سر بلند کر کے عرض کی، اے مولا و آقا میرے یہ عزیز ترین جواہر خزانہ سے میرے تھا اور یہ دُور بے بہا آخر سلک شہدائے اس عیدِ لیل کے پاس امانت باقی تھا جو تیرے راہ پر نثار ہوا، بعد اس کے حضرت نے گلوے علی اصغر کے نیچے ہاتھ رکھا۔ اس وقت جناب علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے پدر بزرگوار کے جمال مبارک پر نظر کی اور راہی جنت ہو گئے، حضرات جناب علی اصغرؑ کے

تبسم کی وجہ سے کچھ گھٹنے، قاندہ ہے کہ تبسم وقت تعجب کے ہوتا ہے، پس علی اصغر کو یہ استعجب ہوا کہ یہ ملائین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا، بہر کیف جب چٹو حضرت کا خون اصغر سے بھر گیا اسے جانب آسمان پھینکا۔ کوئی قطرہ اس خون کا زمین پر نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو جانب آسمان لے گئے اور دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں آواز آئی اے حسین اگر اس لہو کو آسمان کی طرف پھینکو گے تو پھر بھی بارانِ رحمت نازل نہ ہوگا، اس وقت حضرت نے قصد کیا کہ زمین پر بہا دیں، ناگاہ زمین نے یہی فریاد کی، یا حضرت اگر ایک قطرہ اس خون کا مجھ پر گرے گا تو قیامت تک ہم پر ایک دانہ روئیدہ نہ ہوگا، کیوں حضرات مقام تصور ہے اس وقت مظلوم کر بلا کو کیا تردد ہوا ہوگا کہ اس خون کو اب وہ جناب کیا کریں، غرض مجبور ہو کر کچھ اس خون سے اپنے ریش مقدس پر ملا اور بقیہ خون کو علی اصغر کے تمام بدن پر مل دیا، بعد اس کے خیمہ حرم محترم میں تشریف لائے اور لاش علی اصغر کی جناب رباب مادر غم دیدہ کو دیکر فرمایا لو اے رباب علی اصغر ہمارا ایسے آب خوشگوار سے میرا ب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

جناب رباب لاش علی اصغر کو اپنے آغوش میں لے کر بہت روئیں اور کمال حسرت صورت اس ماہ طلعت کے دیکھتی تھیں اور خونِ حلق نازنین اس ماہِ جبین سے پونچھتی جاتیں تھیں اور منہ اپنا علی اصغر کے منہ پر رکھے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں، ہائے اے پارہ جگر، ہائے اے علی اصغر افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ کو تیر ستم سے شہید کیا اور خونِ گلے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر متی تھیں اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھیں اے علی اصغر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ دودھ تیرا پیکار تیر سے بڑھایا جائے گا، راوی کہتا ہے جب امام حسینؑ نے حال مادر علی اصغر کا نہایت متغیر پایا



جلد اُس نور چشم کو گود سے اس معظّمہ کے لئے لیا اور مقتل شہداء میں تشریف لائے اور نوک شمشیر سے گڑھا بصورت قبر کھود کر اس چاندی صورت کو خاک میں چھپا دیا اور دیر تک رویا کئے راوی کہتا ہے علی اصغر کے دفن سے مجھ کو کمال حیرت تھی کہ امام حسینؑ نے کسی کی لاش دفن نہ کی، کیا وجہ ہے کہ اس طفل کو حضرت نے دفن کیا، مگر بعد شہادت اُس جناب کے مجھ پر راز منکشف ہوا، یعنی عمر سعد سنگدل نے کچھ سواروں سے حکم کیا کہ گھوڑے لاش ہائے شہدائے دوڑائیں اس وقت میں سمجھا کہ حضرت نے اُسی خیال سے اس بچہ کی لاش کو دفن کر دیا تھا کہ اس پامالی میں لاش اس ننھے بچے کی ریزہ ریزہ ہو جاتی۔

### شہادت علی اصغرؑ (مجلس ۲۹)

کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت سے فائز ہو چکے اشقیانے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا، تلواریں کھینچ کھینچ کے، نیزے تان تان کے آگے بڑھے، اپنی بھی چمکی ہوئی کمر کو گھوڑے پر سیدھا کیا، ٹوٹے ہوئے بازوؤں سے ہاتھ قبضہ پر رکھا، چاہا مصروف جہاد ہوں، ناگاہ خیمہ عصمت سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں، مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے، دیکھا مادر علی اصغر چہ مہینے کی جان ہاتھوں پر رکھے ہوئے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سادہ بن پیاس کی شدت سے سوافر تیر کی طرح کھولے ہے، ضعف سے ہٹھا سامنکا ڈھلا جاتا ہے، کملائی ہوئی صورت پر مردنی چھائی ہے، گرد سب بیبیاں، لڑکیاں سروں کو سینوں کو پیٹ رہی ہیں، بے اختیار ہو کے آپ بھی روتے لگے اور جناب زینبؑ سے فرمایا کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں، ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے علی اصغر کو مجھے دو مقتل میں لے جاؤں،

ظالموں کو دکھاؤں، شاید اس کی صورت دیکھ کے کسی بے رحم کو رحم آجائے، غرض حضرت نے علی اصغر کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ زیادہ نہ ہو، دامن عبا کا اور سر پر سایہ کئے میدان میں تشریف لائے اور شکرِ مخالف کی طرف متوجہ ہو کے استغاثہ کیا، آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عترتِ رسول کو پناہ دے، آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبی کے نواسے کی فریاد کو پہنچے، کیا اس انبوہ میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں، کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس طفلِ جاں بلب کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے، چھ مہینے کا بچہ پیاس سے ہلاک ہوا جاتا ہے، ہر چند جناب سید الشہداء نے فریادیں کیں، مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا، ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیر زہر آلود آ کے لگا کہ حلقِ نازک سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ باپ کی گود میں ہلکی لے کے مرد ہو گیا۔ اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں جس کے آغوش میں یہ عادثہ گزرے وہ کیا کرے، کیونکر دل پر قابو رہے، حضرت بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگے، پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی خداوند اس قوم نے میرے اس ششما بے پیاسے کو ہلاک کیا جو صورت میں تیرے رسول کے مشابہ تھا، پھر علی اصغر کا لہو چلو میں لے لے کے آسمان کی طرف پھینکا، لکھا ہے کہ کوئی قطرہ اس خونِ ناحق کا زمین پہ نہ گرا، بعد اس کے گوارے سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اس ننھی سی لاش کو پوندہ خاک کر دیا دل کی بیتابی سے عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے، کبھی اٹھ بیٹھتے تھے، کبھی جان نثاروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

یعنی واللہ تم لوگوں کے بعد سوائے المومنین کرنے اور ناشکبِ حسرت بہانے کے دوسرا کوئی انیس اور رفیق باقی نہ رہا۔

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں



پیاس میں اس جو رستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔

### استغاثہ امام اور شہادت علی اصغرؑ اور روناؤ والفقرار کا اور اضطراب رباب (مجلس نمبر ۳۱)

راوی کہتا ہے روز عاشور جب آفتاب برج امامت یعنی جناب امام حسینؑ میدان کارزار میں بے سانس و یار ہو گئے، اس وقت اس مظلوم نے بنظر حسرت کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب نگاہ فرمائی، بجز لاشہائے شہداء کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیرانِ نیمستان شجاعت مثل گوشتِ قربانی زمین کر بلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں مآوازِ بلند رو کر فرمانے لگے ہائے بھائی میرے، ہائے قوت بازو میرے، عباسؑ اور ہائے قاسمؑ و علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا، جو اس عالمِ غربت و بیکسی میں میری مدد کرتا۔

”مقتل شہداء“ میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے درخیمہ پر تشریف لائے اور بآوازِ بلند فرمایا اے بہنِ زینبؑ، اے ام کلثومؑ، اے ربابؑ، اے سیکندہؑ سلام آخری حسینؑ کا تم اہل بیتؑ پر پہنچے اور تم لوگوں سے رخصت ہونا ہوں اور میری یہ وداع آخر ہے اور وعدہ گاہ میرا اور تمہارا روزِ قیامت ہے اور سلام ہو میرا ان عورتوں پر جن کے اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت سے فائز ہوئے، پس ہر ایک بی بی اور بچہ سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح وقتِ مرگ انتقال کے مرے والا اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے، اس وقت صدائے گریہ و بکا سے خیمہ میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آوازِ الوداع والفرار کی بلند تھی، خاصہً جنابِ زینبؑ وہ بین جگر خراش کرتی تھیں جس کے سننے سے دوست و دشمن کے دل پاش پاش ہوتے

تھے، الغرض اسی عالم گریہ میں جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی علی اصغرؑ نے آپ کی آواز استغاثہ سنتے ہی ہلک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر حضرت نے رو دیا اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ ایک نظر اُسے دیکھ لوں اور وداع کر لوں، جناب زینبؑ اُس معصوم کو اٹھا لائیں، حضرت نے دیکھا کہ آنکھوں میں اُس طفل کے حلقے پڑ گئے ہیں اور شدت تشنگی سے لب ہائے نازنین اُس کے کبود ہو گئے ہیں، حضرت نے علی اصغرؑ کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا اور دامنِ عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے، اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زربغل کی نمایاں ہوئی اور ہاوار بلند فرمایا اے قوم یہ طفل شیر خوار میرا ناقہ صالح سے کم نہیں اور شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے، مگر موشین اُن سنگدلوں نے کچھ جواب نہ دیا، جب حضرت نہ اُمید ہوئے اُس بلندی سے اترے اور مقابلِ صفوف لشکر کے تشریف لائے اور عبا مبارک کو رخِ علی اصغرؑ سے اٹھا لیا اور ایک ایک جفا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھائی اور پانی طلب فرمایا تاہینکہ حضرت اسی طرح سے اس شیر خوار کو دکھاتے ہوئے دوسری جانب اُس لشکر کے پہنچے مگر کسی بے رحم نے حالِ زار پر اُس شیر خوار کے رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجتِ خدا علی اصغرؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے فرزند تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دکھلاؤ تاہینش خدا کوئی حجت باقی نہ رہے، راوی کہتا ہے جس وقت اس صاحبزادہ نے اپنی سوکھی زبان لب ہائے خشک پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکرِ عمر سعد میں ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حالِ علی اصغرؑ پر رویا نہ ہو اور تمام فوج نے عمر سعد سے انحراف کا قصد کیا، پس اُس شقی نے خلاطم و اضطراب لشکر کا دیکھ کر حرمہ بن کامل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے، جلد اس طفل کا کام تمام کر، اُس ظالم نے ایک تیز ہرا لود کمان



میں جوڑ کر ایسا حلق اصغر پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا اپنے خون میں تڑپ تڑپ کے شہید ہو گیا، حضرات جناب صاحب الامر نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سید الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یعنی سلام ہو میرا اُس شہید راہِ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، عجب نہیں کہ یہ فقرہ جناب علی اصغر کی طرف اشارہ ہو، یعنی سلام ہو اُس طفلِ صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جاں بحق تسلیم ہوا، چنانچہ تفصیل اس کی بعضوں نے یہ لکھی ہے کہ ایسا صدمہ اس تیر کا بازوئے امام حسینؑ پر پہنچا کہ حضرت سے وہ ننھی سی لاش سنبھل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی اور علی اصغر نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان توڑ دی۔

پس بروایت مصائب الایراد و التوار الشہادت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغر کو سپردِ خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ استفسار فرمایا اُس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے مظفر منصور دولت خانہ کو تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روز عاشورہ میرے حسینؑ کی بھی نصرت نہیں کوٹا ہی نہ کرنا اور بلا کو اُس کے سر سے دفع کرنا، یا حضرت مجھ کو یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت میں گئے کہ علی اصغر کی قبر کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کے حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمتِ گنہگار رسولِ مختار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے

فرزند شیر خوار کو پیند خاک کر دیا، الحاصل جناب رباب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر ششماہہ بھی ہدف تیر ہوا اور جناب امام حسینؑ نے اُسی مقتل میں دفن کر دیا، حمید کہتا ہے اُس وقت وہ خاتون معظمہ خیمہ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے نکلیں کہ ایک گوشہ چادر کا سر مبارک پر تھا اور دوسرا زمین کو بوسا دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ نیز مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو بین جگر خراش اُس خاتون معظمہ نے کئے ہیں یاد اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، پس امام حسینؑ جناب رباب کو نا محرموں کی نظروں سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔ (بحر الغمہ جلد اول، مجلس نمبر ۲۸، ۲۹، ص ۱۵۵ تا ۱۵۷)

### خون علی اصغرؑ سے آسمان و زمین نے انکار کیا:

جب اُس بچے کے گلوئے نازک سے تیر ستم پار ہو گیا حضرت نے ہاتھ اپنا علی اصغر کے گلے کے نیچے رکھ دیا، جب خون سے چلو بھر گیا چاہا آسمان کی طرف پھینکیں، آواز آئی اگر ایک قطرہ اس خون کا بالائے ہوا آئے گا تو قیامت تک کبھی ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہ برے گا، آپ نے چاہا زمین پر گرا دیں پھر نہ پیدا ہوئی اگر یہ لہو زمین پر گرے گا تو پھر کبھی زمین سے ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہوگا، اب مومنین سے پوچھتا ہوں کہ اُس خون کو حضرت کیا کرتے، مجبور ہو کے آپ نے اپنے ہی روئے مبارک و محاسن شریف پر مل لیا اور فرمایا **كَذَٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِیْ سُوْرَتِیْ** میں اپنے نانا رسول خدا سے ملاقات کروں گا۔ (بحر الغمہ جلد ثالث ص ۲۸۴)



## مجالس علویہ

﴿مولوی میر سید علی شاگرہ سلطان العلماء﴾

### در حال شہادت حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السلام بعد شہادت حضرت علی اکبرؑ جب یکہ و تنہا رہ گئے اُس وقت فرماتے تھے۔ آیا ہے کوئی ایسا فریادرس کہ ہماری فریادری کرے اور اُمیدوار اُس کے عوض کا خدا سے ہو اور آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ ہماری اس نیکی میں اعانت کرے اور تو کون تھا مومنین جو جواب دینا نگر آواز حضرت کی خیمہ گاہ اہل حرم میں پہنچی اکبارگی تمام اہل حرم حضرت کی نیکی پر چیخیں مار کے روئے کہ حضرت بیتاب ہو کے خیمہ گاہ کی جانب دوڑے حضرات معمول ہوتا ہے کہ ایسے ہنگامے میں جب کوئی اپنے آقا اور سر پرست کو پاتا ہے تو جواہم امر ہوتا ہے پہلے اُس کو عرض کرتا ہے چنانچہ جناب زینب علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں کہ اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک بوند پانی کی نہیں پائی ہے اس کے لئے ان ظالموں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو شاید اس کی جان بچ جاوے حضرت نے اپنے فرزند کو اُس حال نیکی میں ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکر کفار کے روانہ ہوئے جب قریب اُن اشقیاء کے پہنچے اس نجات خدا نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس بچے کو دکھایا اور استغاثہ کیا کہ اے قوم اشقیاء میرے اصحاب با وفا کو تم نے قتل کیا میں نے صبر کیا بہت شیر مرد اہل بیت سے کہ ان میں سے اٹھارہ برس کا فرزند میرا ہم شکل پیغمبر مثل و نظیر روئے زمین پر جنکا نہ تھا قتل کئے میں نے صبر کیا اب یہ بچہ شیر خوار بے گناہ کہ پیاس سے جان بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح بچہ و تاب کھاتا ہے۔ وائے تم پر اس کو تو تھوڑا سا پانی دو

اور تفتی روز قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتدائے خلقت سے کسی پر نہ گزرا ہوگا ملا محمد تقی شہید رابع نے عجب مضمون اس مقام پر لکھا ہے کہ مومنین کو تاب نہ رہے گی لکھا ہے کہ اطفال شیرخوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب پیاسے ہوتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آ جاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی کہ جان شیعوں کی اس لب نازمین پر خدا ہو منہ کھولے تھا اور زبان ہوتوں پر پھیرتا تھا کہ اس وقت سید ابن طاووس علیہ الرحمہ ابوف میں کہتے ہیں کہ حرمہ کا بل لعین نے ایک تیر مارا کہ وہ حلق میں اس بچے کے پیوست ہوا کتاب حیر المذاب میں کہ موافقات الملیٰ سنت سے ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت رونے لگے اور عرض کرتے تھے کہ خداوند احکم گرد زمین ہمارے اور درمیان اس قوم کے کہ واسطے نصرت اور مدد کے ہم کو بلایا اور قتل کیا ہم کو مروی ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسین اس بچے کو اب رکھ دو اس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زہر حلق رکھا جب چلو خون سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا اور ایک قطرہ اُس خون کا زمین پر نہ پھرا بعد اس کے فرمایا کہ راہ خدا میں یہ بلائیں سب آسان ہیں خداوند ایدہ بچہ کتر بچہ ناقہ صالح سے تیرے نزدیک نہ گا۔ یعنی علی اصغر کی لاش سے متوجہ ہو کے فرمایا کہ اے فرزند خدا قتل کرے اُس قوم کو جس نے تجھے قتل کیا اور حرمت رسول خدا کو ضائع کیا خاک ہے میری زندگی پر تیرے بعد اے فرزند میرے بعد اس کے خیمہ کی جانب متوجہ ہوئے حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت ہاتھوں پر اُس بچے کو لئے تھے کہ یکا یک ایک بی بی کہ چہرہ اُس کا مثل آفتاب کے روشن تھا خیمہ سے نکل آئیں اور کبھی گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور فریاد کرتی آتی تھیں اور کئی لڑکیاں بھی اس کے ہمراہ روتی چلی آتی



تھیں اور آ کے اپنے تئیں اس بچے پر گرا دی تھیں حضرت کا خیال اس وقت اور طرف تھا کہ یکا یک وہ بی بی پہنچ گئیں حضرت نے جب یہ حال دیکھا بے چین ہو گئے اور نہایت نرمی اور دلجوئی سے اُس معظّمہ کو خیمے میں پہنچا دیا، میں نے کسی شخص سے سوال کیا جواب دیا اُس نے کہ یہ بہن امام حسینؑ کی اُمّ کلثومؑ تھیں اور یہ صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہؑ اور رقیہؑ تھیں پس حضرت گھوڑے پر سے اترے اور تلوار سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا اور اس میں اس خورشیدِ سپہرِ امامت کو چھپا دیا اور اس قدر روئے کہ زمین وہاں کی آنسوؤں سے تر ہو گئی ملا محمد تقیؑ نے اس مقام پر لکھا ہے کہ وجہ دفن خاص لاش علیؑ شایہ یہ ہو کہ مبادا یہ صبر و یکہ کے دریائے غضب الہی جوش میں آ جاویں یا یہ خیال فرمایا کہ بعد شہادت میری لاش پر اور لاشے شہدا پر گھوڑے دوڑائے جاویں گے پھر یہ لاش بچے کی اس قابل کہاں ہے اور بعد شہادت کے سر ہائے شہدائیزوں پر رکھ کے شام لے جاویں گے تو اگر اس بچے کا سر بھی نیزہ پر رکھ کے لے جاویں گے دربارِ یزید میں یہود و نصاریٰ بھی ہوں گے اور اس بچے کا سر دیکھ کے اسلام پر شتات کریں گے اور حرمت اسلام ضائع ہوگی۔ (مجلس طویہ ص ۳۸: ۳۹)

## زبدۃ المصاب

﴿مولوی محمد عسکری اعلیٰ اللہ مقامہ﴾

مجلس نمبر ۷: شہادت جناب علی اصغرؑ اور گریہ جناب فاطمہؑ زہراؑ

کتاب من لا یحضرہ میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے باسند منقول ہے کہ اطفال مسلمان کے صغیر اپنے ماں باپ کے ساتھ بہشت میں ہوں گے اور اطفال صغیر کافروں کے اپنے ماں باپ کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے اور دوسری روایت میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ روشن کی جائے گی نار اطفال مشرکین کے واسطے میدانِ قیامت میں پس

حکم خدا ہو گا۔ ان اطفال کو کہ پکڑ لو اس آگ کو اگر انہوں نے بجا آوری حکم خدا کی اور پکڑ لیا آگ کو تو وہ نارائن پر سرد ہو جائے گی اور وہ داخل بہشت ہوں گے اور خدمت گزار ہوں گے الہی جنت کے بسبب بجا آوری حکم خدا کے اور اگر انکار کیا آگ کے پکڑنے میں تو بحکم خدا داخل جہنم ہوں گے اور احادیث سے تفصیل اس طرح پر ثابت ہوتی ہے کہ جولا کا مومن کا شیر خوار مر جاتا ہے وہ داخل بہشت ہوتا ہے بہشت میں ایک درخت ہے کہ پھل مثل دودھ کی نبر کے اس میں سے جاری ہے وہ اس طفل شیر خوار کے پینے کو ملتا ہے اور حوران جنت اس کی خدمت گزاری کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ حد نشوونما کو پہنچتا ہے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو تعلیم فرماتے ہیں اور جولا کا نسل فاطمہ زہرا سے مرتا ہے مجر د اس کی روح مفارقت ہونے کے بدن سے ایک حور حوران جنت سے لاتی ہے خدمت میں جناب سیدہ کے حضرت اس کی مصروف پرورش و پرداخت میں ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ حد نشوونما کو پہنچتا ہے اس وقت سپرد حضرات ابراہیم علیہ السلام کے ہوتا ہے اس واسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں ان سب خدمتوں میں حضرت ابراہیم کا شریک ہونا پر ضرور ہے جب روز عاشورا سب اصحاب اور انصار اور اقربا حضرت کے بدرجہ شہادت فائز ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر تیر لگا اور اسی تیر سے بازوے امام حسینؑ بھی زخمی ہوا خون علی اصغرؑ سے قبائے مبارک حضرت امام حسینؑ بھر گئی اور حضرت کے خون سے گرنا علی اصغرؑ کا بھر گیا تھا حوریہ موافق اپنے قاعدہ مقررہ کے لاش علی اصغرؑ کو مع اس تیر زہرا لور کے اور مع پیرا بن کہ جو خون سے بھر گیا تھا اسی طرح خدمت میں جناب امیر علیہ السلام سے مجر د اس کے کہ وہ لائی جناب سیدہ کے پاس پس بوسے خون حسینؑ اس لاش سے پائی تو حضرت فاطمہ زہراؑ بے اختیار روئیں اور بے



ہوش ہو گئیں۔ پس جب کہ جناب سیدہ کوٹش سے افاقہ ہوا۔ دیکھا جناب سیدہ نے طرف جبریل امین کے کہ پر ان کے آلودہ ہیں خون میں اور جس طرح سے لوگ روئے ہیں دونوں ہاتھ سر پر مارتے ہیں اس طرح اپنے دونوں پروں کو سر پر مارتے ہیں اور چلاتے ہیں اے شہزادے میرے اے حسین افسوس ہے تیری تنہائی اور غربت پر حیف ہے تیری شہادت پر فرمایا جناب سیدہ نے قسم ہے تم کو حق خدا کی خبر دو تم میرے تئیں اپنے نوادہ شیبین سے اور پروں کے خون آلودہ ہونے سے عرض کی حضرت جبریل نے کہ یا فاطمہ آگاہ ہو کہ مارا گیا فرزند تمہارا زمین کر بلا پر افسوس ہے تنہائی حسین پر پس جس وقت جناب سیدہ نے یہ خبر زبانی حضرت جبریل سنی ایک چیخ ماری اور اپنے تئیں تخت سے کہ جس پر تشریف رکھتی تھیں نیچے گرا دیا اور بے ہوش ہو گئیں۔

مجلس نمبر ۸۰۰: احوال اہل بیت حضرت علی اور شہادت علی اصغر

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ ایک روز میں حاضر تھا خدمت بارفعت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور وہ جناب اس روز ایک سحر اے بے آب و گیاہ میں تشریف رکھتے تھے پس ناگاہ دیکھا میں نے ایک باز کو حضرت نے اس سے فرمایا کہ کب سے تو اس سحر میں رہتا ہے اور کہاں سے اس میدان بے آب و گیاہ میں کھاتا اور پیتا ہے۔ عرض کیا اس باز نے کہ یا حضرت چار سو برس ہوئے ہیں کہ میں اس سحر اے بے آب و گیاہ میں رہتا ہوں اور کھانا اور پینا میرا یہ ہے کہ جس وقت بھوکا ہوتا ہوں درود بھیجتا ہوں آپ پر پس برکت سے درود کی خوب میر ہو جاتا ہوں اور جس وقت پیاسا ہوتا ہوں پس لعنت کرتا ہوں آپ کے دشمنوں پر پس میراب ہو جاتا ہوں۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کرامت حضرت سے مشاہدہ کی تو عرض کیا میں نے یا حضرت یہ ایک شے عجیب ہے ۱۱ لیے کہ نہیں عطا کیا گیا فہم گویائی طیر کو مگر

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا تمہیں جائے تم کہ عطا کیا تھا حضرت سلیمان کو یہ مرتبہ بعد اس کے حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ اس سے عجب تر کوئی شے دیکھو کہا میں نے کہ ہاں یا امیر المومنین۔

پس بلند کیا آپ نے سراقہ کو طرف آسمان کے اور فرمایا کہ اے طاؤس یہاں حاضر ہو پس حاضر ہوا بعد اس کے ملاحظہ کیا آپ نے شاہین کو اور فرمایا اے شاہین حاضر ہو پس بجزدار شاد کے حاضر ہوا بعد اس کے نظر کی آپ نے طرف باز کے اور فرمایا کہ اے باز آؤ نے سے اور یہاں حاضر ہو پس وہ بھی بجزدار شاد کے حاضر خدمت ہوا بعد اس کے فرمایا غراب سے کہ اے غراب ہم سے غرابت نہ کر ادھر آپس وہ بھی اُترا۔ بعد اس کے فرمایا حضرت نے کہ اے سلمان ذبح کرو تم ان کو اور اڑادو پروں کو ان کے اور ٹکڑے ٹکڑے کرو ان کو اور ملا دو گوشت کو ان کے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ کیا میں نے اسی طرح جیسے کہ حکم فرمایا تھا حضرت نے مجھ کو لیکن متیر تھا میں اس امر میں بعد اس کے حضرت ملتفت ہوئے طرف میرے اور فرمایا کیا باعث حیرت کا ہے تم کو اے سلمان پس عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ طاؤس اڑتے تھے ہوا میں نہیں جانتا میں واسطے ان جانوروں کے کسی نہ کو پس کیا سبب ہے کہ آپ نے حکم کیا ان کے ذبح کا۔

فرمایا حضرت نے اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ میں ان کو ابھی زندہ کروں، کہا میں نے ہاں یا امیر المومنین۔ پس حضرت نے تیر نظر سے طرف ان کے ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ اے جانور و پرواز کرو ساتھ قدرت خدا کے پس بجزدار شاد حضرت کے وہ سب جانور اُڑ گئے۔ پس حضرت سلمان کہتے ہیں کہ تعجب کیا میں نے دیکھ کر اس امر عظیم کو اور عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ نہایت کار بزرگ تھا جو اس وقت آپ سے



مشاہدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان تعجب نہ کرو امور خود سے اس واسطے کہ وہ قادر ہے اور ہر چیز کے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور کرتا ہے اس چیز کو کہ جس کا ارادہ کرتا ہے۔

اے سلمان بچا تو اپنے تئیں اس بات سے کہ حلول کرے بیچ دہم تیرے کے کوئی شے میں ایک بندہ ہوں خدا کا اور خلیفہ ہوں اس کا روئے زمین پر حکم میرا خلاق پر بمنزلہ حکم خدا کے ہے اور ممانعت میری ممانعت خدا کی ہے اور قوت میری قوت خدا کی ہے اور قدرت میری قدرت خدا کی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اکثر مردے زندہ کر دیئے ہیں ان کے ورثہ سے باتیں کروادیں ہیں جو کچھ ان کے ورثا کو اپنے اسوات سے پوچھنا ہوا ہے وہ پوچھوا دیا ہے بلکہ بعض اسوات کو ان کے گھر بھیج دیا ہے اور انھوں نے مدتوں زندہ گی کی ہے چنانچہ سلمان سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت کے انصار میں سے کہ نہایت دوست رکھتی تھی جناب امیر علیہ السلام کو اور عاشق و شیدا تھی حضرت کے نام کی اور نام اس مومنہ کا اُمّ فروہ تھا اور حال ان کی محبت کا یہ تھا کہ جب حضرت کے نام کو سنتی تھیں بیتاب ہو جاتی تھیں اور دشمنوں کو حضرت کے یہ امر نہایت ناگوار معلوم ہوتا تھا یہاں تک تعصب بڑھا حاسدین کا کہ تاب ضبط باقی نہ رہی بوجہ خُب امیر المومنینؑ کے اس مومنہ کو قتل کر ڈالا اور اس زمانے میں حضرت تشریف رکھتے تھے جب حضرت تشریف لائے اور حال اُمّ فروہ کا سنا حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور اُس کی قبر پر تشریف لائے اور سر اقدس بلند فرمایا طرف آسمان کے اور عرض کیا درگاہ جناب اقدس الہی میں۔ اے پروردگار زندہ کرا اپنے حکم سے اُمّ فروہ کو اور گردان زندگی کو اس کی جائے عبرت واسطے ان لوگوں کے کہ جو تیرے گناہگار ہیں۔ کتنا گاہ صدماتے ہاتھ آئی کہ یا امیر المومنینؑ قبول ہو گیا جس امر کا آپ نے سوال کیا تھا تشریف لیے جاتے

اور اٹھ لیجئے اُمّ فروہ کو اس کی قبر سے پس حضرت نے ایک ٹھوکر ماری قبر کو اور فرمایا پس  
 مجھ کو اس ارشاد کے اٹھ جا صحیح و سالم اور حضرت کے روئے مبارک کو دیکھ کر رونے لگی اور  
 عرض کیا کہ یا حضرت یہ سب کے سب چاہتے ہیں کہ نور و آپ کے بچہ دیں مگر حق  
 تعالیٰ چاہتا ہے کہ نور آپ کا روز بروز چمکے اور نور آپ کا روز بروز ترقی کرے اگرچہ  
 منکرین نہ چاہیں پس حکم فرمایا حضرت نے اُمّ فروہ کو کہ جا اپنے گھر میں اور اپنے عیال  
 سے مل اور خوش کر ان سب کو لکھا ہے کہ اُمّ فروہ اپنے گھر میں گئی اور دو فرزند پیدا ہوئے  
 اور اتنی زندگی کی اُمّ فروہ نے کہ بعد حضرت علی علیہ السلام کے چھ برس اور زندہ رہی  
 اسے مولا میرے اور اے آقا میرے اب تاب آپ کے غلام کو نہیں ہے کیوں آپ  
 تشریف فرمانہ ہوئے بروز عاشور ازین کر بلا پر اس وقت کہ جس وقت حضرت رباب  
 مادر علی اصغر نے یہ سنا کہ فرزند میرا علی اصغر حضرت امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تیرا تم کھا کر  
 شہید ہو گیا اور حضرت نے اس کو زمین کر بلا میں دفن بھی کر دیا یا بیتاب نہ خیمہ سے نکل  
 آئیں اور طرف مقتل کے دوڑیں کس طرح مومنین ایک گوشہ چادر سر پر دوسرا سر ازین  
 پر لوٹنا بوجا تا تھا راوی کہتا ہے کہ حضرت رباب کو جہاں مقتل میں بلندی نظر آتی تھی قبر  
 علی اصغر سمجھ کر اپنے تئیں اس پر گرا دیتی تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ ستر مقام پر گریں یہاں  
 تک کہ قبر علی اصغر پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی تربت کس پیار سے اپنے سینے سے  
 لگا کر یہ کہتی تھیں کہ اے علی اصغر کیونکر میں تیری صورت ایک مرتبہ اور دیکھ لوں کہ میرا  
 بہت جی ترپتا ہے تیرے دیکھنے کو اے علی اصغر میں یہ نہ جانتی تھی کہ تم آخری میری گود  
 سے باہر جاتے ہو اور اب تمہارا مردہ بھی نہ دیکھوں گی اے علی اصغر کیا کروں اور کیونکر  
 تجھ کو قبر سے نکال کر پھر ایک بار دیکھ لوں حضرات یہ تو پوچھیں اس ذکر سے کہ حضرت  
 نے کیوں اس لاش صغیر کو بیوند خاک کر دیا صرف اس واسطے چھپا دیا اس لاش کو کہ



حضرت کو غیرت آئی انھیں حضرت رباب سے کہ ابھی تو اس کے فرزند کو لایا تھا اس وعدے سے کہ میرا بکر کے اور پانی پلا کے تیرے فرزند کو لاتا ہوں عرض میں میرا بکر نے کے کیونکر لاش اس کی لے جا کر اس کو دوں اب یہ پوچھیے کہ جہاں قتل میں سب لاشیں تھیں وہیں اصغر کو بھی کیوں نہ لٹا دیا کیونکر حضرت لٹاتے اس لیے کہ زمین کر بلا شدت سے گرم تھی چو پائے اپنے سُم اٹھا لیتے تھے دانہ گرنا تھا وہ بھٹن جاتا تھا کیونکر اس گرم زمین پر حضرت اپنے اس چھ مہینے کے نازنین کو سٹلا دیتے اور اپنے اس بھول کو کیونکر اُس آگ پر رکھ دیتے دوسری وجہ قن کی عجب طرح کی عرض کرتا ہوں کہ مومنین تاب سننے کی ندر ہے گی وہ یہ ہے کہ حضرت تو بسبب علم امامت کے جانتے تھے کہ بعد میری شہادت کے میری لاش کو پامال سُم اسپاں کریں گے پھر علی اصغر کے حال میں اور عرض کرتا ہوں انشاء اللہ آپ بہت روئیں گے چنانچہ منقول ہے کہ جب بعد شہادت جناب علی اکبر امام حسین علیہ السلام درخیمہ پر تشریف لائے تو اس وقت جناب زہب علی اصغر کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں اور کہا اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک قطرہ پانی کا نہیں پایا ہے اس کے لیے ان عالموں سے تھوڑا سا پانی طلب فرمائیے شاید اس کی جان بچ جائے حضرت نے اپنے فرزند کو ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکر کفار کے روانہ ہوئے جب قریب ان اشقیاء کے پہنچے اس وقت حضرت نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس کسم بچے کو دکھایا اور فرمایا کہ اے قوم اشقیاء تم نے اٹھارہ برس کا فرزند میرا مشکل بتغیر گہ روئے زمین پر مثل نظیر اپنا نہ رکھتا تھا قتل کیا میں نے صبر کیا اب یہ فرزند میرا شیر خوار بے گناہ پیاس سے جان بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح بچہ کتاب کھاتا ہے اس کو تو تھوڑا سا پانی پلا دو اور قسطنطنیہ روز قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتداءے خلقت آدم سے کسی پر نہ گزرا ہو گا

شہید رابع صاحب مجالس المستعین اس مقام پر عجب منون ارقام فرماتے ہیں کہ مومنین کو تاب سننے کی ضرورت ہے گی لکھتے ہیں کہ اطفال شیرخوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب بیا سے ہوتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آجاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی منہ کھولے تھا اور زبان ہونٹوں پر پھیرتا تھا سید ابن طاووس علیہ الرحمہ کتاب ابوہف میں لکھتے ہیں کہ اس وقت حرمین کمال الحین نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر حلق میں اس بچے کے پیوست ہو گیا کتاب تہذیب المذہب میں منقول ہے کہ حضرت رورو کر عرض کرتے تھے کہ خداوند احکم کرد در میان میرے اور در میان اس قوم کے منقول ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسین اس بچے کو اب رکھ دو ہاتھ سے کہ اس کے لیے جنت میں ایک دو روہ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زبر حلق رکھ جب چلو خون سے بھر گیا اسے جانب آسمان پھینکا اور دوسرے چلو کو حضرت نے اپنے منہ پر ملا اور فرمایا کہ میں اس طرح سے ملاقات کروں گا اپنے ماما رسول خدا سے اور مومنین جناب صاحب الامر علیہ السلام نے جو زیارت ناحیہ مقدسہ میں جناب سید الشہداء علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ سلام ہو میرا اوپر اس شہید راہ خدا کے کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا مومنین عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ جناب علی اصغر کی طرف اشارہ ہو یعنی سلام ہو میرا اس طفل صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا چنانچہ حضرت سے وہ ننھی سی لاش بھی سنبھل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی صاحب مصائب الامم لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغر کو سپر خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گر یہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گر یہ استغفر کیا اس نے



عرض کی کہ اے آقا و سید ہمارے ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے منصور و مظفر دولت خانہ کو تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسین کی بھی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور دشمنوں کو اس کے سر سے دھج کرنا حضرت یہ معلوم نہ تھا مجھے کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ کام لیں گے اور قبر کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت میں جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسین کو آج کے روز وعدہ ظلی ادا کرنا ہے اور اُمت گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے یہ فرما کہ حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند مددہ جبین کو پیوند خاک کر دیا۔

(زبدۃ المصاب ص ۳۰۳ تا ۱۳۴)

## مصائب الشہداء

### ﴿مولانا آغا نجف علی﴾

جناب امام حسین علیہ السلام کا بیان جگر خراش شہر باقو سے بھرا آیا، آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا، وائے ہوان کافروں پر اے فرزند جس روز رسول خدا ان کے ساتھ محاصرت کریں یہ کہہ کر علی اصغر کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا کہا اگر تمہارے زعم ناقص میں میں قصور دار ہوں تو یہ معصوم تو بے گناہ ہے، بلکہ کسی مذہب و ملت میں ایسا صغیر قابل تفسیر نہیں ہوتا۔ اے قوم شدت تشنگی سے قریب بہلاکت پہنچا ہے، اس کی مادر کا شیر خشک ہو گیا ہے۔ قطرہ آب اس کو دور روح رسول پر احسان کرو۔ اشتیاق نے کہا کہ ہمیں گمان ہے کہ زبرد اسن آپ کے کچھ نہیں ہے تم اس حیلہ سے پانی طلب کرتے ہو، اس چادر کو اٹھاؤ کہ ہمیں معلوم ہو کہ فی الحقیقت طفل کو لائے ہو۔

حضرت نے چادر روئے انور علی اصغر سے اٹھائی اُس ولد الزنا نے ایسا تیر مارا کہ  
حلق نشان قضا ہوا اور بازوئے امام مظلوم چھد گیا، علی اصغر اس تیر کے صدمہ سے تڑپ  
گیا اور خون حلق صغیر سے جاری ہوا، حضرت نے بڑی دشواری سے اُس تیر کو حلق علی  
اصغر سے نکالا۔

حضرات اس وقت جناب سید الشہدا خون علی اصغر اپنے چلو میں لیتے تھے اور  
بسوئے آسمان پھینکتے تھے اور فرماتے تھے خداوند یہ مصیبتیں تیری راہ میں پہل ہیں، خدا  
وند ایہ طفل صغیر کمتر ناقص صالح سے نہ تھا، خداوند اگر تیری مصلحت ہماری نصرت میں نہیں  
ہے اس مصائب کو باعث زیادتی اجر گا واسطے ہمارے کہ علی اصغر نے آنکھیں کھولیں  
حضرت کو دیکھ کر تبسم کیا اور ریاض جنت کو سدھارے۔ جناب سید الشہدا پر گزہ ہائے الم  
گرے ایسی آہ سرد دل پر دوسے کھینچی کہ زمین کر بلا تمام ہل گئی اور ارکان عرش نازل  
ہوئے اور ملائکہ مقرب سے صدائے شیون و نغاں بلند ہوئی روح رسول خدا علی مرتضیٰ و  
فاطمہ زہرا و حسن مجتبیٰ کو ایسا صدمہ ہوا کہ اکبر لحد میں بے تاب ہو گئے، غرض حضرت  
روئے ہوئے خیمہ گاہ کو چلے، حضرات جناب امام حسین علیہ السلام یہ خیال کرتے تھے  
کہ میں اہل بیت سے یہ کہہ کر لایا تھا کہ علی اصغر کو دکھا کر اس قوم شوم سے پانی طلب  
کروں گا، اگر پانی دیں گے اس کو سیراب کروں گا، اب اہل بیت عصمت سے کیا بیان  
کروں گا کہ تیر جہاں سے شہید ہوا یہ کہتے ہوئے دروازہ خیمہ پر پہنچے، زار زار روتے تھے،  
شدت رقت سے آواز نہ نکلتی تھی، حجاب مانع تھا کچھ کہانہ جاتا تھا، ناچار بعد اضطراب و  
چشم اشکبار و دل بے قرار حضرت نے پکار کر کہا اے خواہر زینب و ام کلثوم و اے بیٹی آؤ  
کہ علی اصغر کو آب کوثر سے سیراب کیا، صدائے امام مظلوم سن کر تمام اہل بیت حشر جگر  
دوڑے، دیکھا کہ علی اصغر خون میں نہائے تیر جہاں کھائے دامن پدر بزرگوار میں سوتے



ہیں اور حضرت امام حسینؑ زار زار روتے ہیں اور خون اس معصوم کالے کر بطرف آسمان پھینکتے ہیں، اہل بیتؑ یہ حال دیکھ کر بے قرار ہوئے لاش علیؑ اصغر کو لے کر ایک ایک نے اپنے گلے سے لگایا، صدائے شیون و فغان چرخ چہارم کے پار گئی، جناب پیکر اس معصوم کے لاشے سے لپٹ کر ایسے جین کرتی تھیں کہ دل سنگ آب ہوتا تھا، حضرت نے فرمایا اے میکندہ، اے فاطمہ، اے زینب، اے ام کلثومؑ میں تم سے وداع ہوتا ہوں تم سب کو پر وعدا کرتا ہوں۔ وعدہ دیدار قیامت پر گیا۔ (مصائب الشہداء مطبوعہ ۱۸۸۶ء ص ۵۱۲ تا ۵۱۵)

### مقتل سادات

چمنستان محمد کاشگوفہ ناشگفتہ

﴿منیر زیدی الواسطی دہلوی﴾

دنیا والو! آج میدان کارزار میں اس وقت وہ دلیر اور منجلا شہا بہ مجاہد ہزاروں قصائیوں کی چھریوں کے سامنے ہشتا اور ہمکتا ہوا جا رہا ہے جس کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ صبح سے اس وقت تک جتنے مجاہد میدان کارزار میں آئے انہوں نے قتل بھی کیا اور خود بھی قتل ہوئے۔ مگر یہ وہ مجاہد ہے جس نے غصے سے کبھی کسی کو انگلی بھی نہیں لگائی، تیوری چڑھا کر کبھی دیکھا بھی نہیں، بلکہ دوست و دشمن جس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا یہ مسکراتا ہوا اس کی آغوش میں چلا گیا، لیکن آج باپ کی نصرت میں اس کی آستینیں چڑھی ہوئی ہیں۔ امام کے کاپٹے ہوئے ہاتھ اس کا مرکب ہیں، جتنی بھنویں اس کے دو نیچے ہیں اور مظلوم باپ نے اس کو میدان جنگ کے لئے بقول انیس اس طرح سنوارا ہے کہ:

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے حضرت

اُٹ دیا علیؑ اصغر کی آستینوں کو

دنیا ہزار پلٹے کھائے، لاکھ شاعر پیدا ہوں، لیکن یہ تصویر کشی جس کے حصہ کی تھی وہ قلم توڑ گیا اور قلم کی طاقت ختم کر گیا، نہ اب ایسی تصویر کوئی کھینچے گا اور نہ ایسا مجاہد روئے زمین پر پیدا ہوگا۔

### قرآن سے مماثلت

دھوپ کی شدت سے اس وقت پتھر گھلے جا رہے تھے اُس منہ بند کلی کا تو ذکر ہی کیا ہے جس نے باوجود موسم تو کجا خزاں کا جھوٹا بھی کبھی برداشت نہ کیا تھا، امام حسین علیہ السلام نے دامن قبا زرخ علی اصغر پر ڈھانپ دیا اور اس شکل سے اپنی آخری کمائی دربارِ رب الارباب میں بھیجتے چڑھانے چلے۔ فوج کفار نے علی اصغر کے شلو کے پردامن قبائے امام دیکھ کر یہ سمجھا کہ حضرت اب اپنی تنہائی سے عاجز اور اپنے قتل کا یقین کر کے صلح کے لئے قرآن کا جزدان قبائیں لپیٹ لارہے ہیں اور اس کے واسطے سے اپنی درد اور جان بخشی چاہتے ہیں۔ اُن بولتے ہوئے پتھروں کو کیا خبر تھی کہ وہ قرآن ناطق کا پارہ جگر ہے جو اپنے بابا کی حمایت میں جان دینے آ رہا ہے اور جس پر دشمنوں کو بھی قرآن کا دھوکا ہو رہا ہے۔

بہر حال چند فرعون بے سامان اپنے زعم باطل میں زبانِ امام سے عجز و انکسار کے الفاظ قریب سے سننے کے لئے اپنے اپنے مرکب بڑھا کر آگے آئے اور اُن کے پیچھے شیاطین کی پیادہ فوج بھی آگے کو رہنگی، حضرت نے یہ دیکھ کر طفلِ صغیر کے چہرے سے دامن قبا کو ہٹا دیا۔ سورج کی کرنوں نے اپنا رخ شرمنا کر آڑا کر دیا۔ جلتی ہوئی گرم ہوا قریب آ کر کھم گئی اور علیؑ کے پوتے کا جلوہ دیکھ کر کافر بھی مبہوت ہو گئے، حضرت نے فرمایا ”اے قوم جفا کار میں تمہارے نبی کا نواسہ اور یہ طفلِ صغیر ساقی کوثر کا پوتا ہے۔ اگر تمہارے زعم ناقص میں میں نے کوئی گناہ کیا ہے تو اس بچے کا کیا قصور ہے کہ



تین دن سے اس پر پانی بند ہے، آل معاویہ کے دوستوں نے آل رسولؐ سے دوستی کر لی مگر بچے سے دشمنی تو کسی مذہب میں روا نہیں اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے ورنہ مجھے سوال کی ضرورت پیش نہ آتی، شمر تو یہاں موجود ہوگا اس سے دریافت کر لو کہ ہم نے تو زمانہ اقتدار میں بھی دشمنوں تک پر بھی پانی بند نہیں کیا اور یہ تو ہر نگاہ میں محصور ہے پانی کے دو قطرے سے اس کا خشک گھاتر ہو سکتا ہے اور اس سے بہتے ہوئے دریا میں کی نہیں آ جائے گی۔

### حضرت علی اصغرؑ کا رجز

جب حضرت کے جواب میں کوئی آواز بلند نہ ہوئی تو آپ نے اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر کہا:

”بیٹا! تم بھی تو حجت الہی کے فرزند ہو، ان اشیاء پر حجت تمام کر دو“ یہ سننا تھا کہ ششما ہے مجاہد نے باپ کی آغوش سے سر بلند کر کے فوج شقی کو دیکھا اور اپنا چہرہ اشتیاقاً دکھایا یہی اس مجاہد کا رجز تھا، جس کی تشریح یہ ہو سکتی ہے ”دیکھ لو! مجھے اچھی طرح دیکھ لو! میں علیؑ کا پوتا اور حسینؑ کا بیٹا ہوں، بابا پر ظلم تم نے توڑ رکھے ہیں جب وہ مجھ سے نہ دیکھے گئے تو خود میدانِ جہاد میں آ کر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ایک بچے کی زبان نے جناب یوسفؑ کی بے گناہی پر شہادت دی تھی اور ملک مصر کے باشندوں نے اس کی تکذیب نہیں کی تھی۔ ایک طفل یعنی جناب عیسیٰؑ نے اپنی ماں کی پاک دامنی پر گہوارے میں گواہی دی تھی اور پھر سب معترضین نے سر تسلیم خم کر کے جناب مریمؑ کی بے گناہی اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ میں آج اسی طرح اپنے باپ کی بے گناہی اور ان کی امامت پر گواہی دینے آیا ہوں، نطق سے بھی عاجز نہیں ہوں، لیکن تمہاری شقاوت کو جانتا ہوں کہ تم اس پر بھی میری تکذیب کرو گے اور اس کا نتیجہ قہر الہی ہے،

لیکن یہ رحمت اللعالمین کے فرزند اور میرے باپ کو منظور نہیں اس لئے میں نے تین بار اپنا سراٹھا کر تم پر حجت کو ختم کیا اور گویا بزبانِ بے زبان بھی رجز ہے۔“

### جہاد اور شہادت

یہ جلوہ فرزندِ صغیر ایسا جلوہ نہ تھا کہ قصائیوں کی آنکھیں جسے میر اور ضبط سے دیکھ سکتیں، اکثر قسی القلب سپاہیوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو بھر آئے، لیکن چونکہ کوئی جواب نہ آیا اس لئے رجز کے بعد اب جہاد اور حمصہ کی ضرورت تھی اور مجاہد کو آج پوری طاقت اُس میدان میں دکھانی تھی۔ جہاں اس کے بچا اور پھوپھی زاد اور حقیقی بھائیوں نے شجاعت کے کرشمے دکھائے تھے۔ اس لئے مشما ہے مجاہد نے بھی تیغ زباں غلافِ دہن سے نکالی اور ابھی خشک ہونٹوں کی سان پر اسے رکھ کر پھرایا تھا کہ بڑے بڑے شجاعوں کے دل کٹنے اور خون ہونے لگے اور بعضوں کی آواز گریہ میں صدائے الامان بلند تھی، یہ دیکھتے ہی ننھے سپاہی کو جد امجد کی امت پر رحم آ گیا، اور تیغ بے آب کو آبدار بنائے بغیر غلافِ دہن میں رکھ لیا اب گیا تھا عمر سعد نے رنگ بے رنگ دیکھ کر حرمہ بن کامل اسدی کو اشارہ کر کے کہا قطع کلام الحسین، کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے“ یہ بخت ازلی نے تیرسہ پہلو جوڑا، ادھر کمان کڑکی ادھر چھوٹے سپاہی نے باپ کے ہاتھوں پر ٹھانڈ بدلا، حسینؑ نے بھی بچے کو چھاتی سے لگاتا چاہا لیکن مجاہد کا جہاد ختم ہو چکا تھا، بیٹے کے حلقوم اور باپ کے بازو کا وصال ہوتے ہی سچے باپ کے ہاتھوں پر متقلب ہو گیا۔

### ناقصہ صالح سے تشبیہ:

نو ختم زائل شدہ باپ نے اپنی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھا اور بازو ٹٹکتے باپ نے



اپنے ہاتھ سے تیرسہ پہلو حلقوم علی اصغرؑ سے کھینچا، خون کا فوارہ ہمارا پیکان برآمد ہوا، حضرت نے کمال صبر کے جوہر دکھاتے ہوئے بچے کا گرم گرم لہو اپنے چلو میں لیا اور فرمایا پروردگار عام جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے اور جس راہ میں اس وقت میں گامزن ہوں اس کی منزلیں تیری ہی رحمت سے آسان ہو رہی ہیں، مگر اس سنگین واقعہ پر تجھے گواہ کرنا ہوں، منتقم حقیقی! یہ میرا بچہ ناقہ صالحؑ سے کم نہیں لیکن نانا کا قدم جب تک درمیان ہے اور میرے دم میں جب تک دم ہے میں اُن کی اُمت پر عذاب نہیں آنے دوں گا۔“

جناب امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد نے چلو کا خون جانبِ فلک پھینکا اور کوئی قطرہ زمین پر واپس نہ آیا۔

بچہ ہاتھ پر پھڑک کر ختم ہو گیا تو مظلوم کر بلا دیر تک خون بھری باجھوں اور رخسار کو چومتے رہے اور اپنے دستِ مبارک میں لگے ہوئے خون سے غم علی اکبرؑ میں سفید ہو جانے والی ریش مبارک کو خضابؑ سے فرمایا ”میرے چاند! چلو تمہیں زیرِ زمین چھپا دوں، تم چلو تمہارے پیچھے میں بھی اسی ہیئت سے تمہارا خون چہرے پہ ملے نانا کے پاس آتا ہوں اور اُن ہی کو دکھاؤں گا کہ اس اُمت جفاکار نے تمہارا اور میرا یہ ال بنایا ہے اور میرا کیا انتظار؟ تمہاری وادیِ عرفہ جنت سے منہ نکالے آغوشِ بکف تمہارا انتظار رہ رہی ہیں۔“

### ہاتھ کی تدا اور بچے کا دفن

دل بہہ داغ داغ امام کی حالت اس سانحہِ عظیم میں جو کچھ ہوئی وہ ہزار زخموں کی خلش کے برابر تھی اور سب سے زائد یہ خیال دامن گیر تھا کہ عالمِ مسافرت میں سب

طرف سے بے اس و مددگار مادی علی اصغر کو کیا جواب دیں گے، جس سے سوال آپ کے وعدے پر اس کے طفل ششماہ کو لایا تھا۔ چنانچہ اسی فکر میں انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے سات مرتبہ آپ خیمے کی طرف بڑھے اور سات مرتبہ یہی کلمہ ترجیع فرماتے ہوئے واپس ہوئے۔ مظلوم امام کے اسی فعل کی وہ تاشی ہے جو مومنین روز عاشورا اپنے عمل میں کرتے ہیں۔ علامہ سید سبط ابن الجوزی اہل سنت والجماعت کی سند سے صاحب تاریخ نے روایت کی ہے کہ اس وقت ہاتھ فیہی نے مدادی ”بس بس حسین“ اب بچہ کو دایع کیجئے، جنت میں اس کے لئے دایہ مقرر ہے“ یہ سنتے ہی امام نے طفل شہید کو اٹھائے ہوئے ہاتھ دعا اور شکر کے لئے بلند فرمائے اور راز و نیاز کی متول ختم کر کے لاش کو زمین پر لٹایا اور فرمایا ”حوروں کی گودوں میں کھیدو۔ دایہ بہشت کا دودھ پیو۔“ آخر ام رباب کی گود میں رہنا پسند نہ آیا۔ ”یہ فرما کر امام نے تلوار سے قبر کھودی آغوش کے پالے کو زمین کے حوالے لیا اور بحالت مجبوری خود ہی مٹی دے کر گڑھا بند کر دیا۔ چھوٹی سی قبر دیکھ کر دل بھر آیا، آخر منہ رکھ کر اتنی دیر روتے رہے کہ پیاسے مجاہد کی خشک لحد تر ہو گئی۔ قبر علی اصغر سے اٹھ کر درخیمہ پر آئے اور آواز دی ام رباب سے کہنا تمہارا چھوٹا فرزند اپنی دادی کی سرپرستی اور دایہ بہشت غبر سرشت کی آغوش میں جا پہنچا اور اب پیاس اور دشمنوں کی اذیت سے پناہ خدا میں ہے“ مظلومہ بی بی سر پہنچتی ہوئی باہر نکل آتی مگر سب نے سنبھالا اور کہا کہ ام لیلیٰ کو دیکھ کر صبر کرو جن کی ۱۸ برس کی محنت او زبمشکل نبی چاند اب تک آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے آخر غریب ماں دل پکڑ کر اور کایچہ مسوس کر رہ گئی، مظلومہ کی آہ سے عرش خدا گونزلزلہ ہوا، مگر رحمت اللعالمین کے نواز سے کا قدم درمیان تھا، جس نے ایسے آتے ہوئے عذاب ستر دفعہ دفع فرمائے۔



## نماز میت

قبر کھودنے سے پہلے اس بچہ پر امام نے نماز بھی پڑھی اور یہ متواتر اس سے ہے۔  
 اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور شہداء پر نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی، اگر شہید کے لئے  
 اس نماز کی ضرورت نہیں تو آخر اس بچے پر یہ کیسی نماز تھی؟ جو پڑھی گئی تو اپنی شہادت کی  
 تکمیل کے لئے اس شہادت کو مہر سمجھ کر امام نے یہ نماز پڑی، شکر پڑھی یا یہ نماز پڑی میت  
 جملہ شہداء کے لئے تھی، غرض اسرار امانت سے یہ وہ راز تھا جسے امام ہی جانتے ہیں  
 چونکہ امام نے اس فرزند کو سپرد زمین کر کے اپنی امانت سونپ دی تھی اس لئے یہ بالکل  
 غلط ہے کہ بعد شہادت فرزند رسول انفقین اس بچے کی لاش زمین سے نکال لی گئی اور  
 اس بچے کا چھوٹا سا سر بھی نیزے پر بلند تھا، یہ محض بحور النعمہ کی من گھڑت روایات  
 ہیں۔ امام جس بچے کو ناقہ صالح سے تشبیہ دے چکے تھے اگر اس کی بے ادبی بعد دفن بھی  
 جائز رکھی جاتی تو جہاں اس کا سر نیزہ پہ ہوتا وہاں آفتاب حشر بھی ساتھ ساتھ سوانیزہ پر  
 نظر آنے لگتا اور آج نہ یہ واقعہ کوئی بیان کرنے والا ہوتا نہ سننے والا ہی روئے زمین پر  
 کوئی نظر آتا۔ (مقتل سادات جلد دوم ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۳)

## بحر المصاب

﴿خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی مشہدی﴾

## شہادت حضرت علی اصغرؑ کی:

فرمایا حضرت جناب جعفر صادق علیہ السلام نے کہ مصیبت امام حسین علیہ السلام وہ  
 مصیبت اعظم ہے کہ مصیبت پر اس امام مظلوم کی تمام جن و انس وحش و طیور روئے،  
 یہاں تک کہ آنکھوں سے جانور ان وحشی کے اشک جاری ہوئے، مومنین چپ کہ  
 جانور ان چرند و پرند کے اشک اس مصیبت عظیم میں جاری ہوں تو عجب ہے کہ ہم غلام

امام حسین علیہ السلام کے کہلائیں اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں واسطے روئے کے مصائب سید الشہداء پر خلق کیا ہو اور ہم نہ روئیں اور مصیبت پر اس امام یکس کے گریہ و بکا نہ کریں۔

کتاب منتخب و مقتل ابو مخنف وغیرہ کتب احادیث میں منقول ہے کہ جب روز عاشورہ آل کا فر فرزند رسول مختار کا سوائے جنگ و کارزار کے کچھ نہ ٹھہرا اور سب احوال و انصار و مونس غمگسار اس امام ابرار کے راہی جنت ہو چکے اور کوئی شخص اولاد و اقربا سے بجز عورات و چند اطفال خور و سال کے باقی نہ رہا، اس وقت اس امام مظلوم نے بے گناہ حسرت و یاس طرف لاشہ ہائے انصار و اقربا کے ملاحظہ کیا، دیکھا کہ عجیب صورت و شاکل کے نوجوان ذی شان مانند عباس دلاور، عون و محمد، قاسم و علی اکبر سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثل گوشتدان قربانی بخاک و خون غطاں ریگستان گرم پر پڑے ہیں، درود سب جری و دیدار ماہ طلعت و عالی وقار مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

جبکہ حضرت نے سب اپنے اصحاب کو درجہ شہادت پر فائز پایا اور کوئی ناصر و مددگار و معین و جاں نثار یمن و یسار آپ نے نہ دیکھا، اس وقت اپنی تنہائی و یکس پر کمال متاسف ہوئے اور مفارقت پر ان سب انصار و قاصدار کی بہت روئے اور فرمایا افسوس صد افسوس کہ ہم یکہ و تنہا اس مجمع اعداء میں رہ گئے افسوس کہ اس غربت و یکس میں کیسے کیسے دوست و جاں نثار اور کیسے کیسے رفیق و قاصدار و یدار آج ہم سے جدا ہو گئے ہیں بعد اس گریہ و بکا کے توجہ طرف خیمہ گاہ ہوئے تاکہ اہل حرم سے وداع ہو کر میدان کارزار میں تشریف لائیں۔ پس حضرت نے درخیمہ سے آواز دی کہ اے بہن میری تہنیت و اُم کلثوم اور اے سیکتہ اور اے رباب تم سب کو سلام آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت



ہونا ہوں اور تم کو بخدائے غزوہ جل سپرد کرتا ہوں کہ وہ خداوند حفیظ حافظ و نگہبان تمام عالم کا ہے، پس سنتے ہی آواز ہلاکت طرازا اس امام یکس کے سب بیبیاں خیمہ عصمت و طہارت سے سب بے تابانہ سرو پا پر ہنر روتی پیتیں ڈیوڑھی پر آئیں اور دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام آمادہ شہادت یکہ و تنہا کھڑے رو رہے ہیں، پس دیکھتے ہی اس حال پر ملال آنحضرت کے کوئی بی بی دامن امام زماں سے لپٹ گئی اور کوئی مخدومہ ستم دیدہ سموں پر ذوالجناح کے سراپنا پکنے لگی اور کوئی زمین پر بے تاب ہو کر پچھاڑیں کھانے لگی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب خاتون، دختر خاتون قیامت سے فرمایا کہ اے بہن تمام اعوان و انصار ہمارے ہمیں تنہا چھوڑ کر راہی جنت ہوئے، اب کوئی ایسا تمگسار باقی نہیں ہے کہ ہماری نصرت و یادری کرے اور عرض ہمارے جان اپنی ہم پر فدا کرے، پس اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور تم سے رخصت ہو کر مرنے کو جاتا ہوں، لیکن حال علی اصغر شیر خوار کا مجھے بہ سبب پیاس کے متغیر معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے ضرور ہے کہ میں تدبیر تحصیل آب واسطے اس ڈیرے پہاڑ نایاب کے کروں۔

پس یہ کلام حسرت التیام امام علیہ السلام سے سن کر جناب زینب ناکام بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر، کیونکہ حال علی اصغر کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز متصل گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا لب ہائے نازنین اس ماہ جبیں تک نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی قطرہ دودھ کا اُسے میسر آیا ہے کہ اُس سے صورت اس کی زندگی کی ہوتی اور خود ماں اس بچے کی یعنی رباب نایابی آب سے جاں بلب ہے اور دودھ اُس کا خشک ہو گیا ہے۔

پس امام حسین نے اُس ماہ رو کو زینب خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے

قربوں ذوالجناح پر بٹھالیا اور بہ سبب کمال محبت کے بہ حسرت و یاس صورت اس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اس شیرخوار کے روٹے تھے اور اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس وہ امام عالی مقام علیہ السلام سامنے حقوق لشکر ستم شعار کے کھڑے ہوئے اور اس طفل صغیر کو ہاتھوں پر رکھ کر اُسے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل اقدس نمایاں تھی، اور اُس وقت بآواز بلند واسطے اتمام حجت کے اُس قوم نابکار سے ایسا کچھ فرمایا کہ اے اہل کوفہ و شام آیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت سے یہ وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے یہ دعا و عطا و پیش آنا اور اُن کو بہ ظلم و ستم قتل کرنا، مقام حیرت ہے کہ راکب و مرکب تمہارے پانی سے سیراب ہوں اور پانی پینا سگ و خوک تک کا تمہیں گوارہ ہو اور اولاد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ذریت قاطبہ زہر اصلوۃ اللہ علیہا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور اُن پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ سب نایابی آب سے بجائے وضو تیم خاک سے کریں۔ اے قوم بد کردار کیا قیامت ہے کفار ترک و دہلیم تک کو تمہاری اجازت ہے کہ جس قدر چاہیں آب فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفال خرد و سال تک ہمارے ایک جرعہ پانی کا نہ پائیں، گوشت و تشنگی سے جاں بلب ہوں، اے قوم ستمگاراے فرقہ اشرا تین شبانہ روز ہم پر گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم پر پانی حرام کر دیا ہے حالانکہ ہم اہل بیت رسالت و معدن نبوت ہیں۔

اے اعدائے دین و اے معاندین سید المرسلین آج تم نے مجھے مظلوم پر وہ ظلم کیا ہے کہ کوئی بے رحم عالم میں کسی ادنیٰ ترین مخلوقات پر ایسا ظلم نہ کرے، حسنت خدا تم پر کہ تم نے سب بھائی و فرزند و اصحاب و فاشعار و اموان و انصار میرے قتل کئے اور مجھے ایسا ہیکس و بے یار و مددگار کر دیا ہے کہ کوئی انیس و نمکسار میرا باقی نہیں ہے، مگر یہ طفل شیر



خوار کہ یہ بھی شدتِ پیاس سے جاں بلب ہے، تین شہانہ روز متصل اس پر بھی گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اُس ماورو کے لبوں تک نہیں پہنچا ہے۔ اے گروہِ اشتیاء اے قوم بے حیا اگر تمہارے زعمِ باطل میں میں واجبِ القتل و گنہگار ہوں تو مجھے قتل کرو، لیکن یہ بچہ شیر خوار محض بے گناہ ہے اس پر رحم کرو اور اسے ایک جرعه آب دو کہ یہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

مقتل ابو جحف میں منقول ہے کہ جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء ابھی اُس قومِ اشتیاء پر اتمامِ حجت کر رہے تھے کہ ایک ملعون بے رحم نے ایک تیر مسموم طرفِ امامِ مظلوم کے ایسا تانک کر مارا کہ وہ تیر ستم حلقِ نازنین علی اصغر ماہِ جنین کو اُس کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ وہ تیر جفا پہلوئے نازنین اُس ماہِ لقا پر اس قوت سے آن کرگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امامِ حسین علیہ السلام کے تڑپنے لگا اور وہ حضرت دیکھتے ہی اس مصیبتِ عظیم کے چلائے اور فرمایا ہائے علی اصغر نورِ نظر، ہائے اے پارہ جگر، افسوس ہے کہ تجھ سے ماہِ انور کو قتل کیا اور ایک قطرہ پانی کا نہ دیا پس اُس طفلِ شیر خوار نے بہ لگاؤ پیاس طرفِ صورت اپنے باپ کی دیکھا اور کچھ مسکرایا اور رحلت کر گیا۔ پس امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلوئے نازنین اس ماہِ جنین سے چٹک بھر کر طرفِ آسمان کے پھینکا اور جنابِ احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگار عادل و عالم تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدائے دین کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کئے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا اُن اشتیاء نے اس طفلِ شیر خوار کو کہ جو ہم صورت تھا تیرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُس خون سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرنا تھا، پس امام حسین علیہ السلام خیمہ حرمِ محترم میں تشریف لائے اور لاشِ اُس

معصوم شیرخوار کی مادر ستم دیدہ کو اُس کی دے دی اور رو کر فرمایا کہ اے رب اب صبر کرو اس مصیبت عظیم پر کہ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اُس پروردگار کا کہ جو خالق آسمان و زمین ہے اور یہی امر باعثِ رضائے خدائے عزوجل ہے اور علی اصغر اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، پس جنابِ رب اب خاتونِ لاش اُس پارہ جگر کی اپنی آغوش میں لے کر بہت روئیں اور بکمالِ حسرت صورتِ اُس ماہِ طاعت کے دیکھتی تھیں اور خونِ حلقِ نازنین اُس ماہِ جیس سے پونچھتی جاتی تھیں، اور متھانہا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھے ہوئے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارہ جگر ہائے اے نورِ نظر، ہائے علی اصغر افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ معصوم شیرخوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ ماہِ مہرِ تصور پر رسولِ مقبول کو تیرے شہید کیا اور وہ مخدومہ کو نینِ خونِ گلوئے شیرخوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھی کہ اے علی اصغر مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکانِ تیر سے بڑھایا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حالِ مادرِ علی اصغر کا ثبات ہی متغیر پایا جلد اُس نورِ چشم کو گود سے اس معطرہ ستم رسیدہ کے لئے لیا اور اُس بی بیِ مظلومہ کو روتی چینی چھوڑ کر قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاشِ اُس بچے کی لاشہائے شہداء میں رکھ دی۔

اور احتجاجِ طبری میں یوں منقول ہے کہ جنابِ امام حسینؑ لاشِ علی اصغر کو آغوشِ اقدس میں لے کر تشریف لائے اور پشتِ ذوالجناح سے اتر کر نوکِ شمشیر سے ایک گڑھا بہ صورتِ قبر آپ نے کھودا اور خونِ حلقِ نازنین علی اصغر سے لے کر تمام بدن پر اُس بچے کے بجائے کفن ملا اور آپ ہی اپنے ہاتھ سے اُس چاندی صورت کو خاک میں چھپا دیا، پس بعدِ دفن اُس ماہِ انور کے قبر پر اُس کی روتے تھے اور فرماتے تھے اے نورِ نظر اے علی اصغر ستم بخدائے عزوجل کہ بعدِ تیری شہادت کے اب کوئی ناصر و مددگار و



موتیں و نمکسار ہمارا باقی نہیں ہے کہ جسے اس مصیبت عظیم و بلائے جسیم میں تسکین مجھ  
بے کس کی ہو، پس اے تورچشم جب تک ہم جیتے ہیں، تیری مفارقت میں رویا کریں  
گے اور دوست تاسف ہمیشہ ملا کریں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں، پس حضرت  
نے بکمال حسرت قبر علی اصغر پر گریہ و بکا کیا اور بعد اس کے خود اُمداد شہادت ہوئے۔  
(بحر الصائب ص ۲۳۱ تا ۲۳۶)

## اصحاب الیمین

﴿علامہ حسین بخش مجتہد العصر﴾

### شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

ان کی والدہ جناب رباب بنت امراء القیس بن عدی کلبی تھیں مقام سے مروی  
ہے کہ امراء القیس بن عدی نصرانی تھے اور جب مسلمان ہوئے تو اس وقت خلافت  
ثانیہ کا دور تھا خلیفہ نے اس کو بنی قضاہ کی سرداری کا عہدہ تفویض کیا یہ عہدہ حاصل  
کرنے کے بعد جب مسجد نبوی سے نکلے تو حضرت امیر المومنین اپنے دونوں شہزادوں  
سمیت ان سے جا ملے۔ رسمی تعارف کے بعد آپ نے امراء القیس سے خواستگاری کی  
تو انھوں نے عرض کی اے آقا میری عین لڑکیاں ہیں۔ ایک کا نام حیات ہے اس کا  
میں نے آپ سے نکاح کیا اور دوسری کا نام سلمیٰ ہے وہ حسن کے نکاح میں دیتا ہوں اور  
تیسری کا نام رباب ہے اور وہ میں نے حسین کو نکاح میں دی۔ بہر کیف رباب کا  
عقد حضرت حسین کے ساتھ خلافت ثانیہ کے دور میں ہوا۔ جناب سیکندہ خاتون اور  
حضرت علی اصغر انھیں خاتون کے شکم پاک سے تھے۔ یہ خاتون امام عالی مقام کی بڑی  
وفادار تھیں اور امام پاک بھی ان سے محبت نہایت کرتے تھے مصفا میں مروی ہے کہ

جب اُن خاتون نے ابن زیاد کے دربار میں اپنے مولا کا سر دیکھا تو ضبط نہ کر سکیں۔

اور نامناسب مقام سے سر پاک کو اٹھا کر گود میں لے لیا اور سخت ماتم کیا۔

میں نے بعض کتب مرثیہ میں دیکھا ہے کہ شب یازدہم جب ام ربابؓ کو ماتم کی محبت نے مجبور کیا تو میدان کی طرف چل پڑیں تاریکی شب سے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لیکن علی اصغرؓ کا تصور دل پر تھا پس جب بھی کوئی بلند جگہ سامنے آتی اور پاؤں کو دھکا لگتا تو فوراً ہائے اصغرؓ کر کے بیٹھ جاتیں کہ ممکن ہے یہ میرے اصغرؓ کی قبر ہو۔

کامل ابن اشیر سے مروی ہے کہ جناب ربابؓ جب شام کی قید سے رہا ہو کر بمعہ قافلہ مدینہ واپس آئیں تو اشرف قریش نے خواستگاری کی لیکن اُن دفادار خاتون نے جواب دیا کہ رسول اللہ کے رشتہ کے بعد کسی دوسرے سے اپنا رشتہ نہیں کرنا چاہتی پس غم و اندوہ میں ایک سال گزارا اور تادیست سایہ میں نہ بیٹھیں کمزوری و لاغری بدن پر غالب آگئی تھی نیز مروی ہے کہ ایک سال امام حسینؓ کی قبر کی مجاہدگی کی نیز کافی سے بھی مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا شہادت حسینؓ کے بعد یعنی کلبیہ عورت نے ایک سال برابر امام کی قبر کی مجاہدگی کی جناب ربابؓ اس قدر روتی تھیں کہ قرب و جوار کی تمام عورتیں ان کے گریہ سے متاثر ہو کر روتی تھیں اور اس قدر روئیں کہ آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کی آنکھ میں آنسو موجود ہیں اس سے وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں سٹو استعمال کرتی ہوں جس کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو ختم نہیں ہوتے پس بی بی نے سٹو تیار کرانے اور تمام کنیزوں اور قبیہ کی عورتوں میں تقسیم کئے۔ اور فرمایا میں چاہتی ہوں کہ مجھ میں امام حسینؓ کے ماتم میں رونے کی زیادہ سے زیادہ قوت پیدا ہو۔

ایک دن کسی نے پہاڑی پر پرندہ کا گوشت بھونا ہوا ہدیہ کے طور جناب ربابؓ کو



پیش کیا تو بی بی نے جواب دیا کہ یہ غذا ان لوگوں کی ہے جو عروسی منار ہے ہوں ہم لوگ ماتم دار ہیں اس قسم کی غذا میں ہمیں زیبا نہیں پس جو شخص لایا اس کو وہ غذا واپس دی گئی پس وہ شخص فوراً غائب ہو گیا۔ معلوم نہ ہوا کہ جاب آسمان پرواز کر گیا ہے یا زمین میں چلا گیا ہے۔

سبط بن جوزی سے تذکرۃ الخواص میں منقول ہے۔

جناب رباب امام حسینؑ کے بعد ایک سال زندہ رہیں اور غم و اندوہ کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور حسینؑ کے بعد کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں مشہور و اکیرین میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے تازیست ٹھنڈا پانی بھی نہ پیا۔

روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں پہنچنے کے بعد ایک سال زندہ رہیں لیکن یہ معین نہیں کیا جاسکتا کہ مدینے میں کچھ دن رہ کر پھر امام پاک کی قبر پر تشریف لے گئیں اور ایک سال وہیں غم کی حالت میں رہ کر انتقال فرمایا یا شام سے واپسی پر ایک سال قبر حسینؑ کی مجاوری کی اور پھر مدینہ میں تشریف لائیں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ تمام مدت زندگی بعد از سفر شام ایک سال ہو جو قید کے بعد مدینے میں گزاری اور ہر وقت کی ماتم داری کو مجاورت قبر حسینؑ سے تعبیر کیا گیا ہو۔

شہادت شہزادہ علی اصغرؑ

میں اس شہادت کو سید العلماء علامہ مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب قبلہ کے مسودہ مجالس سے نقل کرتا ہوں تذکرۃ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور باواز بلند ندادی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں تمہارے خون کو کیوں جائز سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپ

نے اپنے شیر خوار کی آواز سنی جو شدت تشنگی سے رو رہا تھا۔ پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر تم لوگ مجھے قابل رحم نہیں سمجھتے تو اس بچے پر تو رحم کرو کیا عرض کروں کہ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک شقی ازلی نے چلہ مکان سے تیر رہا کیا اور بچہ باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام نے رو دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی میرے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنا جنھوں نے ہمیں دعوت دی اور پھر ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے ہاتھ غیبی کی ایک ندا آئی۔

اے حسین فکر نہ کرو اس بچہ کے لئے جنت میں ایک دلیہ مقرر ہے (نفس المہوم صفحہ ۱۸۵) ممکن ہے اس دلیہ سے مراد کوئی حوزہ ہو یا شاید اس سے مراد جناب خاتونِ جنت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جناب زینب خاتون سے علی اصغر کو طلب فرمایا تھا کہ مجھے شیر خوار دیجئے تاکہ میں اس سے وداع کر لوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر غیدان میں لے آئے اور شیر خوار کے لئے پانی طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے قوم تم لوگوں نے میرے جوان بھائی، بیٹے اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اب اس بچے کے سوا میرے پاس اور کوئی باقی نہیں رہا کم از کم اس کو تو پانی پلا دو۔ اگر میرے اوپر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو لیکن امام عالی مقام کی اس تقریر کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا؟ اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ ایک تیر جفا گلوئے نازنین کی طرف آیا جس کے صدمہ سے بچہ باپ کی گود میں ہمک کر ہمیشہ کی تیند سو گیا۔

کتاب محرق القلوب صفحہ ۱۴۹ پر ہے کہ حرملہ بن گمال اسدی نے تیر مارا اصغر کی گروں سے گزر کر امام حسین کے بازو میں پیوست ہو گیا حضرت نے وہ تیر زور سے کھینچا اور حلق علی اصغر سے بہنے والا خون اپنے چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا بچے



نے ہزارمان نگاہ اپنے باپ کے چہرے پر دوڑائی اور ایک تبسم کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ امام نے سرد آہ کھینچی کہ زمین میں زلزلہ آیا پس خیام کا رخ فرمایا اور قریب پہنچ کر اہل حرم کو صدا دی کہ یہ لو علی اصغر حوض کوثر سے سیراب ہو چکا ہے جو انہی بیبیوں نے آواز سن کر اس سہمہ دوڑ کر آئیں حضرت نے وہ بچہ ماں کی گود میں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس دنیاوی پانی کے بدلے میں امام حسینؑ کو چار قسم کے پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسینؑ کے عزا دار اس کو پی کر مسرور ہوں گے۔ (۲) آب حیات جس کو عزا داروں کی آنسو سے ملایا جاتا ہے اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بھی حسینؑ کے ماتم داروں کے لئے جنت میں ہوگا۔ (۳) تمام مومنوں کی آنسو کا پانی کیونکہ حضرت حسینؑ قتل الصحرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی کوئی مومن پانی پیتا ہے تو اپنے آقا و مولا کی تشنہ لہی کو یاد کرتا ہے۔ نیز مستحب بھی ہے کہ جب بھی انسان سرد پانی پئے تو امام حسینؑ پر سلام و درود اور آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دین خدا کی حفاظت کے لئے آپ کو پانی کے چار قسموں کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ آپ کا پہلا حق تو وہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کو پانی کے استعمال کے لئے بالعموم حاصل ہے۔

دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے پانی کے استعمال کا حق حاصل ہے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی کا دار و مدار پانی پر ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مملوک حیوان پیاس کی شدت سے مر رہا ہو اور پانی میسر نہ آتا ہو تو نماز خدا کے لئے تمیم کر لیا جائے اور اس حیوان کی زندگی کو بچانے کے لئے پانی اس کو پلا دیا جائے۔

تیسرا حق بالخصوص اہل کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں ان کو سیراب فرمایا تھا ایک دفعہ قحط سالی میں امام حسینؑ کی دعا سے باران

رحمت کا نزول ہوا تھا۔ دوسری مرتبہ جنگ صفین میں جب فوج شام نے پانی پر قبضہ کیا تو امام حسینؑ نے باعجاز امامت ان کو سیراب کیا تھا اور تیسری مرتبہ لشکرِ حر کو سیراب فرمایا تھا۔ ان ہر سہ حقوق کے باوجود آپ کو دریائے فرات کے کنارے پر بعد اصحاب و اہل بیت پیاسا شہید کر دیا گیا۔

چوتھا حق خصوصی یہ بھی تھا کہ دریائے فرات بالخصوص جناب بتول معظمہ کے حق مہر میں داخل تھا۔

امام عالی مقام پر پیاس کی شدت حد درجہ کو پہنچی ہوئی تھی لیکن چار اعضاء مبارکہ پیاس سے سخت طور پر متاثر تھے (۱) لب ہائے مبارک بالکل خشک تھے (۲) جگر کہاب ہو رہا تھا (۳) زبان خشک تھی (۴) چشم اطہر کے سامنے آسمان تاریک تھا (مخلص از خصائص) جناب سیکندہ خاتون جب بعد از شہادت بابا کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں گلوے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے:

اے میرے شیعو! جب سرد پانی پینا تو مجھے یاد کرنا۔ یا اگر کسی مسافر یا شہید کا ذکر ملنا تو میرے اوپر آنسو بہا لیتا میں وہ سبٹ ہوں کہ مجھے انھوں نے بغیر جرم کے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑے کے سموں سے مجھے پامال کیا ہے ان پر دلیل ہو کہ انھوں نے رسولِ انقلین کے دل کو زخمی کیا ہے کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے ارکانِ عالم کو منہدم کر ڈالا ہے کاش یوم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہو تے۔

کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگ رہا تھا اور وہ تو چہنہ کرتے تھے اور پانی کے بدلے میں اس کو انھوں نے تیر جفا کا پانی پلایا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے شیرِ خوار شہزادے کا خون چلو پر لیا۔ اور اسے آسمان کی طرف پھینکا کہ ایک قطرہ واپس نہ آیا غائباً وہ ملنگہ گرام نے اپنے پاس محفوظ



کر لیا ہے کہ بروز محشر اسے بطور شہادت کے پیش کیا جائے گا کتاب احتجاج میں ہے کہ پس آپ گھوڑے سے اترے اور خون آلود نازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ مروی سے ہے کہ نوک تلواری سے قبر خودی اور نماز جنازہ ادا فرمائی پھر دفن کیا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام شہدا میں اس شہید کے ساتھ یہ نر الا سلوک کیوں ہوا؟ تو اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) شاید یہ وجہ ہو کہ باقی شہیدوں میں سے کسی کے لئے اس قدر وقت نہ مل سکا ہو (۲) شاید یہ گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر بھی تن سے جدا ہو کر نوک نیزہ پر آئے۔ (۳) شاید تین روز تک ریگ گرم پر بچے کا رہنا ناگوار ہو (۴) ممکن ہے گھوڑوں کے سموں میں پامال ہونے سے حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سمانی و پیاس کی شدت اور مظلومیت سے تیر جفا کا نشانہ بننا ایسے روح فرسا واقعات تھے جن کے پیش نظر معصوم کی لاش کو دیکھنے کی تاب برداشت نہ ہو (۶) شاید دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظور خاطر نہ ہو۔ اور عرض کرتا ہوں شاید یہ وجہ بھی ہو اس معصوم بچے کی درد رسید ماں جب کل قتل میں آئے گی تو شاید علی اصغر کی معصومیت و مظلومیت اور پھر جسم نازک کا گرم زمین پر رہنا برداشت نہ کر سکے اور نیز اس کی جہنم بہنیں اور پھوپھیاں بھی ضبط نہ کر سکیں گی۔ پس امام نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ اس کی لاش کو سپرد خاک کیا جائے۔ (امحباب حسین ص ۱۱۶ تا ۱۲۰)

### ریاض الشہدا

﴿مولانا سید محمد مجتبیٰ نوگانونوی﴾

کبوتر کافرات سے علی اصغر کے لئے پانی لانا، شہادت شیر خوار،  
گرفتاری حرمہ در عہد مختار:

صاحب نظم الاحزان لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے

کیوتروں کا ایک جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ چونکہ آنحضرت سفر میں تھے، اس نے آپ نے غسل میں ایک خانہ بنوا کر اس کو پرورش کیا۔ راہ میں انہوں نے بچے بھی دیئے تھے۔ جناب حضرت وارد کر بلا ہوئے اور قرقی آب ہوا تو حضرت نے اپنی بہن ام کلثومؓ سے فرمایا کہ اے بہن ان کیوتروں کو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ ہمارے ساتھ بے وجہ ہلاک ہوتے ہیں۔ شاہزادی نے ان کو کھول دیا، چھوٹے ہی وہ کیوتروں فرات پر گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی بلکہ نہرنے اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لئے کر جانب خیام امام علیہ السلام آیا، ہر چند اس کے بچے منقاریں کھول کر دوڑے، مگر اس نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ علی اصغرؑ کے چھوٹے پر آ کر پروں کو جھاڑنے لگا اور بہن بے شیر کے قریب منقار کر کے اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منہ کھولے، مگر مومنین ابھی تو یہ بچہ لوالہ سے بھی آشنہ نہ تھا اس کے اشارے پر کیونکر منہ کھولتا، میری سمجھ میں یہاں پر ایک نکتہ آتا ہے جس کو سن کر آپ تڑپ جائیں گے اور تمام عمر رونے کے لئے کافی ہوگا۔ وہ بچہ امام زادہ تھا، شاید یہ محسوس کرتا ہو کہ میں باپ کے ساتھ پانی پینے نہیں آیا ہوں بلکہ پیاسا رہنے میں مصلحت اور پیاس ہی پر نجات اُمت رسولؐ منحصر ہے، اگر پانی پی لیا تو قیامت میں شیعوں کی شفاعت کا حق حاصل نہ ہوگا، اس لئے راضی برضا رہا اور منہ نہ کھولا، اس کیوترو نے وہ پانی رخسار علی اصغرؑ پر ٹپکا دیا، پھر فرات پر گیا اور اسی طرح منقار میں پانی لے کر اور بال و پر تر کر کے چلا، یکا یک اس پر عمر سعد کی نگاہ پڑی وہ شقی اس حیوان کا مقصد سمجھ گیا حکم دیا کہ کوئی اس کو تیر سے ہلاک کر دے۔ یہ سن کر ایک ملعون نے اس کے ایسا تیر مارا کہ وہ کیوتروں گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگا۔

آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اور اُمت نے قطرۂ آب بھی نہ دیا۔ بلکہ سوال آب کا جواب حیرت ہر آلود سے دیا۔ حسینؑ نے اپنے بے زبان فرزند کو آغوش میں لے



لیا، یا یوں کہئے کہ گوہر عصمت صدفِ امامت میں آیا، بلندی پر جا کر پاتھوں پر بلند کیا۔ یوں لگا جیسے قرآنِ رحل پر بلند ہوا، آواز دی کہ اے گروہِ عدار اگر تمہارے خیال میں میں گنہگار ہوں تو اس طفلِ شیرخوار کا کیا تصور ہے۔ یہ بچہ ناقہِ صالح سے کم نہیں، فرمایا کہ یہ پیاس سے جاں بلب ہے، اتنے پانی سے دریا کم نہ ہو جائے گا۔ حسین کا تلواریں سے زائد تیز اور پانی سے زائد رواں کلامِ سوالِ آب میں برابر جاری تھا، مگر کوئی توجہ نہ کرتا تھا۔ آخر آپ بلندی پر سے اترے، عبائے مطہر رخِ علی اصغر سے ہٹائی، مقابلِ صفوفِ کفار ہوئے ہر ایک لعین کو اس کی صورت دکھا دکھا کر پانی مانگا، ادھر سے ادھر گئے، ادھر سے ادھر مگر کسی نے رحم نہ کیا، اُس وقت آپ بہت مایوس ہوئے اور یہ دردِ یاس علی اصغر سے کہنے لگے کہ بیٹا میں تو اتمامِ حجت کر چکا تم بھی حجتِ خدا کے فرزند ہو، حجتِ تمام کر لو اور ان لوگوں کو اپنی زبان دکھاؤ تاکہ کوئی قیامت میں عذر نہ کر سکے۔ یہ سننا تھا کہ علی اصغر اپنی سوکھی ہوئی زبان کھلائے ہوئے ہونٹوں پر پھیر پھیر کر رونے لگے، فوج میں تلاطم برپا ہو گیا، عمر سعد اضطرابِ لشکر سے گھبرا یا اور حرمہ سے کچھ کہا یہاں پر میں اپنے بیان کو آپ کے تصور کے سپرد کرتا ہوں، مجبانِ حسین کا مجمع ہے صاحبانِ اولادِ موجود ہیں، یہ تو نہ کہوں گا کہ عمر سعد نے کیا کہا اور حرمہ نے کیا کیا، مگر اتنا عرض کرنے دیجئے کہ رباب کی گود خالی ہو گئی، حسین کا بازو مجروح ہو گیا، آہ! اگر وہ اشقیا پانی نہ دیتے اور یہ ظلم بھی نہ کرتے تو آنحضرت کا دل صدمہ علی اصغر سے مجروح نہ ہوتا، آپ نے چلو ز پر زخمِ شیرخوار لگا دیا، جب چلو خون سے بھر گیا تو چاہا کہ اس کو جانبِ آسمان پھینکیں، آواز آئی کہ یا ابنِ رسول اللہ اس خونِ ناحق کو اس طرف نہ پھینکے گا ورنہ کبھی پانی کا قطرہ نہ بر سے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر گرا دیں زمین نے استغاثہ کیا کہ اے ابنِ رسول اللہ اس خون کو مجھ پر نہ گرایئے گا ورنہ آج سے ایک دانہ

روئیدہ نہ ہوگا۔ فرزندِ رحمۃ اللعالمین تھے کیا کرتے بہ مجبوری خونِ علی اصغر اپنے چہرہ پر مل لیا کہ میں اسی طرح اپنے جدِ بزرگوار عالی مقدس سے ملاقات کروں گا اور لاشِ بے شیر سے خطاب کر کے فرمایا:

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں اور ایک روایت میں عجب مضمون جانسوز وارد ہوا ہے لکھا ہے کہ جب حق علی اصغر پر تیر لگا تو وہ بچہ تڑپ کر حسین کے ہاتھوں پر سے زمین پر گرا، فَصَاةُ الْحُسَيْنِ وَالْدَّاءُ وَأَقْوَاتُ عَيْنَاهُ سید الشہدایتا بانہ روئے لگے اور فرمایا کہ اے نورِ نظر علی اصغر تم بھی اس عالمِ بے کسی میں ہم کو چھوڑ کر چلے گئے، بیٹا میں تو تمہیں پانی پلانے لایا تھا۔ اب رباب سے جا کر گیا کہوں گا۔

آہ! مومنین شہادتِ علی اصغر ایسی عظیم مصیبت تھی کہ تمام اہل بیت کے دل مجروح ہو گئے۔ خصوصاً جناب امام زین العابدین علیہ السلام تو تمام عمر اس صدمہ کو نہ بھولے، منہال سے مروی ہے کہ بعد واقعہ کربلا زمانہ حکومتِ مختار میں جب سید الساجدین کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اے منہال مختار کیا کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار ادران کے انصار کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فی النار کر رہے ہیں۔ اس وقت امام نے نہ قاتل جناب علی اکبر کو پوچھا، نہ قاتل حضرت قاسم کا حال معلوم کیا، نہ قاتل جناب عباس کو دریافت کیا نہ شمر خولی کا تذکرہ کیا، بلکہ پہلے ہی آپ نے یہ پوچھا کہ اے منہال حرمہ بھی گرفتار ہوا یا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ابھی وہ شقی کوفہ میں زندہ موجود ہے۔ حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ بارِ الہا اسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، ناگاہ ایک شخص نے آ کر خوشخبری سنائی کہ حرمہ بھی گرفتار ہو گیا، جب لوگ اس کو



مختار کے سامنے لائے تو انہوں نے کہا کہ اے ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے یہ کیا تم کیا تجھے شیر خوار پر کچھ رحم نہ آیا تو نہ جانتا تھا کہ یہ پارہ جگر فرزند رسول ہے یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر آگ میں جلایا جائے، منہاں کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دوسرے سبحان اللہ کہا، امیر نے اس کا سبب پوچھا تو میں نے دعائے سید الساجدین کا ذکر کیا، مختار نے دو رکعت نماز شکر پڑھی، سجدہ شکر ادا کیا، شکر یہ کا روزہ رکھا اور کہا الحمد للہ میرے ذریعہ سے دعائے امام کا سر انجام ہوا۔

شہادت حضرت علی اصغرؑ، سید الشہداء کا آپ کی لاش پر نماز پڑھنا، دفن علی اصغرؑ مع وجوہ، جناب رباب کا آپ کی قبر پر آنا:

سیدہ عالم بھی غلاموں کی مجلس میں تشریف لا کر شریک عزا ہوتی ہیں۔ گریہ و بکا فرماتی ہیں بلکہ آپ کے ہاتھ میں ایک رومال ہوتا ہے جسے روتا دیکھتی ہیں رومال سے اس کے آنسو صاف کرتی ہیں اور بکمال شفقت فرماتی ہیں:

”میرے غمخوار خوشحال تمہارا کہ تم میرے اس غریب فرزند کو روتے ہو جس کے رونے کو نہ ماں ہے نہ باپ اور بات بھی یہی ہے کہ وہ مظلومہ کیونکر نہ روئے کس طرح چلین سے بیٹھ جائے، جس کا بھرا گھر دو پہر میں صاف ہو گیا یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی حلق نازنین پر تیر تم کھا کر رابی جنت ہوا، آسمان وزمین کی حالت متغیر ہو گئی، لشکر مخالف میں بھی زخم گلوں نے ہلچل مچادی، سخت سے سخت دل والے منہ پھرا پھرا کر رونے لگے۔ بازوئے مظلوم کربلا بھی مجروح ہو گیا اور آپ پر ایسی بیکسی طاری ہوئی کہ عالم حسرت دیاس میں اپنے شیعوں کو یاد فرمایا:

”اے شیعو جب تم آج سرد و شیریں پینا تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب کسی غریب یا شہید کا حال سننا تو میری غربت و بیکسی پر دو آنسو بہا لینا۔ کاش تم روز

عاشورا دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے ششماہہ بچہ کے لئے پانی، نمک تھا، مگر ان ظالموں نے مطلقاً رحم نہ کیا اور علی اصغرؑ کو پیاسا ہی شہید کیا۔

منقول ہے کہ حضرت لاش شیر خوار لیکر درخیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے آواز دی کہ اے بہن نہ نب علی اصغرؑ کو لو، لیکن مومنین سید الشہداء نے جناب نہ نب کو کس لئے آواز دی، مادر علی اصغرؑ کیوں نہ پکارا، شاید حضرت کو جناب رباب کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہو کہ علی اصغرؑ کو صحیح و سالم لائے تھے اور مجروح لئے جا رہے ہیں۔ اس لئے جناب رباب کو نہ پکارا بلکہ ستم رسیدہ بہن کو آواز دی، جناب نہ نب آئیں، دیکھا کہ حضرت کا عجب حال ہے۔ ہونٹ خشک، صورت پریشان، چہرہ تیراں اور ہاتھوں پر لاش علی اصغرؑ ہے، دیکھتے ہی ایک صیغہ کیا، اور مرقد رسولؐ کی طرف خطاب کر کے کہنے لگیں، مانا جان فریاد ہے اب ہماری مظلومیت و بیگنی کی حد ہو گئی کہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہو گیا۔

بنا بر بعض روایات آنحضرت لاش علی اصغرؑ کو قتل میں لائے اور نماز میت پڑھی۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کم از کم چھ برس کی میت کے لئے واجب ہے پھر آپ نے طفل شیر خوار کی میت پر نماز پڑھی، شاید یہ وجہ ہو کہ نماز جنازہ ہر منزلہ دعا ہے یعنی حضرت نماز میت نہ پڑھ رہے تھے بلکہ درگاہ باری میں دعا کر رہے تھے کہ خداوند تو ارحم الراحمین ہے اس ہدیہ کو قبول فرما اور باعث نجات اُمت قرار دے یا شاید اس نماز سے حضرت نے اشتیاق کو متنبہ کیا ہو کہ دیکھو ہم ایسے بچے پر بھی نماز پڑھ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیں بے نماز چھوڑ کر چلے جاؤ، مگر آہ! آہ! وہ بے حیا نماز تو کیا پڑھتے فرزند ہزا کے دفن و کفن کا بھی سامان نہ کیا بلکہ اپنے کشتوں کو دفن کر کے لاش جگر ہائے گوشہ رسولؐ کو یونہی جلتی ریت پر پڑا ہوا چھوڑ گئے۔



### دفن علی اصغر پر ذوالفقار کا گریہ:

مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ میں ہے کہ آپ نے دفن علی اصغر کے لئے ذوالفقار سے قبر کھودنا چاہی اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ پوچھا اس نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ایک روز حیدر کرار کسی جنگ سے مظفر و منصور عصمت کدہ پر تشریف لائے، جناب سیدہ نے مجھے خون آلود دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسین کی نصرت میں کوئی کمی نہ کرنا، اے آقا مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ آج مجھ سے بچنے کا کام لیں گے اور ششماہی کی قبر کھودیں گے میں اپنی عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت فاطمہ زہرا کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کر آنحضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسین کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، عرض یہ فرما کر آپ نے قبر کھودی اور اپنے چاند کے ٹکڑے کو پیوندِ خاک کر کے زمین کر بلا سے خطاب کیا۔

پہلے پہل چھٹا ہے یہ ماں کے کنارے واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تار سے  
اے قبر ہوشیار مرے گلزار سے گردن چھدی ہوئی ہے بچانا فٹار سے  
سید ہے لال حضرت خیر النساء کا ہے  
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

حضرات حکم ہے کہ جب میت کو دفن کر دیں تو قبر پر پانی چھڑکیں۔ یہاں حسین کے پاس پانی کہاں تھا، جو قبر علی اصغر پر چھڑکتے، مرجھکا کر بیٹھے اور زار زار رونے لگے، یعنی پانی کی جگہ لحدِ معصوم پر آنسو چھڑکے، عزادارانِ حسین دفن علی اصغر کے متعلق

یہ سوال ہوتا ہے کہ سید الشہداء نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا، پھر لاش بے شیر کو دفن کرنے کی رحمت کیوں فرمائی۔ آہ سید الشہداء کو معلوم تھا کہ یہ بلا صین ما شہائے شہداء کو پامال کریں گے اور سرکاٹ کر نیزوں پر علم کریں گے، اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ چھ مہینے کے بچے کی بساط ہی کیا ہے اور ان مصائب کا متحمل کیونکر ہوگا اس بنا پر ذوالفقار سے قبر کھود کر اپنے لخت جگر کو پیوند زمین کر بلا کیا۔

قبر علی اصغرؑ پر حضرت زینبؑ کے بن:

جناب زینب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار ہدف تیر ہوا اور امام مظلوم نے اسے مقتل میں دفن کر دیا تو بنا بر روایت حمید بن مسلم خیمہ عصمت سے اس بیتابی کے ساتھ ٹٹلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرا زمین پر بوسہ دیتا جاتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح آپ ستر جگہ گریں اور قبر علی اصغرؑ پر پہنچ کر وہ بین جگر خراش کئے کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔ سید الشہداء آپ کو نا محرموں کی نظروں سے بچا کر خیمے میں لے گئے۔

(ریاض الشہداء ص ۲۹۶ تا ۲۹۹)

## زینت المجالس

﴿مولوی محمد حسین﴾

رحمہ لی رسولؐ خدا اور کبوتر کا فرات سے علی اصغرؑ کے لئے پانی لانا اور شہادت شیر خوار و گرفتاری حرمہ نا نہجار در عہد مختار:

منقول ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا صحرائے مدینہ میں پھرتے تھے، دیکھا کہ ایک بڑھیا کنویں پر پانی بھرنے کو چڑھتی ہے لیکن پیری کے سبب سے پانی نہیں بھر سکتی تھی۔



حضرت کو اس کے حال پر رحم آیا اور پانی سے اس کی مشک بھر دی اور دوش مبارک پر اس کو رکھ کر بڑھیا سے فرمایا کہ تو آگے میرے چل اور اپنے خیمہ کو دکھلا دے۔ ایک شخص اصحاب میں سے حضرت کے ہمراہ تھا، اس نے ہر چند کہا کہ اس مشک کو میں لے چلوں، حضرت نے قبول نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ بارامت اٹھانے کے لئے میں ہی اولی ہوں، یہاں تک کہ اس کے دروازہ پر پہنچے اور مشک کو زمین پر رکھ دیا اور وہاں سے چلے گئے اور بڑھیا خیمہ کے اندر گئی اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مشک کو باہر سے اٹھا لاؤ، انہوں نے کہا کہ اے مادر تو اس مشک کو یہاں تک کیونکر لائی اس نے کہا کہ ایک مرد شیریں گرفتار خوبصورت، نیک کردار اور خوش خوئیہ پر مہربانی کر کے یہاں لایا ہے انہوں نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے، اس نے کہا کہ وہ جاتا ہے وہ بیٹے بڑھیا کے حضرت کے پیچھے گئے اور انہوں نے حضرت کو پہچانا اور پاؤں پر گر پڑے اور حضرت کو اپنے خیمہ کے قریب لائے اور اپنی ماں سے کہا کہ اے مادر یہ جوان وہ ہے کہ تو شب دروز جس کی مشتاق دیدار تھی اور جس کی محبت میں دم مارتی تھی، یہ سن کر بڑھیا خیمہ سے باہر نکلی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑی اور رونے لگی اور کہا کہ یا رسول خدا بڑی گستاخی ہوئی کہ میں نے حضرت کو پہچانا نہ تھا، معاف فرمائیے۔ حضرت نے اس کو تسلی دی اور اس کے اور اس کے بیٹوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ آہ! مومنین یہ مقام رونے اور خاک اڑانے کا ہے کہ کہاں تھے رسول خدا بروز عاشورہ میدان کربلا میں کہ جب خیام امام علیہ السلام میں شور العطش العطش بلند تھا اور فرزند آجیناب کا یکہ و تہا نرغہ میں اعداء کے ہاتھوں پر اپنے فرزند شیر خوار کو لئے پانی مانگتا تھا اور کسی بے رحم کو ترس نہ آیا کہ ایک قطرہ پانی کا دے دے۔ ہائے کیا بیاس تھی جناب علی اصغر کی، جان شیعوں کی قربان ہو جائے کہ جانور بھی چاہتے تھے کہ کسی طور سے پانی مل جائے۔ چنانچہ ”نظم الاحزان“ میں

ہے کہ امام حسینؑ کی خدمت میں کسی نے بطور ہدیہ ایک جوڑا کبوتروں کا پیش کیا، چونکہ حضرت سفر میں تھے تو محل میں ایک خانہ نوا کر ان کو آپؑ کے پرورش کیا اور راہ میں انہوں نے بچے بھی دیئے تھے، جب حضرت وارد کر بلا ہوئے اور لشکر بیدار ہونے لگا تو حضرت پر آب فرات بند کر دیا تو حضرت نے اپنی بہن جناب ام کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن! ان کبوتروں کو چھوڑ دو کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں ہلاک ہوتے ہیں اور اس گروہ غدار کو تو مجھ سے کام ہے، یہ جدھر چاہیں جائیں، جب جناب ام کلثومؑ نے ان کو کھول دیا، اب غور فرمائیے کہ وہ جانور کیا دغا داری کرتے ہیں، کہ سیدھے نہر فرات میں گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی اور نہ اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لیا اور پھر جانب خیام امام اڑ کر آیا ہر چند اُس کے بچے اپنے منہ کھول کر دوڑے مگر ان کو پانی نہ دیا اور جھولے پر جناب علی اصغرؑ کے اپنے پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن علی اصغرؑ کے پاس جا کر ہر چند اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منہ کھولے تو اُس کے حلق خشک میں یہ پانی پکاؤں، مگر مومنین ابھی تو اُس بچہ کے حلق سے نوالہ بھی آشنا نہ ہوا تھا، یہ بچہ تو شیر مادر کا عادی تھا کیونکہ اپنا منہ اُس کے اشارے پر کھولتا، آخر اُس نے زبان سے وہ پانی رخسار ہائے علی اصغرؑ پر گرادیا اور پھر وہ نہر فرات پر گیا اور اسی طرح اپنے بال و پر تر کر کے اور منقار میں پانی بھر کر اڑا، یکایک عمر بے حیا کی نگاہ اُس پر پڑ گئی اور سمجھ گیا کہ یہ کبوتر دوستانِ اہل بیتؑ سے ہے اور پانی اپنی منقار میں لئے جاتا ہے، آواز دی کہ ارے کوئی ایسا بھی تیر انداز ہے کہ اُس کو نشانہ تیر ہٹا دے، یہ سن کر ایک حرام زادے نے ایک تیر اُس کے ایسا مارا کہ وہ کبوتر زمین پر گر پڑا جب اُس کی مادہ نے سوچا کہ وہ اب تک نہیں آیا اُس نے بھی نہر فرات کی طرف پرواز کیا، راستہ میں اپنے نر کو مرا ہوا پایا، بے تاب ہو کر اس کے خون میں لوٹنے لگی کہ کسی شقی نے اُس کے بھی تیر مار کر مجروح کر



دیا، آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اہل بیت کا اور اُمت نے پانی سے بھی دریغ کیا۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن میں تم کو علی اصغرؑ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ بچہ ہے اور اُس کی عمر چھ مہینے یا آٹھ مہینے کی ہے، جناب زینبؑ نے کہا اے بھائی اس کو تین دن سے پانی نہیں ملا اس لئے ظالموں سے پانی طلب کیجئے تو حضرت اُس کو گود میں لے کر میدان میں تشریف لائے اور بعض مقاتل میں ہے کہ حضرت نے اُس کو اپنی آنکھوں میں لیا اور دامن عبا کا اُس پر سایہ کر کے ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو اس قدر اٹھایا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور پکار کر فرمایا کہ اے گروہ خدا اگر تمہارے زعم ناقص میں حسینؑ گنہگار ہے تو یہ بچہ میرا ناقص صالح سے کم نہیں ہے اس نے تو تمہارا کوئی قصور نہیں کیا، اس کو پانی پلا دو کہ شدت عطش سے جان بلب ہے، اتنے پانی میں دریا کچھ کم نہ ہوگا، مگر اُن ناہنجاروں نے کچھ جواب نہ دیا، حضرت ناامید ہو کر اُس بلندی سے اترے اور مقابل جس طرف اعدا ہوئے اور عبائے مبارک کو زرخ علی اصغرؑ سے ہٹا دیا اور ہر ایک لعین کو اُس کی صورت دکھائی اور پانی مانگا اور اسی طرح ایک طرف سے دکھائے ہوئے دوسری طرف پہنچے، مگر کسی نے بالکل رحم نہ کیا، اُس وقت حضرت نے علی اصغرؑ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دکھلاؤ تا کہ بیش خدا کوئی حجت نہ رہے، راوی کہتا ہے کہ جب اُس معصوم نے اپنی سوکھی زبان اپنے خشک ہونٹوں پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکر یزید میں ایسا نہ تھا کہ جو رو نہ دیا ہو، اور تمام فوج میں تلاطم پڑ گیا، عمر شقی نے اضطراب لشکر کا دیکھ کر حرمہ سے کہا کہ کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر، جواب میں حرمہ ملعون نے زمین و آسمان کو ہلا دیا، گو وہ جناب رباب کی خالی کردی، اُسی وقت تو حضرت نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا تھا لیکن عجب

لمحات بے کسی سے یاد فرمایا ہے:

یعنی اے شیعو! میرے! کاش دیکھ لیتے تم روز عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفل شیرخوار کے واسطے پانی مانگا لیکن کسی نے رحم نہ کیا، گویا مطلب حضرت کا یہ ہے کہ اے شیعو جب تم حال علی اصغر سنو تو گریہ و بکا سے دریغ نہ کرو، آہ امونین کاش وہ اشتیاق بھی جواب دیتے کہ ہم اسے پانی دیں گے تو دل حضرت کا صدمہ علی اصغر میں مجروح نہ ہوتا، شاید ایسا کم سن بچہ کسی جہاد میں تیر سے زخمی نہ ہوا ہوگا اگر غور فرمائیں تو یہ تیر شیعوں کے دلوں پر پڑا ہے۔ اب حضرات یہ تو خیال فرمائیے کہ تیر کھا کر علی اصغر کتنے دیر زندہ رہے، اب کیا صاحبان اولاد اس مضمون کے سننے کی تاب رکھتے ہیں۔ فَذَبْنِ مِنَ الْأَذْنِ إِلَى الْأَذْنِ کہ وہ تیر ستم ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر گیا۔ حضرت نے چلو زیر زخم علی اصغر رکھ دیا، وہ چلو خون سے بھر گیا تو حضرت نے اس کو جانب آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی کہ یا بن رسول اللہ اس خون ناحق کو اس طرح نہ پھینکنا، ورنہ کبھی ایک قطرہ پانی کا نہ بر سے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر اس خون کو گرا دیں، زمین نے استغاثہ کیا کہ اے فرزند رسول اس خون کو مجھ پہ نہ گرا ورنہ پھر کبھی ایک دانہ مجھ سے روئیدہ نہ ہوگا، حضرت تو فرزند رحمۃ اللعالمین و جگر گوشہ ختم المرسلین تھے کیا کرتے بہ مجبوری اس خون کو اپنے چہرہ مبارک پر لیا اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جد بزرگوار و پدر عالی مقدار سے ملاقات کروں گا اور لاش علی اصغر کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا:

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں

اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ایک روایت میں تو عجیب مضمون جان سوز وارد ہوا ہے کہ جس وقت خلق علی



اصغر پر تیر لگا ہے تو اُس وقت وہ بچہ ترپ کر ہاتھوں پر سے اپنے باپ کے زمین پر گر پڑا، شاید اسی طرف امام عصر علیہ السلام نے زیارت ناحیہ مقدس میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی سلام خدا ہو اُس شہید راہ خدا پر کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، پس امام مظلوم نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزند اے نورِ نظر بہت شاق ہے تیرے باپ پر تجھ کو اس حال سے دیکھیں، راوی کہتا ہے کہ اُس وقت میں نے دیکھا کہ دفعہ ایک معظمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے روتی بیٹتی ہوئیں مقتل میں آئیں اور اُس ننھی سی لاش پر دیر تک ترپ ترپ کر رویا کیں، میں نے پوچھا کسی سے کہ یہ بی بی اور لڑکیاں کون ہیں، کسی نے کہا ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی، جناب ام کلثوم اور یہ سیکندہ وفاطمہ و رقیہ دخترانِ امام حسین ہیں، جس طرح جناب زینب کو علی اکبر سے محبت تھی، اسی طرح سے جناب ام کلثوم کو علی اصغر سے محبت تھی، مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسین جب اُس بچہ کو اٹھا کر اہلِ حرم میں آئے کہ وہ بچہ خون میں سرخ تھا اور حضرت روتے جاتے تھے جب عورتوں نے حضرت کو روتے سنا تو سب اہلِ حرم خیمہ سے نکل آئے اور اُس بچہ کو حضرت کے سینہ پر مردہ دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگیں، ام کلثوم نے اُس بچہ کو لے کر اپنے سینہ سے لگالیا اور اپنا گلہ اُس کے گلے پر رکھ دیا اور رونے لگیں، پھر فرمایا کہ اے مائے رسولِ خدا اور اے ہا ہا فریاد ہے دیکھئے کیا کیا مصائب بعد آپ کے دشمنوں کے ہاتھ سے ہم پر گزرے، مقام اندوہ ہے کہ یہ بچہ اپنے خون میں رنگین ہو گیا، مقام حسرت ہے حال پر اُس شیرِ خوار کے کہ جس کی دودھ بڑھائی تیر جفا سے ہوئی و احسرتاہ جس کی آنکھیں اور شکم تک زخمی ہو گیا۔ حضرات اگر غور فرمائیے تو یہ وہ مصیبتِ کبریٰ واقع ہوئی ہے کہ جس نے اہل بیت کے دلوں کو مجروح کر دیا ہے کہ جس کا اندمال ممکن نہیں، خاص کر جناب سید الشاہدین کا تو یہ حال تھا کہ اس واقعہ جان

کاہ کو بھولے بھی نہیں۔ چنانچہ منہال سے جناب علی اصغر کے قاتل حرمہ کو پوچھا نہ قاتل عباس کا حال دریافت کیا اور نہ شمر کو پوچھا اور نہ خولی کو دریافت کیا فرمایا ہے آپ نے یہی کہا کہ حرمہ بن کابل بھی مختار کے ہاتھ آیا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ وہ شقی کوفہ میں زندہ ہے، آہ مومنین حضرت نے ایک آہ سر دیکھنی اور دعا کی کہ خداوند اُسے آگ کا مزہ چکھا، منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، تو مختار نے مجھ سے کہا کہ تم شریک حکومت نہ ہوئے میں نے کہا کہ میں مکہ میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے آ کر خوشخبری سنائی کہ حرمہ بھی گرفتار ہوا، جب حرمہ کو سامنے لائے تو مختار نے کہا لعنت خدا تجھ پر اور شکر بجالایا اور پھر جلاد کو بلایا اور اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور پھر آگ منگوا کر اُس کو جلایا اور روایت ابو جحف میں ہے کہ جب مختار نے حرمہ کو دیکھا تو رو دیا اور کہا کہ اے ملعون کیا ظلم کیا تو نے کہ طفل شیر خوار کو تیرے شہید کیا، اے شقی تو نہ جانتا تھا کہ یہ دلیر فرزند رسول ہے، منہال کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا، مختار نے پوچھا کہ اگرچہ تسبیح ہر وقت میں خوب ہے لیکن اس وقت تسبیح کا کیا باعث ہے، میں نے دعائے سید الساجدین کا ذکر کیا، مختار نے سجدہ شکر کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور روزہ شکر یہ کار کھا کہ مجھ سے دعائے امام زمان کا انجام ہوا۔

(زیئت الجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۵۴۲ تا ۵۴۳)

### حال قیامت و شہادت و دفن علی اصغر معہ وجوہ:

یعنی ہر آنکھ قیامت کے دن ہول قیامت سے روتی ہوگی، لیکن وہ آنکھ کہ جو مصائب امام حسین پر اس دنیا میں روئی ہے پس وہ آنکھ خوش و مسرور ہوگی اور اُس کو بشارت دی جائے گی، طرف نعمت ہائے جنت کے جس دن کہ انسان اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور زوجہ اور اولاد سے بھاگے گا۔ مومنین روز قیامت عجب ہولناک روز



ہوگا کہ انسان جن اعزاء و اقارب کو دل و جان سے دوست رکھتا تھا قیامت کے دن ہر ایک اپنے بیگانے سے بھاگے گا کہ ہر ایک اپنے حال میں مشغول ہوگا اور سبب اپنی گرفتاری کے دوسروں کی طرف بالکل توجہ نہ ہوگی، چنانچہ زوجہ جناب رسول خدا سے منقول ہے ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب پر ہتھنگے پامیدان حشر میں آئیں گے، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت بعض لوگ بعض کو برہنہ دیکھیں گے اور ہر ایک کی نظر دوسرے کے ستر پر پڑے گی، کس قدر رسوائی کی بات ہے، فرمایا کہ سب آدمی اپنے اپنے حال میں گرفتار ہوں گے، کسی کو دوسرے کے حال کی خبر نہ ہوگی یا اس واسطے اپنے بیگانوں سے بھاگیں گے کہ مثلاً بھائی اپنے حق کا طالب ہوگا، والدین پرست کہیں گے کہ تو نے ہمارے حقوق کو ادا کیوں نہ کیا، زوجہ کہے گی کہ تو نے کھانا حرام کا کیوں کھلایا اور میرے حقوق و اجہ کی رعایت کیوں نہ کی، غور فرمائیے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ مال دنیا جمع کر کے اپنے اہل و عیال کے واسطے جمع کرے اگرچہ بدعا و فریب جمع ہو، افسوس وہی اہل و عیال قیامت کے دن ہم سے مطالبہ کریں گے اور اولاد اپنے باپ سے کہے گی کہ تو نے ہم کو تعلیم و ہدایت کیوں نہ کی اور ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وقت شروع ہونے قیامت کے آدمی بے خبر ہوں اور بازاروں میں سودا کرتے ہوئے پھریں ناگاہ دیکھیں کہ روشنی آفتاب کی دور ہوگئی اور وہ یہ حال دیکھ کر حیران ہوں کہ آفتاب کو کیا حادثہ پہنچا ناگاہ ستارے گرنے لگیں اور اسی فکر میں ہوں کہ پہاڑ پلنے لگیں اور مثل غبار کے ہوا پر اڑنے لگیں اور جن آدمیوں میں بھاگیں اور آدمی جنوں میں، پناہ لے جائیں اور جانور سب آپس میں مل جائیں اور جن آدمیوں سے کہیں کہ ہم جاتے ہیں اور اس حادثہ کی خبر لاتے ہیں، وہ جائیں اور دریا کو دیکھیں کہ آگ ہو کر چمکتے ہیں، اور شعلے مارتے ہیں اور اس درمیان میں زمین و آسمان پھٹ

جائیں اور ایک ہوا پیدا ہو کہ سب کو ہلاک کرے اور منقول ہے کہ قیامت کے روز لوگ کو کھڑے رکھے جائیں گے اور وقت کھڑے ہونے کے اُن کے بدنوں سے اس قدر پسینہ جاری ہو کہ نصف کان تک پہنچے اور اُس پسینہ میں کھڑے رہیں اور اُس روز آفتاب آدمیوں کے سروں سے ایک میل اونچا ہوگا، راوی کہتا ہے کہ نہ معلوم میل سے مسافت زمین کی مراد ہے یا سلائی سرمہ کی مراد ہے۔ پس آفتاب اُن کے بدنوں کی رگوں کو پھلائے اور بطریق پسینہ کے اُن کے بدنوں سے جاری ہوں اور یہ بقدر اعمال کے ہو کہ بعض کے ٹخنوں تک اور بعض کے مثل لگام دیر تک پہنچے، مومن کو ایب ہو کہ جیسے موسم گرما میں روزہ رکھے اور وقت عصر حوض کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے اوپر پانی ڈالے اور تمام خلایق اولین و آخرین عرصہ محشر میں جمع ہوں اور ہر پیغمبر ایک ایک منبر نور پر ہوگا اور گرد اُن کے اُن کی امتیں ہوں گی اور کل حیوانات ایک جانب جمع ہوں گے۔ دوسری جانب صفیں گھوڑوں کی ہوں گی، جن پر ظلم و جور ہوا ہے اور آگے اُن کے اسپیڈ سبط رسول ہوگا، مگر کس طرح کہ تمام بدن پر تیر لگے ہوں، خون بہتا ہوا فریاد کرتا ہوا اسی طرح گھوڑا جناب علی اکبر و جناب عباس کا ہوگا کہ ناگاہ جناب خاس آلِ عباس مظلوم کر بلا

غریب و بیکس و بے آشنا شہ کوئیں

شہید راہ خدا از جفا امام حسین

تشریف لائیں گے مگر عجب لکھی ہے آپ کے آقا کی تشریف آوری کہ تمام بدن میں تیروں سے مشبک ایک ہاتھ میں سرانور دوسرے ہاتھ میں شمر بداختر، گود میں ایک بچہ شیر خوار بالگوسے مجروح ہوگا جو نبی اہل محشر دیکھیں گے اس شدت سے رونیں گے کہ گویا تمام عرصہ محشر میں زلزلہ ہو جائے گا، آہ! مومنین خیال فرمائیں کہ کیا تیر پڑا ہوگا امام مظلوم کے دل پر جس کا اندمال قیامت تک بھی نہ ہوگا، اُس وقت تو حضرت



نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا ہے۔

”اے شیعو میرے کاش تم دیکھ لیتے روز عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفل شیر خوار کے واسطے پانی مانگا، لیکن کسی نے ایک قطرہ نہ دیا، بلکہ شقاوت نے حرمہ حرا مزادے کی تو زمین و آسمان کو بلا دیا، امام مظلوم روتے ہوئے لاش شیر خوار کو لے کر درخیمہ پر تشریف لائے اور بیرون خیمہ سے فرمایا کہ اے خواہر مغموم زینب علی اصغر کو لو مومنین حضرت نے جناب زینب کو کیوں پکارا، اس جگہ چند احتمال ہیں ایک یہ کہ شاید ظالموں نے حضرت کو مہلت نہ دی کہ حضرت لاش کو لے کر خیمہ میں جاتے، دوسرے یہ کہ شہادت علی اکبر سے بصارت جاتی رہی تھی اور شہادت جناب عباس نے کمر مظلوم کو بلا کو توڑ دیا تھا، تو ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ لاش ششماہی کی بھی نہ اٹھا سکے، اور طالب اعانت ہوئے، لیکن اس وقت کون تھا کہ جو اعانت کرتا، سوائے جناب زینب کے اس وجہ سے جناب زینب کو آواز دی کہ اے بہن تم آ کر میری اعانت کرو، تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت کو مادر علی اصغر سے شرم آئی کہ اس کے فرزند کو حضرت پانی پلانے لے گئے تھے، اب اس کی لاش کو کیونکر دیویں، اسی وجہ سے زینب کو آواز دی، چوتھی وجہ شاید یہ ہو کہ بازو پر وہی تیر حضرت کے لگا تھا کہ جس سے خون مشکل پر نالہ کے جاری تھا، اس وجہ سے شاید لاش علی اصغر کی سنبھل نہ سکی کہ ہاتھ کمزور ہو چکا تھا، آہ زینب جو نبی انیس اور یہ حال اپنے بھائی کا دیکھا کہ ہونٹ تو حضرت کے خشک ہو گئے ہیں، ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقد مطہر جناب رسول کو خطاب کر کے بولیں۔

اے ماما آپ کو خبر بھی ہے کہ ان اشقیائے کیا ظلم عظیم کیا، ہمارے مردوں میں سے کسی کو ایک جفا کاروں نے باقی نہیں رکھا، یہاں تک کہ بچہ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔ جناب زینب روتی ہوئیں لاش علی اصغر کو دیں لے کر خیمہ میں آئیں، آہ! جوں ہی یہ حال مادر

علی اصغرؑ نے دیکھا کہ گلے سے خون بہتا ہے، لاش بے جان گود میں زنب کے ہے، ہونٹ سوکھے ہوئے، چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، صاحبانِ اولاد غور فرمائیں کہ کیا حال ہوا ہوگا اس ماں دل جلی کا۔ بروایت مصائب الابرار والواریاں شہادت کہ سپرد خاک کریں، اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ پوچھا، اس نے عرض کی کہ اے آقا ہمارے ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے مظفر و منصور دولت خانہ پر تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورہ میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔

میں نے دکھوں سے پالا ہے اس نور عین کو  
تیرے حوالہ کرتی ہوں اپنے حسینؑ کو  
امداد میں کمی نہ کہی اس کے پیچھے  
مشکل میں ساتھ تو میرے پیارے کا دیجیو

یا مولا مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھے سے بچہ کا کام لیں گے، آج مجھ سے قبر شمشا ہے کی کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت فاطمہؑ ہر اکو کیا منہ کھاؤں گی، یہ سن کر حضرت بے اختیار روئے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمت گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند مہ جیس کو پیوند خاک کر دیا اور زمین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے زمین کر بلا آج میرا شیر خوار اپنی ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں آیا ہے، قیامت تک میری امانت کی حفاظت کرنا، کیوں حضرات حکم ہے کہ جب میت کو سپرد خاک کر



دیں تو اس پر پانی چھڑکیں، امام مظلوم نے بھی پانی چھڑکایا نہیں۔

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر

آنسو ٹپک پڑے غدیر شیر خوار پر

حضرات جناب سید الشہداء نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہ کیا سوائے لاش علی اصغر کے اس کی کیا وجہ ہے، اس میں چند احتمال ہیں، اول شاید یہ وجہ ہو کہ جب قافلہ اہل حرم قید ہو کر لاشہائے شہداء کی طرف سے ہو کر گزرے تو ایسا نہ ہو کہ جب لاش علی اصغر کو اس کی ماں دیکھے تو روح مفارقت کر جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حجت خدا نے حجت تمام فرمائی کہ ان اشقیائے ہم پر وہ ظلم و ستم کئے کہ ہمارے مردوں کو بھی قبر میں آرام نہ کرنے دیا۔ تیسرے یہ کہ جب لاشہائے شہداء پامال ہوں تو اس بچہ شیر خوار کی مینت کیا وجود رکھتی ہے۔ اس قدر متحمل نہ ہوگی کہ جس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، صاحب الامر نے زیارت ناحیہ میں کہ اے جد بزرگوار تم کو گھوڑوں نے اپنے سموں سے روند ڈالا، چوتھی یہ کہ اگر علی اصغر بھی مثل اور شہداء کے پڑے رہتے تو اعدائے دین اس بچہ کا بھی سر بدن سے جدا کر کے نیزے پر بلند کرتے تو انتہا کی حقارت اسلام کی ہوتی اور اب حضرت نے اپنی طرف سے تو ہین اسلام گوارا نہ کی۔ پانچویں یہ کہ جب حضرت کو رحم آیا کہ ایسا نہ ہو کہ بسبب اس خون ناحق کے دنیا پر بلا نازل ہو یا زمین شق ہو جائے اور دریائے غضب الہی جوش میں آوے۔ چھٹے یہ کہ جناب رسول خدا علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا جب مقتل میں تشریف لائیں تو اس بچہ شیر خوار کو اسی طرح پڑا ہوا دیکھیں تو ان کی روح پر زیادہ صدمہ واقع نہ ہو۔ الاصل جب جناب رباب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار بھی ہدف تیر ہوا اور جناب امام مظلوم نے اسے مقتل میں دفن کر دیا تو حمید کہتا ہے اس وقت وہ خاتون معطرہ خیمہ عصمت سے اس بے ثوابی اور اضطراب سے نکلیں کہ ایک

گوشہ چادر کا سر مبارک پر تھا دوسرا سر زمین پر بوسہ دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ ستر مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو ہیں جگر خراش آپ نے کئے یا ر اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، یہاں پر مرزا دہیر نے عجیب حسرت کا شعر لکھا ہے:

چھاتی سے لگا رکھتی تیری لاش کو بیٹا

پر زندوں میں مردہ کا گزارہ نہیں اصغرؑ

پس جناب امام مظلومؑ حضرت ربابؑ کو نظروں سے ماحرموں کے بچا کر شیر عصمت میں لے گئے۔ (زینت المجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۲۳: ۵۳۸۵)

## توضیح عزاء

﴿علامہ حسین بخش دہلوی﴾

راوی کہتا ہے کہ روز عاشور جب آفتاب بروج امامت یعنی جناب امام حسین میدان کارزار میں بے مونس و یار رہ گئے اس وقت مظلوم نے حسرت بھری لگاؤ سے دائیں طرف اور کبھی بائیں جانب دیکھا، شہداء کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیر کو سفند قربانی کی مانند زمین کر بلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں۔ با آواز بلند زور کر فرمانے لگے ہائے میرے قوت بازو عباسؑ اور ہائے قاسمؑ علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا جو اس عالم غربت و نیکی میں میری مدد کرتا۔ مقتل شاہ شہیدان میں منقول ہے کہ حضرت ربابؑ ہوتے ہوئے دو خیمہ پر تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا۔ اے بہن زینب اے ام کلثوم اے رباب، اے سیکندہ، حسینؑ کا آخری سلام تم اہل بیتؑ پر پہنچے اب



تم لوگوں سے حسین رخصت ہوتا ہے اور میری یہ آخری وداع ہے۔ میرا اور تمہارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے۔ اور میرا سلام ہو ان عورتوں پر کہ جن کی اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ پس ہر ایک بی بی اور بچے سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح مرنے والا اپنی موت کے وقت اپنے خیال سے رخصت ہوتا ہے۔ اس وقت صدائے گریہ و بکاء سے خیمے میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آواز الوداع و الفراق بلند تھی۔ خاص کر جناب زینب وہ جگر خراش بین کرتی تھیں کہ جس کے سینے سے دوست اور دشمن کے دل شق ہوتے تھے۔ غرض اس عالم گریہ میں جناب زینب نے عرض کی اے بھائی جس وقت علی اصغر نے آپ کی آواز استغاثہ کی ہے ہمک کر اپنے آپ کو گوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے چپ نہیں ہوتا یہ من کر حضرت بہت روئے اور فرمایا اے بہن زینب میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں جناب زینب اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے دیکھا کہ اس طفل صغیر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدت سے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے علی اصغر کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامنِ عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا اے قوم یہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدت سے مرد ہا ہے۔ مگر موتیں اُن سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت نا اُمید ہوئے اس بلندی سے اترے اور مفوق لشکر کے سامنے آئے اور غبارِ مبارک کو رخِ علی اصغر سے اٹھا لیا اور ایک ایک جفا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھلائی اور پانی طلب فرمایا، یہاں تک کہ آپ اسی طرح ایک طرف سے دکھلاتے ہوئے دوسری جانب اس لشکر کے پہنچے مگر کسی نے اس

شیرخوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجت خدا علی اصغر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اکی حجت باقی نہ رہے۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت علی اصغر نے اپنی سوکھی زبان خشک لبوں پر پھیری تو لشکر عمر سعد میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حال اصغر پر رویا نہ ہو اور عمر سعد کی تمام فوج نے انحراف کا ارادہ کیا ہو پس اس شقی نے تلاطم و اضطراب لشکر دیکھ کر حرمہ بن کابل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر اس ظالم نے ایک زہر آلود تیرکان میں جوڑ کر ایسا حلق اصغر پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا باپ کے ہاتھوں تڑپ تڑپ کر جان بحق تسلیم ہوا کیوں صاحبو! یہ ظلم و ستم سوائے امام حسین کے کس نے دیکھا ہے پس حضرت نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا اور بارگاہ الہی میں عرض کی خداوند ایہ سب رنج و آزار تیری راہ رضا میں آسان ہے۔ اور زار و قطار روئے اور فرمایا ہائے اصغر ہائے پارہ جگر اللہ تعالیٰ اس شقی پر لعنت اور عذاب نازل کرے کہ جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کیا اور پانی کے بدلے تیرے سوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا رخصت ہوا۔ پس حضرت روتے ہوئے دروازہ خیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے فرمایا بہن نہ نب علی اصغر کو لے لو۔ آہ جناب نہ نب در خیمہ پر آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ حضرت کے ہونٹ شدت پیاس سے خشک ہو رہے ہیں اور بازو پر ایسا تیر تم لگا ہے کہ اس سے پرنا لے کی طرح خون جاری ہے اور ہاتھوں پر لاش علی اصغر ہے اور علی اصغر کے گلے اور کانوں سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقد رسول کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے اے تانا رسول خدا ہائے اے جناب محمد مصطفیٰ یہ تمہارا فرزند حسین ہے کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کے دونوں ہونٹ سوکھ گئے ہیں اور اس کے جسم پر ایسے کاری زخم لگے ہیں کہ ان سے خون بہہ رہا ہے اور



اس کے بھائی، بیٹے اور عزیز و انصار آنکھوں کے سامنے مارے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ اسی کا شیر خوار بچہ تین دن کا یا سا تیرہ سال کا تھا اس کی گود میں ترپ کر مر گیا ہے۔ ہائے اے ناظلم اعداء کی شکایت تم سے کرتی ہوں پس جناب نہ نب روتی ہوئی لاش اصغر کو حضرت کی گود سے لے کر خیمہ میں آئیں۔ اور جو نبی یہ حال مادر علی اصغر نے دیکھا کہ اصغر کے گلے سے خون جاری ہے بے جان لاشہ حضرت نہ نب کی گود میں ہے اس کی منہ لاش کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس دل جلی کا عجب حال ہوا، چھین مار مار کر رونے لگیں اور ترپ کر بے قراری میں کہتی تھیں ہائے اے میرے بچے، ہائے میرے پارہ جگر اے میرے اصغر اس شقی پر عذاب ہو کہ جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا۔

پھر اس قدر روئیں کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں اور خیمہ اہل بیت میں قیامت برپا تھی مصائب الابرار و انوار الشہداء کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نہایت مشکل سے لاش علیؑ اصغر کو اہل بیت سے لے کر مقل میں لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علیؑ اصغر کو سپرد خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی اس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ میں فتح حاصل کر کے گھر تشریف لائے تو جناب سیدو نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور اس کے سر سے مصیبت کو دفع کرنا یا حضرت مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علیؑ اصغر کی قبر میری نوک سے کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ یہ سن

کہ حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور رسولؐ مختار کی گناہگار امت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے۔  
غرض حضرت نے اسی شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند شیر خوار کو پیوند خاک کر دیا۔ الحاصل جب ربابؑ کو معلوم ہوا کہ طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا اور مکرمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی و اضطراب سے نکلیں کہ چار کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے کوزمین بوسہ دے رہی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علیؑ اصغر سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح حضرت ربابؑ ستر (۷۰) مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علیؑ اصغر پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی قبر پر جو جگر خراش بین کئے اس کے بیان کا یارا نہیں کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو نامحرموں کی نظر سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب جناب سید الشہداء استغاثہ کر رہے تھے ناگاہ اہل بیتؑ کی آواز گریہ آپ کے کانوں تک پہنچی، مضطرب ہو کر درخیمہ پر تشریف لائے اور پوچھا کیا کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے! جناب نہیبؑ نے عرض کی اے بھائی سب تو آپ پر فدا ہوئے اب علیؑ اصغر بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی امداد کو میدان میں جائیں۔ جس وقت سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے یہ کہہ کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا اے یحییٰ میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور اس کو وداع کر لوں۔ جناب نہیبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے اسے دیکھا کہ آنکھوں میں جلتے پڑ گئے ہیں اور شدت پیاس سے معصوم کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں پس حضرت نے اس معصوم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا میں چھپا کر



میدان میں لائے اور ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور ہاتھوں پر رکھ کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا کہ اے بے رحمیہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدت سے مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پانی دو اور قیامت کی پیاس سے ڈرو اگر تمہارے گمان میں حسین گنہگار ہے تو یہ بچہ تو معصوم ہے اور تم سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے ظالموں اس پر تو رحم کرو ان سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت مایوس ہوئے تو اس بلندی سے نیچے اترے اور دشمنوں کے سامنے آکر۔ رخ علی اصغر سے عباے مبارک کو اٹھا لیا، اس طرح ایک طرف سے دوسری جانب پہنچے مگر کسی ظالم نے اس طفل شیر خوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا، اس وقت جنت خدا نے علی اصغر سے فرمایا کہ اے فرزند تم بھی اپنی خشک زبان ظالموں کو دکھاؤ تاکہ خدا کے سامنے ان ملعونوں کے لئے کوئی جنت باقی نہ رہے۔

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اس ننھے سے بچے نے اپنے والد گرامی کا ارشاد سنا اپنی سوکھی زبان اپنے خشک لبوں پر پھیری تو عمر سعد کے لشکر میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ اس شیر خوار کی یہ حالت دیکھ کر رویا نہ ہو اور اس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ اس فوج نے عمر سعد سے انحراف کا ارادہ کر لیا پس اس شقی نے لشکر کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر حرمہ بن کامل اسدی سے کہا تو کھڑا ہوا کیا دیکھ رہا ہے جا اس بچے کا کام تمام کر۔ آہ آہ اس بے رحم ظالم نے ایک زہر کا بجھا ہوا تیر کمان میں جوڑ کر خشک حلقوم علی اصغر پر ایسا مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا حضرت کی گود میں اپنے خون میں ٹپ ٹپ کر رہی جنت ہوا۔

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سید الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ ”السلام علی الموبتلی بد مایہ“ میرا سلام ہو اس شہید راہ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا۔ عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ علی اصغر کی طرف

اشارہ ہو، یعنی میرا سلام اس طفل صغیر پر ہو جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ چنانچہ اس کی وجہ بعض راویوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ حرمہ لعین کے اس تیر کا صدمہ امام حسینؑ کے بازو کو پہنچا تھا کہ حضرت سے وہ ننھی لاش تھامی نہ گئی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گری اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان دی۔ مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ کی روایت کے مطابق۔ حضرت روتے ہوئے خیمہ سے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ نوک ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کریں اس وقت ذوالفقار سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی اے آقا ایک روز جناب امیر المومنین علی علیہ السلام ایک جنگ سے مظفر و منصور ہو کر دولت خانہ میں تشریف لائے تھے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کر دیا اور اس وقت وہ معظمہ روتی جاتی تھیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کو تابی نہ کرنا۔ حضرت مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ آج کے دن آپ مجھ سے قبر علی اصغرؑ کھودنے کا کام لیں گے۔ اپنی بد نعیمی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہ کو میں کیا جواب دوں گی اور کس طرح سے منہ دکھاؤں گی۔ ذوالفقار کی یہ تقریر سن کر حضرت۔ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج بچپن کا وعدہ پورا کرنا ہے اور اپنے نانا کی امت گنہگار کو بخشوانا ہے یہ فرما کر حضرت نے اسی تمار سے علی اصغرؑ کے لئے ننھی سی قبر کھودی اور اس برج میں امامت کے تارے کو پیوند خاک کر دیا الحاصل جب امام حسینؑ نے اس چاندی صورت کو مقتل میں دفن کر دیا اور جناب رباب مادر علی اصغرؑ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا تو وہ خاتون معظمہ خیمہ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے باہر نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے سرے کو زمین بوسہ



دی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی اسے قبر علی اصغر سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں۔ اس طرح حضرت رباب قبر علی اصغر تک پہنچنے میں ستر مقام پر گریں۔ یہاں تک کہ قبر علی اصغر پر پہنچیں اور اس شیر خوار کی قبر پر گر کر بے ہوش ہو گئیں جب اتفاقاً ہوا تو اس بچے کی ننھی سی تربت سے لپٹ کر وہ جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب رباب کو نامحروں کی نظروں سے بچا کر خیمہ عصمت میں لے گئے۔ (توضیح عزاء صفحہ ۳۰۶ تا ۳۱۲)

### نزہت المصائب (جلد چہارم)

﴿علامہ مرزا قاسم علی کر بلائی﴾

#### مجلس نہم

چنانچہ منتخب اور مفضل ابو جحش وغیرہ میں منقول ہے کہ جب روز عاشورہ درمیان امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے لڑائی قرار پائی اور اصحاب و اقربا اُن حضرت کے جہاد کر کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورتوں اور چند بچوں کے باقی نہ رہا تو اُس وقت اُس جناب نے بہ لگاہ حسرت طرف لاشہائے شہدا کے بہتر بزرگوار تھے ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ سب جان نثار خاک و خون میں آلودہ زخموں سے چور چور مثل گوشتِ فسدان قربانی کے ریگ گرم پر پڑے ہیں۔ پس اُن کی جدائی پر شدتِ روتے اور فریاد کرتے لگے ہائے کیا غربت و تنہائی اور کی انصار کی ہے پس متوجہ خیموں کی طرف ہوئے تاکہ اہل بیتؑ سے رخصت ہوں۔ پس دروازہ خیمہ پر کھڑے ہوئے اور آواز دی اے بہن میری زینبؑ و ام کلثومؑ اور اے سیکندہؑ اور اے ربابؑ تم سب کو سلام آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ پس امام حسین علیہ السلام متوجہ

ہوئے اپنی بہن جناب زینبؓ کی طرف اور فرمایا اے بہن اب میں آمادۂ شہادت ہو کے طرف لشکرِ اعدا کے جاتا ہوں پس اس طفل شیرخوار کو مجھے دو کہ بسبب پیاس کے اسے متغیر دیکھتا ہوں۔ یہ سن کر جناب زینبؓ بہت روئیں اور عرض کی اے بھائی فدا ہو جان میری آپ پر کیونکر حال اس بچہ کا متغیر نہ ہو تین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام روئے اور اس شیرخوار کو لے کر آئے اپنے آگے قریب زین پر بٹھایا اور بسبب کمال محبت کے حسرت سے صورت اس کی دیکھتے تھے اور شفقت پدری سے پیار کرتے تھے اور تھنہ لہی پر اس شیرخوار کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پس حضرت سائے لشکرِ اعدا کے کھڑے ہوئے اور اس بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نمایاں تھی۔ آہ مومنین فدا ہو جان ہماری اُن لہجائے خشک پر جس نے فرمایا اے قوم وائے ہوتم پر تم نے بھائی اور فرزند اور شیعہ و انصار میرے آج سب قتل کیے اور مجھ کو یکہ و تنہا کر دیا اور اب یہ شیرخوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی تین شبانہ روز سے پیا سا ہے۔ پس اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ یہ بچہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ہنوز اُن کی طرف مخاطب تھے ایک لعین نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ تیرسہم طلق نازنین پر علی اصغرؑ کے لگا اور ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا۔ اور بروایت وہ تیرجھا پہلوئے شیرخوار اس زور سے آکر لگا کہ ہاتھوں پر امام حسین علیہ السلام کے اُلٹ گیا اُس وقت حضرت نے صیغہ کیا اور فرمایا کہ ہاے اے لو! نظرِ افسوس ہے کہ تجھ سے شیرخوار کو تشنہ لب قتل کیا پس اُس شیرخوار نے بہ نگاہ پیاس اپنے پدرِ مظلوم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور تہسم فرما کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلو سے اُس شیرخوار کے چلو بھر کے ہوا پر پھینکا اور



درگاہِ خدا میں عرض کیا بار الہا تو شاید رہنا حال پر میرے اور ان اعدا کے کہ انہوں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کیے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا ان اشتیاق نے اس طفل شیرخوار کو جو ہم صورت تھا تیرے رسول کا نپس اُس خونِ ناحق ریختہ سے ایک قطرہ زمین پر نہ گرا اور بروایت وہ جنابِ مقتل سے طرفِ خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اُس شیرخوار کی اُس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا اے رباب صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو حلقاً سمان و زمین ہے اور یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس وہ ستم رسیدہ اُس بچہ کو لے کر بوتے لینے لگیں اور خونِ منہ اور گلوے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور روتی تھیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ نوحہ جگر خراش کرتی تھیں ہاے اے پارہ جگر اے نورِ نظر ہاے جانِ دل میرے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیرخوار پر رحم نہ کیا اور تشنہ لب تیر ستم سے نحر کیا آہ شاید اُس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس من میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ سے شیرخوار کو اعدا نے نحر کیا پس وہ مظلومہ خونِ گلوے شیرخوار سے لے کر اپنے منہ پر ماتی تھیں اور وحدتِ روتی تھیں۔ اور ابنِ قما کی روایت سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے حال اُس مظلومہ کا متغیر پایا تو اُس نورِ چشم کو آغوش سے اُن کی لیے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اُس بچہ کی شہدائے اہل بیت میں رکھ دی اور بروایت حضرت لاش اُس بچہ کی لے کر مقتلِ شہدا میں تشریف لائے اور گھوڑے سے اتر کے پیامِ شمشیر سے ایک قبر کھودی اور خونِ گلوے اُس کے لے کر بدن پر اُس بچہ کے بجائے غسل کے ملا اور اُس پر نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا۔

(نزهت المصابی جلد اول صفحہ ۵۰۸ تا ۵۱۳)

## مجلس یازدہم

چنانچہ لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے جوانان ہاشمی اور احباب کو خاک و خون آلودہ دیکھا تو بنفس نفیس عازم میدان ہوئے اور سامنے اعدا کے کھڑے ہوئے اور با آواز بلند بابر اتمام حجت کے فرمایا آیا ہے کوئی دور کرنے والا کہ اس آفت و بلا کو حرم رسولؐ خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوف خدا کرے آیا ہے کوئی فریادری کرنے والا کہ خدا سے امید ثواب رکھتا ہو ہماری فریادری کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ خدا سے امید ثواب رکھتا ہو ہماری اعانت کرتے میں۔ پس آواز بلند عورتوں کے رونے کی بلند ہوئی اس وقت حضرت متوجہ ہوئے طرف درخیمہ کے اور جنابِ نبیؐ سے فرمایا میرے فرزند صغیر کو مجھے دوتا کہ اس کا دیدار آخری کروں۔ اور ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ جنابِ زینبؓ اس بچہ کو لے کر درخیمہ پر حضرت کے پاس آئیں اور عرض کیا اے بھائی یہ فرزند آپ کا ہے اور تین دن سے پانی اس کو ممکن نہیں ہوا پس آپ اس کے لیے ایک پیاس بھر پانی طلب کیجئے۔ پس امام حسینؑ نے اس بچہ کو آغوش میں لیا اور طرف لشکر اعدا کے متوجہ ہو کر فرمایا اے قوم تم لوگوں نے میرے شیعہ اور جوانان اہل بیتؑ کو تشنہ لب قتل کیا اب یہ بچہ میرے ہاتھ پر پیاسا باقی رہا ہے پس اس کو ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ مومنین قدا ہو جان ہماری اُن لہجائے خشک پر جس نے با آواز بلند فرمایا اے قوم اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ابھی اُن کی طرف مخاطب تھے اور اپنے فرزند ششماہ کو پیار کرتے تھے ناگاہ حرمہ ملعون نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر تم اس شیر خوار کے گلو پر اس زور سے آ کر مگا کہ وہ بچہ ہاتھوں پر حضرت کے اُلٹ گیا اور راہی جنت ہوا۔

(ترجمت المصائب جلد اول صفحہ ۵۲۱ تا ۵۲۲)



## مجلس دوازدهم

کر بلا میں اپنے فرزند صغیر کو تین دن کی بھوک پیاس اور شدت گرمی میں اپنی آغوش میں لے کر سامنے اشتیاء امت کے تشریف لائے اور اُس کے لیے پانی طلب کیا مگر افسوس عوض پانی کے ایک ملعون نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ بچہ آغوش میں اُن حضرت کی شہید ہو گیا۔ چنانچہ قتل ابو جحف اور ابووف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب شاہزادہ علی اصغر تیر ستم سے شہید ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے خون اُس فرزند کا اپنے ہاتھ میں لے کر ہوا پر پھینکا۔ اور بنا بر دوسری روایت کے حضرت نے جناب نہ نب سے فرمایا اے بہن لو اس فرزند کو کہ یہ شہید ہوا ہے اور خون اُس کے حلق کا اپنے دلوں ہاتھوں میں لیا جب چلو بھر گیا تو حضرت نے وہ خون طرف آسمان کے پھینکا۔ بعد اس کے فرمایا اس یقین نے مجھ پر سہل و آسان کر دیا ہے ان مصائب کو جو مجھ پر گزرتے ہیں کہ یہ سب خداد یکتا ہے یعنی چونکہ خداد یکتا ہے اور یقین ہے کہ ان سب امور کی مجھے جزا دے اور میرے قاتلوں کو سزا دے۔

اور حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوند اگر تو نے اپنی نصرت کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا ہے تو اسی کے اجر میں ہمیں وہ جزا عطا فرما جو اس فقیہی ظاہری سے ہمارے لیے بہتر ہو شاید مقصود یہ ہو کہ خداوند امیری خواہش سے اگر تو نے دار دنیا میں نصرت کو موقوف رکھا ہے تو اُس کے عوض میں جو چیز اُس سے بہتر ہو آخرت میں عطا کر اس لیے کہ بعض روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری نے اُن حضرت کو اختیار دیا تھا اگر چاہتے تو خدا نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود یا اشتیاق شہادت رضائے الہی کو اختیار کیا اور فتح و ظفر کو پسند نہیں کیا۔ الغرض امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو خون اُس بچے کا میرے جد مظلوم نے طرف آسمان کے پھینکا اس میں سے ایک قطرہ

بھی زمین پر نہیں گرا شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ اگر اُس خون ناحق ریختے سے ایک قطرہ زمین پر گرتا تو زمین دھنس جاتی اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ اُس وقت حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوند اُمیں تجھے گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں پر کہ انھوں نے اپنے نفسوں پر لازم کر لیا ہے کہ تیرے نبی کی ذریت سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ بعد اس کے حضرت اُس شیر خوار کو اُس طرح مذبح و مقتول لیے ہوئے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور خون اُس بچے کا سینہ اطہر پر امام حسینؑ کے جاری تھا اور لاش اُس معصوم کی اپنی بہن جناب اُم کلثومؑ کو دی اور اُس مظلومہ نے اُس لاش کو خیمہ میں رکھ حضرت تصور کیجئے کہ وہ لاش دیکھ کر اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور پھوپھیوں کا کیا حال ہوا ہو گا آہ اُس وقت شور مرونے کا بلند ہوا۔ پس امام حسینؑ اس شیر خوار کی مصیبت پر شدت روئے۔

اے پروردگار میرے تو مجھے یکہ تنہا نہ چھوڑ دیکھتا ہے تو ان کفار کو کہ کیسا ظلم و ستم کیا اور حق سے انکار کرتے ہیں شاید مراد یہ ہو کہ تو میرا بدگار رہ اس لیے کہ تو دیکھتا ہے ان کفار کو کہ عداوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان اشقیائے ہمیں اپنے قابو میں ایسا کر لیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص کسی کا مملوک و مکتوم ہوتا ہے اور اپنے افعال بد سے سرور کرتے ہیں یزید شرابخوار کو لیکن بھائی میرا تنہا شہید ہو کر دنیا سے گزر گیا اور لاش اُس کی بھاگ و خون آلودہ پڑی ہے کہ اعدائے اُس کو میدان میں تنہا پا کر قتل کیا اور ایسی حالت میں کہ وہ اپنے اقربا سے دور تھا آہ یہ اشارہ حضرت عباسؑ کی طرف ہے کہ وہ جناب اپنے اقربا سے دور روز عاشورا نہر کے کنارہ پر شہید ہوئے الغرض حضرت نے لاش علیؑ کی خیمہ سے لا کر مقتل شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی اور بروایت اُس وقت حضرت گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور نیام شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اُس فرزند کو بعض غسل



کے اُس کا خون مل کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا آہ مومنین کیا حال ہوا ہوگا اُس وقت اُس مظلوم کا جب اُس نور نظر کو اپنے ہاتھ سے خاک میں چھپایا ہوگا عجیب نہیں کہ بجائے آبِ ریزی کے اُس قبر پر اشکِ ریزی فرمائی ہوگی۔

(ترجمت المصاب جلد اول صفحہ ۵۲۶ تا ۵۲۹)

### مجلس سیزدہم

اسی سبب سے ارواحِ مقدسہ انبیاء و اوصیاء اور اولیاء اور ملائکہ نے روزِ عاشورہ بوقتِ استغاثہ جناب سید الشہداء کے لبیکِ اجابت کہی اور ارادہ اُن حضرت کی نصرت کا کیا۔ گویا اُس عہد ویشاق پر وفا کی اللہ اکبر کیا تاثیر تھی فریادِ استغاثہ مظلوم کر بلا غربتِ مینوی کی کہ ملا آقا در بندی علیہ الرحمہ بہ بیان بسیط بطور استنباط کے لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وقتِ استغاثہ جناب سید الشہداء کے شاہزادہ علی اصغر شدتِ تشنگی سے بیتاب گہوارہ میں تھے جس وقت کہ آوازِ استغاثہ اپنے پدر مظلوم کی سنی تو یہ قرار ہو کر اپنے تئیں زمین پر گرا دیا اور آوازِ گریہ بلند کی اور اہلِ حرم کو معلوم ہوا کہ یہ حالت اس شیرِ خوار کی بسبب سننے آوازِ استغاثہ کے ہوئی گویا بمنزلِ لبیک لبیک اور آماجی نصرت اپنے پدر مظلوم کے کی ہے اور یہ امر بظہور آنا فرزندِ حجت خدا سے بعید نہیں ہے غرض کہ جب اُس شیرِ خوار نے اپنے تئیں گہوارے سے زمین پر گرا دیا اور آوازِ گریہ بلند کی تو اُس وقت شورِ گریہ و بکا اہلِ حرم کے خیمہ سے بلند ہوا یہ سن کر جناب امام حسینؑ میدانِ قتال سے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور دُورِ خیمہ سے آوازِ دی اور سب اس قدر رونے کا جنابِ نہیب سے پوچھا اُس معظّمہ نے حالِ بے قراری علی اصغر کا عرض کیا پس مظلوم کر بلا کوٹا ہر ہوا کہ وہ بچہ زبانِ حال سے راہِ خدا میں طالبِ شہادت ہے اُس وقت کے حال میں لبوف و غیرہ میں یوں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ مقتلِ شہداء میں جو انانِ ہاشمی اور

اصحاب واقربا کو دیکھا کہ ریگ گرم پر پڑے ہوئے زخموں سے چور چور خاک و خون میں آلودہ ہیں تو یہ حسرت اپنی تنہائی پر روئے اور نفس نفیس متوجہ جہاد ہوئے اور بنا بر اتمام حجت کے فریاد کی۔

آیا ہے کوئی دفع کرنے والا اس آفت و بلا کو حرم رسول خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوف خدا کرے آیا ہے کوئی فریاد رس کہ امید ثواب خدا کی رکھتا ہو ہماری فریاد رس کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ امید وار خدا سے ثواب اخروی کا ہو ہماری اعانت کرنے میں آہ یہ آواز استغاثہ سن کر اہل حرم بیقرار ہو کر رونے لگے۔ اور امام حسینؑ آواز گریہ و بکا اُن کی سن کر دروازہ خیمہ پر تشریف لائے اور جنابِ نینبؑ سے فرمایا اے بہن میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دو کہ میں اُسے وہلِ آخری اور پیار کروں اور دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ اُن حضرت کو میدانِ قتال و جہاد سے اتنی فرصت کہا تھی کہ پھر دروازہ خیمہ پر تشریف لاتے آہ جب حال علیؑ اصغر کا شدتِ تشنگی سے متغیر ہوا تو جنابِ نینبؑ اُس شیر خوار کو ہاتھوں پر لے کر درِ خیمہ تک لائیں اور آواز دی اے بھائی یہ فرزندِ آپ کا ہے اور تین شبانہ روز گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اس کو نہیں ملا ہے اور شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوا چاہتا ہے آپ اس قوم بے حیا سے اس بچے کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے شاید یہ بچہ بچ جائے پس حضرت نے اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور سامنے اُن کے لائے اور با آواز بلند بنا بر اتمام حجت کے فرمایا اے قوم تم نے میرے سب اقربا اور اصحاب اور شیعوں کو قتل کیا اسب یہ شیر خوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی پیاسا سے جان بلب ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو افسوس ابھی حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے ناگاہ حرمہ لعین نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ شیر ختم گلوے خشک پر علیؑ اصغرؑ کے لگا جس کے صدے سے وہ



شیر خوار شہید ہوا اور درجہ شہادت پر فائز ہوا پس حضرت اُس کی تشنہ لہی اور مصیبت پر روئے اور وہ لاش جناب زینب کو دی اور اہل حرم اُس کی مظلومی اور تشنہ لہی پر ہمدست روئے اور علی اصغر کو خون آلودہ اور مردہ دیکھ کر کہرام مچا ہوا آہ کیونکر کہرام نہ ہوتا کہاں تیرسہ پہلو اور کہاں نازک گلو چھ مہینے کے بچے کا۔ (نزہت المصائب جلد اول صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۴)

### مجلس چہارم

آہ جب علی اصغر کے قتل کا ذکر ہوتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ عجیب مظلومی کی حالت میں روز عاشورا اپنے پدر مظلوم کے ہاتھوں پر تیر ستم سے ذبح کیا گیا حالانکہ کسی ملت میں ایسے شیر خوار کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم از دی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں بروز عاشورا موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اُس بچہ کے جو ہاتھوں پر امام حسین کے شہید ہوا تھا۔ ناگاہ خیمہ سے ایک مخدومہ باہر نکل آئیں اور نور سے اُن کے آفتاب نخل و بے نور ہوتا تھا اور اُن کے پاؤں گوشہ چادر میں اُبھتے جاتے تھے اور وہ معظّمہ گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور کہتی تھیں ہاے فرزند ہاے مقتول ظلم و ستم ہاے اے جان و دل میرے۔ پس اُس معظّمہ کے بین پر بنی اُمیہ بھی باوجود سنگدلی کے رونے لگے یہاں تک کہ وہ مخدومہ طفل مذہبوں تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ و زاری میں مصروف رہیں پس اُن معظّمہ کے پیچھے کئی لڑکیاں مثل دُر ہاے پریشان کے باہر نکلیں۔ اور امام حسین علیہ السلام اُس وقت لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے پس اپنے پشت دیکھ کر اُن معظّمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کا پردہ کیا اور بہت سی نصیحت کی اور بہ تسلی و شفقت سمجھا کر خیمہ کی طرف پھیر دیا۔ حمید کہتا ہے جو لوگ گرد میرے تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ

معظمہ کون ہے انھوں نے کہا یہ اُمّ کلثوم ہیں اور یہ لڑکیاں فاطمہ صغریٰ اور سیکندہ اور قیہ اور زینب ہیں یہ سن کر میں روتے روتے سبے اختیار ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اور قصی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اُس شیر خوار کو لے کر طرف خیمہ اہل حرم کے تشریف لے گئے تو اُس وقت وہ بچہ خون سے اپنے بدن کے سرخ رنگ ہو رہا تھا اور امام حسینؑ روتے جاتے تھے پس جب اہل حرم نے آواز حضرت کے رونے کی سنی تو وہ ستم رسیدہ حضرت کی طرف آئیں دیکھا کہ وہ بچہ شیر خوار سینہ اقدس پر ذبح کیا ہوا دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ جب اُن عورتوں نے اُس بچہ کو اس حال سے دیکھا تو آواز گریہ و تالہ بلند کی اور جناب اُمّ کلثوم نے اُس شیر خوار کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنا گلو اُس بچہ کے گلوے نازنین پر رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسو بہہ کر اُس بچہ پر گرتے تھے بعد اُس کے اُس مظلومہ نے صداوا محمد اہ و علیاہ کی بلند کی اور فریاد کی کہ ہاے نانا رسول خدا ہاے بابا علی مرتضیٰ بعد آپ کے اعدا نے ہم پر کیا کیا ظلم و ستم کیے پس بین کرتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ افسوس ہے اُس بچہ پر کہ جسم نازنین جس کا اُسی کے خون سے رنگین کیا گیا افسوس ہے اُس شیر خوار پر جس کا دودھ پیکان تیر سے ٹالموں کے بڑھایا گیا اور حسرت ہے اُس مادر ستم رسیدہ پر جس کی آنکھیں اور دل و جگر اُس مصیبت میں مجروح ہو گئے پس حضرات ایسی نیکی میں اُس شیر خوار کا نقشہ لب تیر ستم سے نقل ہوتا عظیم ترین مصیبت ہے کہ جس کا اثر مستمر ہے آہ جب اُس بچہ شمشاہ کا ذکر آتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ دل صاحب اولاد کا نازک ہوتا ہے تصور کیجئے کہ اُس وقت مظلوم کر بلا کے قلب اقدس پر کیا صدمہ ہوا ہوگا اور اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور چھوٹے بھائیوں پر روتے روتے کیا حالت گزری ہوگی۔ (نہت المصابیہ جلد اول



## مجلس ہفت دہم

راوی کہتا ہے یہ حال دیکھ کر اُس قوم نے کہا قسم بخدا اگر اس صاحبزادہ پر کوئی سانحہ گزرا تو ہم کو اندیشہ ہے اس کا کہ کہیں حضرت پر ایسا صدمہ شاید پہنچے کہ خوف ہلاکت کا ہوا اللہ اکبر مومنین در دفرزند کا ایسا ہی ہوتا ہے خصوصاً عالم غربت و تنہائی میں جدائی اولاد کی بڑی مصیبت ہے خصوصاً وہ بچہ جس سے باپ کو اُنس ہو پس تصور کیجئے کہ مظلوم کر بلا کے قلب اقدس پر کیا صدمہ گزرا ہوگا جدائی میں اپنے فرزند پارہ جگر علی اصغرؑ کی جو ہاتھوں پر اُن حضرت کے روز عاشورا تیر تم سے تشد لب شہید ہوا۔ چنانچہ مقتل ابوحنیفہ وغیرہ میں منقول ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام متوجہ ہوئے طرف جناب اُمّ کلثوم کے اور اس نے فرمایا اے بہن میں تم سے وصیت کرتا ہوں اپنے فرزند صغیر کے لیے اُس بچہ سے بھیر و نیکی پیش آنا کہ وہ بچہ کم سن ہے اور عمر اُس کی چھ مہینے کی ہے۔ اُس مخدومہ نے عرض کیا اے بھائی اس بچہ پر تین روز گزرے ہیں کہ پانی نہیں پیا ہے پس آپ اس کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے۔ حضرت نے فرمایا اُس کو میرے پاس لے آؤ اور حضرت اُس بچہ کو لے کر طرف قوم اعدا کے لے گئے اور فرمایا اے قوم تم لوگوں سے میرے بھائی اور بیٹے اور انصار کو قتل کیا اور اب سو اس بچے کے کوئی باقی نہ رہا یہ بھی شدت تشنگی سے جان بلب ہے پس اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ آہ حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے اسی اثنا میں ایک تیرس پہلو زہر آلودہ لشکر اعدا سے آیا پس اُس بچے کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے ذبح کیا۔ پس امام حسین علیہ السلام خون کو اپنے چٹو میں لینے لگے اور ہوا میں پھینکا اور فرماتے تھے خداوند میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں کے کردار پر ان اشقیائے اپنے نفوس پر لزم کر لیا ہے کہ ہر گز حیرے نبی کی ذریت سے ایک کو بھی زعمہ نہ چھوڑیں بعد اُس کے اُس بچہ مذہبوں کو لے کر واپس آئے

اور خون اُس کا سینہ اقدس پر امام حسین علیہ السلام کے جاری تھا اور جناب اُمّ کلثوم کو دیا اُس ستم دیدہ نے لے کر خیمہ میں رکھا اور حضرت اُس بچے کے حال پر روئے۔  
(نزہت المعائب جلد اول صفحہ ۵۵۲ تا ۵۵۰)

### بحور الغمہ

﴿علامہ محمد علی لکھنوی﴾

ناگاہ پیہوں کے رونے کی آواز امام حسین کے کانوں تک پہنچی۔ گھبرا کر خیمہ میں تشریف لائے اور جناب نہ نب سے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟  
جناب نہ نب نے عرض کی بھئی! جس وقت سے علی اصغر نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے، ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا۔

یہ سن کر آپ رو دیئے اور فرمایا: ”اس شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لو اور الوداع کر لوں۔“

حسب ارشاد جناب نہ نب نے علی اصغر کو لا کر امام حسین علیہ السلام کی گود میں دے دیا۔ آپ نے دیکھا کہ علی اصغر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدت سے لب نازنین نیلے ہو گئے ہیں۔ حضرت اس کے خشک ہونٹوں کے بوسے لینے لگے اور اپنے آگے زین پر بٹھالیا اور بکمال حسرت و یاس اس ماہِ طلعت کی صورت دیکھنے لگے اور بے اختیار رونے لگے۔ پس آپ میدان میں مصروف لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے اور چھوٹے سے بچے کو اٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ زپر بغل بخدی نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا:



اَيَا سَاكِنِي شَامَ وَيَا اَهْلَ كُوفَةِ

فَقُلْ هَذَا اَوْصَى النَّبِيُّ الْمُكَرَّمُ

”اے اہل کوفہ و شام! آیا جناب رسول خدا نے تم سے ایسی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے دعا اور عناد سے پیش آنا اور ان کو ظلم و ستم سے قتل کرنا؟“

يَمُوتُ عَطَا شَا اَهْلُ بَيْتِ مُحَمَّدٍ

وَيُشْرَدُ هَذَا الْمَاءُ تَرْكُ وَدَيْلَمَ

اے قوم بدکردار! کیا قیامت ہے کہ تمہاری اجازت سے کفار تک جس قدر چاہیں پانی لے جائیں مگر میرا ایک شیر خوار بچہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتا اگرچہ میں خود بھی پیاس سے جاں بلب ہوں، اگر تمہارے خیال میں حسینؑ گنہگار ہے، پانی کا سزاوار نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس مصوم بچے نے کیا قصور کیا ہے؟

اے ظالموں! روز قیامت کی پیاس سے ڈرو اور شیر خوار بچے کو تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند پیاس سے جاں بلب ہے۔

بہر کیف اس طرح کے کلمات حضرت نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا مگر اس کے جواب میں حرمہ بن کاہل اسدی نے ایک ایسا حیر جناب علیؑ اصغرؑ کے حلق پر مارا کہ وہ تین دن کا بیاسا تڑپ تڑپ کر آغوشِ امام حسینؑ میں شہید ہو گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے آسمان کی جانب سر بلند کر کے عرض کیا:

”اَللّٰهُمَّ وَسِيْدِيْ هَذَا اَعَزُّ جَوَاهِرِ خَزَانَتِيْ وَاخِرُ مَا بَقِيَ فِيْ سِفْطِيْ“

”اے مولاد آقا! میرا یہ عزیز ترین جواہر خزانہ ہے اور یہ ڈربے بہا آخر سلک شہداء سے حیرے اس بندے کے پاس امانت باقی تھا جو تیری راہ پر نثار ہوا۔“

اس کے بعد حضرت نے علیؑ اصغرؑ کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھا۔

”فَتَفَتَحَ عَيْنَيْهِ فَتَبَسَّمَ فِي وَجْهِ أَبِيهِ“

اس وقت جناب علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے والد بزرگوار کے جمال مبارک پر نظر کی اور رات ہی جنت ہو گئے۔

مومنین! جناب علی اصغرؑ کے تبسم کی وجہ کچھ سمجھے؟ قاعدہ ہے کہ تبسم تعجب کے وقت ہوتا ہے۔ پس جناب علیؑ اصغر کو یہ استعجاب ہوا کہ یہ ملائین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا۔

بہر کیف حضرت کا چلو جناب علی اصغرؑ کے خون سے بھر گیا۔ اسے آسمان کی جانب پھینکا۔

”قَلَمٌ يَرُ جَعَ قَطْرَةً مِنْهَا إِلَى الْغُبَرَاءِ“

خون کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو آسمان کی جانب لے گئے۔ دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں تو آواز آئی: اے حسین! اگر اس لہو کو آسمان کی جانب پھینکو گے تو پھر کبھی ہمارا رحمت نازل نہ ہوگا۔

اس وقت حضرت نے قصد کیا کہ زمین پر بہا دیں، زمین نے بھی یہی فریاد کی کہ یا حضرت! اگر ایک قطرہ خون بھی مجھ پر گرا تو قیامت تک زمین پر کوئی چیز پیدا نہ ہوگی۔ مومنین! مقام تصور ہے۔ اس وقت مظلوم کر بلا کو کیا تردد ہوا ہوگا کہ اس خون کو اب وہ کیا کریں! غرض مجبور ہو کر کچھ خون اپنے ریش مبارک پر ملا اور باقی خون علی اصغرؑ کے بدن پر مل دیا۔

”ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْخَيْمَةِ وَتَأَوَّلَ بِأَبِيهِ“

اس کے بعد خیمہ میں تشریف لائے اور لاش علیؑ اصغر کو جناب ربیب کے سپرد کر



تمام کا تمام اُڑ گیا۔ بچپن کے رفیقوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ گودیوں سے بچے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کر مر گئے۔ وہ بھائی جس کے بازوؤں کی قوت لشکر کی زینت تھی، ۲۹ برس بیٹوں کی طرح پالا تھا، شائے کُنا کر دنیا سے سدھارا۔ وہ بھتیجا جو بھائی کی یادگار بھی تھا، اپنا داماد بھی تھا، دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ وہ بچہ شیر خوار جس کو دنیا میں آئے ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا، چلنے بھی نہ پایا تھا، باپ کے ہاتھوں پر خیمہ سے قتل گاہ میں آیا۔ چھ ماہ کا کیا سن ہے ابھی دودھ بھی چھوٹنے نہ پایا تھا کہ تین دن پیاسا رہنے کے بعد آبِ تیر سے سیراب ہوا۔

چنانچہ کتابِ شغب وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امامِ مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، اشتیاء نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا۔ تلواریں کھینچ کھینچ کر، نیزے تان تان کر آگے بڑھے۔ آپ نے بھی اپنی جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کیا۔ ہاتھ قبضہ پر رکھا، چاہا کہ مصروفِ جہاد ہوں لیکن خیمہ سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں۔ مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے۔ دیکھا کہ مادرِ علی اصغر چھ ماہ کی جان ہاتھوں پر رکھے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سادھن پیاس کی شدت سے کھولے ہوئے ہے۔ ضعف سے تنہا سا بچہ ڈھلا جاتا ہے۔ کملائے ہوئے چہرے پر مردنی چھائی ہے۔ ارد گرد سب بیبیاں مردوں اور سینوں کو پیٹ رہی ہیں۔ بے اختیار ہو کر آپ بھی رونے لگے اور جنابِ زینب سے فرمایا:

”کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں؟ ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے کہ اس بچہ کو لے کر قتل میں جاؤں اور ظالموں کو دکھاؤں۔ شاید اس کی صورت دیکھ کر کسی بے رحم کو رحم آ جائے۔“

غرض جنابِ علی اصغر کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ

زیادہ نہ ہو، عبا کے دامن سے اس پر سایہ کیا اور میدان میں تشریف لائے۔ لشکر کی طرف متوجہ ہو کر استغاثہ بلند کیا:

”اَمَامِنٌ مُّجِرٌ يَّجِيوُنا اَمَامِنٌ مُّغِيثٌ يُّغِيثُنا“

آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عزت رسولؐ کو پناہ دے؟ آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کی فریاد کو پہنچے؟

”اَمَامِنٌ اَحَدٌ يَّا قَيْنَا بِشَرْبَتَيْمِنِ الْمَاءِ لِهَذَا الطِّفْلِ لِيَاَنَّهُ لَا يُطِيقُ الظَّمَاءُ“

کیا اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں؟ کسی کو خدا کا ذریعہ نہیں کہ اس جاں بلب بچے کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے؟ چھ مہینے کا بچہ پیاس سے مر رہا ہے۔ ہر چند جناب سید الشہداءؑ فریادیں کہیں مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعض منہ پھیر کر بعض گردنیں جھکا کر رہ گئے۔ بعض رو دیئے۔

ایک بے رحم کا ایسا زہر آلود تیرا کر لگا کہ نازک سے حلق سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ بابا کی گود میں پھکی لے کر سرد ہو گیا۔

”فَبَكَى الْحُسَيْنُ وَرَمَى الرَّكْوَةَ مِنْ يَدِهِ“

اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں کہ جس کی گود میں یہ حادثہ گزرے، وہ کیا کرے؟ کیونکر دل پر قابو رکھے؟ بے اختیار دہائیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی۔

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلَى الْقَوْمِ قَتَلُوْا اَشْبَهَ الْخَلْقِ بِرَبِّكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ“

خداوند! اس قوم نے میرے ایسے ششماہی کو مار ڈالا ہے جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا۔

پھر علی اصغرؑ کا لبو چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ اس خونِ ناحق



کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گریا۔ اس کے بعد نکوار لے کر نوک سے ایک چھوٹی سی قبر بنائی اور اس میں ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا۔ دل کی چیتابی کا عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے اور کبھی اٹھ بیٹھتے تھے۔ کبھی جاں نثاروں کو یہ دکر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔  
 ”وَاللّٰهُ مَالِيْ اَنْيَسُ بَعْدَ فُرْقَانِكُمْ“

اَلَا الْبُغَاءُ وَقُرْعُ السِّينِ مِنْ نَّعَمٍ

واللہ! اب تم لوگوں کے بعد سوائے افسوس کرنے اور اٹھکے حسرت بہانے کے دوسرا کوئی نہیں، کوئی انہیں اور رفیق باقی نہ رہا۔

وَلَا ذَكَرْتُ الْيَدِيْ اَيْدِيْ الزَّوْمَانِ لَكُمْ

اَلَا جَرَتْ اَذْمُعِيْ مَرَّ جَوْ جَعَةٍ بَدِيْ

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں پیاس میں اس جو رستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ (بحر اللہ صفحہ: ۲۳۷ تا ۲۳۸)

## ذکر المصائب

﴿علامہ میرزا محمد ہادی لکھنؤی﴾

روایت نمبر ۲۰:

روایت میں ہے کہ جب امام علیہ السلام میدانِ کربلا میں اکیلے اور تنہا رہ گئے آپ نے حسرت بھری نگاہ سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر فرمایا، آیا ہے کوئی ایسا فریادرس کہ ہماری فریاد کو پہنچے، ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام علیہ السلام اپنے پردہ داروں اور بچوں کے رونے کی آواز سن کر درخیمہ پر تشریف لائے اور فرمایا میرے فرزند صغیر تشنہ

لب علی اصغر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اسے وداع کروں، جب اس معصوم بچے کو امام علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس بچے کو اٹھایا اپنے گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی، چہرے اور خنک ہونٹوں کو چوما، کافی دیر تک امام علیہ السلام علی اصغر کو چومتے رہے اور روتے بھی رہے اور مسلسل فرماتے جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرمائے جو ہمارے درپے آزار ہے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر لیے میدان میں آئے، علی اصغر اس وقت پیاس کی شدت کی وجہ سے بے ہوش تھے، حضرت نے لشکر مخالف کو دکھا کر باواز بلند فرمایا اے بے رحم! اگر حسین تمہارے زعم ناقص میں قصور وار ہے؟ ارے ظالمو! قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اسے تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند جاں بلب ہے امام علیہ السلام نے انتہائی افسردہ لہجے میں علی اصغر کے لئے پانی مانگا، اگر یزید یوں کی جگہ پر پتھر بھی ہوتا تو وہ بھی پانی پانی ہو جاتا، مگر افسوس کہ ان ظالموں نے امام علیہ السلام کے سوال کا جواب کس انداز سے دیا؟ ناگاہ حرمہ نے پانی کے بدلے میں ایک ایسا تیر جناب علی اصغر کے خنک گلے پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر اپنے بابا کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینک دیا اور بارگاہ الہی میں عرض کی۔

بار الہی! یہ سب رنج و آزار تیری راہ رضا میں آسان ہیں۔ امام علیہ السلام بیتاب ہو کر زار و قطار روئے اور فرمایا ہائے اصغر ہائے میرے لال اس ظالم پر خدا کا عذاب نازل ہو جس نے میری پیاس پر رحم نہ کھایا اور پانی کے بدلے میں تیرے سوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا چلا گیا۔ اے میرے پارہ جگر! تیرے باپ پر تیری جدائی بہت دشوار ہے کہ تو یوں پیاسا میرے ہاتھوں پر مارا جائے۔



امام علیہ السلام روتے ہوئے درخیمے پر آئے اور خیمہ سے باہر کھڑے ہو کر فرمایا اے زینب! میں اعلیٰ اصغر کو لے لو یہاں پر دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ظالموں نے امام علیہ السلام کو مہلت نہ دی کہ آپ اعلیٰ اصغر کی لاش خیمہ میں لے جاتے یا یہ کہ کریم امام کو مادرِ اصغر سے شرم آئی کہ وہ اس کے فرزند کو پانی پلانے لے گئے تھے، اب انہیں اعلیٰ اصغر کی لاش کس طرح دیں، اس لئے جناب زینب کو آواز دے کر کہا کہ زینب! میں اصغر کو لے لو جناب زینب جو نبی آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ہونٹ پیاس کی شدت کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں اور آپ کے بازو سے کافی خون بہہ رہا ہے اور آپ کے ہاتھوں پر اعلیٰ اصغر کی لاش ہے اور اصغر کے گلے اور کانوں سے خون نکل رہا ہے۔ بی بی بلند آواز سے روئیں اور جناب رسول خدا کے روضہ اقدس کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے نانا میں آپ سے ان ظالموں کے ظلم و ستم کی شکایت کرتی ہوں۔

جناب زینب روتے ہوئے اعلیٰ اصغر کی لاش کو لے کر خیمہ میں آئیں آہ! جو نبی یہ حال مادرِ اصغر نے دیکھا کہ اصغر کے گلے سے خون بہہ رہا ہے، بے جان زینب بی گود میں ہے اور اس ننھی لاش کے سوکھے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، عجب حال ہوا اس دل جلی ماں کا، وہ بی بی چیخیں مار کر رونے لگی اور تڑپ تڑپ کر بے قراری میں کہتی تھیں اے میرے بچے اے میرے پارہ جگر! ہائے میرے اصغر عذاب ہو اس ظالم پر جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیا سا قتل کیا اور پانی نہ دیا۔ پھر وہ بی بی اس قدر روئی کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور امام مظلوم اور سب اہل بیت بے قرار ہو کر رونے لگے، ایام علیہ السلام سب کو پکارتے تھے اور ان کو کوئی مددگار نظر نہ آتا تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا اے زینب! اے ام کلثوم! اے سیکندہ! الوداع

الوداع تم سب کو میرا سلام آخر پہنچے۔ سیکڑے نے جونہی اپنے بابا کی آواز کو سنا تو فوراً اپنے بابا سے لپٹ کر چٹخیں مار کر رونے لگی اور یہ کہہ رہی تھی بابا آخر آپ نے موت ہی کو جن لیا ہے، کاش سیکڑے آپ پر فدا ہوتی اور آپ کا یہ حال نہ دیکھتی۔ امام علیہ السلام اپنی بیٹی کی بے قراری اور مظلومیت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا سیکڑے بیٹی وہ شخص کیوں نہ موت کو اختیار کرے کہ جس کا کوئی ماضی دردگار نہ ہو، بیٹی میرے سب انصار و دوست مارے گئے اور بیٹے اور بھائی آنکھوں کے سامنے ٹکواروں سے گزرتے گزرتے ہوئے کوئی بھی تو زندہ نہ بچ سکا، اب موت کے سوا چارہ کیا ہے۔  
(ذکر المصاحب ص ۲۳۰ تا ۲۳۷)

### روایت نمبر ۲۱:

حدیث میں ہے کہ جس وقت مومنین کرام کسی جگہ پر اکٹھے ہو کر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔

پس جب وہ مومن متفرق ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے آسمانی فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں تم میں سے ایسی خوشبو آ رہی ہے کہ وہ ہم دوسرے فرشتوں میں نہیں سونگھتے۔

وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس وقت ان لوگوں کے پاس تھے کہ جو محمد و آل محمد کے ذکر میں مشغول تھے، پس یہ خوشبو ان کی خوشبو ہے؟ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وہاں پر لے چلو، جہاں ذکر الہی بیت ہوتا ہے تو یہ فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔

پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں اس مکان ہی میں لے چلو کہ جہاں وہ لوگ یہ ذکر



کرتے ہیں۔

کتاب گنزالقوائد میں جناب ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”اے ابوذر! اللہ تعالیٰ نے ارکان عرش سے ہر رکن پر ستر ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں، وہاں پر وہ نہ عبادت کرتے ہیں اور نہ دعا بلکہ ان کا کام ہے موالیان علی پر درود بھیجنا اور ان کے حق میں دعا کرنا، وہ فرشتے ہر وقت محمد آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“

جناب عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسول خدا کو دیکھا کہ آپ نے جناب امیر کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے ہیں اور پیار سے ان کا منہ چومتے ہیں اور رو کر فرماتے ہیں اے مسجد میں تنہا شہید ہونے والے میرا باپ تجھ پر خدا ہوں یہ کہہ کر آپ روتے جاتے تھے اور علی کے چہرے کا پسینہ پونچھتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ جنگ خندق میں جس روز عمرو بن عبدود کے ہاتھ سے جناب امیر کے سر پر زخم لگا، پس جناب رسول خدا اپنے دست مبارک سے علی کے زخم پر پٹی باندھتے اور روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اس وقت میں کہاں ہوں گا جس وقت یہ ریش مبارک اس سر اطہر کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔

روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی مرتضیٰ کہیں جا رہے تھے تو راستہ میں ایک مومنہ خاتون کو دیکھا کہ اس نے پانی کی بھری ہوئی مشک اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہے اور بڑی مشکل سے چل رہی ہے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام کو اس پر رحم آیا اس کے پاس جا کر فرمایا کہ یہ مشک مجھے دے دو کہ تم تھک گئی ہو، میں تجھے گھرتک پہنچا دیتا ہوں، اس

بڑھیا نے امام علیہ السلام کا نام تو سن رکھا تھا، لیکن آپ کو دیکھا ہوا نہیں تھا، اس لئے وہ آپ کی شکل و صورت کو نہ پہچانتی تھی، امام علیہ السلام اس بڑھیا کا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے چل پڑے، یہاں تک کہ وہ مشکیزہ بڑھیا کے گھر تک لے آئے، پھر آپ نے پوچھا کہ اے بڑھیا! تو کون ہے اور تیرا ذریعہ معاش کیا ہے؟ وہ بولی میرے شوہر کو علی ابن ابی طالب نے جہاد پر بھیجا تھا وہ مارا گیا۔ میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں میں محنت مزدوری کرتی ہوں۔ پانی بھر کر لوگوں کے گھروں تک پہنچاتی ہوں میں جو بھی کماتی ہوں وہ آکر اپنے یتیم بچوں پر خرچ کر دیتی ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے اس کا حال سنا تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے گھر تشریف لائے، امام علیہ السلام پریشانی اور دکھ کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے ایک چادر میں اس کے لئے اناج اور گوشت باندھا اور پشت مبارک پر رکھ کر بڑھیا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں آپ کو آپ کا ایک صحابی ملا، عرض کی مولایہ سامان مجھے دیجئے کہ آپ کو جہاں بھی جانا ہے اسے میں پہنچا دیتا ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آج دنیا میں تو میرا بوجھ اٹھالے گا کل قیامت کے روز میرا بوجھ کون اٹھائے گا، یہ کہہ کر آپ اس مومنہ کے دروازے پر آئے اور آواز دی وہ بولی تو کون ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں وہی بندہ خدا ہوں جو کل تیری مشک اٹھا کر تیرے گھر لایا تھا۔ وہ کہنے لگی خدا تجھ سے راضی ہو اور تجھ پر رحم و کرم کرے اور میرے اور علی کے درمیان انصاف کرے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام چپ رہے۔ الغرض جب دروازہ کھلا حضرت اس کے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے وہ اناج اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا میں ایک بندہ خدا ہوں چاہتا ہوں کہ کچھ کارِ ثواب کروں، اس نیت سے خدا کی رضا کے لئے تیری خدمت



کرنے آیا ہوں، پس یا تو بچوں کو بہلا اور میں کھانا تیار کرتا ہوں، یا تیرے بچوں کو میں بہلاتا ہوں اور تو کھانا پکا۔ وہ بولی کہ میں آٹا گوندھتی ہوں اور تو میرے بچوں کا خیال رکھ اور گوشت بھی پکاتا جا۔ حضرتؑ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ دونوں کام میں کیے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ بچوں کو بہلاتے لگے بلکہ جس کام میں خوش ہوتے تھے آپ وہی کرتے تھے اور لقمہ بنا کر ان کو کھلاتے تھے اور ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے اور رو رو کر فرماتے تھے اے یتیمو، اے میرے فرزندو علی کو معاف کر دو کہ اس نے تمہاری خبر نہ لی، پس جب وہ عورت آٹا گوندھ کر فارغ ہو چکی تو کہا: اے بندہ خدا اٹھو اور تھوڑا جلد روشن کرو۔ امام علیہ السلام اٹھے اور نور میں آگ سلگائی اور جب نور کا شعلہ بھڑکا ور اس کی گرمی سے حضرت کو تکلیف پہنچی تو فرمائے لگے۔

یعنی اے علی اس حرارتِ آتش کا مزہ چکھو یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اور وہ پریشان حال رہیں اور اس کے ساتھ آپ روتے تھے۔ ناگاہ محلے کی ایک عورت آئی اور حیران ہو کر اس ضعیف سے بولی کہ تو پیچھتی ہے کہ یہ کون ہیں اس نے کہا میں نہیں جانتی، لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ یہ متقی اور پرہیزگار اور نیک ترین شخص ہے، اس نے مجھ پر ترس کھایا اور میری بددلی۔ وہ بولی کہ افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے ان کا احترام نہ کیا، یہ تو امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو ان سے کام لے رہی ہے یہ تو برا در رسول خدا، شوہر نامدار جنابِ فاطمہؑ زہراؑ ہیں، اے بے شعور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے ذرخیر اکھاڑا ہے اور جنگِ احد میں ایسا لڑا کہ ملکِ فلک پر لا فتنی الا علی لا سیف الا ذو الفقار پکار رہے تھے۔ پس جب اس عورت نے سنا کہ یہ جنابِ امیر ہیں تو دوڑ کر پاؤں پر گر پڑی اور رو کر بولی ہائے مولا میں آپ سے شرمندہ ہوں اور مجھے تداومت ہوئی اپنے آپ پر اور افسوس کہ میں آپ سے غافل رہی، اے

امیر المومنینؑ اور آپ کی عزت نہ کی، مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ آپ ہی ہمارے آقا و مولا ہیں، اس لاعلمی میں مجھ سے بے ادبی ہو گئی ہے کہ آپ سے گھر کا کام کاج کروایا۔ اس وقت امام علیہ السلام نے شرم سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے فرمانے لگے۔ اے کینر خدا تو کیوں شرمندہ ہو کر روتی ہے کہ میں خود تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تیرے حق میں تقصیر کی اور تیری اور تیرے یتیم بچوں کی خبر نہ لی اور تو مصیبت میں تھی، تیرا شکوہ بجا ہے اب تو علی کو دل سے بخش دے۔

سبحان اللہ جناب امیرؑ کی یتیم پروری کا تو یہ حال تھا اور افسوس اس زمانہ غدار پر کہ ایسے کریم کی اولاد سے کیا کیا سلوک کیا۔

فرزند حیدر کراڑے ان ظالموں کا کیا قصور کیا تھا کہ وہ اس قدر آپ کو تکلیفیں دیتے۔ چنانچہ راوی لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جب اصغرؑ کو خیمہ سے لائے تو وہ معصوم شدت تشنگی سے بے ہوش تھا۔ امامؑ نے لشکر مخالف سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بے رحموا! اگر حسینؑ تمہارے زعم ناقص میں قصور وار ہے تو یہ میرا معصوم و شیر خوار تو بے گناہ ہے تشنگی قیامت سے ڈرو، تھوڑا سا پانی اسے پلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ پس اس کے جواب میں ناگاہ حرمہ لعین نے اس معصوم کے خشک نازک گلے پر ایسا تیر مارا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ واقعہ ایسے مظالم کسی فرد بشر پر نہیں ہوئے، جیسے فرزند زہراؑ پر ہوئے ہیں۔ آج تک میدان جنگ میں کسی کا بچہ جو چھ مہینے کا ہو اور پیاسا ہوشیہید ہوا ہے؟ جناب امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اصغرؑ کے زخم کے نیچے رکھا جب چلو خون سے بھر جاتا تو آپؑ رو رو کر آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔

پس اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرتا تھا، پھر امام علیہ السلام نے فرمایا خدا وندا! یہ میرا فرزند اصغرؑ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ ہاں الہا اگر تو اس



وقت ہماری نصرت میں مصنحت نہیں سمجھتا تو ان مصائب کو ہماری آخرت کے ثواب اور ہماری بلندی درجاء کا ذریعہ بنا، پھر امام علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور نوک شمشیر سے اپنے جگر گوشے کے لئے ایک قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔  
 ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے  
 شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے معصوم اصغرؑ کو دفن کر کے اس کی ننھی سی قبر پر کھڑے ہو کر کافی دیر تک روتے رہے اور بہت زیادہ روتے۔ آپ کے رونے کی آواز سن کر دشمن بھی رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کی آواز گریہ خیموں میں پہنچی تو بیبیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ شیر خوار بچہ شہید ہو گیا ہے، پس دفعۃً علی اصغرؑ کی ماں روتی ہوئی سر کے بال کھولے ہوئے خیمہ سے نکلیں اور یوں بین کرتی تھیں افسوس اے میرے اصغرؑ تیری ماں تجھ پر قربان ہو اس قوم جفا کرنے تجھے پانی کا ایک گھونٹ نہ دیا اور پانی پلانے کی بجائے تیرے حلق نازنین پر تیرا دم چلایا اور تو یہاں مجھ سے رخصت ہو گیا، کاش تیری یہ دکھیا ماں مرجاتی اور تو زندہ رہتا، تیرے مرنے کے بعد میرے چہینے کا کیا فائدہ! مجھے دکھ تو اس بات کا ہے کہ میں تجھے جی بھر کر دودھ بھی نہ پلا سکی۔ میرے پاس پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی کہ تیرے خشک ہونٹوں کو تر کرتی۔ پھر قبر علی اصغرؑ پر آ کر اتارو نہیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی۔ پھر جناب امام حسینؑ اس مظلوم اور دکھیا کو خیمے میں لے آئے اس وقت سیکنہ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگیں اور بار بار اپنی ماں سے پوچھتی تھیں کہ اماں میرے بھیا اصغرؑ کو کیا کیا؟ یہ بار بار پوچھتی تھیں اور روتی تھیں اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص رو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ایک

قیامت برپا ہو چکی ہے۔ (ذکر المصاب ص ۲۳۹ تا ص ۲۴۵)

روایت نمبر ۲۲:

صواعق محرقہ میں احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھے گا اور میرے ان دونوں شہزادوں حسن اور حسین اور ان کے پدر بزرگوار اور ان کی والدہ محترمہ کو تو وہ شخص میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا اور حدیث میں ہے کہ انبیاء سابق میں سے تین بہت گریہ کرنے والے نبی تھے، حضرت آدم، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف۔

پس جناب آدم بہشت کے فراق میں بہت زیادہ روئے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں رخساروں پر گڑھوں کے نشانات پیدا ہو گئے اور یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں اتنا روئے کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور نابینا ہو گئے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز جناب یوسف کے بھائی یوسف کو اپنے والد گرامی جناب یعقوب سے جدا کر کے لے گئے؟ اس دن جناب یعقوب ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے بیٹے کے غم میں روتے رہے تھے۔ جناب یوسف کی ایک بہن تھی جو کہ یوسف سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی وہ اپنے بابا کے پاس بیٹھی رہی۔ جب شام ہوئی تو اس وقت حضرت یعقوب نے کہا میں کیا وجہ ہے کہ اب تک یوسف واپس نہیں آیا؟ میرے سینے میں آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور میرے قلب مضطرب بالکل چین نہیں آ رہا، خواہر یوسف اپنے بابا کو تسلی دیتی تھی اور کہتی تھی کہ بابا صبر کرو میرے بھیا خیر و خیریت سے آ جائیں گے یہاں تک کہ صبح ہوگی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے بیٹے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک صحرائے گرد نمودار



ہوئی، حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ یہ گرد کیسی ہے، خواہر یوسفؑ نے کہا کہ بابا لگتا ہے کہ یہ میرے بھائی آرہے ہیں؟ پس جب وہ نزدیک پہنچے تو بی بی نے دیکھا یوسفؑ کا چہرہ بن خون سے رنگین ہے اور سب بھائی روتے چلے آرہے ہیں، حضرت یعقوبؑ نے کہا بیٹی کہ رونے کی آوازیں کیوں بلند ہیں، دیکھو تو سہی میرا یوسفؑ کہاں ہے۔

وہ بولی بابا جان سب بھائی تو موجود ہیں لیکن مجھے بھائی یوسفؑ نظر نہیں آرہا۔ یہ سن کر جناب یعقوبؑ نے ایک آہ سرد لی اور فرمایا کہ اپنے بھائیوں کو میرے پاس بلاؤ، چنانچہ خواہر یوسفؑ نے انہیں بلایا اور وہ روتے ہوئے آہ و فغاں بلند کرتے ہوئے اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے بابا جان یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے، یہ سنتے ہی حضرت یعقوبؑ کو غش آ گیا اسی حالت میں جناب یعقوبؑ کو اٹھا کر گھر میں لے آئے، خواہر یوسفؑ اپنے بابا کے سرہانے بیٹھ کر رو رہی تھیں کہ ان کے آنسو جناب یعقوبؑ کے چہرے پر گرے، آنکھیں کھول کر کہا بیٹی میں اس وقت کہاں ہوں؟ بی بی نے کہا بابا آپ اپنے گھر میں ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ میرا یوسفؑ بھی ہے؟ بچی نے کہا یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے یوسفؑ یہاں کہاں ہے یہ سن کر یعقوبؑ کو پھر غش آ گیا۔ القصہ حضرت یعقوبؑ فراق یوسفؑ میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ فرشتوں نے بارگاہ الہی میں عرض کی: بارالہا! یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ملا دے یا انہیں صبر عطا فرما، یا ہمیں بھی اجازت عنایت فرمایا کہ ہم دنیا میں جا کر گریہ یعقوبؑ میں شریک ہوں؟ غرض ہر صبح جناب یعقوبؑ کنعان کے صحراؤں میں چلے آتے اور یوسفؑ کو ڈھونڈتے رہتے تھے اور کہتے تھے اے میرے پیارے بیٹے، اے میری آنکھوں کے تارے، بیٹا یوسفؑ انہوں نے تجھے کس کنویں میں ڈال دیا ہے؟ آیا

تھے کس تلواری سے قتل کیا آیا کس زمین میں تھے دفن کیا، جناب یعقوبؑ نے خدا سے دعا کی کہ بارالہا میرے پاس عزرائیلؑ کو بھیج دے جب عزرائیلؑ ان کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا اے ملک الموت! کیا تو نے میرے یوسفؑ کی روح قبض کی ہے؟ عزرائیلؑ نے کہا نہیں، بلکہ وہ زندہ ہے مگر یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں ہے، اس غم میں یعقوبؑ اتنے روئے کہ ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ ایک بیٹے کی جدائی میں جناب یعقوبؑ کا یہ حال ہوا، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ زندہ ہے، لیکن قربان جانیے جناب امام حسینؑ پر کہ آنکھوں کے سامنے کیسے کیسے عزیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا، عباسؑ کے شانے قلم دیکھے، قائم کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے دیکھا، اصغرؑ کو تیر کھاتے دیکھا، ہم شکل پیغمبرؐ کو تیروں اور تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر تر پتا دیکھا اور ان تمام مصائب پر آپؑ نے صبر کیا اور آپؑ نے کسی کے لئے بھی بددعا نہ کی۔ ادھر جناب یوسفؑ اپنے والد گرامی کے غم میں اس قدر روئے یہاں تک کہ تمام قیدی پریشان ہو گئے اور کہا اے یوسفؑ! آپ یادن کو رویا کریں اور رات کو خاموش رہا کریں یا رات کو رویا کریں اور دن کو خاموش رہیں۔ یہ چند دنوں کی جدائی تھی یہ دونوں بزرگوار بہت زیادہ روئے حالانکہ ان دونوں کو اس بات کا علم تھا کہ وہ ایک دن آپس میں ضرور ملیں گے۔ مگر درحقیقت عزیزوں کی جدائی سخت ترین مصیبت ہے۔ پس مومنین غور و فکر کرو اور سوچو تو سہی کہ قاطعہ صغریٰؑ اور حسینؑ ابن علیؑ کی جدائی کیسی جدائی تھی اور یہ غم کس قدر بڑا تھا، یہ ایسی جدائی تھی کہ عمر بھر ملاقات نہ ہو سکی، اس فراق اور جدائی کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ جس روز امام علیہ السلام نے سفر کیا وہ بی بی سخت مریض تھی اور سفر کرنے کے قابل نہ تھی۔ جب یہ کارواں عازم سفر ہوا تو بی بی اپنے بابا کے واسن سے لپٹ گئی اور کہنے لگی



بابا! آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے کس طرح قرار آئے گا اور آپ سے جب گھر خالی نظر آئے گا اور اس میں میرا کوئی ہم نشین، انیس نظر نہ آئے گا بابا جان مجھے اپنے ساتھ لے چلیں میں آپ کے فراق پر صبر نہیں کر سکوں گی اور میں پھوہ بھویں، بہنوں کی جدائی بھی برداشت نہ کر سکوں گی۔

خاص طور پر اپنے چھوٹے بھائی علی اصغر کی جدائی پر بے حد غمگین ہوں، پھر جناب فاطمہ صغریٰ بہت زیادہ روئیں اور روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ جب امام علیہ السلام نے صغریٰ کی یہ حالت دیکھی تو بے اختیار رونے لگے اور دنیا کے تمام غم و الم امام علیہ السلام پر ٹوٹ پڑے اور آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اور کہا: اے بیٹی فاطمہ صغریٰ جب میں عراق میں پہنچوں گا اور مجھے ٹھہرنے کی صورت نظر آئی تو میں عباسؑ اور علی اکبرؑ کو تیرے لینے کے لئے بھیجوں گا، غرض حضرت امام حسینؑ روتے ہوئے فاطمہ کو چھوڑ کر سفر غربت کی طرف روانہ ہو گئے اور فاطمہ روتی ہوئی گھر میں آئیں۔

جب فاطمہ کو وہ گھر خالی نظر آیا اور ایک ایک کو یاد کر کے ماتم کیا اور روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں۔ پس اس گھر میں مدینہ کی عورتیں جمع ہوئیں اور سبھی نے فاطمہ کو بہلایا اور تسلیاں دیں اور بی بی کو چپ کراتے ہوئے کہا کہ اے فاطمہ اس قدر پریشان نہ ہو کہ سب کے عزیز پر دیس جاتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے مسافر صحیح و سالم تم سے ملیں۔ وہ عورتیں بی بی کو تسلی دے کر اپنے اپنے گھر کو چلی گئیں اور بیمار صغریٰ گھر میں اکیلی رہ گئیں۔ یہ بی بی ہر روز، ہر وقت اپنے عزیزوں کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں، ایک دن آپ بہت زیادہ روئیں، کچھ دیر کے بعد صغریٰ کو بابا کا وعدہ یاد آیا کہ بابا نے تو مجھ سے کہا تھا کہ عراق پہنچ کر تیرے پاس عباسؑ و اکبرؑ کو بھیجوں گا اب تو

کافی دن گزر گئے۔ انہوں نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ خدا خیر کرے۔

بی بی نے اپنے کاٹے ہوئے ہاتھوں سے ایک خط لکھا وہ اشتیاق و دیدار اور شکایت سے بھرا ہوا تھا اور اس کو بند کیا اور چادر اوڑھ کر کچھ کنیزوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے دروازے پر تشریف لے گئیں۔ ناگاہ ایک اعرابی ناقہ پر سوار نظر آیا کہ وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ پس کنیزانِ فاطمہؑ نے اس سے پوچھا کہ اے بھائی تو کہاں جا رہا ہے، وہ بولا میں عراق جا رہا ہوں، یہ سن کر بی بی نے کہا اے شخص کیا تو ہم پر ایک احسان کر سکتا ہے اور اس احسان کی جزا تجھے ہمارے جد بزرگوار جناب رسول خدا دیں گے۔ وہ بولا فرمائیے وہ کام کیا ہے، بی بی نے کہا کہ یہ میرا خط میرے ہاں حسینؑ تک پہنچا دے۔ اور اے عرب جب تو فرزند رسولؐ کی خدمت میں پہنچے تو میری طرف سے ان کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دینا۔ پس وہ عرب بولا میں خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر ضرور یہ خط آپ کے والد گرامی جناب امام حسینؑ تک پہنچا دوں گا، پس وہ بی بی سے خط لے کر روانہ ہو گیا اور جناب فاطمہؑ زہراؑ گھر میں واپس لوٹ آئیں اور انتظار کرنے لگیں کہ اب بھائی اور چچا مجھے لینے کے لئے آئیں گے، ادھر وہ عرب عراق میں پہنچا، مگر افسوس کہ وہ قاصدِ کربلا میں اس وقت پہنچا کہ وہ عاشور کا دن تھا اور علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکا تھا۔ پس اس نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام ہزاروں دشمنوں کے زعم میں تنہا گھرے ہوئے ہیں، اور امام علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ افسوس میری تنہائی پر افسوس ہے، میری غربت پر افسوس ہے کہ اس وقت میرا کوئی معین و مددگار باقی نہیں رہا۔

آیا کوئی ایسا خدا ترس شخص نہیں ہے کہ ہم سے شرعاً کوہِ کبود کرے آیا کوئی ایسا نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد کرے۔



پس فرزند ہر اک کو کوئی جواب نہیں دیتا تھا مگر جواب میں اس مظلوم امام کو تلواریں مارتے تھے اور نیزے لگاتے تھے اور سب یزیدی درپے قتل تھے، پس وہ اعرابی شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا! سلام آپ پر اے فرزند ہر اک پھر وہ صغریٰ کی طرف سے امام علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا، امام نے فرمایا اے بھائی تو کون ہے کہ اس بیکی میں مجھ غریب دے کس پر سلام کرتا ہے؟ وہ رو کر بولا اے مظلوم کر بلا، اے فرزند ہر اک! میں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ کا قاصد ہوں اور آپ کے نام اس دکھیا کا خط لایا ہوں، امام علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا دی اور اس سے وہ خط لے لیا، امام عالی مقام وہ خط لے کر خیام حسینی میں تشریف لے آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا اے زینب، اے ام کلثوم، اے سیکندہ، اے رقیہ، اے شہرہ، تو تم سب میرے پاس آؤ کہ میرے پاس ایک خط آیا ہے اور مجھ پر بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے، پس امام علیہ السلام کی درد بھری آواز سن کر سب بیہاں دوڑ کر آئیں اور بولیں آقا ہم آپ کے مصائب کو تو جانتے ہیں کہ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور آپ کے سب عزیز آپ کی آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں، مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ خط کون سا ہے کہ جس نے آپ کو بہت زیادہ غمگین اور پریشان کر دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خط تمہاری بیٹی فاطمہ صغریٰ کا ہے اس میں آپ لوگوں کے نام پیغام بھی ہے اور شکوہ اور ناراضگی بھی۔ پس امام علیہ السلام نے خط کو کھولا تو یہ مضمون لکھا ہوا تھا کہ یہ خط ہے فاطمہ کا جو کہ امام حسینؑ کی بیٹی ہے اپنے بابا حسینؑ کے نام۔ میری طرف سے ہزاروں سلام فرزند رسولؐ کی خدمت میں قبول ہوں اور پھر میرا سلام پہنچے چچا جان جناب عباسؑ علمدار کو اور بی بی یہ خبر نہ تھی کہ عباسؑ شانے کٹوا کر

شہید ہو چکے ہیں۔ پھر میرا سلام میرے بھائی علی اکبر کو پہنچے ان کے بعد تمام بھائیوں اور بہنوں کو سلام، پھر میرا سلام پہنچے میرے چھوٹے بھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک علی اصغر کو، پس بابا جان آپ کو اور سب عزیزوں کو خدا کی قسم کہ میری طرف سے میرے چھوٹے بھائی علی اصغر کے بوسے لینا اور پیار کرنا، بابا! آپ سب نے مجھے بھلا دیا ہے اور میرا یہی آپ سب سے شکوہ ہے آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ عراق پہنچ کر ہمیں لینے کے لئے جناب عباس اور علی اکبر کو بھیجیں گے۔

بابا جان! اب تو انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں۔ آپ لوگوں سے ملنے کا اشتیاق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے مجھے لینے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا، پس اب میں مرنے والی ہوں اور آپ کے وعدے کی خاطر ہوں اور آپ پر سلام اور خدا کی رحمت سایہ فگن ہو، جب سب خط پڑھ چکے امام علیہ السلام کا غم اور پریشانی کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل گیا، کیونکہ صغریٰ نے جس جس کو سلام لکھا تھا وہ سب شہید ہو چکے تھے، لیکن فقط جناب زین العابدینؑ بیماری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے صغریٰ تمہاری خاطر مجھے نہایت عزیز ہے جس جس کو تو نے سلام لکھا ہے میں انہیں تیرا سلام پہنچاتا ہوں۔ پس امام علیہ السلام قتل گاہ کی طرف چل پڑے، امام علیہ السلام کی نظر سب سے پہلے حضرت عباسؑ کی لاش مبارک پر پڑی، امام علیہ السلام عباسؑ کی لاش کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا اے عباس! اے میرے زور بازو! تمہاری جتنی فاطمہ صغریٰ نے تمہیں سلام لکھا ہے۔

اور بہت شکایت لکھی ہے کہ چچا جان آپ مجھے لینے کے لئے کیوں نہیں آئے؟ اے بھائی! اب تمہارا یہ حال ہے اور فاطمہ تمہارے انتظار میں ہے، پھر امام علیہ السلام اصغرؑ کی لاش پر آئے اور فرمایا اے نور چشم تمہاری بہن فاطمہ! تمہیں سلام لکھا ہے او



رتہا رہے دیدار کی مشاق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کی لاش پر امام علیہ السلام نے بہت زیادہ گریہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب فاطمہ صغریٰ نے خط میں بار بار لکھا تھا کہ اگر چہ میں آپ سب کی جدائی کی وجہ سے پریشان ہوں لیکن اصغرؑ کی جدائی نے مجھے بہت زیادہ اداس کیا ہے۔ اس کی منہمی سی تصویر ہر وقت میری آنکھوں میں پھرتی رہتی ہے۔ ان باتوں کو یاد کر کے امام علیہ السلام کافی دیر تک لاشہ اصغرؑ پر روتے رہے اور آپیں بھر گریہ کرتے رہے، جناب صغریٰ کی وصیت امام علیہ السلام کو یاد آئی نہ انہوں نے لکھا تھا بابا جان میرے چھوٹے بھائی اصغرؑ کا میری طرف سے منہ چومنا۔ امام علیہ السلام بے تاب ہو کر اصغرؑ کی لاش پر گر پڑے اور اس کے بار بار بوسے لیتے تھے اور اصغرؑ کے منہ کی خوشبو سونگھتے تھے اور رورور کر فرماتے تھے اے میرے اصغرؑ ظالموں نے تیرے قتل سے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور قریب ہے کہ تیرے بعد مجھے بھی قتل کر دیں۔

جب اہل حرم نے امام علیہ السلام کی بے تابی دیکھی تو آپ کو لاشہ اصغرؑ سے جدا کیا، پھر امام علیہ السلام لاشہ اکبرؑ پر آئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے اکبرؑ تمہاری بہن نے تمہیں بہت بہت سلام لکھا ہے۔ پھر امام علیہ السلام اٹھے اور لاشہ اصغرؑ کو اہل حرم کی گود سے لے کر مقتل کی طرف چل پڑے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام لاشہ اصغرؑ کو پیار کرتے ہوئے خیمہ میں لائے تھے۔ اس وقت امام علیہ السلام کی صاحبزادیاں دوڑ کر آئیں اور عرض کرنے لگیں بابا جان تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں، ہم سب فاطمہ صغریٰ کی طرف سے اصغرؑ کو پیار کر لیں کہ صغریٰ نے خط میں اس کی تاکید کی تھی۔ پس امام علیہ السلام رک گئے، یہاں تک کہ سیکڑہ ورقہ رورور کر اصغرؑ کو پیار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہائے اصغرؑ تو اس ظلم سے یہاں بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے

اور وہاں صغریٰ تجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہے، یہ سن کر امام علیہ السلام بڑی مشکل سے اصغر کی ننھی سی لاش بہنوں سے لے کر قتل گاہ میں لے گئے اور دوسری لاشوں کے درمیان میں زمین پر سلا دیا۔ سوچنے کی بات ہے صغریٰ کو یہ انتظار تھا کہ میرا خط پہنچتے ہی چچا عباس اور بھائی علی اکبر مجھے لینے کے لئے آ رہے ہوں گے، لیکن اس وقت اس بی بی کے دل پر کیا گزری ہوگی جب قاصد یہ جواب لے کر مدینہ پہنچا ہوگا کہ اے فاطمہ صغریٰ تمہارے چچا عباس اپنے بازو کٹوا کر فرات کے کنارے سو رہے ہیں اور تمہارا بھائی اکبر مارا گیا ہے اور اصغر تیرا ستم کھا کر بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے اور تمہارا بیٹا بھائی سجاد طوق دزدانچہ میں قید ہو کر پھوپھویوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گیا ہے، اندازہ کیجئے اس خبر کو سن کر بی بی کا کیا حال ہوگا، یہ جامہ صبر ائمہ طاہرین اور ان کی ذرمت کو اللہ نے عطا فرمایا تھا ورنہ ایسے صبر کا ہر بشر کب متحمل ہو سکتا ہے۔ (ذکر المصاب: ۲۳۷ تا ص ۲۵۸)

### خلاصۃ المصاب

﴿مولوی مرزا محمد ہادی لکھنؤوی﴾

ایسے کریم کی اولاد سے یوں برائی کی کہ وہ اس کا فرزند کہ جو زبان رسول مقبول چوس کر پلا ہو، روز عاشور زبان مبارک پیاس سے چبائے اور اپنے پسر شمشاہے کو گود میں لے کر ظالموں کو دکھا کر پانی مانگے اور نہ پائے۔ افسوس افسوس کیوں حضرات کیا قصور فرزند حیدر کرار نے کیا تھا جو ظالم اس قدر رنج و ایزد اویستے تھے۔ چنانچہ راوی لکھتے ہیں کہ جب اصغر کو امام حسینؑ خیمے سے لائے تو وہ معصوم شدت تشنگی سے بیہوش تھا، لشکر مخالف سے خطاب کر کے فرمایا، اے بے رحم، اگر حسینؑ تمہارے زعم ناقص میں گنہگار ہے تو یہ میرا معصوم شیر خوار تو بے گناہ ہے، تشنگی قیامت سے ڈرو اور تھوڑا پانی



اسے تو پلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ پس اُس کے جواب میں ناگاہ ایسا حرمہ صحن نے اُس معصوم کے گلوے خشک و نازک پر تیر لگایا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر آغوش پدر میں مر گیا۔ اے حضرات ایسے ظلم کسی فرد بشر پر نہیں ہوئے جیسے فرزند زہرا پر گزرے، کس کا بچہ پیاسا جہاد میں چھ مہینے کا مارا گیا ہے، پس جناب امام حسینؑ دست مبارک اپنا زہر زخم اصغر رکھتے تھے، جب چلو خون سے بھر جاتا تھا رو کر جانب آسمان پھینک دیتے تھے۔ پس ایک قطرہ اُس خون سے زمین پر نہ گرتا تھا پھر حضرت نے فرمایا خداوند یہ فرزند میرا اصغر تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہ ہوا۔ خداوند اگر اس وقت مصلحت نہیں جانتا نصرت میں ہماری، پس ان مصائب کو موجب زیادتی ثواب آخرت میرے لئے کر۔ پھر حضرت گھوڑے سے اترے اور اپنے جگر گوشے کے لئے لوگ شمشیر سے ایک قبر کھودی، یہ وقت مصیبت تھا، اُن حضرت پر کہ عوض کفن کے خون اُس کے جسم نازنین پر ملا اور ایک روایت میں ہے کہ ریگ صحرا اُس کے جسم شریف پر ملی اور دفن کیا۔ راوی کہتا ہے کہ دفن کر کے حضرت امام حسینؑ قبر پر کھڑے ہو کر بہت سارے اور ایسے نعرے مارے کہ لوگ لشکر عمر و سعد کے رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ جب امام غریب کی آواز خیمہ حرم میں پہنچی تو یقین ہوا سب بیبیوں کو کہ وہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہوا، پس دفعۃً مادر اصغر خیمہ سے روتی ہوئی، گریبان چاک، بال سر کے کھولے ہوئے نکلی اور یوں بین کرتی تھیں کہ افسوس اے میرے اصغر فدا ہو تجھ پر ماں تیری، تجھے بھی اس قوم جفا کار نے پانی نہ دیا اور پیاسا ہی قتل کیا، کاش کہ یہ ماں تیری تجھ پر فدا ہو جاتی اور تو جیتا رہتا۔ پھر قبر اصغر پر آ کر اتنا روئیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی، پھر جناب امام حسینؑ اُس مغموم و دل خستہ کو خیمہ میں لے آئے، اس وقت سیکڑہ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگی،

اور پوچھتی تھی کہ اے اماں میرے بھائی کو کیا کیا۔ یہ پوچھتی تھی اور روتی تھی، مشاہدہ اس حال سے ایک قیامت برپا تھی۔ (خلاصۃ العصاب مطبوعہ ۱۸۸۸ء ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

## شہدائے آل ابوطالبؑ

مولانا سید محسن نواب رضوی مجتہد العصر

عبداللہ الرضیع

ان کی مادر گرامی جناب رباب تھیں۔ جناب سیکنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ شہدائے کربلا میں سن کے لحاظ سے سب سے چھوٹے مگر آپ کی قربانی تمام قربانیوں میں عظیم تھی۔ اہل بیتؑ کی ڈیوڑھی کو ٹھوڑ کر نام دہنا دمسلمان کتنے سنگدل اور کتنے بے دین ہو گئے تھے۔ اس کے سمجھانے کے لئے اس شیر خوار کی شہادت بہت کافی ہے کسی مذہب اور ملت میں معصوم بچوں پر ظلم روا نہیں سمجھا جاتا۔ اگر انسان صورت عراقی اور شامی درندوں کی شریعت میں اسے بھی ناجائز سمجھ لیا گیا۔ انھیں آل رسول اور آل ابی طالب سے اتنی عداوت تھی کہ وہ ان میں سے کسی کو زندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے، دنیاے حق و انصاف اس واقعہ پر جتنا بھی ماتم کرے کم ہے کہ امام حسینؑ چھ مہینے کے پھول سے بچے کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اس لئے ایک جرعد آب کا سوال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے قوم اگر تم لوگ مجھ پر رحم نہیں کرتے ہو تو اس بچے کی حالت پر رحم کرو۔ اور جواب میں پانی کے بجائے تیر ظلم چلایا جاتا ہے اور معصوم بچہ یوڑھے ہاپ کے ہاتھوں پر خون اگل اگل کر دم توڑتا ہے امام اپنی اس حالت کی شکایت کس سے کرتے، اعز! اور انصار خاک گرم پر دم توڑ چکے تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا خدا ہمارے اور اس قوم کے مابین فیصلہ فرما جس نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ ہماری عدد



کرے۔ اور اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ فضا میں ایک آواز پیدا ہوئی۔ حسین! اس بچے کو چھوڑو جنت میں اس کو دودھ پلائے والی موجود ہے!

امام چاہتے ہیں رباب کی امانت خیمہ کی طرف لے جائیں مگر کسی خیال کے ماتحت خیمہ کی طرف بڑھنے والے قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔ پھر سوچ کر آگے بڑھتے ہیں۔ چند قدم بڑھ کر پھر پچھلے پیروں پلٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نفس مصحفہ کے لئے یہی تردد کا عالم بڑی دیر تک رہا سات مرتبہ خیمہ کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا۔ جو اس وقت کی امام کی حالت کی پوری تصویر کشی کر سکتا ہے۔

آخر میں تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کا بالکل نیا واقعہ رونما ہوا یعنی بوڑھا باب کر بلا کی جلتی ہوئی خاک پر بیٹھ گیا۔ بچے کا خون اسی کے جسم نازنین پر مل دیا۔ تلواریں نیام سے ایک چھوٹی قبر کھودی اور بچے کو دفن کیا۔ تمام انبیاء مرسلین اولیاء اور صالحین کی مقدس روحیں اور سموات کے تمام ملائکہ، کائنات کا ذرہ ذرہ اس منظر کو انتہائی حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہا ہوگا اور نفس مطمئن اپنے فرائض کو پورے استقلال اور ثبات قدم کے ساتھ انجام دے رہا ہوگا۔ رباب کے شیر خوار کی شہادت نے واقعہ کر بلا کے زمین آسمان بدل دیئے۔ حسین مظلوم کی مظلومیت اور یزیدی درندوں کی بے دینی اور بے رحمی کی کوئی مثال ایسی نہیں پیش کی جاسکتی جو اس واقعہ سے زیادہ ہو۔

دنیا جتنی آگے بڑھتی جائے گی اس قربانی کی قدر و قیمت اور بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ ایک وقت پورا عالم طفل شیر خوار کی بارگاہ عظمت میں مرنے زخم کرتا ہوا نظر آئے گا۔ یہاں تک تو امام حسینؑ کے ان فرزندوں کا تذکرہ تھا جن کی شہادت کو بلا تفاق تسلیم کیا گیا مگر اس مقام پر اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ طفل شیر خوار کا نام بعض نے عبداللہ لکھا ہے اور بعض نے علی اصغر بعض مورخین کا خیال ہے کہ

عبداللہ اور علی اصغر دونوں ایک ہی ہیں۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ عبداللہ اور علی اصغر دونوں ایک نہیں ہیں بلکہ دو صاحبزادے ہیں۔ اور دونوں واقعہ کربلا میں شہید ہوئے۔ طفل شیرخوار کے سلسلہ میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں واقعہ شہادت کی نوعیت کا اختلاف اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے دو شیرخوار صاحبزادے شہید ہوئے ایک وہ جن کے لئے سوال آپ کیا گیا اور دوسرے وہ جن کو امام نے آغوش میں لے لیا تھا اور ان کو شہید کیا گیا۔ صاحب نسخ التواریخ نے ان کس صاحبزادے کو جو خیمہ سے گھبرا کر نکل آئے تھے اور جن کے لئے روایات میں من آل الحسین ملتا ہے، امام حسینؑ کا فرزند تحریر کیا ہے اور ان کا نام عبداللہ بن الحسین لکھا ہے مگر صاحب البصائر الحسین نے ان صاحبزادے کو محمد بن ابی سعید بن عقیل ظاہر کیا ہے۔

اور ان کی شہادت کا تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہل سیر حمید بن مسلم سے ناقل ہیں کہ امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد ایک بچہ دہشت زدہ ہو کر خیمہ سے نکلا جو داہنے بائیں دیکھتا جاتا تھا، ایک گھوڑے سوار نے اس پر حملہ کیا اور اسے شہید کر ڈالا، حمید کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ صاحبزادہ کون ہے، تو کہا گیا کہ یہ محمد بن ابی سعید ہیں۔ گھوڑے سوار کا نام دریافت پر معلوم ہوا کہ لقیط بن ایاس ہنسی ہے انھوں نے آل الحسین میں سے ایک طفل صغیر کے نکلنے اور شہید ہونے کے واقعہ کو اور حمید بن مسلم کے بیان کئے ہوئے واقعہ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ دونوں واقعے ملتے جلتے ہیں۔ مگر قاتل کے نام میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ آگے واضح کیا جائے گا۔

واقعہ کربلا میں اولاد امام حسینؑ کی شہادت کے تذکرہ میں صاحب تذکرہ خواص الائمہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھنے سے بجائے کسی اطمینان کے تردد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چند صفحوں کے اندر چند طرح کے خیالات ہیں۔ ایک جگہ شہدائے آل ابی طالب



کے ذکر میں صرف جناب علی اکبرؑ اور عبد اللہؑ کی شہادت لکھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر آل ابی طالب کی مجموعی تعداد گنواتے ہوئے ایسی ہی عبارت لکھتے ہیں جس سے پہلے خیال کی تائید نکلتی ہے کہ دو ہی فرزند امام حسینؑ مظلوم شہید ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ومن ولد الحسین اثنان علی و عبد اللہ، اولاد حسینؑ میں دو شہید ہوئے علی اور عبد اللہ، مگر چند صفحے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کی جملہ اولاد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ عبد اللہؑ بھی اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ پھر لکھتے ہیں۔ ”محمد قتل مع ابیہ“ امام حسینؑ کے ایک صاحبزادے محمد بھی تھے۔ جو اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

صاحب فصول ہمہ نے امام کی اولاد مذکور میں کل چھ صاحبزادوں کے نام لکھے ہیں۔ جن میں تین کی کربلا میں شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ علی اکبرؑ، علی اصغرؑ، عبد اللہؑ اور جعفر بن حسینؑ کے لئے لکھا ہے کہ وہ معرکہ کربلا سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ ان کے خیال کی تائید بہت سے مورخین کے بیانات سے ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ جعفر بن حسینؑ کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ایک مسم بات ہے۔ اب ان کا ذکر کئے ہوئے ناموں میں دورہ جاتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام جو واقعہ کربلا کے بعد اسیر ہوئے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے محمد بن حسین علیہ السلام صاحب فصول ہمہ نے ان کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا کہ اپنی موت سے انتقال فرمایا یا شہید ہوئے صاحب تذکرہ خواص الامہ نے ان کی بھی شہادت کا ذکر کیا ہے، جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

جناب ابن شہر آشوبؒ نے کتاب المناقب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں خود اختلاف موجود ہے۔ ایک جگہ اولاد امام حسینؑ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

امام کے فرزند یہ ہیں۔ علی اکبر شہید جن کی مادر گرامی برہ بنت عروہ بن مسعود تھیں اور علی جو امام زین العابدین ہیں جو علی اوسط ہیں اور علی اصغر ان دونوں یعنی علی اوسط و علی اصغر کی مادر گرامی شہربانو تھیں۔ اور ایک فرزند محمد تھے، ایک عبد اللہ شہید ان دونوں کی ماں رباب بنت امراؤ التیس تھیں۔ اس عبارت میں صرف دو ناموں کے ساتھ لفظ شہید لکھا ہے۔ ایک جناب علی اکبر کے ساتھ ایک جناب عبد اللہ کے نام کے ساتھ لیکن جب تفصیلی شہادتوں کو ذکر کرتے ہیں تو جناب علی اکبر کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام حسین ان کا لاشہ درخیمہ کے پاس لائے اور پھر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں شہربانو مہوت ہو کر رہ گئیں، لاش کو دیکھتی تھیں۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی تھیں۔ پہلے جناب علی اکبر کی مادر گرامی کا نام برہ بنت عروہ بن مسعود ظاہر کیا ہے یہاں ماں کا نام شہربانو لکھتے ہیں۔ پہلے امام زین العابدین اور علی اصغر کے لئے لکھا ہے کہ ان کی ماں شہربانو تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جناب شہربانو کو یہاں جناب علی اکبر کی ماں اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ ان کی حقیقی ماں نہ سہی مگر ان کے والد گرامی کی زوجہ تو ضرور تھیں۔ اور ان کے پدری بھائیوں امام زین العابدین اور جناب علی اصغر کی حقیقی ماں تھیں۔ اس لئے ان کو جناب علی اکبر کی ماں بھی لکھ دیا۔ لیکن اس میں دقت یہ پیدا ہوتی ہے کہ علماء محققین نے واقعہ کربلا میں جناب شہربانو کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے اور ان کی وفات کے متعلق جو طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، انہیں بھی نہیں مانا ہے، بلکہ اس قول کو قوت دی ہے کہ ان کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ ممکن ہے یہاں نام میں کچھ الٹ پھیر ہو گیا ہو۔

مناقب کا جو نسخہ بمبئی میں چھپا ہے وہ ایک الجھن اور پیدا کرتا ہے وہ یہ کہ شہزادے بنی ہاشم کی نام بہ نام شہادت کے تذکرہ میں ایک جگہ جناب قاسم بن حسن کی شہادت



کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے ایک صفحہ کے بعد جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد تحریر ہے۔ پھر قاسم بن حسین میدان کی طرف نکل کر گئے جن کا یہ رجز بھی لکھا ہے۔

ان تنکرو و فی فاننا ابن حلیہ

ضرغام آجام و لیث قسور

علی الاعادی مثل ریح صرصرة

اکید کم بالیف کیل اسندر

کہہ سکتے تھے کہ یہ لفظ قاسم بن حسین نہیں بلکہ قاسم بن حسن ہے اور چھاپے کی غلطی سے بجائے حسن کے حسین ہو گیا مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ایک صفحہ پہلے ہی جناب قاسم بن حسن اور ان کے رجز اور شہادت کا تذکرہ فرما چکے ہیں۔ قاسم بن حسین نام کے حضرت کے کسی صاحبزادے کا کہیں ذکر نہیں ملتا، خود جناب ابن شہر آشوب نے اولاد امام میں ان صاحبزادے کا ذکر کیا ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ اسی کے تین صفحے بعد جہاں شہداء آل ابی طالب کی مجموعی تعداد کیجا کر کے لکھ رہے ہیں۔ وہاں بھی قاسم بن حسین کا ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں پر ایک نئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کہتے ہیں کہ جملہ شہیدائے آل ابی طالب ستائیس نفر تھے نو بنی عقیل۔ مگر نام صرف آٹھ کے لکھے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں اور تین اولاد جعفر اور نو فرزندان امیر المومنین جن کے نام لکھے ہیں چار فرزندان امام حسن کے نام لکھے ہیں۔ یہ سب بچیس ہوئے۔ پھر تحریر فرماتے ہیں اور چھ فرزندان حسین (جن میں اختلاف بھی ہے) اور نام گنوانے کے موقع پر بجائے چھ کے نو نام لکھتے ہیں۔ علی اکبر، ابراہیم، عبداللہ، محمد حمزہ، علی، جعفر، عمر، زید، جناب عبداللہ کے لئے لکھتے ہیں کہ وہ باپ کے

آغوش میں شہید کئے گئے۔ کہہ سکتے تھے کہ لفظ ”ستہ“ نہیں بلکہ تسعہ ہے، کیونکہ چھ نہیں بلکہ نو نام لکھے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مجموعی تعداد جس کو انھوں نے ستائس ظاہر کیا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو ملا کر ٹھیک نہیں اترتی۔ پچیس جو پہلے لکھے جا چکے ان میں چھ ملائے تو اکتیس ہوئے نو ملائے تو چونتیس، جن میں سے کوئی مجموعہ بھی کمزور ہو گیا کہ الدمعہ السا کہہ کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں بھی صاحب مناقب کی یہی عبارت بلا کسی تغیر کے موجود پائی اور تعجب ہوا کہ انھوں نے بھی لفظ ”ستہ“ لکھ کر نام گنوائے کے موقع پر نو نام گنوائے ہیں۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا قصہ ہے۔ بحار الانوار دیکھئے تو اس میں بھی آپ کو مناقب کی یہی عبارت اسی طرح نظر آئے گی کہ ستہ (چھ) لکھ کر نو نام گنوائے گئے ہیں۔ صرف ایک صورت سمجھ میں آتی ہے کہ چھ کی شہادت ان کی نظر میں حتمی ہو مگر ان کے ناموں میں اختلاف ہوا اور انھوں نے اس جگہ وہ سب نام لکھ دیے ہوں جو اقوال مختلفہ میں ان چھ شہیدوں کے ذکر کئے گئے ہوں۔ واللہ اعلم عند اللہ مگر ستائیس کی گنتی سے تعداد بڑھ جائے گی۔

صاحب البصائر العین نے امام حسین علیہ السلام کے صرف دو فرزندوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ ایک جناب علی اکبر دوسرے جناب عبداللہ بن حسین اور صاحب نفس المہموم نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور زیارت و ناحیہ میں بھی یہی دو نام ذکر ہوئے ہیں۔  
(کتاب شہدائے آل ابوطالب صفحہ ۲۷ تا ۳۴)



..... ﴿باب پنجم﴾ .....

شہزادہ علی اصغرؑ  
خطیبوں کی نظر میں

## ﴿علامہ حافظ کفایت حسین﴾

### شہادتِ شہزادہ علی اصغرؑ

آج ملک میں جا بجا جھولے نکالے جا رہے ہیں۔ شبیہ جھولے کی نکالی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ یاد کر لیں کہ کربلا میں ایک شیر خوار بچہ بھی تھا جس کا جھولا خالی ہو گیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ان بچوں پر پانی بند ہو گیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ساتویں تاریخ سے امام حسینؑ اور ان کے قافلے پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔

آپؑ نے ساتویں کی شام، لوگوں سے کہا کہ بھائیو! چلے جاؤ، دیکھو اب مصیبتیں بڑھتی جا رہی ہے۔ اب پانی بند ہو گیا ہے۔ تم ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکو گے۔ تمہارے ساتھ ہال بچے ہیں۔ ان کو بے کر نکل جاؤ، کچھ لوگ نکل گئے۔

آنھویں تاریخ آئی تو رات کو پھر آپؑ نے جمع کیا اور فرمایا: ہاں! اگر تم جاؤ گے تو یہ لوگ اور خوش ہو جائیں گے کہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ شبِ عاشور بھی کچھ لوگ نکلے ہیں جب امام حسینؑ نے خیمے میں چراغ گل کر دیا ہے۔

جنابِ سکینہؑ سے روایت ہے کہ میں پھوپھی کی گود میں تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی کہ پھوپھی جان! میں پیاس سے مر جاؤں گی تو میری پھوپھی جان کبھی اس خیمے میں لے جاتی تھیں کبھی اس خیمے میں جاتی تھیں تو اس وقت ہم ایک ایسے خیمے میں تھے کہ جہاں سے پدرِ بزرگوار کی آواز آرہی تھی۔ آپؑ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو! تمہیں یہ خیال ہوگا کہ میرے نانا تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ میں نانا سے کہہ دوں گا کہ میں



نے خود بھیجا تھا۔ چنانچہ جناب سیکندہ کہتی ہیں کہ اس تاریکی میں لوگ خیمے سے نکلنا شروع ہو گئے اور میں نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی جان! کیا میرے بابا تہرہ جائیں گے تو گویا اس شب تک آپ نے رخصت کیا ہے۔ اس کے بعد پھر بھی عاشور کی شب چور اسی بیہاں تھیں تو اتنے لوگ ساتھ تھے۔ پانی تو ساتویں محرم سے ختم ہو گیا تھا۔ جب نویں تاریخ آئی بچے العطش العطش کہتے ہوئے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ میں نے جناب سیکندہ کے متعلق دیکھا ہے کتابوں میں کہ کبھی کبھی دروازے پر گر کہتی تھیں کہ بابا! پیاس نے مار ڈالا ہے۔ کبھی یہ آواز دیتی تھیں: بچہ! میں پیاس سے مر جاؤں گی۔ مگر میں نے آج تک نہ دیکھا کہ کسی امام کے صحابی کے کسی بچے نے آواز دی ہو۔ دراصل اپنے بچوں کو مائیں چھوڑتی نہ تھیں کہ کسی خیمے پر جائیں یا کسی دروازے پر جائیں، کیوں، اس لئے کہ حسین ان کی آواز سن لیں گے تو انھیں تکلیف ہوگی۔ ساتویں تاریخ جو فوجیں آئیں کچھ اور زیادہ تو انھوں نے یہ کام اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ادھر سے ادھر چلے گئے اور ادھر سے ادھر آ گئے۔ زمین جو جلنے لگی تو بیبیوں کے دل دہل گئے۔ اس فکر کی وجہ سے اور اس خوف کی وجہ سے علی اصغر کی والدہ کا دودھ خشک ہو گیا۔ امتحان تھاناں! امتحان تھا کہ انتہائے مظاہریت بھی دیکھ لو اور انتہائے ظلم بھی دیکھ لو۔

بچہ گہوارہ میں پڑا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہو چکے ہیں مگر رونے کی آواز نہیں۔ اٹھارہ دن کا تھا جب مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ آج چھ مہینے کا ہوا ہے۔ پیاس کی شدت سے آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں۔ ہونٹ خشک ہیں مگر بچہ روتا نہیں۔ کبھی پھوپھی کو دیکھ لیتا ہے، کبھی ماں قریب آتی ہے تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتا ہے۔ بیٹیں آتی ہیں تو ان کو دیکھتا ہے۔ یعنی زبان نہیں کہہ کہ پیاسا ہوں اور روتا نہیں، اس لئے کہ غالباً خبر ہے

اسے کہ سب ہی پیاسے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب جا رہے ہیں۔ عورتیں اپنے بیٹوں کو سنوار سنوار کر بھیج رہی ہیں کہ جاؤ آج قربانی کا دن ہے۔ حسینؑ پر قربان ہو جاؤ۔ جناب رباب جن کا بچہ ہے یہ جس کا نام ہے علی اصغرؑ۔ کبھی بچے کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتی ہیں اور کبھی گود میں لے کر ادھر ادھر ٹہلاتی ہیں۔ جناب ربابؑ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جناب زہنبؑ نے اپنے بچوں کو کس طرح میدان میں بھیجا اور ان کی لاشیں آئیں۔ جناب ربابؑ نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح سے قاسمؑ کی لاش خیمے میں آئی۔

یہ سب ہو چکا ہے۔ امام حسین علیہ السلام علی اکبرؑ کی لاش لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ جناب عباس علیہ السلام کی لاش کو دریا کے کنارے چھوڑ آئے ہیں اور اب کوئی نہ رہا۔ جب کوئی نہ رہا تو میدان میں آئے اور فرماتے ہیں: کوفے اور شام کے رہنے والو! میرا کوئی نہیں رہا۔ اب میں اتنا زخمی ہو چکا ہوں کہ زندہ نہ رہوں گا۔ ارے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ان لوگوں کے جو جوابات تھے، وہ آپؑ سے کیا عرض کروں! ایک مرتبہ یہ آواز دیتے ہیں اور تمام حجت کر رہے ہیں۔ عاشور کے دن یہ آواز آپؑ نے دو تین مرتبہ دی ہے۔

”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا“

”کوئی مددگار ہے جو اس وقت میری مدد کو آئے، کوئی فریادری کرتے والا ہے جو اس وقت میری فریادری کرے۔“

یہ آواز جودی تو ادھر سے تو کسی نے آواز نہ دی، کسی نے لبیک نہ کہا، البتہ خیموں کی طرف سے بیبیوں کے رونے اور شیون و فریاد کی آواز پہنچی۔ آپؑ اس طرح متوجہ ہوئے۔ جون جوں خیمے کی جانب بڑھتے جاتے ہیں۔ بیبیوں کے گریہ و پکا کی آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں۔ آخر جلدی جلدی جناب زہنبؑ کے خیمے پر پہنچے، آواز دی، بہن!



میں ابھی زندہ ہوں۔ اسے تمہارے رونے سے یہ لوگ خوش ہو رہے ہیں۔ تمہاری آوازیں بلند نہ ہوں جب تک میں زندہ ہوں۔ جناب نعتبؑ نے بھاگی کی آواز سنی تو ایک مرتبہ دروازے پر آکر کہتی ہیں: بھیا! ذرا اندر تو آئیے۔ کیا قیامت ہو گئی۔ اندر گئے، فرمایا کیا ہے؟ عرض کرتی ہیں: بھیا! نہیں معلوم آپ کی اس فریاد میں کیا اثر تھا کہ علی اصغرؑ نے جھولے میں تڑپنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بعد اتنا تڑپے کہ جھولے سے گر گئے۔ میں نے گود میں اٹھایا، قرار نہیں آتا۔ ماں گود میں لیتی ہے تو چپ نہیں ہوتے۔ بہنیں لیتی ہیں تو خاموش نہیں ہوتے۔ یہ حالت دیکھ کر بیبیوں میں گہرام برپا ہو گیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں بہن میں سمجھ گیا۔ ان کو تو میں لایا تھا اور سوچ سمجھ کر لایا تھا اچھا تو بہن! میں ایسا کرتا ہوں کہ ان کو لئے جاتا ہوں۔ پانی مانگوں گا۔ جناب علی اصغرؑ کی خاموشی ماں، کبھی بچے کو دیکھتی ہیں، کبھی حسینؑ کو دیکھتی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی بہن سے فرمایا: علی اصغرؑ کو مجھے دے دو، میں لئے جا رہا ہوں۔ جب حسینؑ کے ہاتھوں پر آئے علی اصغرؑ اور آپ دروازے کی طرف چلے تو ابھی تک مادر علی اصغرؑ خاموش کھڑی تھیں۔ جب حسینؑ جانے لگے تو ایک مرتبہ تیزی سے بڑھیں اور سامنے آکر عرض کیا: میرے آقا! ذرا میرے بچے کو مجھے دے دیجئے۔ امام حسینؑ نے ماں کی گود میں دے دیا۔ یہاں یہ سمجھیں کہ پیار کرنے کیلئے شاید لے رہی ہیں۔ لیکن کیا کیا جناب ربابؑ نے اگود میں لیتے ہی اپنے خیمے کی طرف چلیں۔ اپنے خیمے میں داخل ہوئیں۔ وہاں پہنچ کر صندوق کھولا، اس میں سے علی اصغرؑ کا نیا کرتہ نکالا۔ جسم پر جو کرتہ تھا، اسے اتار دیا۔ نیا کرتہ پہنایا، آنکھوں میں سرمہ لگایا اور بالوں میں کٹنگھی کی۔ آخر میں آستین کچھ اوپر کی طرف اٹائی اور فرماتی ہیں: بیٹا جو خیمے سے گیا، واپس نہیں آیا۔ اب تم جا رہے

ہو، واپس نہیں آؤ گے۔ بیٹا اگر تیر لگ جائے تو رونا نہیں۔ اس کے بعد بچے کو لے کر امام حسینؑ سے عرض کیا آقا! یہ میرا تنہا ہے، اس کو قبول کریں۔ یہ میری طرف سے قربانی ہے۔ امام حسینؑ آئے میدان میں۔ بچے کیلئے پانی مانگا، کسی نے نہ دیا۔ فرماتے ہیں: بیٹا! تم حسینؑ کے بیٹے ہو، میرا روحانیت میں شریک ہو۔ بیٹا! میرے کہنے سے پانی نہیں دیتے۔ بیٹا! ذرا تم ہی مانگ لو، اس بچے نے کیا کیا؟ اپنی سوکھی زبان نکالی اور ہونٹوں کے اوپر پھیرنی شروع کر دی۔

حالت یہ ہوئی کہ یزیدی فوج کے لوگ منہ پھیر کر رونے لگے۔ ابن سعد گھبرا گیا اور اس نے حرمہ سے کہا حرمہ جلدی کر اس نے ایک تیر جوڑا۔ تمام کتابوں میں ہے کہ وہ تین بھال کا تھا۔ لوہے کی بھالیں، ننھا سا گلا، حسینؑ کے بازو سے گلا ملا ہوا ہے۔ ادھر سے تیر آیا۔ کیا عرض کروں! کیا ہوا؟ ایک مرتبہ بچہ اچھلا اور تیر حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے تیر جو کھینچا اولاد والو! تیر اصغرؑ کے گلے سے تیر کھینچا۔ علی اصغرؑ مسکرائے، مطلب یہ تھا، بابا ماں کو سلام کہہ دیجئے گا کہ تیر اینٹا رویا نہیں ہے۔

### ﴿علامہ رشید ترابی﴾

اصغرؑ کو لحد میں رکھ گئے کہتے تھے حسینؑ آرام کرو بس یہی گوارہ ہے حمید ابن مسلم نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں، قاتلوں نے کچھ بیان کیا، شام کے مورخین نے کچھ لکھا، مگر بہتر طریقہ پر اندازہ اُس وقت ہوا جب حضرت مختار ایک ایک قاتل کو پکڑتے جا رہے تھے اور پوچھتے جا رہے تھے کہ بتا تو نے کیا کیا؟ اُس وقت اندازہ ہوا کہ کیسے ظلم ہوئے۔ ایسے میں ایک خبر مشہور ہوئی کہ مختار بدلہ لے رہے ہیں۔ اصل میں بدلہ تو کوئی کیا لے گا، وہ ذکر موقوف ہے،



وقت نہیں اس پر بحث کا، مگر ہاں، امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں امام نے فرمایا:  
کیا حال ہے، مختار کا؟

عرض کیا: مختار آپ کے پدر گرامی کے دشمنوں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں اور مختلف  
قاتلوں کے نام لئے۔ امام نے پوچھا: کیا خرمہ گرفتار ہوا؟ اُس نے ہاتھوں کو جوڑ کر  
عرض کیا: فرزند رسول! کیا بات ہے کہ آپ نے اس قاتل کا خاص طور پر نام لیا؟ آپ  
نے علی اکبر کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپ نے جناب عربس کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپ  
نے پدر گرامی کے قاتل کا نام نہیں لیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ارے خرمہ نے جو تیر چلایا، فقط وہ بچے کے گلے کو نہیں، آل  
محمد کے دلوں کو چیرتا ہوا گزر گیا۔

وہ واپس ہوا، کوفہ آیا اور دربار میں اُس دن پہنچا جس دن اعلان ہوا کہ خرمہ آگیا  
اُس نے کہا: ”اللہ اکبر“۔

مختار نے کہا: اللہ تو کبریائی ہی کیلئے مگر بتا یہ کونسا محلِ تکبیر ہے؟ اُس نے کہا: اے  
امیر! میں مدینے سے آ رہا ہوں، میرے امام نے پوچھا تھا کہ کیا خرمہ گرفتار نہیں ہوا؟  
وہ آگیا۔ یہ سننا تھا کہ مختار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ قاتل سامنے آیا، آپ  
نے پوچھا: خرمہ! بتا تو نے کربلا میں کیا کیا؟ خرمہ نے کہا: امیر! درگزر کرو، جو سزا تجویز  
کرتی ہو، کر دے مگر تفصیل مت پوچھو۔ کہا نہیں جاتا۔

اُس نے کہا: امیر! مجھے معاف کر، اس لئے کہ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ مختار نے کہا:  
ہم سننا چاہتے ہیں۔ خرمہ نے کہا: امیر! میرے ترکش میں سات تیر تھے، چار تیر نشانے  
پر نہ لگے۔ تین تیر نشانے پر لگے، پہلا تیر مشکب سیکٹ پر، دوسرا تیر حسین ابن علی کے سینہ  
پر جب حسین پشتِ ذوالجناح پر جھول رہے تھے اور یہ کہہ کر خرمہ نے سر کو جھکا لیا۔

مختار نے کہا: تیسرا تیر؟

مختار نے مزید اصرار کیا: کہا: امیر! حسین چھوٹے سے بچے کو لے آئے اور وہ بچے کیلئے پانی مانگ رہے تھے۔ عمر بن سعد نے کہا: ان کی زبان کو قطع کر دے۔ مختار نے کہا: میں نے تیر مارا بچے کو مختار نے پوچھا: پھر کیا ہوا؟  
کہا: امیر! بچہ باپ کے ہاتھ پر آٹ گیا۔

### ﴿مولانا سید علی نقی لکھنوی﴾

تو بس ارباب عزاء! آپ کی توجہ تو ہے مگر زیادہ عرض نہیں کرتا ہے، میں کہتا ہوں کہ حسینؑ نے کربلا میں، وقت جتنا سخت ہوا اتنا موثر ہتھیار لایا جاتا ہے، تو کربلا میں ظاہری نگاہوں میں، یہاں تک تو میں ارتقاء دکھاسکتا ہوں کہ شروع میں اصحاب گئے، بعد میں عزیز گئے پہلے عون و محمد چلے گئے، پہلے فرزند ابن عقیل چلے گئے، اس کے بعد بھتیجیوں کی نوبت آئی عباسؑ بعد میں گئے، علی اکبرؑ روایت مشہور کی بناء پر بعد میں گئے۔ مگر یہاں تک میں ارتقاء دکھاسکا، میں کہتا ہوں کہ ہمیں سے مقصد حسین علیہ السلام سمجھئے کہ عباسؑ کے بھی بعد اور علی اکبرؑ کے بھی بعد یہ چھ مہینے کی جان، یہ ششماہ مجاہد، تو جسے حسینؑ نے اپنا پیش خیمہ رکھا، یہ کیا ہے، یہ ہے، اس اصول کے مطابق کہ معرکہ جتنا سخت ہو جائے اتنا ہی موثر ہتھیار پیش کر دو۔

جب تک علی اکبرؑ میدان میں آئے، دنیا کہہ سکتی تھی کہ تلوار لے کر میدان میں آئے، اگر جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے! جب تک عباسؑ آئے، کہہ سکتے تھے ارے تلوار نہ سہی، نیزہ تو ہاتھ میں سہی، مگر نیزہ لائے تھے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، ارے قاسم کم سن سہی مگر گئے تو وہ بھی تھے تلوار لے کر، مگر جب علی اصغرؑ آئے تو اب دشمن کی زبان بند



ہو گئی۔ حسین علیہ السلام کی بے گناہی پر علی اصغر کے خون نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اب یہ وہ ہستی ہے کہ حسینؑ تو دین کی زبان میں محصوم تھے اور یہ بچہ تمام دنیا کی زبان میں محصوم ہے، ہر مذہب و ملت کی زبان میں محصوم ہے اور اسے ارباب عزاء ایک جملہ عرض کر کے اسی پر ختم کر دوں گا کہ ہاتھوں پر بے شیر، تیرسہ شعبہ اور بچے کی گرون ادھر بچے نے حسینؑ کے ہاتھوں پر دم توڑا اور مولائے گویا قیامت تک کے انسانوں کو پکار کر پوچھا کہ کیوں، بتاؤ، ایسوں کی بیعت کر لیتا؟ مقصد حسین علیہ السلام میں روح پڑ گئی، جان پیدا ہو گئی۔

امام حسینؑ کی فوج میں علی اصغر سب سے چھوٹے تھے، اتنے کم سن کہ ان کی عمر میں برس کا لفظ نہیں انھیں چھ ماہ کا بچہ کہا جاتا ہے۔ خود مصیبت اٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا صبر آزمایہ مرحلہ ہوتا ہے۔ نہ جانے اصغر کی ننھی سی لاش کو دیکھ کر بابؑ کے دل پر کیا گزری ہوگی!

میں چند پہلو پیش کرتا ہوں۔ دونوں موازنے کے کہ بے شک اسماعیلؑ آئے میدان قربانی میں۔ کوئی روایت نہیں بتاتی کہ وہ بھوکے اور پیاسے ہوں لیکن کر بلا کے میدان میں جو قربانیاں آئیں، وہ سب تین دن کے بھوکے پیاسے اور اہل عزاء! قربانی اسماعیلؑ میں اسماعیلؑ یقیناً بچے تھے، خالق نے دونوں پہلو نمایاں کینے ہیں کہ اس نے اسماعیلؑ کی قربانی کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا تھا کہ بچہ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس میں دوزخ ہیں کہ پورا جوان نہیں ہوا تھا، بچہ ہی تھا۔

ایک پہلو یہ کہ بچہ تھا، دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسا بچہ تھا جو کام نہ آسکے بلکہ ایسا تھا جو ساتھ چل پھر سکتا تھا۔ دوزخ ہیں، ایک عمر کی کمی کا بھی رُخ ہے، ایک عمر کی زیادتی کا بھی رُخ ہے، دونوں میں دو مصیبتیں آپ کے سامنے تصویر کی شکل میں آجائیں گی کہ وہ دوڑ

دھوپ والی عمر کی بڑائی تھی، وہ ترقی کر کے علی اکبر تک پہنچی اور جو کم سنی کا درد ناک پہلو تھا، وہ ادھر ترقی کر کے علی اصغر تک پہنچا۔ ارے وہ بچے تھے تو چند برس کے تو تھے مگر یہاں جو سب سے کم سن تھا، اس کی تو عمر کے حساب میں برس کا لفظ بھی نہیں آتا، وہ نام کا جزو ہے۔ ششماہ، چھ مہینے کا بچہ۔

اور بس اب ایک پہلو، اور وہ یہ ہے کہ خود مصیبت اٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا بڑا صبر آزماء مرحلہ ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جا کر کسی کو دفن کیا، نہیں روئے، دفن کر کے پلٹے نہیں روئے مگر جب گھر کے اندر آ کر کسی بلکتی ہوئی بچی کو دیکھ لیا، کسی بیقرار بہن کو دیکھ لیا، کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھ لیا تو مہر کا بند ٹوٹ جاتا تھا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے خلیل المرتبہ، بے شک بڑے عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے مگر جب بچے کو لے گئے تو ماں کو نہیں بتایا کہ کہاں لے جا رہا ہوں بلکہ پیغمبرانہ صداقت کے ساتھ یہ جملہ کہا: ایک دوست کے کہنے سے لے جا رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے خلیل کا کہنا۔ جب چھری اور ری مانگی تو پھر ذرا پریشان ہوئیں۔ جناب ہاجرہ نے کہا: چھری اور ری کا کیا کیجئے گا؟ کہا: دوست کے ہاں جا رہا ہوں، شاید قربانی کی ضرورت پڑے؟ جناب ہاجرہ خاموش ہو گئیں۔ سمجھ نہیں سکیں۔ جب حضرت ابراہیم واپس ہوئے تو خیال کیا کہ اب تو قد یہ آ گیا، اب کیا کروں واقعہ بیان کر کے۔ کچھ ذکر نہیں کیا، دو چار دن کے بعد جناب ہاجرہ نے تبدیلی لباس کیلئے کرتہ اتار تو گلے پر ایک خط نظر آیا، پوچھا: اے خلیل خدا! یہ میرے بچے کے گلے پر خط کیسا ہے؟ اب ابراہیم علیہ السلام کیا جواب دیتے؟ یہ خیال ہوا کہ اب چھپانے سے کیا فائدہ؟ بچہ سامنے کھڑا ہوا مسکرا رہا ہے، قربانی اسماعیل عید کا دل بن گئی۔ لہذا واقعہ بیان کر دیا۔ صاحب عقل بی بی نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر نفسیاتی اثر یہ



پڑا کہ اس دن سے بیمار ہوئیں اور اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کیا۔ یہ تصور کا اگر اندیشہ نہ آتا تو میرا پچھو ذبح ہو گیا ہوتا۔ اب خبر لیجئے ہر باب کے دل کی خبر لیجئے، لیکن اس کے دل کی خدا کی قسم اچھے وہ فخر اسماعیلؑ ایسے یہ بیباں فخر ہائے ہیں۔

جب جناب علی اکبرؑ شہید ہوئے تو امام حسینؑ کی ہمت قربانی ختم نہیں ہوئی۔ اس لیے گہوارے سے ڈھونڈتے ہوئے آئے، اصغرؑ کو اٹھا کر کہا: ارے ظالمو! تمہارا ظلم ابھی ختم نہیں ہوا تو میرا صبر بھی ختم نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد تمہارا ظلم ختم ہو جائے گا۔

علی اصغرؑ بڑے بولتے ہوئے قرآن کا باجود بے زبانہ کے وہ قرآنی فریضہ ادا کیا کہ دنیا حیران ہو کر رہ گئی۔ ادھر تیرا آتا ہے، ادھر وہ منکرا کر کہتے ہیں: اے یزید! تو ہار گیا اور میرے بابا قیامت تک کے لیے فتحیاب ہو گئے ہیں۔

ارباب عزائم! یہ دیکھ لیجئے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ہمت کا کیا ذکر، ان کے ہاتھوں میں ریشہ بھی نہیں ہے، یوں بعض وقت کہہ دیا جاتا ہے کہ مولانا نے بچے کو کانپتے ہاتھوں پر بلند کیا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ برائے واقعہ دیکھئے۔ کیا مولانا کے ہاتھ کانپ رہے تھے؟ یاد رکھئے! نشانہ جتنا مختصر ہو، اتنا ہی تیر کا خطا کرنا آسان ہوتا ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹا تو تیر خطا کرتا، اگر ہاتھ کو جنبش ہوتی تو تیر خطا کرتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹا، نہ ہاتھ کو جنبش ہوئی، تیر ٹھیک نشانے پر پڑا:

”لَمَّا ثَقَلَتِ الصَّبِيَّ عَلَى أَيْدِي الْإِمَامِ“

”بچہ امام علیہ السلام کے ہاتھوں پر ثقل ہو گیا۔“

مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ نبیؐ کب تک پیاسی رہیں؟ اُمّ کلثومؑ کب تک

پیاسی رہیں؟ اور اہل حرم کب تک پیاسے رہے؟ ایک روایت کبھی کبھی پڑھی جاتی ہے اور میں کیا ہوں کہ کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتی، وہ زوجہ خُر کا پانی لانا۔ ارے خُر اکیلا آیا تھا، اس کے ساتھ زوجہ کہاں تھی؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا اُن کے طرف شرافت میں اتنی گنجائش تھی کہ وہ فتح مناتے وقت یہ تصور کرتے کہ ہم انھیں پانی بھیجیں؟ اہل عزا! جو پیاسوں کی طرف آگ بھیجیں، وہ بھلا پانی کیسے بھیجیں گے؟ میری سمجھ میں جو آیا ہے وہ یہ کہ پانی کبھی آیا ہو مگر گیارہویں محرم کی رات کوئی ثبوت نہیں، بس اتنا ہے کہ عصر کے بعد وہ پہرہ جو فرات پر بیٹھا تھا وہ پہرہ ہٹ گیا، اس لئے کہ وہ شیر نہیں رہے جن کا ڈر تھا۔ اب فرات بہہ رہی ہے، جس پیاسے کا دل چاہے وہ پانی پی لے مگر میں آپ سے محبت حسین کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ فاقہ شکنی کے وقت جب آپ کے سامنے فاقہ شکنی کا سامان آتا ہے تو کیا واقعی آپ کا دل پانی پینے کو چاہتا ہے؟ بخدا! حکم شرعی کی پابندی ہے کہ کامل روزہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ پانی پینے کو کس محبت حسین کا دل اس وقت چاہتا ہوگا؟

اب انصاف کیجئے کہ فرات بہہ رہی ہے مگر کیا لیلیٰ کا دل چاہا ہوگا کہ علی اکبر کے بعد جا کے پانی پیئیں؟ کیا اُم کلثوم کا دل چاہا ہوگا عباس کے بعد کہ جا کے پانی پیئیں؟ کیا بیوہ حسین کا دل چاہا ہوگا کہ قائم کے بعد جا کے پانی پیئیں؟ کیا نسب کا دل حسین کے بعد چاہا ہوگا کہ جا کر پانی پیئیں؟ بظاہر تو بات احتجاج تک پہنچ گئی مگر اہل عزا! میں کہتا ہوں کہ کیا علی اصغر کے بعد سیکندہ کا دل چاہا ہوگا کہ پانی پیئیں؟ میرا تو تصور ہے کہ دریا بہہ رہا ہوگا، پیاسے منہ پھیر سے بیٹھے ہوں گے کہ ہمیں اب اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔

بخدا! میرے نزدیک کر بلا کا ششماہہ بچہ جو ہے، اس کی شرکت نے پورے مجاہدین کو بلا کیلئے بے خطا ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جب تک عباس آئے، دنیا



کہہ سکتی تھی کہ تلوار نہ سہی، نیزہ لے کر آئے تھے۔ اب جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے۔ علی اکبر آئے تھے، دنیا کہتی کیونکر جنگ نہ کرتے، قاتحِ خیر کے خاندان کا شیر تلوار لے کر آیا تو جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے؟ ارے قاسم! کم سن بچہ ہی مگر تلوار لے کر گئے ہیں تو کہتے کہ بچہ سہی مگر شیروں کا شیر ہے۔ وہ بچہ بھی تو اسی خاندان کا ہے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، لیکن جب علی اصغر آگئے تو اب دنیا اپنے ظلم کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتی۔

دنیا اپنے ظلم کی کوئی وجہ نہیں بیان کر سکتی۔ ارے یہ کوئی تلوار لے گئے ہیں؟ یہ کونسا نیزہ لے گئے ہیں؟ ان کے پاس بس ایک زبان بے زبانی ہے۔ ارے جب ان پر تیر ستم رہا ہوا تو پتہ چلا کہ جتنے تھے سب بے گناہ تھے، جتنے تھے سب بے خطا تھے۔ جیسے حسن و حسین کی مبالغہ میں شرکت نے بتا دیا کہ جتنے مجاہدین ہیں، سب بے خطا ہیں۔

یہ ایسے ظالم ہیں کہ جب ایک بچے کو تیر ستم کا نشانہ بنا سکتے ہیں تو کسی اور پر یہ ظلم کریں تو ان سے کیا بعید ہے؟ اس بچے کی شرکت نے فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بچے کی اہمیت کو محسوس کیجئے۔ شہزادے کی عمر کا نام جزو "ششماہ" چھ مہینے شہزادے کی عمر ہے۔ محرم میں شہادت ہو گئی تو چھ مہینے ہی تو ہوئے۔ کچھ سمجھ میں آیا، میری سمجھ میں تو یہی آیا کہ جیسے بعثت رسولؐ منظر رہی ان علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے ہی امام حسین علیہ السلام کا اقدام عمل منظر رہا اس علیؑ کے دنیا میں آنے کا۔ بس ادھر علی اصغر دنیا میں آئے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کتنے دن کے تھے کہ مولانا نے سفر غربت اختیار کیا اور میں تو یہ کہوں گا کہ علی اصغر کی زندگی کا ہر دن مولانا کے سفر کی ایک منزل ہے اور جب مولانا کا سفر اختتام تک پہنچا تو علی اصغر کی عمر انتہا تک پہنچ گئی اور اب میں کہتا ہوں کہ ان کی عمر کی اب ایک نئی حد شروع ہو گئی۔ اب ایک جملہ ہے، ظاہر ہے کہ نہ کسی کو گھٹانا ہے، نہ کسی کو بڑھانا ہے، جو واقعاتی فرق ہے، وہ عرض کر رہا ہوں کہ کر بلا کے دن تک ہمیں معلوم

ہے کہ ایک علی اکبر اور ایک علی اصغر تھا اور کربلا کے بعد جو علی اکبر کی عمر ہے، وہی علی اصغر کی عمر ہے۔

بس اہل عراق ایک حرید اہمیت بر بنائے ترتیب کربلا کے ترتیب کربلا یہ تھی کہ اصحاب سب سے پہلے چلے جائیں، عزیز بعد میں جائیں۔ عزیزوں میں بھی دور کے عزیز پہلے جائیں، علی اکبر بعد تک رہیں۔ عباس بعد تک رہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس سے شدت وقت کا مقابلہ زیادہ کروانا ہے، اُسے بعد کیلئے رکھا ہے۔ بس ہار گاہ حسینی میں عرش سرنا ہے کہ عباس کے بھی بعد علی اکبر کے بھی بعد، یہ چھ مہینے کی جان، یہ شہزادہ علی اصغر جسے مولانا نے اپنا پیش خیمہ رکھا۔ ان کے بعد بس خود مولانا مہدیان میں گئے ہیں۔ بس اس شہادت کی ایک خصوصیت پیش کرتا ہے۔ ہمیں تاریخ کربلا میں تردد کا کوئی وقت نہیں ملتا۔

غم اور ہے، رنج اور ہے، صدمہ اور ہے مگر جس کا نام تردد ہے، ایک وقت بھی نہیں ملتا کہ جب کسی محل پر تردد ہوا ہو مگر بس یہ ایک منزل ہے، تردد کا کونسا محل ہے؟ تردد اُس وقت ہوتا ہے جب لاتے تھے بچے کو اور اب ہاتھوں پہ لاش ہے۔ آپ سب عمل عاشور کے پابند ہوں گے۔ عمل عاشور کی دو ترکیبیں ہیں: ایک میں تو سومرتبہ صلوات اور سومرتبہ لعن ہے، ایک دوسری ترکیب ہے کہ اس میں نہات مرتبہ آگے بڑھتے ہیں اور سات مرتبہ پیچھے ہٹتے ہیں اور زبان پر ہوتا ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حدیث میں یہ ہے مگر علمائے کہا ہے کہ یہ شبیہ ہے عمل حسین کی اور بھی منزل ہے تردد کی کہ جب علی اصغر کو لائے ہیں تیر کھانے کے بعد تو مولانا چاہتے ہیں خیمے کے اندر جائیں مگر پھر خیال آتا ہے کہ رباب سے کیا کہوں گا؟ علی اکبر کیلئے کوئی تردد نہیں ہوا



کیونکہ لیلیٰ جانتی تھیں کہ کہاں جا رہے ہیں۔ مگر جس ماں نے سمجھا ہو کہ پانی پلانے لے جا رہے ہیں۔ اب اس سے کیا کہیں؟ اب تو دوسرے کیا کہوں گا؟ تو جیسے ملت انبراہیمی میں یہ ندو بھی کچھ میراث بنا تھا کہ جتنی دفعہ ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی، وہی سات مرتبہ مولّا خیمے کی طرف بڑھے اور پیچھے ہٹے۔ یہی ہدایت ہے عمل عاشور کیلئے کہ سات مرتبہ آگے بڑھو اور سات مرتبہ پیچھے ہٹو۔ اسی طرح مولّا کبھی چاہتے ہیں کہ خیمے میں جائیں، جلالت حسینؑ مانع ہے مگر کیا کروں، اردو میں یہی لفظ ہے کہ چاہتے ہیں خیمے میں جائیں مگر جیسے ہمت نہیں ہوتی۔ بس جب سات مرتبہ آمد و رفت ہو چکی تو پھر یہی لفظ ملتا ہے کہ اب دل کو مضبوط کر کے خیمے کے اندر قدم رکھا اور کہا کچھ نہیں کیا۔ بس جس حال میں تھے علی اصغرؑ، ان کو ربابؑ کی گود میں دے دیا اور ربابؑ نے چہرہ پر نظر کی۔

خدا کی قسم ایہ وہ ہیں جنہوں نے اس خاندان میں بہو ہونے کی عزت رکھی ہے کہ ربابؑ نے محسوم کو گود میں لیا اور جو کیفیت میں صدیوں بعد محسوس کر رہا ہوں، ربابؑ نے بھی اُسے محسوس کر لیا کہ مولّا کی طرف سے عذر خواہی بھی ہے، کہتی ہیں:-  
”يَا بَنِيَّ امِثْلُكَ يُنَحَّرُ“

”کیوں بیٹے! کیا تمہارا ایسا بھی ذبح کیا جاتا ہے؟“

مرثیہ تو ہے ہی مگر میں کہتا ہوں کہ گویا کہہ رہی ہیں کہ مولّا اثر مند نہ ہو جائے۔ ارے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ نتیجہ ہوگا کہیں اس عمر کے بچوں کو تیر لگایا جاتا ہے؟

بس اہل عزاء! آخری فرق میدانِ مہللہ میں، سب سے چھوٹے حسینؑ تھے مگر وہ بھی چند برس کے تو تھے اور کربلا میں جو سب سے چھوٹا ہے، اُس کی عمر کے حساب میں تو برس کا لفظ ہی نہیں آتا۔ اُس کے نام کا تو ششماہہ جزو ہے۔ اس مجاہد کی ذرا اہمیت محسوس

سیکھتے کہ ستر امام حسینؑ کی مدت کتنی؟ رجب میں چلے، محرم میں شہید ہوئے تو چھ مہینے ہوتے ہیں اور علی اصغرؑ کے نام کا جزو ششماہہ، تو اب کچھ سمجھ میں آیا، میری تو سمجھ میں آیا کہ جیسے بعثت رسولؐ منتظر رہی، اُن علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے حسینؑ کا اقدام عمل منتظر رہا اُن علیؑ کے دنیا میں آئے گا۔ بس ادھر علی اصغرؑ دنیا میں آئے اور مولائے سفر اختیار کیا۔ بس ایک جملہ کہتا ہوں، یہ تو دنیا میں آئے تھے فقط جانے کیلئے، آخر میں مولائے ثبات عزم کے اظہار کیلئے ایک جملہ کہ جب بچے کو ہاتھ پر لئے ہوئے ہیں تو جو ہوا وہ عرض نہیں کروں گا مگر یاد رکھیے کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کانچے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو بلند کیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمر کے تقاضے کے لحاظ سے حالانکہ مولائے عمر اتنی زیادہ بھی نہ تھی اور شدت مصیبت کے اظہار کیلئے لفظ شاید موزوں ہو۔

مگر کیا واقعہ ہے کہ مولائے ہاتھ کانچ رہے تھے، میں کہتا ہوں کہ جتنا نشانہ مختصر ہو، اتنا ہی خطا کرتا آسان ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹا تو تیر خطا ہوتا۔ اگر ہاتھ جنبش ہوتی تو تیر خطا ہوتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹا نہ ہاتھ جنبش ہوئی۔ لہذا ٹھیک نشانے پر پڑا۔

”فَانْفَلَبَا الصَّبِيَّ عَلٰی يَدِ الْاِمَامِ“

### ﴿علامہ اظہر حسن زیدی﴾

امام علیہ السلام نے شب عاشور یہ منظر بھی دیکھا کہ امام علیہ السلام کو ایک کونے سے رونے کی آواز آئی۔ امام حسینؑ نے کہا: یہ کون رو رہا ہے؟ جا کے دیکھتے کیا ہیں کہ چھ مہینے والے کے گوارے پر سر رکھے ہوئے اس کی ماں ربابؑ زور قہا ہے۔ امامؑ جا کے کھڑے ہوئے ربابؑ! کیا بات ہے؟ کیا بچہ ختم ہو گیا؟ نہیں مولائے ابھی زندہ ہے پھر دو کیوں رہی ہو ربابؑ؟ قبلہ! اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ حضورؐ دیکھ رہے ہیں کہ



زہنب جون محمد کو تیار کر رہی ہیں، قاسم کی ماں قاسم کو تیار کر رہی ہیں، کل سب یہ قربانیاں پیش کریں گی اور آپ کی ماں فاطمہ کے دربار میں سرخرو ہو کر جائیں گی، میں بد نصیب ہوں، میرا بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ میں اسے میدان میں نہیں بھیج سکتی۔

یہ سب قربانیوں والی سرخرو ہوں گی، میں شرمندہ ہوں۔ دوسری بات مجھے یہ راز بھی ہے کہ آپ ہی نے فرمایا تھا کہ آپ کی شہادت کے بعد ہمارے ہاتھ بندھ جائیں گے تو بچے کو سنبھالے گا کون؟ میں گھبرا رہی ہوں کہ یونہی تو تڑپ کر مر ہی جائے گا۔ کاش! یہ دو سال کا ہوتا تو اسے گھٹنوں چلا کر میدان میں لے جاتی میں بڑی مجبور ہوں۔

امام علیہ السلام نے رباب کی جو یہ گفتگو سنی تو فرمایا: رباب خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، میں حسینؑ تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل تیرے اصغر کو اکبر سے نہ بڑھا دوں تو حسینؑ نہ کہنا۔ ذرا کل ہونے دے، دیکھنا تو سہی کل بتا کیا ہے؟ اسے ایسا سیراب کروں گا کہ قیامت تک اس کی پیاس کی یاد میں کر دڑوں سبیلیں لگ جائیں گی۔ یہ فرات کیا شے ہے؟ اتنی سبیلیں لگ جائیں گی کہ اگر ساری سہیلوں کے پانی اکٹھے ہو جائیں تو ہزار فرات بن جائیں گے اس کی یاد میں۔

بہر نوع یوم عاشور امام حسینؑ رباب کے پاس آئے اور فرمانے لگے: رباب! میں اصغر کو لے جاؤں؟ رباب خوش ہو گئیں۔ مولانا بے شک لے جائیں، میں تو اسی انتظار میں تھی۔ رباب نے بچہ امام حسینؑ علیہ السلام کی گود میں دے دیا۔ امام علیہ السلام نے کر چلے، ابھی دس قدم چلے ہوں گے کہ رباب سامنے آگئیں۔ مولانا! ذرا بچے کو میری گود میں دے دو۔ کیوں رباب! دل نہیں چاہتا بھیجنے کو؟ رباب گھبرا گئیں نہیں قبلہ۔ تھوڑی دیر کیلئے چاہتی ہوں۔ رباب نے بچے کو گود میں لیا، لے کر اپنے خیمے میں گئی اور امامؑ انتظار میں صحن میں کھڑے ہیں۔ بہن بھی ساتھ کھڑی ہیں۔ رباب پانچ منٹ

کے بعد خیمے سے باہر آئیں تو بچے کی شکل کیا تھا کہ بیا کرتے پہن دیا تھا، بال درست کر دیئے تھے، آنکھوں میں سرمہ لگا دیا تھا۔ کرتے کی آستینیں الٹ دی تھیں اور بچے کی کمر ایک رومال سے باندھ دی تھی۔ رباب اس شان سے لائیں اصغر کو مولاً اب لے جائیں میدان میں بچہ ہے تو کیا ہوا ہے تو شیر کا پوتا میں اسے سپاہی بنا کے لائی ہوں۔ بیٹا علی اصغر! جا کسپاہی بن کے۔ اب جو امام علیہ السلام سنے یہ منظر دیکھا تو امام حسین جیسی ہستی کا دل بھر آیا، لے لیا گود میں اور میدان کی طرف چلنے لگے، رباب پھر آگئیں۔ کیوں رباب! کچھ کہنا ہے؟

جی ہاں قبلہ! میں اپنے بچے سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آواز دی اصغر بیٹا! بچے نے آنکھ کھولی ماں کی طرف دیکھا اور ماں کہتی ہیں اصغر بیٹا! تم میدان میں جا رہے ہو، تم باپ کی گود میں ہو، مجھے پتہ ہے کہ تم چند لمحوں میں اپنی دادی کی گود میں پہنچ جاؤ گے۔ جا کے اماں کو سلام کہنا اور اگر دادی یہ کہیں کہ ماں نے منہ دھلا کر نہیں بھیجا تو ماں کی شکایت نہ کرنا، بیٹا! کہہ دینا کہ اماں کو پانی نصیب نہ ہوا اور دوسری بات یہ سن میرے لعل تمہارے دادا ساقی کوثر ہیں تم ساقی کوثر کے پوتے ہو، تمہارے دادا تمہیں گود میں لے کر کوثر پر جائیں گے اور ماں کی یہ بات یاد رکھنا کہ کوثر پر پہنچ کر بھی میرے آقا حسین سے پہلے پانی نہ پینا اور ایک تیسری وصیت اور ہے اصغر بیٹا! وہ بھی یاد رکھنا کہ مجھے پتہ ہے میدان جنگ میں تمہیں تیر لگے گا، تم تیر سے شہید ہو گے۔ میں یہیں دروازے پر کھڑی دیکھ رہی ہوں گی، جب تیر لگے تو رونا نہیں ہے۔ تمہاری مچھ مہینے کی جان ہے، شاید رونا آجائے۔ اصغر بیٹا! رونا مت، دشمن کی فوجیں سامنے کھڑی ہیں، اگر تم تیر کھا کے روؤ گے تو دشمن یہ کہہ کر ہمیں گے کہ حسین کا بیٹا تو کبھی نہ روتا! یہ رباب کے دودھ کی تاثیر ایسی ہے شیرے رونے سے تیری ماں کا دودھ بے



اثر ہوگا۔ میرے لعل ۱ میں توجہ جانوں جب تیرے گلے پر تیرے گلے، اصغر ہنس دینا، جاؤ خدا حافظ اور امام حسین علیہ السلام اصغر کو لے کر میدان میں آگئے۔ امام حسینؑ نے اصغر کو ہاتھوں پر اٹھایا مسلمانو! اس بچے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اصغر بیٹا! میرے کہنے پر یہ پانی نہیں دیتے تم خود ان سے پانی مانگ لو اور بچے نے ہونٹوں پر زبان پھیرنا شروع کیا۔ ادھر بچے کی زبان ہونٹوں پر آئی۔ ادھر پوری فوج منہ پھیر کر رونے لگی۔

اب جو عمر سعد نے فوج کا یہ نقشہ دیکھا تو اس نے حرمہ کو بلایا، حرمہ! تو بڑا تیر انداز ہے، سارا معاملہ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ جلدی سے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے، اس بچے کو ختم کر دے۔

حرمہ نے بچے کی طرف دیکھا، اپنے بازوؤں کی طاقت کو دیکھا، عرب کا ماننا ہوا تیر انداز، لوہے کا تیر جس کا وزن بچے کے وزن سے زیادہ تھا، مکان میں تیر جوڑا ایک گھنٹا زین پر رکھا، مکان کو پوری طرح کھینچا تیر چلانے کا ارادہ کیا، ادھر اصغر کی طرف اشارہ کر کے تیر چلانے کا ارادہ کیا، ادھر ہاتھ تھر تھرائے اور تیر کمان سے گر گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تیر لگایا پھر کھینچا، چاہا کہ تیر پھینکے ہاتھ تھر تھرائے، تیر کمان سے گر گیا ہاتھ سے جب دو دفعہ بھی ہوا تو سان ابن انسؓ نے ایک شخص پاس کھڑا تھا، وہ کہتا ہے حرمہ! تو بڑا بہادر تیر انداز تھا کیا اس بچے سے ڈر گیا؟ تیر کیوں نہیں چلتا؟ تو حرمہ جواب میں کہتا ہے بچے سے نہیں ڈر گیا جب میں چلہ مکان چھوڑتا ہوں تو حسینؑ کے خیمے کا پردہ ہلنے لگتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کی ماں کھڑی ہے دروازے پر

میرا دل دہل جاتا ہے میرے ہاتھ سے تیر کمان چھوٹ جاتا ہے۔ اب کے جو تیسری مرتبہ اس نے تیر جوڑا تو سان ابن انسؓ نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا حرمہ کے، اس نے تیر

چلایا، ادھر تیر چلا، ادھر سے رہا باب نے ذرا پردہ ہٹا کے دیکھا، رہا باب کو چونکہ اُس کے باپ نے بچپن میں مشق کروائی تھی تیر چلانے کی، وہ واقف تھی تیر کے انداز سے، تیر کو آمادہ دیکھ کر کہا: علی اصغر بیٹا! ہوشیار اصغر بیٹا! خبردار، تیر کا رخ یہ ہے کہ اگر تم آرام سے لیٹے رہو گے باپ کی گود میں تو حیرتمند رہے اوپر سے ہو کر امام حسین کو گلے لگاؤ۔ دیکھنا! اپنے بابا کو حیرتہ لگنے دینا میرے لعل! بس ماں کا یہ کہنا تھا کہ بچہ یا لیٹا تھا ہاتھ پر یا اٹھ کے بیٹھ گیا۔ اس کا اٹھنا تھا کہ تیر گلے میں لگاؤ۔ ادھر گلے میں تیر، ادھر بچے نے خیمے کی طرف ہنس کے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ لقاں! دیکھ لے میں ہنس رہا ہوں لقاں! میں تیری بات کو پورا کر رہا ہوں اور پھر حسین کی طرف بچے نے دیکھا حسین کی طرف دیکھنے کا مطلب یہ تھا کہ بابا! بس یا کوئی اور حکم ہے میرے لیے امام علیہ السلام نے اصغر کو کلیجے سے لگایا، چاہا گلے سے تیر کھینچیں بچہ تڑپ گیا۔ پھر کھینچنا چاہا پھر بچہ تڑپ گیا۔ حسین نے زمین پر لٹا دیا اصغر کو بچے سے کہتے ہیں: تم شیر خدا کے پوتے ہو، عباس جری کے بھیجتے ہو، اکبر جیسے بہادر کے بھائی ہو، حسین جیسے صابر کے بیٹے ہو، بیٹا! میں تیر کھینچنا چاہتا ہوں، تو جب جانوں کہ تم تڑپو نہیں۔ یہ جو کہا امام نے تو بچہ بالکل خاموش ہو گیا۔ مگر ادھر گلے سے تیر نکال، ادھر دم نکل گیا۔ امام نے لاشہ کلیجے سے لگالیا، اب گھر میں کیسے لے جائیں؟ رہا باب کو کیا جا کر دکھائیں؟

مومنین کرام! نکوار سے قبر کھودی، بچے کو دفن کیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے دامن کو جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سیکندہ جو بچی کھڑی تھی، دروازے پر آ کر کہتی ہیں: لقاں! علی اصغر دم توڑ چکے ہیں۔ ماں کہتی ہیں: تم کیسے سمجھیں؟ کہا بابا جب گئے تھے تو ہاتھ سینے سے لگائے ہوئے تھے اور آئے ہیں تو ہاتھ کھلے ہیں۔

اور عزادار و امیہ میرے آخری فقرے ہیں کہ مولائے علی اصغر کی قبر اس طرح بنائی



تھی کہ علی اکبرؑ کی لاش، ایک طرف قاسمؑ کی لاش اور بیچ میں اصغرؑ کی قبر اور جب گیارہ محرم کو امیران آل محمدؑ روانہ ہوئے ہیں کہ بلا سے قید ہو کر اور مستورات اپنے وارثوں کی لاشوں سے گزری ہیں تو ربابؑ وہاں آگے اتریں، ربابؑ نے اصغرؑ کی قبر دیکھی اور کچھ نہ کہا، سوائے اس کے کہ ایک ہاتھ اکبرؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا، ایک ہاتھ قاسمؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا اور اتنا کہا: دیکھو! تم دونوں بڑے بھائی ہو، چھوٹے بھائی کا خیال رکھنا ڈراؤنا جنگل ہے کہیں ڈرنے جائے۔ اصغرؑ گھبرانہ جانا، باپ کی لاش بھی قریب ہے، بھائی بھی قریب ہے۔

بڑھی تو قیرو عظمت اور بھی زہراؑ کے دلہر کی  
سپرد خاک فرما کر علی اصغرؑ کو جب اٹھے  
(دور شیریازی)

### ﴿علامہ نصیر الاجتہادی﴾

یہ آج حسینؑ کا ذکر کیوں ہے؟ اس لیے کہ حسینؑ دین چاہتے تھے، اقتدار نہیں چاہتے تھے، حکومت نہیں چاہتے تھے، دین چاہتے تھے اور اس لیے آپؐ کو معلوم ہے کہ یزید تخت پر بیٹھ گیا، لیکن حسینؑ نے کچھ نہیں کہا۔ حسینؑ تو اس وقت بولے جب ولید نے بلا کر کہا کہ:

”بیعت کرو“

حسینؑ نے کہا:

”تم بیٹھے تھے، میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا تھا اور جہاں بیٹھ گئے تم بیٹھے گئے، مگر یہ کیا کہ میں تمہاری بیعت کروں؟ میں بیعت نہیں کرتا۔“

اب حسینؑ کے پاس کوئی راستہ نہیں دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے۔

یہ طلباء اکثر سوال کرتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے۔ تو مدینے والے کی حالت ان کو معلوم ہے کہ شیرے خلیفہ وہیں قتل ہوئے اور کسی مدینے والے نے مدینے کی، لہذا وہ جانتے تھے کہ مدینے والوں میں کتنا دم اور خم ہے، لہذا وہ نکلے اور کہا:

”بہن تیار ہو جاؤ، کل سویرے ہم چلیں گے! تھوڑی دیر کے لیے اگر اجازت ہو تو ہم اپنے بزرگوں سے مل آئیں۔“

ادھر جناب زینبؓ تیاری میں لگیں، ادھر حسینؓ ناناکے روغنے پر!

السلام علیک یا جدادہ

”میں آپ کا حسین ہوں، آیا ہوں، نانا دل نہیں چاہتا آپ کا مزار چھوڑ دوں مگر مجبور ہوں، بیعت نہیں کر سکتا۔“

پھر حسینؓ آگے بڑھے، بھائی کی قبر پر گئے۔ کہا:

”بھتی! حسینؓ شرمسار ہے، اب تمہارے مزار پر چراغ نہیں جلا سکتا، مجھے اجازت دو“

اس کے بعد کہاں گئے؟ (ہائے) چکی پیس پیس کر پالنے والی ماں

حسینؓ بچے:

السلام علیک یا اماہ

”میری ماں! آپ پر سلام ہو، میں یہ نہیں کہتا کہ جیسے تم نے کفن سے ہاتھ نکالے تھے آج قبر سے ہاتھ نکالو، لیکن ماں میں تم سے جدا ہونے آیا ہوں، کوئی بات تو کرو؟“

آواز آئی:

”حسینؓ تو چل، میں بھی پیچھے پیچھے آ رہی ہوں۔“

اب ادھر تیاری مکمل ہو گئی اور صبح ہو گئی۔ چالیس سواریاں تیار تھیں، مہمیں تیار، چالیس مہمیں تھیں جو تیار ہو گئیں۔ سارے بنی ہاشم موجود ہیں۔ اصحاب و انصار موجود



ہیں۔ ایک راویہ لکھتی ہے کہ میں آئی مدینے کہ میں زینبؓ گبرائی کی خدمت میں  
حاضری دوں تو اس وقت پہنچی جب قافلہ چل رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت  
ڈیوڑھی سے لٹکی جو سفید چادر اوڑھے ہوئے ہے اور سر مل رہا تھا اور اس کے ہاتھ  
پکڑے ہوئے چودہ سال کا جوان تھا۔ میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”حسنؓ کی بیوہ اُم فروہ ہے، یہ ان کا بیٹا قاسمؓ ہے۔“

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے چادر اوڑھے ہوئے، ان کے ساتھ  
ایک اٹھارہ سال کا جوان ہے۔ میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”یہ اُم لیلیٰ ہے اور یہ ان کا بیٹا علی اکبرؓ ہے۔“

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے، ان کی گود میں ایک اٹھارہ دن کا بچہ ہے۔  
میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”یہ ربابؓ ہے اور ان کا بیٹا علی اصغرؓ ہے۔“

تو راویہ کہتی ہے کہ تھوڑی دیر میں ایک ہلچل مچی، ایک ہلچل مچی، عباسؓ ادھر  
دوڑے، علی اکبرؓ ادھر دوڑے، حسینؓ ادھر دوڑے

میں نے کہا: ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

کہا: ”اس وقت.....“

راویہ کہتی ہے میں نے دیکھا عباسؓ، ادھر دوڑے، علی اکبرؓ ادھر دوڑے، حسینؓ کرسی  
سے اٹھے اور بڑھے میں نے کہا: ”یہ کون آ رہا ہے؟“

کہا: ”یہ شہزادی عالم نہ نب کبریٰ تشریف لارہی ہیں۔“  
عباسؑ نے بڑھ کر بازو تھامے، علی اکبرؑ نے نعلین رکھیں، حسینؑ نے سہارا دیا۔ (میں نے اُسی بات تو نہیں پڑھی جو آپؑ روئے لگے میں نے تو مدینے سے جانا بیان کیا ہے۔ میں نے کر بلا سے جانا بیان تو نہیں کیا!)

نہ نب آگئیں، پورا قافلہ چلا۔ (سلامت رہیں یہ قافلے والے سلامت رہیں، یہ چالیس محلیں سلامت رہیں) پورا قافلہ چلا اور جب چلا تو تھوڑی دیر میں ایک مرتبہ ادب سے آواز آئی:

”قافلے والورک جاؤ“

حسینؑ نے مڑ کر دیکھا تو دیکھا کہ مغربی کنیروں کا سہارا لیئے ہوئے (ایک طرف) دائیں طرف ایک کنیز، بائیں طرف ایک کنیز، بازو پکڑے ہوئے، منہ جالے ہوئے لے کر آ رہی ہیں۔ جب دیکھا کہ بیٹی آ رہی ہے تو کہا:

”عباسؑ رُک جاؤ، رُک جاؤ“

شاید بیٹی کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بیٹی قریب آئی۔ حسینؑ نے بڑھ کر بائیں پھیلا دیں۔ بیٹی سینے سے چٹ گئی۔ حسینؑ نے سر کو چومنا کہا:

”بیٹی! ابھی تو ہم مل کے آئے ہیں۔“

کہا: ”بابا! گھر میں دل نہیں لگتا“

کہا: بابا! اجازت ہے کہ ایک مرتبہ اہل حرم سے اور مل لوں؟“

امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے کہا:

”عباسؑ بیٹی چاہتی ہے کہ ایک مرتبہ اور مل لے تو قاتل لگا دوتا کہ میری بیٹی

مل لے“



ایک مرتبہ قاتلوں میں داخل ہوئے، سب سے پہلے جناب زہنب پر نظر گئی۔  
 ”پھوپھی جان! (پہلے سن لیجئے پھر رویئے) پھوپھی جان! مجھے تجربہ ہے کہ آپ کی  
 بات بابا بھی نہیں مالتے۔ کیا آپ اتنی سی بات بابا سے نہیں کہہ سکتیں کہ مجھے بھی ساتھ  
 لے چلتے۔“

کہا: ”بیٹی میں نے کہا تھا، لیکن تیرے بابا نے کہا صغریٰ کا نام فہرست میں نہیں ہے۔“  
 اے حسین تیری مظلومی کو سلام! تیری بے بسی پر سلام! تیری بے زبانی پر سلام! تو  
 نے یہ تو کہا کہ فہرست میں نام نہیں، لیکن اصل وجہ نہیں بتائی اصل وجہ نہیں  
 بتائی اصل وجہ نہیں بتائی کہ صغریٰ بیٹی جب آپ تھوڑی دور چلتی ہیں، بغیر کنیزوں  
 کے سہارے کے نہیں چلتیں۔ یہاں سے کر بلا تک اگر کہتے تو ہم اپنے کاندھوں پر آپ  
 کو لے جائیں۔ مگر یہ بتائیے کہ پھر کر بلا سے شام تک کون لے جائے گا؟ کر بلا سے  
 کون لے گا؟

خیمے میں داخل ہوئیں، سب کو دیکھا، جناب آٹم کلٹوٹم کے پاس آئیں، پھر جناب  
 رباب کو دیکھا، پھر دیکھا دور کھڑی ہوئی سکیئہ ملی۔ آگے بڑھیں اور گلے میں بہن کے  
 بہن نے بائیں ڈال دیں اور کہا:

”سکیئہ! تم بڑی خوش نصیب ہو، تم بڑی خوش نصیب ہو کہ بابا کے ساتھ جا رہی ہو،  
 میں بڑی بد نصیب ہوں کہ بابا مجھے چھوڑے جا رہے ہیں۔“

پھر پلٹیں اور رباب کی گود میں اصغر نے صغریٰ کو دیکھا۔ صغریٰ نے ہاتھ بڑھایا،  
 اصغر ہنس کر آیا اور صغریٰ نے کلیجے سے لگایا اور کہا:

”اہل حرم خدا حافظ! جانیے اب مجھے کوئی فکر نہیں، اصغر خیرے پاس رہے گا۔“  
 جناب زہنب آئیں، کہا:

”بیٹا! اصغر گودے دو۔“

کہا: ”پھوپھی جان! میں اصغر کو نہیں دوں گی۔“

کہا: ”بیٹا تیرا باپ کہتا ہے کہ کر بلا اصغر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، دے دے۔“

کہا: ”پھوپھی جان! میں نہیں دوں گی۔“

کہا: ”ایک شرط ہے، اصغر خود کسی کی گود میں آجائے تو میں حوالے کر دوں گی۔“

جناب زینبؓ نے ہاتھ بڑھایا:

”اصغر گود میں آ جا۔“

نہیں آیا۔ اُمّ کلثومؓ آئیں، نہیں آیا۔ میا ب ماں تھیں، آئیں نہیں آیا۔ سلیمہؓ

نے ہاتھ بڑھایا، نہیں آیا۔ زینبؓ دوڑتی ہوئی گئیں حسینؓ کے پاس غضب ہو گیا،

اصغر کسی کے پاس نہیں آتا اور حسینؓ چلے۔ صغریٰؓ نے حسینؓ کو آتے ہوئے دیکھا۔

کہا: ”مہینا! اصغر! آج بہن کی محبت کی لاج رکھنا۔ بہن کی محبت کی لاج رکھنا۔“

حسینؓ بڑھے، ہاتھ بڑھایا، اصغر گود میں نہیں آیا۔ اصغر گود میں نہیں آیا، اصغر گود

میں نہیں آیا۔ حسینؓ نے آستینیں الٹیں اور آہستہ سے کان میں کہا:

”اصغر! صغریٰؓ کے پاس رہو، مبارک ہو، لیکن جب مرحلہ کا تیرا آئے گا تو گردن کس

کی دوں گا؟“

یہ کہنا تھا کہ اصغر حسینؓ کی گود میں چلے گئے اور صغریٰؓ نے کہا:

”مہینا علی اصغرؓ۔ بھیا علی اصغرؓ۔ (نصیر الجاس صغریٰ: ۷۷، ۱۸۳ تا ۱۸۴)

﴿مولانا سید ظلِ حسین زیدی﴾

علی ابنِ عاصم سے روایت ہے کہ جب وقت ظہور مہدی علیہ السلام ہو گا۔ تو



ذوالفقار خود بخود نیاں سے نکلے گی۔ اور آواز آئے گی اے فرزند ابوتراب یہ وقت ظہور ہے اور علم کا پرچم خود کھلے گا آواز آئے گی کہ اے نائب رسول یہ وقت خروج ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب ذوالفقار نیاں سے نکلے گی فریاد کرے گی مولا میں نے دیکھا کہ حسینؑ یکے و تنہا میدان کربلا میں کھڑے ہوئے استغاثہ کر رہے ہیں۔ عزادار و امام حسینؑ کا نام بھی عجب نام ہے جب زبان پر آتا ہے۔ دل پر چوٹ لگتی ہے آنکھوں سے آنسو نکل جاتے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاش قائم کے ٹکڑوں کو جمع کر رہے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پر کھڑے ہیں فرماتے ہیں اے بیٹا علی اکبرؑ تمہارے مرنے سے بیٹائی جاتی رہی۔ اب تو حسینؑ کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا ہے کبھی یہ تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ برابر کے بھائی کے لاشے پر کھڑے ہیں۔ فرماتے ہیں بھئی عباسؑ تمہارے مرنے سے کمر ٹوٹ گئی بھئی فرات کے کنارے سو رہے ہو۔ علی اصغرؑ پیاسا ہے۔ عزادار و امام حسینؑ نے بیکسی کے عالم میں استغاثہ بلند کیا فرمایا، هل من ناصر ینصرنا، هل من معیت بغشنا۔ کوئی ہے کہ جو اس بیکسی کے عالم میں میری مدد کرے۔ کوئی ہے جو اس عالم غربت میں حسینؑ کی مدد کرے یہ آواز استغاثہ خیمہ میں علی اصغرؑ کے کانوں میں پہنچی ششہا ہے علی اصغرؑ نے جھولے سے خود کو گرا دیا۔ بیبیوں میں شور بکا بلند ہوا۔ امام حسینؑ دھنوں سے چور چور خیمے میں آئے دیکھا کہ ساری بیبیاں علی اصغرؑ کے جھولے کے گرد جمع ہیں اور علی اصغرؑ رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نزدیک آئے اور فرمایا کہ اے بہن زینبؑ لاؤ علی اصغرؑ کو ہمیں دے دے دو، میں اس کو قتل میں لے جا کر اندا سے پانی مانگوں شاید یہ قوم جفا کار ایک جڑے آب دے دے، جناب زینبؑ خاتون نے بچے کو امام حسینؑ کی گود میں دیا میں نے خطیب آل محمدؑ مولا زیدی صاحب قبلہ سے سنا ہے کہ علی اصغرؑ کی ماں جناب اُمّ رباب نے بچے کا شلو کا بدلا

اُبھے ہوئے ہال سلجھائے بچے کو پیار کیا اور فرماتی ہیں لو بیٹا علی اصغر سدھارو خدا آپ کا حافظ و ناصر۔ بیٹا مقتل میں جا رہے ہو اگر تیر آئے تو حسینؑ کو بچانا۔ غرض کہ امام حسینؑ بچے کو لے کر خیمے سے نکلے۔ اور اتم رباب درخیمہ پر پس پردہ کھڑی ہو گئیں۔ امام حسینؑ نے فوج مخالف سے علی اصغرؑ کے لیے پانی مانگا۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے زعم ناقص میں اگر میں اس قابل نہیں کہ پانی پلاؤ تو اس بچے نے کیا خطا کی ہے ایک چلو پانی پلا دو۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو آپس میں کہنے لگے کہ حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس شیر خوار کو پانی پلانا چاہیے۔ فوج کا رنگ بگڑا جب عمر بن سعد نے یہ دیکھا کہ فوج کا رنگ بدل گیا ہے۔ خیال کیا کہ کہیں فوج حسینؑ کا ساتھ نہ دینے لگے حرمہ کو بلایا اور کہا قطع کلام! حسین۔ ارے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ عزادار و آخر ملہ نے ایک تیرسہ شعبہ کمان میں جوڑا۔ اور تیر علی اصغرؑ کی گردن کو توڑنا ہوا نکل گیا اور حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ نامعلوم امام حسینؑ نے کس طرح علی اصغرؑ کے گلے سے تیر نکالا ہوگا۔ اسی اکبر کے سینے سے بر جمھی کا پھل بھی نکالا تھا مگر نامعلوم حسینؑ نے اس وقت اپنی یا پسر کی آنکھیں بند کی تھیں مگر اب علی اکبرؑ نہیں جو جوان تھے، اب علی اصغرؑ ہیں جو پھول کی طرح کھلائے ہوئے ہیں۔ تیر گلے میں اور حسینؑ کے بازو میں لگا ہوا ہے تیر نکالا اور خون کے چند قطرے چلو میں لیے۔ چاہتے ہیں کہ آسمان کی طرف اس خونِ ناحق کو بھیجیں آواز آئی فرزند رسولؐ اس خونِ ناحق کا کوئی قطرہ آسمان کی طرف نہ بھیجنا ورنہ بارش نہ ہوگی۔ چاہتے ہیں کہ زمین کی طرف بھیجیں آواز آئی فرزند ابوترابؑ اس خونِ ناحق کا کوئی قطرہ اگر زمین پر گرا تو ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا۔ امام حسینؑ نے وہ خونِ ناحق اپنے چہرے پر ملا۔

لاشہ علی اصغرؑ کو لے کر خیمہ کی طرف بڑھے۔ لیکن ابھی پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے



ہیں اور کبھی آگے کی جانب فرماتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَحْمًا بِقَضَائِہِہِ وَتَسْلِیْمًا لِّاَمْرِہِ ۔ پھر ذوالفقار سے  
مقتل میں ایک ننھی سی قبر تیار کی علی اصغر کو دفن کیا۔

نتھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(یادگار مجلس ص ۱۵۱ تا ۱۵۳)

### ﴿مولانا محمد اسماعیل دیوبندی﴾

کیا مسلمانوں نے اہل بیت کے ساتھ تمسک کیا؟ اگر دنیا اہل بیت کے ساتھ  
تمسک کرتی تو خامس آلِ عبا آج میدانِ کربلا میں کیسے کھڑے ہو کر یہ کیوں فرماتے  
کہ: ہل من فاصبر یصبرنا۔ گوئی ہے جو مجھ غریب کی مدد کرے جب میرے مولا  
نے یہ استغاثہ بلند کیا تو نہرِ فرات سے ایک لاشہ تڑپا۔

کہا مولا! میرے بازو نہیں در نہ حاضر تھا۔ در خیمہ سے نہ نب کی آواز آئی بھینا امد  
نہ مانگو نہ نب کی چادر حاضر ہے۔ علی اصغر جھولے میں تڑپا بابا! میں حاضر ہوں جب خیمہ  
سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حسین خیمے میں آئے کہا نہ نب! کیا بات ہے۔ کہا  
بھینا! جب سے آپ نے استغاثہ کی آواز بلند کی ہے اصغر جھولے میں نہیں رہتے۔ امام  
نے فرمایا نہ نب! لا و اصغر کو مجھے دے دو۔ شاید نانا کی اُمت اصغر کو ایک گھونٹ پانی  
دے دے۔ حسین نے علی اصغر کو ہاتھوں پر لیا، اوپر عبا کا دامن ڈالا اور میدان میں  
آئے۔ لشکرِ یزید کے سامنے آکر فرمایا، او مسلمانو! تمہاری نظر میں اگر خطا کار ہوں تو  
میں ہوں لیکن اس بچے کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تمہیں دن کا یہاں ہے، اس کی ماں کا  
دودھ بھی خشک ہو چکا ہے اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پھر معد نے حرمہ سے کہا

کیا دیکھ رہا ہے۔ ”اقطع کلام الحسین“ کہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ اس ملعون نے تین لوگ والا تیر کمان میں ڈالا۔ تیر چلائے کا ارادہ کیا تو تیر زمین پر گر پڑا۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ عمر سعدؓ نے کہا ٹر ملے! تو تو بڑا تیر انداز تھا تجھے کیا ہو رہا ہے۔

میں قربان جاؤں ٹر ملے نے کہا کہ جب میں تیر چلائے کا ارادہ کرتا ہوں تو درخیمہ پر ایک کالے برقعے والی بی بی آ کر کہتی ہے۔ ظالم امیری چہ مہینے کی مکئی برباد نہ کر۔ ظالم نے زہر آلودہ تیر چلایا جو علیؑ اصغرؑ کی گردن سے ہوتا ہوا حسینؑ کے بازو میں جاگا۔ علیؑ اصغرؑ کے خون کو حسینؑ نے ہاتھوں پر لیا۔ زمین پر پھینکنے کا ارادہ کیا، زمین سے آواز آئی حسینؑ اگر اس ناحق خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔ آسمان کی طرف ارادہ کیا تو آواز آئی۔ حسینؑ قیامت تک بارش نہیں ہوگی حسینؑ روکے کہتے ہیں۔

انکار آسمان کو ہے ماضی زمیں نہیں

اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

لکھا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک بی بی کی آواز آئی حسینؑ! یہ خون مجھے دے دو میں اپنے بالوں پر ملوں گی اور قیامت کے دن بابا کو دکھاؤں گی کہ بابا! دیکھ تیری اُمت نے اصغرؑ کا کیا حال کیا ہے۔

پھر حسینؑ نے علیؑ اصغرؑ کے لاشے کو اٹھایا ارادہ کیا کہ خیمے میں لے جاؤں پھر سوچا اگر ماں دیکھے گی تو مرجائیگی کئی مرتبہ خیمے کی طرف گئے پھر واپس ہوئے آخر۔

نخعی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے

شہیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(مجموعہ تقاریر مبلغ اعظم ص ۱۶۲ تا ۱۶۳)



## ﴿علامہ سید محمد باقرؒ ”شاگرد شریف العلماء“﴾

### شیر خوار کی شہادت

تذکرہ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور با آواز بلند صدادی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسولؐ کا فرزند ہوں۔ بتاؤ میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپؐ نے شیر خوار بچے کی گریہ کی آواز سنی جو پیاس سے رو رہا تھا پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا۔ اے قوم اگر تم میرے اوپر رحم نہیں کرتے تو اس شیر خوار بچے پر تو رحم کرو۔ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک ملعون نے تیر جفا سے بچے کو باپ کی گود میں ہی شہید کر ڈالا۔ امام علیہ السلام رو دیئے اور پارگا و خدا میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار میرے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرتا جنہوں نے ہم کو دعوت دی اور ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے۔ پس فضا سے ایک آواز آئی۔

دَعَا يَا حُسَيْنَ فَإِنَّ لَكَ مَوْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔ اے حسینؑ اس کی دایہ جنت میں موجود ہے۔ (تفسیر المہم ص ۱۷۵)

ممکن ہے اس دایہ سے مراد یا تو حور جنت ہو یا اس سے مراد خاتون جنت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب زینبؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنا شیر خوار فرزند دیجئے تاکہ میں اس کو دواغ کر لوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے اور فرمایا تمہارے اوپر ویل ہو اس شیر خوار کو تو پانی دے دو۔ دیکھتے نہیں ہو کہ بلا تصور پیاس سے

تڑپ رہا ہے۔

يَا قَوْمِ قَدْ قَتَلْتُمْ اَخِي وَاَوْلَادِي وَاَنْصَارِي مَا بَقِيَ غَيْرَ هَذَا الطُّفْلِ  
فَاسْقُوهُ شَرِبَةً مِّنَ الْمَاءِ

”اے قوم! تم نے میرے بھائی اولاد اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اور اب سوائے  
اس بچے کے اور کوئی باقی نہیں رہا اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ اگر میرے اوپر رحم نہیں  
کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو۔“

لیکن کس زبان سے کہوں امام کے کلام کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا۔ بس ایک تیر قلم  
گلے مازنین پر آیا کہ بچہ باپ کی گود میں ہلکے ہلکے گریہ کی نیند سو گیا۔

بے شک اس پانی کے بدلے میں حسین کو چار پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسین  
پر رونے والے اس سے سیراب ہو کر سرور ہوئے گے (۲) آسہ حیات جس کو رونے  
والوں کی آسو سے آمیزش کیا جاتا ہے۔ اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے یہ بھی  
جنت میں رونے والوں کو نصیب ہوگا۔ (۳) مومنوں کے آنسو کا پانی کیونکہ حسین قتیل  
العمرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی مومن سرد پانی پیتا ہے تو حسین کی پیاس  
کو یاد کرتا ہے اور مستحب ہے کہ جب انسان سرد پانی پیئے تو حسین پر صلوات اور ان  
کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ آپ کو دین خدا کی حفاظت کے بدلے  
میں پانی کے چار قسم کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ پہلا حق تو وہی ہے جو عام انسان کو پانی  
کے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے کیونکہ  
ہر ذی روح کی زندگی پانی پر منحصر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی حیوان مملوک پیاس سے مر رہا ہو اور  
پانی کم ہو تو نماز کے لیے تیمم کیا جاتا ہے اور اس کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ تیسرا  
حق خصوصی اہل کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ ان کو پیاس سے جاں بلب ہونے کی



حالت میں سیراب فرمایا تھا اور چوتھا حق اس لیے کہ دریائے فرات جناب فاطمہؑ کو خداوند کریم نے عطا فرمایا تھا۔ جبکہ ان کی شادی حضرت علیؑ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید الشہدا کے چار اعضاء مبارکہ پر پیاس کی شدت ظاہر تھی (۱) ہوٹ بالکل خشک ہو چکے تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان مبارک پر آبلے پڑ گئے تھے (۴) چشم اطہر پر تار کی چھا گئی تھی۔ (ملخص از خصائص حسین)

جناب سیکندہ خاتون جب بعد از شہادت باپ کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں کہ گلوئے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے۔

”اے میرے شیعوں! جب تم سرد پانی پیتو تو مجھے یاد کرنا یا اگر تم کسی غربت زدہ یا شہید کا ذکر سنو تو مجھے یاد کر کے رونا میں وہ سبب ہوں کہ بغیر جرم کے انھوں نے مجھے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑوں کے سسوں سے میری لاش کو پامال کیا ہے۔

ان پر ویل ہو کہ انھوں نے رسول الثقلین کے دل کو زخمی کیا۔ کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے عالم کے ارکان گرا دیے۔ کاش پویم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہوتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگتا تھا اور وہ رحم نہ کرتے تھے اور اس کو آب شیریں کے بدلے میں ظلم کے تیر سے سیراب کیا تھا اے میرے شیعوں! جتنا کر سکو ہر وقت ان پر لعنت بھیجو“

حضرت سید الشہدا علیہ السلام نے شیر خوار شہزادے کا خون چٹو پر لیا کہ وہ بڑ ہو گیا اور اسے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ایک قطرہ واپس زمین پر نہ پلٹا۔ (شاید وہ ملائکہ مقربین نے محفوظ کر لیا ہو کہ بروز محشر بطور شہادت اُسے پیش کیا جائے) احتجاج میں ہے کہ پس گھوڑے سے اترے اور خون آلود تازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ نوک تلوار سے قبر کھودی اور نماز جنازہ ادا کر کے اسے سپرد خاک کیا اور تمام شہدا سے اس شہید کے

ساتھ یہ نرالا برتاؤ کیوں کیا۔ اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں (۱) شاید وجہ یہ ہو کہ اور کسی شہید کو دفن کرنے کا موقع نہ ملا ہو اور اس کے لیے موقع مل گیا ہو۔ (۲) شاید اس لیے کہ امام کو گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر نازک بدن سے جدا ہو کر لوگ تیزہ پر سوار ہو (۳) ممکن ہے کہ تین روز تک ریگہ گرم پر اس نازنین کا رہنا گوارا نہ ہو (۴) گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہونا ناقابل برداشت ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی اور بے دردی سے عالم پیا کر میں تیر جفا کا نشانہ ہونا چونکہ حد سے زیادہ المناک اور روح فرسا تھا اس لیے کہ اس کو لاشِ معصوم کو دیکھنے کی زیادہ تاب برداشت نہ تھی (۶) دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظور خاطر نہ تھا۔ پس مستورات نے اپنے اپنے مقام پر بین کیئے اور خیمہ گاہ میں کھرام ماتم پیا ہوا۔ (مجلس المرتبہ صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۵)

### ﴿عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین مجتہد﴾

اسی دنیا میں ایسے گزرے ہیں جن کو دیکھ کر ظاہر ہوتا تھا کہ ان میں درندوں کی روئیں کام کر رہی ہیں، اور بعض انسان تو ایسے بھی گزرے ہیں جن کی سیرت جانوروں سے بھی بدتر تھی اور جن کے لیے قرآن کا ارشاد تھا۔  
”إِنَّ هُمْ إِلَّا كَالْأَكْمَامِ لَا يُعْلَمُونَ“

وہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر اور اگر آپ ایسے حیوان نما انسانوں کو دیکھنا چاہتے ہوں تو ان کی سب سے بڑی تعداد کربلا کے میدان میں نظر آئے گی، کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو نہ بچوں پر رحم کریں نہ بوڑھوں پر اور نہ عورتوں پر، کیا کوئی ان کو انسان کہہ سکتا ہے جو خدا کے صالح ترین بندوں کو بے جرم و خطا قتل کر دیں کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو فقط سوال



آب پر چھ ماہ کے بچے کو باپ کی گود میں تیر ستم کا نشانہ بنا دیں؟  
آپ یاد رکھیں کوئی بھی انسان جس کے پہلو میں انسانی دل ہے قتل علی اصغر کو انسانی  
فعل نہیں کہہ سکتا، بن چکے ہیں آپ اور ہزاروں بار واقعہ شہادت علی اصغر اور آج پھر  
سنئے مگر ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ سیدہ عالم اس مجلس میں تشریف فرما ہیں  
اور اپنے پوتے کا ذکر سن رہی ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام انصار ختم ہو چکے اعزاء بھی شہید ہو چکے،  
قاسم، عباس، علی اکبر بھی داد شجاعت دے چکے تو اب حسینؑ خود لشکر عمر سعد کے سامنے  
آئے اور تمام جنت کے لیے آواز استغاثہ بلند کی۔ هل من ناصر ينصرنا کیا کوئی  
ہے ہمارا مددگار جو آکر ہماری مدد کرے؟ حسینؑ کی آواز استغاثہ کا لشکر عمر سعد پر تو کیا  
اثر ہوتا مگر لاشہائے شہدائے مظلوم پیدا ہو گیا کئی ہوئی گردنوں سے آوازیں آنے لگیں۔  
”كَيْفَ يَكُنْ يَابْنَ رَسُولِ اللَّهِ“

ہم اب بھی حاضر ہیں مگر کیا کریں موت نے ہمیں مجبور کر دیا۔ عزادارو! ادھر  
تو لاشہائے شہدائے مظلوم ہوا اور ادھر خیمہ سے رونے کی آواز آئی حسینؑ پلٹ کر خیمہ  
میں آئے اور جناب زینبؑ سے ارشاد فرمایا بہن میں نے تم کو منع کیا تھا کہ میری زندگی  
میں نہ رونا کیا سبب ہے کہ تمہارے گریہ کی آواز بلند ہوئی؟ زینبؑ نے ارشاد فرمایا کہ  
بھیا میں تو نہ روتی مگر آپ کی آواز استغاثہ کچھ ایسی دردناک تھی کہ علی اصغرؑ نے اپنے  
کو جھولے سے گرا دیا۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ لاؤ بہن، علی اصغرؑ کو لاؤ شاید یہ اشقیاء ترس  
کھا کر دو بوند پانی دے دیں۔

بہن نے بچہ کو بھائی کی گود میں دیا، ماں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی،  
حسینؑ بچے کو عباسؑ کے دامن سے چھپائے ہوئے خیمہ کے باہر تشریف لائے ادھر لشکر عمر

سجد میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ حسینؑ تم کات انبیاء لار ہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ قرآن لار ہے ہیں، اُدھر حسینؑ ایک بلندی پر تشریف لائے اور عباؑ کا دامن ہٹایا تو قرآن صامت ٹوٹا تھا مگر ہاں قرآن ناطق کا ایک چھوٹا سا سورہ ضرور تھا، امام حسینؑ نے بچے کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا۔ کھلایا ہوا بچہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹیں بدل رہا ہے، حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے گروہ جفاکار! اگر حسینؑ تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچے نے تو کچھ قصور نہیں کیا، اس کو دو بوبد پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

جب اس کا کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ شاید میں اس بچے کے بہانے پانی پینا چاہتا ہوں تو لو میں اس بچے کو اس جتنی زمین پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی پلا دو، جب اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ خود علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ نورِ نظر تو بھی جنتِ خدا کا فرزند ہے ذرا اپنی پیاس ان اشتیاق پر ظاہر کر دے۔ عزا دارو! اتنا علیؑ اصغر اپنی پیاس کس طرح ظاہر کریں۔

بچے نے اپنی ڈھلی ہوئی گردن لشکر کی طرف پھیری اور خشک ہونٹوں پر سوکھی زبان پھراتا شروع کی، یہ وہ منظر تھا جس کو دیکھ کر دوست تو دوست دشمنوں کے بھی کلیجے پانی ہو گئے اور اولاد والے دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اس مقام پر میں ایک بات عرض کر دیتا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جو شخص بھی حسینؑ کی نصرت کے لیے میدان میں آیا وہ کسی نہ کسی اسلحہ سے مسلح ہو کر ضرور آیا، کچھ نے تیروں سے دشمنوں کو دفع کیا، کچھ نے نیزوں سے اشتیاق کے کھنچے برمادیے اور کچھ نے تلواروں سے دشمنوں کی رگِ حیات منقطع کر دی، لیکن عزا دارو! تم ہی بتاؤ کہ علیؑ اصغر کن اسلحوں



سے مسلح ہو کر آئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ علی اصغرؑ دیکھ رہے تھے کہ میرے چچا عباسؑ نے نیزہ سے جنگ کی اور سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا میرے بھائی علی اکبرؑ نے تلوار سے جہاد کیا اور بڑے بڑے پہلوانوں کو موت کا مزہ چکھا دیا، اس لیے علی اصغرؑ بھی کچھ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلے، کیا عرض کروں کہ وہ کون سے ہتھیار تھے وہ چھوٹے چھوٹے ہونٹوں کی کمان تھی اور ننھی سی زبان کا تیر تھا اور امام نے علی اصغرؑ سے فرمایا کہ نور نظر اپنی پیاس ان ظالموں پر ظاہر کر دو، اور ادھر اس بچے نے اپنے سوکھے ہونٹوں کی کمان پر خشک زبان کا تیر چلایا۔

عزادارو! یہ وہ تیر تھا جو ایک ساتھ تمام لشکر والوں کے کلیجوں کے پار ہو گیا اور اولاد والے کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک حسینؑ سچ تو کہتے ہیں اس بچے نے کیا قصور کیا ہے اس کو پانی پلا دو۔

عمر سعدؓ نے جو لشکر کی یہ بھڑتی ہوئی حالت دیکھی، رخ کیا حرمہ کی طرف اور کہا۔  
اقطع کلام الحُسَینِ حرمہ کیا دیکھتا ہے حسینؑ کا کلام قطع کر دے، عزادارو! حسینؑ کا کلام قطع ہوتا ہے، حرمہ نے تیر حہ شعبہ چلہ کمان میں جوڑا اور گردن علی اصغرؑ کی تاک، ادھر حسینؑ محبت بھری نظروں سے علی اصغرؑ کو دیکھ رہے تھے کہ تیر گلے پر پڑا اور بچہ امام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا اب حسینؑ کیا کریں؟ چلو گلوئے علی اصغرؑ سے لگا دیا جب بھر گیا چاہا زمین کی طرف پھینکیں، آواز آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ پر گر گیا تو قیامت تک ایک دانہ بھی روئدہ نہ ہوگا۔

حسینؑ نے چاہا آسمان کی طرف پھینکیں ندا آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ تک آیا تو قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرے گا، آخر حسینؑ نے وہ

خون اپنے چہرے پر مل لیا اور فرمایا کہ میں اسی شان سے اپنے نانا رسالت مآب سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد امام حسینؑ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے خیمہ کے قریب آئے مگر ہمت نہ ہوئی کہ مادر علیؑ کو آواز دیں واپس ہوئے خیمہ سے پھر آگے بڑھے پھر ہمت نے ساتھ چھوڑا پھر واپس ہوئے آخر خیمہ کے در پر آکر آواز دی، لے رہا باب اپنے بچے کو لے جا، صاحب نہضتؑ حسینؑ کہتے ہیں کہ رہا باب سے پہلے سیکندہ دوڑ کر در خیمہ تک پہنچ گئیں اور پردہ اٹھا کر آواز دی کہ کیوں بابا! آپ علیؑ کو پانی پلا لائے اور میں پیاسی ہی رو گئی؟ امام نے عبا کا دامن ہٹایا سیکندہ کی نظر لاش پر پڑی اور نچی چیخ مار کے بے ہوش ہوئی، اب رہا باب بھی قریب آچکی تھیں بچے کی لاش دیکھ کر دل شکستہ ماں، اور کیا کہتی صرف اتنا زبان پر جاری ہوا کہ:

کیوں؟ فرزند کیا تیری عمر کے بچے بھی ذبح کیے جاتے ہیں گویا مطلب رہا باب کا یہ تھا کہ تیری عمر کے تو جانور تک ذبح نہیں کیے جاتے۔ مگر ہائے میرے لال تجھ پر کسی نے رحم نہ کیا۔ (جلاس الشیوخہ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۷)

### ﴿مولانا سید نجم الحسن صاحب شار لکھنوی﴾

کون حسین؟ علیؑ وقطرہ کے بیٹے۔ رسول مقبول کے نواسے جن کے لیے سرور کائنات ارشاد فرماتے تھے کہ حسینؑ میرا مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں جس نے حسینؑ کو رنج دیا اُس نے مجھ کو رنج دیا کیوں مسلمانوں کو کیا کر بلا میں رسول مقبول کے اس ارشاد کی کچھ بھی قدر کی گئی حسینؑ کا مقابلہ کسی دوسری قوم سے نہ تھا بلکہ خود اپنے نانا کی امت والوں سے تھا۔ اُن سے مقابلہ تھا لیکن کو یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ رسولؐ کے کلمہ گو ہیں۔ اُن سے مقابلہ تھا جو یہ کہتے تھے کہ اُن کا ایمان خدا ہے برحق پر ہے اور وہ رسولؐ



کے سچے پیرو ہیں۔ آئیے اور ذرا بید کے لشکر کا غور سے جائزہ لیجئے تو آپ کو بہت سے حافظ قرآن نظر آئیں گے مگر کس طرح۔ اس طرح کہ گلے میں قرآن شریف جمائل ہے لیکن جس رسول سے یہ قرآن شریف ملا ہے اُسی رسول کے اُس پیارے نواسے حسین سے جس کے لیے آپ فرماتے تھے کہ اس کا معمولی سے معمولی رنج بھی میرے انتہائی غم و الم کا باعث ہے لڑنے کے لیے کوئی اپنے نیزہ کی اتنی درست کر رہا ہے کوئی اپنی تلوار کی بازو دیکھ رہا ہے کوئی اپنے ترش کے تیر شمار کر رہا ہے اور کوئی اپنے خنجر کو آلٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! دل پھٹ جانے کو کافی ہے وہ وقت آخر کا واقعہ جب حسین کے تمام عزیز و انصار شہید ہو چکے ہیں اور حسین یکس و مظلوم خدا کی بارگاہ میں اپنا آخری ہدیہ پیش کرنے کے لیے اپنے ننھے مسافر علی اصغر کو گود میں لے کر نکلے ہیں میدان میں آئے اور اُن نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اُس شیر خوار بچے کو یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں حسین خطا وار ہے تو دیکھو اس بچے سے تو کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی، اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی دے دو مگر جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حسین اگر تمام دنیا پانی پانی ہو جائے تب بھی تم کو یا تمہارے بچوں کو پانی نہ دیں گے۔ آپ نے محض اتمامِ حجت کی غرض سے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ حسین اس بچے کے بہانے سے پانی مانگ کر خود پی لے گا تو میں اس کو اس جلتی ہوئی زمین پر لٹائے دیتا ہوں آؤ اور اپنے ہاتھ سے اس کو ایک گھونٹ پلا دو۔ یہ فرمایا اور بچے کو اس جلتی زمین پر لٹا دیا۔ صاحبانِ اولاد! اذرا غور کرنا اور یہ سوچ کر غور کرنا کہ اگر تمہارا بچہ کبھی معمولی گرمی سے بے چین ہو تو تمہارا کیا حال ہوتا ہے۔ کبھی بچے کو پکھا جھلتے ہو کبھی اس کے کپڑے بدلتے ہو، بادشاہِ دین و دنیا کا فرزند۔ عرب کا تہا ہوا بن تین دن کی پیاس اور صرف چھ مہینے کی ننھی سی جان مگر واہ رے شیروں کے شیر گرمی

محسوس کرنا کیا بچہ کے تیز بھی نہیں بدلتے اور پھر یہی نہیں کیا کیا اُس ننھے مجاہد نے مسکرا کر ہونٹوں پر زبان پھیر لی بچہ کا یہ حربہ معمولی نہ تھا یہ وہ حربہ تھا جس نے زمانے کی کروٹ بدل دی انسان تو پھر انسان ہے جانوروں تک نے یہ اثر لیا کہ زمین پر گھوڑے ٹاپیں مارنے لگے فوج مخالف میں ایک سنسنی پھیل گئی مگر خدا لعنت کرے پسر محمد پر آواز دی اس ملعون نے کہ کہاں ہے خرمہ قطع کر دے کلام حسین کا۔ ادھر حسینؑ کے کان میں یہ آواز پہنچی سمجھے کہ بارگاہ ایزدی میں اس ہدیہ کی قبولیت کا بھی وقت آگیا دوڑ کر بچے کو گود میں اٹھالیا۔ ہاں اولاد دوالو! ادھر خرمہ ملعون کی کمان کے کڑکنے کی آواز آئی ادھر بچہ باپ کے ہاتھوں پر مقطب ہو گیا تو۔

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر بے تاب تھے بچے کو لیے حضرت شیر جب خوں نہ ہوا بند گلے کا کسی تدبیر چٹو سے لگے پھینکنے موئے فلک ہیر

اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر

لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خوں کا گرتا بہ سرخاک ہو جاتی گرفتار بلا اُمت سفاک

اللہ دے صبر پسر صاحب کولاک شیر نے اُس غم میں گریباں نہ کیا چاک

فرماتے تھے راضی ہوں جو کچھ مجھ پر تعجب ہو

نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا دنیا سے حفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا

چلا کے عجب درد سے روئے شہ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تیر وہبالا

غل تھا کہ اب اُمت کا نگہبان علی ہے

فریاد کو زہرا طرف عرش چلی ہے



شہ لاش کو ہاتھوں پر اٹھا کر یہ پکارے اے بار خدا خالق سے اصغر بھی سدھارے  
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے کچھ اور نہ تھا پاس اپنے نذر ہمارے

یہ ہے پسر صاحب معراج کا ہدیہ

مقبول ہو اس بندہ محتاج کا ہدیہ

گرددوں سے صدا آئی کہ اے فخر خلائق رجب ہے ترا حیر میں ایوب سے ذائق  
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق الفت ہے ہماری تجھے ہم تیرے ہیں شائق  
باقی فقط اب مرحلہ خنجر کیس ہے

اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سن کر یہ صدا گزروں تنیم جھکائی نکوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی  
جب خاک میں وہ چاندی تصور چھپائی تعویذ پہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی  
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر

ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

(معراج المنیر صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۱)

### ﴿علامہ محمد بشیر انصاری﴾

خُر کے لشکر نے جب گھیرے میں لے لیا تھا حسین کو تو آپ نے خُر سے پوچھا تھا کہ  
تم اپنے لشکر کو خود نماز پڑھاؤ گے۔ امامت تم خود کرو گے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں  
تو آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امام مانتے ہو تم مجھے کیوں  
محاصرہ میں لے رہے ہو۔ آپ نے نماز سے پہلے حکم دیا کہ وہ اسی مشکیں جو منبر پر  
شراف سے پہلے اونٹوں پر پانی سے بھری لادی گئیں تھیں وہ اتار دے عباس پہلے ان کو پانی  
پلاؤ۔ دیکھو ان کے گھوڑوں کی کیا حالت ہے۔ دیکھو ان کے سواروں کی کیا حالت ہے۔

یہ پانی کب کام آئے گا پلا دو عباس یہ پانی اتار لو تمہیں۔ مشکیں اتار لی گئی۔ پانی پلایا جا رہا ہے۔ علی اکبر سے کہا بیٹا تم بھی اپنے کاندھے پر مشک لے لو۔ اور تم بھی پلاؤ اور دیکھو گھوڑوں کے سامنے طشت رکھو جب تک تین مرتبہ گھوڑا خود اپنا منہ نہ اٹھالے طشت اس کے سامنے سے نہ اٹھانا۔ عباس نے پانی پلایا۔ ہزار کا لشکر سب کو پانی پلایا۔ بالکل معمولی پانی رہ گیا اور وہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا۔ اگر ایک ہزار کے لشکر کو مع گھوڑوں کے حسین پانی نہ پلاتے تو عاشور کے دن علی اصغر کے لیے مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سارا پانی پلایا۔ مگر علی اصغر کے لیے جب پانی مانگا تو یہ نہیں فرمایا کہ سامنے کھڑے تھے جنہوں نے پانی پیا تھا۔ عباس نے پلایا کہ علی اکبر نے حسین نے یہ نہیں کہا کہ کل میں نے تمہیں پانی پلایا تھا۔ آج میرے بچے کو پانی پلا دو یہ لفظ زبان پر نہیں آئے۔

کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اعمال نیک کو جتا کر احسان ضائع نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے وہ تپتی ہوئی زمین وہ آفتاب کی سخت تمازت اندر خیمہ کے وہ بچہ گھبرا گیا۔ تڑپنے لگا کل میں نے یہ یہ تھا کہ حسین لائے اور یہ کہا۔ ”يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ وَالشَّامِ هَذَا عَطْشَانٌ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ“ ترجمہ اے کوفیو شامیوں۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے وہ پیاسی بھوکی ہے اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اگر تم اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو گے تو تمہارے دریا میں پانی کی کمی نہ ہو جائے گی۔ تمہارے گھوڑے اور اونٹ پی رہے ہیں ہم تو رسول کی اولاد ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ دھوکہ سے چاہتے ہو پانی کے لیے بچے کا نام لیتے ہو تم خود پینا چاہتے ہو۔ فوراً آپ نے ہبہ بٹائی۔ اور عیال اتار کر تہہ کر کے زمین پر بچھائی اور اصغر کو لٹا دیا۔ آپ ڈور چلے گئے۔ فرمایا تم آپ پلا دو اس بچے کو انہوں نے کہا کہ نہیں یہ بچہ آپ پانی مانگے گا تو پلائیں گے۔ آپ نے



فوراً بچہ کو اٹھایا۔ اور اصغر سے کہا کہ تم تخت خدا کے پسر ہو تم میں میری ماں فاطمہ کا دودھ کا اثر ہے تم میرے بابا علی کے خون کے قطرے ہو۔ یوسف نبی کی گواہی کے لیے امت کا ایک بچہ بولا تھا۔ تم آج بولو۔ کلام کرو۔ تم تو رسول کی اولاد ہو۔ یہ کہہ کر توجہ یہ کہہ کر اٹھایا کس طرح اس بچہ کو سیدھے ہاتھ کمر سے پکڑا۔ یوں کمر سے پکڑ کر اٹھایا بچے کی ٹانگیں لٹکی ہوئی۔ اور زبان ہونٹوں پر پھر رہی ہے۔ اسے دکھا رہے ہیں۔ اسے ظالمو! یہ ہے میرا بچہ سنو کیا کہہ رہا ہے۔

میرا بیٹا سا بچہ میرا تین دن کا بھوکا پیاسا بچہ۔ علی اصغر زبان پھیر کر بتا رہے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا ہوں۔ ادھر حسین بچہ کی حالت دکھا رہے ہیں۔ ادھر ابن سعد نے غول سے کہا کہ حسین کے کلام کو قطع کر اس نے تیر جوڑا۔ حسین نے دیکھ لیا کہ تیر آ رہا ہے پانی مانگنے کے بدلے تیر آ رہا ہے۔ ارے ظالمو! ایک بات کہہ دوں۔ ظالمو! اگر تم تیر نہ مارتے تو چہرہ گھٹنے گزرنے پر یہ خود ہی مر جاتا۔ ہائے یہ حال تھا تیر جب چلا حسین نے اس بچہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ بیٹا صبر کرنا۔ نانا کی امت پانی دے رہی ہے۔ وہ تیر گلے پر لگا اور گھٹے سے لگ کر بازو میں چھدا۔ تڑپنے لگا بچہ تیر نکالنا ہاتھوں پر لیا بچہ کو۔ باپ بیٹے کو لیے ہوئے اور بیٹا تڑپ رہا ہے۔ پانی مانگا تھا۔ ارے کیا خطا کی تھی کافر سے بھی پانی مانگتے ہیں۔ دشمن بھی پانی پلاتے ہیں وہ بچہ تڑپنے لگا۔ آپ نے اس کو سینے سے لگایا۔ خون جو نکلا وہ ڈاڑھی پر ملا کیونکہ زمین نے بھی انکار کیا۔ کہ یہ خون ناحق مجھ پر نہ گرے۔ آسمان نے انکار کیا یہ قطرہ ادھر نہ آئے۔ تو آپ نے منہ پر ملا۔ تو ایک جملہ کہہ دوں، ہمارے استاد محترم سید سبط حسن علی اللہ مقلد اس موقع پر ایک جملہ کہا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اے مظلوم امانہ! مولانا آپ تو امام تھے۔ آپ کو تو علم امامت تھا آپ تو جانتے تھے کہ لے جائیں گے تو پانی نہ ملے گا اور بچہ تو تیر لگے گا۔

بچہ شہید ہو جائے گا پھر آپ کیوں لے گئے؟ آپ کو تو امامت کے ذریعہ علم تھا پھر آپ کیوں لے گئے؟ تو مولا پھر کیا جواب دیں گے مولا فرمائیں گے کہ چھ مہینے کا بچہ دو طریقے سے پالا جاتا ہے۔ یا جھولے میں یا ماں کی گود میں تو ماں کے ہاتھوں میں رسیاں بندھ جائیں گی۔ جھولا جلا دیا جائے گا علی اصغر کو کون گود میں لے گا۔ ہائے علی اصغر۔ ہائے علی صغر (عظمت اہل بیت ص ۱۰۱ تا ۱۰۴)

### ﴿علامہ نصیر الاجتہادی﴾

ہاں دوستو! میں جانتا ہوں کہ آپ کے جذبات کیا ہیں؟ آج بس یہ سمجھ لو کہ اس عاشق خاں سے اس امام بارگاہ سے حسینؑ جا رہے ہیں۔ کل دسویں ہے اور آج نویں ہے۔ دوستو! چلیں تھوڑی دیر کے لیے ڈرا کر بلا چلیں۔ دیکھیں تو کیا ہو رہا ہے؟ ہر روز میں کسی نہ کسی کو پرسہ دیتا ہوں کبھی قاسم کا پرسہ تم فردہ کو، کبھی اکبر کا پرسہ ام لیلیٰ کو، کبھی عباس کا پرسہ زہرا کو اور آج مجھے ننھے شہید کی بات کرتا ہے۔ اس کی پیدائش ہی شاید اس لیے ہوئی تھی کہ کر بلا کو مکمل کرے۔ کیا دیکھا اصغرؑ نے دنیا میں؟ آتے ہی تو سفر شروع ہو گیا۔ ساری عمر سفر میں بٹی۔ پھر کر بلا میں کچھ دن ٹھہرا، پھر دنیا سے چلا گیا۔

روایت میں ہے کہ جب حسینؑ کے سارے ساتھی انصار، اعز شہید ہو گئے تو آواز دی میدان کر بلا میں۔ ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُعِيْثٍ يُّعِيْثُنَا“ کیا کوئی میرا مددگار ہے؟ کوئی فریاد رساں ہے؟ تو خیمہ سے آواز بلند ہوئی رونے کی۔ امام حسینؑ تشریف لائے اور کہا زینب! ابھی میں زندہ ہوں، کیوں رو رہی ہو؟ یہ گویہ کیسا؟ کہا بھیا جب سے آپ نے آواز استغاثہ بلند کی ہے، اصغر جھولے میں نہیں لیتے۔ بار بار اپنے کو گرا دیتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ سر جھکا یا اور کہا میں سمجھ گیا۔ اچھا لا



اصغر کو میرے ہاتھ میں دے دو۔ اصغر کو حسینؑ اپنے ہاتھوں پر لیے ہوئے ہیں، قبۃ کا دامن پڑا ہے۔ مجمع عام میں لاتے ہیں اور دنیا سمجھ رہی ہے کہ حسینؑ قرآن لارہے ہیں۔ مگر جب حسینؑ نے قبۃ کا دامن ہٹایا تو سب نے دیکھا کہ ایک چھ مہینہ کا بچہ جس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ رخسار ڈھلے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا نے دیکھا۔ حسینؑ نے کہا لوگو! میں تم سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے، اگر تھوڑا سا پانی اس کو دے دو۔ کوئی جواب نہیں ملا تو میرے آقا نے کہا کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ اس بہانے میں پانی پی لوں گا تو اس کو میں زمین پر لٹائے دیتا ہوں، تم آکر خود پانی پلا دو۔ کوئی جواب نہ ملا، تو پھر اصغرؑ سے کہا کہ اصغرؑ تم بھی دجحت حق کے بیٹے ہو، تم کیوں نہیں سوال کرتے؟ ایک مرتبہ اصغرؑ نے منہ پھیرا اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ فوج یزیدی میں انقلاب آگیا۔ سارے سردار بگڑ گئے۔ عمر سعد پانی پلا دے۔ ایسا بہادر نہیں دیکھا ہوگا، جس نے فوج مخالف میں بغاوت پھیلا دی، سب بگڑ گئے۔ علی اصغرؑ کا معصوم چہرہ دیکھ کر عمر سعد نے جب رنگ بدلتے ہوئے دیکھا تو خرملہ سے کہا خرملہ!

اور خرملہ نے تیسرے شعبہ جوڈا، چلایا، روایت میں ہے کہ تیر چلا اور اصغرؑ حسینؑ کے ہاتھوں پر پلٹ گئے۔ اصغرؑ مسکرائے۔ جانتے ہیں کیوں مسکرائے؟ اصغرؑ نے کہا اے خرملہ! آج میری اور تیری جنگ نہ تھی، میں چھ مہینے کا تو چالیس سال کا، تو ہزاروں جنگوں میں شریک ہوا، تیرا تجربہ زیادہ، مگر تو اتنا بدحواس ہوا کہ تجھے یہ بھی معصوم نہ ہوا کہ میرے مارنے کے لیے چھوٹا تیر بھی کافی تھا، تو نے وہ تیر پھینکا جو گھوڑوں کے لیے پھینکا جاتا ہے۔ اس سے اصغرؑ پلٹ گئے۔ خون رس رہا ہے۔ حسینؑ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں لیا۔ آسمان کی طرف پھینکنا چاہا تو آواز آئی حسینؑ! پانی نہیں برے گا، زمین

کی طرف بھینکنا چاہا تو آواز آئی دانہ نہیں اُگے گا۔ حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا اور کہا اس طرح میں اپنے جد کے سامنے جاؤں گا اور پھر اصغرؑ کی لاش لے کر حسینؑ سوچ رہے ہیں۔ ہائے حسینؑ تیری بے کسی پر اس مجمع کا سلام۔ سوچتے ہیں جاؤں، ماں کو دھواؤں، ماں کیا پوچھے گی؟ پھر پلٹتے ہیں، پھر جاتے ہیں، پھر آتے ہیں، کل آپ عمل عاشورہ کیجئے گا۔ آگے بڑھے گا، پیچھے ہٹے گا، یہ حسینؑ کے اس طرز عمل کی تقلید ہے کہ کبھی بڑھتے ہیں، کبھی ہٹتے ہیں، ایک مرتبہ حسینؑ صبر کی سل رکھ کر چلے، خیمے پر آواز دی رباب! آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی گھر پر آواز دیتا ہے تو بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے وہ دوڑ کر جاتے ہیں۔ ادھر رباب کو آواز دی، ادھر سیکڑہ دوڑتی ہوئی آئیں اور دیکھا کہ حسینؑ قباء میں اصغرؑ کو چھپائے ہوئے ہیں۔ کہا بابا میں سمجھ گئی۔ اصغرؑ کو پانی مل گیا۔ کیونکہ جب گئے تھے تو رو رہے تھے اب چپ ہیں۔ اتنے میں رباب آئیں۔ حسینؑ نے قبا کا دامن ہٹایا، رباب نے دیکھا کہ اصغرؑ ہو گئے۔ (بس دومنٹ، بہت رو لیئے) حسینؑ اصغرؑ کو لے کر چلے۔ تپتی ہوئی زمین ٹھوڑی، اصغرؑ کی لاش رکھی، زمین برابر کی، قبر بنائی، پانی نہ تھا تو آنسو بہائے اور اس کے بعد کہا خالق! حسینؑ کی آغوش میں کچھ نہیں ہے۔ اب خزانہ خالی ہے۔ اب میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں میں اپنا سر تیرے حضور لاتا ہوں، حاضر ہوتا ہوں۔ حسینؑ اٹھے حاضری کے لیے کہ ایک مرتبہ آواز آئی السلام علیک یا بن رسول اللہ! حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا تو دیکھا کہ ایک مسافر خاک آلودہ چلا آ رہا ہے۔ کہا ایسے موقع پر کیوں آیا ہے؟ جبکہ میرا یہ حال ہے؟ کہا مولیٰ! آیا نہیں ہوں بھیجا گیا ہوں۔ کہا کس نے بھیجا ہے؟ کہا ابراہیمؑ اصغرؑ! میں صغریٰ کا قاصد ہوں، کہا کیا بات ہے؟ کہا آپ کی بیٹی نے خط دیا ہے۔ خط لیا حسینؑ نے۔ اس میں لکھا تھا، آپ کے پاس کبھی بیٹی کا خط آیا ہے؟ اس میں لکھا تھا، بابا! آپ پر ہزاروں سلام۔ بابا



آپ کا سایہ قیامت تک زندہ رہے۔ بابا! چچا عباسؑ کو سلام، چچا عباس سے کہئے گا کہ سیکینہ کی محبت میں مجھے بھول گئے۔ بابا! میرے بھتیجا علی اکبرؑ کو سلام، میں نے سنا ہے کہ بھتیجا علی اکبرؑ کی شادی رچائی اور مجھے نہیں بلایا۔ حسینؑ نے خط پڑھا۔ قاصد نے کہا جواب دیجئے۔ کہا بھتیجا جواب تو لکھا تھا مگر ورق مقل میں بکھر گئے۔ وہ سب نکلنے پڑے ہوئے ہیں۔ یہی جا کر جواب دے دینا۔ کہا مولا میں جاؤں؟ کہا چلا جا۔ ابھی میری آواز استغاثہ بلند ہوگی اور آواز استغاثہ اگر بلند ہوگی تو رکنا واجب ہو جائے گا اور میری بیٹی انتظار کر رہی ہے۔ جلدی چلا جا۔ کہا مولا میں جاتا ہوں مگر تھوڑی سی اجازت دیجئے کہتا۔ کہا جب میں چلنے لگا تو آپ کی بیٹی نے مجھے یہ خط دیا اور کہا اے شیخ الخط میرے بابا کو دینا اور پھر دائیں بائیں دیکھنا، ایک چڑھنے کا بچہ آتا ہوا نظر آئے گا۔ اس کو اٹھا کر گود میں لیتا۔ پیار کرتا، وہ میرا بھتیجا علی اصغرؑ ہوگا۔ تو آقا! اس لڑکے کو دے دیجئے۔ میں آپ کی بیٹی کی وصیت پوری کروں۔ کہا صغریٰ سے کہہ دینا کہ اب نہ اصغرؑ ہے نہ اکبرؑ ہے۔ خدا حافظ صغریٰ خدا حافظ

(محاسن الاجتہادی ص ۱۳۳ تا ۱۳۷)

### ﴿علامہ طاہر جزولی﴾

ہندوستان میں بارہا ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مسلمان نہیں ہے، بلکہ گونہیں ہے، مسلم دشمن بھی ہے مگر حسینؑ کا تعزیہ نظر آیا تو عقیدے سے سر جھکا دیا۔ کسی نے پوچھا تم کیسے جھک گئے یہ تعزیہ تو مسلمانوں کا ہے۔ نئی کے نواسے کا ہے۔ کہا ٹھیک ہے مگر ہم جب سب سے مانگ کے مایوس ہو گئے اور ہم نے حسینؑ سے مانگا تو حسینؑ نے ہمیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب سے زیادہ بات جس کی سنتا ہے وہ یہ ہیں۔ تو اپنا مذہب چھوڑ کے لوگ آ جاتے ہیں۔ مہاراجہ گوالیار کا تعزیہ تیار بنی تعزیہ

ہے۔ والدنی ریاست گوالیار کہیں بھی رہے اس کو عشرے میں پہنچنا ہی ہے۔ کیون حسین کا تعزیا اٹھارہ ماہ ہے۔ حسین کون ہے۔ حسین مشیت پروردگار ہے۔ حسین کی عزا کیا ہے ذریعہ حصول مشیت پروردگار آئیے آج بھی کتنوں کو مرادیں ملتی ہیں۔ کوئی عزا کرتا ہے تو حسین پر احسان نہیں ہے۔ حسین کا احسان ہے کہ اسلام بچا لیا ہے اور حضور جیسا کہ میں نے ہمیشہ عرض کیا کہ بائیس تیس برس پہلے میں نے پہلا عشرہ کلکتہ میں پڑھا۔ وہاں جب جلوس عزائفلتا ہے تو کثرت سے ہندو ذوالجناح کے قریب آتے ہیں۔ مسلمان پوچھتے ذوالجناح کیا ہے اور ہندو آ کے ذوالجناح کے چیروں پر بہشتیوں سے پانی ڈلوائیں۔ ہماری طرف سے پانی ڈال دو سموں پر۔ پوچھو کہ پانی کیوں ڈالوایا۔ کہا امام بابا بڑے پیارے تھے۔ اللہ اللہ امام بڑے پیارے تھے۔ ہاں عزاداروں کوئی نذر لینے آ رہا ہے، کوئی تبرک لینے آ رہا ہے۔ کون تبلیغ کرنے گیا۔ کون انھیں سمجھانے گیا اور حضور کچھ عورتیں لٹیوں میں دودھ لے کے آتی ہیں اور دودھ لائے گھوڑوں کے سموں پر ڈالتی ہیں اور جب وہ دودھ سموں سے زمین پر بہتا ہے تو اسے لے کے بچوں کے لگاتی ہیں، اپنے لگاتی ہیں۔ ان سے پوچھو یہ دودھ لائے کیوں بہا دیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم امام بابا کے بچہ بھی تھا۔ ایک شیرخوار بھی تھا۔ ارے وہ شیرخوار پیاسا مر گیا۔ اللہ اللہ عزاداری کیا ہے۔ ذرا دنیا میں گھوم کے دیکھئے۔ ذرا دنیا میں پھر کے دیکھئے تو پتہ چلے کہ حسین کی عزا کس طرح سے اسلام کے حقائق دلوں میں اتارتی ہے۔ پیاسا تھا، اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا، اسے دودھ نہیں ملا، یہ بچہ پیاسا مار ڈالا گیا، کون ڈاکر گیا کون عالم گیا۔ کس نے جا کے انھیں بتایا کہ واقعہ کربلا کیا ہے۔ جو سیرت رسول نہیں جانتے وہ ماشور کے دن حسین کی زندگی جانتے ہیں۔ پوچھا کس نے مار ڈالا۔ کیسے مار ڈالا۔ کہا نانا کا کلہ پڑھنے والوں نے مار ڈالا۔ شرم سے گردن جھک جاتی ہے جب غیر ملت کے



لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے قتل کیا۔ کون بچہ وہ شیر خوار جو مدینہ سے آئیں رہا تھا جو بہن کی گود میں تھا جسے فاطمہ صغریٰ نے لے لیا اور کہا تھا علی اصغر میرے پاس رہیں گے اس لیے کہ میں تمہارا مدینہ میں کیسے زندگی بسر کروں گی۔ حادثہ نہیں ہے علی اصغر کی شہادت اتفاق نہیں ہے۔ حسین نے مدینہ میں کان میں جھک کر کچھ کہا۔ علی اصغر نے بہن کی گود چھوڑ دی۔ باپ کی گود میں آ گئے۔ کیا پتہ کیا کہا۔ شاید کہا ہو علی اصغر تم تو پیدا ہی کر بلا کے لیے ہوئے ہو۔ تمہاری زندگی کا آغاز مدینہ ہے، اختتام کر بلا ہے۔ وہی علی اصغر جھولے میں تڑپ رہے ہیں، وہی علی اصغر یاس سے بلک رہے ہیں اور جب کوئی نہ رہا۔

نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرت الناس

نہ قاصد ہے نہ علی اکبر نے نہ عباس

ایک مرتبہ حسین میدان میں آئے۔ آواز دی۔

"هَلْ مِنْ نَاصِبٍ يَنْصُرُنَا" ہے کوئی جو میری مدد کرے "هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَغِيثُنَا" کوئی ہے جو میری مدد کو آئے۔ لشکر شام و کوفہ حیران حسین کے پکار رہے ہیں۔ عباس شانے کنا چکے۔ علی اکبر سینے پہ برجھی کھا چکے، قاسم کا جنازہ پامال ہو چکا، عون و محمد کی متیں خیمے میں جا چکیں کس کو پکار رہے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رونے کا شور بلند ہوا۔ حسین مڑے۔ ذوالجناح کی باگیں موڑیں۔ خیام پہ آئے۔ آواز دی اہل بیت رسالت رونے کا سبب۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ فضلہ آئیں آقا بہن بلا رہی ہیں۔ خیمے میں آئیے۔ حسین ذوالجناح سے اترے، خیمہ گاہ میں گئے۔ بہن نہ نب کیا ہے۔ کہا بھیا جو آپ نے آواز استغاثہ بلند کی تو علی اصغر نے اپنے کو جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ ہاں حضور آپ رو رہے ہیں۔ آپ نہ روئیں گے تو کون روئے گا۔ عثرے میں نہ روئیں گے تو کب روئیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ مجلس کہاں پر تمام ہوگی لیکن اتنا سن لیجئے حسین

نے آغوش میں لیا، عبا کا سایہ کیا، چلے ایک بات کہوں ہر شہید جانے سے پہلے بیبیوں سے رخصت ہوا۔ علی اصغر تو کسی سے رخصت بھی نہ ہو سکے۔ حسینؑ لے کے چلے آئے۔ پیادہ میدان کر بلا میں پہنچے ایک بلندی پر گئے۔ کہا اے قوم جفا کار اگر تیرے زعم ناقص میں، میں صحیح نہیں ہوں تو چھ مہینے کا بچہ تو کسی مذہب و ملت میں خطا کار نہیں ہوتا اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ کیا بات کہی ہے میرا نہیں نے کہ۔

حسینؑ اور طلب آب اے معاذ اللہ

تمام کرتے تھے حجت سوال آب نہ تھا

ایک مرتبہ کہا۔ اے شیر خدا کے پوتے! اے حجت خدا کے بیٹے! تمام حجت کر دو۔ لکھا ہے علی اصغرؑ نے نسخی سی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری۔ اسے اس نے تو ذوالفقار سے زیادہ کام کیا۔ ایک مرتبہ لپچل مچ گئی۔ آواز آئی حسینؑ بچ کہہ رہے ہو۔ ایک مرتبہ عمر سعد نے کہا ”این ابنِ خرملة“ خرملة کہاں ہے۔ خرملة آگے نکلا صفوں سے کہا قطع کلام! حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ تین بھال کا تیر چلے کمان میں جوڑا۔ دو جملے سن لیں آپ، خرملة کون۔ ایسا تیر انداز جس کا تیر طاقت میں لوہے کی چادر کو توڑ دیتا تھا۔ ایسا نشانہ کہ تیر سے تیر کا شکار کرتا تھا۔ وہ بلایا گیا۔ اس سے علی اصغرؑ کی جرات کا اندازہ کیجئے۔ خرملة آیا۔ تین بھال کا تیر چلے کمان میں جوڑا۔ تیر چلا۔ دار دیجئے صبر حسینؑ کی۔ ہاتھوں پہ ششماہ ہے سنسنا تا ہوا تیر آ رہا ہے۔ حسینؑ جیسا صابر و شاکر میدان کر بلا میں ہے۔ تیر آیا۔ گلے پہ لگا، کلا چھیدا ہوا ہاز و میں پوست ہو گیا۔ روایت کے فقرے ہیں کہ بچہ باپ کے ہاتھوں میں مقطب ہو گیا۔ حسینؑ سنس جو بھی دل رکھتا ہے ایک انسان کا وہ رو دیتا ہے۔ ایک مرتبہ بچہ باپ کے ہاتھوں پہ منقلب ہوا۔ حسینؑ نے دیکھا آنکھوں میں آنسو بڑبا آئے۔ بیٹھ گئے۔ ہاتھ بڑھایا،



تیر کھینچنا شروع کیا۔ ایک موقع میں نے کل عرض کیا تھا دوسرا موقع یہ تھا کہ جب انبیاء  
نے حسین کو تیر نکالتے دیکھا تو انبیاء نے منہ موڑ لیا۔ ہم سے نہیں دیکھا جاتا۔ اوسے  
ضعیف باپ چھ ماہ کے بچے کے حلقوم سے تیر نکالے

(ریاض المجالس صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۰)

### ﴿علامہ سید ابن حسن جابر چوی﴾

سیکنڈ اور علی اصغر کی ماں کے حالات پر نظر ڈالیں اور سوچیں کہ ایک مصلح اخلاق اور  
کردار ساز کا قرب انسانوں کے قلوب و اذان میں کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔  
کر بلا کے میدان میں خاندان رسالت کے آئینہ میں ہم کو انسانی سیرت کے ایسے  
نمونے نظر آتے ہیں جس سے دنیا بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ چھ مہینے کی عمر دیکھئے اور  
علی اصغر کا بہادرانہ رویہ دیکھئے، تیسرا دن ہے کہ حلق سے پانی نہیں اترتا۔ ماں کا دودھ  
خشک ہو چکا ہے، کام و دھن کو ترک کرنے کا اور کوئی ذریعہ بھی میسر نہیں۔

جھولے میں جھول رہے ہیں اور بھوک پیاس کی شدت سے گرو میں بدل رہے  
ہیں۔ جب میدان سے باپ کے استغاثہ کی آواز آئی تو اہل حرم نے دیکھا کہ بچے  
کا اضطراب بڑھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت ان کو حالات کی نزاکت  
سے خبردار کر رہی ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی مدد کے لیے بے تاب ہیں۔ ساتے میں  
درخیمہ پر حسین کا گھوڑا آکر رکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا:

يَا زَيْنَبُ وَاُمِّ كَلْبُومَ يَا سَكِينَةَ وَرَبَابَ عَلِيٍّ مَتَى السَّلَامُ

”زینب، ام کلثوم، سیکنڈ اور رباب! ہم سلام رحمت کے لیے آئے ہیں“

یہ آواز سنتے ہی اہل حرم بے چین ہو کر درخیمہ پر پہنچے اور امام حسین علیہ السلام کو  
ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے۔ جھولے کے قریب سے گزرے تو دیکھا شیر خوارگی

حالت خراب ہے۔ پیاس کے مارے زبان منہ سے باہر نکل آئی ہے۔ اگر کچھ دیر اور پانی نہ ملا۔ تو تڑپ تڑپ کر دم نکل جائے گا۔ امام عالی مقام نے مادرِ علی اصغر سے کہا۔ لاؤ اس کو نہال کو ہمیں دے دو۔ ہم اس کو میدان میں لے جائیں اور فوج مخالف سے پانی طلب کریں۔ شاید کسی کو رحم آجائے، مادرِ علی اصغر کو کیا عذر ہو سکتا تھا امام حسین علیہ السلام نے علی اصغر کو گود میں لے کر عبا کے دامن میں چھپا لیا تاکہ سورج کی ترازت اس غنچہ دہن کو کھلا نہ دے۔ سامنے نہر فرات ہو جس میں مار رہی ہے۔ کوئی سپاہ اس کے کنارے صف آرا ہے امام عالی مقام بچے کو ہاتھوں پر اٹھاتے ہیں اور صفوں کی طرف رخ کر کے کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا بچہ علی اصغر ہے۔ چھ مہینے کی جان تین روز سے پیاسی ہے۔ اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد ایسا ہے جو اپنے نبی کے گھرانے کے اس گل تازہ پر رحم کھائے اور چند قطرے پانی پلا دے۔“

امام حسین علیہ السلام کی یہ اپیل کسی دوسرے مجمع میں کی جاتی تو لوگ بے چین ہو جاتے مشکلیں لے کر دوڑتے مگر یہ انسانوں کی نہیں شقی القلب و رندوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ پھر بھی صفوں میں ایک برہمی پیدا ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ”مانا کہ حسین خطا دار ہیں“ انھوں نے بادشاہِ وقت پر خروج کیا ہے۔ مگر ننھے سے بچے کا کیا قصور ہے۔ ہم میں سے بہت سے آدمی اولاد والے ہیں، اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر غور کرو کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے۔ ہم سے تو نہ ہو سکے گا کہ ایسے معصوم پر ہاتھ اٹھائیں۔“

شمر نے دیکھا کہ فوج کے تیور بدل رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کا یہ بچہ تیر ترازو ہونے کو ہے۔ تو اس نے جلدی سے خرطہ کو پکارا، تو کہا کرتا تھا کہ میں بلا کا تیرانسا زہوں۔ تیرا کمال کس دن کام آئے گا۔ دیکھا نہیں ہے، فوج اس چھوٹے سے بچے کی



پیاس سے متاثر ہو چلی ہے۔ ایک تیرکمان پر چڑھا اور اس بچے کو باپ کی آغوش میں موت کی قیند سلا دے۔

ہاں اسے عزادارانِ حسینؑ انحرطہ جیسا مشاق تیر انداز کمان اٹھا رہا ہے۔ لو وہ کمان سے ایک تیر چلا۔ اور زن زن کی آواز بتا رہی ہے کہ وہ صفوں کے درمیان کا فاصلہ طے کر کے امام حسینؑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ غور سے دیکھئے۔ تیر معصوم بچے کے گلے میں پیوست ہو گیا اور خون کا پرنا لہ بہہ نکلا۔ اب تھا سا کردہ خون سے لال ہے۔ اور حسینؑ کبھی بچے کو دیکھتے ہیں کبھی خیمہ کی جانب نظر ڈالتے ہیں۔ اب آئیے خود امام علیؑ مقام کی زبان سے ان کی دردناک حالت کا مرثیہ سینئے۔

”اے میرے شیعو! اور دوستو جب کبھی تم کو سرد و شیریں پانی میسر آ جائے تو مجھے اور میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب سنو کہ کوئی پرہیزی مصیبت میں گرفتار ہوا اور بے جرم شہید کیا گیا ہو تو میری غربت اور شہادت پر ضرور دو آنسو بہا لینا۔“

”کاش روزِ عاشور تم سب موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے اپنے ننھے سے بچے کے لیے کس طرح سوال کیا مگر ان ظالموں نے میرے حال پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔“

”آہ پانی کے بدلے اس شیرِ خوار کو تیر کا نشانہ بنایا۔ پس یہ مصیبت وہ ہے کہ جس کے غم میں پہاڑ بھی کھڑے کھڑے ہو کر رہ گئے۔ (سید الشہداء نمبر ۹۰ ص ۱۳۷ ۹۵۲۹۳)

### ﴿علامہ سید اکبر مہدی سلیم جرولی﴾

جناب ابراہیمؑ نے اس دودھ پیتے بچے کو آغوشِ حفظِ الہی میں دے کر مراجعت کی سجان اللہ کیا اطاعت گزار بندے تھے کہ نہ ابراہیمؑ نے سوال کیا اسے میرے مالک نہ

وادی ناقابلِ زراعت اور یہ بے آب و گیاہ پہاڑ۔ اور یہ تنہی سی جان۔ زندگی کیونکر ہوگی۔ نبی خدا تھے۔ عارف باللہ تھے۔ جانتے تھے اس خدا کا بندہ ہے جو پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے۔ اسی کا فرزند ہے۔ جس کو مرد کے خوف سے ماں نے غار کوہ میں ڈال دیا تھا۔ انگوٹھے سے چشمہ شیر جاری ہوا۔ میدانِ فیاض خود ہی کوئی سبیل کرے گا چشمہ آب نہیں ہے نہ سہی چشمہ قدرت تو ہے درخت کا سایہ نہیں ہے نہ سہی ظل لطف الہی تو ہے۔ اس طرف شوہر کی اطاعت گزار بی بی اس قدر مطیع ہے کہ جناب ابراہیم سے یہ سوال نہیں کرتی کہ اس صحرا میں بچے کا کون کفیل ہوگا۔

جناب ابراہیم ایک مشک آب اور چند دانے رطب کے ذرے کو رخصت ہوئے جبریل سدرہ پر پہنچا آب ہاجرہ ہیں اور اتم القریٰ کی قسمت کا ستارہ بالطف ایزدی کی بے انتہا امیدیں۔ یادہ شیر خوار اور مشک آب۔ کہ آزمائشوں کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ ایک عقرب پیدا ہوا اور اس نے مشک پر ڈنک مارا پانی بہہ گیا جاذبِ سخت دھوپ خشک ہوا۔ پتھریلی زمین خود بھی پیاسی ہوئی بچہ بھی پیاس سے نازک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا منہ سرخ ہو گیا لب پر خشکی آگئی ماں اپنی پیاس بھول کر شیر دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ بھی خشک ایک قطرہ نہیں جس سے بچے کا حلق تر ہو کچھ تسکین کی صورت ہو بچے کو گرم زمین پر لٹ کر پانی کی تلاش میں کوہِ صفا پر گئیں کوئی چشمہ نہ ملا کوہِ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں وہاں بھی بجز مایوسی کوئی ذریعہ بہم نہ ہوا۔ پھر پلٹ کر پیارے بچے پر نظر کی اتنی دیر میں حالت اور متغیر ہو گئی۔ بنضیں ڈوب چلیں۔ سانس رک رک کے چلنے لگی۔ ہچکیاں آنے لگیں آخر ماں کا دل تھانہ تاب آئی بچے کو گود میں لیا مگر اس کو قرار کہاں پھر زمین پر لٹا دیا مایوس ہو کر خود ایک تیر کے فاصلہ پر ہٹ آئیں کہ بچے کو دم توڑتے نہ دیکھوں ممکن ہے محبتِ مادری سے خلاف رضا کوئی بات ہو جائے۔



دل چاہتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے سامنے ایک اور بچہ کر بلا کے بے شیر کی تصویر پیش کروں۔ کر بلا کی پیاس یا دولاؤں۔ مگر اس پیاس سے بچے کو اس شیر خوار سے کیا نسبت یہاں صرف دو گھڑی پانی کا چشمہ نہ پانے سے یہ حالت پہنچی تھی۔ افسوس ہے کر بلا میں تین دن گزر چکے ہیں نہر کا پانی سامنے موجیں مار رہا ہے لوگ سامنے بی کر سیراب ہو رہے ہیں۔ گھوڑوں کو پانی پلایا جا رہا ہے۔ مگر صرف ایک مختصر جماعت ہے جو پانی سے محروم رکھی جاتی ہے۔ بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ جب پانی ہی میسر نہیں تو زندگی کا کیا سہارا بڑے بڑے صحرا بے پانی کے خشک ہو جاتے ہیں دانہ ختم نہیں روئیدہ ہوتا فاطمہ کی کھیتی کیوں نہ پڑ مردہ ہو جائے! اگر تصور صادق سے دیکھئے تو واللہ پیش نظر ہو جائے کہ ایک شیر خوار بچہ گہوارے میں ہچکیاں لے رہا ہے غش پر غش آتے ہیں۔ ماں کالجہ پکڑ کر رہ جاتی ہے۔ کبھی بہنیں گود میں لے کر تسکین دیتی ہیں۔ کبھی پھوپھیاں زبان چما کر بچے کے حلق میں نمی پہنچاتی ہیں۔ کبھی سینہ سے لگاتی ہیں۔ کبھی جھولا جھلاتی ہیں۔ مگر بچے کو قرار نہیں آتا۔ نہ رونے کی قوت ہے کمزوری سے مکاؤ ہلا جاتا ہے۔ پتلیاں پھری جاتی ہیں۔ یہ بیاں پھر جھولے میں ڈال دیتی ہیں۔ ماں مایوس ہو کر ہر ایک کام نہ ٹکنے لگتی ہے سانسیں شمار کرتی ہے۔ کبھی دعا کرتی ہے خداوند امیر لے بچے کو تندرست رکھنا۔

زمین حجاز کا مہمان صرف قلت آب سے بیتاب ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگتا ہے۔ ماں منہ پھیرے دوڑ گھڑی ہے۔ ہاجرہ کے سامنے کوئی تیر انداز نہیں کہ بچہ زور پر آجائے اور تیر سے پہلو کا نشانہ ہو۔

ہاجرہ گو نہ کسی دشمن کا خوف نہ کسی ایذا کا مقابلہ یہاں ہر وقت ایک تازہ مصیبت پیش ہے۔ صبح کو کسی کے بچنے کی امید نہیں ہر بی بی اپنے فرزند کو رات بھر کا مہمان سمجھتی

ہے۔ اور یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ صبح کو میری کھائی خاک میں مل جائے گی مگر ایک ششما ہے بچہ کی ماں کو کیا خیال ہو سکتا ہے کہ میرا پرار مان بچہ صبح کو تیرسہ پہلو سے مقابلہ کرے گا۔ یہاں پیاس کی بے چینی سے رات کٹنے کی امید نہیں صبح ہونا مشکل ہے۔ یہ ندامت اس ماں کیلئے اور بھی باعث اندوہ و ملال ہے کہ میں فرزند قاطعہ پر غار کرنے کیلئے کوئی تحفہ نہیں رکھتی صبح کو سب بیبیاں اپنے لاڈلوں کو شاہ پر غار کریں گی۔ میں مجھوبہ ہوؤں گی مگر مشیت ایزدی کہتی ہے تمہارا ہدیہ ہماری بارگاہ میں سب سے زیادہ باوقار ہوگا چنانچہ یہ شرف کسی شہید کیلئے آپ نے نہ سنا ہوگا کہ خود لسان قدرت اسکی مقبولیت کی بشارت دے۔

چنانچہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں۔ جب امام مظلوم کا ششما بہ فرزند خرمہ کے تیر سے گھائل ہو کر اپنی جان نثار کر چکا۔ خون بھرے ہوئے کرتے میں حضرت نے لاش ہاتھوں پر بلند کی اور عرض کی خداوند ایہ شیر خوار بچہ میرا ناقہ صالح سے مرتبہ میں کم نہ تھا غیب سے آواز آئی۔

اے حسین بشارت ہو تم کو اس شیر خوار کیلئے جنت میں مرضہ ہے۔

مگر اے صاحبان اولاد! دفعے مجاہد کی قدر کرنے والو! یہ تو سن لو کہ جنت میں یہ خدمت کس کے متعلق ہے اور کون حکم خدا اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

حدیث معتبر میں ہے کہ جب کسی مومن کا بچہ مرجاتا ہے جناب سیدہ خاتون جنت اس کی پرورش کرتی ہیں مگر جب یہ شیر خوار تیر کھا کر خون میں نہایا دای کی گود میں پہنچا ہوگا تو کیا حالت ہوئی ہوگی ہاجرۃً تو اپنے فرزند کی مصیبت نہ دیکھ سکیں۔ رہا ب کے دل سے پوچھئے کیا گزری، درخیمہ پر دیکھ رہی ہیں کہ باپ کی گود میں بچے کی لاش ہے اللہ رے صبر اور تو کچھ نہ کہا مگر اتنا منہ سے نکل گیا۔ اے بیٹا کیا تیرے جیسے بچے بھی نحر



ہوتے ہیں حضرات نحر کا مصداق وہ حیوان ہوتا ہے جس کی گردن چھدر کو ذبح ہو جائے  
جناب رہا ب کے اس جملہ سے علی اصغر کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی ہائے اس تیر نے  
بچے کو ذبح کر ڈالا۔ (مفتاح البیان صفحہ ۹۰ تا ۹۳)

### ﴿علامہ سید صفدر حسین نجفی﴾

#### شہادت شہزادہ علی اصغر

میدان مہلبہ میں رسول اللہ ایک بچے کو گود میں اٹھا کر لے گئے وہ بچہ اتنا کم سن نہیں  
تھا جتنے کم سن بچے کو حسین میدان کر بلا میں اٹھا کر لائے تھے۔ وہ بچہ پیاسا نہیں تھا لیکن  
اس بچہ کی تو ماں کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا۔ وہ بچہ صحیح و سالم میدان مہلبہ سے پلٹ آیا  
لیکن آپ سنیں گے کہ کر بلا والا بچہ کیسے واپس آیا۔ ہم اس کا خلاصہ مختلف روایات سے  
نقل کرتے ہیں۔ کہ امام حسین کے جب تمام یاور و انصار شہید ہو گئے تو آپ درخیاں  
پر تشریف لائے اور جناب زینب سے فرمایا ذرا میرے بیٹے علی اصغر کو تو میرے پاس لاؤ  
تا کہ اُسے وداع کر لوں۔ آپ نے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اُس کے بوسے لیے سبط امین  
جوزی لہتا ہے کہ حسین اس بچے کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا اے قوم اگر تم کو  
مجھ پر رحم نہیں آتا تو کم از کم اس بچے پر رحم کرو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ  
کی بیکسی لشکر سے نہ دیکھی گئی۔ پورے لشکر نے منہ پھیر لیا۔ عمر سعد نے جب یہ کیفیت  
دیکھی تو اُسے ڈر ہوا کہ کہیں بچے کی بیکسی لشکر کو مخرف نہ کر دے۔ حرمد بن کامل اسدی  
کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کیا دیکھ رہا ہے۔ قطع کلام الحسین۔ حسین کے کام کو قطع کر۔  
اس نے اپنا تیر چلے پر چڑھایا۔ عزادار و اخب کوئی تیر انداز تیر مارتا ہے تو دو حالت سے  
خالی نہیں یا اس کا تیر کمان کمزور ہوتا ہے اور نشانہ قوی ہوتا ہے۔ یا نشانہ کمزور اور تیر کمان

مضبوط پہلی صورت میں تیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر نشانہ کمزور ہو تو تیر کے لگنے سے وہ الٹ جاتا ہے۔ اب آپ غور کریں کہ بلا کے میدان میں تیر مارنے والا ایک مشہور تیر انداز ہے جس کی کلاںیاں مضبوط ہیں جس کا تیر کمان کسا ہوا ہے اور اس کا نشانہ ایک چھ ماہ کا بچہ ہے جو تین دن کی پیاس کی وجہ سے کمزور ہو چکا ہے۔ اس تیر لے کیا اثر کیا ہوگا! روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر نے چھری کا کام کیا۔ کیوں عموماً تیر جب لگتا ہے تو وہ نشانہ میں سوراخ کر دیتا ہے۔ لیکن روایات بتاتی ہیں کہ ایک گان سے دوسرے گان تک ذبح کر دیا۔ دوسرا یہ کہ بچہ امام کی طرف الٹ گیا۔ خون بہنے لگا حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا۔ کتاب احتجاج میں ہے کہ امام گھوڑے سے اترے۔ تلوار کے نیام سے قبر کھودی اور بچے کو اس میں دفن کر دیا کبھی آپ نے سوچا کہ حسینؑ نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاید وجہ یہ ہو کہ حسینؑ جانتے تھے کہ میری شہادت کے بعد لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ یہ ننھی جان گھوڑوں کے ٹاپوں کی تاب نہ لاسکے گی۔ (عرقان الجاس صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲)

### ﴿مولانا سید غلام عسکری﴾

کر بلا کے دردناک دنوں میں سب سے زیادہ دردناک دن عاشور کا دن ہے اور عاشور کے دن سب سے زیادہ سخت وقت عصر عاشور ہے۔ کیا کہا میں نے؟ مصیبت کا دن تو پورا دن تھا، ہائے کیسی مصیبت کبھی حبیب کی میت آ رہی ہے کبھی ابو ثمامہ کا جنازہ آ رہا ہے۔ کبھی جون جانے کے لیے قسمیں رکھا رہے ہیں۔ کبھی غم ترک، سید خداد کے پیروں پر سر رکھتا ہے۔ اے مولانا مجھے بھی اجازت دے دو کبھی عباسؑ جا رہے ہیں۔ کبھی اکبرؑ جا رہے ہیں۔ شہادت علی اکبرؑ کل پڑھی تھی آج جی چاہتا ہے ایک دو جملے



اپنے ننھے بچا ہر کیلئے بھی کہوں۔ وہ اصغر کہ جب حسینؑ کل مدینے سے چلے گئے تھے اور چھوٹی ہوئی بہن دوبارہ ملنے آئی تھی۔ اس وقت چند دن کے تھے اصغرؑ صغراؑ نے کہا تھا اصغرؑ کو دے دو۔ کیجیے سے لگا لوں ماں نے دے دیا۔ بہن نے بھائی کو سینے سے لگایا۔ اللہ جانے سینے کے اندر بہن کا دل کیسے دھڑک رہا تھا کہ ننھے اصغرؑ نے وہ دھڑکن سن لی۔ اور کہا میری بیمار بہن تم اتنی بے چین ہو تو میں نہ جاؤں گا۔ قافلہ چلنے کے لیے تیار ہوا۔ ماں نے گود پھیلائی۔ اصغرؑ آ جاؤ۔ اصغرؑ نے گردن موڑ لی۔ باباؑ نے کہا بہن زنب آئیے ایک ایک نے بلایا۔ اصغرؑ نہیں آئے آخر میں خود حسینؑ آئے اور پتہ نہیں اصغرؑ کے کان میں کیا کہا کہ اصغرؑ نے بہن کا چہرہ دیکھا۔ اچھا بہن خدا حافظ۔ بابا مجھے آواز دے رہے ہیں۔ اے بہن جاؤ، بابا کی بے گناہی کیلئے میری گواہی کی ضرورت ہے۔ اصغرؑ چلے آئے۔ مگر جب علی اکبرؑ کے بعد حسینؑ نے کہا ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا تَوْبِيَاں رُونے لگیں۔ حسینؑ پلٹ کے آئے پوچھا کیوں روتی ہو۔ میں تو زندہ ہوں۔ جناب زنبؑ نے کہا۔ بھئی تم نے جب کہا کوئی میرا مددگار ہے کوئی نہ تھا جو جاتا مگر جیسے تم نے دوبارہ کہا۔ ہے کوئی مددگار تو اصغرؑ جھولے سے نکل پڑے حسینؑ نے کہا لاؤ میرے بچے کو لاؤ باپ کے ہاتھوں پر اصغرؑ خاموش خاموش آنکھوں سے کہہ رہے تھے۔ بھئی اکبرؑ کے بعد بابا آپ مجھے بھول گئے اگر میری ضرورت نہ تھی تو مجھے بہن کے پاس چھوڑ دیا ہوتا۔ بابا مجھے لے چلو میدان میں۔ میں تلوار لے کر لڑ نہیں سکتا لیکن بابا جب تک تیرا اصغرؑ زندہ ہے تب تک اگر خرم تیر پھینکے گا تو تیرے بازو پر لگنے نہ دوں گا۔ بابا اپنے گلے پر روک لیں گا۔ اصغرؑ شہید ہوئے اصغرؑ دفن ہو چکے۔ (دس مجلسیں صفحہ ۲۵۰ تا ۲۹۲)

### ﴿مولانا حکیم سید غلام حیدر کرار﴾

پھر خیمے سے ایک شیر خوار بچے کو ہاتھوں پر لے آئے۔ منتظم نے اس شخص کو آگاہ کیا کہ جب امام حسینؑ بچے کے لیے پانی مانگیں تو اُس وقت تو تیر چلا دینا۔ وہ اپنی تیر کمان سنبھال کر ہوشیار ہو گیا۔ امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے اور کہا۔ اے میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والا میں تم سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ بچہ بے قصور ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پیاس سے اس کی جان پر آگنی ہے۔ اگر تمہیں کچھ خوف خدا ہے تو اس بچے کے منہ میں چند قطرے پانی کے ڈال دو۔

امام حسینؑ کا یہ کلام سن کر وہ شخص رونے لگا اور تیر کمان پھینک دیا۔ کہنے لگا مجھ سے اس بچے کے تیر نہیں مارا جاسکتا۔ ہائے! وہ کون ظالم تھا جس نے اس بچے کے تیر مارا تھا۔ اللہ اللہ! غیر مسلموں پر تو امام حسینؑ کے مصائب کا یہ اثر ہوا اور مسلمان ان کا حال سننا بھی گوارا نہ کریں۔

تمام تاریخ والے اس بات پر متفق ہیں کہ جب امام حسینؑ کے سب عزیز و اقارب شہید ہو چکے اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے تو میدان میں آکر ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے اور استغاثہ بلند کیا ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُعِيْنٍ يُغِيْثُنَا“ ہے کوئی جو میری مدد کے لیے آئے۔ ہے کوئی جو میری امداد کو پہنچے۔ خدا مصیبت کے وقت کسی کو تنہائی نہ دے۔ امام حسینؑ بے یار و مددگار ہیں۔ ہر طرف تلواریں چمک رہی ہیں۔ نیزے بلند ہیں۔ خون کے پیا سے تیر کمان لیے بیٹھے ہیں۔ جیسے امام حسینؑ کا استغاثہ بلند ہوا۔ میدانِ کربلا میں شہیدوں کی لاشیں تو پے لگیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اٹھ اٹھ کر گرنے لگیں۔



خیمے میں کھرام برپا ہو گیا اور بیبیوں میں رونے کا شور اس قدر بلند ہوا کہ گمان ہوتا تھا شاید کوئی مر گیا ہے۔ امام خیمے کی طرف دوڑے۔ درخیمہ پر جناب قصہ پریشان ملیں۔ کہنے لگیں۔ مولا! میں آپ کو ہی بلانے چلی تھی۔ علی اصغر کی حالت غیر ہے۔ امام گھبرائے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ علی اصغر کی ماں بچے کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بی بی نے رو کر کہا۔ یا امام؟ جب سے علی اصغر نے استفادہ سنا ہے بے قراری سے رو رہے ہیں۔ کسی طرح نہیں چپ ہوتے اور اپنے آپ کو بار بار جھولے سے گرا دیتے ہیں۔ دودھ سے بھی منہ پھیر لیا ہے۔

امام نے فرمایا۔ لاؤ امیرے علی اصغر کو مجھے دے دو، میں اسے پانی پلانے کے لیے لے جاتا ہوں۔ جناب علی اصغر کی والدہ نے بچے کو امام کی گود میں دے دیا۔ امام حسین نے دیکھا کہ بچے کی آنکھیں پھراکی ہوئی ہیں۔ پھول سا چہرہ کھلایا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہیں۔ زبان پر کانٹے جے ہوئے ہیں۔ رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ رو کر فرمایا۔ آؤ! میرے علی اصغر کو بھی اجل لینے آگئی ہے۔

جب امام حسین بچے کو لے کر میدان کی طرف چلے گئے تو سب بیبیوں نے ہاتھ اٹھا اٹھ کر روتے ہوئے کہا۔ اللہ تاج بان۔ اللہ نگہ بان صبح سے دیکھ رہی تھیں کہ جو بھی میدان کی طرف جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ جناب بانو کی آواز آئی۔ مولا! میرے بچے کی ایک دفعہ صورت اور دکھا دیجئے۔ امام حسین پلٹ آئے۔ عبا کا دامن بچے کے اوپر سے ہٹایا۔ ماں نے بچے کی صورت دیکھی جھک کر منہ چوم لیا۔ پیار کرنے لگیں۔ امام نے کہا۔ بس بانو! صبر سے کام لو۔ ماں نے بڑی مشکل سے گریہ ضبط کرتے ہوئے کہا اچھا میرے علی اصغر! خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

حضرت علی اصغرؑ نے ذرا دیر کے لیے آنکھیں کھولیں۔ اشارے سے ماں

بچو بچیوں کو سلام کیا۔ امام حسینؑ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ دھوپ بڑی سخت تھی۔ حضرت نے اپنی عبا کا دامن نیچے پر ڈال دیا۔ جب استقیانے دیکھا تو قوج میں غل پڑ گیا کہ امام حسینؑ قرآن لارہے ہیں اور شاید صلح کرنا چاہتے ہیں۔

امام حسینؑ قوج کے سامنے آئے۔ عبا کا دامن اٹھایا۔ لوگوں نے دیکھا قرآن ناطق کا ایک ورق ہاتھوں پر ہے۔ امام نے انصاف طلب لہجے میں فرمایا۔ اے لوگو! تم نے ہمیں مہمان بلایا تھا۔ یہ علی اصغرؑ بھی تمہارا مہمان ہے۔ اب اگر تمہاری نظروں میں نہیں خطا دار ہوں تو اس نیچے کا کیا قصور ہے؟ تین دن سے خیموں میں پانی نہیں ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ پیاس سے بچے جاں بلب ہے۔ چند لٹروں کا مہمان ہے۔ اگر سمجھو تو اس کو جام بھر کر نہ دو، صرف ایک چٹو پانی ہی دے دو کہ اس کے جھوٹ تر ہو جائیں۔

مگر کسی نے جواب نہ دیا اور آپ ہی سرگوشیاں کرنے لگے بعض فوجیوں کی تو یہ حالت ہوئی کہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ سپاہی ابن سعد کے پاس بھی گئے اور سفارش کی کہ ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا۔ حسینؑ کے نیچے کو تھوڑا سا پانی دینے کی اجازت دے دے۔

ادھر جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ کوئی پانی نہیں دیتا تو جناب علیؑ اصغرؑ کو جنتی ریت پر لٹا دیا۔ خود پیچھے ہٹ گئے اور کہا کہ اے لوگو! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ میں بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں نے نیچے کو زمین پر لٹا دیا۔ تم خود اس کے منہ میں پانی ڈال دو۔ اس پر بھی کسی نے پانی نہ دیا تو حضرت نے گھبرا کر علیؑ اصغرؑ کو گود میں اٹھالیا کہ ریت تپ رہی تھی۔ روک کر نیچے سے فرمایا۔ بیٹا! تم حجت خدا کے پسر ہو۔ اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر حجت تمام کر دو۔ آہ نیچے نے خشک زبان ہونٹوں سے باہر نکالی۔ امام نے علیؑ



اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا کر ادھر ادھر رخ کر کے ہر طرف کی فوج کو دکھانا شروع کیا۔  
ہونٹوں پر پڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ ساری فوج میں ہل چل مچ گئی۔ لوگ منہ پھیر پھیر کر  
اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ لوگوں نے ابن سعد کے گھوڑے کو آ کر گھیر لیا اور  
گٹھڑ کر کہا۔ ”ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا“

ابن سعد گھبرا گیا۔ شمر نزدیک کھڑا تھا اس سے کہنے لگا۔ شمر! بید کا ہمیں رحم کرنے کا  
حکم نہیں ہے۔ تم نے علی اکبر کو قتل کر دیا۔ اب یہ لوگ علی اصغر کے قتل سے کیوں منہ  
پھیر رہے ہیں۔ کیا یہ علی اکبر سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ شمر نے اس کے جواب میں  
ابن سعد کے کان میں کچھ کہا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ابن سعد ہٹ گیا اور خرمہ کے پاس  
جانے لگا۔

خرمہ سات ہزار تیر اندازوں کا افسر تھا۔ جو شخص اپنے تیر کو لوہے کی ایک چادر سے  
پار کر دیتا تھا۔ وہ ایک ہزار تیر اندازوں پر افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ جو دو چادریں توڑ دیتا تھا  
وہ دو ہزار پر سردار بنتا۔ خرمہ کا تیر لوہے کی سات چادروں سے پار ہو جاتا تھا۔ اس لیے  
اسے سات ہزار تیر اندازوں پر افسر بنایا گیا تھا۔ اس کے نشانے کا پھیر ایک سو اٹھ انچ  
یعنی تین گز تھا۔

ابن سعد نے خرمہ کو حکم کے لہجے میں کہا: قطع کلام! حسین۔ اے خرمہ ساری فوج  
انکاری ہو گئی کیا تو بھی یہ کام نہ کر سکے گا۔ ارے جلدی کر اور امام حسین کے کلام کو قطع  
کر دے۔ خرمہ نے فوراً اپنے ترکش سے ایک مضبوط تیر تین بھال کا چھانٹا اور اس کمان  
کے چلے میں جوڑ کر حضرت علی اصغر کی طرف پھینکا۔ شت لگائی ہاتھ کانپ گئے۔ اور تیر  
پر شت باندھی پھر ہاتھ کانپ کر تیر گر پڑا۔ تیسری مرتبہ بڑا سخت دل کر کے حضرت علی  
”اصغر کی طرف تیر پھینکا۔ ہائے۔ فَأَنقَلَبَ الصَّبِيُّ عَلَى يَدِ الْإِمَامِ۔“

پس امام کے ہاتھوں پر بچہ پلٹ گیا۔ مقہوب ہو گیا۔

خدا بخشے علامہ حافظ کفایت حسین قبلہ مرحوم کا بیان ہے کہ تیر حضرت علی اصغر کو بھال پر اٹھا کر امام کے ہاتھوں سے لے چلا مگر بچہ پلٹنے ہی پایا تھا کہ آپ نے گرفت کر لی۔ جناب علی اصغر کا گلا چھد گیا اور بچہ خون میں نہا گیا۔ تیر تین بھال کا تھا اور بھالیں اتنی بڑی تھیں کہ جناب علی اصغر کے ایک کان سے دوسرے کان تک پار ہو گئیں۔ حضرت علی اصغر شہید ہو گئے۔

اگر حضرت علی اصغر شہید نہ ہوتے تو دشمن یہ کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے جنگ کی۔ اگر وہ تلواریں اٹھاتے تو ہم بھی انہیں قتل نہ کرتے مگر چھ مہینے کے بچے کا میدان سے زندہ واپس نہ آنا بتاتا ہے کہ ایک طرف مظلوم تھے اور دوسری طرف ظالموں کا گروہ تھا۔

اے ظالمو! امام نے تم سے صرف پانی ہی تو مانگا تھا۔ تم پانی نہ دیتے اور منع کر دیتے بچے کے تیر تو نہ مارا ہوتا۔ ہائے پانی کا جواب تیر سے دیا گیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے کے گلے سے خون بہہ رہا ہے۔ گھبرا کر خون چلو میں لینے لگے۔ جب چلو بھر گیا تو چاہا کہ یہ خون زمین و آسمان کی طرف پھینک دوں۔

مگر زمین و آسمان نے اپنے اوپر پھینکنے سے انکار کر دیا۔ امامؑ نے سوچا کہ یہ خون عبا میں جذب کر لوں مگر خیال آیا کہ یہ لباس تو لٹنے والا ہے۔ آخر وہ خون اپنی اڑھی اور چہرے پر مل لیا اور رو کر ارشاد فرمایا کہ اسی حال سے اپنے پروردگار کے حضور پیش ہوں گا۔ اسی حال سے کوفہ و شام میں سر کی تشہیر ہوگی تاکہ میری بے گناہی اور دشمنوں کا ظلم خود بخود ظاہر ہوتا رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ بچے کی لاش لے کر خصموں میں گئے لیکن بعض روایات یہ ہیں کہ امام حسینؑ بچے کی لاش کو لے کر خیمے کی طرف



چلے۔ سات قدم بڑھتے تھے پھر سات قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ اسی طرح امام سات مرتبہ آگے بڑھے اور سات مرتبہ پیچھے کو ہٹے۔ خیال آتا تھا کہ لاش کو نیچے میں لے جاؤں، پھر سوچتے کہ زمین آسمان برداشت نہ کر سکے تو اس کی ماں کیسے برداشت کرے گی۔ اس لیے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ ہائے! امام جیسا صابر اس وقت یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ کیا کروں۔

جب سات دفعہ اسی طرح ہو چکا تو امام نے میت کو جنتی ریت پر رکھ دیا اور ذوالفقار سے منھی سی قبر کھودنے لگے۔ اس موقع پر ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا اشقیانے امام کو قبر کھودنے کی مہلت دے دی تھی اور جنگ بند کر دی تھی۔ نہیں معلوم امام نے کس حال میں جناب اصغر کی قبر کھودی ہوگی۔ تیرا رہے ہوں گے۔ غیموں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ کوئی بی بی تو باہر نہیں نکل آئی ہے۔ کبھی بچے کی لاش کی طرف دیکھتے ہوں گے کہ کہیں اشقیانے اٹھا کر نہ لے جائیں۔ ہائے! امام حسینؑ پر کیا گزر گئی اُس وقت ایک حسرت بھرا جملہ فرمایا۔

اے میرے شیعو! کاش تم کربلا میں ہوتے اور مجھے دیکھتے کہ میں نے علی اصغرؑ کے لیے کس طرح پانی کا سوال کیا اور کس طرح اسے منھی سی قبر میں دفن کیا۔ دفن کرنے کے بعد پانی تو تھا نہیں جو قبر پر چھڑکتے۔ امام اتنا روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

(ذخیرۃ الجلس صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۰)

### ﴿مولانا محمد سید قائم مہدی﴾

کربلا کا واقعہ حق و باطل کے درمیان ایسے دو ٹوک فیصلے کا نام ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف الگ کر دیا گیا۔

ایک طرف میر و میرا لب یزیدیت ساٹھ ستر ہزار ہمدردوں کی شکل میں تھی تو دوسری

طرف ایک بھوکے پیاسے مسافر کی مظلومیت سمٹ کر علی اصغر کی صورت میں سامنے آئی تھی۔

ہائے یہ چھ مہینے کا بے زبان بچہ جو سن میں سب سے چھوٹا تھا مگر سینہ میں دل رکھتا تھا۔ اگر کربلا میں قائم دعوت و محمد عباسؑ و علی اکبرؑ تین دن کے بھوکے پیاسے تھے تو ساتھ میں یہ بچہ جو ابھی گھنٹیوں بھی نہ چل سکتا تھا امام مظلوم کی ہر مصیبت میں برابر سے شریک تھا۔

منقول ہے کہ جب مقل میں ایک ایک کر کے سارے ساتھی شہید ہو گئے تو مولا خود میدان میں آئے۔ اپنی تنہائی پر دل بے چین ہوا۔ آواز دی ہے کوئی جو میری نصرت کو آئے۔ ادھر یہ آواز استغاثہ بلند ہونا تھی کہ خیام میں یہیوں کے روئے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولا گھبرائے ہوئے خیمہ میں تشریف لائے اور کہا خیر تو ہے کیا پیاس سے کوئی بچہ تلف ہو گیا ہے۔ جناب نہ نب آگے بڑھیں، کہا بھیا! ابھی پیاسا علی اصغر آنکھیں بند کیئے ہوئے پڑا تھا جو نبی آپ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ اس نے خود کو ہلک کر جھولے سے گرا دیا۔ باپ نے بڑھ کر دل کے کٹڑے کو ہاتھوں پر اٹھا لیا دیکھا تو چہرہ اتر ا ہوا ہونٹ سوکھ گئے ہیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حقے پڑ گئے ہیں۔ کہا بیٹا چلو تمہیں پانی پلانے کے لیے دشمنوں کے سامنے لے چلوں شاید وہ اپنی آنکھوں سے یہ حالت دیکھ کر رحم کھا جائیں اور پانی پلا دیں یہ کہہ کر ٹھٹھاں بچہ پر عبا کا سایہ کیا اور میدان میں آ کر ایک بلندی پر کھڑے ہو گئے۔ اب جو عبا سر کائی تو ایک بیکس کے ہاتھوں پر ایک چھ ماہ کا بچہ دکھائی پڑا بے ضعف سے آنکھیں بند، زبان سوکھ کر تانوں سے چسکی ہوئی تھی اور سوتھے ہوئیوں پر چڑی جی ہوئی تھی، مولا نے علی اصغر کا چہرہ فوج دشمن کی طرف کر کے فرمایا۔ اے سپاہ کوفہ دشنام اگر تمہاری نظروں میں حسینؑ خطا کار ہے تو اس ننھے سے بچے نے



تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اسے اگر ایک گھونٹ پانی کامل جائے تو شاید زندہ بچ جائے۔ اس کے بعد مولانا نے بچے کی طرف نظر کی کہا اے میرے لال ذرا ان سنگ دلوں پر محبت تمام کر دو۔ ادھر باپ کے دہن سے یہ جملہ نکلا اور ششماہ نے شدت پیاس سے تالو میں چکی ہوئی زبان حلق سے باہر نکالی۔ یہ منظر دیکھتے ہی اولاد والوں نے کلیجہ پکڑ لیا اور جا بجا سسکیوں کی آوازیں بھی ابھرنے لگیں۔ اپنی فوج کا بگڑنا ہوا رنگ دیکھ کر پسر سعد نے لاکڑا لے کر ملہ کھڑا کیا دیکھ رہا ہے جلد حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔

بس پھر کیا تھا، قیامت آگئی۔ زہر میں بجھا ہوا تین دھار کا حیر سنسناتا ہوا بازوئے حسینؑ کو توڑتا ہوا صغوم علیؑ کو چھید دیا۔ تیر کے گلے سے زخم سے خون کا فوراہ چھوٹا۔ ننھی جان، تین دن کی پیاس، علیؑ صغوم میں تھا ہی کیا وہیں باپ کے ہاتھوں پر الٹ گئے بوڑھا، تھکا اور پیاسا باپ اپنے ہاتھوں پر خون میں نہائی ہوئی میت لے کر خیمہ کی طرف چلا۔ درخیمہ پر پہنچ کر قدم رک گئے۔ ہائے گئے تھے تو ہاتھوں پر زندہ بیٹا تھا۔ پلٹے ہیں تو خون میں ڈوبی ہوئی لاش لائے ہیں۔ ربابؑ یہ غم کیسے برداشت کر سکے گی۔ غرض سات بار درخیمہ پر گئے اور پھر پلٹے۔

بس ایک دفعہ سکی نہ کی نظر پڑ گئی۔ دوڑیں۔ بابا میرے بھتیجا کو پانی پلا لائے ارے میں پیاسی رہ گئی۔ حسینؑ نے دھیرے سے دامن ہٹایا۔ سکی نہ کے آنکھوں کے سامنے علیؑ صغوم کی میت تھی۔ بہن ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔ خیمہ میں ایک کھرام برپا ہو گیا۔ ربابؑ آگے بڑھیں اپنے لال کا چھدا ہوا گلہ دیکھا۔ بس ایک فقرہ کہا۔ اور بے ہوش ہو گئیں اے میرے بچے کیا تیرے جیسے بے زبان بھی ٹھہر سکتے جاتے ہیں۔

مولانا نے سب کو کلمات صبر تعلیم دیئے۔ جب دل ٹھہرا علیؑ صغوم کی لاش لیے

روتے ہوئے صحرا میں آئے۔ گوار سے چھوٹی سی تربت بنائی۔ آخری بار آنکھوں کے نور کو دیر تک دیکھتے رہے۔ دل بھر آیا آواز دی یا علی مدد! مدد ہوئی اور بچہ زیر زمین دفن ہو گیا۔ حسین دامن جہاز کراٹھے۔ اب جو چلے تو جب تک ننھی سی قبر نظر آتی رہی مڑ کر دیکھتے رہے۔ جب آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور اپنے خالی ہاتھوں پر نظر گئی کیچے میں درداٹھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(ذکر مظلوم صفحہ: ۶۰، ۱۰۸۲)

### ﴿مولانا سید ریاض الحسن﴾

شان صبرا اہل بیت حسینؑ پر ختم ہو گئی کہ ابھی جوان فرزند آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکا ہے اور امام فرماتے ہیں لاؤ اصغر کو مجھ کو دو ماں یہ نہیں کہتی کہ مولانا آج جو جاتا ہے وہ زندہ پلٹ کر نہیں آتا بلکہ گہوارے سے باپ کی گود میں دے دیا گیا مطلب یہ ہے کہ آقا اگر اس کا بھی نام مختصر شہادت میں لکھا ہے تو یہ چھوٹا سا بدیہ بھی موجود ہے۔

بس آج میں اس شاہزادے کی حالت عرض کرتا ہوں اس مجمع میں انشا اللہ صاحبان اولاد بھی ہوں گے بھلا دل پر ہاتھ رکھ کے کہیں کہ جس وقت بچے کسی تکلیف کے سبب سے روتے ہیں تو پھر کیا گزرتی ہے۔ بھئی کل عاشورہ کا دن ہے جن جن کے چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے ہیں وہ ضرور خیال کر کے دیکھ لیں کہ مائیں کچھ نہ سہی تو کم سے کم عاشور کے دن دو تین گھنٹے تک تو بچوں کو ضرور دودھ نہیں دیتیں یہ کیوں آپ کچھ جانتے ہیں آخر کیوں بچوں کو دودھ نہیں دیتیں، یہ ہے کہ ماؤں کا دل چاہتا ہے کہ اگر ہم بھی میدان گر بلا میں ہوتے تو اپنے بچوں کو حسینؑ کے بچوں پر سے ثمار کر دیتے مگر یہ تو قسمت کہ اس دن نہ تھے آخر علی اصغر بھی پیاس سے گہوارے میں ٹپ رہے تھے



ہمارے بچے اپنے شہزادے کا ساتھ دیں "اجر کم علی اللہ" کو شیعوں حسین رخصت آخر کو خیمے میں تشریف لائے ادھر درخیمہ پر سنانا ہے نہ جانوروں کی آوازیں ہیں نہ شیران ہاشمی کے نعرے ہیں اشتیاء چاروں طرف سے سٹ کر خیموں کے قریب آ جاتے ہیں یہاں دولت سرا میں بال کھولے سیدائیاں چہروں پر خاک ملے ہوئے امام کے گرد حلقہ کیئے ہوئے مظلوم آقا بیچ میں تشریف فرما ہیں بہن نے منہ بچھا دی ہے سامنے کھڑی ہوئی حسرت بھری نگاہ سے صورت دیکھ رہی ہیں ایک مرتبہ امام نے سر اٹھا کر فرمایا بہن اسیری کے لائق کپڑے پہنو اس کے بعد امام نے اپنے لیے بھی کپڑے طلب کیئے جناب نہ بگمیں پوشاک لے کر حاضر ہوئیں آپ نے غور سے ملاحظہ فرمایا کہا بہن یہ تو تنگ ہے ذرا اس سے ڈھیلی پوشاک ہو جناب نہ بگمیں نے وہ کپڑے اٹھا لیے دوسرے کپڑے لے کر حاضر ہوئیں امام نے دیکھا پسند فرمایا جگہ جگہ سے چاک کیا یہ کیوں اس واسطے کہ غیرت دار آقا کو گوارہ نہ تھا کہ لاش جلتی زمین پر برہنہ رہے مگر وہ کپڑے بھی اشتیاء نے نہ چھوڑے غرض کہ امام سب سے رخصت ہوئے بیمار کر بلا کو اپنا وصی اور جانشین کیا چاہتے تھے کہ چلیں (اتنے میں علی اصغر کے رونے کی آواز کان میں آئی فرمایا بہن علی اصغر کو لاؤ اس سے بھی رخصت ہو لوں جناب نہ بگمیں علی اصغر کو لا کر امام کی گود میں دے دیا بلایا تو تھا حضرت نے رخصت کرنے کو علی اصغر کی حالت دیکھ کر تاب نہ رہی کلیجے سے لگایا اپنی عبا کا سایہ کیئے ہوئے چلے ہیں مگر دھوپ کے خیال سے عبا کا سایہ کئے ہوئے ایک بلندی پر تشریف لے گئے اوپر لشکر عمر سعد میں اختلاف ہوا کوئی کہتا ہے امام حسین کوئی بزرگ شے لائے ہیں، کوئی کہتا ہے قرآن ہے مگر یہاں امام نے عبا کا دامن بٹایا پھول کی طرح مرجھائے ہوئے بچے کو ہاتھوں پر بلند کیا گویا مراد حضرت کی یہ تھی کہ خداوند حسین کے خزانے میں اس ایک ہدیہ کے سوا

اب کچھ نہیں ہے مگر یہ بھی تیری درگاہ میں اندر ہے اس کے بعد حضرت متوجہ ہوئے لشکر کی طرف فرمایا اے اہل کوفہ و شام اگر حسین تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچے نے کیا قصور کیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو کہ دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا اولاد والو دشمن کا لشکر تھا مگر دل والے کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے کسی نے کہا ہاں واقعی حسین سچ کہتے ہیں اس بچہ نے تو کچھ قصور نہیں کیا ہے عمر سعد نے جو لشکر کی یہ حالت دیکھی متوجہ ہوا آخر ملہ کی طرف دیکھا اور کہا کیا دیکھتا ہے کلام حسین کو قطع کر دے اس شقی نے ایک تیرہ شعبہ چلہ کمان میں جوڑا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ شقی ٹھٹھٹیک کر صفوں میں بیٹھ گیا امام کی نظر نہ پڑے نہیں تو شاید بچے کو کلیجے سے لگانے کی کوشش کریں تو شیعوں تیر چلے سے چلا ہے آپ میں کوئی ہے جو بچے کے گلے پر اپنا گلا رکھ دے ہائے کون تھ جو اس وقت کہتا کہ اوشقی ارے کیا غضب کرتا ہے۔ یہ تیر علی اصغر کے گلے پر نہیں بلکہ سیدہ کے کلیجے پر پڑے گا تیر گلے پر پڑا بچہ امام کے ہاتھوں پر مہلب ہو گیا جناب بحر العلوم مولانا سید عین صاحب قبلہ علی اللہ مقامہ عجیب نکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیر تو بچے کی گردن پر پڑا مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ روایت میں ہے۔ تیر نے ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر ڈالا وجہ اس کی یہ تھی کہ تین بھال کا تیر اور بچہ کا ننھا گلا اتنی جگہ کہاں تھی کہ تینوں بھال گلے پر پڑتے اس سب سے ایک بھال گلے پر پڑا اور ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ تیسرا بھال حسین کے بازو کو زخمی کر گیا۔ اجر کم علی اللہ!

یہاں پر روایتیں مختلف ہیں بعض میں تو یہ ہے کہ امام بچے کو اسی طرح ہاتھوں پر لیے درخیمہ پر تشریف لائے اور پکار کر آواز دی کہ علی اصغر کو لیجاؤ۔ اب یہ ایسے میرا ب ہوئے ہیں کہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے ماں کو جو نظر آئے دل بے چین ہو گیا اور تو کچھ نہ کہا مگر حسرت ہماری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ کیوں بیٹا تیرے سن کے بچے نخر کیے جاتے



ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ایک گڑھا نوک شمشیر سے  
بصورت قبر کھودا اور بچے کو دفن کر دیا بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے امام پانی کہاں  
سے لاتے رخسارہ قبر پر رکھ کر اس قدر روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہو گئی کچھ سمجھے آپ  
نے علی اصغر کو کیوں دفن کیا وجہ یہ تھی کہ امام کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ پھوس سی لاش تین  
دن تک جنتی زمین پر پڑی رہے اور ممکن ہے کہ یہ وجہ بھی ہو کہ آقا کو بعلم امامت معلوم  
تھا کہ میرے بعد شہیدوں کے سروں کو نیزہ پر بلند کیئے جائیں گے۔ دل نے گوارہ نہ کیا  
کہ ننھا سا سر بھی نوک نیزہ پر بلند کیا جائے۔ (جوہر الصب ص ۸۳ تا ۸۷)

### ﴿مولانا سید سیادت حسین نقوی﴾

الغرض حسین سب سے رخصت ہو کر بیویوں اور بچوں کو تسلی دے کر رن میں اعدا  
کے مقابل آکر فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرماتے ہیں بار بار حجت ختم فرماتے ہیں کہ اب بھی  
میرے قتل سے باز آؤ۔ ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا كَهَٰذَا“ کوئی ناصر ہے جو میری آگرمرد  
کرے۔

اس استغاثہ کی آواز خیم حسین میں پہنچی ششما ہے علی اصغر اس آواز استغاثہ کو سن  
کر اپنے کو جھولے سے گرا دیتا ہے۔ چنانچہ فصد یہ دیکھ کر ورثہ پر آتی ہیں اور اپنے  
شہزادے کو پکارتی ہیں۔ میرے شہزادے جلد خیمہ میں آؤ۔ علی اصغر نے جب سے آپ  
کے استغاثہ کی آواز سنی ہے اپنے کو جھولے سے گرا دیا ہے۔

اگر چہ علی اصغر اپنی ماں کے دودھ سے پہلے ہی تانا میں ہو گئے تھے کیونکہ ظالموں کے  
گھوڑوں کی ٹاپوں کے خوف نے اُمّ رباب مادر علی اصغر کا دودھ خشک کر دیا تھا۔ مارے  
بیاض کے زبان لکالے دیتے تھے۔

خاص آلِ عباسی ماں کی کنیز فضلہ کی یہ بات سن کر داخل خیمہ محترم ہوئے۔ بچے کی یہ حالت دیکھی فرمایا۔

رباب اس کا شلوکہ بدل دو اس کو مجاہد بنا دو آراستہ کر دو میں ان کو رن میں لیے جاتا ہوں، شاید غلاموں کو اس بچہ پر رحم آجائے اور پانی پلا دیں، کیونکہ وہ بھی اولاد والے ہیں، ان کی حالت دیکھ کر ترس آجائے گا۔

الغرض اُمّ رباب حکم امام بجالائیں جب علی اکبر کو آراستہ کر چھیں اور ان کو باپ کی گودی میں دیا حسینؑ نے لیا اور عبا کے دامن سے بچہ کو ڈھانک لیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ پھول سا بچہ گرمی میں کھلا جائے جب آپ اس چھوٹے مجاہد کو اس شان سے مقابل اعدائے تو زیدی فوج کو یہ خیال ہوا کہ حسین اب چھٹے قرآن جس کو حمل کہتے ہیں۔ عبا میں چھپا کر لائے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ دونوں میں فیصلہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔

اس فوج میں سترہ سو عالم و حافظ قرآن موجود تھے۔ حسینؑ کی یہ ہیئت دیکھ کر فوج یزید میں ایک انسانی لہر دوڑی، کان کھڑے ہوئے چونکہ دلوں میں کہا حسینؑ نواسہ رسولؐ بے قصور ہے۔ ظالم اسی خیال میں تھے کہ حسینؑ عبا کا پردہ اس چھوٹے قرآن مطلق کے چہرے سے ہٹاتے ہیں، اب تو فوج یزید میں عجیب مظلوم بچہ کیا فرزند رسولؐ نے اس چھوٹے کر بلا کی مجاہد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

بیٹا کہو پیاس سے نڈھال ہو لیکن تم میری جان بلکہ اسلام کی جان ہو۔ اپنی ننھی تلوار نیاں دہن سے نکالو میرے نانا کا اسلام بچا لو آخر اہل بیتؑ کے گھرانے کا یہ بچہ تھا باپ کے کلمات تھے رگ رگ میں خون ہاشمی دوڑ گیا۔ باپ کا حکم تھا بجا آوری حکم کی ضروری تھی۔ وہ ننھی تلوار زبان دہن سے نکلی۔ حسینؑ نے فوج کے ایک سرے سے گھوم



کر دوسرے سرے تک اس ننھی تلوار کی چمک دکھائی اس کے زخم اتنے گہرے بیٹھے کہ  
دیکھنے کی تاب نہ لائے۔ منہ پھیر پھیر کر رونے لگے۔

اصغر گلیچہ تھام کے روتی ہے فوج شام

تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

حسینؑ نے ظالموں سے کہا یہ بچہ تو میرا ناقہ صالح سے کم نہیں ارے اقوام عالم سے  
پوچھو کہ سچے بے قصور اور قابلِ رحم ہوتے ہیں غرات کا تھوڑا سا پانی لاکر اسے پلا دو،  
میری دعا لو اگر تم کو یہ خیال ہو کہ بچہ کے بہانے سے حسینؑ پانی پی لے گا تو اس بچہ کو میں  
اس جلتی ہوئی پانی سے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی سے میرا بکرا جاؤ۔

عجیب مظلوم فوج یزید میں تھا اور چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کچھ پانی پلانے کے لیے  
آمادہ ہوئے۔

میرے ششما ہے مجاہد ایسے ہی سپاہی ہونے چاہئیں جو غنیم کی فوج کا رنگ بدل دیں  
اور اپنا بنا لیں۔

ہے کوئی آج دنیا میں ایسا مجاہد، دکھائیں دنیا والے عمر سعد بھی ان ہی پیچھے والوں  
میں تھا کہ شیطان آیا اور اُس ملعون کو ایک دم چونکایا اور کہا تو کس خیال میں محو ہے۔ اُس  
کا یہ کہنا تھا کہ تصویر کا رخ بدل گیا وہ فوج کو لٹا کر پکارا۔ خبردار ہوشیاران کے کہنے میں  
نہ آتا۔

خرمہ بن کمال اسدی بڑھا اور سہ پہلو تیر اُس نے کمان میں جوڑا عمر سعد نے کہا۔  
اقطع کلام الحسین خرمہ نے حسینؑ کے کلام کو سہ پہلو تیر سے قطع کیا اور  
علی اصغرؑ کے گلوے نازعین سے وہ شیر پار ہو کر بازوئے امام پر لگا اور بچہ تیر کھا کر رانی  
جنت ہوا حسینؑ نے تیر کھینچ کر نکالا خون کا فوارہ گردنِ اصغر سے جاری ہوا آپ نے چلو

بھرا اور چاہا کہ زمین پر پھینکیں صدا آئی مولا اس خونِ نائق کو میرے اوپر نہ پھینکے گا۔ اگر ایک قطرہ بھی اس خونِ نائق کا میرے اوپر گرا تو قیامت تک ایک دانہ مجھ سے نہ اگے گا پھر حسینؑ نے آسمان کی طرف اس خون کو پھینکنا چاہا۔ آواز آئی مولا میرے طرف یہ خونِ نائق نہ آئے ورنہ تا قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ آئے گا۔

انکار آسمان کو ہے راضی میں نہیں

اصغر تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

میرے آقا لاشِ علیؑ اصغر خیمہ کی طرف لے کر چلے پھر رن کی طرف پھرے اور فرماتے جاتے تھے۔ بیٹا میں تمہاری ماں کو کیا جواب دوں گا میں تو تم کو پانی پلانے کے وعدہ سے لایا تھا۔ تمہاری دودھ بڑھائی تو پیکان تیرے ہوئی یہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ سات مرتبہ خیمہ اور رن کی طرف آئے اور گئے اور ہر بار فرمایا۔

رضا بقضاءہ وکسلاً لا مبرہ

غرض کہ بچہ کی لاش خیمہ میں لائے۔ ربابؑ نے دیکھا ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش میں آئیں فرمایا بیٹا علیؑ اصغر آؤ میری چھاتی سے لگ جاؤ تمہاری محبت کے جوش میں دودھ چھاتیوں میں اتر آہوا ہے۔ بیٹا میں تم کو کب سے پکار رہی ہوں، کیسی غفلت کی نیند سو رہے ہو میری گود خالی کر گئے۔ دادی کے گھر گئے راتوں کو تمہارے خیال میں تارے مٹوں کی سایہ میں نہ جٹھوں گی۔

اہلِ حرم نے ربابؑ کے اس بین پر و اعلیٰ اصغرؑ اور فریادہ کی صدا بلند کی حسینؑ لاشِ رن میں لائے اور ذوالفقار سے قبر علیؑ اصغرؑ کو دی۔ ذوالفقار نے بھی فریاد کی۔

آقا میں تو آپ کے دشمنوں کا سر اتارنے والی تھی۔ آج مجھ سے معصوم بچہ کی قبر کا کام کیوں لیا گیا۔ میں روزِ محشر معصومہ عالم کو کیا جواب دوں گی جب وہ مجھ سے پوچھیں



گی اسے ذوالفقار تو دیکھتی رہی اور میرا اصغر پیکان تیر کا نشانہ بنا اور تو نے قبر کھودی۔  
اس کے بعد حسین نے بچہ کی لاش دفن کی پانی نہ تھا جو قبر پر چھڑ گئے، آنسوؤں سے قبر  
کو تر کیا اور نشان قبر برابر کر دیا ایسا نہ ہو کہ بچہ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال  
ہو جائے یا دشمنان دین میرے جھنڈولے بالوں والے کا سر میرے سر کی طرح ٹوک  
نیزہ پر نصب کریں۔ (حسن الجالس صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۳)

﴿علامہ محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی﴾

محاسن امام حسینؑ

جناب علی اصغرؑ کی شہادت

میدان میں تو امام مظلوم صدائے استعاذہ کر رہے تھے، ادھر خیام میں مستورات کی  
صدائے ماتم بلند ہوئی۔ شبیرؑ کی تنہائی اور غربت بہنوں سے دیکھی نہ گئی، کہرام ماتم  
برپا ہو گیا۔ امام مظلوم خیمے میں تسلی دینے کے لئے آئے۔ یہ تسلی کہاں تک خاموش  
کر سکتی جن کا بھرا گھر ایک دن میں اجڑ گیا ہو، جن کے ساتھی بیٹوں، بھائیوں اور  
بھتیجیوں کی لاشیں پڑی ہوں وہ گریہ کس طرح ضبط کر سکتیں تھیں۔ بہر حال امام مظلوم  
تسلی دے رہے تھے کہ اس اثناء میں کم سن شیرخوار چھ ماہ کے نئی اصغرؑ کے رونے کی آواز  
مظلوم کے بلا کے کانوں میں پڑی جو شدتِ پیار سے مائے آب کی طرح تڑپ  
رہا تھا۔ نال دودھ پلانے سے معذور تھی۔ باپ پانی پلانے سے مجبور، محسوم بچہ بار بار  
زبان باہر نکالتا تھا اس درونِ ناک منظر نے اہل بیتؑ کو اور زیادہ مغموم کر دیا۔ امام مظلوم  
نے جناب زینبؑ سے فرمایا۔ بہن میرے صغیر بیٹے کو لے کر کولادوتا کہ میں اس سے وداع

کر لوں۔ جناب زینبؓ نے پیاسے معصوم کو حسینؑ کے ہاتھوں میں دے کر کہا: بھئی! اصغرؑ بہت پیاسا ہے کئی دن سے پانی نہیں پیا ماں دودھ پلائے سے معذور ہے۔ اس واسطے کچھ پانی کا انتظام کر لو۔ اپنی زندگی میں اسے پانی پلا دو، بھائی! تمہارے بعد کون پانی پلائے گا۔

اس خیال سے کہ معصوم بچہ ہے کسی مذہب و ملت میں بچہ قصور وار نہیں سمجھا جاتا۔ فوجِ اشقیاء میں بھی صاحبِ اولاد ہیں۔ شاید کسی کو ترس آجائے۔ امام مظلومؑ نے بچے کو ہاتھوں پر لیا۔ لیکن سارے دن کا معمول بیبیوں کو معصوم کی موت کا تصور دلا رہا تھا کس دل اور کس جگر سے معصوم کلی کو سوئے میدانِ روانہ کیا ہوگا۔

دستور ہے کہ بچہ جب ماں سے جدا ہوتا ہے۔ روتا ہے اور روتی ہوئی آنکھوں سے ماں کی طرف بار بار دیکھتا ہے ماں نے خشک ہونٹوں اور مرجھائی ہوئی صورت کو چوما۔

جھک جھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا

ماں کو علی اصغرؑ نے عجب پیاس سے دیکھا

حسینؑ نے صغیر کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ دیکھا معصوم بچہ زبان کو منہ میں پیاس کی وجہ

سے چبا رہا ہے۔

چھائی ہوئی زردی تھی جو دلہند کے منہ پر

شیر لے منہ رکھ دیا فرزند کے منہ پر

فرزندِ رسول اپنے ننھے فرزند کو لے کر میدان میں آئے کس لئے آئے۔ اُمتِ جد سے پانی مانگنے کے لئے۔ آہِ اساقی کوثر کا فرزندِ کریم بن کریم۔ حرکی فوج کو صحرائے بے آب میں پانی سے سیراب کر نیوالے آج بوندِ پانی کے لئے کینوں سے سوال کرتے ہیں، حضرات یہ مرحلہ بھی بہت دشوار اور جگر گزار ہوتا ہے جب کوئی کریم سائل



بن کر لئیم (کہنے) کے پاس آئے۔ بقراط سے کسی نے پوچھا: موت سے کوئی چیز زیادہ تلخ بھی ہے؟ اس نے کہا: ”ہاں! ایک کریم کا لئیم کے پاس سوال کرنا“ فرزند رسولؐ سے بڑے گمراہ زمانے میں کون کریم تھا اور ان اشیاء سے بڑھ کر کون لئیم تھا۔ امام مظلوم کریم بن کریم علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کے امت جد کے سامنے آئے اور ان لفظوں سے سوال آب کیا:

اگر اتم نے میرے انصار و اہل بیت کو قتل کر دیا۔ اب ہمارے گھرانے میں بھی صغیر بچہ رہ گیا ہے۔ میرے گھر کا تم نے خاتمہ کر دیا۔ اب اس معصوم بچے پر تمہیں رحم نہیں آتا۔ دیکھو تو سہمی یہ بے گناہ اور بے قصور بچہ کس طرح شدت پیاس سے جل رہا ہے۔ تمہیں ترس نہیں آتا۔ اس شیر خوار کو تو پانی پلا دو۔ اس کے بعد مولاؑ نے معصوم چہرے سے چادر کا دامن ہٹایا۔ منہ فوج اشیاء کی طرف کیا۔ اور ساتھ ہی جناب اصغرؑ سے فرمایا: ”بیٹا تو حجت خدا کا فرزند ہے۔ حجت تمام کر معصوم بچے نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، یہ ایسا دردناک منظر اور رقت خیز حالت تھی کہ سنگدل بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی بچہ تو بے قصور ہے اگر اسے پانی پلا دیا جائے تو کیا جرم ہے فوج اشیاء میں ہممہ پیدا ہو گیا۔ بعض ظالم منہ پھیر کر رونے لگ گئے بعض صاحب اولاد شقیوں کے دل بھر آئے آنکھوں سے دیکھنا نہ گیا غرض یہ کہ فوج ابن سحر کی کیفیت بدل گئی۔ اور حسینؑ کے ننھے اصغرؑ نے فوج یزید میں ایک ایسا تاثر پیدا کر دیا کہ سنگدل بھی آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔ اس واقعہ کو جناب میرا نہیں مرحوم نے منظوم بیان کیا ہے۔

کی آمد کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا      دامن کسی جلاؤ نے اشکوں سے بھگویا  
ہر شخص کے اک شیر کا قلب پہ گویا      بولا کوئی ایمان بھی گیا دین بھی کھویا

یوں پھول کوئی دھوپ سے مر جھا نہیں جاتا

بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

پھر سعد نے فوج کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو فوراً حرم کو پکار کر کہا: "اِقْطَعِ حَقْلَہِ الْحَسَنِ" حسین کی بات ختم کر یعنی اس بچے کا کام تمام کر دے۔ واضح رہے کہ یہ حرمہ بن کابل ملعون کو قہ کا مشہور تیر انداز اور ماہر نشانہ باز تھا۔ تیر اندازوں کا افسر تھا۔ اسی شقی و خبیث نے جناب عباس کو بے آس کیا تھا۔ اسی ملعون کی تیر بارانی سے غازی کا بدن چھلنی ہوا تھا۔ اور اسی کے تیر سے غازی کی مشک چھڑ گئی تھی اور پانی خاک پر بہہ گیا تھا اس زمانے میں اتنے بڑے اور نوکدار تیر ہوتے تھے کہ ایک تیر سے بھی جوان آدمی کا کام تمام ہو سکتا تھا۔ اور بعض اس قسم کے تیر تھے جن کی تین نوکیں ہوتی تھیں۔ کو قہ کے اسلحہ سازوں نے کچھ ایسے ہتھیار خاص طور پر تیار کئے تھے۔ زہرا کا گھر مریاد کرنے کے لئے بیڑوں اور تیروں کی نوکیں خیز کر دی تھیں۔ کیونکہ جتنا ہتھیار تیز اور مضبوط ہوتا اسی قدر قیمت زیادہ ملتی تھی۔

اس ملعون نے وہ تیر کمان میں رکھا جس کی لمبائی جناب اصغر کے قد سے زیادہ تھی کہا جاتا ہے کہ اس شقی کا ہاتھ بھی کانپا۔

حرم نے کئی بار کماں کھینچ کے دکھادی

دیکھا کبھی اصغر کو کبھی تیر کو دیکھا

ابن سعد کے حکم سے اس کمینے نے دل کو سخت کیا اور وہ تیر چڑھایا جس کی تین نوکیں تھیں کیونکہ ابن سعد کی طرف سے حکم تھا کہ بچہ زندہ واپس نہ جائے۔ معصوم بچہ حسین کے ہاتھوں پر تھا۔ منہ قوم اشتیاء کی طرف تھا کہ یہ تیر معصوم کی گردن میں پھوسٹ ہو گیا چونکہ تیر وزنی تھا، اس واسطے ایسا دھپکے لگا کہ صغیر کا رخ باپ کے ہاتھوں پر بدس گیا۔ بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تیر ایک کان میں لگا اور



نوک دوسرے کان سے پار نکل گئی خون کا نوارہ باہر نکلا اور رباب کا لال ہپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر ماں کی آغوش برباد کر گیا۔ دستور ہے کہ ماں کا دل ہمیشہ چھوٹے بچے سے بہلتا ہے کم سن بچیاں گود والے بچوں سے بہت مانوس ہوتی ہیں۔ پردیس میں رباب کی آنکھوں کا جو تارا اور دل کا سہارا تھا وہ ٹوٹ گیا اور جناب سیکنہ کا بہہ دوا چاتا رہا حسین کے خزانے میں یہ آخری لال تھا جسے ہار گا وایزدی میں پیش کر دیا۔

حسین کے دل پر کیا گزری ہوگی جب کہ کریم کے سوال کا اس طرح جواب دیا گیا۔ عزادارو! حسین دلاش اٹھانے میں تو کوئی دشواری پیش نہ آئی ہوگی۔ کیونکہ چھ ماہ کا صغیر تھا لیکن ایک دشواری ضرور پیش آئی۔ جو جوانوں کی لاش اٹھانے سے کم نہ تھی۔ ہائے ہائے کس دل سے مولائے معصوم کی گردن اور کانٹوں سے تیروں کی نوکیں نکالی ہوں گی۔ جواں بدن سے ٹوٹا ہوا نیزہ نکالنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ معصوم بدن سے تیر کی نوک دشوار ہے۔

مولائے مظلوم نے جب تیر نکالا تو خون کی دھار نکلی جو مولائے ہاتھوں پر لے لی منہ آسمان کی طرف کر کے کہا: خدایا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر، ان نابکاروں نے مدد کے لئے بلایا تھا۔ مگر میرا بھرا گھر آج برباد کر دیا۔ خدایا، میرے پاس یہ آخری قربانی تھی جسے تیرے حضور پیش کر دیا ہے۔

باقی لاشیں تو امام مظلوم خیمے میں لے گئے۔ لیکن کسی مصلحت سے اس شیر خوار کی لاش شہدائے بنی ہاشم کی لاشوں میں نہ رکھی۔ تنوار سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور اس معصوم میت پر شبانماز جنازہ پڑھی۔

عزادارو! وہ شخص کس قدر غریب و بے کس شمار کیا جاتا ہے جس کے ساتھ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں کوئی نہ جائے۔ یہ جس کے عزیز پر نماز جنازہ پڑھنے والے کم ہوں۔

حضرات! یہ نرالا شہید تھا جس کی معصوم اور منہی میت پر امام مظلوم نے نماز جنازہ پڑھی، پڑھائی نہیں۔ پڑھائی جب ہوتی جب پیچھے کوئی پڑھنے والا ہوتا۔ نمازی مولا کے تمام رخصت ہو گئے تھے، تنہا امام باقی تھا۔ اور تنہا مولا نے رباب کے اس معصوم تارے کو قبر کے سپرد کر دیا۔ مٹی برابر کی۔ قبر بنائی اور دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے، بارالہا! اب میرا گھر خالی ہو گیا ہے میرے پاس مردوں میں کوئی قربانی باقی نہیں رہی۔

منہی سی قبر کھودے اصغر کو گاڑ کے

شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(مجالس امام حسین ص ۳۰۳ تا ۳۰۷)

﴿مولانا سید شاہ حسین نقوی سرسوی﴾

مفتاح المجالس

شب عاشورا اور علی اصغر

وہ روایت جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے استاد معظم ”مثیر الاحزان“ میں بیان کرتے ہیں۔ جناب سیکندہ فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم کو پیاس کی اتنی زیادتی ہو گئی تھی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچادی تھی۔ پانی بالکل نہ تھا یہاں تک کہ مشکیں تک خشک ہو گئی تھیں میں پیاس سے بے تاب تھی اور میرے ساتھ اور بچوں کی بھی یہی حالت تھی میں اپنی پھوپھی زہنب کے خیمہ میں گئی کہ ان کو اپنی پیاس کی خبر دوں شاید انہوں نے ہمارے واسطے کچھ تھوڑا سا پانی اٹھا رکھا ہو۔ خدا کسی کو وہ منظر نہ دکھلائے جو جناب سیکندہ نے دیکھا خیمہ میں پہنچ کر کھڑی رہ گئیں اور اپنی پیاس کا اظہار نہ کر سکیں کیونکہ جناب زہنب کی آغوش میں جناب علی اصغر تھے۔ جو مائی بے آب کی طرح



ترپ رہے تھے۔ جناب زہنب کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ کھڑی ہو جاتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ فرما رہی تھیں بیٹا! تیری پھوپھی پر یہ حالت سخت ناگوار ہے کہ جس پانی کے واسطے تو رو رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے۔ جناب سیکڑہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ آواز سنی تو اپنا رونا بھول گئی۔ پھوپھی نے پوچھا سیکڑہ رو رہی ہے میں نے عرض کی جی ہاں میں ہی ہوں۔ میں نے اُن سے اپنی پیاس کا اس لیے اظہار نہ کیا کہ ان کو اور صدمہ ہوگا۔ میں نے کہا پھوپھی لتاں! اگر آپ کسی کو انصاف کے خیموں میں بھیجتیں تو شاید کچھ پانی مل جاتا یہ سن کر جناب زہنب انھیں گود میں علی اصغر کو لے کر روانہ ہوئیں اور عزیزوں کے خیموں میں پانی تلاش کیا پانی کا کہیں پتہ نہ چلا وہاں سے پلٹیں تو اور پیاس بچے ہمراہ ہو گئے۔ اب جناب زہنب کے دل سے پوچھئے کہ کیا گزری آغوش میں علی اصغر کا پیاس کی وجہ سے تڑپنا اور گردنچوں کے رونے کی آوازیں پانی پانی جناب زہنب بے تاب ہو کر ذریت حسن کے خیمہ میں بیٹھ گئیں کسی کو انصاف کے خیموں میں بھیجا کہ ممکن ہے کچھ پانی مل جائے۔ مگر وہاں بھی کہیں پانی نہ ملا۔ اس کے بعد اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اس وقت قریب میں بچے جناب زہنب کو گھیرے ہوئے تھے۔

ارباب انصاف سے پوچھتا ہوں جبکہ نویں کی شب میں پیاس کی یہ کیفیت تھی تو روز عاشورہ کو ان کی پیاس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے صابر گزر گئے مگر تاریخ عالم کر بلا کے بچوں کے صبر کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے کیونکہ جب تک امام حسین زندہ رہے اس وقت تو یہ بچے برابر کہتے رہے۔ ”العطش العطش“ لیکن ادھر جبریلؑ کی صدا سنی تو آوازوں کا انداز بدل گیا۔ اب کوئی جناب زہنب کے پاس نہیں جاتا کہ پانی پلا دیجئے اب تو کوئی کہہ رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے والا کبراہ کوئی کہہ رہا ہے واقا ساء کوئی کہتا ہے واحسیناہ کوئی کہتا ہے واعباساہ۔ جانتے تھے کہ پانی پلاتے والے ختم ہو گئے

ہیں ایک بیمار باقی ہے تو وہ اس قابل نہیں میں نے کسی تاریخ یا مقتل میں نہیں پڑھا کہ کوئی بچہ چوتھے امام کے پاس پیاس کی شکایت لے کر گیا ہو بس خدا ہی چاہے شام ہوتے ہوئے پیاس کس حالت پہ پہنچ گئی ہوگی۔ (مفتاح الجناس صفحہ ۶۷۲ تا ۶۷۳)

﴿علامہ سید محمد مہدی﴾

لوانح الاحزان

بیان شہادت علی اصغر

بادشاہ اسماعیل صفوی کے حکم سے جب حضرت خُر کی قبر کھودی گئی تو بادشاہ نے دیکھا کہ حضرت خُر کے سر پر جناب سیدہ کے ہاتھ کا رومال بندھا ہے، بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ یہ امام حسین کا رومال ہے تیر کا چاہا کہ اُس کو لے لیں جب کھولا خون کا فوارہ جاری ہوا ہر چند دوسری تدبیریں کیں مگر خون بند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ خون سے ساری قبر بھر گئی۔ اُس وقت پھر اُس رومال کو ہاندھ دیا۔ فوراً خون بند ہو گیا۔ بادشاہ کو پھر اُس رومال کے لینے کی طمع ہوئی اور کھول لیا پھر خون جاری ہوا۔ جب پھر ہاندھ دیا گیا تو خون بند ہوا تو اُس وقت شاہ نے اُن کو قبر میں پوشیدہ کر دیا۔ اُن کا روضہ بنوا دیا اور خادم مقرر کر دیا گیا۔ مگر مومنین! نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ جب علی اصغر کے گلے سے خون جاری ہوا تو اس وقت امام حسین نے علی اصغر کے گلے پر رومال نہیں باندھا بلکہ خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا اور باقی معصوم کے بدن پر مل دیا۔ غالباً اس لئے مل دیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ شہید کا لباس نہ اتارو اُسی لباس خون آلود میں دفن کرو۔ شہید کو غسل نہ دو تا کہ جو خون اس کے بدن میں لگا ہے دُسل نہ جائے۔ شہید کو کفن کی ضرورت نہیں اُسی لباس خون آلود میں جو اُس کے بدن میں ہے دفن کر دو تا کہ قیامت میں اسی حالت سے خدا کے سامنے جائے علی اصغر کے گلے کا خون تو امام



حسینؑ نے چٹو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا تھا اور باقی بدن اس کا زخمی نہ تھا خون آلود نہ تھا اس سبب سے حضرتؑ نے تمام جسم علیؑ میں خون ٹل دیا تاکہ ہم گنہگاروں کے واسطے زیادہ ذریعہ شفاعت کا ہو۔

### نمروذ کا تیر پھینکنا

جب نمروذ نے آسمان کی طرف تیر پھینکا ہے تو خدا نے مچھلی کو اس کا نشانہ بنا دیا مچھلی نے کہا بارالہ! میرا کیا قصور تھا جو نشانہ تیر ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے اس کے عوض میں سب مچھلیوں سے ذبح کی تکلیف کو اٹھایا علیؑ اصغرؑ بھی بے قصور نشانہ تیر ہوئے۔ اس کے عوض میں خدا سب شیعوں کے عذابِ جہنم کو نفع کر دیگا۔

### پہنچنا علیؑ اصغرؑ کا جناب فاطمہؑ کے پاس

ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی مومن کا شیر خوار بچہ مر جاتا ہے تو جناب فاطمہؑ اس کی پرورش کرتی ہیں۔ جب قیامت ہوگی تو اس کے باپ کو تھہ دیں گی۔ کیوں مومنین! جب علیؑ اصغرؑ اپنی دادی کے پاس پہنچے ہوں گے اور جناب فاطمہؑ نے اپنے پوتے کو دیکھا ہوگا کہ گلا چھدا ہوا ہے سارے بدن پر خون لگا ہوا ہے۔ زخم تیر سے اتنا بڑا سوراخ ہے کہ جیسے کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہے تو اُن معصومہ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

(لوائح الاحزان جلد دوم صفحہ: ۱۷۷ تا ۱۷۸)

### ﴿علامہ سید محمد مہدی﴾

### لوائح الاحزان

لاش علیؑ اصغرؑ کو دفن کر دینے کی وجہیں

مومنین سب کی لاشیں تو حضرت قتل گاہ سے خیمے میں اٹھا لائے مگر علیؑ اصغرؑ کی لاش

خیمہ گاہ کو نہ لائے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جناب امام حسین علی اصغر کو باب سے یہ فرما کر لائے تھے کہ تمہارے فرزند کو پانی پلا کے لے آتا ہوں۔ اب حضرت کو غیرت معلوم ہوئی کہ ابھی تو پانی پلانے لایا تھا اور ابھی اس کی لاش لے جا کے اس کی ماں کو ڈوں۔ اب یہ پوچھئے کہ جناب امام حسین نے کسی اور کی لاش دفن نہ کی پھر علی اصغر کی لاش کیوں دفن کر دی۔ اس کی کئی وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت کو خیال ہوا کہ اور لوگ جو مارے گئے وہ میدان جہاد میں مخالفین سے لڑے تھے یہ بچہ تو کسی سے لڑنے نہ آیا تھا۔ محض بے قصور ذبح کیا گیا ہے۔ اگر اس کی لاش زمین پر زیر آسمان پڑی رہے گی تو عجب نہیں کہ ملائکہ میں اضطراب پیدا ہو اور اس کی وجہ سے دریا بے غضب الہی جوش میں آجائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمین کو بلا شدت سے گرم ہو رہی تھی۔ حضرت کو گوارا نہ ہوا کہ ننھی سی لاش کو جوش پھول کے نازک تھی اس جلتی زمین پر شدت آفتاب میں رکھ دیں۔ تیسرے شاید جناب امام حسین نے خیال کیا ہو کہ جب بعد شہادت ہمارے اہل بیت لٹ کر قتل میں آئیں گے تو اس لاش کو دیکھ کر نہایت یہ قرار ہوں گے۔ خصوصاً مادر علی اصغر اپنے بچے کی لاش دیکھ کر عجب نہیں مرو سینہ پیٹتے پیٹتے ہلاک ہو جائیں، چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اگر حضرت دفن نہ کرتے تو اشتیاء اس بچے کا بھی سرکٹ کر نوک نیزہ پر چڑھاتے۔ اس خیال سے بھی حضرت نے دفن کر دیا۔ پانچویں وجہ یہ بھی سن لیجئے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ عجب وجہ عرض کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کو تاب نہ رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت کو خوب معلوم تھا کہ بعد شہادت کے ملائین لاشہائے شہداء پر گھوڑے دوڑائیں گے۔ اگر اس بچے کی لاش زمین پر پڑی رہی تو یہ کیونکر تحمل ہو سکے گا۔ اس پامالی میں ننھی سی لاش ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ غالباً ان ہی وجوہ سے حضرت نے سپرد خاک فرمادیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(لوائح الاحزان جلد اول صفحہ ۱۹۷ء)



### ﴿علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی﴾

حملہ کو مختار کے سامنے لایا گیا کہا تجھے قتل کریں گے ہاتھ پیر کاٹیں گے، آگ میں تجھے ڈال دیں گے، تیرے جسم کے اعضاء آگ میں جلائے جائیں گے، لیکن ہم قتل نہیں کریں گے، جب تک تو یہ نہ بتا دے کہ تو نے کربلا میں کیا کیا، حملہ نے کہا، امیر قتل کیا ہے تو قتل کر دے اب ہم سے یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ روئے گا حملہ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے کہ امیر بس قتل کر دے ہاتھ پیر نہ کاٹ اور یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ امیر مختار نازیبا نہ لے کر اٹھے کہا ظالم جابر تجھ کو بتانا پڑے گا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا۔ یہ پورا اور بار سننے بیٹھا ہے۔ یہ حسین کی مجلس تھی ذکر علی اصغر تھا۔ قاتلوں سے بھی مختار نے مظالم کا اقرار کروایا ہے۔ کروڑوں حسین کبھی قاتل کو بھی ذکر مظالم کرنا پڑا تاریخ میں ہے، مختار نے کہا سنا کیا ہوا۔ حملہ نے کہا امیر جب ہم گھر سے چلے تو ہم لے کر کش میں چھ تیر رکھے چھوٹے حیرتیں بھال کے تھے ہم نے چونکہ ہم گھوڑے کا شکار کرتے تھے، گائے کا شکار کرتے تھے راستے میں اس لئے بڑے تیروں کی ضرورت ہوتی تھی، بڑے جانوروں کے لئے ایسے تیر استعمال ہوتے تھے، جانور بھاگنے نہ پائے اس لئے ہم تیروں کو زہر میں بھالیتے تھے سارے تیر زہر میں بچھے ہوئے تھے اور میری کمان بڑی تھی جو دو ٹانگ کی تھی، ہمارا تیر جس پر گرے تو ایسا لگے کہ دو من وزن اس پر گر گیا اور ہمارے نشانے نے کبھی خطا نہیں کی۔ ہم عرب میں بہت اچھے تیر انداز مشہور تھے ہم چلے تو حکم یزید تھا کہ کربلا پہنچو لیکن راستے میں ہم شکار کھیلتے ہوئے چلے ہمیں شکار نظر آیا ہم نے تین تیر شکار پر پھینکے لیکن شکار نہ گرا تیر ضائع گئے میں نے اس کو بد شکونی سمجھا اس لئے میں نے تین تیر محفوظ کر لئے پھر میں نے شکار نہیں کھیلا تین تیر لے کر میں کربلا آیا اور تین مقامات تھے جہاں مجھے بلایا گیا،

کہا بتا کب کب تو نے تیر پھینکا، کہا امیر! بچوں میں شور تھا ہم پیاسے ہیں، العطش العطش ہم نے دیکھا کہ ایک ننھی سی بچی لے اپنے چچا کو مشک دی چھوٹے چھوٹے بچوں نے چچا کو رخصت کیا بچوں میں شور تھا کہ ہمیں پانی پلائیے عباس چلے کہہ کر چلے کہ ہم فرات پر جاتے ہیں پانی لائیں گے پیاسے بچے انتظار میں تھے عباس نے فرات سے مشک بھری مشک سینے پر رکھ کر عباس گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو عمر سعد نے مجھے کہا حرم! پانی نہ جائے خیمے میں اگر پانی چلا گیا تو عباس پھر بہت بہادری سے لڑیں گے حسین پھر لڑیں گے تو ہم میں سے ایک نہ بچے گا۔ پانی نہ جائے خیمے میں پانی نہ جائے ہم نے نشانہ لیا عباس کی مشک کا نشانہ اور جب ہم نے تیر چلا یا تو مشک سیکڑہ میں تیر پیوست ہو اپانی بہہ گیا ادھر پانی بہا ادھر عباس کا لبو بہا کہا دوسرا تیر کب پھینکا کہا امیر دوسرا تیر نہ پوچھو تمہیں تیسرا تیر بتادوں کہا اچھا چل تیسرا تیر بتا دے کہا یہاں خری تیر جو میری کمان میں تھا حسین بہت بہادری سے لڑ رہے تھے حملہ کرتے جاتے تھے لشکر کو بھگاتے جاتے، عمر سعد نے کہا حرم! کچھ ایسا کر کہ حسین گھوڑے سے گر جائیں، میں نے کمان میں تیر لیا اور حسین کی پیشانی پہ لگا، ہو گئی تقریر صرف دو جملے مختار آگے بڑھے اور کہا وہ دوسرا تیر جس کا ذکر نہیں کرنا چاہتا وہ سنار دے لگا ہاتھ جوڑے کہا امیر نہیں بتا سکتا مختار نے خنجر لیا بازو کاٹے، کہا بتا تجھے بتاتا پڑے گا پورا دربار رو رہا تھا فریاد تھی قیامت تھی حرم! گھبرایا کہا امیر حسین ایک بچے کو لے کر بلندی پر آئے چادر ہٹائی کہا میرا بچہ پیاسا ہے تھوڑا سا پانی پلا دو اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے تین دن کا پیاسا ہے، بس عمر سعد نے کہا قطع کلام! حسین بس میں گھوڑے کی پیٹھ پر سے اتر، بیٹھا ایک خانہ زین پر رکھا دوسرا اٹھایا کمان میں تیر جوڑا تیر چلا کہا کیا ہوا کہا بچہ حسین کے ہاتھوں پر پلٹ گیا۔ حسین نے چلو میں ابولیا

(عشرہ مجالس "اقوام عالم اور عزاداری حسین" ... لاہور، ۱۹۹۷ء)



..... ﴿باب ششم﴾ .....

شہزادہ علی اصغرؑ  
دانشوروں کی نظر میں

## حضرت ربابؑ

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی رباب تھا، آپ کے والد قبیلہ قضاہ کے سردار تھے، ان کا نام و نسب یہ ہے۔ امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن برہ بن ثعلبہ بن عمران بن الحاف بن قضاہ یہ پہلے عیسائی تھے، خلافت ثانیہ کے دور میں اسلام قبول کیا۔ جناب ربابؑ کی والدہ کا نام ”ہند“ تھا جو ریح بن مسعود بن مروان بن حصین بن کعب بن طلیم بن کلیب کی بیٹی تھیں۔

امام حسینؑ سے نکاح:

آپ سے امام حسینؑ کا نکاح جناب شہر بانو کے بعد کوفہ میں ہوا۔ شرر صاحب نے اس عقد کا بھی عہد خلیفہ ثانی میں ہونا ظاہر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب امراء القیس نے عہد خلیفہ ثانی میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور قبیلہ قضاہ کے سردار بنائے گئے اور باہر نکلنے لگے تو ”الغرض امراء القیس پٹ کے چلے تھے اور ہنوز خلیفہ ثانی کی صحبت سے باہر نہیں نکلے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے دونوں صاحبزادوں حسن اور حسینؑ کو لئے ہوئے اٹھے اور بڑھ کے اس کو مسلم شہسوار عرب کا دامن پکڑ لیا اور کہا چچا، میں علی بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کا چچا زاد بھائی اور داماد ہوں اور یہ میرے دونوں بیٹے ہیں جو غمخیز کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم قینوں آرزو مند ہیں کہ ہمیں اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ امراء القیس نے یہ درخواست سنتے ہی قبول کی اور کہا اے علیؑ میں اپنی بیٹی محیاۃ فہارے عقد میں دیتا ہوں اور اے حسن اپنی بیٹی سلمیٰ



تمہارے عقد میں اور اے حسین میری بیٹی رباب تمہارے لئے ہے۔ الغرض اسی صحبت میں یہ تینوں عقد ہوئے اور خلیفہ ثانی کے عہد میں رباب کو خاندان نبوت کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔

یہ روایت کئی وجوہ سے محل نظر اور ناقابل اعتماد ہے:-

(۱) سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پوری داستان میں کہیں پر یہ نہیں بتایا جاتا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بغیر سابق تعارف کے اور بغیر کسی گفتگو کے یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ امراء القیس کی تین بیٹیاں ہیں اور تینوں قابل عقد ہیں؟ یہی خدا اس روایت میں ایسا نہ کیا ہے جو گڑھنے والے کے کانسہ نر کے طلا کی عمارتی کر رہا ہے۔

(۲) دوسری وجہ جو فخر الحکماء مولانا سید علی ظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کے اقوال سے ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

”مگر قرینہ سے یہ روایت بھی غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ عقد اس زمانہ میں ہوا ہوتا تو حضرت سیکندہ کی ولادت اسی قریب زمانہ میں ہوتی کیونکہ طرفین میں کوئی صغیر السن نہ تھا۔ حالانکہ اولاد امام حسین میں بجز امام زین العابدین کوئی ایسا نہیں ہے جس نے زمانہ جناب امیر کو دیکھا ہو چہ جائے کہ خلیفہ دوم و سوم کے زمانہ میں کسی کی ولادت ہوئی ہو جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ عقد متاخرانہ زمانہ میں ہوا کیونکہ موت خلیفہ دوم ۲۳ھ ہجری میں ہے اور معرکہ کربلا ۶۱ھ میں، تو پھر کس عقل سے کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اتنی مدت (۳۷ برس) یوں ہی گزر جائے اور حضرت سیکندہ آخر عمر میں پیدا ہوں۔ لہذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ عقد متاخر زمانہ میں ہوا۔ (جواب شرر ص ۱۳۲)

(۳) اس پر متزاد رواج خاندان والا سوال ہے جسے جناب شہر بانو کے واقعات کے سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ جناب امراء القیس کے دل میں اس کی بڑی تمنّا تھی کہ میری لڑکیاں خاندان رسالت ہی میں بیاہی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بڑی صاحبزادی عیّاشہ کا عقد امیر المومنین سے کیا تھا۔ مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں ازواج امیر المومنین کے نام کے سلسلہ عیّاشہ بنت امراء القیس کا نام بھی ملتا ہے اور یہ تذکرہ بھی ہے کہ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھی جو کمسنی ہی میں وفات پا گئیں اور مناقب ہی میں قوۃ القلوب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے کہ امیر المومنین کی وفات کے وقت آپ کی ازواج میں سے چار بیویاں زندہ تھیں۔

(۱) امامہ بنت ابی العاص (۲) اسماء بنت حمیس (۳) سلّی التیمہ (۴) اُم البنین۔

اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ عیّاشہ بنت امراء القیس کا انتقال امیر المومنین کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔

اسی طرح انہوں نے اپنی چھوٹی صاحبزادی رباب کا عقد امام حسن علیہ السلام سے کیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان کی کوئی صاحبزادی سلّی تھیں اور ان کا عقد امام حسین علیہ السلام سے ہوا تو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی ازواج میں کہیں سلّی کا نام نہیں ملتا۔

مختصر یہ کہ امراء القیس کا دور خلافت ثانیہ میں اسلام لانا بھی قطعی ہے۔ ان کی دو بیٹیوں کا امیر المومنین اور امام حسین علیہ السلام کے عقد میں آنا بھی مسلم ہے، لیکن ان سب واقعات کو غلط ملط کر کے اس سے ایک داستان مرتب کر لینا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سب باتیں اُسی دن رونما ہوئیں جس دن وہ اسلام لائے یہ محض شرر صاحب اور ان کے ہم مذاق داستان سراؤں کی بلند پروازی ہے۔ حقیقت سے اس کو کوئی علاقہ نہیں ہے۔

جناب شہر باؤں کے بعد کوفہ میں جناب رباب سے عقد ہونے کا قرینہ یہی ہے کہ



امام زین العابدین علیہ السلام جو جناب شہر بانو کے بطن سے تھے۔ امام حسینؑ کی سب سے بڑی اولاد تھے اور انہیں کی ولادت کے بعد جناب شہر بانو کا انتقال ہو گیا، ایسی صورت میں یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ دوسری ازواج (جن کی اولاد امام زین العابدینؑ سے بہت چھوٹی تھی) بعد میں امام کے حوالہ عقد میں آئی ہوں گی۔

اولاد:-

آپ کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں:-

اول سیکندہ آپ کا نام ”آمنہ“ اور بروایت ”امیہ“ تھا لیکن فرط محبت کی وجہ سے والدین نے سیکندہ (باعث سکون محل) پکارنا شروع کر دیا اور اب یہ اصل نام سے زیادہ شہرت پا گیا۔ واقعہ کربلا میں جناب سیکندہ بہت کسن تھیں عموماً تین چار برس آپ کی عمر بتائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ۵۶ھ یا ۵۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہوگی۔

دوم عبداللہ الرضیع۔ یہی وہ ششماہہ فرزند تھا جو علی اصغرؑ کے نام سے مشہور ہے اور جن کے خون ناحق نے حسینؑ کی مظلومی کی تصویر میں ایسا شوخ اور پائیدار رنگ بھر دیا ہے جو اب لا باد تک قائم رہے گا، یہ واضح رہے کہ یہ بچہ ۱۰ محرم کو چھ مہینے کا تھا۔ اس لحاظ سے اس کی ولادت مدینہ سے روانگی کے چند ہی روز قبل ماہ رجب سنہ ۶۰ھ کی کسی تاریخ میں ہوئی ہوگی۔

صاحب تاریخ التواریخ عبداللہ اور علی اصغرؑ کو دیکھتے ہیں اور عبداللہ کو واقعہ کربلا میں اتنا برا سمجھتے ہیں کہ وہ بعد شہادت جناب علی اکبرؑ خیمہ سے لرزاں و ترساں باہر نکل پڑے اور ہانی بن بعیث نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔

یہ موصوف کا تسامح ہے کیونکہ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد جو چھ بچے باہر آئے تھے اور شہید ہو گئے تھے ان کے نام شیخ مفید اور ابن نما رحمۃ اللہ علیہما نے لکھے

ہیں اور ان میں ایک بچہ عبداللہ نامی بھی ہے مگر وہ عبداللہ بن حسین نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل ہے غالباً نام کی مشابہت نے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔

جناب ربابؑ کی منزلت :-

اہل بیتؑ میں اور خود امام حسین علیہ السلام کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت بہت تھی بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی امام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

لعمرك انسى لا حب دارا

فکون بها سکينة والرباب

احبهما وابدل جل عالى

ولیس لعاتب عندی عتاب

ترجمہ :- حیرتی جان کی قسم! میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں اور ان کے لئے اپنا سارا مال صرف کر سکتا ہوں اور مجھے کسی کی ملامت کی پروا نہیں ہے۔

ابوالفرج اصفہانی صاحب آغانی نے ان اشعار کے متعلق ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ بد قسمتی سے مجھے شاعرانہ ذوق بھی ہے اور میں اپنے ذوق کی بنا پر یہ تسلیم کر لینے سے معذور ہوں، یہاں ”العمرک“ سے واقف کوئی مخصوص فرد مخاطب کی گئی ہے اور لیس لعاتب عندی عتاب کہہ کر اسی فرد کے عتاب اور ملامت سے بے پروائی کا اظہار کیا گیا ہے۔ عربی ادب ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں شعراء اس قسم کا مخاطب استعمال کرتے ہیں جن کا کوئی معین مخاطب نہیں ہوتا، ہم دم، ہم رائہ، ساتھی، دوست اور اسی قسم کے الفاظ ہیں جو آزادی کے ساتھ اشعار میں استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر ان الفاظ کی موجودگی سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ شاعر کے کسی دوست نے اس کی ملامت کی



اور اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں تو اس سے کہنے والے کے ذوق کا ماتم کمر پڑے گا، اس مفروضہ کو ابو الفرج اصفہانی نے اپنے سلسلہ سند سے ”ملاک بن اعین“ سے نقل کیا ہے جو سنی تھا اور ”مجبول“ تھا چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان (جلد پنجم ص ۳) میں اس کی مجہولیت کی تصدیق کرتے ہیں اور خود ابو الفرج اصفہانی جو ناقل آخر ہے اس کے معایب و مثالب اس سے بہت زیادہ ہیں کہ حیط تحریر میں لائے جائیں یہاں صرف علامہ ابن حجر عسقلانی کا بیان نقل کر دینا کافی ہے۔ علامہ موصوف لسان المیزان میں تحریر فرماتے ہیں۔

كان ابو الفرج الاصفهاني اكذب الناس كان يشتري شيئا كثيرا من صحف ثم يكون راوا ابتكلها منها۔

ابو الفرج اصفہانی اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) تھا اس کا قاعدہ تھا کہ بہت سے اوراق و رسائل خرید لیتا تھا اور انہیں کی مندرجات پر اپنی روایتیں تیار کر لیتا تھا۔ خود ابو الفرج اصفہانی اس کتاب آغانی کی لغویتیں اور اس سے پیدا ہونے والی رسوائیوں سے بخوبی آگاہ تھا۔ چنانچہ آغانی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

فتكلفت ذلك على كراهية ان ابو ثر عنى في هذا المعنى ما بقى على الايام مغلد اوالى على تطاولها منسوباً (دیباچہ آغانی)

میں نے اس کام کو اٹھایا حالانکہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے قلم سے اس موضوع پر ایسی کتاب لکھی جائے جو دور ایام کے ساتھ باقی رہے اور میری طرف منسوب کی جائے۔

مگر افسوس کہ بنی امیہ کی خوشامد اور طمع کرتے اس سے ایسی لغو، لا طائل اور فضولیات سے لبریز کتاب لکھواہی دی۔

اب جو روایت آسانی جیسی لغو اور مبہل کتاب میں ہو اس کا راوی اول مجہول اور ناقص آخر اکذب الناس لہو و لعب کا دلدادہ اور شجر ملعونہ کا ایک فرد ہو اس کی وثاقت کو معرض بحث میں لانا ہی بیکار ہے مگر ضرورتاً اس پر اتنی تنقید کرنی پڑی کہ دوسرے متعلق واقعات :-

جناب رباب کی زندگی حسرت و آلام کا مرقع تھی، عاشور کے روز پہلے علی اصغر کا داغ دل پر اٹھایا اس کے بعد امام کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب سیکڑہ باعث تسکین تھیں۔ اس بچی نے بھی زعمان شام میں ساتھ چھوڑ دیا اور باپ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ مدینہ واپس آ کر جناب رباب دن رات گریہ و زاری میں مشغول رہا کرتی تھیں اور یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کر فرزند رسول کو یاد کرتی تھیں۔

ان الذی کان نوراً یستفاء بہ  
بکر بلا قتیل غیر مدفون  
سبط البنی جزاک اللہ صالحہ  
عناد حنبت خسران الموازین  
قد کنت لی جبلاً صعباً الوزبہ  
و کنت تصبحنا بالرحم والدين  
من لیتمی و من السائلین و من  
یغی و بادی الیہ کل مسکین  
واللہ لا یتغی ظہرا الصہر کم  
حتی اعیب من الہل و الطین

ترجمہ :- (۱) افسوس کہ وہ نور مجسم جس سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی، کر بلا میں



بے گور و کفن مقتول پڑا رہا۔

(۲) اے سبط رسول! خدا آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا کرے اور آپ کو نقصان میزان محفوظ رکھے۔

(۳) آپ میرے لئے ایک کوہ بلند تھے جس سے مجھے پناہ ملتی تھی اور آپ ہم لوگوں کے ساتھ رحم اور دینداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

(۴) آپ کے بعد کون ہے جو قیاموں اور سالوں سے ہمدردی کرے اور فقراء و مساکین اب کس کے پاس جائیں۔

(۵) خدا کی قسم! آپ کے رشتہ کے بعد اب میں دوسرا رشتہ پسند نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ خاک میں چھپا دی جاؤں۔

ابن اثیر ہمیں بتاتا ہے کہ جناب ربابؑ جب تک زندہ رہیں کبھی کسی چھت کے سایہ میں نہیں بیٹھیں بلکہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ زیر آسمان بیٹھی خون کے آنسو روتی رہیں۔

لوگوں نے جناب ربابؑ کے پاس عقد ثانی کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔ مگر آپ نے جیسا کہ آپ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے حسین کے بعد کسی کے گھر جانا پسند نہیں کیا اور اسی عالم کرب و اضطراب میں زندگی کے دن پورے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ آنے کے سال بھر بعد ہی آپ نے دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ (مولانا سید سعید اختر رضوی سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

### جناب عبداللہ شیرخوار

رفتہ رفتہ ۶۰ھ میں خلافت رسوائی اور ذلت کے ایسے عمیق غار میں گر گئی جس کے بعد پستی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ تھا، معاویہ کا چھینٹا اور بدکردار بیٹا یزید، اسلام کے

مقدس رسول کا نائب بنادیا گیا، پہلے تو معاویہ کی زندگی میں مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کی کمک اور تائید پر ولی عہد بننا ہے اور پھر اپنے باپ کے بعد اسلام کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ سوائے چند گنے چنے اشخاص کے بیعت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ سبب اس وقت ہوا جب مسلمانوں کی مروجہ شہری لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی اور بکثرت مسلمان ایسے بھی موجود تھے جنہوں نے رسول خدا کی زیارت و صحبت کا مرتبہ بھی حاصل کیا تھا اور بقول مؤرخ ابن خلدون ”صحابہ کی اکثریت یزید کے ساتھ تھی اور اس کے خلاف اقدام کو جائز نہیں سمجھتی تھی۔“

جو کچھ ہوا خدائی فتناء کے بالکل برعکس تھا، امر امت کے جو اصلی وارث تھے انہیں محروم رکھا گیا اور بجائے نص خدا اور رسول کے اجماع، استخلاف، شوری اور قہر و غلبہ سے بننے لگے۔ مسلمانوں کا یہ طریقہ گستاخ خطرناک اور کس قدر کتنا تھا، یہ بات پردہ ہی میں رہ جاتی اگر خدا کی جانب سے امام حسینؑ مامور نہ ہوتے کہ یزید کی بیعت سے انکار کے بعد جتنی سختیاں درپیش ہوں ان کا مظلومانہ مقابلہ کیا جائے تاکہ خلافت یزید اور اس کے مہادی و مقدمات اور مسلمانوں کا طریقہ کار سب کچھ اپنے اصلی روپ میں دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ جاوے۔

امام علیہ السلام کا اس سلسلہ میں ہر اقدام الہی سیاست کا آئینہ دار تھا، طے شدہ لائحہ عمل کے تحت آپ نے سب سمجھ کیا۔ انہیں یہ بھی حکم ہوا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور اطفال کو بھی اپنے ساتھ عراق لے جائیں۔

مدینہ کے قافلہ روانہ ہوتا ہے جناب ربابؑ کی آغوش میں ایک نازک بدن شیرخوار بھی ہے۔ ۲۸ رجب ۶۰ کو سفر شروع ہوتا ہے۔ ربابؑ کا نور نظر کر بلا پہنچ کر چھ ماہ کا ہو گا لہذا بوقت سفر اس کی عمر دو ڈھائی ہفتہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے۔ ہو



سکتا تھا کہ امام بچے اور اس کی ماں کو وطن چھوڑ جاتے، مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ راستہ کی گرمی سفر کی مشقتیں سب ایک طرف اور امام کا عزم محکم ایک طرف کہ وہ عیال و اطفال کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے، بچے کی پوری عمر سفر میں گزرتی ہے ولادت کے بعد دوڑھائی ہفتہ وطن میں قیام اور صرف آٹھ دن کربلا میں قیام اس کے بعد سفر آخرت۔

کربلا کے واقعہ میں امام کو عبداللہ رضیع کی ضرورت تھی۔ اس لئے باوجود انتہائی کمسنی کے امام نے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ کربلا کے واقعہ سے اگر تین دن کی پیاس، شہادت شیرخوار، اسیری حرم کو علیحدہ کر لیا جائے تو پھر واقعہ کی وہ تاثیر باقی نہیں رہ جاتی جتنی ان سب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

کسی قانون میں بچوں پر بیدار و ناہیں ہے اور پھر ایسا کہ کمسن بچہ جو نہ ابھی زبان سے بولتا ہو، نہ پیروں سے چل سکتا ہو، پھر وہ بچہ کسی معمولی انسان کا بچہ بھی نہ تھا فرزند رسول امام حسین کا نور نظر یعنی رسول اسلام کا پوتا تھا اور حسین کے مقابلہ پر آنے والے انہیں رسول کا کلمہ پڑھنے والے تھے اور ان کا حاکم اپنے کو انہیں رسول کا نائب بتلاتا ہے، اس استبدادی حکومت کا سنگ بنیاد نہ رکھا گیا ہوتا کہ رسول کی اکلوتی بیٹی پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر اس کے شکم میں حضرت محسن کو شہید کر ڈالا جاتا تو برگز برگز ۶۱ھ میں یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا کہ رسول کا فرزند اپنے چھ ماہ کے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر اتنا بلند کرتا ہے کہ زیر بغل سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ مسلمانوں کے مجمع سے خطاب کرتا ہے کہ اگر تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس کمسن بچے پر تو رحم کرو اسے ذرا سا پانی پلا دو اور جواب میں بجائے رحم کے سر شیعہ خیر سے بچے کو شہید کر دیا جاتا ہے دیکھنے میں تو سب سے چھوٹی قربانی تھی مگر اپنے دور رس نتائج کے لحاظ سے بڑی عظیم

تھی، کربلا کے واقعہ میں شاید ہی کوئی اتنا بھیاں تک اور حیرت انگیز واقعہ ہوگا جتنا یہ واقعہ ہے۔ امام مامور تھے۔ خدائی مصالحوں کا تقاضا تھا کہ خلافت کے نام نہاد و عویدار کی ذہنیت اہل دنیا کے سامنے بے نقاب ہو جائے دیکھنے میں علیؑ اصغر شہید ہو رہے تھے اور حرمہ کا تیران کے گلوئے مبارک کو زخمی کر رہا تھا مگر واقعہ یہ تھا کہ بے شیر نے وہی تیر پٹا دیا جو خلافت باطلہ کے دل پر جا کر لگا، بائیانِ خلافت کی روحیں تھرا گئیں اور اُن کی آن میں ان کی تمام کوششیں دم توڑنے لگیں۔ تیر لگنے کے بعد بے شیر اپنے باپ کو دیکھ کر مسکرایا بھی تھا، اپنی اس مسکراہٹ میں علیؑ اصغرؑ نہ معلوم کیا کچھ کہہ گئے یہ مسکراہٹ باپ کی کامیابی پر مبارک باد تھی جس میں ظلم و جور کی طاقتوں کا استہزا بھی سمو دیا گیا تھا، علیؑ اصغرؑ کا تہسم حق کی فتح کا اعلان تھا، دنیائے انسانیت کی ہمدردیاں حسینؑ کے ساتھ ہو گئیں اور یزید اور اس کا لشکر ملامت و نظرین کا ہدف بن گیا۔ کسی مسلمان کو ایسی اسلامی حکومت سے کیا توقع ہو سکتی ہے جو رسولؐ کے پوتے کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے بلکہ سوالِ آب کے جواب میں تیر مار دے۔ علیؑ اصغرؑ اپنی مسکراہٹ میں یہ بھی کہہ گئے کہ مسلمانو! ذرا غور کر لینا عوام کے درد دکھ اور ان کے روٹی کپڑے کا انتظام وہ جابر حکومت کیا کر سکتی ہے؟ جس کے یہاں مجھ ایسے کسں بچے پر رحم کرنے کی گنجائش نہ ہو اور پھر میں وہ ہوں جس کے دادا رسولؐ خدا کے نام پر یہ لوگ لاکھوں انسانوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

علیؑ اصغرؑ کی شہادت سے ہمیں بہت کچھ ملا۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ امام کسی جارحانہ مقصد کے لئے وطن چھوڑ کر نہیں نکلے تھے کیونکہ ایسے مواقع پر کوئی اپنے اہل و عیال اور اپنے اطفال کو ہمراہ نہیں لے جایا کرتا، ہم سمجھ گئے کہ یزید اور اس کی حکومت کس جنگ نظری اور کم ظرفی کے درجہ پر پہنچی ہوئی



تھی اور یہ کہ وہ اصول جن کی بنا پر اسے خلافت ملی ہے کتنے کتنے ہیں۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ امام اور ان کے بچے پیاس کی کتنی اذیتیں اٹھا رہے تھے کہ چھ مہینے کے بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے سوال آس کر رہتے ہیں اگر پانی ہوتا تو اس بچے کو ضرور سیراب کیا جاتا۔ رونے اور زلزلے کے مقصد میں بھی یہ شہادت کس قدر معین ثابت ہوئی، جو بہر حال ایک بہترین مقصد اور خدا و رسولؐ اور ائمہ طاہرین کی جانب سے اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

امام علیہ السلام نے بالخصوص اس واقعہ کی جانب اپنے شیعوں کی توجہ اس طرح موڑی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمِ عَاشُورَا جَمِيعًا تَنْظُرُونِي

كَيْفَ اسْتَسْقَى لِطْفَلِي نَابِوَا اَنْ يَرَحْمُونِي

میرے شیعو! کاش تم سب عاشور کے دن مجھے دیکھتے کہ کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگ رہا ہوں لیکن انہوں نے مجھ پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔

امام نے کسی اور واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس شعر سے پہلے شعر میں اپنے شیعوں سے یہ فرمائش کی ہے کہ جب ٹھنڈا پانی پیتا تو مجھ کو یاد کر لینا اور جب کسی پردہ سی یا شہید کا حال سنتا تو میرے حال پر نوحہ کرنا اور پھر اس کے بعد اپنے طفل شیرخوار کے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تمنا کا اظہار کیا ہے کہ کاش تم لوگ مجھے اس وقت دیکھتے۔

یہی وہ مصیبت ہے جس کے بعد امامؑ نے فرمایا تھا "حقون کا ہی انہ بعین اللہ" یہ تمام مصائب میرے لئے اس لئے سہل ہو گئے ہیں کہ انہیں خدا دیکھ رہا ہے، اور بارگاہ الہی میں یہ بھی عرض کیا تھا، پروردگار میرا بچہ ناقہ صالح سے تو کمتر نہ ہوگا؟

اور بقول صاحب تذکرۃ خواص الامم، اس وقت جب کہ بوڑھا باپ اپنے بچے کو

ہاتھوں پر لئے تھا اور اس کے گلے پر حرمہ کا تیر پیوست تھا فضا سے ایک آواز آئی حسینؑ اب اس بچے کو اپنے سے جدا کر دو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔ اور یہی وہ مصیبت ہے جس کو امام مظلوم نے بھی مصیبت کا درجہ دیا کیونکہ آپ تو اس خانوادہ سے تھے جس نے فلسفہ مصائب ہی کو نئے روپ میں پیش کیا تھا، مصیبت کو مصیبت سمجھنا اور اس پر صبر کرنا اور ہے مگر آل محمدؑ مصائب کو نعمت سمجھ کر ہمیشہ اس پر شکر کرتے رہے اور یہی شیوہ امام مظلوم کا بھی رہا آخر وقت تک آپ کی زبان مبارک پر اپنے پروردگار کا شکر ہی رہا اور شیعوں میں نماز کے بعد جو سجدہ شکر مستحب ہے جس میں پیشانی کے بعد یکے بعد دیگرے دونوں رخساروں کو خاک پر رکھا جاتا ہے اور آخر میں پھر پیشانی رکھی جاتی ہے اور زبان پر کلمات شکر پروردگار ہوتے ہیں، یہ دراصل امام علیہ السلام کے آخری وقت کے آخری سجدہ کی حکایت اور یادگار ہے، مگر اس کے باوجود امام نے اس طفل شیرخوار کی شہادت کو مصیبت سمجھا صبر کا شاہد یہ ہے کہ آپ نے اس موقع پر کئی بار اپنی زبان مبارک پر کلمہ انا للہ وان الیہ راجعون جاری فرمایا تھا اور یہ نص کلام مجید یہ کلمہ مصیبت ہی کے وقت جاری کیا جاتا ہے۔

امامؑ نے بچے کے گلے کے نیچے چلوں گا دیا تھا چلو خون ناحق سے پڑ ہو گیا آپ نے وہ خون آسمان کی طرف اُچھال دیا گویا بارگاہ الہی میں بطور ہدیہ کے پیش کر دیا، امام محمد باقر علیہ السلام کی جانب سے نقل کیا جاتا ہے، آپ فرماتے تھے، اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کے نہیں آیا۔

بعض مورخین کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امامؑ اس بچے کو شہادت کے بعد درخیمہ پر لے گئے اور ماں کی گود میں دے کر کہنے لگے اے رباب آزمائش پر صبر کرو اور پروردگار آسمان و زمین کا شکر بجالاؤ کیونکہ یہ بچہ اب تمہیں جیسا سنا ہوگا۔ یہاں کی



کیا حالت ہونا چاہئے، کس کے قلم میں اتنی طاقت ہے جو اس کی تصویر کشی کر سکے  
اتنا مظلوم ہوا کہ ماں نے اپنے نازنین کو جو خون میں نہایا ہوا تھا اپنی گود میں لے لیا اور  
بے اختیار اس کو پیار کرنے لگی اور اس کے چہرہ اور گردن کا خون پونچھتی جاتی تھی اور  
رکھ رہی تھی تو ابنی امثلك یخوتہائے بیٹا کیا خبر تھی تیرا ایا (کمن نازنین)  
بھی ذبح کر دیا جائے گا؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو کر جین کرنے  
لگیں "ہائے افسوس! اس شیر خوار کی حالت پر جس کی دودھ بڑھائی دشمن کے تیرے  
ہوئی۔"

امام نے تلواریں کے نیام سے ایک ننھی سی لحد کھودی اور بچے کا باقی خون بچے ہی کے  
جسم پر مل دیا اور اسے خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا اور یوں حسینؑ بندگی کے اس عظیم  
امتحان میں کامیاب ہوئے جس میں کامیابی ظلیل خدا کے مقدر میں بھی نہ تھی اور جس  
کیلئے ازل ہی سے حسینؑ اور صرف حسینؑ کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔

انبیاء و مرسلین کی روچیں حسینؑ کے گرد حلقہ بنائے کھڑی ہوں گی۔ ملائکہ کی صفیں با  
ادب حاضر ہوں گی۔

رب سموات و ارض مباہات فرما رہا ہوگا جب ایک نفس مطمئن اپنے پورے اطمینان  
کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اپنے ننھے سے چاند کو خاک میں چھپا رہا ہوگا۔

سرکار سید الشہداء آپ کو عظیم کامیابی مبارک۔ ظاہر میں تو آپ نے اپنے معصوم  
بچے کی قبر بنائی۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ نے اس کے پس منظر میں باطل اور باطل  
پرستوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ درگور کر دیا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اتنا نہیں  
ابھار سکتی کہ وہ حق کو فنا کرنے کا نام لے سکے۔

آپ کے واقعہ شہادت کی یاد رہتی دنیا تک تازہ رہے گی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے لاڈلے بے شیر کی قربانی کا ذکر بھی باقی رہے گا۔ اس کو سن کر دنیا آپ کی بے گنہی آپ کے عزم و استقلال، آپ کے حیرت انگیز ثبات قدم کا کلمہ پڑھے گی اور آپ کے فریق مخالف کی درندگی اور ہمت پر انگشت بدنداں رہے گی۔

جناب علی اکبر علیہ السلام کے لئے تو یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ شبیہ و خمیر تھے مگر یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ رباب کا شبابہ بھی بالکل اسی طرح جناب رسول خدا سے مشابہ تھے جیسے اس کا بڑا بھائی مشابہ تھا، چنانچہ بہت سی کتابوں میں آپ کو امام علیہ السلام کے یہ کلمات ملیں گے جو آپ نے شہادت بے شیر کے وقت بارگاہ الہی میں پیش کئے تھے۔

”اللہم انت الشاہد علی قوم تلوا اشبہ الخلق نبیک وجیبک و رسولک“

خدایا تو اس قوم کے خلاف گواہ ہے جس نے اس بچے کو قتل کیا جو تیرے نبی، تیرے حبیب اور تیرے رسول سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔ یہی لفظ ”اشبہ الخلق“ بہ رسولک جناب علی اکبر کے لئے فرمایا تھا اور پھر اسی کو جناب علی اصغر کے لئے دہرایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب ام لیلیٰ کا جوان اور رباب کا بے شیر یہ دونوں ہم صورت تھے اور دونوں کے دونوں جناب خمیر خدا کی شبیہ تھے۔

(مولانا محسن نواب، سرقرآن لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مترجم رباب نمبر)

### حضرت علی اصغر کا تبسم:

بنی نوع انسان کے ایثار و قربانی کی تاریخ میں کر بلا کا یہ ننھا مجاہد ایک ایسا باب ہے جو اسی کے نام سے شروع ہوتا ہے اور اسی کے نام پر ختم ہو جاتا ہے، چھ مہینے کی مختصر



مدت لیکن کارنامے کی وہ وسعتیں کہ پہنائی عالم سما جائے! کہنے کو بچے کی شہادت لیکن ایسا اہم واقعہ جس نے داستان کر بلا گورنگین سے رنگین کرنا دیا۔ حقیقت امر تو یہ ہے کہ اگر علی اصغرؑ کی شہادت نہ ہوئی ہوتی تو حسینؑ کی قربانی کی اہمیت میں اچھی خاصی کمی نظر آتی، یا یوں کہئے کہ اس شہادت نے ایک عظیم المثال قربانی میں بھی چار چاند لگا کے اس کی منزلت کو اور اونچا کر دیا۔ بہر حال شہادت علی اصغرؑ ایک ایسی شہسوار حقیقت ہے جس پر عظمت و شرافت اور انسانیت کی بنیادیں استوار ہوئی ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اس سن کا شاید کوئی ایسا بچہ نکلے جس نے اپنی خاموش کارگزاریوں سے انسانیت کو اتنا بلند کیا ہو جتنا علی اصغرؑ کر بلا میں جان دیکر اونچا کر گئے۔

تاریخی واقعات میں تاویلات کی بڑی گنجائش ہے لیکن ہم ان تمام حالات کو حرف بہ حرف صحیح مان بھی لیں جو موسیٰ و عیسیٰؑ اور دوسرے جلیل القدر پیغمبروں کے عہد طفولیت سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں تب بھی انصاف پسندی علی اصغرؑ کی منزلت کو ان سب سے زیادہ بلند دیکھے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شیر خوار بچے نے اپنی ماں کی عصمت پر گواہی دی، فلاں نے اپنی بہن کے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دی، فلاں شیر خوار بچہ دریا میں بہتے ہوئے صندوق کے اندر اپنی ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سہارا دیتا رہا، لیکن ان تمام روایات میں انسانی ارادوں کے استحکام، تفکر و تعقل کی گہرائیوں اور صبر و سکون کے ساتھ تشکر و امتنان کے امتزاج کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، یہ سارے کمالات اس بچہ میں نظر آتے ہیں جو کر بلا کے مجاہدین کی صفوں میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر نیر دانا ہوا تھا۔

یہ بات بھی سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ علی اصغرؑ کے مقابلہ میں جن دوسرے شیر خوار بچوں کے واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں وہ ساری مثالیں پیغمبروں کے مصروف سے ملتی

ہیں۔ پیغمبر پیدائش ہی کے وقت سے مافوق البشر ہوتا تھا، اس کی خلقت ہی اس لئے ہوئی تھی کہ وہ کیا بات کا اظہار کر کے بندوں کی ہدایت کرے، لیکن علی اصغرؑ نہ پیغمبر تھے اور نہ امام ایسی صورت میں علی اصغرؑ کا کارنامہ پیغمبروں کے معجزات کے مقابلے میں جو تائید عجیبی کے سہارے ظاہر ہوئے، بہت بلند نظر آتا ہے، تاریخ کا مطالعہ اگر دقیق نظروں سے کیا جائے اور واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ سمجھ کر دیکھا جائے تو یہ کہہ دینے میں باک نہ ہوگا کہ ہمارے دودھ پیتے بچے نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال بڑے بڑے پیغمبروں کے جواتوں کے کارناموں میں بھی نظر نہیں آتی۔

حسینؑ کا ایسا ہیرو نہ صرف باض فطرت اور عالم شناس تھا بلکہ اس نے کافی غورو خوض کے بعد اپنے مقصد کی تکمیل کا پروگرام بنایا تھا اور اس پروگرام میں علی اصغرؑ ایک مخصوص اور اہم جگہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پروگرام بننے وقت اگر علی اصغرؑ معرض وجود میں نہیں آئے تھے تو حسینؑ کو اپنے پروگرام کے عملی جامہ پہنانے میں اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ علی اصغرؑ پیدا نہیں ہوئے کون نہیں جانتا کہ دعوت نامے ایک مدت سے آرہے تھے لیکن حسینؑ نے سفر اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک علی اصغرؑ پیدا نہیں ہوئے، جو ان لڑکی بہ رسی لیکن پھر بھی ایک نومولود کے مقابلہ میں صعوبات سفر برداشت ہی کر لیتی مگر حسینؑ نے اس کو وطن میں چھوڑا اور ایک نوزائیدہ بچے کو عصمت و شرافت میں ملفوف کر کے مصیبتوں کے سمندر کی لہروں پر بہا دیا۔

بچہ پیدائشی منصب شناس تھا، اس نے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ اس فریضہ کو قبول کر لیا جو ایک سمجھدار باپ نے اس کے لئے مخصوص کر رکھا تھا، مدینہ سے کربلا تک سینکڑوں ایسے مقامات آئے جہاں بے پناہ زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا، لختہ بہ لختہ سختیاں



آ کے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے قدم چوم رہی تھیں۔ بہت سی ہلاکت کی منزلیں بھی درپیش ہوئیں لیکن تاریخ ہمیں کوئی ایک ایسا واقعہ نہیں بتاتی جہاں علیؑ اصغرؑ کا مزاج برہم ہوا ہو یا اس کو مولود کی صحت پر کوئی خراب اثر پڑا ہو۔ ناہموار فضاؤں اور نامطلوب آب و ہوا میں بھی اس نو نہال کی اسی طرح نشوونما ہوتی رہی جو عام طور سے مناسب و موافق ماحول میں ہوتی ہے، موسیٰؑ کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے فرعون کی زوجہ وسیلہ بنی تھی لیکن مدینہ سے کربلا تک علیؑ اصغرؑ کی جان اور صحت کی نگرانی کس نے کی اس کو یہ حسینؑ جانتے تھے یا خود علیؑ اصغرؑ۔ ایک روشن دماغ مفکر بھی ان حالات کو سوچ کر چکرا جاتا ہے اور زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتا۔

چھ مہینہ کی زندگی میں کربلا کے آٹھ دن جو آخری وقفہ تھے کیسے گزرے! ان واقعات پر کوئی تاریخ تفصیل سے روشنی نہیں ڈالتی، لیکن ایک بات اتنی واضح اور اٹل ہے کہ اس کو مان لینا ہی پڑتا ہے، وہ یہ کہ علیؑ اصغرؑ نے بھی قائلہ والوں کا پوری طرح ساتھ دیا۔ ان پر پانی بند ہوا تو یہ بھی پیاسے رہے، ان پر بھوک کی مصیبت ڈالی گئی تو ان کی ماں کا بھی دودھ خشک ہو گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ جس صبر و سکون کے ساتھ بوڑھوں اور جوانوں نے بھوک اور پیاس کے دکھ جھیل لئے اسی طرح علیؑ اصغرؑ نے بھی تمام تکالیف کا ہنسی خوشی خیر مقدم کیا اور پورے سکون قلب کے ساتھ اس گھڑی کے منتظر رہے جب حسینؑ کو ان سے کام لینا ناگزیر ہو جائے گا۔

وہ وقت آیا اور آ کر رہا، عصر سے کچھ پہلے حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی اس لئے کہ مرنے سے قبل جاں نثاروں کو یاد کر لینا شرافت و انسانیت کا تقاضا تھا۔ جب حبیب ابن مظاہر، مسلم ابن عوجہ، زبیر ابن قین، سے لے کر قاسم ابن حسن، عہاس ابن علی اکبر سب ہی کی تصویریں یکے بعد دیگرے آنکھوں کے آگے پھر گئیں اسی کے

ساتھ ساتھ یہ احساس بھی اُجاگر ہوا کہ یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ حسینؑ انہیں پکاریں اور وہ جواب نہ دیں۔ ہاں ہاں! موت نے انہیں مجبور کر دیا تھا، لیکن حسینؑ بھی ان سے بہت جلد ملحق اور ملاقی ہونے والے تھے۔ جنہوں سے چور انسان اس لمبے سفر کے لئے جو ایک اہم ترین مقصد کے حصول کے لئے درپیش تھا مہارے کی ضرورت تھی، کوئی جوان باقی نہ رہا تھا تو ایک چھ ماہ کی جان ہی کو ساتھ لے لیا۔

علیؑ اصغر کی شہادت کس طرح واقع ہوئی مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حسینؑ اپنی آغوش میں اس بچہ کو میدان جنگ میں لائے اور اس کے لئے پانی مانگا، دشمنوں نے اس ششماہی کی پیاس بجائے پانی کے آب سوار سے بھجائی اور وہ بچہ اپنے باپ کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آواز استغاثہ جب خیمہ میں پہنچی تو ایک کھرام برپا ہو گیا، حسینؑ درخیمہ پر گئے اور چند رات عصمت و طہارت کو تلقین صبر فرمائی، ثابت قدم بہن نے عرض کی کہ ہماری گریہ و زاری اس وجہ سے تھی کہ آپ کی آواز استغاثہ سن کر علیؑ اصغر نے اپنے کو گہوارے سے نیچے گرا دیا ہے۔ حسینؑ نے بچے کو منگا کر گود میں لے لیا اس کے دہان گلو کو بوسہ دے رہے تھے کہ تیرا کر لگا اور بچہ شہید ہو گیا۔

دونوں روایتوں کو جتنا زیادہ سے زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کیا جاسکتا تھا بیان کر دیا، ان دونوں روایتوں میں کون روایت صحیح ہے اس کا فیصلہ ان لوگوں کو کرنا چاہئے جو اس کے اہل ہیں، البتہ دو واقعات ان دونوں روایتوں میں مشترک ہیں اور وہی کربلا کی خونی داستان کو رنگین سے رنگین تر بناتے ہیں ایک یہ کہ علیؑ اصغر کی شہادت باپ کے ہاتھوں پر واقع ہوئی دوسرے یہ کہ علیؑ اصغر نے ہنس ہنس کے دنیا کو خیر باد کہا۔ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ”بچہ متبسم ہوا اور مر گیا۔“



حیرت ہے کہ زخمی بچہ کو باپ کے ہاتھوں پر کیسے نیند آ گئی؟ اس قلب مطمئن کی مدح کی جائے جس نے طوفان زندگی کو باپ کے ہاتھوں پر سکون موت کے حوالے کر دیا یا ان ہاتھوں کے کعبہ عصمت کو سجدہ کیا جائے جو نہ کانپے اور جنہوں نے بچے کی تحریک کو اس طرح سکون میں بدل دیا کہ وہ پلٹ کے زمین پر نہیں گرا اور مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص فریضہ کو ادا کر گیا جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

علی اصغر کا مسکراتا حقیقتاً ایک دنیا تھی جو سمٹ کر بچے کے ہونٹوں پر آ گئی تھی، یہ مسکراتا نہ تھا بلکہ ایک ایسا مرہم جس نے حسین کے زخم ہائے دل کو خوشی بخشی، ایک ایسا پیام امن تھا جس نے متزلزل دنیا کو ظالم اور برہمن سے بچا لیا، ایک ایسا حربہ تھا جس نے استبداد کے قلعے میں رہنے والے دیے اور ایک ایسا نظام تھا جس نے دنیا والوں کے لئے نئی قدریں نئے سانچوں میں ڈھال دیں۔ انسانوں کا وہی خون جو کل پانی سے زیادہ سستا تھا آج شاہانِ اولوالعزم کی جہروت و سطوت و دولت کے مقابلہ میں بھی گراں ہے اور بہت گراں۔ علی اصغر کے خونِ ناحق کے چند قطرے ان کے خاموش تبسم میں جذب ہو کر آج صحنِ عالم میں ایک ایسا درخشاں چراغ ہیں جس کی روشنی میں انسان ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے پستیوں کو بلند یوں میں بدل رہا ہے۔ ہاں ہاں حسین تمہاری ہر قربانی اپنی جگہ پر ایک ایسا منضبط ادارہ تھی جس سے ہر صاحب بصیرت آج بھی سبق لے رہا ہے اور ہمیشہ لیتا رہے گا۔

(مرزا جعفر حسین، مرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

### شہادت علی اصغر کی اہمیت:

بصیرت رکھنے والوں کے لئے تاریخِ عبرت کے جہت سے سامانِ فراہم کرتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا اثر محدود ہوتا ہے اور کبھی واقعات کی نوعیت عالمگیر صورت

اختیار کر لیتی ہے۔ تاریخ بظاہر تو چند واقعات کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے لیکن ان میں ربط اور ترتیب، علت اور معلول کا رشتہ اصولوں کی آویزش اس کی تخصیص میں عمومیت پیدا کرتی ہے۔ جو شخص تاریخ کو اس نظر سے چڑھتا ہے وہی اس میں وہ نقوش تلاش کر سکتا ہے جن سے تاثرات کا لازوال خزانہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

واقعہ مکر بلا بھی اسی طرح دیکھے جانے کی چیز ہے جنہوں نے اسے محض قبیلوں کی آویزش کی شکل میں دیکھا ہے وہ اس کی آفاقیت کا راز نہیں پاسکتے، جو لوگ اسے ایک مذہبی جنگ سمجھتے ہیں وہ اس کے اندر چھپے ہوئے انسانی اصولوں کی اس کش مکش کو نہیں دیکھ سکتے، جس سے عالم انسانی کو اس وقت تک مضرب نہیں جب تک خیر اور شر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ واقعہ مکر بلا کی آفاقیت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے جس پہلو یا جس چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو پیش نظر رکھا جائے ایسے ہی اصول برآمد ہوتے ہیں جو حق اور باطل، اخلاق اور بد اخلاقی، نیکی اور بدی کو ایک دوسرے کے مقابل لاکھڑے کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے اس کے ہر پہلو سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، دوسرے لوگ اس بات کو نظر انداز کر جائیں گے کہ عاشور کے دن جو بہتر جانیں امام حسینؑ کی طرف سے قربانی میں پیش کی گئیں کس طرح ان میں سے ہر ایک اس کل کا جز ہونے کی حیثیت سے اصولوں کی اسی کش مکش کا خاکہ پیش کرتی ہیں، جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ امام حسینؑ کی طرف سے مرنے والوں یا مارے جانے والوں میں ایک چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ بھی تھا۔ امام کا سب سے چھوٹا بچہ ہونے کی حیثیت سے وہ بھی رسولؐ اسلام کا گوشت اور پوست تھا۔ وہ تھا تو صرف چھ مہینے کا لیکن اس میں زندگی کی وہ ساری توانائی موجود تھی جو حق و باطل کی آویزش میں اپنے



گروہ کی مکمل نمائندگی کر سکے نجم آفتدی کی زبان میں ”عالم اصغر“ میں ”عالم اکبر“ نہاں تھا اس لئے اگر واقعہ کربلا کے تمام اساسی اور اخلاقی پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر اس سب سے چھوٹے شہید کی عظیم الشان شہادت پر غور کیا جائے تو اس سے بھی وہی نتائج برآمد ہوں گے جو مجموعی طور پر واقعہ کربلا سے ہوئے۔ فرق اتنا کیفیت میں نہیں کیت میں ہوگا۔ جز اور کل کی نوعیت میں ہوگا، یہی حضرت علی اصغر کی شہادت کی عظمت ہے کہ وہ بھی انہیں حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہے جن کی طرف اپنے قدم سے قربانی کی جانب جائے والوں کی جہرت انگیز شہادت کرتی ہے۔

امام حسینؑ اور ان کے ساتھی درحقیقت کربلا کے میدان میں تاریخ اسلام کی اس منزل کی نشان دہی کر رہے تھے۔ جہاں اصولوں کے اصل خدو خال واضح ہوتے ہیں، جہاں اخلاق اور بد اخلاقی، اسلامی اور غیر اسلامی کردار کے درمیان خط فاصل کھینچتا ہے جہاں فریب نظر حقیقتوں میں تبدیل ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا نہ ہوتا تو حسینی اور یزیدی نقاط نظر کا فرق واضح نہ ہوتا۔ اندھیرا روشنی سے پلٹا رہتا اور بہت سے لوگ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتے۔ امام حسینؑ کے بچوں اور ساتھیوں پر جو مظالم ہوئے وہ اس پردے میں چھپ جاتا کہ ”جنگ میں سب کچھ جائز ہے“ لیکن کیا اب بھی کسی شخص میں یہ جرأت ہے کہ حضرت علی اصغر کی شہادت کو جنگی کارناموں کا ایک جزو قرار دے کر یزید کے حلیفوں کی حمایت کر سکے!

گھر بھر کے ساتھ ایک چھ مہینے کے پیارے اور تین دن کے پیارے بچے کا تصور کیجئے، اس کی نڈھال گردن اور بند آنکھوں کو دیکھئے، ماں باپ، بہن اور پھوپھی کی پریشانی اور سراسیمگی پر نگاہ ڈالئے اور بتائیے کہ عام حالات میں انسانی فریضہ کیا تھا۔ امام حسینؑ کا فرض یہ تھا کہ وہ اس بچے کی جان بچانے کے لئے پانی حاصل کرنے کی

آخری کوشش کریں۔ اس کی حالت رحم اور یقین سے خالی یزیدی فوجوں کو دکھائیں اور اگر وہ اسے بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنائے پر تلے ہوں تو یہ سوچ کر اس قربانی سے بھی دریغ نہ کریں کہ اس کا خون بھی ان کے مقاصد کو نابھک بنانے میں معین ہوگا۔

امام حسینؑ کے دل و دماغ میں راہ پانا تو ممکن نہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر بتا سکے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر میدان جنگ میں مانا کیوں پسند کیا۔ لیکن انسانی ذہن آثار و قرائن، سیاق و سباق، شخصیت اور کردار سے نتائج نکال سکتا ہے اور اپنی پہنچ کے مطابق علت و معمول کی کڑیاں ملا سکتا ہے تو یقیناً اندازہ ہوگا کہ امام کا یہ فعل محض اضطرابی نہ تھا بلکہ یزیدی اخلاق کو ایک ایسی آزمائش میں مبتلا کرنے کی تدبیر تھی جس کے دونوں پہلوؤں میں امام حسینؑ کی جیت تھی۔ اگر یزیدی فوجوں نے اس بچہ کو پانی پلا دیا ہوتا اور اس کی زندگی کے تحفظ کے ذمہ دار بن جاتے تو گویا وہ اس اسلامی اخلاق یا انسانی اخلاق سے متاثر ہوئے اور اس کے سامنے سر جھکانے کا ثبوت دیتے۔ امام حسینؑ جس کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے پر آمادہ تھے۔ ایسی حالت میں امام حسینؑ کے مقصد کی فتح ہوتی اور کسی نہ کسی حد تک ضمیروں میں وہ خلش پیدا ہوتی جو فوج کے کچھ ہی لوگوں کو ہی یزیدی کردار سے دور کرتی۔ لیکن یہ صورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ بچے کے لئے پانی مانگنے، اس کی بے گناہی کی جانب متوجہ کرنے اور انسانیت کو بیدار کرنے کی سعی کرنے کا جواب اس طرح دیا گیا کہ ایک مشہور تیر انداز نے اپنے تیرسہ شعبہ سے اس منہی سی جان کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ باپ کا دل ضرور تڑپا ہوگا لیکن جن ہاتھوں پر علی اصغرؑ تھے ان میں لرزش نہیں ہوئی۔ یہ بھی حسینؑ کی فتح تھی کہ یزیدی ظلم ہمیشہ کے لئے بے نقاب ہو گیا کوئی قوم چھ مہینے کے بچے کی پیاس آب تیر سے بجھا کر قیامت تک اپنے



اصولوں اور خیالوں پر فخر نہیں کر سکتی۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ محض امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لئے لڑائی نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دینے کی سازش تھی جو کسی وقت بھی یزیدی اصولوں کے خلاف سر اٹھا سکتے تھے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے بڑھ کر بغاوت کرنے کے خوف سے ہر نوزائیدہ کو قتل کروا دیا تھا۔ یہاں بھی وہی منطق کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسی شہادت نے مصنوعی اسلام کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ اس نے بد اخلاقی، ظلم و جور اور خُسنِ اخلاق، رحم و کرم کے درمیان ایسی دیوار بکھڑی کر دی کہ اب کبھی کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہیں ہو سکتا۔

اللہ میں ایمان اور ہائیڈروجن بم نہیں تھے۔ لیکن انسان اُس وقت بھی جنگ کے مقابلہ میں امن کو اور موت کے مقابلہ میں زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ امام حسینؑ نے امن و صلح کی ساری کوششیں کر لی تھیں جنہیں دشمنوں نے کامیاب نہ ہونے دیا، علی اصغرؑ کا ہاتھوں پر لے کر جانا امن کی آخری کوشش تھی، یزیدی افواج نے اُسے بھی ناکام بنا دیا۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہی کہ امام حسینؑ جن حقائق کو نمایاں کرنا چاہتے تھے وہ نمایاں ہو کر رہے اور ایک ننھی سی گردن کے تازہ اور سُرخ خون نے تاریخ کے صفحات پر ایک ایسی داستان لکھ دی جو ہمیشہ انسانوں کو درسِ عبرت دیتی رہے گی۔

(سید احتشام حسین... برقرار لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاح رباب نمبر)

کر بلا کا ننھا شہید:

کس قدر قیامت خیز تھی وہ ساعت جب قاطر کے تخت جگر نے ہاتھ بڑھائے اور شہر بانٹنے اپنے کیلچے کا ٹکڑا جس کا منکا وصل چکا تھا، جس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں، جس کے ہاتھ پاؤں صرف سانسوں کی گود میں تھے یہ کہہ کر شوہر کو دیا "ابن علی اپنا

معصوم خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ ہوا گرم سے لو کے تھمڑے میرے بچے کو بھلا سنا دیں  
 عبا اوڑھا لیجئے اور کلیجے سے لگا لیجئے ڈرتی ہوں کہ کہیں پانی سے پہلے ہی میرا چاند گہنا نہ  
 جائے۔ ہوا کے گرم جھونکے اس پھول کو کھلانے دیں۔ ابن رسول اللہ دعا کیجئے کہ عمر سعد  
 کا پتھر دل پکھل جائے اور وہ میرے میاں کو چند قطرے پانی کے دے دے۔ آپ  
 بسم اللہ کیجئے ایک عمر و سعد نہیں تو نہ سہی۔ اس کے لشکر میں بہت سے صاحبِ اولاد  
 ایسے ہوں گے جن کی گودیں بھری پڑی ہوں گی، جو بچوں کے باپ ہوں گے۔ میرا  
 بچہ ان کو اپنے بچے کی یاد دلائے گا، ان کے دل تڑپ اٹھیں گے اور وہ رورو کر میرے  
 اصغر کو پانی پلائیں گے۔ جلدی کیجئے میں نے غلطی کی کہ اس قدر دیر میں خیال آیا۔  
 ہاں ابن رسول اللہ میں بھول گئی۔ عمر و سعد بھی تو بچوں والا ہے اس کو عداوت آپ  
 سے ہے۔ میرے اصغر نے اس کا کیا باگاڑا؟ اس سے کہیے کہ میرا بچہ بیعت کو نہیں  
 سمجھتا۔ پیاس نے اس کا ننھا کلیجہ بھون دیا۔ اس کو دکھا دیجئے کہ دو دن میں اس کا چہرہ  
 اتر گیا، زبان خشک ہو گئی، ہونٹوں پر پھپھڑیاں بندھ گئیں۔ اس سے کہیے کہ اس کا دادا  
 علی اور اس کی دادی فاطمہ کی مقدس رو میں پوتے کی پیاس پر بلبلا رہی ہیں۔ پانی ہم  
 کو نہ دے، ہمارے خیمے میں نہ آنے دے، اپنے ہاتھ سے زیادہ نہیں، ایک گھونٹ  
 چند قطرے اس کے حلق میں پکا دے۔ اس کی کیفیت سنا کر میری امانت عمر و سعد تک  
 پہنچا دیجئے اور میرا بچہ یہ کہہ کر اس کی گود میں دے دیجئے کہ شہر باتو کی امانت تجھ کو دیتا  
 ہوں تو مسلمان ہے اور یہ امانت اس باپ کا بچہ ہے جس کے نانا پر خیرے باپ دادا  
 ایمان لائے اور جس کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے۔

دنیا میں اس واقعہ پر آسمان اس منظر پر اور زمین اس کیفیت پر جب بھی اور اب  
 بھی روئی اور روئے گی، امام حسینؑ نے بچہ کو لے کر چلنے کا قصد کیا تو دوسرا قدم ایک سر



پر پڑا جو ردا میں لپٹا ہوا امام کے پاؤں پر رکھا تھا۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ جان جانی بہن  
نہنب بنت علی کی پاؤں پڑی ہے بیتاب ہو کر فرمایا۔

نہنب مجھے اس کا علم نہ تھا کہ میری وجہ سے تجھ پر اور تیرے پیاروں پر یہ مصیبت  
آئے گی اور تیری ماں حسین کو اس لئے پال رہی ہے کہ اس کی وجہ سے نہنب اور اس کو  
یہ وقت دیکھنا پڑے گا۔ قیامت کے روز تیری ماں اور باپ دونوں میری بے گناہی کی  
گواہی دیں گے جب خیال آتا ہے کہ تیرے بچے تین دن تک پانی کے ایک ایک  
قطرے کو ترستے ہوئے رخصت ہوئے تو کلیجہ کٹ جاتا ہے۔ ان کے پھول سے  
چہرے نکلا گئے اور چاندی صورتیں سنولا گئیں مگر کیا کرنا۔ مجبور و لاچار تھا۔

نہنب کی چیخ سے خیمہ گونج اٹھا اور پھر قدموں پر گریں اور کہا، قربان جاویں اس  
صورت کے جو ماں اور باپ دونوں کی صورتیں یاد دل رہی ہیں بھیا کیا کہہ رہے ہو۔  
نہنب کا دل خود ہی زخمی ہے۔ اس کے زخم پر نمک نہ چھڑکو عیون اور محمد اصغر پر قربان  
کئے نہنب اور اس کا تمام گھر اس صورت میں ٹار، خوش نصیب ہوں کہ زندگی کی  
آخری گھڑیاں ان قدموں سے گزریں اور موقع ملا کہ ماں کے دودھ کا اثر عمر و سعد کو  
دکھا دوں اور جفا کاروں کو بتا دوں کہ خاندان رسالت کی عورتیں کس بے ہنگامی سے  
میدان میں آتی ہیں اور ماں باپ کی امانت پر اپنے بچے قربان کر دیتی ہیں۔ حسین  
”کر بلا کے میدان میں نہنب سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں جس کو ماں سے سرفرو  
ہونے کا موقع ملا۔ بھیا میں کچھ اور عرض کرتی ہوں۔ شہر ہانونا تجربہ کار ہے اور اس کو  
عرب کا حال معلوم نہیں۔ بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے تعلقات کی اس کو کیا خبر۔ سیدھی  
سادھی بیگم ان کھڑکیوں کا حال کیا جانے۔ یہ کیا سمجھے کہ عمرہ مسجد آل رسول کے بچہ  
بچہ کا دشمن ہے خون کا پیاسا ہے۔ بھیا میرا دل دھڑک رہا ہے، ہاتھ پاؤں میں

سفسٹیاں آ رہی ہیں۔ لاکھ حسین میرے بچہ کو دشمنوں میں تلے جاؤ، بلائیں لوں اس چاند سے مکھڑے کی، مجھے ڈر ہے کہیں ظالم اس کو نقصان نہ پہنچائیں۔ دل کو اتنی دیر سے سنبھال رہی ہوں اور کہتی ہوں لاکھ سنگ دل ہوں، مگر اولاد والے ہیں معصوم پر ہاتھ نہ اٹھے گا لیکن دل نہیں مانتا اور یہی ڈر لگتا ہے کہ اس کی جان لے کے بے ایمان کوئی گل نہ کھلائیں۔ میری پیاری پیاری بھانج خداتیری مانتا ٹھنڈی رکھے اور اصغر کی ہزاری عمر ہو۔ مگر ہائے کیا کروں دل نہیں مانتا اتنا کہہ کر بی بی نہ بچے کے چاروں طرف پھریں اور کہا ”جانتی ہوں موت سر پر آگئی مگر اس کی آئی مجھ کو آئے، ہائے میں زندہ رہوں اور اصغر ظالموں کے پھندے میں پھنسے، میرے بچے موجود ہوں اور شہر بانو کی گود خالی ہو۔ بی بی تمہاری ضد ہے بھیج دو بھیا میرا بچہ میری گود میں دو اس کو رخصت کروں۔ بی بی نہ بچے نے پڑھ پڑھ کر بچے پر پھونکا اور اس کے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں سر آنکھوں سے لگائے اور رو رو کر کہا اچھالے جائیے۔ دنیا کے پردے پر اور حیات انسانی کی تاریخ میں اس سے پہلے ہی نہیں اس کے بعد بھی وہ قیامت خیز گھڑی نہ آئی کہ وہ شخص یا گردہ جو کھالے اور پانی سے پوری طرح سیراب ہو رہا ہے اس شخص کے خلاف جس کے نانا کا کلمہ پڑھ رہا ہوتا کٹر اور پتھر ہو جائے کہ عورتوں اور بچوں پر ظلم توڑے، اور تیوری پر بل نہ آئے بچہ کو گود میں دیکھ کر عمر و سعد نے قہقہہ لگایا اور لوگوں سے کہا حسین کوئی مشکیزہ لا رہے ہیں پانی بھر دو مگر مزاجب ہے کہ پانی کے ساتھ ہی مشک اور حسین پانی کو ترستا ہوا دنیا سے اٹھے۔ دیکھو پورا انتظام کرو ایک قطرہ پانی کا حلق میں نہ پہنچے۔

جس وقت ہوا آگ کے شعلوں میں نہا رہی تھی، جب کربلا کا میدان زمین و آسمان سے انکارے اٹھل رہا تھا اس وقت صبر و رضا کا ایک مجسم نمونہ عمر و سعد کے



سامنے اس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا جس کی زبان پیاس کے مارے باہر نکل آئی تھی اور حسرت و یاس سے مڑ مڑ کر اپنے سوار کے قدموں پر آنکھیں مل رہا تھا۔ رسول عربی کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان آئین قدرت کا تماشا دیکھیں، روئیں، چلائیں، چیخیں اور پیشیں اس گھوڑے کا سوار وہ سوار ہے جو ان کے مولا اور آقا کے کندھوں پر سوار ہوا۔ یہ دھوپ میں جلنے اور جھلنے والا انسان بنت رسول کا دودھ پی کر اور علی ابن ابی طالب کے ہاتھوں میں کھیل کر جوان ہوا ہے۔ یہ زبان جو آج خشک ہے اور جس میں کانٹے پڑ چکے ہیں اس کو خاتم النبیین نے بوسے دیے ہیں انسانیت رو رہی ہے۔ عقیدت سر پٹک رہی ہے اور مرد و منہ تیشی ہے جب دیکھتی ہے کہ حسین ابن علی نے عبا کا دامن اٹھایا اور معصوم اصغر کا پسینہ پونچھ کر فرمایا۔

حاشا اور کلا عمر و سعد تین روز کیا اگر تین مہینے اسی طرح گزر جاتے پانی اور دانہ اڑ کر منہ میں نہ جاتا آگ اس جسم کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی اور گرمی کے شرارے جسیرہ خاکی کو پھونک دیتے مگر تیری طرف رخ نہ کرنا اور تجھ سے بات نہ کرنا لیکن جس نام کا کشف بردار ہوں جس کی لگن دل کو لگی ہوئی ہے جو جان اور ایمان ہے اس کی بشریت پر تھی ان شاہد ہے اس لئے عمر و سعد مامتا کے درد سے مجبور اور تجھ کو انسان نہیں صاحب اولاد سمجھ کر شہر بانوں نے اس معصوم کو تیرے پاس بھیجا ہے۔ دیکھ اس کی زبان ہونٹوں سے باہر آ گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہیں اور اس کا حلق خشک ہے۔ دنیا کا عیش اور زندگی کی بہار تجھ کو اور تیرے ساتھ یزید اور ابن زیاد کو مبارک ہو۔ مگر میرے کیجے کا نکلا اس دنیا میں تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ دیکھ عمر و سعد دیکھ اس کی سانس کی کیفیت ہو رہی ہے۔ مجھ کو نہیں اصغر کو اس کی معصومیت دیکھ کر زیادہ نہیں پانی کے چند قطرے پلا دے۔ تاریخ تیرے اس عمل پر فخر کرے گی۔ اس کا پھول سا چہرہ اور یہ

نازک جسم لو کے تھیسڑوں کو برداشت نہیں کر سکتا جلدی کر اور اپنے ہاتھ سے میرے معصوم کے حلق میں پانی کے دو قطرے پکا دے۔

اور دیکھ ان ہونٹوں کو جو خشک ہیں ان کی زبان سوکھ گئی اور اس کی صورت مر جھا رہی ہے۔ آگے بڑھ کر انسان اور انسانیت کو بٹا نہ لگا۔ شہر بانو اور بنت علی خیمے کے دروازے پر کھڑی جھانک رہی ہیں کہ تو اس پیغام کا کیا جواب دیتا ہے۔ دونوں کی دلوں نے کلیجے کا ٹکڑا اس حالت میں کہ ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہے۔ تیرے پاس بھیج دیا۔ یزیدی لشکر کی بیس ہزار آنکھوں میں ایک آنکھ بھی سرمہ انسانیت سے مزیں نہ نکلی۔ ان کے قلب کی سیاہی چہروں تک پہنچ چکی تھی۔ انسان نہیں جو نور اور جانور نہیں پتھر تھے کہ دودھ کو ترستے اور پانی کو پھڑکتے معصوم کی اس کیفیت کا مامتا کی ماری ماں کے پیام اور باپ کی التجا کا استقبال قہقہوں سے کیا۔ کیسا نازک وقت ہے کہ اس ہولناک میدان میں آفتاب آتش بار کے سائے میں کھڑا ہونے والا انسان اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد عمر و سعد کی طرف اس توقع سے دیکھتا ہے کہ انسانیت کے قدم آگے بڑھا کر محبت کے ہاتھوں سے میرے معصوم کو گود میں لے گا۔ مگر میدان کر ہلا عمر و سعد کے حکم سے گونجتا ہے ”حسینؑ کا بچہ زندہ نہ جانے پائے۔“

ہوا لرز رہی تھی اور پہاڑ تھرا رہے تھے۔ جب امام حسینؑ نے یہ الفاظ سن کر اپنے چاند کو دامن سے چھپانے کی کوشش کی عبا ہاتھ میں تھی اور کلیجہ دھڑ دھڑا کر رہا تھا کہ ابن کمال حملہ کا تیر معصوم گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں دھنسا۔

قیامت کی مصیبت اس سے زیادہ نہ ہوگی کہ معصوم نے جس کے حلق میں آ رہا تیر گھسا ہوا ہے جو باپ کی گود کو اپنے خون سے شرابور کر رہا ہے آنکھ کھولی اور باپ کو سوکھی زبان دکھا کر ہمیشہ کے واسطے بند کر لی۔ چکر آیا پاؤں کا نپ گئے جس وقت علی



اصغر نے باپ کی گود میں آخری سسکی لی۔ حسین ابن علی کا مہمان دم توڑ چکا تھا۔ بچے کو زمین پر لٹا کر اپنے ہاتھ سے تیر نکالا اور بچہ کو سینہ سے لگا کر خیمے کا رخ کیا دونوں منہ بھاویں دروازے پر کھڑی تھیں۔ امام حسینؑ کو لہو لہان دیکھ کر دل ہوا ہو گیا۔ نہنب چکرا کر گریں اور شہر بانو یہ کہہ کر آگے بڑھیں۔ ہائے کیا ہوا۔

امام حسینؑ نے بچہ کی لاش بیوی کی گود میں دی اور نہنب کو اٹھا کر کہا۔ لے بہن تیرا لعل حوض کوثر کے قطروں سے میرا ب ہو گیا۔ خیمے میں کھرام مچ گیا، بی بی نہنب نے حضرت شہر بانو سے کہا، بھاوج چھ مہینے کی کمائی کر بلا کے میدان میں لٹا دی، میرے بچے کو میرے مہمان کو تم نے بھوکا پیاسا گھر سے نکالا۔ شہر بانو اس کی خدمت تم کو وبال ہو گئی۔ ہائے کس پیار سے ہمک کر میری گود میں آیا اور کیسی حسرت سے آخری نظر مجھ پر ڈالی۔ ارے نہیں شہر بانو نہیں اس کو نکالنے والی، اس کو مارنے والی پھوپھی میں ہوں۔ بھابھی کی گود میں میں نے دیا۔ پانی پینے میں لے بھیجا۔ ارے خدا کے لئے بتاؤ میرے قصور کی کیا سزا ہے۔ اماں اور نانا کو حشر میں کیا منہ دکھاؤں گی۔ جب وہ کہیں گے کہ اصغر کو شہادت کے واسطے تو نے بھیجا لاؤ میرے بچے کو میری گود میں دو شہر بانو لاؤ، اپنے بچے کی قیص بدلوں یہ خون میں لتھڑی قیص مجھے دو اس پر قربان ہوں اس کو سر پر رکھوں، اس کو آنکھوں سے لگاؤں، زمین العابدین، لو بھائی کے سہرے کا ارمان تھا، اصغر دولہا بنا۔ اس کی برات چڑھ رہی ہے۔ اس دولہا کو گود میں لے کر دلہن بیا بنے جاؤ۔ بھائی کے ہاتھ کانپیں گے۔ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے کس دل سے اصغر کو قبر میں رکھیں گے۔ اے کر بلا تیری گود میں آج میری گود کا کھیلنے والا آنا ہے جو میرے سینے پر لوٹا تھا جو ہمیشہ شہر بانو کے ہاتھوں میں سوتا تھا وہ آج تیری گود میں سوئے گا۔

بھابھی میرے مہمان کی صورت ایک دفعہ اور دیکھ لو یہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے اور اصغر ہمیشہ ہمیشہ کو جاتے ہیں۔ بیٹا چھوٹکی کا قصور محاف کر دینا، دادا، دادی سے میری شکایت نہ کرنا کہ پیاسے گھر سے نکالنا چلو میں بھی آتی ہوں۔ رات کو اگر دشمنوں نے فرصت دی تو قبر پر آ کر لیٹوں گی۔ چنتوں گی، لپٹاؤں گی، آج تک میری اور شہر باؤ کی گود تھی اب دادا دادی کے پاس جاؤ خدا حافظ دیکھنا ہے۔

کس دل سے امام عالی مقام نے علی اصغر کو دفن کیا، اس کا اندازہ آسان نہیں ہے قصد کیا کہ سیدھے میدان جنگ میں پہنچ کر اصغر کے خون کا بدلہ لیں مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ناموس رسول خدا کے سپرد کروں اور یہ دم جو باقی رہے ہیں آخری مرتبہ ان کو اور دیکھ لوں، خیمہ میں داخل ہوئے تو خون ابھی بازو سے بہہ رہا تھا۔ کپڑے خونم خون تھے۔ بیوی اور بہن کو معصوم اصغر کے صدمہ سے ابھی تک یہ خبر بھی نہ تھی کہ بچہ کے ساتھ باپ کے بازو سے بھی فوارہ چھٹ رہا ہے۔ سب سے پہلے بی بی زینب کی نظر امام حسین کے خون پر پڑی۔ ہائے بھائی کہہ کر لپٹ گئیں اور بدحواسی سے چیخ کر کہا۔ ارے جلدی پانی لاؤ، زخم دھوؤں پھر خیال آیا تو کہا ارے بھول گئی، پانی کہاں پانی تو آل رسول پر یزید کے حکم سے بند ہوئے تین روز گزر گئے۔ سر سے ردا اتاری اور بھائی کا بھارتو کھول کر کہا۔ قیامت کے روز اسی طرح نانا جان کے حضور میں عرض کروں گی کہ آپ کی اُمت نے میرا سر نکال کیا۔ (ماخوذ از سیدہ کالال)

(علامہ راشد الخیری... سر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رہاب نمبر)

### حضرت علی اصغرؑ کا جہاد:

برٹینڈ رسل نے صحیح لکھا ہے کہ جنگ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ۔



(۲) انسان کی انسان کے ساتھ جنگ۔

(۳) انسان کی اپنے نفس کے ساتھ جنگ۔

انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ کے معنی ہیں اُن مصائب سے بچنے کی کوشش کرنا جو فطرت کے علم سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس جنگ کے معنی کسب علم کے ہیں۔ فطرت پر فتح حاصل کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان تو انین فطرت کو بدل سکتا ہے یہ اُس کے حدود اختیار سے باہر ہے صرف اُن کو سمجھ کر اُن سے فائدہ اٹھانا اُس کے لئے ممکن ہے۔ یہ جنگ ہمیشہ سے جاری ہے اور اس میں ایک حد تک انسان کو کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔

انسان کی انسان کے ساتھ جنگ وہ ہے جسے بعض فلاسفہ تنازع البقاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی انسان کے ساتھ جنگ کا سبب نفسانیت ہے نوع انسانی مختلف ملکوں، نسلوں، قوموں اور جماعتوں میں تقسیم ہو گئی ہے اور اس کا مفاد مشترک نہیں رہ سکا ہے اس لئے ان میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔

رسل کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ اس جنگ میں فتح پانا ہی اُس کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اور اُس کا خیال ہے کہ انسان اب اُس منزل پر پہنچ چکا ہے۔ جب ابنائے نوع کے ساتھ جنگ اُس کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اب جنگ کے معنی پوری نسل انسانی کی جانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ اب اگر فلاح و بہبود کی خواہش ہے تو وہ صرف اسی طرح پوری ہو سکتی ہے کہ بنی نوع انسان یا ہی اشتراک عمل سے کام لے اور ”جیو اور جینے دو“ کے اصول پر عمل پیرا ہو جائے۔ رسل کا خیال ہے کہ اب انسانی ارتقاء کے اُس آخری دور کا آغاز ہو رہا ہے جب اُس کو اپنے نفس

کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اسی پر اس کی ترقی بلکہ وجود کا انحصار ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب انسان غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن غلامی کی لعنت ختم ہو گئی، پھر آزادی کا دور آیا اور اپنے ساتھ بہت سی نعمتیں اور سرستیں لایا لیکن آزادی کے ساتھ قومی عورتوں کی تفریق کی لعنت پائی ہوئی اور اس کے نتیجے میں خوفناک عظیم جنگوں سے دنیا کو دو چار ہونا پڑا۔ اب جو دور آ رہا ہے وہ باہمی اشتراک عمل کا دور ہے۔ واقعہ کربلا جس زمانہ میں رونما ہوا وہ غلامی کا دور تھا۔ انسان انسان کے ساتھ جنگ آزما تھا۔ شہنشاہیت فرعونیت کے تحت پر متمکن تھی۔ ”نفسا نیتوں اور خواہشات کی پیروی مذہبی عوام کا مقصد حیات تھا۔ ایسے زمانہ میں جب کہ آزادی کے نام سے بھی لوگ واقف نہ تھے۔ نوع انسانی کی وحدت کا تصور اس دور کے انسان کی دماغی سطح سے بہت بلند تھا۔ اسلامی تعلیم کی روح سے لوگ ابھی تک ناواقف تھے۔ پیغمبر اسلام نے انہیں انسانیت کا جو درس دیا تھا۔ اُسے مسخ کرنے کی کوششیں مسلسل جاری تھیں اور ان میں دشمنان اسلام کو بہت نمایاں کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ حکومت الہیہ کا تصور جس کی بنیاد ”مخلوق خدا“ کی فلاح پر ہے ذہنوں سے مٹ چکا تھا۔ اس کے بجائے ایسے عقائد گڑھ لئے گئے تھے جن سے ملوکیت کے مظالم کی پردہ پوشی کی جا سکے۔ بلکہ ان کے لئے شرعی جواز پیدا ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عدلی الہی کا انکار کیا گیا عقیدہ جبر کی ترویج کی گئی۔ اولوالامر کی اطاعت کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا تھا اس سے مراد سلاطین کے لئے گئے اور اس طرح حاکم وقت کے اقوال و افعال کو معیار حق قرار دیا گیا۔ امام حسینؑ نے اس کی مخالفت کی جس کے نتیجے میں واقعہ کربلا رونما ہوا۔

رسل نے جنگ کی جتنی قسمیں کی ہیں واقعہ کربلا میں سے کسی قسم کے ماتحت نہیں



آتا اس لئے کہ اُس نے جو قسمیں کی ہیں وہ نوع انسانی کے مدارج ارتقاء کے لحاظ سے ہیں اور واقعہ کربلا اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام جنگوں سے مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی انسان اور انسان کے درمیان جنگ کے ماتحت آتا ہے اور بنی امیہ نے کوشش بھی یہی کی کہ اسے دو شہزادوں کی جنگ سے تعبیر کیا جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور آج ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دو نظریوں کی جنگ تھی۔

چونکہ یہ نظریہ کی جنگ تھی اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین فاتح تھے باوجود اس کے کہ مادی طور پر شکست انہیں کو ہوئی اور یزید مفتوح ہے اس لئے کہ وہ اپنے نظریہ کو اُن سے نہ منوا سکا اور نہ دنیا نے اُس کے اصول کو حق تسلیم کیا۔

امام حسین نے کربلا میں جو جنگ کی اُس کے بہت سے پہلو ہیں اور جب تک وہ سب پہلو پیش نظر نہ رکھے جائیں کوئی صحیح نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہے۔

(۱) کربلا کی جنگ میں امام حسین کے دشمنوں کے جنگ کے محرکات وہی خواہشات تھے جو ساری دنیا کی جنگ کا سبب ہوتے ہیں لیکن ایک فرق یہ ہے کہ عام طور پر سلاطین ملک و مال کے لئے جنگ کرن اچاہتے ہیں۔ یزید کی جنگ کا مقصد اس کے علاوہ ایک یہ بھی تھا کہ وہ رسول کے نواسے سے اپنے کو صحیح خلیفہ رسول تسلیم کرائے تاکہ اُس کے اقوال و افعال کو مذہبی سند حاصل ہو جائے اس بنیادی مقصد میں وہ ناکام رہا اس لئے اُسے شکست ہوئی اور امام حسین کو فتح!

(۲) امام حسین کی جنگ دفاعی جنگ تھی لیکن اگر وہ محض دفاعی جنگ ہوتی تو دفاع میں ناکامی کے معنی یہ ہوتے کہ انہیں شکست ہوگئی اسی لئے امام حسین نے جان کے تحفظ سے زیادہ اس امر پر زور دیا کہ وہ اپنے نظریہ حیات کو دنیا کے سامنے پیش کر دیں اور یزیدی پروپیگنڈا اُسے مٹانہ سکے۔ اس مقصد میں انہیں کامیابی ہوئی۔ اموی

فلسفہ حیات کا پول کھل گیا اور امام حسینؑ کا فلسفہ دنیا کے سامنے آ گیا۔ اس اعتبار سے امام حسینؑ کو فتح ہوئی اور یزید کو شکست۔

(۳) امام حسینؑ کے لئے یزید سے جنگ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اُسے حق کے راستے پر برقرار رکھ سکیں اور شخصی منفعت پر توجہ مفاد کو مقدم قرار دے سکیں۔ یہ انسانیت کی وہ بلند ترین منزل ہے جس کا آغاز رسل کے نزدیک اب ۱۳ سو برس کے بعد ہو رہا ہے۔ اس جنگ میں آج سے تیرا سو برس پہلے امام حسینؑ نے فتح حاصل کی اور ایسی فتح حاصل کی کہ ساری دنیا نفس مطمئن کے نجات قدم پر انگشت بندھاں ہے۔

لیکن امام حسینؑ کی جنگ کا مقصد جب تک واضح طور پر نظروں کے سامنے نہ ہو اُن کی فتح کا مکمل تصور قائم نہیں کیا جاسکتا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ وہ باطل کے سامنے سرتہ جھکائیں لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ یزیدیت اور آمریت سے دنیا کو محفوظ رکھا جائے۔ لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ انسانیت کے اعلیٰ اصول کی تبلیغ ہو۔ نوع انسانی کو ”خلق خدا“ کی اصطلاح سے تعبیر کر کے وہ چاہتے تھے کہ انسان پوری نوع کو ایک وحدت تسلیم کر لے اور شخصی مفاد کو توجہ مفاد سے وابستہ کر دے اور یہی وہ اعلیٰ ترین نصب العین حیات ہو سکتا ہے جسے نوع انسانی اختیار کرے۔ چنانچہ رسل جو اس دور کا ایک اہم فلسفی ہے اس سے زیادہ بلند مقصد حیات معین نہیں کر سکا۔ لیکن صرف انسانیت کے اعلیٰ اصول کی تبلیغ ہی امام حسینؑ کا مقصد ان امور میں سے کسی ایک میں محدود کر دیا جائے۔ اُن کی شہادت کا اعلیٰ ترین نصب العین حقیقت میں صرف اصول انسانیت کی تبلیغ نہیں بلکہ یہ تھا کہ اُن پر عملدرآمد ہو یا



یزیدیت دنیا سے فنا ہو اور انسانیت عملی طور پر حکمران، افراد انسانیت اور ذاتی خواہشات کو قومی مفاد پر قومیں اپنے مفاد کو نوع کے مفاد پر قربان کر دیں۔

اس نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت سے جنگ کی ابتدا ہوتی ہے۔ کربلا کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ وہ جاری ہے اور اُس وقت ختم ہوگی جب دنیا جسنی فلسفہ پر عمل کرنے لگے گی اور اس لحاظ سے حسینؑ کی فتح بھی ابھی جزوی ہے۔ اس جنگ میں رہنمائی کا کام جو ایک سہ سالہ بچے کے ذمہ ہونا چاہئے اُسے امام حسینؑ نے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے دیا اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُس کے احکام کے مطابق عمل کریں اور اُس فتح کی تکمیل کریں جس کا کربلا میں آغاز ہوتا ہے۔

شہادت سے قبل جب امام حسینؑ کربلا میں بے یار و مددگار رہ گئے تو انہوں نے صدائے استغاثہ بلند کی۔ یہ صدائے استغاثہ نہ تھی، نوع انسانی کو اُس کا فرض یاد دلایا جا رہا تھا، اُسے دعوتِ عمل دی جا رہی تھی۔ وہ حقیقتاً صدائے استغاثہ نہ تھی، امامت کا فرض تھا جسے زندگی کی دشوار ترین منزل میں انجام دیا جا رہا تھا اُس صدائے استغاثہ کا خطاب کس سے تھا کیا محض اُن اعز و اقارب اور اُن وادار اصحاب سے تھا جن کی لاشیں ریگ زار کربلا میں پڑی ہوئی تھیں یا اُن اشقیاء سے امداد کی توقع تھی جن کے نیزے حسینؑ کے جسم کو چھلنی کر دینے کے لئے بے تاب تھے، نہیں نہیں! حسینؑ کا خطاب اُس زمانہ میں محدود نہ تھا اگر اُس زمانہ تک محدود ہوتا تو آج ہم اُن کی آواز نہ سن سکتے، لیکن حسینؑ کی آواز آج بھی گونج رہی ہے اور حق کی نصرت کے لئے ہمیں بلا رہی ہے۔ حسینؑ کا خطاب ہر زمانہ کے انسان سے تھا اور حسینؑ ہماری صدائے لبیک سننے کے منتظر ہیں۔

حسینؑ کی آواز پر کس طرح لبیک کہنا چاہیے اس کے لئے نمونہ عمل ایک صغیر بن بچہ نے پیش کر دیا۔ اگر ہم میں احساس ہے تو ہم اُس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو ایک بچہ جھولے میں بے تاب ہو گیا۔ اگر وہ چل سکتا ہوتا تو ضرور حسینؑ کی نصرت کے لئے میدانِ عمل میں اتر آتا۔ لیکن وہ کیونکر حسینؑ کی نصرت کے لئے بڑھتا وہ تو ابھی گھٹنوں بھی نہ چل سکتا تھا۔ مگر نصرت حسینؑ کا جذبہ وہ تھا کہ اُس نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ اگر وہ بول سکتا ہوتا تو ضرور لبیک یا ابنِ رسول اللہ کی آواز دیتا لیکن کیا کرتا وہ تو ابھی بے زبان ششماہ تھا۔ ہاں اپنی بے زبانی کی گھٹن کا اظہار اُس نے یوں کیا کہ وہ رونے لگا۔ علی اصغرؑ کے جذبہ نصرت کی شدت ملاحظہ فرمائیے کہ حسینؑ کو اس کا علم ہو گیا۔ وہ علی اصغرؑ کے مقصد کو سمجھ گئے۔ فرض کا تقاضا تھا کہ علی اصغرؑ اپنے بھائی علی اکبرؑ کے نقشِ قدم پر چلیں اور معیارِ عمل قائم کریں۔ لیکن وہ مجبور تھے بغیر امام حسینؑ کی امانت کے وہ اپنا فرض انجام نہیں دے سکتا تھے اور امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی مدد کی۔ اب تک امام حسینؑ حق کی نصرت کے لئے آواز دے رہے تھے، علی اصغرؑ نے اپنے کو پیش کر دیا۔ اب صورت مختلف ہو گئی، اب علی اصغرؑ حق کے لئے جہاد کرنے جا رہے تھے اور اپنی مدد کے لئے آواز دے رہے تھے، اب امام حسینؑ کا فرض تھا کہ وہ علی اصغرؑ کی نصرت کے لئے بڑھیں۔ امام حسینؑ نصرت کے لئے بڑھے، علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا اور میدانِ شہادت کی طرف لے چلے۔ وہ حسینؑ کے قدم نہیں تھے جو بچہ کو میدانِ جنگ کی طرف لے جا رہے تھے وہ علی اصغرؑ کے قدم تھے جو منزلِ عمل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میدانِ جنگ میں پہنچ کر بھی امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نیابت کی۔ علی اصغرؑ دشمن سے پانی طلب نہ کر سکتے تھے۔ امام حسینؑ نے اُن کی طرف سے اشتیاق سے پانی کی درخواست کی۔ پانی کا



طلب کرنا محض پیاس بجھانے کے لئے نہ تھا۔ کاش علی اصغرؑ کی پیاس بجھ جاتی۔ اگر وہ بجھ جاتی تو انسانیت کی روح کی پیاس بجھ جاتی۔ لیکن علی اصغرؑ کی پیاس نہ بجھ سکی اور انسانیت کے قلب میں آج بھی شعلے بھڑک رہے ہیں، اعلیٰ اصغرؑ پانی نہیں طلب کر رہے تھے، دشمن سے اس جذبہ رحم کے اظہار کے خواہش مند تھے جس کے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا۔ وہ دشمن کو اس جنگ کی دعوت دے رہے تھے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے اور چاہتے تھے کہ وہ اس میں کامیاب ہو کر انسانیت کی منز پر پہنچ جائے۔ اور یقیناً اس کو اس میں کامیابی ہوئی۔ کم از کم اس قسم کی نفسیاتی جنگ کی ابتداء ہر فرد کے یہاں ضرور ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابن سعد رحمہ اللہ سے یہ کیوں کہتا کہ کلام حسینؑ قطع کر دے۔ جب حسینؑ علی اصغرؑ کی طرف سے دعوت حق دے کر اپنا فرض پورا کر چکے تو علی اصغرؑ نے اپنے کلام کا آغاز کیا۔ کلام حسینؑ تو دعوت حق کی تمہید تھا اور بخدا علی اصغرؑ نے زبان بے زبانی سے جس مفہوم کو ادا کر دیا اسے حسینؑ بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ معلوم ہے علی اصغرؑ نے کیا کیا؟ خشک ہونٹوں پر ننھی سی زبان پھیر دی۔ کیا دنیا کا کوئی خطیب اپنی کسی تقریر کے ذریعہ وہ تاثر پیدا کر سکتا تھا جو بے زبان نے زبان کی ایک خفیف سی جنبش سے پیدا کر دیا۔ وہ تاثر ایسا تھا کہ دشمن کی صفوں میں برہمی پیدا ہو گئی کر بلا کی جنگ کا تقابل تاریخ کی کسی جنگ سے کس طرح کیا جائے۔ ایک طرف کس طرح کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے تھے دوسری طرف کس طرح کے حربوں سے کام لیا جا رہا تھا۔ امام حسینؑ معصوم تھے۔ لیکن یہ صرف ہمارا عقیدہ ہے۔ امام حسینؑ کے دشمن کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ تصور وار تھے۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس شبہ کا اظہار کر سکتی تھیں کہ ممکن ہے امام حسینؑ کا بھی کچھ تصور ہو۔ لیکن علی اصغرؑ نے حسینؑ کی حقانیت اور دشمن کی

بربریت کا ثبوت پیش کر دیا۔ ایک ایسا ثبوت جس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بچہ ہر انسان کے نزدیک معصوم اور بے گناہ ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی بے گناہی کا ایک ایسا ثبوت پیش کر دیا جو حسینؑ کی نصرت کرنے والوں اور خود امام حسینؑ کی دسترس سے باہر تھا۔ علی اصغرؑ معصومیت اور بے گناہی کی تصویر تھے اور ان کی معصومیت اور بے گناہی نے امام حسینؑ کے سارے جہاد کو اپنی آغوشِ عاطفت میں چھپا لیا۔ اس کے برخلاف دشمن نے علی اصغرؑ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس نے اُن کی فطرت کو بے نقاب کر دیا۔ قریب تھا کہ دشمن کی حیوانیت پر انسانییت غالب آ جائے، قریب تھا کہ حق باطل کو مغلوب کر لے، ابن سعد نے حرمہ سے کہا کہ کلام حسینؑ کو قتل کر دے اور حرمہ نے کلام حسینؑ کو قطع کر دیا۔ امام حسینؑ علی اصغرؑ کی نصرت کا فرض انجام دے چکے تھے۔ اب علی اصغرؑ میدانِ عمل میں تنہا تھے۔ امتحان کی منزل انہیں تنہا سر کرنا تھی۔ تیرہ پہلو گلے کے پار ہوا اور علی اصغرؑ مسکرائے۔ امام حسینؑ ساکت و صامت کھڑے ہوئے تھے اور علی اصغرؑ کے چہرے پر تبسم تھا۔ امام حسینؑ صبر کی منزل پر آ گئے تھے اور علی اصغرؑ شکر کی منزل طے کر رہے تھے۔ یہ تبسم علی اصغرؑ ہی سے مخصوص ہے۔ امام حسینؑ اگر اس موقع پر مسکراتے تو یہ رحم دلی اور محبت پدری کے خلاف امر ہوتا۔ اگر وہ مسکرا دیتے تو یقیناً شہادتِ حسینؑ پر خوشی منانے کا جواز پیدا ہو جاتا۔ جس کے لئے ایک طبقہ کی طرف سے مختلف قسم کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ چونکہ خود محلِ امتحان میں تھے اس لئے وہ مسکرا دیے۔ وہ ظالموں کی شقاوت پر نہیں مسکرا رہے تھے، اُن کا تبسم وہ فاتحانہ تبسم تھا جو انسان کو اپنے نفس سے جنگ میں فتح حاصل کر کے چہرہ پر آتا ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کو شہید ہوتے نہیں دیکھا لیکن حسینؑ کی شہادت کا مقصد حاصل ہوتے ہوئے انہوں نے دیکھ لیا۔



وہ اس لئے مسکرا رہے تھے کہ انہوں نے اُس وقت حسینؑ کی نصرت کی، جب اُن کی نصرت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا تھا، حسینؑ اپنی نصرت کے لئے ہرگز آواز نہیں دے رہے تھے۔ وہ حق کی حمایت کے لئے روح انسانیت کو آواز دے رہے تھے اور علی اصغرؑ نے دیکھ لیا کہ حق کی نصرت کا فرض انہوں نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کے بعد علی اصغرؑ خاموش ہو گئے لیکن ہمارے کانوں میں جب امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ گونجتی ہے تو اس کے ساتھ ایک بے زبان کی صدائے لبیک بھی گونج جاتی ہے، علی اصغرؑ کی صدائے لبیک صرف صدائے لبیک ہی نہیں صدائے استغاثہ بھی ہے، کون ہے جو حق کی حمایت کرے؟ اگر ہم علی اصغرؑ کی صدائے استغاثہ کو سنیں اور لبیک کہیں تو یقیناً ہمیں کامیابی ہوگی۔ علی اصغرؑ کا تبسم گواہ ہے کہ ہم ضرور اُس فتح کی تکمیل کر سکتے ہیں جس کا کر بلا میں آغاز ہوا تھا اور جس کی تکمیل ہی امام حسینؑ کی شہادت کا عظیم ترین نصب العین ہے۔ (شہید معنی پوری۔ سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۰، باب نمبر)

### فوج حسینی کا تنہا سپاہی:

کم نہ زیادہ پورے حیرہ سوسترہ برس ہوئے کہ نہر سوین نہیں بلکہ نہر فرات کے کنارے ایک جنگ عظیم اور ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔ یہ جنگ ہر لحاظ سے اپنی آپ مثال تھی۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی کر ڈالئے مگر تلاشِ بسیار کے بعد بھی نہ فقط دنیائے اسلام بلکہ از آغاز تا انجام اس روحانی انقلاب کی مثال ملنا ناممکن نظر آئے گا۔ یہی وہ واقعہ ہے جس سے بنی نوع انسان انسانی تکمیل کے واسطے ہر قسم کی نصیحت اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اس جنگ میں ایک جانب راستی و صداقت، عدل و انصاف، صبر و رضا، تحمل و استقلال، حریت و روحانیت انسانیت و مروت اور جذبہ تحفظِ اسلام، تو دوسری جانب ظلم و ستم، حرص و طمع مکاری و دغا بازی یعنی ایک طرف تو

مختصری فوج حسینی جس کی ہر فرد حفاظت و حمایت اسلام اور حریت و انسانیت کے لئے سر بکف اور دوسری جانب برباد پلیدی کی ٹڈی دل فوج جس کا ہر ہر سپاہی و نیاوی اغراض اور حرص و طمع کے لئے نظام عالم کو درہم برہم کرنے، عوام الناس کے حقوق کو پامال کرنے اور نام و ناموس اسلام کو صفحہ روزگار سے مٹانے کے لئے تیار۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کسی واقعہ نے قلوب انسانی پر ایسا اثر مرتب نہیں کیا جیسا کہ اس سانحہ عظیم نے انسانی دل و دماغ کو متحرک و متاثر کیا ہے۔ اس المیہ عظیم کو آج اگرچہ پورے تیرہ سو سترہ برس گزر چکے ہیں۔ مگر قلوب انسانی میں آج بھی اس کی غیر فانی تحریک اور وہی لازوال اثر موجود ہے گویا کہ یہ واقعہ کل ہی رونما ہوا ہے۔

زمانہ کے ظالم اور طاقتور ہاتھوں نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا ہی اور مشہور و اہم واقعات کو صفحات تاریخ سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ مگر یہی ظالم اور طاقتور ہاتھ اس انقلاب عظیم کی عظمت و اہمیت کو کم نہ کر سکے۔ مخالف اور غرض مند افراد نے اس شہادت عظمیٰ کی عظمت کو کم کرنے اور اس کی اہمیت کو حق ہیں نظروں سے چھپانے کے لئے ہاتھوں میں قلم اٹھائے ہوں گے اور اس روحانی انقلاب کو ملک گیر کی جنگ ثابت کرنے کی ناکام کوشش اور سعی کی ہوگی۔ مگر اُن کے بڑھتے ہوئے ہاتھ رُک گئے ہوں گے، اُن کے چلتے ہوئے قلم ٹھوکریں کھانے لگے ہوں گے اور ان کی عقلیں ہچکولے کھانے لگی ہوں گی جب کہ وہ تفسیر ذبح عظیم کے ان دو شاہکاروں تک پہنچے ہوں گے جہاں سے ششماہ کی شہادت اور اسیری اہل حرم کے دو باب کا آغاز ہوتا ہے۔

اگر فہم عمومی سے کام لیا جائے اور انصاف پسندی اور حق ہیں نظروں سے دیکھا



جائے تو ماننا پڑے گا کہ ملک گیری یا دنیاوی جنگ میں شیر خوار بچوں اور اہل حرم کو میدانِ قتال میں ساتھ نہیں لے جاتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیاوی جنگ میں فریقین اپنی فوجوں کی تعداد بڑھاتے ہیں اور مخالف کیپ میں بغاوت پھیلانے کی سازش کرتے ہیں۔ مگر حسینی جنگ مادی جنگ نہیں تھی، حسین تو میدانِ کربلا میں اسلام کو بچانے، حق و صداقت، قربانی و ایثار، صبر و رضا اور مکارمِ اخلاق کے بہترین سبق پڑھانے آئے تھے۔ غرض مند اور تنگ نظر دنیا کو صاف صاف بتانا چاہتے تھے کہ روحانی انقلاب اور حمایت و حفاظتِ اسلام کے لئے تمام ممکن مظالم برداشت کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیر خوار بچوں، کڑیل جوان، بیٹوں اور اہل حرم کو بھی دشمن کے لئے پناہ ظلم و ستم اور بے عزتی و بے حرمتی کا نشانہ بننے دیکھا جاتا ہے۔ یہ آسان بات ہے کہ حق اور سچائی کے لئے اپنی جان دے دی جائے مگر یہ مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں چند گنے چنے ساتھیوں اور رشتے داروں کو لے کر ان کا مقابلہ کیا جائے اور یکے بعد دیگرے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دوستوں، رشتے داروں اور جگر پاروں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھیں۔ (مسٹر کھیر) یہ معجزہ روحانی جنگ ہی میں رونما ہو سکتا ہے اور اس اعتبار سے یہ روحانی جنگ روحانی انقلاب اور یہ لازوال روحانی فتح تاریخِ انسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

حسین نے یزید کے مظالم کے مقابلہ میں گندی اور پست دنیاوی سیاست سے کام نہیں لیا۔ آپ نے ہر منزل اور ہر قدم پر اپنے مقصد اور نیک اقدام کا صاف لفظوں میں اظہار کر دیا اور ذیل کے فصیح و بلیغ خطبہ سے تو اہم کے اقدام کی غرض و غایت بالکل بھی صاف ہو جاتی ہے۔ یہ خطبہ امام نے میدانِ کربلا میں اپنے تمام اعزا و اقارب اور اصحاب و انصار کو جمع کر کے فرمایا تھا۔ کیا اس خطبہ پر نظر ڈالنے کے بعد

بھی کوئی انصاف پسند انسان اور حق میں نظر اس انقلاب عظیم کو روحانی انقلاب کہے بغیر رہ سکتی ہے؟

(خطبہ) اے میرے پالنے والے! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو منصب نبوت و امامت سے مکرم کیا اور کلام ربانی کے رموز و غوامض بتلائے۔ ارکان دین تعلیم فرمائے اور ہم کو گوش حق نبوش، دیدہ بینا، دل دانا عنایت فرمایا۔ خداوند تو ہم کو جماعت شاکرین سے قرار دے۔“

لکھا الناس! میں نے اپنے اصحاب بھیے اصحاب اور اپنے اعزاء بھیے کسی کے عزیز نہیں دیکھے۔ تم لوگوں کو خداوند عالم اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرے خیالات ابھی تک اہل کوفہ و شام کی طرف سے اچھے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ راہ اطاعت اختیار کر لیں گے۔ لیکن اب مجھ کو ان کے تیور بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں میں اس بناء پر تم سے اپنا عہد و پیمان اٹھائے لیتا ہوں اور تم لوگوں کو اپنی اطاعت اور بیعت کے بارے سے بالکل سبکدوش کئے دیتا ہوں اور بطیب خاطر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ رات کا وقت ہے، اطراف عالم پر تاریکی چھا گئی ہوئی ہے۔ اپنی اپنی سواریاں درست کر لو اور اس وقت کو غنیمت سمجھو۔“

کیپٹن ایل ایچ ہنٹ لکھتے ہیں کہ

”امام نے اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ بعد ختم تقریر آپ نے وہ کام کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا ناممکن ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو انسانی فطرت اور کمزوریوں کا کس قدر احساس تھا اور کس درجہ آپ نخی اور رقیق القلب تھے اور جذبہ ایثار کس حد تک آپ میں موجود تھا آپ نے حکم فرمایا کہ غصے کے چراغ گل کر دیئے جائیں۔“



انصاف پسند حضرات ذرا غور کریں کہ حسینؑ کس عنوان سے اور کیسے نازک وقت میں اپنے مختصر جانثاروں کی تعداد کو بھی بجائے بوجھانے کے کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ دشمن کے کیمپ میں فقہ کالم چھوڑنے اور فوج میں بغاوت پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے۔

”فوج میں گئے گنائے جاں باز ہیں غنیم کی سپاہ قطار در قطار سلسلہ کوہ کی طرح کھڑی ہے ساتھ کافی رسد نہیں، یہاں تک کہ پانی بھی نہیں۔ ایک ایک کر کے لوگ شہید ہوتے جا رہے ہیں لیکن پست ہمتی کا نام نہیں، کہیں شکست کی بدولی نہیں، بچہ بچہ شوق شہادت سے بے تاب ہے کیا معمولی دنیاوی جنگوں میں یہ معجزہ کہیں رونما ہوتا ہے۔ ایک ہی پسپائی میں ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں اور متواتر دو تین لڑائیوں میں شکست ہوتے ہی صلح کی شرطیں طے ہونے لگتی ہیں۔ یا ہزیمت خور وہ فوج راہ فرار اختیار کرتی ہے۔ مگر یہاں پر ایک پسپائی پر تازہ جوش اور تازہ دلولہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا کسی دنیاوی جنگ میں بٹاشت اور شجاعت کے ایسے معجزے ظہور میں آ سکتے ہیں؟ غیر ممکن۔ ہر ایک جوان میدان جنگ میں جانے کے لئے مغترب ہے، حضرت امام حسینؑ سے منتیں کرتا ہے۔ بوڑھا ہے تو اپنی جواں دلی کا یقین دلاتا ہے، بچہ ہے تو اپنی جواں ہمتی کا دم بھرتا ہے، صرف اس لئے کہ اذن شہادت حاصل کرے۔ فتح کا وہاں کوئی امکان نہیں۔ مٹھی بھر آدی اس فوج قاہرہ کے مقابلہ میں کیا کر سکتے تھے۔ مگر ان کا جذبہ جانبازی اعداد کی پروا نہیں کرتا کیوں کہ وہ حمایت حق میں شہید ہو جاتا ہے۔ حیات جاوید سمجھتے ہیں۔“ (مٹھی پریم چند)

حسینؑ کے یہاں ہتھیار ڈالنے، راہ فرار اختیار کرنے یا شرائط صلح پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو موت کو ذلت پر ترجیح دے کر گھر بار لٹا کر اہل حرم کو اسیر

کرا کے شیر خوار بچوں کو شہید کرا کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر گئے۔ اصول مذہب اور انسانیت کی لاج رکھ لی اور آنے والی قتلوں کے لئے میدان کرب و ہلا کو اُسموہ حسہ کی درگاہ بنا گئے۔

مدعا لیش سلطنت بودے اگر

خود نہ کر دے یا چیں ساماں سفر

(علامہ اقبال)

نصحا مجاہد جب کہ خیام امام میں پانی کا قطر تھا، جبکہ تمام عزیز واقارب ناقابل برداشت پیاس سے بے تاب تھے اور جب کہ قطر آب کی وجہ سے حسینی بچوں کی آنکھوں کے آنسو تک خشک ہو گئے تھے، ماؤں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا تو شہید جو رو جفا اور قتل العمرۃ امام خیمہ میں تشریف لے گئے اور حضرت رباب سے متاع رباب یعنی چھ ماہ کے معصوم بچے جناب علی اصغر کو جن کی زبان تک پیاس کی شدت سے خشک ہو گئی تھی گود میں لے کر دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ ششماہہ نصحا ہی کسی طرح بھی جنگ یا تشدد کے قابل نہ تھا۔ دنیا کے تمام قوانین اور جہان ناپائیدار کے تمام مذاہب کی رو سے یہ معصوم تین روز کا بھوکا پیاسا قابل رحم تھا۔ مگر افسوس کہ فوج یزیدی کے حیوان صفت انسانوں نے اس بے گناہ بچے کو بھی ایک قطرہ پانی کا نہیں دیا۔ امام نے فوج یزیدی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”اے لوگو! اگر تمہارے خیال باطل میں تصور وار ہوں تو اس معصوم بچے نے کیا تصور کیا ہے؟ دیکھو یہ شدت تشنگی اور گرمی سے ہلاکت کے قریب ہے نہ تو بے زبان بچہ ہے جو جرم کے قابل بھی نہیں۔ خدا کے لئے اس کو چند قطرے پانی کے دے دو کہ اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔ شاید اس کی جان بچ جائے اگر تم کو شبہہ ہو کہ میں خود اس طرح سے پانی پی لوں گا تو لو دیکھو میں اس گلدستہ کو پیتی ہوئی زمین پر



رکھ دیتا ہوں تم خود دو قطرے پانی اس کے منہ میں ڈال دو۔“ یہ کہہ کر امام نے اس ننھی سی جان کو جلتی ریت پر لٹا دیا۔

یہ حالت دیکھ کر فوج یزیدی میں کھلبلی پڑ گئی۔ امام کے جگر خراش اور وسوسہ کلمات اور دردناک منظر نے تھوڑی سی دیر کے لئے سگدلوں کے دلوں کو بھی موم کر دیا اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بچے نے کیا گناہ کیا ہے؟ یہ تو اپنے پیروں چل بھی نہیں سکتا۔ پانی کی ممانعت تو یزیدوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس بچے کو پانی دے دینا چاہئے۔

کیا بچے کو پانی دے دیا گیا؟ نہیں ہرگز نہیں! پھر کیا ہوا؟ فوج یزیدی کے کچھ افراد نے خیال کیا کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے حسینؑ کے مصائب اب ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ تک اور پانی بند رکھا گیا تو حسینؑ ضرور بیت یزید کر لیں گے اور ابن سعد کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں فوج میں بغاوت نہ ہو جائے اس نے حرمہ کو حکم دیا کہ کلام حسینؑ کو قطع کر دے۔ حرمہ نے ابن سعد کے مقصد و اشارہ کو پالیا اور فوراً ایک تیرسہ پہلو سے جوڑ ہر آلود بھی تھا، گلوئے معصوم کو چھید دیا۔ حسینؑ نے بے گناہ ننھے سپاہی کو گود میں اٹھایا اور پاک و پاکیزہ خون کو چلو میں لیا اور پر دیکھا اور معصوم و طیب و طاہر کو یہ کہتے ہوئے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ”خداوند! گواہ رہنا کہ میرا یہ بچہ ناقہ صالح سے کسی طرح کم نہ تھا۔ مسلمانو! نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب و ملت کے انسانو! ذرا غور کرو اور انصاف سے بتاؤ کہ اس نعل سے اس درندہ صفت انسانوں کی حیوانیت کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے؟ فوج یزیدی کے ان شرمناک افعال نے حسینؑ کے دل کو توڑ دیا۔ اب امام ان ظالموں کی اصلاح سے مایوس ہو گئے۔ حسینؑ نے اپنی اس مایوسی کو معصوم بچے کی شہادت سے بھی زیادہ محسوس کیا۔

مسلمانو! خدا کے لئے بتاؤ کہ دنیا کا کوئی مذہب دنیا کا کوئی قانون اخلاقی یا مذہبی معصوم بچوں پر پانی بند کر کے بے رحمی سے ہلاک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سلوک تو کافروں کے بچوں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاسکتا یہ سلوک تو کوئی انسان حیوان کے ساتھ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

بہر حال اب امام خمینہ کی جانب واپس ہوئے۔ ایک معصوم بچی امام کو دیکھ کر آپ کی طرف دوڑی اور دریافت کیا کہ بابا جان کیا میرے ننھے سے بھائی کے لئے دشمنوں نے پانی دے دیا؟ امام نے چشم آلود ہو کر فرمایا ”پارہ جگر سیکندہ الو یہ ہے تمہارا بھائی! دشمنوں نے اس معصوم کو بھی نہیں چھوڑا اور شہید کر دیا“ امام نے اپنی تلوار سے ننھی سی قبر کھودی اور معصوم و شیر خوار ننھے سپاہی کو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سلا دیا اور ساتھ ہی ساتھ اصلاح امت کی تمام امیدوں کو بھی وہیں دفن کر دیا۔

امام نے ہر طرح سے فوج پریدی کے مظالم اخلاق سوز اور دین و مذہب کے خلاف افعال و اعمال کو دنیا پر ظاہر کرنے کی کوشش کی اور اپنے اس مقصد میں ہر طرح کا سیلاب ہوئے کون نہیں جانتا کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کی فقط اسلام ہی نے ممانعت نہیں کی بلکہ اُس وقت کے عرب معاشرہ میں بھی یہ فعل بڑا مجرم تصور کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے کچھ فوج کو کسی مقام پر روانہ فرمایا اس فوج نے دوران جنگ کچھ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا پیغمبر اسلامؐ نے ان لوگوں کو سخت سزا دی۔ ان لوگوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”اے پیغمبر خدا وہ تو غیر مسلموں کے بچے تھے۔“ سرکار رسالتؐ نے فرمایا ”میں نے تو تم کو غیر مسلموں کے بچوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک مرتبہ جب خالد بن ولیدؓ نے کچھ بچوں کو قتل کر دیا تو پیغمبر خداؐ نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ ”اے



خدا میں خالد کے اس فعل سے علیحدگی اور بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔“ بعد میں آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کی تسلی و تشفی کریں اور ہمدردی کا سلوک کریں اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مسلمانوں نے کسی موقع پر بچوں کو قتل نہیں کیا۔ ہاں معاویہ نے ضرور مسلمانوں کے کچھ بچوں کو اپنے گورنر عمر بن اوطاطہ سے بیڑا اور یمن میں قتل کرا دیا۔ جو بچے ان مقامات پر قتل کئے گئے اُن میں عبید اللہ بن عباس کے بچے بھی تھے۔ بعد میں اولاد ابوسفیان نے انہیں واقعات کو میدانِ کربلا میں دہرایا۔ یزید بن معاویہ کے حکم سے کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں خالوادۂ رسالت کے ننھے ننھے معصوم بچوں کو تین شبانہ روز بھوکا پیاسا رکھ کر بے رحمی و سہے دردی سے شہید کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو جناب سید الشہداء کا ہر اقدام ایک بہترین کارنامہ تھا لیکن شیر خوار بچے کی شہادت حقیقتاً ایک محیر العقول حسینی شاہکار ہے۔ اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس شیر خوار بچے کو راہِ خدا میں قربان کر کے حسینؑ نے اپنی قربانی کو موثر ترین بنا لیا۔ دنیائے انسانیت کو حیرت میں ڈال دیا اور اپنے پیارے نانا کے پیارے مذہب کو مٹنے سے ہمیشہ کے لئے بچا لیا۔

نسلِ انسانی رہتی دنیا تک اس عنوان کو بھلا نہیں سکتی اور نہ تاریخِ عالم اس سلسلہ میں کوئی مثال پیش کر سکتی ہے کہ جس عنوان سے فوجِ حسینی کے اس ننھے سپاہی نے اپنے آپ کو حساسیت و اعانتِ اسلام میں قربانی کے لئے پیش کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ ننھا سپاہی تین شبانہ روز سے بھوکا اور پیاسا تھا۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ شبیہ پیغمبرؐ جنابِ علی اکبرؑ اور قمر بنی ہاشم حضرت عباسؑ جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ یہ ننھا سپاہی امامِ مظلوم کی بے کسی و بے یاری کو دیکھ کر تاب نہ لا سکا اور جھولے ہی میں شوق

شہادت کا اظہار کر دیا تا کہ اپنی مختصر سی فوج کے اس درمیان یعنی امام وقت سے اجازت حاصل کر کے حمایت حق میں شوق شہادت پورا کرے۔ امام جازت دیتے ہیں اور یہ ننھا سپاہی خوش ہو جاتا ہے۔ امام نے اجازت تو دے دی۔ مگر اب پریشان ہیں کہ میدان جنگ تک اصغر کس طرح جائیں گے۔ فوج حسینی اگرچہ بہترین ڈسپلن کی مالک تھی مگر میکنا نزڈ نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ ننھا سپاہی نہ تو آرمڈ کار میں گیا ہوگا اور نہ ہیوی ٹینک پر۔ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ پیدل جان نہیں سکتا تھا۔ خدا معلوم پھر اصغر کس سواری پر گئے ہوں گے ہاں سنتا ہوں کہ امام نے اپنے ہاتھوں کو اس ننھے سپاہی کی سواری کے لئے پیش کر دیا اور امام اپنے ننھے سپاہی کو میدان جنگ کی طرف لے چلے۔

حسین اپنے اس ننھے سپاہی کو رن کی طرف لے تو چلے مگر راستہ میں اس تصور نے پریشان ضرور کیا ہوگا کہ ننھا سپاہی نہتا ہے، کوئی ہتھیار پاس نہیں۔ فوج مخالف کا مقابلہ کس طرح کرے گا؟ مگر مجھے یقین ہے کہ ننھے سپاہی نے امام وقت کی پریشانی محسوس کر کے اپنی ننھی سی خشک زبان دکھا کر حسین کی پریشانی کو دور کیا ہوگا۔ کیا دنیا ایسا نرالا سپاہی اور ایسا نرالا ہتھیار پیش کر سکتی ہے۔ یہ تھا فوج حسینی کا خفیہ ہتھیار۔

فوج حسینی کا یہ ننھا سپاہی میدان جنگ میں دشمن کے مقابل پہنچتا ہے اور درندہ صفت فوج مخالف سے زبان بے زبانی سوال آ ب کرتا ہے تاکہ حجت تمام ہو، ننھے سپاہی کو دیکھ کر فوج مخالف نے خیال کیا ہوگا کہ شاید حسین اب آخری وقت میں مصعب الہی کو فیصلہ کے لئے ہاتھوں پر رکھ کر لاتے ہیں۔ ہاں یہ دھوکا ان بے رحموں کو ضرور ہوا ہوگا۔ آغوش امام میں اگرچہ مصعب الہی نہ تھا مگر مصعب نامق کا پوتا ضرور تھا۔ بہر حال ننھے سپاہی کو دیکھ کر اور صرف سوال آ ب سن کر فوج یزیدی میں بے چینی پھیل



گئی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بے زبان نے ہمارا کیا بگاڑا ہے؟ وہ اپنے پیروں تو یہاں تک آیا نہیں، اسے پانی پیا دینا چاہئے۔ سردار فوج یہ حالت دیکھ کر اور گفتگوئے باہمی من کر ششماہ کی پیاس بجھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ پیاس کس طرح بجھائی گئی یہ نہ معلوم کیجئے مگر ہاں طریقہ کچھ ایسا ہی تھا کہ عالم تہذیب و تمدن نے آج تک کسی بے زبان اور معصوم کی پیاس اس عنوان سے بجھتے نہیں دیکھی ہوگی۔ حرمہ بن کاهل نے تیرس پہلو جو زہراؑ لود بھی تھا چلنے میں لگایا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

حلقِ اصغرؑ بازوئے شد، سینہ زہرا چھیدا

رن کہاں، جنت کہاں، اللہ رے پلہ شیر کا

عالم انسانیت سے عموماً اور جمہور اسلام سے خصوصاً انصاف کے نام پر میرا سوال ہے کہ اے مہذب دنیا کے رہنے والو! اے اسلام کے دعویٰ دارو! آخر اس بے شیر ششماہ اور تھے بے زبان کو کس جرم میں تیرس پہلو کا نشانہ بنایا گیا؟

صاحبِ اولاد اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، مائیں اپنے اپنے گود کے پالوں کو یاد کر کے جواب دیں کہ اگر اُن کا بے زبان بچہ شدتِ تشنگی سے رو رہا ہو تو اُن کے دلوں پر کیا گزرے گی۔ کیا پیاس آبِ خنجر سے بجھائی جائے گی، نہیں ہرگز نہیں، اچھا تو اب مادرِ علی اصغرؑ سے پوچھو کہ آپ نے کون سے صبر و تحمل سے کام لیا۔ کون سا پتھر کلیجہ پر رکھا جب کہ ششماہ فرزند نے جس کا ابھی دودھ بھی نہیں چھوٹا تھا۔ تین شبانہ روز کی بھوک اور پیاس کے بعد ننھی سی خشک زبان نکال کر سوال آب کیا ہوگا۔ دودھ خشک ہو چکا تھا اور پانی کا ملنا ناممکن ہاں اے انسانیت کے دعویٰ دارو! بتلاؤ کہ اس سے بڑھ کر علی اصغرؑ کے لئے اور کیا مصیبت ہو سکتی تھی۔ قربان اے مادرِ علی اصغرؑ آپ کے صبر و تحمل کے قربان! آپ کے صبر اور معصوم کی قربانی نے حسینی قربانی کو اور

موت مٹا دیا۔ اے ننھے سپاہی حیرے قربان تو نے حق و صداقت کی قربان گاہ پر اپنے  
 طیب و طاہر خون کی نذر دے کر دین محمدی کو خلعتِ دوام بخش دیا۔  
 آخر میں صرف مسلمانوں سے سوال ہے کیوں مسلمانو! کیا اصل جزاء الاحسان الا  
 الاحسان کی یہی تفسیر ہے کیا رحمتِ عالم، مصلحِ اعظم، اور محسنِ انسانیت کے احسانات کا  
 یہی بدلہ ہو سکتا تھا، مسلمانو! یہ سوال تم سے میں نہیں کر رہا ہوں۔ یہ سوال تم سے ایک  
 غیر مسلم اور غیر کلمہ گو کر رہا ہے اور ان الفاظ میں:

" Tell me friends what shall you say, On the  
 awful judgement day, When Mohammed Asks  
 you where, Are those trusted to your care?

Dearer than a thousands lives? Bound by many  
 a fastening chain, Some in dungeons dark  
 remain, ON Kerbala's barri'en strand others lie, a  
 reaking band. Torn with wounds own stained with  
 mud, Weltering in their own hearts blood, When  
 before the Judgment seat, Your the Holy Prophet  
 Meet, He shall ask if thus your show, The  
 gratitude you gustly owe, For all the benefits  
 bestowed, By whom those Bounty freely flow'd

(W.B. Jailor)

دوستو! بتاؤ خوفناک قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے جب کہ محمدؐ تم سے سوال  
 کریں گے کہ کہاں ہیں وہ صاحبانِ قرابت جن کی موت میں نے تم پر فرض کر دی  
 تھی؟ جن میں سے ہر فرد کی جان مجھے ہزاروں جانوں سے زیادہ عزیز تھی۔ (یہی نا)  
 بعض کو بھاری بھاری زنجیروں سے جکڑ کر تاریک قید خانوں میں اسیر رکھا اور کچھ



کرب و بلا کے بے آب و گیاہ صحرا میں زخموں سے چور خاک و دھول میں اُٹے ہوئے  
اپنے دل کے خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔

جب تختِ عدالت کے روبرو حضرت رسول مقبولؐ سے تمہارا سامنا ہوگا تو وہ  
استفسار کریں گے کہ کیا اس شخص کے احسانات کا طریقہ، اطلبِ رشک گزری یہی ہے  
جس نے تم کو تمام نعمات بخشیں اور جس کا چشمہ فیض نہایت آزادی سے جاری  
رہا۔ (ڈبلو۔ سی ٹیلر)

کیوں عرشِ زمیں پر گر نہ پڑا کیوں گلشنِ ہستی جل نہ گیا  
بے شیر تو پیاسا اٹھ جائے، بہتا ہوا نہ یادہ جائے

(مسعود کشمیری رانپور... ہر فرار لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متاعِ رباب جبر)

### حضرت علی اصغرؑ کا تاجِ کربلاؑ:

حضرت علی اصغرؑ اور جنابِ سیکندہ کو متاعِ رباب سب جانتے اور سمجھتے ہیں اور ٹھیک  
سمجھتے ہیں اس لئے کہ ”المال والبنون زينة الحياة الدنيا“ قول الہی ہے یہ  
بھی قسامِ ازل کی پر عدل تقسیم تھی کہ ایک کو صنفِ مذکور میں اور دوسرے کو صنفِ اناث  
میں سے متاعِ رباب قرار دیا۔ یا شاید اُسے ہمارے دونوں صنف کے بچوں کے لئے  
ان دونوں کو اُسوۂ حسنہ قرار دینا مقصود تھا۔ کربلا میں متاعِ رسالت جہاں لٹی متاعِ  
رباب بھی لٹ گئی۔ ”لٹ گئی“ کہوں یا راہِ خدا کی ”امت و دلیت“ ہو گئی کہوں اس  
لئے کہ انہیں دو بچوں سے ”رباب“ کا نام چلتا رہے گا اور بچوں کی آرزو ماں کو صرف  
اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس کے نام لیواؤں کا نام باقی رہے۔ شاید اس غمِ نصیب کو کھ جلی  
ماں کو یہ تسکین ہو کہ یہ دونوں بچے آج کا وستم تو بنے مگر ستم زدوں کے زخم ہائے دل کا  
مرہم بھی بن گئے رہتی دنیا تک جب کسی ماں کی گود خالی ہوگی تو علیؑ جیسے شیرِ خوار

کی یاد اس کے غم کی شدت کو کم کر دے گی اور جب غربت میں کوئی بچی سپرد خاک ہوگی تو سیکڑہ کی زندانِ شام کی موت اس کے درد کو مدغم کر دے گی۔

یہ تو انسانیت کے زاویہ نظر سے رباب اور ان کے بچوں کی موت کا تذکرہ تھا۔ ورا اس کے اخلاقی پہلو پر بھی نظر ڈالیں۔ ایک نے فوجِ شام میں تھلکہ ڈال دیا دوسرے نے یزید جیسے شقی القلب کے دل کو گداز کر دیا۔ ایک نے بے زبانی کے باوجود وہ ”کلام“ کیا کہ عمر سعد سے ”قطع کلام الحسین“ کا حکم صادر کرایا اور دوسرے نے زندانِ شام میں وہ درد بھری فریاد کی کہ یزید کا خواب و خور حرام ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کی بے کسی کی موت اسرائیل حسین کی خلاصی کا باعث ہوئی۔ ان دونوں کی موت امت کی حیاتِ ابدی ہے۔ اس لئے کہ دونوں نے اپنی جائیں اچھے مقصد کے لئے دیں۔ ایک نے باپ کی نصرتِ راہِ حق میں کی اور دوسرے نے ان کو یزیدی ظلم و تشدد سے چھڑا کر ظلم و تشدد کی بیخ کنی کی۔ دونوں کا کام تبلیغِ حق تھا۔ ایک نے شام و عراق، عرب و حجاز کے اژدہاں کثیر میں وہ اعلان بے گناہی کیا کہ دشمنوں سے بھی اپنی بے گناہی کا اعتراف کرایا اور دوسرے نے بھرے دربار میں جو نمائندگی کے لحاظ سے کربلا کے میدان سے کم نہ تھا اپنے روحانی تصرفات کا وہ معجزہ دکھایا جو باپ عیسیٰ کی محبت کا افسانہ بن گیا۔ ممکن ہے کہ بعض مادہ پرست اس کو حقیقت سے دور سمجھیں مگر جب ہم واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسی مثالیں ہمیں تاریخی سوانح میں ملتی ہیں۔

انگلستان میں ملکہ میری کے عہد میں جب عیسائی جماعتوں میں مذہبی عصبیت مردم کشی اور جاں ستانی تک پہنچ چکی تھی اور پروٹسٹنٹ عقیدہ کے مشاہیر قتل کئے جا رہے تھے تو ایک شخص ٹامس مورنامی برسرِ دار کھینچا گیا اور اس کا سر نیزہ پر چڑھا کر دریائے ٹیمز کے مشہور ویسٹ منسٹر برج پر سے مع فوجی جلوں کے گزارا گیا۔ سر راہ کسی



کیسے لوگ کو تماشا ہی ہو کر کھڑے رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اس کی لڑکی مارگریٹ پل کے نیچے ایک کشتی میں بیٹھی ہوئی اپنے باپ کے دیدار کا آخری نظارہ کرنے کے لئے اس جلوس کی منتظر تھی۔ جب ٹامس مور کا سر نیزہ پر نصب ویسٹ منسٹر برج پر پہنچا تو اس چہیتی بیٹی نے بڑی بے چینی سے پکارا میرے باپ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری گود میں آ جاؤ۔ گولڈن ڈیڈس مطبوعہ میکمیلنس لندن میں لکھا ہے کہ جو لوگ نیزہ لئے تھے۔ اُن کے ہاتھ کپکپائے اور سر کو حرکت ہوئی اور وہ مارگریٹ کی گود میں جا گرا اور اُس نے اُس کا بوسہ کنار شروع کر دیا۔ سارا مجمع اس مجیر الحقل واقعہ کو دیکھ کر اس طرف ٹوٹ پڑا اور بالآخر کسی طرح وہ سر پھر دستیاب کیا گیا۔ کیا دربانہ یزید میں یزید کی اس فرمائش پر کہ ”سیکڑ تم اگر بابا کی پیاری ہو تو سر حسینؑ کو اپنے پاس بلاؤ“ ایسا ہی واقعہ نہیں ہوا کہ سر حسینؑ کو حرکت ہوئی اور وہ سیکڑ کی گود میں جا پہنچا۔ قوت ارادی اور قوت جذب اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ رونما کر سکتی ہے۔ کیا اس باپ بیٹی کے ملاپ نے سارے درباریوں میں ایک قہقہے کی لہر نہ دوڑا دی ہوگی کہ کتنا ہوا سر جو تن سے جدا تھا کس قوت روحانی کے تحت متحرک ہوا اور ایک فاسق اور ظالم کے چیلنج کو قبول کر کے اُس کو دربار عام میں ذلیل و خوار کیا۔ کیا یزید کے خلاف نفرت و انتقام کی رو اسی وقت سے درباریوں میں نہیں دوڑی اور کیا اس واقعہ کا یہ رد عمل نہ تھا کہ یزید .... بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے اہل بیتؑ حسنی کے رہائی پر آمادہ ہو گیا۔

جناب علی اصغرؑ کا عنوان شہادت تو ایسا ہے کہ اس شیر خوار کو ”قاج کر بلا“ کہنا حق بجانب ہے۔ ”کر بلا کی جنگ دو بادشاہوں کی جنگ ملک گیری تھی“ یہ بہتان مسترد نہ ہوتا اگر حضرت علی اصغرؑ باپ کے ہاتھوں پر کھلے میدان میں شہید نہ ہوتے۔ کون باپ چھ ماہ کے بچے کو ہاتھ میں لے کر بے زبان معصوم سے استغاثہ العطش سوکھے

ہونٹوں پر زبان پھیر کر بلند کرائے گا! یہ تو تب ہی ہو سکتا تھا کہ اس کا مقصد محض یہ رہا ہو کہ دنیا دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میرا مقصد لڑائی نہیں ہے محض اعلان بے گناہی ہے۔ ”بامی ذنب قتلست“ کا نوحہ بلند کرانا تھا۔ قویج اشقیاء سے اس کا اعتراف کرانا تھا کہ بے گناہ بے زبان۔ بے آب شیر خوار بھی ناوگ ظلم کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ اس بچے نے باپ کی حق پرستی اور معصومیت ثابت کر دی اور حسین مظلوم کے سر سے یہ غلط الزام ہمیشہ کے لئے اٹھالیا کہ جنگ کر بلا مادی جنگ تھی۔ یا جنگ بھی تھی! شہادت علی اصغر واقعہ کر بلا کا وہ زریں کارنامہ ہے جس نے باطل کے سیاہ داغ کو اور زیادہ نمایاں کر دیا جو ہمیشہ کے لئے یزید کے لئے کنگ کا ٹیکہ ہے۔

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا اسے ظالم نہ بن لڑکا

شہیدانِ وفا کا خوں کیا دھبہ ہے کچھڑ کا

انسانیت کے دامن کا داغ چھڑائے نہیں چھوٹا۔ تاریخ عالم ہمیشہ حق و باطل کے امتیاز کے لئے علی اصغر کی معصومیت اور یزید کی بہیمیت کو اپنے دامن میں محفوظ رکھے گی۔ یزید سمجھتا تھا کہ ظالم کا بول بالا ہے۔ علی اصغر کی گردن کا تیر پکارتا ہے کہ حق کا بول بالا ہے۔ اس ننھے مجاہد کا جہاد بالعمل نہ لایا تھا۔ سوکھے ہونٹوں سے پیاس کا مظاہرہ اور مسکراتے لبوں سے موت کا غیر مقدم رباب کے لئے یہ آخری پیار تھا کہ اچھی ماں کے بچے اچھے مقصد کے لئے جیتے کھیلتے جان دیتے ہیں اور بعد کی نسل کو یہ سبق دے جاتے ہیں۔

ہرگز خمیر د آں کہ دلش زندہ شد عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام نا

(مولوی سید کلب عباس۔ سر قرا لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، منارِ رباب نمبر)



### دفن حضرت علی اصغرؑ کے وجوہ:

روز عاشورہ جب امام حسینؑ کے جملہ اصحاب، انصار اور اعزاء میدان کارزار میں  
باری باری جا کر جام شہادت سیراب ہو چکے اور وہ وقت آ گیا کہ  
نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناس  
نہ قاصے، نہ علی اکبرے نہ عباسے

تو بیکس و مظلوم امامؑ نے اتمام حجت کے لئے آواز استغاثہ بلند کی اور فرمایا کہ ہل  
من ناصر ینصرنا، ناگاہ خمیر عصمت و طہارت سے آواز بلند ہوئی حضرت  
مضطرب ہو کر میدان قتال سے حرم سرا میں تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ ششما ہے  
فرزند علی اصغرؑ نے استغاثہ سنتے ہی اپنے کو گہوارہ سے گرا دیا۔ امام مظلوم نئے مہمان کو  
لے کر میدان کارزار میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے قوم جفا کار اگر تمہارے زعم  
باطم میں میں گنہگار ہوں تو اس شیر خوار نے کیا خطا کی ہے؟ اسے ایک جرہ آب دے  
دو۔ اگر یہ خیال ہو کہ اس بہانے سے میں خود پینا چاہتا ہوں تو میں اس کو فرش خاک پر  
لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آ کر تھوڑا پانی اس کو پلا دے۔ پھر آپ عمر ابن سعد  
سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں۔

نالایاں ہے تجھ سے روح رسولؐ فلک سپاس اتنا بھی دل نہ سخت کر اے نا خدا شناس  
موجود ہیں صراحیاں پانی کی تیرے پاس اک گھونٹ دے کہ ہے سولہ پہر کی پیاس  
بچے پہ ظلم صاحب ایمان سے دور ہے

چھوٹے سے مہمان کی خاطر ضرور ہے  
لکھا ہے کہ اہل قوج نے ارشاد امام کا کوئی جواب نہ دیا لیکن لشکر شام میں ایک  
تہلکہ پڑ گیا اشیاء کی یہ حالت ہو گئی کہ

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا دامن کسی جلاوٹ نے اشکوں سے بھگوایا  
ہر شخص کے ایک حیر لگا قلب پہ گویا بولا کوئی ایماں بھی گیا دین بھی کھویا  
یوں پھول کوئی دھوپ میں مرجھا نہیں جاتا  
بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

جب عمر ابن سعد ملعون نے قوج کی یہ حالت مشاہدہ کی تو حرمہ کو حکم دیا۔ قطع  
کلام الحسین، یعنی حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے، حرمہ نے تیرے پہلو سے کلام امام کو  
منقطع کیا۔ شیر خوار باپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر رہ گیا۔ امامؑ نے ذوالفقار سے منھی سی  
قبر کھودی علی اصغرؑ کو سپرد خاک کیا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ دوپہر میں گھر کا گھر صاف ہو گیا۔ طفلی کے رشتہ دار انصار  
شہید ہو گئے، گود کے پلے بچے امت پر قربان ہوئے۔ قمر بنی ہاشم ابو الفضل انعباس  
نے اپنی جان نثار کی۔ حسن سبزوئی کی یادگار پامال سم اسپاں ہوئی۔ اٹھارہ برس کی کم کی  
خاک میں مل گئی۔ علی اکبرؑ نے دار فانی سے کوچ کیا لیکن حضرت نے کسی کے دفن کا  
اہتمام نہ فرمایا۔ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر امامؑ نے شیر خوار مجاہد کو  
سپرد خاک کیا۔ پہلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اموات کا دفن کرنا فریضہ انسانی  
ہے اور بجائے عبادت ہے اس لئے امامؑ نے بچہ کی قبر بتائی آلام و مصائب کے ہجوم  
میں کسی اور شہید کو دفن کرنے کا موقع کہاں تھا۔ منھی سی قبر بنا سکے۔ دوسری وجہ معلوم  
ہوتی ہے کہ ممکن ہے امامؑ کو یہ خیال ہوا ہو کہ اور افراد میدان قتال میں دشمنان اسلام  
سے جہاد کر کے شہید ہوئے لیکن یہ بچہ تو کسی سے جنگ کو بھی نہ آیا تھا۔ بے قصور آب  
تیرے میراب کیا گیا۔ تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ ارض کر بلا گری کی شدت سے تپ رہی  
تھی، امامؑ کو گوارا نہ ہوا کہ اس گل اندام کو جلتی ریت پر چھوڑ دیں۔ چوتھی وجہ شاید یہ ہو



کہ امام کو خیال ہوا کہ میری شہادت کے بعد جب اہل بیت لوٹے جانے کے بعد اسیر کر کے اس طرف سے لے جائے جائیں گے تو لاش علی اصغر کو دیکھ کر بے چین ہوں گے۔ خصوصاً مادر علی اصغر اپنے ششما ہے فرزند کو خاک و خون میں غلطان جلتی ریت پر پڑا دیکھ کر عجیب نہیں کہ فرط غم سے ہلاک ہو جائے۔ پانچویں وجہ شاید یہ ہو کہ امام کو یقین تھا کہ ملائے شہداء کی لاشوں کو پامال کریں گے۔ اگر یہ لاش زمین پر ہوگی تو بوجہ پامالی کے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

(خورشید حیدر جاسی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مترجم باب نمبر)

### غنجہ دہن علی اصغرؑ:

حضرت علی اصغرؑ وہ غنجہ نامی شخص تھے، جو کہ بلا کی سخت دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے، ادھر یہ غنجہ کھلا ادھر مرجھا گیا اور وہ بچہ جاتے جاتے سبق دے گیا کہ دنیا بس اتنی ہی ہے۔ قول و عمل کی ہم آہنگی اور زہر آلود آلہ حرب سے شہادت رسولؐ اور ان کے گھرانے کا مسلہ تاریخی شعار ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کا سن چھ مہینہ کا۔ اس کا تبسم، ان کا قول شہادت ان کا عمل سوچئے تو کس طرح اور کب یہ عملیہ سچا اترتا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کے متعلق اس سے مختصر اور پردرد اور ہمیشہ یاد رکھنے والی بات نہ سننے میں آئی جو یادش بخیر خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن علی اللہ مقامہ ایک مجلس میں فرما گئے، جس کو سن کر لوگ اپنے اپنے گھر روتے گئے اور وہ بات یہ تھی کہ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہو جاتے تو اسیران اہل بیت کے ہاتھ رس بستہ ہونے کی حالت میں یہ بچہ کیسے ہاتھ میں لیا جاتا۔

سچ تو یہ ہے کہ واقعہ کربلا میں شہادت علی اصغرؑ کو جو بے نظیر اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس سے تاریخ کربلا میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ اس معصوم اور بے زبان

بچے کی شہادت کی وجہ سے کوئی جواب دنیا کے پاس نہیں رہ گیا اب جتنا جی چاہے  
کر بلا کی جنگ پر سوچ سوچ کر اعتراض کیا جائے مگر دنیا کے تمام مورخ اور مصنف  
مزاج مل کر پوچھتے ہیں کہ علی اصغر کو جب خلق عظیم سکھانے والے رسولؐ کے حقیقی  
نواسہ امام حسینؑ نے کھلے میدان میں ہاتھوں پر بلند کر کے بچے کی تشنگی اور بے گناہی  
کا تاریخی ورق دنیا کے سامنے پیش کر دیا تو پھر اس کو تیر سے کیوں شہید کیا؟  
آج دنیا کے مؤرخ خصوصاً یورپ کے ممالک کے صاحب رائے اور حقیقت  
شناس مورخ متفق ہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر  
سیاست تھے۔

حضرت علی اصغرؑ کے پانی کی حجت تمام کرنے کے لئے جھولا خالی کر کے میدان  
میں لاتے سے اتنے سیاسی، مذہبی اور اخلاقی سبق امام حسینؑ اور حضرت علی اصغرؑ  
عالم پر چھوڑ گئے کہ قیامت تک کتابیں صرف اس ایک واقعہ پر لکھی جائیں ہزاروں  
صفحے اور نمبر نکالے جائیں، مگر از شہادت حل نہ ہوگا اور بیان قاصر رہ جائے گا۔  
یہی وجہ ہے کہ مشق بعد از جنگ جب دشمن کچھ عرصے کے بعد چونکہ تو یہ پیوند  
کہئے یا بعد از تو تاریخ کے پھٹے پرانے دامن میں یوں لگایا جانے لگا کہ خیمہ تک ایک  
تیر آ جانے سے بچے کی شہادت ہو گئی۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(شیخ متاز حسین جوینوری، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، بتاریخ باب نمبر)

تیر و گمان پر تاریخی و علمی نظر:

حرملہ بن کاہل اسدی کا زہر آلود تیر

تیر اندازی دنیا کی تمام قوموں کا پرانا حربہ اور عہد قدیم کی بددوق ہے جس میں



بڑے بڑے کمالات دکھائی دیتے ہیں اور شریف و در ذیل سب اس کی تعلیم لازمی سمجھتے ہیں یہی وہ حربہ ہے جس سے رام چندر جی اور ان کے بھائی بھگن جی نے راون اور اس کے ایسے کوہ پیکر حریفوں کو مار کے گرا دیا۔ اگرچہ ہندوؤں کی ایجاد نے اس کا زور کم کر دیا تھا مگر پھر بھی سپہ گری کا اعلیٰ جوہر تھا۔ تیر اندازی کی کمائیں اتنی کڑی رکھی جاتی تھیں کہ ان کا چلہ کھینچنا ہر ایک کے لئے آسان نہ تھا بلکہ جس کی کمان جتنی کڑی ہوتی اسی قدر زیادہ اس کا تیر دور جانا اور کاری ہوتا۔ عربوں نے اپنی فتوحات کے زمانہ میں تیر اندازی کے ایسے ایسے کمالات دکھائے جو حیرت انگیز ہیں۔ ام ابان نامی دس پانچ ہی روز کی بیای ایک عربیہ دہن نے فتح دمشق کے موقع پر اپنے مقتول دولہا کے انتقال میں ایسے زبردست حیر برمائے کہ پہلے حیرنے دشمنوں کے علمبردار کو مار کے گرا دیا اور دوسرا دشمن کے بہادر سردار ٹامس کی آنکھ میں اس طرح پیوست ہوا کہ آخر کان سے کاٹ کے آنکھ ہی میں چھوڑ دیا گیا۔ (گزشتہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۵ مہدالہیم شرر لکھنوی)

انسانی خونریزی کے علاوہ باب ماضی سے یہ بھی ثابت ہے کہ کمان کا ذکر شادی بیاہ کے موقع پر بھی آیا ہے اور قوس نے دو مختلف خاندان کے مرد و عورت کا رشتہ جوڑنے میں مدد پہنچائی ہے۔ چنانچہ رامائن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ میتا جی کے باپ نے ان کو نند تجویز کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔ باپ کو بزرگوں سے ایک کمان ملی تھی جو بہت بھاری اور کڑی تھی، میتا جی نے کہا کہ جو کوئی اس کمان کو جھکا دے وہی میرا نند ہوگا۔ راجاؤں کے پرے آئے مگر کسی سے کمان نہ جھکی ایک ایک کر کے سب نے زور لگایا بعض سے تو اٹھ بھی نہ سکی۔ جب رام کی باری آئی تو انہوں نے اُسے آسانی کے ساتھ موڑ دیا اور اتنا موڑا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ میتا نے فوراً پھول مالاؤن کے گلے میں ڈال دیا۔ فشی غلام سرور لاہوری نے اپنے لغت میں لکھا ہے کہ اسدا الحکما کہ

شیب نامہ میں لکھتا ہے کہ تیر و کمان ایجاد دختر شاہ کرک زابلی کی ہے مگر اس وقت تیر میں پرندہ تھے۔ پر تیروں میں منوچر نے لگائے ہیں۔ استدلال میں یہ شعر پیش کیا ہے۔

شنیدم کہ دانش پڑوہاں درست  
کہ تیر و کمان او نہاد از نخست  
لیکن بذریعہاں تیر پیش  
منوچر شد ساخت ہنگام خویش

(جامع اللغات ص ۳۹۵)

اسد الحکما کی رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی قوس کا لفظ ماہرین علم الافلاک کی زبان پر اس وقت سے ہے جب آسمان کے برج نامزد ہوئے چنانچہ برج قوس سورج کی نویں منزل کو کہتے ہیں اور کلام عرب میں خیدہ پشت آدمی کو ”الشیخ صارا قوس“ بوزھا کمان ہو گیا“ کہتے ہیں اس وقت سے جبکہ عربی زبان جاری ہوئی

(مجم العالیہ ج ۱ ص ۱۰۱)

قبائل عرب میں جب اختلاف ہوتا تھا اور مجاہدہ کی قرار داد منظور ہوتی تھی تو دونوں متحاربہ اپنی اپنی جگہ سے صلح کے لئے حرکت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ جاتا تھا۔ شب معراج کی حکایت میں قوسین کی لفظ اسی قدیم رسم کی بناء پر استعمال ہوئی ہے۔ قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ عہد یونس نبی میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا گیا اور احادیث میں یہ صراحت ہے کہ پہلا قرعہ تیروں سے مریم بخت عمران نے اور پھر عہد المطلب نے اختلاف کے محل پر ڈالا۔ سیرت نبوی میں یہ بھی ہے کہ سہم رسول اللہ قریشیانی بناء و نست رسول عربی نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر قرعہ ڈالا اس کے بعد اسلام میں تیر و کمان کا استعمال مختلف مواقع پر ہے۔



(۱) از ابی عبد اللہ منقول است کہ فرمود اذاکنوا سبعة يوم الجمعة فالیصلوا فی جماعة والیلبس لیردو العمامہ و یسر کا علی قوس و عصی و الیقعلہ قعدہ کابین الخطین جب سات شخص جمعہ کے دن جمع ہوں تو نماز جمعہ پڑھیں اور امام جماعت عمامہ اور رداء کا ندھے پڑھالے اور کمان یا عصا پر تکیہ کر کے خطبہ پڑھے۔ یہ عبارت کتب فقہ میں موجود ہے۔

(۲) ضعیفی شکل کی تقسیم میراث میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا جاتا ہے۔

(دیکھو روضۃ الاحکام)

جس شخص کو سفر میں آب وضو دستیاب نہ ہو وہ تیر پھینک کر پانی تلاش کرے۔ چنانچہ علامہ کہتے ہیں۔

و یحب الطلب علوة سهم فی الخرنه و سهمین فی السہیلہ من جوابنہ الاربع (تبصرۃ المتعلمین)

ریگستان اور پتھریلی زمین میں ایک تیر اور دو تیروں تک پانی ڈھونڈھے ہر چہار سمت پانی نہ ملنے پر حتم کا محل ہے۔ اتنے استعمالات تیر و کمان کے دیکھ کر اسلام کی رحمہ لی ثابت ہوتی ہے کہ تیر کو دشمن کے لئے استعمال کرنے میں خواہ وہ کافر یا مشرک ہی کیوں نہ ہو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پیغمبر کی حدیث میں اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ اپنے بچوں کو تیر لگانا اور پیرنا سکھاؤ۔ (حلیۃ المتقین) اور خاندان رسالت کی ہر فرد تیر اندازی میں کامل تھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی پیراندہ سال میں تیر اندازی اور تیر پر تیر لگانا آپ کی سیرت میں موجود ہے۔ (اُردو واں طبقہ بھی جانتا ہے دیکھو مآثر باقریہ) دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم فنون مشرقیہ سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ

تیر اندازی کا صرف نام جانتے ہیں اور اصطلاحات سے بے خبر ہیں اور قریب ہے کہ یہ فن فنا ہو جائے۔ بندوق کا نشانہ صحیح ہونا تیر اندازی کی مشق کے بعد کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تیر و کمان پر نظام الدین بن مولوی امیر علی نے سیر حاصل بحث کی ہے جس کا اقتباس مطالعہ کی وسعت کے لئے ضروری ہے۔

تیر اندازوں کی اصطلاح میں پانچ سیر کی وزن کو ٹانگ کہتے ہیں پس جو کمان ایسی ہو کہ اس کی شصت میں اگر پانچ سیر وزن باندھ دیں اور وہ اس قدر خمیدہ ہو کہ جس قدر شصت کو کمان کی لوٹک کھینچنے میں خمیدہ ہونا چاہئے تو اس کمان کو ایک ٹانگ کی کمان کہتے ہیں اور کمان عموماً ایک ٹانگ سے کم اور پانچ ٹانگ سے زیادہ نہیں ہوتی اور ایک سے پانچ تک اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ ۲۵ سیر وزن ہوتا ہے یعنی اگر ۳۵ سیر وزن لے کر کمان کی شصت میں باندھیں تو اس قدر خم نہ ہو جس قدر شصت کو کھینچ کر نرمہ گوش تک لانے میں کمان خم کی جاتی ہے۔ (محل و شعور صفحہ ۲۳۹ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

ہندوستان کے عجائب خانوں میں سالار جنگ میوزیم بمبئی کے آثار قدیمہ میں بعض کمانیں عہد قدیم کی موجود ہیں اور میں نے اپنی کتاب شہزادہ علی اصغر کی تالیف کے وقت پچشم خود دیکھیں ان کی مہیب صورت تیر اندازی کی بے رحمی اور ان کی بربریت بعض پرانی تصویروں سے بھی واضح ہوتی ہے کہ تیر انداز کڑی کمانوں کو بسا اوقات پیروں کی طاقت سے زمین پر بیٹھ کر جھکاتا ہے اور تیر اس کے چاروں ہاتھ پیروں کی طاقت سے کمان سے رہا ہوتا ہے۔ بقول عروج

تیر چلتے سے ملا کڑی کمان ٹانگ چلا

اس طرف شاہ بچہ کو چھپاتے ہی رہے

واقعہ کہ بلا صحیح معنوں میں ہم تک نہیں پہنچا اور ناقل تو ختم ہو گئے یا ان کی زبانوں پر



پہرا تھا جو بتا سکتے تھے ان سے پوچھنے والے آزاد نہ تھے۔ حکیم مولوی مرزا علی نافذ جو عہد شاہی کے آخری ادیب تھے، نظم کے ساتھ نثر پر بھی قابو تھا اہل قلم نے ان کو افاضل اور تلامذہ ملاذ العلماء رحمہ اللہ میں شمار کیا ہے۔ ممدوح کی تصانیف کسی کسی لائبریری میں نظر آتے ہیں۔ موصوف کا بیان تھا کہ حرمہ اپنے وقت میں چالیس پہلوانوں کے مقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کی کمان دو ٹانگ کی تھی۔

بے شیر کی دل دوز شہادت پر راویوں کے جو مختلف بیانات ہیں ابو مخنف کا یہ کہنا کہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کیا۔ اس عصر کی سب سے مستند کتاب نفس المہوم فی مصیۃ المظلوم طبع نجف اشرف سے واضح ہوا کہ تیر لہائے خشک پر پڑا (فوق فی شفیقہ) اور حضرت ام کلثوم کا اپنے نوحہ میں یہ آخری ہنیہ مصرع ”والحسرتا و علی قریبۃ الجفن والاحشاء“<sup>۳</sup> نکلیں اور امعا (شکم) مجروح ہوئے اسی طرح قاتل کے نام کے ساتھ حسین بن متیم (نفس المہوم) کا تیر بھی صلیحہ قرطاس پر آتا ہے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ تیروں کی یو چھاؤ تھی اور جرم حرمہ تک محدود نہیں ہے پسر سعد بھی شریک ہے جس نے کہا طع نزاع القوم، جلد لشکر کی بے چینی کو ختم کر دے صاحب ہبضہ کی اس تحریر کا لازمی نتیجہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ علی اصغر کی حالت دیکھ کر بھڑ گیا تھا اور مظلوم کا ساتھ دینے پر تیار تھا اور عمر سعد نے اصول جنگ کی کمر آ میز گفتگو کی جو اس کے ہمنوا فوجی سمجھے اور ظلم و ستم کا وہ مظاہرہ ہوا جو چشم فلک نے نہ دیکھا۔ شہزادہ کے نام نامی والدین عمر کیفیت شہادت دفن، اہل حرم کا کھرام، سکیمنہ کی بے چینی، قاتل کا انجام، ائمہ طاہرین کے تاثرات، قبر کی جگہ پر امام محمد باقر کی رائے، ماں کی سوگداری، بکثرت عنوانات ہیں جن کو تاریخ شہزادہ علی اصغر میں بیان کیا ہے یہ کتاب اس خادم دین نے ۱۹۳۹ء میں پیش کی تھی۔ اس مقالہ میں

جو کچھ عرض کیا ہے اس کے علاوہ ہے۔

(مولانا سید آغا مہدی لکھنوی، سرگراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، بتایا رباب نمبر)

### شہادتِ اصغر دراصل شہادتِ اکبر ہے:

کر بلا کا تصور آتے ہی دل کی دنیا بدل جاتی ہے کبھی کبھی تو اس کی معمولی رفتار میں گھٹن سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ عقل کو بھی حیرت ہوتی ہے کہ اتنا عظیم اور دور رس نتائج کا حامل یہ فقید المثال کارنامہ اس نظم و ضبط کے ساتھ ایک دن کے صرف چند گھنٹوں میں کیسے وقوع پذیر ہو گیا اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے شرافت و انسانیت کے لازوال جواہر پارے بکھیر گیا۔ اب محسن و اخلاق کے جس مراقب کا تصور کیجئے گا اس کی جیتی جاگتی تصویر آپ کو اس واقعہ میں ضرور مل جائے گی۔ کمالات انسانی کے جس جزو کی تلاش کیجئے گا اسے آپ ضرور انہیں لمحات دار و گیر میں موجود پائیں گے آخر یہ کیا ہے؟ نظریات و تصورات برسوں میں بنتے اور بگڑتے ہیں اور تعلیمات و تعمیرات کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ تو اقدام و عمل اور درس و تدریس کا وہ کامیاب قدم تھا جو کر بلا میں اٹھا اور اٹھ کر قائم ہو گیا اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری گردشیں اسی ایک محور کے گرد گھومتی ہو رہی ہیں۔ یہ ہر شے کا جو ہر اس کے ضد کی موجودگی میں زیادہ درخشاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ جیسے تاریک راتوں میں ستاروں کی روشنی زیادہ چمکدار ہو جاتی ہے۔ سانحہ کر بلا اس اعتبار سے بھی کامیاب ترین تاریخی واقعہ ہے۔ جہاں انسانیت کے مقابلہ میں حیوانیت، اخلاق و مروت کے مقابلہ میں درندگی و وحشت اور نرمی و رافت کے مقابلہ میں سختی و قساوت اپنی پوری توانائی کے ساتھ رونما ہو رہی تھی۔ باطل طاقتیں ایسے وحشیانہ حوصلہ اور بہیمانہ ولولہ کے ساتھ کر بلا سے پہلے اور نہ کر بلا کے بعد کبھی حق کے خلاف متحد ہو سکیں



اور نہ یقیناً اب ہوں گی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کی تازگی وقت کے گزرنے پر بڑھتی ہی جاتی ہے۔ زمانہ کا بڑھاپا واقعہ کو بلا کے شباب کا سامان مہیا کر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں خوابیدہ افکار و آراء کے اندر خود بخود ایک نئی کرولٹ پیدا ہوتی رہی ہے جس کے نمود نے کثیر تاریخی مواد چھوڑا ہے اسی واقعہ کو بلا کا یہ ایک دوسرا اعجازی پہلو ہے۔ جہاں ٹھہر کر سوچنے اور سمجھنے کو جی چاہتا ہے لیکن جو خصوصیت مجھے خاص طور پر اس شہادت عظمیٰ کی سب سے زیادہ متاثر بناتی ہے وہ اُن لکھو کھا مصائب و موانع کے ہنگام میں اُن مٹھی بھر سرفروشان حق کے اندر اعتدالِ عمل کا صحیح توازن ہے۔ پورا واقعہ دیکھ جائیے ایسا محسوس ہوگا کہ حادثات پر ایک قسم کا دبہ مضبوطی پر ایک قسم کی شوکت اور بے بسی اور ایک قسم کا وقار چھایا ہوا ہے۔ وہاں اصنافِ انسانی کے فرق کے علاوہ عمود اور قوتوں کا بھی بڑا فرق ملتا ہے مگر جب انجامِ عمل کے اعتبار سے دیکھئے تو ہر پیر و جوان ہر زن و مرد، ہر آزاد و غلام حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بلکہ شیر خوار تک آنے والے مصائب کا استقبال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر ایک خیال میں موقف کی نزاکت اور اپنے اپنے عمل کی اہمیت کا بڑا متوازن تصور موجود تھا۔ ایسا تو ہوا کہ کسی نے فیروں کے پھل کھائے، کسی نے آبِ شمشیر کا ذائقہ چکھا، کسی کی تواضع گزر گراں بار سے کی گئی تو کسی کی دودھ بڑھائی تیرسہ شعبہ سے ہوئی، مگر نشانہ ظلم بننے وقت جس طمانیت قلب اور سکونِ عمل کا مظاہرہ ہر ایک سے ہوا وہی دوسرے اور تیسرے سے اور وہی سب سے ہوا یہ ہے کہ بلا کی وہ معتدل ہوائے عمل جس نے مفکرینِ عالم کو متاثر و متحیر کر رکھا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جوانمردی کے مقابلہ میں کسی کم سن بلکہ شیر خوار بچے کی موت نتائج و اثر کے اعتبار سے کم سمجھی جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ”این ماتم سخت است“ کہ گویند جوان

مردانہ مگر یہ فرق واقعی اس وقت ہوتا ہے جب اسباب و علل اور نتائج و اثرات کے اعتبار سے بھی ان میں فرق محسوس کیا جاسکے لیکن جب اعتدالی عمل کا یہ عالم ہو کہ خود امام و ماموم، اور قائد و محکوم کا عمل ایک ہی منزل پر نظر آ رہا ہو تو پھر اب کسی اور کے فرق عمل کا کیا تصور کیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ شہادتِ اصغر دراصل شہادتِ اکبر ہے۔

میں سوچتا تھا کہ اس معصوم شہزادے پر جس کی داستانِ حیات صرف چھ ماہ کی مدت میں ختم ہو جاتی ہے مگر مجھے علامہ ڈاکٹر جو پیوری مدظلہ کے ایک فقرہ سے شہادتِ معصوم کا ایک وسیع باب نظر آ گیا۔ جو موصوف نے برسیل تذکرہ مجھ سے فرمایا کہ ”علی اصغر کربلا میں چھ ماہ کے تھے مگر اب تو ان کی عمر تقریباً چودہ سو سال کی ہو رہی ہے۔“ سچ ہے اس قربانی نے اس طویل عرصہ میں ملکوں اور قوموں کو کس طرح متاثر کیا ہے۔ کہاں کہاں شہادتِ صغیر کی معصوم کربوں نے نور انسانی کی ہے، کن کن دماغوں میں انقلاب کی زد دوڑائی ہے۔ کس کس سے واقعہ کربلا کی عظمت اور کاروانِ حسیں کی طہارت و بے گناہی کا کلمہ پڑھوایا ہے۔ یہ ایک اتنا وسیع باب ہے جس کے لئے ہزاروں صفحات کی ضرورت ہوگی۔

بطورِ خاکہ صرف عنوانات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اربابِ نظر اگر محنت و جانفشانی سے قلم اٹھائیں تو حقائق و معلومات سے بڑا ایک علمی خزانہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ خدا ہمیں توفیق کرامت فرمائے۔

”شہادتِ علی اصغر اپنی نظر میں، غیروں کی نظر میں“

مؤرخین کی نظر میں، مفکرین کی نظر میں، سیاست دان کی نظر میں، محدثین و نثرین کی نظر میں، ادیب و شاعر کی نظر میں، شہادتِ علی اصغر نے واقعہ کربلا پر کیا



اثرات ڈالے، اس وقت کی اموری سیاست کو کتنا متاثر بنایا، ہر دور میں انسانیت اس واقعہ سے کتنا اثر لیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

شہادت علی اصغر کا مراسم عزاداری میں خصوصی حصہ اور اس کے مظاہرات! مردوں، عورتوں اور بچوں پر ان مظاہرات کے الگ الگ اثرات!

تاریخ انسانی میں دنیا کے کم سن بچوں کے کارنامے اور ان سے شہادت بے شیر کا تقابل، قرآن مجید نیز دیگر مذہبی کتابوں میں بچوں کے تذکرے اور ان کے کارنامے۔ وغیرہ

یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جو بس یوں ہی قلم برداشتہ سپرد نگاہ ہے۔ اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین ابواب کے ساتھ کی جائے اور بالغ نظر اہل قلم مواد فراہم کریں تو یقیناً ایک مفید اور کارآمد قلمی کوشش کامیاب بن سکتی ہے۔

ذریعہ تحریری مضمون میں مجھے مظاہرات غم اور جلوس محرم میں علی اصغر کے جھولے کی حیثیت پر روشنی ڈالنا ہے۔ جب جلوس محرم برآمد ہوتے ہیں تو اکثر ناواقف دنیا اب بھی بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ پوچھتی ہے کہ یہ کیا ہے اور یہ کیا ہے؟ لیکن زیادہ تر لوگ ناواقف ہی رہ جاتے ہیں۔ مظاہرین جلوس اپنے جوش و خروش میں کچھ ایسے گم رہتے ہیں کہ انہیں حقیقت عزاداری کی اصل غرض و غایت، فراموش ہو جاتی ہے۔ غم و اندوہ کا پر شکوہ سماں دعوت عام بن کر خود فراموش دنیا کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور انسان کا فطری جھکاؤ اُسے مظلوم کی طرف موڑتا ہے۔ مگر بس وہیں پر ہم خود سو جاتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جس وقت جھولے کا کوئی جلوس نکلتا ہے تو ہر ایک متاثر نظر آتا ہے۔ دوسرے اقوام کے لوگ خصوصاً عورتیں بڑے تعلق اور توجہ سے دیکھتی رہتی ہیں۔ غالباً یہ چیز ان کی فطرت کے باطنی تقاضوں سے بہت قریب ہو

جاتی ہے۔ جھولے کے اندر شبیہ سے متصل ایک تیر کا منظر آگ بڑا لذت کوٹھ ہوتا ہے۔  
 آلہ آباد میں جھولے کا جلوس شیعوں کے یہاں علیحدہ نہیں اٹھتا بلکہ جہلم کے روز جو  
 جلوس عزائواب احمد جان خاں مرحوم کے یہاں سے برآمد ہوتا ہے۔ اس میں منجملہ  
 اور شبیہوں کے یہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے شب عاشور منجانب انجمن مظلومیہ رانی  
 منڈی میں جھولے کا ایک مختصر جلوس نکلتا ہے جو اس محلہ میں ایک مکان سے اٹھ کر  
 بس تھوڑی دور جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ بعض عزائوانوں میں مخصوص مجلسوں کے بعد بھی  
 جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔ محلہ چک پرڈپٹی سید زاہد حسین مرحوم کے عزائوانہ کی  
 مجلس آلہ آباد کی عزاداری میں ہمیشہ سے بڑا امتیاز رکھتی ہیں۔ اس عشرہ کی نویں مجلس  
 میں جھولا اٹھتا ہے۔ خدا غریقِ رحمت کرے حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب کو جن کے  
 دور خواندگی میں اس عشرہ کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ اور ۸۔ ۹ محرم کی مجلسیں  
 تو ایسی یادگار ہوتی تھیں کہ جن کا بس تصور باقی رہ گیا ہے۔ آں قدح بشکست و آں  
 ساقی نہ ماند! یہ مجلسیں اب بھی امتیاز رکھتی ہیں۔ مگر اسی تناسب سے آلہ آباد کی پوری  
 عزاداری پر انحطاط کے آثار چھا گئے ہیں۔ اب نہ وہ اشہاک رہا اور نہ وہ عزم و  
 اہتمام، خلوص رخصت ہو گیا اور ہمتوں میں پستی آ گئی۔ بس ”میکدرو“ کے اصول پر  
 ہر جگہ خانہ پری ہو جاتی ہے۔ اس دور میں ان مجالس میں ہر مذہب و ملت کے صمد ہا  
 لوگ شریک ہوتے تھے۔ ختم مجلس پر جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی تھی، سینکڑوں مومنین  
 سینہ کو بی و ماتم میں گھنٹوں مشغول رہتے تھے۔ ہر آنکھ پر غم نظر آتی تھی۔ غش ہونے  
 والوں کی تعداد کافی ہوتی تھی جنہیں میت کی طرح سے عزائوانہ کے باہر گھنٹوں میں لایا  
 جاتا تھا تا کہ فی الجملہ ہوا مل سکے۔ عجیب غم و اندوہ کا سماں رہتا تھا۔ ہر شخص اپنے روز  
 مرہ کے کاموں کو بھولا رہتا تھا۔ بس غم حسین کی ایک فضا دل و دماغ پر چھائی رہتی تھی۔



محلہ دریا آباد میں جو شہر سے کچھ دوری پر واقع ہے اور اب شہر کی توسیع کی بدولت  
تاسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے۔ کسی زمانہ میں بڑے جوش و ولولے کے ساتھ مراسم عزائم  
انجام پاتے تھے۔ ہزار ہا روپے کے اوقات اس مقصد کے لئے تھے اور بس اب  
یہاں بھی صرف خانہ پری رہ گئی ہے۔ جھولے کا کوئی خصوصی جلوس یہاں بھی نہیں  
اٹھتا البتہ اب آغا علی خاں مرحوم کے عزائم خانہ میں جو اوقاف کی جانب سے مجلسیں  
ہوتی ہیں تو یہ محرم کو بعد مجلس جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

آج سے تقریباً بیس پچیس سال پہلے الہ آباد میں شب عاشور جھولے کا ایک بڑا  
انتہائی جلوس اور ”علی اصغر کا جھولا“ کے نام سے بڑے تزک و احتشام اور بڑی گرما  
گرمی و انتظام سے لکھا کرنا تھا اس کے ہائی حاجی عبدالغفور صاحب، منگر فروٹ  
مرچنٹ الہ آباد ہوتے تھے۔ جلوس کے آگے آگے حاجی صاحب مدد اپنے رفقاء کے  
ہاتھ میں بگل لئے ہوئے چلتے تھے اور انہیں کے بگل کی آواز پر جلوس آگے بڑھتا تھا۔  
یہ جلوس بعد نماز عشاء محلہ بہادر گنج سے اٹھتا تھا اور گراٹھ ٹرک روڈ پر گزرتا ہوا کوٹوالی  
کے سامنے سے ٹھیکری بازار میں داخل ہو کر محلہ ہڑی منڈی کے سہ راہے پر ختم ہوتا  
تھا۔ کئی فرلانگ تک دور یہ گیس کے ہنڈے سینکڑوں کی تعداد میں ہوتے تھے جس  
کے بیچ میں پورا مجمع رہتا تھا۔ گد کا پھری اور بانک نبوٹ کے اکھاڑے جلوس کے  
آگے رہتے تھے جو اپنے اپنے فنی کمالات کے مظاہروں میں مسابقت کی کوششیں  
کرتے تھے۔ ان کے پیچھے شہر کی سب ماتمی انجمنیں مدعو ہوتی تھیں۔ جو زنجیری ماتم  
سے مجمع کی توجہات و نظر کا مرکز بنی رہتی تھیں۔ انجمنوں کے بعد جھولے کی شبیہ ایک  
بلند ٹھانڈ پر رکھی جاتی تھی جو دور سے دکھائی دیتی تھی۔ ہزار ہا لوگ کاندھا دینے کا  
شرف حاصل کرنے کے لئے والہانہ طور پر بڑھتے تھے اور بڑی مشکل سے جھولے

تک پہنچ سکتے تھے۔ ہر طرف سے عقیدت مند اور منت گزرا پھولوں اور گجروں کی بارش کرتے رہتے تھے۔ اہل آباد کی عزاداری میں اس جلوس کا بھی ایک مقام تھا۔ بلا تفریق مذہب لوگ اس کے لئے چندے دیتے تھے اور پہلی محرم سے اس کا انتظار کیا جاتا تھا مگر افسوس کہ اتنا دلہوز پر اثر اور کامیاب جلوس حالات زمانہ کا شکار ہو گیا اور اب کافی عرصہ سے بند ہے۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کیوں پھر اسے زندہ نہیں کرتے؟ (مولوی رضی الدین حیدر سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

### علی اصغر اُمت کی نادانی پر ہنس دیئے:

تمام دنیا کے بچے دو حق طریقے اپنے ضروریات و احساسات کے اظہار کے رکھتے ہیں یا رونا یا چہرے کے تغیر سے تکلیف سے بچنے کا رونا فطری ہے۔ اگر روئے گا نہیں تو کم از کم چہرہ ضرور متغیر ہوگا۔ اب میں اس فطرت اور نظام کے ساتھ علی اصغر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ بانو کا حسین بچہ اور سید الشہداء کا چھ مہینہ کا لعل بے بہا بھوک کی شدت میں کیا کرتا ہے۔ صبر کیسا صبر میں رونے کی آواز نہیں آتی۔ پیاس کی تکلیف اب حد سے گزری ہوئی ہے۔ مگر اظہار کیسا۔ یعنی رونا کیسا، چہرہ بحال ہے ماں کا دودھ خشک ہے۔ مگر وہ عاجز نہیں کرتا۔ اہل بیت رونے پٹنے میں مبتلا ہیں اور وہ تنہا ایک جھولے میں پڑا ہے آخر وقت باپ آتے ہیں۔ پیسوں کے اصرار سے اتمام حجت کے لئے حسین عبا کے نیچے چھپا کے لے جاتے ہیں۔ ایک بلندی تک جا کر بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے پانی کا سوال کرتے ہیں بہتر ہزار مسلمان ہاتھوں پر بچہ دیکھتے ہیں اور ظالموں کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ابھی تک باپ مشغول طلب آب ہیں مگر بچہ خاموش ہے۔ اب حسین کا حکم ہوتا ہے پیارے بچے تو اپنی پیاس ان لوگوں پر ظاہر کر تو شاید بے رحموں کو رحم آ جائے اب بچوں کے فطرت کے خلاف نادان نہیں، دانا



شہزادہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹ لے کر رخ کرتا ہے فوج کی طرف اور کیسے کہے بس  
 ایسی سے زبان خشک ہونٹوں پر پھیرتا ہے۔ دیر تک یہی عالم رہتا ہے۔ اب فوج میں  
 آخر اولاد والے بھی تھے۔ بچے کو اس طرح دیکھ کر مضطرب ہوتے ہیں۔ عمر ابن سعد کا  
 حکم قطع کلام الحسین۔ حرمہ عرب کا پہلوان نامی تیر انداز قوت دار بازو تین بھال کا  
 تیر کڑی کمان کھینچ کر جو مارتا ہے تو بچے کے گلے اور حسین کے بازو میں بیٹھ جاتا ہے۔  
 بس اسی چیز پر میں فخر سے کہتا ہوں کہ اس ایک معصوم نے فطرت بدل دی۔ گلے کی سی  
 نازک جگہ ایک نیزہ کی نوک سینہ میں اتر کر اوہٹ بوگرا دیتی ہے۔ ایک نوالہ گلے میں  
 پھنسنے سے انسان بے قابو ہو جاتا ہے، کسی معمولی کھڑے کے گلے میں اگلنے سے  
 انسان بے حال ہو کر آنکھیں نکال دیتا ہے۔

مگر چھ مہینے کا بچہ اتنا بڑا زخم کھا کے ہنسے۔ گلے میں تیر اتر جانے کے بعد نہ تڑپتا  
 ہے نہ ہلکتا ہے نہ مضطرب ہوتا ہے نہ چہرہ کو متغیر ہوئے دیتا ہے، بلکہ روتے گے عوض  
 تیر کھا کر ہنس کے باپ کو دیکھتا ہے۔ یہی چیز ہے کہ دنیا کی تاریخ جس کا جواب پیش  
 کرنے سے قاصر ہے۔ ہنسے کیوں امت کی نادانی پر یا باپ کا دل سنبھالنے کے لئے  
 کہ میری تکلیف کے احساس سے شکستہ دل زیادہ متاثر نہ ہوئے پائے۔ ادھر بچے کا یہ  
 اپنی نظیر آپ ہے کام، ادھر حسین، استقلال اور کمال، تیرا چانک پڑا۔ بچہ کسی گرفت  
 میں نہ تھا، تیر اس طرح پڑا کہ اس کے زخم میں بچہ ہاتھوں پر اُلٹ گیا۔ مگر حسین نے  
 زمین پر گرے نہ دیا کہ زخم پھٹ جائے گا۔ اب خدا ہی جانے کہ کیسے روکا اور اس  
 پیوست تیر کو ایک ہاتھ سے کیسے کھینچا، اور جلد سے تیر اور پیوست تیر کے نکالنے میں  
 اصغر پر کیا اثر پڑا اور کچھ ہو میرا دعویٰ ہے کہ بچہ روپا نہیں اور ہنستا ہی جنت چلا گیا۔  
 ادھر اک آواز یا حسین فان له مرضعه عندی اور کسی کی شہادت میں کوئی

آواز نہ آئی۔ فدیہ قبول، پرورش کا وعدہ، یہ سب انتظام باپ کا دل سنبھالنے کے لئے تھا۔ ادھر مظلوم نے قبر کھودی، چاند سا بچہ قبر میں رکھا اور خود شہید ہو گئے، اب بچے کا کون پوچھنے والا تھا جی نہیں، اب دنیا متغیر ہے۔ آفتاب کہن میں ہے کیوں ماؤ امانت ڈوب گیا، فرات کا پانی اُچھل رہا تھا، کیوں مہمان پیا سے مر گئے۔ زمین کو زلزلہ ہے، کیوں اصغرؑ کو جھولے میں جھولنے کی عادت ہے۔ اب کون جھلائے، قبر گہوارہ بنی، زمین نے بل بل کے گہوارہ جنبانی کی کہ حسینؑ کا پیارا بچہ اور بانو کا پیارا لاڈلا زہرا کا رنجی پوتا ابو ترابؑ کا خاک میں ملا ہے۔ یہ دیر بے بہا قبر میں تو آرام سے سوئے۔

(مولانا سید سید محمد ہادی سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متابع، باب نمبر)

آہ! اصغرؑ معصوم:

گر بلا کے خوفناک اور چٹیل میدان میں عاشور کے دن عجیب و غریب بیکسی برس  
رہی تھی، نالہ و شیون کی صدا کی بلند تھیں، فضا غمگین تھی، کائنات رورہی تھی آہ  
اصغرؑ معصوم۔

امام مظلوم کے تمام عزیز و انصار، رفیق و مددگار باری باری قتل گاہ میں آچکے تھے،  
اپنے جوہر دکھا چکے تھے اور جام شہادت سے سیراب ہو چکے تھے کوئی باقی نہ رہا،  
حضرت عابدؑ بیمار اور حضرت اصغرؑ معصوم اور مولا حسینؑ کے سوا

مولا یکہ و تنہا میدانِ قتال میں کھڑے شہیدانِ راہِ خدا کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو  
گرار ہے تھے، اشیاء بے دین نے امام مظلوم کو تنہا پا کر ہر جانب سے گھیر لیا۔ تلواریں  
علم کر کے نیزے تان کر مولاؑ کی طرف بڑھے، پتھر بھی برس رہے تھے، اس وقت مولا  
نے ان بے دینوں سے اتمامِ حجت چاہا اور استغاثہ فرمایا، عجیب یاس انگیز لہجہ تھا،  
فرشتوں سے نہ رہا گیا، جانوروں میں ہلچل پڑ گئی اور دریا کا پانی بتیوں اُچھلنے لگا،



مچھنیاں سطح آب پر آگئیں اور یہ آواز چھوٹے اصغر تک بھی پہنچی۔ بیمار کے بستر تک آئی۔ بیمار بھی بستر سے اٹھا، ضعف و نقاہت کو لے ہوئے پھوٹ بھی تے رو کا پھر معصوم اصغر نے اپنے تئیں چھو لے سے گرا دیا۔ خیرہ مطہر سے آواز گریہ و زاری بلند ہوئی۔ حضرت مضطرب و پریشان ہوئے اور میدان سے حرم سرا کی طرف چلے جوں جوں قریب ہوتے جاتے تھے گریہ و زاری بڑھتی جاتی اور داخل حرم سرا ہوئے۔ کیا دیکھا چھ ماہ کا مجاہد فرزند پیاس کی شدت سے اپنا چھوٹا سادہ من کھولے ہوئے کھلائی صورت پر آثار مرگ چھائے ہوئے ہیں ضعف سے منکا ڈھل چکا ہے۔ امام مظلوم یہ غم انگیز مرقع نہ دیکھ سکے بے حد غمغمن ہوئے آنکھوں میں آنسو آگئے اور چھ ماہ کے شہزادے کو ہاتھ پر اٹھالیا۔ گلے سے لگائے ہوئے میدان کی طرف چلے ماں بے تاب ہوئی اور کیوں نہ ہوتی۔ صبح سے دیکھ رہی تھی جو بھی میدان میں جاتا زندہ واپس نہ آتا۔

مولاً اصغر کو لے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے، بے دینوں نے جانا قرآن لے کر آئے۔ صلح چاہتے ہیں، حسین خوش ہوئے کہ باطل فتح یاب ہو جائے گا اور جب سب نے دیکھا کہ ایک ننھا سا بچہ ہاتھوں پر ہے بے انتہا متعجب ہوئے۔ قرآن نہ تھا۔ یہ قرآن ناطق تھا، مولاً بلند آواز سے کہہ رہے تھے اے اولاد دوالو اس جاں بلب شیر خوار کو اس بچے اور لہراتے ہوئے دریا کا تھوڑا سا پانی پلا دو۔

اور پھر معصوم کی جانب متوجہ ہوئے۔

تم بھی تو ذرا اپنی پیاس کا اظہار کر دو۔ معصوم نے ہونٹوں پر ننھی سی زبان پھیری۔ پھر مولاً مخاطب ہوئے، اگر تمہیں اس کا ڈر ہے کہ میں اس بچے کے ذریعے اپنے لئے پانی مانگتا ہوں تو یہ لو، اس شیر خوار کو خاک پر لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آکر اس بچہ کو تھوڑا سا پانی پلا جائے۔

ہم بھی اولاد والے ہیں، صاحب دل ہیں، اب ہم سے تیرا ظلم دیکھا نہیں جاتا۔  
 عمر ابن سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ رہا تھا۔ حرمہ اس کے قریب کھڑا تھا وہ بولا  
 حرمہ تو نے بڑے بڑے معرکے فتح کئے ہیں۔ کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔  
 ایک زہر آلود تیرا اس نے کمان سے چھوڑا اور پھر آسمان وزمین کو زلزلہ آگیا،  
 دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ مولا منہی سی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خالق سے کچھ کہنے  
 لگے تلوار سے قبر بنائی۔ قرآن ناطق کے اس پارہ کو خاک میں پنہا کر دیا، جو جوان  
 ہو کر حیدر ہوتا جس طرح شبیرؑ بنجبر علی اکبرؑ تھے۔

”اے میرے معصوم و مظلوم مجاہد حیرتی تشنگی پر انسان تو انسان قدرت کا لڑوہ ذرہ  
 اب تک رو رہا ہے۔“

بچے جو ان بوڑھے سب ہی روتے ہیں۔ لاکھوں مائیں اپنے بچوں کا غم بھول جاتی  
 ہیں اور تیرے غم کو یاد کرتی ہیں، اے میرے مظلوم و معصوم مجاہدان دکھی خالی گود والی  
 ماؤں کا سلام تم پر، اُن گود بھری ماؤں کا سلام تم پر، ان شیر خواروں کا سلام تم پر جو  
 تمہاری یاد میں روتے ہیں۔ ہمارے چھوٹے بھائیوں کا سلام۔ ہم نو جوانوں کا سلام،  
 ہمارے ماں باپ کا سلام، ہماری ملت کا سلام تم پر، تمہارے ماں باپ اور جد پر  
 تمہارے بھائیوں پر، تمہارے چچا پر لاکھوں درود و سلام۔ آہ! اصغر معصوم!

اے معرکہ قوت اسلام کے جوہر

نہے سے مجاہد علی اصغرؑ، علی اصغرؑ

(جناب سید حامد حسین ازموئی۔ سرفراز گھنٹو، جون ۱۹۵۸ء۔ محتاج رہا نمبر)

شہادت جناب علی اصغرؑ:

سیاسی نقطہ نظر سے بھی ضروری و مفید مقصد تھی



سیاست بمعنی مصلحت و حکمت اور حکمت و مصلحت بھی مقصد واحدہ کے حصول میں معاون و مفید ہوں جس میں مجموعہ ہر عہد، ہر ملک اور ہر قوم میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ سیاست بمعنی معتبرہ بمعنی فطرت حسب استعداد و جملہ افراد بشر میں پائی جاتی ہے اور یہ وہ صفت ہے جو بنی نوع آدم کے لئے طرہ امتیاز ہے۔ وسعت عمل سیاست جملہ افعال انسانیہ پر محیط ہے۔ انسان فہیم کا کوئی عمل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ انسان کا ہر عمل سیاست بدوٹ ہے۔ عمل انسانی عہد ماضی میں بھی مصلحت و حکمت کے ماتحت ہوتا تھا اور دور حاضر میں بھی سیاست ہی انسان کا اعلیٰ جوہر ہے۔ غیر سیاسی انسان جسے بے روح، گلے بے خوشبو، گوہر بے آب، نتیجہ بے جوہر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

لفظ سیاست وہ وسیع المعنی لفظ تھی جس کے دائرہ تصرف میں جملہ حکم و مصالح عالم امکان تھے لیکن آج کے دور میں دائرہ مفہوم سیاست محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اب تو عزت خاص میں سیاست اس علم کا نام ہے جو سلطنت اور افراد سے متعلق ہو اور صرف عرف عام میں تو سیاست نام ہے حیلہ و دغا اور کد و فریب کا اس لئے ہماری موجودہ اصطلاح میں سب سے بڑا سیاست دان وہی ہے جو سب سے زیادہ دغا و مکار ہو۔ سب سے بڑا مددگار وہی ہے جو کد و فریب اور دغا بازی میں ماہر ہو سب سے بڑا سیاسی قائد وہی ہے جو جعل سازی و فریب دہی میں یدِ طولی رکھتا ہو۔

ہمارے زعم ناقص میں لفظ سیاست کے معنی ہی چونہ کد و فریب اور جعل سازی دھوکہ بازی کے ہیں اور ہمارے اسلاف ان نقائص و عیوب سے بہرہ راز تھے۔ اسی لئے ہم میں سے اکثر نا فہم معنی مروجہ کے پیش نظر بلا تاثر یہ فرما دیتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد سیاست سے نا بلند تھے۔ ہاں اگر سیاست انہیں امور کا نام ہے تو یقیناً ہمارے

اسلاف اس سیاست سے نابلد و ناواقف تھے لیکن اگر سیاست مصلحت و حکمت کا نام ہے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے اسلاف سیاستدانوں میں ہم سے بالا تر تھے۔ ہمارے تعجب کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف پر عدم استبداد سیاست کا الزام عائد کرتے ہیں ہمارے مسلمان اقوام عالم کے پیشرو ہیں۔ دنیا کے جملہ افراد ہماری طرح سیاست کرو فریب کا شکار ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کسی فرقہ نے اپنے اسلاف کے خلاف سیاست نہ جاننے کا الزام عائد کیا ہو۔ لیکن ہمارے مسلمانوں کی تو سیاست ہی جدا ہے ان کے نزدیک اسلاف سیاست جانتے ہی نہ تھے۔

شیوخ اسلام ہی سے ایک گروہ ایسے اشخاص کا پیدا ہو گیا تھا جو بانی اسلام ہی کے افعال میں سیاست کے فقدان کا قائل تھا یہ کیوں؟ غالباً اسی لئے کہ سیاست مکرو فریب جعل سازی اور دغا بازی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی اور پیغمبرانِ عیوب سے منبر تھا لہذا اس گروہ کو پیغمبر کے افعال میں سیاست کا فقدان نظر آتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا رہا اور ترقی پاتا رہا رسالتِ مآب کے بعد جناب امیرِ سیاست کی عدم واقفیت کے تیروں کا نشانہ بنائے گئے اُن کے بعد امام حسن سریر آئے مستد وصایت ہوئے وہ بھی مورد اعتراضات بنائے گئے اور آخر میں حضرت امام حسینؑ پر تو اہداف و تہدیف کا خاتمہ ہی کر دیا گیا مگر یہ کیوں؟ میرے خیال میں سچ فرمایا ہے جناب پنڈت دیاس دیو صاحب مصر بار ایٹ لائے۔

”اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حسین سیاست نہیں جانتے تھے، ہاں جسے ہم سیاست جانتے ہیں اسے آپ واقعی نہ جانتے تھے، ہماری سیاست یہ ہے کہ ٹکڑا کر لیا جائے، فریب دیا جائے اور دھوکہ بازی سے کام لیا جائے۔ مگر امام عالی مقام ان تمام



برائیوں اور اس قسم کی سیاست کو برا جانتے تھے۔ مگر حق مین کے لئے امام حسینؑ زبردست سیاستداں تھے وہ اپنے مقصد میں ہر مقام پر کامیاب ہوتے رہے آپ کی سیاست کیا تھی یہی تھی کہ حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے فرق ہو جائے۔ باطل کے سامنے نہ سر جھکا ہے نہ جھکے، اس کے برعکس یزید کی سیاست کیا تھی یہی کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تاکہ حرام کاری مکر و فریب زنا کاری و عیاشی حلال اور عین مذہب ہو جائے۔“

میرے خیال میں حسینؑ کا کوئی عمل خالی از حکم و مصلحت و سیاست نہ تھا جس نے مدینہ چھوڑا۔ یہ حسینؑ کی بڑی دور اندیشی تھی۔ مکہ آئے ایام حج میں عازم سفر ہوئے یہ بے پایاں فراست تھی۔ میدان کربلا میں پہنچے یہ بھی عین دانائی تھی۔ یزید کی بیعت نہ کی یہ بھی بیدار مغزی کی دلیل تھی۔ صرف چند نفوس کو ہمراہ لیا یہ بھی روشن دماغی تھی۔ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیا یہ بھی زبردست سیاست تھی۔

مجھے اس مقام پر حسینؑ کی ان تمام سیاستوں پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے اس لئے کہ موضوع بسیط ہے اور دامن قرطاس محدود۔ میں صرف اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ صغیر السن بچوں کا ساتھ لے جانا سیاست احسن تھا یا نہیں میرا تو یہ خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ حسینؑ کی یہ سیاست وہ حقیقت سیاست الہیہ و سیاست لہویہ کی مظہر تھی۔ یاد رکھئے گا اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نا بلد سمجھا تو بات دور تک جائے گی۔ حضور سرور کائنات اسی دن کے لئے غالباً فرما گئے تھے حسینؑ منیٰ وانسا من الحسینؑ پس اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نا بلد سمجھا تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ معاذ اللہ جناب رسالت مآبؐ بھی علم سیاست سے نا بلد تھے اور یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ دامن الہ پر بھی عدم واقفیت سیاست کا دھبہ نظر آنے

لگے گا۔ اس لئے اللہ و رسولؐ کی اگر ذرا بھی وقعت آپ کے دل میں جاگزیں ہے تو حسینؑ پر ہرگز وار نہ کیجئے گا ورنہ بات خدا تک پہنچے گی اور پھر انجام معلوم ہے۔ دامن ایمان ہاتھ سے چھوٹ جائے گا بلکہ دامن اسلام بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔

میں نے یہ کیا لکھ دیا کہ حسینیؑ عمل سیاست الہیہ و سیاست نبویہ کا مظہر ہے کیا یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ اگر ایسا ہے تو دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔ نہیں نہیں میرا یہ لکھنا دعویٰ مع الدلیل ہے۔ خداوند عالم خود متعدد مواقع پر صغیر اسن بچوں کو اعدائے کلمہ حق کے لئے میدان میں لا چکا ہے۔ قرآن پر اگر آپ کا عقیدہ ہے تو ملاحظہ فرمائیے واقعہ جناب مریمؑ، حضرت مریمؑ بعد ولادت جناب عیسیٰؑ جب اپنے قبیلہ میں مع فرزند واپس ہوئیں تو اہل قبیلہ نے انگشت نمائی شروع کی۔ ضرورت ہوئی اور اشد ضرورت کہ ان کے اقوال باطلہ کی تردید کی جائے۔ قدرت چاہتی تو حضرت مریمؑ ہی سے کہلوادیتی کہ عیسیٰؑ کی مثال حضرت آدمؑ کو خلق فرمادیا یوں ہی اس میں یہ قدرت بھی ہے کہ بن باپ کے توسل کے مولود کو پیدا کر دے اور اگر یہ ذر تھا کہ اہل قبیلہ اس دلیل قاطعہ کو قابل اعتناء نہ سمجھیں گے تو انہیں میں سے چند اشخاص ہی کو سہی مان لینے کی توفیق عطا کر دیتا یا یہ نہیں تو غیب سے آواز پیدا کر دیتا کہ مریمؑ معصوم ہیں۔ یہ بھی نہ کرتا تو حضرت مریمؑ کو مبالغہ کا حکم دے دیتا خود تصفیہ ہو جاتا مگر نہیں وحی کر دی کہ مریمؑ تم خاموش رہو بچے کی طرف اشارہ کر دو وہ خود انہیں قائل کر دے گا۔ مریمؑ نے مولود کی طرف اشارہ کیا اہل قبیلہ کو تعجب ہوا کہ شیر خوار بچہ بھی کہیں کلام کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ماں کا اشارہ پا کر فرمادیا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۝ اِنِّیْی الْکَتَبُ ۝ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا معترضین دم بخود کیوں؟

اس لئے شیر خوار بچہ کا پلانا مستعجب تھا اور بغیر پدر کے توسل کے مولود کا وجود میں آتا



بھی خلافِ فطرت ظاہری تھا۔ غالباً یہی مصلحتِ قدرت بھی تھی کہ بچہ سے کلامِ کرا کے قدرت دکھا دوں زبانِ اعتراض خود گنگ ہو جائے گی اور ہوا بھی یہی افرادِ قبیلہ کو ایمان لانا پڑا کہ قدرت جب اس امر پر قادر ہے کہ شیرِ خوار بچہ کو حاکم بنا دے تو یقیناً وہ اس امر پر بھی قادر ہے کہ بغیر تو تسلیمِ پدر بچہ بھی پیدا کر دے۔ دیکھا آپ نے جنابِ مریم کے لئے کتنا سخت وقت تھا مگر یہ مشکل بوساطتِ طفلِ شیر خوار دفع ہوئی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دودھ پیتے بچے کا میدانِ ضرورت میں پیش کرنا مرعوبِ طبعِ باری تھا اور بہت بڑا سیاسی حربہ تھا جس کی کامیابی کا سکہ آج تک قلوبِ عالم پر ہاتی ہے۔

جنابِ یوسفؑ پر جب طرہ عائد کیا گیا اور یوسفؑ نے اوعائے بے گناہی فرمایا تو ان سے بھی دعویٰ کے ثبوت میں دلیل مانگی گئی جنابِ یوسفؑ متردد، ملک پر لیا، کوئی اپنا نہ شناسا شاہد کسے بنائیں؟ حکم جنابِ احدیت ہوا، یوسفؑ گہوارہ میں پڑے ہوئے بچے کو شاہد کیوں نہیں قرار دیتے۔ حضرت یوسفؑ نے اشارہ کیا۔ بچے نے گہوارہ سے یوسفؑ کی پاکدامنی کی شہادت دی اور ایسی مدلل شہادت کہ عزیزِ مصر کو بھی بے چون و چرا امانتا پڑا۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ضرورتِ داعی ہوئی اور نصاریٰ بنی نجران نے بسلسلہٴ ولادت حضرت عیسیٰؑ میں باوجود حجت و مانع مظاہرہ کیا تو جنابِ احدیت نے آیت اتار دی

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَقَالُوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ  
نَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ  
فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (مورۃ آل عمران آیت ۶۱)

اب ہم سے نہ پوچھے مؤرخین سے دریافت کیجئے سب مؤرخین متفق ہیں کہ جناب

رسول مقبول صرف علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو میدانِ مہلبہ میں لے گئے چاہئے تو یہ تھا کہ بڑے بڑے سوراووں اور قوی ہیکلوں کو لے جاتے یا تمام اہل عرب کو ہمراہ لے جاتے تو کثرتِ تعداد سے ہر مقابل پر عرب بھی غالب ہوتا۔ یہ محض ایک عورت اور دو بچوں کے لئے جانے سے کیا فائدہ۔ مگر فائدہ ظاہر ہوا اور پیغمبرِ فائزِ الہام ہوئے مقصدِ مہلبہ حاصل ہوا پس معلوم ہوا کہ مہلبہ کی کامیابی میں اس ایک عورت اور بچوں کا حصہ تھا ورنہ اگر ضرورت نہ ہوتی تو پیغمبر تھا چلے جاتے، خداوند عالم انہیں تھا جانے کا حکم دے دیتا مگر نہیں بہوجبِ حکم خدا پیغمبر عورت اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور لطف یہ کہ ایسے بچے کو ہمراہ لیا جو خود چل بھی نہیں سکتا تھا۔ آغوش میں لے لیا معلوم ہوا کہ آغوش کے بچے کا میدان میں لانا سیاستِ الہیہ و نبویہ ضروری تھا۔

پس حسینؑ اگر چہ مہینے کے بچے کو میدان میں لائے تو اس میں کیا اعتراض ہے۔ جو عمل خدا اور رسولؐ کے لئے قابلِ اعتراض نہ ہوا وہ حسینؑ کے لئے کیوں قابلِ تعریض ہے۔ معلوم ہوا کہ بچے کو میدان میں لے جانا عینِ سیاست تھا اور یہ وہ سیاست تھی جو مرغوبِ طبعِ باری میں اور طبعِ نبوی تھی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسینؑ بچے کو لے کیوں گئے اور بچے کو میدان میں لے جانے میں کیا فوائد مضمر تھے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد مجھ پر کیا کیا اعتراضات و ایرادات وارد کئے جائیں گے۔ انہوں نے شاید اپنا شش ماہہ فرزند اسی لئے ساتھ لیا تھا کہ اس کی موجودگی تمام باتوں کا مکمل دمبر بن جواب تھی۔ حسینؑ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مجھ پر ملک گیری کا الزام عائد کیا جائے گا حسینؑ نے علیؑ کو ساتھ لیا تاکہ دنیا کا کوئی ڈی فہم و منصف مزاج اس طرزمہ پر کان نہ دھرے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ کوئی شخص جو جذبہ ملک گیری کے ماتحت گھر سے چلا ہوا اپنے ہمراہ اپنے چھوٹے بچوں حتیٰ کہ طفل



شیر خوار کو میدان جنگ میں ساتھ لے گیا ہو مگر حسینؑ اپنے ہمراہ علی اصغرؑ کو بھی لے لے، پس معلوم ہوا کہ حسینؑ کا مطمح نظر معاذ اللہ ملک گیری کا نہ تھا ورنہ اگر اس جذبہ کے ماتحت آتے تو علی اصغرؑ کو ساتھ نہ لاتے۔ علی اصغرؑ کا ساتھ لانا خود بتاتا ہے کہ حسینؑ مطمح نظر ملک گیری نہ تھا یہ وہ خیال ہے جو اکثر مورخین ذی فہم و منصف مزاج کے اذہان میں آچکا ہے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ مجھ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جائے گا اس لئے حسینؑ نے چھوٹے بچوں اور خصوصاً علی اصغرؑ شیر خوار کو ساتھ لیا تاکہ دنیا یہ سمجھ لے کہ حسینؑ کا مقصد اگر جنگ ہوتا تو اپنے ساتھ جوانوں پر مشتمل لشکر کثیر لاتے جو میدان جنگ میں کام آتے، ششما ہے بچے کا ساتھ لانا بتاتا ہے کہ حسینؑ کا مقصد جنگ نہ تھا حسینؑ باطل شکنی کے لئے آرہے تھے، مگر دفاعی حیثیت سے انہیں مجبوراً جنگ کرنی پڑی، حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد کہہ دیا جائے گا کہ واقعہ کربلا دو خاندانی شاہزادوں کا باہمی تنازعہ تھا۔ حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ہمراہ لیا تاکہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد دنیا پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر یہ خانگی جنگ ہوتی تو ششما ہے بچے کو نذر پیکان نہ کیا جاتا اور واقعہ یہ ہے کہ شہادت علی اصغرؑ ہی نے آج دنیا کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ واقعہ کربلا درحقیقت حق و باطل کے درمیان محاربہ تھا، حسینؑ نے احیاء حق کے لئے شہادت علی اصغرؑ منظور فرمائی۔

حسینؑ واقف تھے کہ ہماری پیاس پر پردہ ڈالا جائے گا اس لئے علی اصغرؑ کو ساتھ لا کر اور میدان جنگ میں علی اصغرؑ کی تشنگی دکھا کر اپنی پیاس کے واقعہ کو نقش کا بھر کر دیا۔ جو مورخ واقعہ شہادت علی اصغرؑ لکھتا ہے وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ علی اصغرؑ سوال آب کی خاطر ہدف پیکان ہوئے پس معلوم ہوا کہ خیم حسینؑ میں پانی نایاب تھا۔

حسینؑ جانتے تھے کہ ممکن ہے یہ کہہ دیا جائے کہ حسینؑ نے اقدام جنگ کیا جس کے نتیجے میں مقتولین کے برعکس حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ شہادت علیؑ اصغرؑ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ اگر بالفرض محال معاذ اللہ حسینؑ نے اقدام جنگ کیا تھا تو علیؑ اصغرؑ جو ابھی شیر خوار تھے انہوں نے کسی کا کیا بگاڑ تھا انہیں کیوں شہید کیا گیا معلوم ہوا کہ حسینؑ نے اقدام جنگ ہرگز نہ فرمایا تھا بلکہ دفاعی حیثیت سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔

حسینؑ کو معلوم تھا کہ علیؑ اصغرؑ کی شہادت کتنی دقیق و پُر اثر ہوگی اس لئے حسینؑ نے انہیں ساتھ لیا۔ حسینؑ کا یہ منطقی نظر صحیح اور بالکل صحیح تھا واقعی جو اثر شہادت علیؑ اصغرؑ کے وقت پیدا ہوا وہ میرے خیال میں نہ شہدائے ماقبل کی شہادت کے وقت پیدا ہوا اور نہ خود شہادت حسینؑ کے موقع پر، حبیب ابن مظاہر نے میدان قتال میں مواظظ کے دریا بہائے اور نہ تیغ بے دریغ ہوئے مگر دشمنوں کے دل پر کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ زہیر ابن قیس نے حق رفاقت ادا کیا مگر اشتیاق متاثر نہ ہوئے مسلم بن عویض اپنے خون میں نہائے مگر ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا، بریرہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے مگر جبین ظلم پر شکن نہ آئی۔ جناب قاسم مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے مگر ظلم و جور کی پیشانی پر ٹل نہ آیا۔ حضرت علی اکبرؑ شبیہ و نمبر جنت کو سدھارے مگر ظالمین کو تاسف نہ ہو۔ جناب عباسؑ عازم خلد ہوئے مگر ظالموں کے دستِ ظلم میں ریشہ نہ پیدا ہوا، خود حسینؑ نے موعظت پر کمر باندھی مگر ماتقول ابن قاطرہ کے سوا کوئی کلمہ زبان اشتیاق پر نہ آیا۔ وقت شہادت حسینؑ عالم کا ذرہ ذرہ متقلب ہوا، مگر اشتیاق متاثر نہ ہوئے بس شہادت علیؑ اصغرؑ ہی میں یہ اہمیت نظر آتی ہے کہ دشمنوں کے دل ہل گئے اور آنکھوں میں اشک آ گئے، حسینؑ بچہ کو دامنِ عبا کے سائے میں لائے اور سوال آب فرمایا مگر اشتیاق پر کوئی اثر نہیں



ہاں جب علی اصغر کو اتمام حجت کے لئے حکم دیا اور شہادہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو جمیع اشتیاق منہ پھیر پھیر کر رونے لگے اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ حسینؑ سچ کہتے ہیں بچے کا کوئی قصور نہیں اسے سیراب کر دیا جائے، معلوم ہوا کہ شہادت علی اصغرؑ وہ زبردست سیاسی حربہ تھا جس نے دشمن کے دل کو بھی ہلا دیا۔

حسینؑ نے شہادت علی اصغرؑ قبول فرما کر ابراہیم علیہ السلام سے منزلت زیادہ حاصل کر لی اور فخر ابراہیمؑ قرار پائے غالباً یہ بھی مقصود خاطر تھا کہ دنیا ہوائے صبر کے جھوٹے دیکھ لے حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں شاید اس لئے بھی لائے ہوں گے کہ دنیا سمجھ لے کہ حق کس طرف ہے۔ جس کی آغوش میں شہادہ بچہ ہو وہی حق پر ہے اس لئے کہ بچہ ہوتا ہے معصوم جو غیر معصوم کا شاہد نہیں ہو سکتا۔ حسینؑ نے اپنی عصمت و بے گناہی اسی بچہ کے وسیلہ سے دنیا پر ثابت کر دی۔ حسینؑ نے یزید یوں کی عاقبت کا خاکہ بھی علی اصغرؑ کی شہادت کی بدولت پیش کر دیا۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ممکن ہے یہ کہہ دیا جاتا کہ معاذ اللہ انہوں نے خروج کیا تھا اسی لئے کشتی قرار پائے۔ مگر یہ بچہ تھا تو یہ نص حدیث رسولؐ فطرت اسلام کا پابند تھا اور ابھی مکلف نہ ہوا تھا پھر گردن زدنی کیوں قرار پایا یہیں سے یزید کی خلافت بھی مسترد ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یزید باطل پرستی پر مصر تھا۔

حسینؑ نے یزید اور یزیدیوں کی شقاوت کا بھی پردہ چاک کر دیا۔ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ بعض مظالم سے انکار کر دیا جاتا مگر شہادت علی اصغرؑ نے یہ بتا دیا کہ ان ظالمین کے دل میں بے زبان بچے کے سنے بھی رحم نہ تھا اور اسے تیرہ شعبہ سے شہید کر ڈالا تو ان سے بعید نہیں کہ جو جو مظالم انہوں نے نہ کر ڈالے ہوں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مقصد شہادت حسینؑ بھی فوت ہو جاتا اگر شہادت علی اصغرؑ نہ واقع ہوتی

حسین نے شہادت علی اصغر سے اپنی حقانیت کا ثبوت دیا۔ اگر حق حسین کی طرف نہ ہوتا تو ششماہہ بچے کو میدان میں نہ لاتے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ شہادت علی اصغر سیاسی حیثیت سے بھی ضروری و مفید تھی۔

(سید باقر رضا، مقرر از کتب خانہ ۱۹۵۸ء، مطبع ریلوے نمبر)

## حضرت علی اصغرؑ

بے زباں اٹھے جہاں سے بے زباں پیدا ہوئے

بعض کوتاہ اندیش جن کو عقل و خرد سے بہت کم بہرہ نصیب ہوا ہے، اکثر نہایت بے باکی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو شہادت کے لئے پیش کر کے ایک مصلحت کے خلاف اور ذوراندیشی کے منافی اقدام کیا۔ اگر حضرت چاہتے تو ایک معصوم کی جان جس کو لڑائی سے کوئی دور کا واسطہ اور علاقہ بھی نہیں تھا، ہلاکت کے ورطہ میں پڑ جانے سے بچ جاتی جو لوگ اس قسم کے انداز و فکر کے مالک ہیں حقیقت میں وہ قرآنی علوم اور اس کے معارف سے ناواقف اور مستعد الہی کے قیام اور اجرائی مصلحتوں سے بے گانہ ہیں۔

ان فدائیان حق کی رجزوں کو دیکھنے تو معلوم ہو کہ ان حق شناسوں کے دل ایمان سے کس قدر لبریز تھے اور وہ کس طرح حق کو آشکارا کر کے اور باطل کا پردہ چاک کر کے دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ سرفردشوں کی اس متحدہ جماعت کو ایک مرکز پر جمع کر دینا بذات خود امام حسینؑ کی حکمت عملی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مگر آپ کے الہامی تدبیر کا سب سے بڑا شاہ کار آپ کا حضرت علی اصغرؑ کو میدان میں لانا تھا۔ آپ کے ہمراہیوں میں جتنے ایسے تھے کہ میدان میں جاسکیں اور گوارا اٹھاسکیں وہ سب شہید ہو چکے تھے۔ اگر حضرت امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کو لائے بغیر شہید ہو جاتے تو لڑائی کا خاتمہ تو بہر حال ہو ہی جاتا مگر اس کا خاتمہ دنیا کی نظر میں سیاسی جنگ کی صورت ہی



میں ہوتا۔ کون کہتا کہ وہ حق و باطل کی جنگ تھی اور کون سمجھتا کہ بدر و احد کا بدرہ لینے کے لئے نہیں ہر پاکی گئی تھی۔ کس کے ذہن میں یہ بات اترتی کہ یزید نے اپنا قول اقتضیت من الرسول دیونی پورا کرنے کے لئے اس جنگ کو نہیں چھیڑا تھا۔ دو شہزادوں کی لڑائی جو آج دو چار سر پھروں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اگر حضرت علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو کل تمام دنیا کی زبانوں پر ہوتا امام حسینؑ نے دنیا کو بتا دیا کہ جس جنگ میں ایک ششماہہ معصوم بھی محض اس لئے شہید کر دیا جائے کہ وہ پانی مانگ رہا تھا وہ جنگ کس طرح ایک سیاسی جنگ ہو سکتی ہے۔ حضرت جانتے تھے کہ ان کے بدنہاد دشمن ان کے کسی عزیز کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے مگر اتمام حجت بھی کرنا ضروری تھا کہا جاسکتا ہے کہ امام محمد باقرؑ بھی تو موجود تھے ان کو کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ امام محمد باقرؑ اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے جن کے بقا کی قیامت تک کے لئے ضمانت ہو چکی تھی۔ امام حسینؑ اس کو دیدہ و دانستہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی امام حسینؑ جیسا عالم رموز نفسیات انسانی امام محمد باقرؑ کو حضرت علی اصغرؑ کے ہوتے ہوئے میدان میں کبھی نہ لاتا، یہ انسانی نفسیات کے مسلمات میں سے ہے کہ جب رحم کا سوال ہوتا ہے تو نگاہ سب سے چھوٹے ہی پر پڑتی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے اس لئے انہیں کو پیش کیا گیا کہ وہ سب سے زیادہ مستحق رحم تھے، کسی ایسے معصوم کے حق میں ایک معمولی سی رعایت سے بھی پہلو تہی کرنا دنیا میں سب سے بڑی شقاوت ہے رچی اور بربریت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ امام حسینؑ کے قدموں پر جن مجاہدین نے احقاق حق کے لئے اپنی جانیں فدا کیں وہ سب ہی آسمانی شہادت کے مہر و ماہ تھے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس مقصد کے لئے امام حسینؑ نے اس ابتلائے عظیم کو

برداشت کیا اس کا کلمہ حضرت علی اصغر کی شہادت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا، اگر حضرت علی اصغر شہید نہ ہوئے تو امام حسین کے مشن کو وہ کامیابی وہ قبول عام حاصل نہ ہوتا جو آج ہے۔ یہ حضرت علی اصغر ہی کا خون تھا جس نے اس معرکہ میں حقانیت کے رنگ کو اور گہرا بنا دیا۔ اگر انصار حسین نے باطل کے مقابلہ میں حق کو سر بلند کیا تو حضرت علی اصغر نے یزیدیت کے مقابلہ میں سینیت کو بچائے و دام بخشا اور اس نجات سے کہا جاسکتا ہے کہ امام حسین کے انصار میں اگرچہ حضرت علی اصغر سب سے چھوٹے تھے اور سب کے بعد شہید ہونے والے تھے مگر اپنی شہادت کے اثر اور نفوذ کے لحاظ سے سراسر آدم و دھر دفتر شہدا تھے۔

(سید امیر حیدر رضوی، برقرار نگہ، جون ۱۹۵۸ء، منار رباب، نمبر)

### کربلا میں شیر خوار مجاہد کی شہادت کا وزن:

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر حسینؑ مظلوم کی شہادت مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں خاموش طریقہ پر ہو جاتی تو آج مخالفین اہل بیت مجرمین کے افعال و ارتکاب جرم پر اسی طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے جس طرح اس کے قبل دشمنان قاتلان علیؑ و حسنؑ کو بری کرنے میں تاریخی واقعات کی تاویلات کر کے حق کا خون کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ اس لئے حسینؑ مظلوم نے حق و صداقت کی حمایت میں کربلا کے کھلے ہوئے میدان اور تپتی ہوئی سرزمین پر ظلم کا جواب مظلومی سے دیتے ہوئے اپنی اور اپنے اقرباء و انصار کی جانیں قربان کر کے اور طرح طرح کے مصائب برداشت کر کے بنی نوع انسان کو واضح طور پر یہ سمجھنے کا موقع دیا کہ کون ظالم اور کون مظلوم اور کون سائنحہ کربلا کا فوجہ دار ہے۔ سائنحہ کربلا میں راسخ العقیدہ باہمت خواتین نے نصرت فرزند رسولؐ میں اپنے نو نہالان آرزو کو جس ولولہ اور عزم راسخ کے ساتھ میدان جنگ میں بھیجا



ہے اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے یہ ایک طرف کا دلولہ و استقلال تھا اور دوسری طرف یزیدی فوج کے مظالم و بے رحمی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یہاں تک کہ چھ ماہ کا معصوم بچہ علی اصغر بھی تیرسہ شعبہ کا نشانہ بن کر مسکراتا ہوا مظلوم باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

کربلا میں حسینی فوج اگرچہ بہت کم افراد پر مشتمل تھی اور یہ وہ افراد تھے جنہوں نے حق و صداقت کی حمایت میں بھی کسی اور مظلومی کے باوجود شجاعت پر اپنی جانیں قربان کیں لیکن پھر بھی مخالفین نے نظریہ ایجاد کرنے میں تامل نہیں کیا تھا کہ یہ دو شہزادوں کی جنگ تھی۔ ایک کو فتح اور دوسرے کو شکست ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ فرزند رسول الثقلین اور پسر معاویہ کے درمیان تھی۔ فرزند رسول حق و صداقت آزادی ضمیر اور اصول دین اسلام کی حمایت میں اور پسر معاویہ بیعت کا باطل مطالبہ کر کے ظالمانہ و سفاکانہ تشدد کا حامی تھا ایک طرف صرف ۷۲ حق شناس اور دوسری طرف فوج قہار، ایک طرف عدم تشدد، مظلومی، رواداری اور شرافت نفسی اور دوسری طرف تشدد ظلم و بے حیثیت، باوجود اس کے کہنے والے یہ کہنے سے باز نہیں آئے کہ فرزند رسول حسین علیہ السلام کے یہ اقدامات ملک گیری کے لئے تھے، لیکن دنیا کی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کسی ملکی جنگ میں کوئی فریق اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے کے بجائے کم کرنا ہی مصلحت سمجھتا ہو اور نہ تاریخ یہ بتا سکتی ہے کہ کسی سیاسی جنگ میں کوئی ششماہہ بھی ہو اور وہ انتہائی شقاوت قلبی سے تیروں کا نشانہ بنا کر تشنہ لب ہلاک کیا گیا ہو۔ حسین مظلوم نے تو اتمام حجت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اے فوج اشیقاء اگر تمہارے زعم ناقص میں حسین گنہگار ہے تو اس معصوم بچہ نے کیا تصور کیا ہے؟ یہ بچہ شدت عیش سے ہلاک ہو رہا ہے اس کو ایک جرمہ آب سے سیراب کرو مگر امام علیہ السلام کا یہ کلام

تیسرے شعبہ کے ذریعہ قطعہ کر دیا گیا۔ ماں کا دل باپ سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ جناب رباب کو اپنے نو نہال آرزو سے اپنی آغوش خالی ہونے پر جو صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سانحہ جانکا یعنی شہادت علی اصغرؑ کے تاریخ کر بلا کے لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو یہ رائے قائم کرنے کا موقع دیا کہ یزید ابن معاویہ اور یزیدی فوج کو خاندان رسالت سے ایسی ہی عداوت تھی کہ اس کے ظلم و ستم سے ایک شش ماہہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور خواہ سانحہ کر بلا کے سلسلہ میں مخالفین اہل بیت علیہم السلام اور خاص کر حسین مظلوم کی شخصیت و عظمت کو نہ سمجھنے والے تنگ نظر افراد تاجدار کر بلا علمبردار حرمت، محسن انسانیت حسین مظلوم کے اقدامات پر دیدہ و دانستہ کچھ بھی اعتراض کریں لیکن جب وہ تاریخ کے صفحات میں حالات شہادت حضرت علی اصغرؑ پر نظر ڈالیں گے تو اس وقت ان کو صفحات تاریخ حضرت علی اصغرؑ کے خون ناحق سے رنگین نظر آئیں گے اور فطرت انسانی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کرے گی کہ سانحہ کر بلا میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادت عظمیٰ رہنمائے دو جہاں محسن انسانیت، معلم روحانیت فاتح کر بلا شہید اعظم حسین مظلوم کی حق پرستی، صداقت حقانیت، محاذ حسینی کی نیک نیتی اور سردار جوانان اہل جنت حسین مظلوم کی بے گناہی اور پاک مقصد کی بین اور ناقابل انکار دلیل ہے۔ اس معرکہ حق و باطل میں ششماہہ علی اصغرؑ کی قربانی دشمن تک کو یہ غور کرنے کی دعوت دیتی ہے کہ فرزند رسول الشکلیں حسین مظلوم حق پر تھے اور حسین مظلوم کی جنگ دفاعی تھی اور یزیدی فوج کے تمام اقدامات باطل اور ان کا رویہ چارحانہ و سفاکانہ تھا۔ اگر محضر نامہ میں مایہ ناز حسینی اور صدف رباب کے گوہر بے بہا شش ماہہ علی اصغرؑ کے نام نامی نہ ہوتا تو تاریخ کر بلا اتنی وزنی نہ ہوتی۔ جو اس وقت ہے۔ شہادت علی اصغرؑ نے اپنی اہمیت و خصوصیات کے لحاظ سے جنگ کر بلا کو



حسینؑ مظلوم کی سیاست نے ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک کی تمام مخالف کاروائیوں اور فتنوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ کربلا میں حسینی اقدامات نے یہ واضح کر دیا کہ خلافت الہیہ اور بادشاہت میں کیا فرق ہے اور یزید کا مطالبہ بیعت بالکل باطل تھا اور اسلام کا حقیقی نمائندہ اور جانشین پیغمبر اسلام حسینؑ مظلوم کسی حالت میں بھی یزید پلید کی بیعت نہیں کر سکتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حسینؑ مظلوم نے دم آخر تک یزید کے مطالبہ بیعت کو قبول نہیں کیا اور یہی حسین ابن علیؑ کی فتح ہے۔ اگر ثانی زہرا جناب زینب صلوات اللہ علیہا اپنی فہم و نشان میں حسینؑ مظلوم کی عدیم النظیر قربانی یعنی شہادت ششمہ علی اصغرؑ اتنی اہم ہے کہ ان کے خون کا متحمل نہ آسمان ہو سکا اور نہ زمین سانس نہ کر بلا میں شہادت حضرت علی اصغرؑ کی اہمیت سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ وہ غیر معمولی اور اہم سانحہ ہے جس نے حسینؑ مظلوم کی صداقت اور فتح مقصد پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ ہے جنگ کربلا میں شیر خدا اور مجاہد کی شہادت کا وزن۔

(ذہر اپدین عابدی سر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مترجما باب نمبر)

## معصوم بچہ

انسان نے بہت دور دیکھے، وہ وحشت کے دور سے گزر رہا۔ ایک متمدن اور الہامی دور کو آزمایا اور آج وہ مادیت کے دور سے گزر رہا ہے جس میں روحانیت کو ذیلی حیثیت حاصل ہے۔

لیکن انسان جس وقت وحشت کے دور سے گزر رہا تھا اس وقت بڑوں کے ساتھ ساتھ بچے بھی ظلم کا نشانہ تھے اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ چنانچہ طفل کشی کی

انسانیت سوز اور ظالمانہ رسم کی بنیاد حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے سے پہلے فرعون کے ہاتھوں قائم ہوئی تھی اس منکر الہ حکمران کو اس کے ایک خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے نبیوں نے بتلایا کہ بنی اسرائیل کی نسل سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو سلطنت کو برباد کر دے گا۔ چنانچہ اس نے پوری کوشش کی کہ کوئی بچہ اس کی مملکت میں پیدا نہ ہو لے پائے۔ اگر اتفاقاً کوئی بچہ پیدا ہو جاتا تو بے دردی سے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے بے شمار بچوں کے قتل کا افسوس ناک واقعہ اس طرح موجود ہے۔

وَإِذَا أَنْجَيْنَاكَ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكَ سُوءًا لِعَذَابٍ يَذْبَحُونَ  
ابْنَانِكَ وَيَسْتَحْيُونَ نَسَائِكَ۔  
”جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے چھڑایا جو بڑے بڑے دکھ دے کر ستاتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رہنے دیتے تھے۔“

فرعون نے جس تشدد اور استبداد کی بنیاد رکھی تھی زمانہ جاہلیت کے عربوں نے اس کو اور بلند کیا اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دختر کشی کی رسم جاری کی اور بعثت رسول کے قبل عرب میں عام رواج تھا کہ لڑکی زندہ نہ رہنے دی جائے۔ چنانچہ لڑکی پیدا ہوتے ہی دفن کر دی جاتی تھی، قرآن میں اسی انسانیت سوز رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

”جس وقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔“

شیخ ابو علی طبرسی متوفی ۵۲۸ھ تفسیر آیہ کریمہ میں لکھتے ہیں کہ:



”جب ولادت کا زمانہ آ جاتا تھا تو عورت ایک گڑھا کھود کر کنارے پر بٹھا دی جاتی تھی۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیتے تھے اور اگر لڑکا ہوا تو اس کو رہنے دیتے تھے۔

اسلام کے بعد بھی اندیشہ تھا کہ کہیں تو مسلم عورتیں اب بھی وہی پیمانہ حرکت نہ کریں چنانچہ سورہ ممتحنہ میں ارشاد باری ہوا ہے کہ:

ایہا النبی اذا جاءك المومنات یبا ینک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یرنین ولا یقتلن اولادھن ولا تین بہتان۔

”اے نبی! جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گی نہ چوری کریں گی اور نہ گناہ کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے۔ قرآن مجید کے احکام چونکہ وقت اور زمانے کی قیود سے آزاد ہیں لہذا انہیں زمانہ جاہلیت تک ہی محدود نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن ”اموی دور“ میں جہاں اور تمام اسلامی احکام کو بھلا دیا گیا وہاں یہ حکم کیسے یاد رکھا جاسکتا تھا چاروں طرف اموی قہر و غضب کی بجلیاں کوندھ رہی تھیں۔ شریعت کے حکم کی مخالفت کی جا رہی تھی۔ واقعہ مکر بلا اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ علی اصغرؑ کی شہادت اسی دور وحشت کی یادگار ہے بلکہ بچوں کا قتل جائز و عام تھا۔

معصوم علی اصغرؑ

علی اصغرؑ امام حسینؑ کے چھوٹے فرزند تھے آپ کا لقب عبداللہ بھی تھا۔ اسی بنا پر امام حسینؑ کی کنیت ابو عبداللہ قرار پائی۔ آپ کی ولادت ۶/ ذیقعدہ ۵۹ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

آپ جناب رباب بنت امر القیس کے بطن سے تھے۔ جناب ربابؑ میں خاندانی عزت اور ذاتی شرافت کے علاوہ اطاعت اور وفا کا وہ خاص جوہر تھا جس کی وجہ سے امام حسینؑ کی نظر میں انہوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس کے ثبوت میں یہ اشعار امام کی طرف نسبت دیئے جاتے ہیں۔

لعمرك انبئی لاحب دارا

نكون بها سكينۃ والرباب

اجهما وابدجل مالى

وليس بعاتب عند عتاب

”قسم ہے کہ میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سیکنہ اور رباب کا قیام ہو میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنے مال کے بڑے حصہ کو صرف کرے کے لئے تیار ہوں اور میں اس بارے میں کسی شکوہ و نارضا مندی کی پروا نہیں کرتا۔“

علامہ ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ لکھتے ہیں کہ علی اصغرؑ جناب شہر بائو کے بطن سے تھے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے، حضرت شہر بائو کا امام زین العابدینؑ کے دوران ولادت ہی میں انتقال کر جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ واقعہ کربلا میں موجود نہ تھیں اور مادر علی اصغرؑ کا روز عاشورہ میدان کربلا میں ہونا اپنی جگہ مسلم ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ علی اصغرؑ کی جناب ربابؑ والدہ اور جناب سیکنہؑ حقیقی بہن تھیں اور وہ کربلا میں موجود تھیں۔ ذیل میں اس کے متعلق چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

محقق طریخی متوفی ۱۹۸۵ھ فرماتے ہیں کہ۔

”ربابؑ امراء القیس کی بیٹی امام حسینؑ کی بیویوں میں ایک بیوی ہیں جو عاشورہ کے واقعہ میں موجود تھیں ان سے سیکنہؑ پیدا ہوئیں اور جناب ربابؑ بعد شہادت حسینؑ جب



قید سے چھوٹ کر مدینہ آئیں تو قریش کے ممتاز لوگوں نے انہیں شادی کا پیام دیا مگر انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ ”پیغمبر خدا کے بعد اب میرا کوئی خسر نہیں بن سکتا۔“

سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ:

”جناب ربابؑ نے شہادت امامؑ کے ایک سال بعد رنج و غم میں انتقال فرمایا۔“

علامہ شیخ محمد بن طاہر سہاولی مرحوم اپنی کتاب البصائر فی انصار الحسینؑ میں لکھتے

ہیں کہ:

”روز عاشور شہید اس طرح قتل کئے گئے کہ ان کی مائیں درخیمہ سے اولاد کو ذبح

ہوتے دیکھ رہی تھیں سچلہ ان کے عبداللہ بن حسینؑ میں ان کی ماں رباب درخیمہ پر

کھڑی ہوئی بچے کی طرف حسرت سے دیکھ رہی تھیں۔

بہر حال محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جناب علی اصغر شہید ہوئے اگرچہ اسلام

نے نہایت سختی کے ساتھ بچوں کی جان کے تحفظ کی ہدایات فرمائی تھیں اور قرآن میں

ان کے متعلق مخصوص حکم ہے۔ چنانچہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی متوفی

۹۱۱ھ تفسیر درمنثور میں ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

”انہوں نے کہا کہ پیغمبر خداؐ کے دور کی کسی لڑائی میں ایک عورت کشتوں میں پائی

گئی۔ آنحضرتؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوج اسلام کو منع کیا کہ عورتوں اور بچوں پر

کوئی تلواریں نہ اٹھائے۔“

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْقَهُونَكُمْ وَلَا تَعْدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔

(ترجمہ) ”یعنی جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی

نہ کرو خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

رسول اللہ نے مسلمانوں کو سختی سے ہدایت فرمائی تھی کہ امت کے مسلحہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کا خون بہانے سے گریز کریں۔ چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ہم کسی جنگ میں بھیجے جاتے تھے تو رسول کی خاص ہدایت ہوتی تھی:

انطلقوا بسم اللہ و فی سبیل اللہ تقاتلون اعداء اللہ لا تقتلوا  
شیحافاً نیا ولا طفلاً صغیراً ولا امراً ولا تغفلوا۔

(ترجمہ) ”خدا کا نام لے کر اس کی راہ میں آگے بڑھو اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو لیکن کسی معذور بڑھے کو قتل نہ کرنا اور صنف نازک اور چھوٹے بچوں پر بھی ہاتھ نہ اٹھئے۔ جہاد میں حد سے بڑھنا نہیں چاہیے۔ (تفسیر مع التوریل جلد ۲ ص ۲۸)

مگر کربلا کے وحشیوں نے اس کا لحاظ بھی نہیں کیا، کیا کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا تھا اور نہ کسی کو یہ توقع تھی کہ معصوم بچہ بھی میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ روز عاشور جب حسین کے تمام ساتھی شہید ہو چکے اور کوئی باقی نہیں رہا تو انہوں نے اپنے نوجوانوں اور دوستوں کو قتل میں شہید پڑے ہوئے دیکھا تو یوں صدائے استغاثہ بلند کی۔

”ہے کوئی جو میری مدد کو آئے۔“

یہ مختصر استغاثہ برابر نقل ہوتا آیا ہے اس وقت خیمہ سے صدائے یکا بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ میں تشریف لائے اور بچے سے بھی رخصت ہونا چاہا اس وقت اس کی پیاس سے ابتر حالت دیکھی تو بہن کی گود سے لے کر میدان میں لائے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید قرآن لارہے ہیں۔ لیکن آپ نے لشکر کی صفوں کے نزدیک آ کر بچے کو ہاتھ پر لے کر سب کو دیکھا اور اس وقت جو کچھ فرمایا وہ اتفاق رائے کے ساتھ



برابر معتبر کتابوں میں نقل ہوتا آیا ہے۔ مثلاً ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ

”اے قوم! تو نے میرے بھائی اور اولاد اور سب مددگار قتل کئے اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں ہے یہ بھی پیاس کی خدمت سے جاں بلب ہے۔ تم خود اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔“

سیط ابن جردی نے تذکرہ خواص الامہ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”اے قوم! اگر تو مجھ پر رحم نہیں کھاتی تو اس بچے پر رحم کھا۔“

سپہر کاشانی تاریخ التواریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ

”اے ابوسفیان کے دوستو! اگر مجھ کو گناہگار سمجھتے ہو تو اس بچے نے تو تمہارا کوئی

گناہ نہیں کیا اس کو پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

بظاہر امام حسینؑ کے اس کہنے سے فوج میں تلاطم پیدا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے

کو ملامت کرنے لگے کہ اس موقع پر حسینؑ کو جواب دینا ضروری ہے۔ ابن زیاد نے

پانی بند کرنے کا حکم مردوں اور عورتوں کے لئے دیا ہے نہ کہ بچوں کے لئے بچے کو تو

کوئی بھی مجرم قرار نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ کافر کے بچے بھی گناہگار نہیں سمجھے جاتے۔

اس وقت ابن سعدؒ را کہیں فوج میں انتشار نہ پھیل جائے اور فوراً حملہ سے کہا کہ

اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے اس بچہ ہی کو ختم کر دو۔ چنانچہ حملہ بن کاہل اسدی

نے ایک تیر بھینکا جس نے حسینؑ کی ہی گود میں بچہ کو ختم کر دیا۔

بچہ کے قاتل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن معتبر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ علی اصغرؑ کا قاتل حملہ تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ طبری نے عقبہ بن بشیر

اسدی کی روایت لکھی ہے۔

”مجھ سے امام محمد باقر نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ حضرت پھر میرا اس میں کیا قصور ہے؟ بتلائے کہ وہ خون کیا ہے؟ امام نے فرمایا کہ میرے جد مظلوم کے پاس ایک گم عمر بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچے کے گلے پر پڑا اور وہ زنج ہو گیا۔“

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ قاتل حبہ بنی بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار انوار مجلسی جلد دہم کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام باقر سے زیادہ کوئی معتبر قول نہیں جو ثابت کرتا ہے کہ قاتل ”بنی اسد“ سے متعلق تھا اور اس قبیلہ میں حرمہ کے سوا کسی اور کے لئے گربلا کے واقعہ میں کوئی قول نہیں ہے لہذا یہی قاتل معین ہوا۔

تیر آ کر لگا امام نے اسے نکالا اور مؤرخ ابن اثیر جردی المتوفی ۶۳۱ھ کے مؤلف تاریخ کامل کے قول کے مطابق۔

”امام نے خون اصغر لے کر زمین پر پھینکا۔“

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ:

”حسین نے بچے کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو بھر گیا تو زمین پر پھینکا۔ ابن طاووس نے آسمان کی طرف پھینکنے کا ذکر کیا ہے لیکن امام باقر سے منقول ہے کہ

”خون اصغر کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں پایا۔“

علی اصغر کی نظر اس عظیم قربانی کے بعد علامہ ابن شہر آشوب شیخ مفید مؤرخ ابو جریر طبری علامہ باقر مجلسی اور سپہر کاشانی اتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ:

”بار اللہ! یہ میرا بچہ تیری سرکار میں ناقہ صالح سے کم رتبہ نہیں ہے۔ اے خدا اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر



قرار دینا۔“

ابو خنف کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:

”اے خدا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ انہوں نے قسم کھالی ہے کہ حیرے نبی کی ذریت میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“ (مقتل ابو خنف)

علامہ ابن طاووس صاحب ”لبوف“ کا ارشاد ہے کہ حضرت نے فرمایا:

”یہ سب مصائب میری نظر میں آسان ہیں جن سے مجھ سے سامنا ہوا ہے اس لئے کہ خدا ناظر ہے (یعنی میں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں۔)“

اس موقع پر حسینؑ نے وہ صبر دکھایا ہے کہ کوئی اور ہوتا تو ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ دماغ مفلوج ہو جاتا لیکن امام حسینؑ کے لئے یہ مصیبت ہلکی تھی وجہ یہ تھی کہ خدا کا جمال و کمال سامنے تھے اور جس طرح حاکم اعلیٰ کے سامنے جاتے ہیں اس وقت اگر کوئی تکلیف ہوتی بھی ہے تو اظہار تکلیف نہیں کرتے۔ اسی طرح کچھ حسینؑ کی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوئی یہ مصیبت ان کے لئے کچھ نہیں تھی وہ حاضر و ناظر خدا کے قائل تھے۔“

اس کے بعد امام بچے کو لے کر خیبر میں آئے اور اُسے جناب کثوث کو دے دیا۔ اس وقت ان کی بے چینی کا اندازہ قتل الحسین ابو اسحاق اسرافعی سے ہوتا ہے جس میں آپ کے چند بہت غمگین اشعار ملتے ہیں۔ مثلاً

لہف قلبی علی الصغیر الطامی

فمتہ السہام قبل العظام

(ترجمہ) ”یعنی میرا دل اس پیا سے اور خرد سال پر پڑا انسوؤں کر رہا ہے جس کو

دودھ چھوڑنے سے پہلے ہی تیروں نے شہید کر دیا۔“

فرغروہ بدمہ وهو طفلی

لہف قلبی علیہ فی کل عاز

(ترجمہ) ”اس کو خون کی ٹھیاں کرا دیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہے گا“

احرقوا قلب والدیہ علیہ

واموہ نبعلہ الانتقام

(ترجمہ) ”اس کے ماں باپ کا دل اس غم میں جلا دیا اور انتقام لینے کے لئے اس کے حیر مارا۔“

حاکم بینا الالہ جمیعاً

ولدی المشر عنده فصل الحقام

(ترجمہ) ”ہم سب کا فیصلہ اللہ کرے گا اور قیامت کے روز اس کے سامنے اس جھڑے کا فیصلہ ہوگا۔“

اس کے بعد امام حسینؑ نے بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور امام محمد باقرؑ کے قول کے مطابق:

”پھر امام نے خیمہ کے قریب نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھود کر بچے کو خون آلود لباس میں دفن کر دیا۔“

کمیت اور اہمیت

بعض چیزیں باعتبار کمیت یعنی وزن مقدار و عدد کم ہوتی ہیں۔ لیکن قیمت و اثر دونوں کے اعتبار سے اہم تر ہوتی ہیں۔ جس طرح ایٹم کے ایک ذرہ کا مقابلہ خاک



کے لاکھوں من کے ڈھیر سے نہیں کیا جاسکتا اور وہ طاقت و برتری کے اعتبار سے اس سے افضل ہے اس کا مقابلہ کسی میدان میں بھی اس سے نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علی اصغر چھوٹے تھے، کم عمر تھے، کمزور تھے، لیکن اس ایک بچہ کی شہادت کا مقابلہ دنیا کی عظیم و بزرگ تر ہستیاں نہیں کر سکتیں۔ انسانیت کی قربانگاہ پر ہزاروں انسانوں کو قربان ہوتا دیکھا۔ دنیا نے کچھ دن ان کو یاد رکھا پھر وہ تاریخ کے ابواب بن کر رہ گئے۔ خود کربلا واقعہ ہی میں ہمیں ان شہیدوں کے کردار نظر آتے ہیں جنہوں نے بہادری، ہمت، صبر و شجاعت کے بہت بڑے ثبوت دیئے جنہوں نے اسلامی اقدار کی اعلیٰ مثالیں پیش کیں سیرت و کردار کے وہ گہرے نقوش دلوں پر چھوڑے جن کا آج تک جواب نہیں مل سکا۔ پھر بھی امام حسینؑ کے متعلق بعض بے بصیرت و ناحق شناس لوگوں نے کہا (معاذ اللہ) یہ ان کی سیاسی کمزوری تھی جن کی وجہ سے انہوں نے حکومت سے ٹکری یا انہوں نے حصول حکومت کے لئے اپنی طاقت کا غلط اندازہ کیا اور رستم ہو گئے لیکن یہ بچہ تو نا سمجھ اور ان اتہامات سے بری تھا۔ پھر کیوں قتل کیا گیا؟

چنانچہ واقعہ علی اصغرؑ نے دنیا کو ایک طرف تو یہ دکھا دیا کہ انسانی صبر، ضبط اور تحمل کی کمال معراج یہ ہے جو حسینؑ نے دکھائی اور دوسری طرف یہ دکھایا کہ یہ جماعت انسانیت سے کتنی دور تھی اسے انسانیت شرافت اور غیرت انسانی سے دور کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ وہ شہادت ہے جس کی بدولت دنیا کے ہر مذہب کا انسان اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ یہ دور وحشت تھا۔ ضمیر گر چکے تھے، اسلام کے پیغام کو بھلایا جا چکا تھا، انسان اپنی اعلیٰ قدریں کھو چکا تھا۔ یہ مظالم کی آخری حد ہے جس کو کربلا میں توڑ کر انسان اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔

حسینؑ نے بچے کو دفن بھی کیا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ کہیں کہ حسینؑ اگر

شہیدوں کو دفن کر دیتے تو حمیت اسلام کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ ہم قبریں کھودتے یا مدفون کو بے گھر کرتے۔ حسینؑ نے خود ہی انہیں دفن نہیں کیا۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے سب سے چھوٹے بچہ ہی کو بطور مثال دفن کر کے دکھا دیا کہ کس طرح انہوں نے اُسے قبر سے کھود کر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا۔ دنیائے اس سے زیادہ جگر سوز مظالم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے کہ اس معصوم بچہ کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا جائے کہ جو بے قصور ہو۔ علی اصغرؑ کا واقعہ عالمی اثرات قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر علی اصغرؑ نہ ہوتے تو اتنا وحشت ناک مظاہرہ بھی نہ ہوتا۔ اس طرح اس واقعہ نے دو کردار ابھارے۔ ایک ”اموی کردار“ جو دور وحشت کی یادگار تھا اور ایک حسینی کردار جس کی صحت، صداقت اور بلندی معیار خود شہادت علی اصغرؑ نے اپنی قربانی سے قائم کیا۔

مگر آج تک ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا اور تشدد اس سے آگے دامن نہ پھیلا سکا۔ ایک نگاہ تھی جو بیک وقت حسینیت اور یزیدیت دونوں کا مشاہدہ کر رہی تھی کردار تھے جو ابھر رہے تھے، اصول تھے جو مرتب کئے جا رہے تھے، نظم ترتیب پا رہا تھا، حق نمایاں ہو رہا تھا، ایک مقصود تھا جو آنے والا تھا اور اس سب کی تربیت گاہ معصوم علی اصغرؑ کا گہوارہ تھا۔ (رضیہ جعفری، سر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مترجم باب نمبر)

### شہادت شیرخوار کا پس منظر:

ساتویں صدی عیسوی میں یزید بن معاویہ دنیا کا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ کیونکہ اس کی سلطنت اس زمانہ میں سب سے بڑی اور وسیع تھی۔ یہ بحر اوقیانوس سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں مراکش الجزائر، تیونس، طرابلس، صحرارا، مصر، حجاز، یمن، عرب، فلسطین، شام، عراق، ایران، بلوچستان، صوبہ سندھ وغیرہ شامل تھے۔



مختصر یہ کہ جس اقتدار اور تفوق کا خواب اُمیہ دیکھا کرتا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ سر بلند اس کے سکز پوتے یزید کو حاصل ہو گئی۔ یہ کیسے؟ اور کیونکر؟ ان سوالات کا اجمالی جواب آپ میرے رسالوں یعنی محمدی سیاست اور اموی سیاست میں مدِ حفظہ فرمائیں۔ یہاں پر نہایت اختصار سے حسب ذیل چند نکات پیش کرتا ہوں۔

عرب ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں انسان فطری مجبور یوں سے یعنی جغرافیائی ماحول کے قہری اثرات سے خود غرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے فیاضی ایسے ماحول میں ایک عنقا صفت ہو جاتی ہے۔ یہ صفت عربی قبائل میں بنی ہاشم میں پائی جاتی تھی۔ اس خاندان کا بچہ بچہ ہر وقت ایثار اور قربانی پر آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے یہ خاندان عرب بھر میں معزز اور ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ برخلاف اس خاندان کے امیہ خود پرست، خود غرض اور اقتدار پسند تھا۔ اس لئے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے، یہ جبر تشدد اور غلبہ سے اپنا اقتدار اور سرداری قائم کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کی کوئی عزت نہ کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت ہاشم حج کے موقع پر حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام کرتے تھے، کھانے کا انتظام کرتے تھے، شور بے میں بھگو کر روٹیاں کھلاتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو ہاشم کہنے لگے تھے۔ امیہ کو حضرت ہاشم کی یہ ہر دس عزیزی اس قدر کھلی کہ اس نے آپ کو حسب و نسب میں مقابلہ کا چیلنج دے دیا۔ کاہن خراعی حکم قرار کیا گیا جس نے یہ فیصلہ سنایا۔

”ماوتا ہاں، ستارہ روشن ابر باراں اور فضا میں پرواز کناں پرندوں کی قسم کہ ہاشم اُمیہ سے جملہ خوبیوں میں بڑھ چڑھ گیا ہے۔ اول دآخر کی فضیلت ہاشم ہی کے لئے ہے۔“

شرط کے بموجب اپنی بار پر اُمیہ کو چپاس اونٹیاں حضرت ہاشم کو دینا پڑیں۔ آپ

نے اسی وقت ان اونٹنیوں کو ذبح کر دیا اور ان کا گوشت سارے مکہ والوں پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح آنحضرت کے والد حضرت عبداللہ کی ولادت کے موقع پر ایک سو اونٹنیوں کو ذبح کیا گیا۔ جن کا گوشت مکہ کی کل آبادی سے کھایا نہ گیا شکاری پرندوں اور جانوروں کی بھی اس گوشت سے تین دن تک شکم سیری ہوئی۔

بنی ہاشم کی ان فیاضیوں اور خدمتِ خلق سے جس قدر عظمت بڑھتی گئی۔ خود غرض ظالم بنی امیہ کے دلوں میں آتشِ حسد اور تیز ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ جب دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو امیہ کا پوتا ابوسفیان یہ کہتا ہوا اس مجمع سے نکل گیا کہ ”محمدؐ اسلام کے ذریعہ بنی ہاشم کا عروج چاہتے ہیں۔“

اعلانِ نبوت تک اہل مکہ آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اور بزرگی مانتے تھے اس وقت سے ابوسفیان کو بت پرستوں کو اپنا ہم خیال بنانے کا زریں موقع مل گیا۔ چنانچہ تمام بت پرست، شرابی، زانی، ظالم لوگ آنحضرتؐ سے تبلیغِ اسلام کی بنا پر مخالف ہوئے گئے۔ ابوسفیان نے اس مخالف اسلام گروہ کی حمایت شروع کر دی۔ اور چند ہی دنوں میں کفارہ مکہ کا مسلم الثبوت قائد بن گیا۔ لیجئے اس وقت سے بنی امیہ کا اقتدار مخالف اسلام سے بڑھنا شروع ہو گیا۔ وہ لوگ جو اعلانِ نبوت سے پہلے آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اب آپ کی اہانت کرنے لگے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ تم میں بزرگ ترین اور افضل النسل وہ ہے جو ایمان رکھتا ہو۔ ایمان ہی بزرگی اور افضلیت کی کوئی ہے۔ دولتِ سرمایہ، اعلیٰ نسب، قوت، اقتدار، وغیرہ سے انسان کی افضلیت بزرگی، سرداری قائم نہیں ہوتی۔ بزرگی اور برتری کا معیار صرف اور صرف ایمان ہے اور چونکہ بنی امیہ مجموعہ ردائل تھے اس لئے ان پر یہ فرض ہو گیا کہ جو بھی ہو ایمان بزرگی کا معیار قائم نہ ہونے



پائے۔ کیونکہ وہ بزرگی سرداری اور اقتدار بغیر رذائل کو ترک کیے ہوئے چاہتے تھے جس طرح شیکسپیر نے جولیوس سیزر کے ڈرامے میں بروٹس کے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔ ہم کو جولیوس سیزر کی ذات سے کوئی خاصیت نہیں ہے بلکہ اس کے نظریات سے اختلاف ہے اور چونکہ ان نظریات کو اس کی شخصیت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے جولیوس سیزر کو قتل کرنا لازمی ہو گیا۔“

اسی طرح تبلیغ اسلام کے سلسلے کو ختم کرنے کے لئے کفار مکہ نے آنحضرتؐ کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔ اس لئے آپؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپؐ کا غیر مقدم صرف اس وجہ سے کیا کہ وہ بنی امیہ کی طرح برے خصائل نہ تھے اور ان کو سرداری کا خط بھی نہ تھا۔ انہوں نے اسلام کی تعلیم میں خوبیاں دیکھیں اس لئے اسلام قبول کر لیا۔ جب اس کی خبر ابوسفیان کو ملی کہ جس اسلام کو مکہ سے بھگایا تھا اس نے مدینہ میں جڑ پکڑ لی ہے تو کفار قریش کو بتوں کے نام پر اور کفر کو خطرہ میں دکھا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ چلے ایک قہار فوج ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی۔ مختصر یہ کہ دشمن خدا ابوسفیان نے تین مرتبہ فوجیں جمع کیں اور اسلام کی تاریخی کی غرض سے مدینہ پر حملہ کیا۔ بدر، احد اور خندق کی تینوں تاریخی جنگیں ہوئیں ان تینوں جنگوں میں حضرت علیؑ کی تلوار سے مکہ کے نامی سورما اور بنی امیہ کے نامور پہلوان قتل ہوئے۔ آنحضرتؐ کی جان تبلیغ اسلام کے لئے محفوظ رہی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ابوسفیان اور دیگر بنی امیہ نے محض جان کی حفاظت کی غرض سے لب پر کلمہ جاری کر دیا۔ لیکن دل میں انتقامی آگ کے شعلے خرمین اسلام کو سوختہ کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہے۔ یہ موقع آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مل گیا۔ جب حضرت ابوبکر غلیفہ بن بیٹھے تو آپؐ کے خلیفہ ہوئے پر دین روز

کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (معراج الذهب جلد ۵ ص ۱۰۱) یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کی اطلاع جب ابوسفیان کو ملی تو سوکھی کھیتی میں بارش ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ دعوت ذوالعشیرہ میں میرے سامنے پھر جنگ خندق میں اور سب سے آخر میں غدیر خم کے موقع پر آنحضرت صلی کی خلافت کا اعلان کر چکے ہیں اسی لئے سارا عرب ابوبکر سے مخالف ہو گیا ہے اور زکوٰۃ دینا بند کر دی ہے چلو اس وقت چل کر حضرت علی سے مل جائیں۔ عزت اور اقتدار حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔ یہ سوچ کر ابوسفیان فوراً مکہ سے مدینہ حضرت علی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

”ہاتھ بڑھائیے۔ میں آپ کی بیعت کر دوں۔ آپ اپنے حق خلافت کے لئے اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ میں آپ کی مدد کے لئے مدینہ کو فوجوں سے بھر دوں گا۔“

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔

”اے ابوسفیان تم مسلمانوں کے دوست کب سے بنے ہو؟“

حضرت علی کا جواب سن کر ابوسفیان ابوبکر کے پاس گیا ان کو اپنی خلافت پر قرار رکھنے کے لئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں سے زبردستی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فوجوں کی ضرورت تھی۔ جسے ابوسفیان حاضر کرنے کا وعدہ کر رہا تھا۔ یہ خود ہدیزہ احد اور خندق کی جنگوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ تین مرتبہ ابوسفیان نے آنحضرت صلی کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے قہار فوجیں لے کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس لئے یہ اب بھی مدینہ کو فوجوں سے چھلکا دے سکتا ہے۔ اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ابوسفیان رسول خدا کا جانی دشمن میرا دوست ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے خدا کا شکر ادا فرما کر ابوسفیان کی ہمدردیاں قبول فرمائیں۔ چلے ابوسفیان حضرت ابوبکر کا ملٹری سیکرٹری بن گیا۔ مدینہ میں فوجیں آنے لگیں زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے



مسلمانوں کا قتل عام خلیفہ وقت نے جاری رکھا۔

جب حضرت عمرؓ نے مشہور بنی امیہ خالد بن ولیدؓ پر مالک بن نویرہ کے قتل اور ان کی بیوی کے ساتھ زنا کے جرم میں حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اسے نہ سنگسار کروں گا، نہ سزائے موت دوں گا اور نہ معزول ہی کروں گا کیونکہ میں اس تلوار کو ابھی نیام میں نہیں کر سکتا جن کو خدا نے میرے مخالفین پر کھینچ دیا ہے۔ (تاریخ ابن خلقان جلد ۱ ص ۱۷۲، تاریخ روضۃ المناظر جلد ۱ ص ۱۱۵ ابوالقدح جلد ۱ ص ۱۵۸، تاریخ کامل جلد ۱ ص ۱۲۶، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۴ وغیرہ)

چلے خالدؓ کی تلوار اس دن سے اسلام کی تلوار مشہور ہو گئی اور خالدؓ کو دور بار خلافت سے ”سیف اللہ“ کا خطاب بھی مل گیا۔ لیجئے آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی یعنی چالیس ہی دن کے اندر اسلام بنی امیہ کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا۔ یعنی خالد بن ولید وہ تھا جس نے جنگ احد میں دژہ کے نگہبان حضرت عبداللہؓ کو شہید کیا اور پھر میدان میں اپنی فوج لے کر گھس آیا اور آنحضرتؐ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ خالدؓ کی اس جرات کو دیکھ کر کفار کی بھاگی ہوئی فوج پھر پلٹ پڑی۔ آنحضرتؐ کی جاں خطرہ میں تھی کہ حضرت علیؓ پہنچ گئے اور کفر کو قتل کرنا جو شروع کیا تو خالدؓ بھاگ نکلا۔ آج اس منافق کو حضرت ابوبکرؓ اس کارنامہ پر کہ اس نے مالک بن نویرہ ایسے سچے مسلمان کو قتل کر دیا اور اسی رات اس کی حسینہ بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ اس کی کھوپڑی کا چولہا بنا کر کھانا پکوا یا۔ سیف اللہ کا خطاب عطا کیا۔

چلے اسلام کی تاریخ میں اب کشت خون، مار کھسوت، قتل و غارت، سفیر مرگ کے کارناموں کے راستوں پر چل پڑی۔ عرب مالدار ہوتے گئے ملک فتح ہوتے گئے۔ بنی امیہ ان فتح کردہ ملکوں پر گورنر مقرر ہوتے گئے۔ بنی امیہ برسر اقتدار آ گئے۔

حضرت ابو بکر کو مرتے وقت اس کا احساس ہوا تو رورو کر عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا کہ ”قریش کی ہر فرد سرداری چاہتی ہے۔“ اسی افسوس میں انتقال کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ بنی امیہ کو مال قیمت اور تسخیر ممالک کی چاٹ پڑی تھی اور حضرت عمر خالد کی بہادری کی حالت خود اپنے آنکھوں سے مختلف جنگوں میں دیکھ چکے تھے اس لئے ان کے ڈانٹنے ڈپٹنے کی مطلق پرواہ نہ کی۔ یہ ملکوں کو لوٹنے اور تسخیر کرنے کا کام بڑے جوش و خروش سے جاری رہا یہاں تک کہ ابوسفیان کا بیٹا شام کا گورنر مقرر ہو گیا جس نے ایسی شان پیدا کی کہ خود حضرت عمرؓ سے اسلام کا کسرئی کہنے لگے، شام کا دورہ کرتے وقت حضرت عمرؓ نے معاویہ کی شان پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا۔

”شاہِ روم کے جاسوسوں کو اسلام کی شان و شوکت دکھانا چاہتا ہوں۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مردانا اور ایک چالاک عقل مند آدمی کا لرب ہے۔ معاویہ نے کہا کہ آپ جو فرمائیے اس پر عمل کروں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا خوب حالت تو یہ ہے کہ بقصد اعتراض جس امر میں تم سے بات کرنا شروع کرتا ہوں تم مجھ سے ایسا بتا دیتے ہو کہ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا کروں۔“

(طبری جلد ۶ ص ۱۸۸)

جس قدر حضرت عمرؓ کا زمانہ بڑھتا جاتا تھا بنی امیہ کی بے چینی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ وہ منصب خلافت پر اپنے ہی خاندان کا آدمی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کے خاتمے کے لئے ایک آہن گر کو تیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک بھکی اس آہن گر سے بنوائی تھی۔ ان حضرت فیروز نے اس بھکی میں ایک چھری اس طرح چھپا کر رکھی کہ یوں ہی خلیفہ نے اس کی آزمائش کے لئے ٹھونکا پکڑا اور جنبش دینے



کے لئے جھک کر زور لگایا وہ چھری آپ کے پیٹ کو چاک کر گئی۔ پیٹ کٹ گیا۔  
آنتیں نکل پڑیں۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ آپ کو سیرت شیخین  
پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی یہ کہ چپکے مسند خلافت پر بیٹھے رہیے گا اور جو اودھم ہم دنیا میں قتل و  
غارت کا مچائیں اس سے کوئی تعرض نہ کریئے گا۔ آپ نے یہ شرط منظور نہ کی اس لئے  
خلیفہ نہ بنائے گئے۔

حضرت عثمان نے اسے منظور کیا اور خلیفہ بنا دیئے گئے اس طرح خلافت بنی امیہ  
کے خاندان میں آ گئی اس وقت بزرگ خاندان ابوسفیان نے عثمان کو یہ نصیحت دی۔  
”تیم اور عدی کے بعد خلافت تجھ کو مل گئی ہے۔ اس کو گیند کی طرح گردش دے  
اور بنی امیہ کو اس کی میخیں بنا اور یہ صرف ملک ہی میں جنت و نار کو نہیں جانتا یہ صرف  
خیالی باتیں ہیں۔“

عثمان نے بموجب نصیحت ابوسفیان عمل شروع کیا۔ حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ  
تجربہ کار گورنروں کو معزول کر کے اپنے ہی خاندان کے اقتدار پسندوں کو ان کے مقام  
پر گورنر مقرر کیا۔ متعدد بار بیت المال کو اپنے ہی خاندان والوں پر تقسیم کیا۔ اس لئے  
عام طور سے ان کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ قتل کئے گئے۔  
اب چونکہ جمہور اسلام کو ایک عادل خلیفہ کی ضرورت تھی اس لئے سب نے مل کر  
حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس سے وہ لوگ براہم ہو گئے جو قتل عثمان کے بعد خلیفہ بنا  
چاہتے تھے۔ ان سب نے انتقام خون عثمان کا بہانہ تراش کر کے شورش شروع کر دی  
چونکہ ہر ایک کا مقصد خلافت حاصل کرنا تھا اس لئے جنگ صفین اور جنگ جمل میں  
حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آتے والے متحد ہو کر نہ لڑے۔ حضرت علیؑ کا زمانہ شورشوں کو

دبانے میں صرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو مسجد کوفہ میں حالت نماز میں زخمی کیا گیا۔  
 شام جیسے زرخیز ملک کی گورنری ملتے ہی معاویہ نے فوجی طاقت بڑھانا شروع کر  
 دی تھی۔ دمشق کی اس وقت وہی منزلت تھی جو آج کل بیوپارک لندن کی ہے۔ یہ  
 دمشق اس وقت دنیا کا اہم ترین مرکز تجارت تھا۔ ان وجوہ سے معاویہ کے خزانے میں  
 اس قدر روپیہ ہو گیا کہ اس نے ایک لاکھ تنخواہ دار شامی فوج تیار کر لی۔ لالچی اصحاب  
 رسول بھی اس کے دسترواز کی کھیاں بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ نام کا صدر مقام رہ  
 گیا اسلام کا اصلی دار الخلافہ دمشق ہو گیا جنگ صفین وغیرہ میں جن لوگوں نے حضرت  
 علیؑ کا ساتھ دیا وہ لوجہ اللہ تھا۔ مگر تنخواہ دار فوج تو ہر وقت ہر مہم پر آسانی سے بھیجی جا  
 سکتی تھی اس لئے جو قوت اور اقتدار اس وقت معاویہ کو حاصل تھا وہ کسی کو نہیں تھا۔  
 آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کفار قریش سے صرف اس غرض سے کی تھی کہ جنگ موقوف  
 ہو جائے اور جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ انہیں  
 بنیادوں پر حضرت امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی۔ لہذا اس صلح کا یہ تھا کہ اگر  
 حضرات شیخین کی ناماقت اندیشی سے بنی امیہ برسر اقتدار آ گئے ہیں تو ان کو حکومت  
 میں چھوڑ دیا جائے اور اسلام کو محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ صلح حسن کے شرائط بھی صلح  
 حدیبیہ کی طرح سچے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت تھی۔

معاویہ قہار سلطنت قائم کر کے مر گیا۔ یزید اس کے بعد خلیفہ ہو گیا۔ اس وقت  
 تک آثار اسلام شعائر اسلام مٹ چکے تھے، کہنے کو تو اس وقت اسلام کی ایک قہار  
 سلطنت تھی جس کا تذکرہ میں تمہید میں کر چکا ہوں اور جس کی تعمیر کا میں نے نہایت  
 ہی مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ یہ اسلامی سلطنت تھی یا نہ تھی اس کا فیصلہ آپ خود کریں۔  
 اس سلطنت کی ایک معمولی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے حدود میں ہجرت ہزار شہروں کے



منبروں سے حضرت علیؑ پر تبرہ کیا جاتا تھا۔ حضرت علیؑ پر تبرہ کرنے والے اور ان کے سامعین میں سے ایک بھی سنی نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی سنی مسلمان کسی قیمت یا مجبوری کی حالت میں بھی حضرت علیؑ پر تبرہ مننا برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام اس حد تک مسخ ہو چکا تھا اور اسے ہمیشہ کے لئے فنا کرنے کی غرض سے یزیدؑ نے اپنی خلافت پر نواسہ رسولؐ کی غیر تصدیقی بیعت کرائے کے لئے بیعت حاصل کرنا چاہی۔

اب وقت اسلام کی موت وزیست کا آ گیا۔ فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ نے اسے محسوس کر لیا۔ فوراً نانا کے روضہ پر جا کر عرض کیا۔

”نانا جان میں آپ کے روضہ کو نہایت مجبوری سے چھوڑ رہا ہوں، مجبوری یہ ہے کہ اگر میں یزیدؑ پلید کی بیعت کرتا ہوں تو آپ کا دین اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہوتا ہے اور اگر میں بیعت سے انکار کرتا ہوں تو قتل کیا جاتا ہوں۔ مجھے آپ کے روضہ سے جدا ہونا ضرور شاق ہے مگر آپ کے دین کی حفاظت کے لئے مرنا بھی ضروری ہے۔“

اس نام نہاد قہار اسلامی سلطنت کے ہر گوشہ میں حضرت علیؑ پر شب و ستم کیا جا رہا ہے۔ حضرت علیؑ کو لوگ یہ جانتے تھے کہ وہ فاطمہؑ کے باپ تھے اور فاطمہؑ رسولؐ کی بیوی تھیں یا یہ کہ (معاذ اللہ) زنا نہ فتن کا ڈاکو تھا جو لوگ حضرت علیؑ سے معرفت رکھتے تھے ان کو زہر اور خنجر سے پہلے صاف کیا جا چکا تھا۔ اب جو بات علاوہ مدینہ والوں کے سب کو یقینی طور سے معلوم تھی وہ یہ کہ یزیدؑ ہی رسولؐ خدا کا سچا وارث اور حقیقی جانشین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا رسولؐ کے اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ بعض شہروں میں یزیدؑ کو خدا مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی یزیدؑ کی پرستش کرنے والے شہر موصل کے قریب شیخان میں تیس ہزار آدمی اس وقت بھی موجود

ہیں۔ رسول خدا کی امت سب گمراہ ہو گئی تھی۔

اب اصلاح کی ضرورت تھی، جس کے لئے ایک ایسی ایسی طاقت کی ضرورت تھی جو رسول مقبول کی گمراہ امت کو ایسے زور سے جھنجھوڑ دے کہ نفاق کی گھنگھور گھٹائیں کا فور ہو جائیں اور اسلام کا آفتاب پھر درخشاں ہو جائے اصلاح و نہایت کا بس ایک ہی طریقہ تھا۔

**انتہائی مظلومیت سے فرزند رسول کی شہادت:**

یہی عہد کر کے تو حضرت امام حسینؑ مانا کی قبر سے رخصت ہوئے تھے اور جب کر بلا کے ریگستان میں پہنچے تو ایک طرف خالص ایمان تھا اور دوسری طرف خالص نفاق جس میں اگر ایک دو کرنیں نور کی تھیں بھی تو صبح ناشور جس وقت عمر ابن سعد نے اپنے کاندھے پر سے کمان اتار کر تیر چلے کمان میں جوڑ کر کہا۔

”گواہ رہنا یہ میرا تیر سب سے پہلے حسینؑ کو شہید کرنے کے لئے چلتا ہے۔“

تو حضرت حُزنے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ فرزند رسولؐ سے صلح نہیں ہو سکتی؟ کیا تم لوگ ان کا خون ناحق بہا کر دم کو گے؟ عمر سعد نے جواب دیا کہ اے حُز کیا کریں تیرے امیر کا یہی حکم ہے۔“ حضرت حُزنے کبھی فاتح اور قہار فوج کو چھوڑ کر کوئی سپاہی قتل ہونے کے لئے بہتر نفوس کی فوج میں شامل نہیں ہوا ہے جس میں جوانوں سے زیادہ ضعیف العمر بڑھے اور صغیر السن بچے تھے اور یہ بہتر کی تعداد بھی اس وقت پوری ہوتی ہے جب حضرت علی اصغرؑ کا جھولا بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

بے شک حضرت حُزن کی شہادت فوج منافق کے لئے ایک پہلا تازیانہ عبرت اور بیداری تھا۔ یزیدی نڈی دل فوج کے سپاہی گلوں میں قرآن آویزاں کئے ہوئے اور



نعرائے تکبیر کے فلک شکاف نعرے لگاتے ہوئے ارض کربلا پر کسی خارجی سے جھوڑ کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت کرنے لگے کہ آخر یہ رلا گیا ہے؟ خود ہمارے قہار فوج کا ایک نامور سردار جاہ و منصب اور زندگی پر لات مار کر مرنے پر تیار کیوں ہو گیا؟ کیا اس نے ایک رجز میں پڑھا؟ کیوں اپنے فرزند کو شہید کرایا؟ اور کیوں خود شہید ہوا؟ یہ تین دن کا بھوکا پیاسا کون ہے جس کے لئے جیسے بہادر نے اپنی جان قربان کر دی؟

ان خیالات کا سلسلہ فوج یزید میں حضرت حرکی شہادت سے شروع ہو گیا۔ جسے ہر مجاہد نے اپنے رجز سے زیادہ واضح کیا اور فوج یزید کو معلوم ہوتا گیا کہ وہ نواسہ رسولؐ کے مقابلہ میں ہے۔

پھر فوج یزید یہ سوچنے لگی کہ یہ گنتی کے آدمی ہمارے ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کیوں کر رہے ہیں، یہ اپنی جانیں یکے بعد دیگرے کیوں دیئے چلے جا رہے ہیں؟ یہ کون بزرگ ہے جس کے لئے یہ سب جانیں دے رہے ہیں؟ یہ بزرگ یزید کی بیعت سے انکار کیوں کئے جا رہا ہے۔ یہ خدا کیسی؟

ادھر یزیدی فوج کو حضرت امام حسینؑ کے اصحاب و انصار و اعزا کی قربانیوں پر حیرت ہو رہی تھی ادھر مظلوم کربلا انکار بیعت کے بعد طے کر چکے تھے کہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ شب عاشور جب حضرت قاسمؑ نے آپ سے دریافت کیا ہے کہ کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں بیٹا تیرا نام بھی اور تیرے چھوٹے بھائی حضرت علی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔

روز عاشور زوالِ عصر کا وقت قریب ہے۔ اس وقت کا منظر ایک انگریز مورخ میجر ایارن ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

”حسین کی حالت اُس وقت ایک سبز باغ کے اس درخت کی مانند تھی جس کے سب ساتھی کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہوں اور وہ اکیلا گرم ہواؤں کے جھوکے کھارہا ہو“ حسین مظلوم ریگستانِ کربلا میں یکہوت تھا آوازِ استغاثہ بلند فرما رہے ہیں۔

”اے میرے شیر و اے میرے بہادر و! میں یکہوت تھا رہ گیا ہوں میری مدد کرو۔ میں تم کو پکارتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتے۔“

حسین کے استغاثہ پر خیمِ حرم سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جب قریب خیمِ پینچے تو معلوم ہوا کہ حسین کے استغاثہ کی صدا سن کر جوشِ شہادت میں ننھے مجاہد نے اپنے آپ کو جھولے سے نیچے گرا دیا ہے۔ شیرِ خوار بھی سمجھ گیا کہ اب نانا کی اُمت کو راہِ راست پر لانے کے لئے میری قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ اس لئے وہ جھولے میں مچلا اور نیچے گر گیا۔

فوجِ یزید پر ایٹم بم:

جوہری بہترین اور بیش قیمت گینوں کو سب سے آخر میں پیش کرتا ہے۔ تجربہ کار مقرر یا مقالہ نگار خاتمہ کلام پر نہایت مختصر الفاظ میں وہ چیز پیش کرتا ہے جسے سننے یا پڑھنے والا ہمیشہ یاد رکھے۔ مظلوم کربلا نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایٹم بم صرف ایک انڈے کے برابر ہوتا ہے، لیکن اس چھوٹی سی چیز میں بے پناہ انقلابی طاقت ہوتی ہے۔ مظلوم کربلا دامنِ کاسایہ کر کے شیرِ خوار کو بلندی کی طرف لے چلے۔ شامی سپاہی جو جنگِ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے اپنی جانیں بچا چکے تھے وہ سمجھے کہ حسین قرآن لا رہے ہیں۔

آپ نے ایک بلندی پر آ کر حضرت علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند فرما کر فوج



یزید سے کہا:

یہ بچہ تین دن سے بھوکا پیاسا ہے۔ پیاس کی وجہ سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس کی حالت غیر ہو گئی ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ میں اس کے یہاں سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں اسے اس جلتی ریت پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آؤ اور اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔

یہ کلمات سن کر فوج یزید میں ہل چل مچ گئی۔ شامی اور کوئی سب ہی کہنے لگے کہ حسینؑ سچ تو کہتے ہیں آخر اس معصوم بچے نے کیا قصور کیا ہے۔ اسے پانی کیوں نہیں دیا جاتا۔ کچھ اپنی بے بسی پر رونے لگے، کچھ نے پانی لانے کا ارادہ کیا۔ کچھ پانی لے کر بڑھے کہ جو بھی ہو ہم اس بچے کو ضرور پانی پلائیں گے۔

فوج کی یہ حالت دیکھ کر عمر ابن سعد پریشان ہو گیا۔ اسنے حرمہ کو حکم دیا ”حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے“ حکم پاتے ہی حرمہ نے اپنے ترکش سے ایک تین بھال کا زہر آلود تیر نکالا اور دوش پر سے کمان اتاری تیر کو چلہ کان میں جوڑ کر نشانہ کوٹا کا کہ اس کا ہاتھ تھرا گیا اور تیر زمین پر گر گیا۔ پھر اس نے سنبھل کر زمین پر سے گرے ہوئے تیر کو اٹھا کر چلہ کان میں جوڑا جب تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو کسی نے حرمہ سے بڑھ کر کہا کہ میں تو تجھے بڑا تیر انداز سمجھتا تھا یہ تیری کیا حالت ہے۔ کیا ہاتھ میں ریشہ ہوا ہے؟ حرمہ نے کہا کہ کیا کہوں کیا دیکھ رہا ہوں؟

لوگوں نے پوچھا۔ آخر دیکھ کیا رہا ہے؟

حرمہ نے جواب دیا رسول اللہ کا گلابچے کے گلو سے ملا ہوا ہے۔ پید دیکھ رہا ہوں۔ چوتھی بار تیر چلا، علی اصغرؑ کا ننھا سا گلا چھید کر حسینؑ کے بازو میں در آ یا۔ بچہ فواسق رسولؐ کے ہاتھوں میں شہید ہو گیا۔

حملہ کے تیرنے کیا صرف حضرت علی اصغرؑ کے گلے اور حسینؑ کے بازو کو گھائل کیا؟ نہیں صرف یہی نہیں بلکہ کچھ اور وہ کیا؟

یہ سیاست حسینی تھی کہ حملہ کے تین بھال کے زہر آلود تیر نفاق کا گلا حیرتا ہوا یزید کی جعلی خلافت میں دائمی طور پر پیوست ہو گیا۔ خود یزید کی فوج کے ہر سپاہی کے دماغ میں یزید کے ظلم کی قابل نفیس تصویر ایسی گہری کھد گئی کہ جو کبھی لوح حافظہ سے مٹائی نہیں جاسکتی۔ اس ننھے مجاہد کی شہادت نے نفاق کے قلعہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ایٹم بم کا کام کیا۔

عادل دنیا قیامت تک پوچھتی رہے گی اگر فرزند رسولؐ نے یزید ایسے فاسق اور فاجر کی بیعت سے انکار کیا تھا تو پیاسے شیر خوار کا گلوئے نازنین زہر آلود تیر کا نشانہ کیوں بنایا گیا؟ کیا یہی اسلام ہے؟ کیا رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد جہاد کے نام سے ایسی دولت مشترکہ اسلامیہ قائم کی تھی کہ جس میں رسولؐ کے پیارے لواہرے یعنی سردار جوانان جنت کے ششماہ شیر خوار کی پیاس تین بھال کے زہر آلود تیر سے بھجانا لازمی ہو۔ یہ کس قسم کا اسلام تھا جو بعد رسولؐ دنیا میں پھیلا یا گیا۔

(سید اکبر علی۔ مرقاۃ المفہوم، جون ۱۹۵۸ء، کتاب باب نمبر)

### پانی کی قیمت:

گھرے کنوئیں، بہتے دریا، چمکتی نہریں اور گرتے ہوئے آبشار عام ہیں۔ انسان، حیوان، چرند، پرند، جس کا جی چاہے پانی پے اور پلائے۔ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، پارسی ہو یا یہودی، کرۂ ارض کے ہر ذی روح کے لئے پانی کی نعمت بغیر کسی خصوصیت کے موجود ہے۔ دریا بلبک ہوتے ہیں لیکن اس کا پانی ملک نہیں



ہوتا۔ پیا سے پر پانی بند کر دینے کا کسی مذہب کسی حکومت اور کسی قانون کو حق نہیں ہے۔ نہ ایک گلاس پانی آٹھتی ہوئی سوجوں کو بٹھا سکتا ہے۔ نہ ایک جام سے دریا کی روانی کم ہو سکتی ہے۔

تاریخ دنیا کی ہر گرانی میں پانی سستا رہا۔ ہر کال میں پانی بغیر قیمت فروخت ہوا، جن مقامات پر پانی نایاب ہوتا ہے۔ وہاں بھی پانی کی قیمت کہہ کر دام لیتے ہوئے دنیا شرم کرتی ہے۔ ہندو کی پیاس مسلمان اور مسلمان کی پیاس ہندو نہیں دیکھ سکتا، غربت اور مفلسی رویہ مانگنے میں انسانیت کا ہاتھ روک دیتی ہے۔ تیسرے فائدے کے بعد بھی روٹی طلب کر لے میں انسانیت کو حجاب آ جاتا ہے۔ لیکن پیاس کا بھڑکا ہوا شعلہ اور سوکھا ہوا حلق، ہر انسان کو پانی پلانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ نہ قدرت نے پانی نایاب کیا ہے نہ فطرت نے مہنگا خریدا ہے۔ غیر ضروری ایسا کہ زمین سے کئی گناہ زیادہ اور ضروری اتنا کہ ہر ذی حیات کی حیات کے لئے لازم، غرض کہ پانی وجودِ عالم کی بنیاد ہے اور شاید حشر کا پیش خیمہ بھی ہو جائے۔

چل انسان چل! تیرہ سو سال پہلے تجھے جنگل میں لے چلیں، جہں ”پانی“ انسانی جانوں کی قیمت پر فروخت ہو رہا ہے۔ جانیں جا رہی ہیں لیکن پھر بھی پانی نہیں ملتا، آفتاب کی گہری شعاعیں ذروں کو توڑ کر انسانی جسموں تک گرمی پہنچا رہی ہیں، صبر کا رحم اڑ رہا ہے، سچائی کے قدم گڑے ہوئے ہیں۔ ۷۲ ٹکا ہیں ۷۲ ہزار سے مگر اری ہیں۔ ہمت کی صف آراستہ ہے۔ عزم کے علم کھلے ہیں، ثبات قلب فولاد کو موم گر رہا ہے، آفتاب جھک رہا ہے، کمر ٹوٹ رہی ہے، مظلوم کا سر کٹ جانے پر آمادہ ہے۔ مگر ظلم و استبداد کے سامنے جھک جائے پر تیار نہیں ہے۔

لڑائی تو چاند کی دسویں کو ہوگی مگر پانی ساتویں تاریخ سے بند کر دیا گیا ہے، دریا

اگرچہ ڈبڈائی ہوئی آنکھ کی طرح چمک رہا ہے اور سطح آب سمنپ کے پیٹ کی طرح جگمگا رہا ہے، لیکن پیاسوں کو ایک قطرہ آب نہیں مل سکتا، واہ رے انصاف! خدا کی عام نعمت پر حیوانیت کا خاص قبضہ؟ بوڑھوں اور جوانوں کے ساتھ عورتوں اور بچوں پر بھی پانی بند؟ ممکن ہے ہزاروں فوجوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ پانی تو صرف ۷۲ سپاہیوں پر بند تھا؟ لیکن چھ ماہ کے بچے نے اس خیال کو دماغ میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔

آفتاب تھر تھراتے ہوئے دل کی طرح بیٹھ رہا ہے۔ آہاڈیوڑھی پر لو کے جھونکے بربادی کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو انسانیت کی حد نظر پر اسٹالے بھرتے ہوئے تیروں میں، کوزتی ہوئی تلواروں کی بجلیوں میں، جھنجھاتی ہوئی برجیوں میں، تڑپتے ہوئے خجروں اور لچکتے ہوئے نیروں میں، ضعیف غریب اور مظلوم باپ اپنے چھ ماہ کے پیاسے بچے کو فطرت کے ہاتھوں سے سنبھالے، انسانیت کے کلیجے سے لگائے امید کے راستہ پر قدم بڑھا رہا ہے۔

انساؤ سنو! میرا بچہ پیاسا ہے۔ اس کے ہونٹ خشک ہیں منھ ہی سوکھی زبان سوکھے ہوئے پھول کی پتی کی طرح ہلکی سانس کے سہارے جنبش کر رہی ہے، اس کی ماں کا دودھ تین دن کی بھوک اور پیاس سے خشک ہو چکا ہے جنگ تو مجھ سے ہے، بھلا اس شیر خوار بچے نے کیا کیا؟ اور اگر تم یہ سمجھو کہ باپ اپنے بچے کے نام سے پانی طلب کر رہا ہے اور خود پینا چاہتا ہے تو آؤ، اس بچہ کو اپنے ہاتھ سے پانی پلا جاؤ۔

ہوا کا میٹر جھونکا سطح سمندر کی بالائی موجوں کو جنبش دیتا ہوا نکل گیا، ایک روشن ستارہ چبھتے ہوئے کانٹوں تک اپنے نور کی شعاعیں پہنچا کر ڈوب گیا۔ تقریر کے الفاظ زبان سے دلوں میں اترتے چلے گئے نگاہیں جھپٹیں، انسانیت شرمائی، اخلاق نے



ٹھوکے دیئے، فطرت نے آمادہ کیا۔ بلکہ بعض نے تو دبی زبان سے یہ کہہ دیا کہ  
”بات تو بالکل ٹھیک ہے بچہ سے اور جنگ سے یا غرض؟“

مگر نہیں دریا کی روانی ظلم کے پہاڑوں سے گرا کر بیٹھ گئی، ارادہ کو استبداد نے  
کیل دیا۔ حیوانیت نے انسانیت کو دبا دیا فوج کے سردار نے قطع کلام کا حکم دے  
دیا اور ایک انسانیت کا باغی حیوان کا اندھے سے کمان تار کر آگے بڑھا اور اب جو  
تین بھال کے حیر کو گھسیٹ کر چھوڑ دیا تو انسانی تصورات کا تپ گئے، سینوں میں  
دل الٹ پلٹ ہو گئے فطرت کے ہاتھ پاؤں تھر تھرا گئے ظلم اور تاریخ کا انوکھا  
ظلم، دنیا کا اکیلا ظلم بنی نوع انسان میں اپنی نوعیت کا پہلا ظلم؟ پانی کے سوال پر  
تین بھال کا تیر؟ بچے کا نازک حلق، ابلتا ہوا خون! بے چارگی کا وقت، ناامیدی کی  
موت، ہمت کا ہنگام، صداقت کی آزمائش، عبرت کا مرقع، انسانیت دانوں میں انگلی  
دبا ئے دیکھ رہی ہے اور بچہ اپنے باپ کی گود میں ہچکیاں لے لے کر خون اگل رہا  
ہے۔ بچہ مر گیا مگر پانی کی قیمت ادا نہ ہوئی یہ کر بلا کا جنگل تھا محرم کی دسویں تاریخ  
تھی۔ یزید کی ٹڈی دل فوجوں کا تاریخی ظلم تھا۔ امام حسین کی تقریر تھی، پسر سعد کا حکم  
تھا۔ حرمہ کا تیر تھا اور چھ ماہ کے علی اصغر کو دردناک شہادت کا منظر، دنیا قیامت تک  
تاریخ کے ورق اٹتی رہے گی، مگر نہ کر بلا ایسی جنگ مل سکتی ہے۔ نہ حسین جیسا بہادر  
اور صبر کرنے والا۔ (فضل الحسنی... ہر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مباح رہا باب نمبر)

فہرست شہدائے کر بلا میں شیر خوار کی جگہ:

کسی مجموعہ کے عقلی امکان پر غور کرنے کے لئے خواہ وہ مجموعہ قانون فطرت کا ہو  
کسی مشین کا ہو یا واقعات کا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے کل اجزاء کی ترکیب باہمی

تناسب اور اضافہ اہمیت پر بحیثیت مجموعی بحث کی جائے اور ہر چیز کی اہمیت کو خواہ وہ جز چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو کل کی نسبت سے دیکھنا جاوے دوسرے الفاظ میں مشین کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پرزے اور واقعات کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کڑیوں کو انفرادی حیثیت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اُن کو اس اضافی اہمیت کے ساتھ دیکھنا چاہئے جو ان کو کل سے حاصل ہے۔ بغیر اس کے حقیقت حال معلوم نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے ایک باریک سے باریک پرزہ یا معمولی سے معمولی کڑی اس اہمیت کے لحاظ سے جو اس کو کل سے حاصل ہے بڑے بڑے پرزوں یا بڑی بڑی زنجیروں کے برابر ہو یا ممکن ہے زائد ہو۔

کارگاہ قوت جس کو نیچر یا فطرت کہتے ہیں خالق کے بنائے ایک مخصوص اور محدود قانون کے تابع ہے۔ اس مجموعہ کی ہر چیز اپنے مقام پر مخصوص اہمیت رکھتی ہے جو کل کی بقا کے لئے ضروری ہے آفتاب بھی اپنا فرض ادا کرتا ہے اور وہ باریک جھلملاتا ہوا ستارہ بھی جس کی روشنی کا ہم تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہاتھی اپنے مقام پر بزرگ ہو مگر چیونٹی بھی اپنے مقام پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اگر خداوند عالم نے قرآن پاک میں ایک سورہ الفیل کہنا مناسب سمجھا تو چیونٹی کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرے سورہ کو انمل کر دیا۔ اپنی جسمانی ترکیب کو ملاحظہ فرمائیے۔ ہاتھ اپنی جگہ پر ضروری ہے، پیر اپنی جگہ پر ناگزیر، دوا آنکھیں ضروری، کان ضروری، سر ضروری، مگر کل جسم کی حرکت کا انحصار گوشت کے ایک چھوٹے سے لٹھڑے کی پیہم حرکت جس کو دل کہتے ہیں کل بزرگ اعضا اپنی اپنی جگہ پر لیکن اگر دل خاموش ہو جائے تو جسم بیکار، دنیا ہیچ، پیاناہ حیات لبریز اب نہ ہاتھ اپنا کام کرتا ہے نہ پیر اپنا کام۔

واقعات کے مجموعہ کی بھی یہی حالت ہے بادی النظر میں کسی واقعہ کی کوئی کڑی



نہایت ہی باریک معلوم ہو مگر حقیقتاً اس واقعہ کے امکان کے لئے ناگزیر ہے۔ واقعہ کر بلا نام ہے ان واقعات کے مجموعہ کا جن کی کڑیوں کا سلسلہ قصی کے عہد تک پہنچتا ہے اور یہ سلسلہ مختلف اقسام اور گونا گوں نوعیت کی کڑیوں کا رہیں منت ہے ان کڑیوں کا سلسلہ کچھ ایسا مسلسل ہے کہ جب تک سب کو بحیثیت مجموعی نہ دیکھا جائے۔ واقعہ کر بلا کا سمجھنا دشوار ہے نہ کہ اس پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے۔ رسول اللہ کے ایک ایک ارشاد اور ایک ایک عمل کو فرداً فرداً دیکھنا ہوگا حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے عمل پر خائر نظر ڈالی جائے امام حسینؑ کے ہر ارشاد اور ہر فعل کو سمجھنا چاہئے۔ اس وقت یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعہ سمجھ میں آ جائے۔ اس وقت واقعہ شہادت علیؑ اصغر سے بحث کرنا ہے۔

امام حسینؑ اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے جس کے لئے رسول اللہؐ نے ان کو کمسنی ہی سے منتخب کر لیا تھا چھ برس کے سن سے تیار ہو رہے تھے، تہیہ اور عمل میں تقریباً چھ سال کا فاصلہ ہے۔ اتنی طویل مدت میں عواقب اور جوانب پر اچھی طرح غور کر لیا ہوگا اور ایک ایسا لائحہ عمل درست کر لیا ہوگا جس میں کسی خامی کا امکان ناممکن ہوگا لہذا حسینؑ کے ہر فعل کو سوچی اور سمجھی ہوئی صورت کے تحت میں سمجھنا ہوگا۔

۱۷ رجب ۶۰ھ کو حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابن عباسؓ، محمد حنفیہ موجود ہیں مگر تعجب ہے کہ نہ تو حسینؑ ان لوگوں کو ساتھ چلنے کا کہتے ہیں نہ وہ لوگ خود ہی ساتھ ہوتے ہیں حسینؑ کسی سوچے اور سمجھے ہوئے اصول کے تحت میں خود فہرست مرتب کرتے ہیں۔ ایک دختر علیل کو گھر میں چھوڑتے ہیں جناب ام البنینؓ بھی مدینہ ہی میں رہ جاتی ہیں کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جناب ربابؓ بھی حضرت علیؑ اصغرؑ کی کمسنی کا لحاظ کرتے ہوئے مدینہ ہی میں چھوڑ دی جائیں؟ اگر جناب ربابؓ کا ساتھ رہنا ناگزیر تھا تو پھر

عرب کے دستور کے موافق حضرت علی اصغر کو مدینہ میں کسی دائی کی نگرانی میں چھوڑا جا سکتا تھا۔ مگر حسینؑ کا اصرار ہے کہ ریاپ بھی ہوں اور حضرت علی اصغرؑ بھی ہوں۔

شہدائے کربلا کی فہرست تو روزِ ازل ہی سے بنی ہوئی تھی مگر یہ مختصر سی فوج بیک دفعہ مرتب ہوئی۔ راستہ میں فہرست پوری ہوتی رہی کہیں سے زہیر قین ساتھ ہو گئے جو مقام وہب کے لئے مقرر تھا۔ وہاں وہ شریک فوج ہوئے حبیب ابن مظاہر اور مسلم ابن عوسجہ خط لکھ کر بلائے گئے۔ عقل حیران ہے کہ نہ معلوم کس اصول کو مد نظر رکھ کر حسینؑ نے اپنے بہتر جانثاروں کی فہرست مرتب کی ایک طرف تو اپنی بیعت اٹھا کے جو ساتھ ہیں ان کو چلے جانے کی ترغیب دے رہے ہیں اور دوسری طرف جو موجود نہیں ہیں ان کو دعوت دے رہے ہیں جنگ کربلا حق کے لئے جنگ تھی اس میں ان لوگوں کی ضرورت نہ تھی، جن میں وحشیانہ جرأت ہو اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو حق بین تھے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کو امام رحل الفقہ سے مخاطب کر سکتے تھے اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو قرینی ہاشم کے مصداق ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو شبیہ پیغمبرؐ ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کے نزدیک حق پر موت شہد سے زیادہ شیریں ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو گہوارہ میں رہنے کے سن میں بھی استغاثہ امام کی اہمیت سمجھ سکتے تھے اور استغاثہ کا عملی جواب دے سکتے تھے۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کی خوشی اور غمناکی اس میں مضمر تھی کہ وہ نصرت حسینؑ میں اپنی اور اولاد کو خاک و خون میں آغشتہ دیکھیں۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو باوجود چھٹ و ناتوانی محض رضائے الہی کے لئے آہنی طوق و زنجیر پہن سکتے تھے ان عورتوں کی ضرورت تھی جو بٹائے دین کی خاطر بے موقع و چادر ناقوں پر سوار ہو سکتی ہوں۔ بہر نوع یہ حق بین مجاہد وعدہ گاہ پر پہنچے



صبح عاشورا فتنہ مشرق میں نمودار ہوئی ہونے والے واقعات سے متاثر آفتاب کا چہرہ  
 ہوا نکلا اور دنیا کو ایک زرد چادر میں لپیٹ لیا۔ آبِ فرات نے معصوم بچوں کی صدائے  
 اعطش سن کر سر دھنا شروع کیا۔ ایک طرف معرفت آموز مجاہدین نے جان دینے کی  
 شہرانی اور دوسری طرف ”انسان نما حیوان“ نے سیم و زر کی لالچ اور ملک رے کی  
 ہوس میں اپنے حربوں کو پتھر چٹانا شروع کر دیے۔ ابھی روزانہ کے مشرقی مسافر نے  
 اپنی مقررہ مسافت کے ایک قلیل جز کو تمام کیا تھا کہ تیروں کی بارش شروع ہوئی۔  
 حسینؑ کے چائنا ایک ایک کر کے نکلے۔ بھوکے تھے اور پیاسے تھے اور حق جو ان کی  
 رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا ان کے ارادوں میں استقامت، آزمائشوں میں صبر  
 اور دلوں میں ہمت کی تلقین کر رہا تھا، اے مجاہدین اسلام تم شہید ہوئے مگر وفا کا نام  
 روشن کر گئے، تمہاری لاش پامال کی گئی مگر تم استقامت بالصبر کا سبق دے گئے تمہاری  
 گردنیں تمہارے جسموں سے علیحدہ کر دی گئیں، مگر تمہاری کٹی ہوئی رگوں کی خون افشا  
 تکبیروں سے حق کی آواز آج تک صحنِ عالم میں گونج رہی ہے۔ آج اغیار تک کی  
 محفلوں میں تمہاری شجاعت کا ذکر ہو رہا ہے تمہاری ہمت کی تعریف ہو رہی ہے اور  
 تمہارے صبر کا مرثیہ پڑھا جا رہا ہے۔

عصر کے وقت تک حسینؑ اپنی کل بضاعت لٹا چکے۔ حسینؑ کے خزانہ میں اور  
 لازوال خزانہ میں ایک ڈربے بہارہ گیا تھا جس کو حسینؑ نے مصلحتاً اخیر وقت کے لئے  
 رکھا تھا۔ جب حسینؑ اس تاجر کی طرح جس کی کل پونجی ختم ہو چکی ہو خیمے میں پہنچے اور  
 اپنے مدینے سے لائے ہوئے خزانہ میں کسی انمول گوہر کی تلاش کرنے لگے۔ حسینؑ  
 کو گہوارہ میں ایک لعل نظر آیا۔ نایابی آب نے اس لعل کو پڑمردہ ضرورہ کر دیا تھا مگر آب  
 صداقت پوری طور سے صودے دے رہا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں تھیں اور ارغوانی لب

کیود ہو چکے تھے۔ نازک جسم سرد ہو رہا تھا مگر حق میں بچہ شوق شہادت کے انتظار میں کروٹیں لے رہا تھا۔

حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچہ کے دلوں اور انگلیوں کو محسوس کیا۔ بچہ کو ہاتھ پر اٹھایا عباسؑ سے سایہ کیا اور قتل کی جانب لے چلے۔ فرزند ساقی کوڑا اور سوال آبؑ اور کس سے؟ دشمنوں سے نہیں نہیں۔ سوال آبؑ ایک اہتمام خجست تھی، حسینؑ نے اپنے قوت دل کو ہاتھوں پر بلند کیا۔ بانی مانگا نہیں ملا بچہ کی طرف مخاطب ہوئے بیاتم بھی تبلیغ کر لو۔ کس بچہ نے اپنی خشک زبان کو ہونٹوں پر پھیرا کراچی بے زبانی کا ثبوت دیا۔ اس گردش زبان میں ایک تاریخ ہے تفسیر ہے۔ بسط ہے اجمال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ زبان گویا نہیں ہے۔ مگر زبان بے زبانی ہی ملتی تھی میں آج تبلیغ کے لئے آیا ہوں اگر میری زبان نہیں سن سکتے تو عمل کو دیکھو۔ اگر حق پر نہ ہوتا تو آج تمہارے پاس کیوں اس طرح آتا۔ اس تبلیغ اور مصومانہ انداز کا اثر یہ ہوا کہ دشمن بھی منہ پھیر کر رونے لگے۔

حسینؑ کے نزدیک یہ قربانی اہم تھی، دشمنوں نے بھی اس کو بہت زیادہ اہم سمجھا۔ ایک ششماہہ بچہ جس کی حالت حد درجہ نازک اور سقیم ہو رہی تھی اس کی شہادت کے لئے کس حربہ کی ضرورت نہ تھی وہ خود بخود شہید ہو جاتا مگر عجیب اہتمام ہوا۔ ایک مشہور تیر انداز معین کیا گیا۔ تیر سہ شعبہ رہا کیا گیا۔ بچہ کی گردن مجروح ہوئی مگر اس بچہ کے قتل کی بھی یہ حالت کہ بچہ منقلب ہوا باپ کے چہرے کو دیکھا اور اپنی قربانی کی قبولیت کی وجہ سے مسکرا دیا۔

شہادت علیؑ اصغر واقعہ کربلا کی ایک مختصر مگر نہایت ہی اہم اور معنی خیز کڑی ہے اگر اور واقعات تاریخ سے محو بھی کر دیئے جائیں تو صرف شہادت علیؑ اصغر ہی امیہ کی



شقاوت قلبی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ غالباً واقعہ بکر بلا پہلا واقعہ ہوا جس میں فہرست شہدائے کربلا میں ایک ششماہرہ بچہ بھی شامل ہے۔

کربلا کے معرکہ کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ مابین روحانی اور جسمانی طاقت کی ایک جنگ تھی۔ ایک طرف وہ کل حربے استعمال ہو رہے تھے جو انسان کی حیوانی فطرت نے ایجاد کیے تھے اور دوسری طرف وہ کل صورتیں عمل میں لائی جا رہی تھیں جو انسان کی صفات ملکوتی ایجاد کر سکتی تھی۔ ایک طرف مادی قوت کا مظاہرہ تھا اور دوسری طرف روحانی طاقت کا مظاہرہ، ایک طرف جسم حیوانیت تھی اور دوسری طرف جسم انسانی ایک طرف انسان گواہی مادیت پر ملا تھا اور دوسری طرف انسان گواہی روحانی قوت کا تقاضا، اس نقطہ خیال سے شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام کو سمجھنا ہوگا اور اس وقت اس بچے کی شہادت کی حقیقت معلوم ہوگی حسینؑ نے اپنی انتہائی روحانی قوت کا مظاہرہ اس بچہ کو پیش کر کے کیا۔ اس بچہ کی شہادت مسکت ہے، ان لوگوں میں جو واقعہ شہادت میں سیاسی پہلو کو تلاش کرتے ہیں اور اگر اس پر بھی حقیقت واضح نہ ہوئی تو بس یہی کہنا پڑے گا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی ابْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورۃ البقرہ: آیت ۷)

(سید علی خاں، سرگزشت کھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

### راز شہادت معصوم:

خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵، ۱۵۶)

کہ ہم آزمائیں گے کہ تم کو خوف سے بھوک سے اور نقصان مال اور نفسوں اور بچوں کے نقصان سے اور تم پر مصیبت وارد کریں گے۔ جو مصیبت کا حق ہے اور خوشخبری دیدو اے رسول ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں کہ ان پر خدا کی رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

کلام باری تعالیٰ عبث نہیں ہو سکتا یہ اس کی شان سے بعید ہے کہ وہ کوئی بات کہے اور اس کا کوئی مقصد و محل نہ ہو۔ آئیہ مذکورہ کا بھی مرکز و مقصد کوئی نہ کوئی ذات ضرور ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ جائیے واقعات عالم پر نظر دوڑائیے مظلوم بہت ملیں گے۔ امتحانات صبر بھی مختلف عنوان سے لئے گئے۔ مگر ایسا جامع و مانع مظلوم کہ جس پر یہ سب واردات گزری ہوں اور عثمان صبر و اطمینان ہاتھ سے نہ چھوٹی ہو سوائے حسینؑ مظلوم کے کوئی نہ ملے گا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا میرے گھر میں تشریف لائے۔ ان کے بعد حسن و حسینؑ بھی آ گئے۔ حضرت نے ایک کو داہنے زانوں پر اور دوسرے کو بائیں زانوں پر بٹھا لیا اور بوسے لیتے جاتے تھے اور پیار کرتے تھے کہ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ حسن و حسینؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں اور خدا نے یہ امر معین فرمایا ہے چاہئے کہ آپ اس پر صبر کریں اور وہ یہ کہ آپ کے فرزند حسن زہر دعا سے شہید کئے جائیں گے اور دوسرے فرزند حسینؑ تیغ جفا سے ذبح کئے جائیں گے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہر نبی کی دعا کو قبول کرتا ہے آپ چاہیں تو دعا کریں کہ خداوند عالم ان دونوں کو ان بلاؤں سے نجات دے اور یہ تیغ جائیں اور اگر آپ گوارا فرمائیں تو یہ دونوں شہید ہوں اور ان کی شہادت اُمت گناہگار کے لئے قیامت کے دن سبب نجات اور ذخیرہ شفاعت ہو۔ جناب رسالت



مآبؑ نے فرمایا۔ اے جبریل میں حکم خداوند عالم پر راضی ہوں۔ میں راضی ہوں اسی میں جس میں تری رضا ہے، میں تیری رضا پسند کرتا ہوں۔ اُمت گناہگار کے لئے میری دعا ذخیرہ رحمت ہو شفاعت ہو اور میرے فرزندوں کے بارے میں جو اس کی مشیت ہو۔ جاری ہو جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گویا صبر فرمایا۔

اس طرح جنگ موتہ کے بعد لشکر اسلام کی واپسی پر جناب رسالت مآبؐ کو شہادت جعفر طیارؓ کی خبر ہوئی تو آپؐ بے اختیار رو دیے اور اتنے میں جناب امیر تشریف لائے اور بدریافت جواب پایا۔ اے علی صبر کرو۔ خدا تمہارے بھائی جعفرؓ کی مصیبت میں تمہیں اجر عطا فرمائے۔ یہ سن کر جناب امیر المومنینؓ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اس کے بعد بہت روئے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ سنت نبویؐ و میرت آئمہ کے یہ منافی نہیں رہی اور نہ گریہ منافی صبر ہے بلکہ دکھ ہوئے دل کی ترپ ہے جو عین مقتضائے فطرت ہے۔

مگر ایک موقع اور ہے کہ جہاں انا للہ وانا الیہ راجعون کہا گیا اور وہ موقع ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس موقع پر جملہ امتحانات لئے گئے جن کا تذکرہ آئینہ عنوان میں ہے اور مصیبت شدید نازل کی گئی کہ جس سے زیادہ کوئی مصیبت نہیں ہو سکی۔ حسینؑ مظلوم کا امتحان خوف سے بھی لیا گیا۔ حرمت حرم و حفاظت خیام ہر وقت بد نظر رہی اور اسی پیش بینی کی بنا پر خندق کھدوا کر آگے روشن کرانی گئی پیاس کا یہ عالم تھا کہ علی اکبرؑ نے جب میدان جنگ سے واپس آ کر پیاس کی شکایت کی اور پانی طلب کیا تو امامؑ نے ان کے منہ میں اپنی زبان دے دی۔ جو وہ خشک چڑے سے زیادہ خشک تھی۔ پھلوں کے نقصان سے حسب صراحت حضرت علی اکبرؑ کی شہادت مراد ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی کیوں

ضرورت باقی رہی مگر آیہ کا اگلا ٹکڑا بتاتا ہے کہ ابھی مصیبت کی درجہ امتحان تک تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس مصیبت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مزید قربانی اور قدیر زاہد کی ضرورت تھی تاکہ مصیبت پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ جانشاہ آف نہ کرے اور مشیت ایزدی پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ وقت آیا سب یار و انصار کام آچکے عباس دلاور کو توڑ گئے اور دریا کی ریتی کو بسایا علی اکبر کے جگر سے برہمی کی آبی پار ہو چکی، نتیجہ میں بصارت زائل ہو گئی۔ یکس باپ بیٹے کی لاش کو ڈھونڈ رہا ہے اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ قاسم گل پیر ہن بھی پامال سم اسپاں ہو چکے۔ صیب ابن مظاہر زبیر قین، مسلم عوسجہ، جیسے رفیقانِ جاں نثار ایک ایک کر کے اپنی جانیں فدا کر چکے۔ حسین اور میدانِ جنگ یکہ و تنہا اهل من ناصر ینصرنا کی صدا بلند کی جا رہی ہے۔ فرض شناس شیر خوار اس بیٹاق سے باخبر معلوم ہوتا ہے۔ جو شہادت کے بارے میں لیا جا چکا ہے۔ لہذا یہ کیسے گوارا ہوتا کہ وہ بیٹاق پورا نہ ہوتا۔ لہذا صدائے استغاثہ سن کر جھولے میں بے تاب ہو جاتے ہیں بے زبان میں بولنے کی قدرت نہیں ہے لہذا اعضا و جوارح کی جرأت سے بے زبان حال لبیک کہا جاتا ہے جھولے میں تڑپ رہے ہیں کرب و بے چینی کی حالت میں بظاہر پیاس کی شدت کی حالت کرب پیدا کر دیتی ہے اور یہ بہ باطن جوشِ آخرت و شہادت کے پیرایہ میں لبیک کہلوا رہا ہے۔ اہلِ حرم نے یہ حالت دیکھ کر امام کو اطلاع کی۔ امام آئے گود میں لیا، تمازت آفتاب سے بچانے کے لئے سفید چادر سے ڈھانپ لیا۔ اس شان سے لئے ہوئے لشکرِ اعدا کی طرف بڑھے۔ بدھ و دشمنوں نے سمجھا کہ نعوذ باللہ حسین عاجز آ کر قرآن کو ہاتھوں پر لئے ہوئے پناہ مانگنے آ رہے ہیں۔ یہ قرآن صامت نہ تھا قرآن ناطق



کا پارہ جگر تھا۔ امام فوج کے قریب آئے، چہرے سے کپڑا ہٹایا اور دشمنوں سے خطاب فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں خطاوار ہوں تو یہ معصوم بچہ تو خطاوار نہیں ہے۔ گھٹنوں نہیں چل سکتا۔ چہ جائے کہ میدان جنگ میں جہاد سیف و شان کے لئے جائے۔ اگر اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو تو اس کی زندگی بچ جائے گی اس سے تو یہ بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ پانی پی کر تازہ دم ہو جائے اور جہاد ہا سیف کر سکے۔ اس معصوم نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر زبان حال سے کلام امام کی تائید کی۔ یہ عالم دیکھ کر فوج ملائین میں ایک تلاطم کی سی کیفیت برپا ہو گئی اور یہ حالت دیکھ کر عمر سعد نے خرمہ ملعون سے کہا کہ امام کا کلام قطع کر دے۔ نتیجاً اس نے تیرہ شعبہ کمان سے رہا کیا۔ گلوئے نازک اور بازوئے شیر ترازو ہو گئے۔ دودھ کی بوندیں ہونٹوں پر آگئیں اور مسکراہٹ کھیلنے لگی گویا مقصد حاصل ہوا اور اس خوشی میں منصب پورا ہوا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی ایک طرف کلام الہی کی تصدیق ہو گئی اور دوسری طرف بیثاق طفلی سے عہدہ براہوئے۔ امام نے تیر کھینچا اور خون چلو میں لے کر فرمایا۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں

اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

امام کا معمول اس وقت تک یہی تھا کہ لاشیں خیام میں پہنچا دیتے تھے۔ البتہ حضرت عباسؓ کی لاش کو نہیں لائے گئے تھے۔ اب اصغرؓ کی میت خیام کی طرف لے کر چلے۔ مگر ایک تکلیف دہ خیال مانع ہوا کہ رباب کیا کہیں گی۔ واپس ہوئے سات مرتبہ آگے بڑھے اور پیچھے رہے۔ اور کلمہ استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ رضاً بقضائہ و تسلیماً لامرہ زبان پر جاری تھا۔ اسی طرح امتحان کا آخری مرحلہ بھی طے ہوا۔ نقش پہلے ہی مہینائے شہادت تھا۔ امام امتحان میں پاس

ہوئے اور سند خورد و فلاح کے مستحق قرار پائے ماحصل کلام یہ ہے کہ اصغر معصوم کی شہادت نے تکمیل مصیبت عظمیٰ سرانجام دی اور اس سے زیادہ مصیبت ممکن نہ تھی، اس انتہائی مصیبت پر بھی امام نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور راضی برضا رہے اور اصغر معصوم نے بھی پوری فرض شناسی کا ثبوت دیا اور ظاہر کر دیا کہ امام جنت برحق ہے اور اگر امام نصرت کے لئے طلب کریں تو ہر صاحب ہوش کا فرض ہے کہ سمعنا و طاعتا کہتا ہوا شریک جہاد ہو ہر سننے والے پر شرکت اور اعانت فرض ہو جاتی ہے۔ مانا کہ نابالغ سے جہاد ساقط ہے مگر ہر کلیہ کے لئے استثنیٰ بھی ہے جس کو امام ہی سمجھ سکتا ہے۔ اسی بنا پر امام نے انتخاب بھی کیا اور رخصت بھی کیا۔ حقیقت ہے کہ صغریٰ تیری شہادت نے عالم مظلومیت میں تہلکہ مچا دیا اور تیری شہادت بجائے خود ایک تبلیغ کا دفتر ہے جس نے ظلم کے پرچے اڑا دیئے اور مظلومیت کا سکہ اٹھا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری شہادت نہ ہوتی تو مرتبہ شہادت حسینی کی تکمیل نہ ہوتی۔ تیری شہادت کا راز معراج شہادت حسینی ہے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

(سید محمد امیر، برقرار گفتگو، جون ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۸ باب نمبر)

### انسانی ہدایت کا ایک جھلکا تاجراغ:

جوان بچے آنکھوں کے سامنے خون میں ترپ چکے، لیلیٰ کا حسین گیسوؤں والا، جناب ثانی زہرا کا ناز پروردہ خاک و خون میں لوٹ چکا، ام فردوس کا قاسم سا شہزادہ پامال ہو چکا، جناب نہنہ کے پیارے آنکھوں کے تارے ناز پروردہ عموں و محمد اپنے ماسوں جان پر قربان ہو چکے، مگر یہ سب مردان مجاہد میدان میں آ کر، تلوار چلا کر اور دار شجاعت دے کر دنیا سے سدا ہارے، مگر ایک ننھا مجاہد جس کے ہاتھوں میں ابھی



ایک چھوٹی سی چھری بھی اٹھانے کی سکت نہیں، چھ مہینے کی جان ہے، وہ بھی تین روز سے بے آب و شیر ہے، وہ پھول سا بچہ کھلایا ہوا گہوارے میں پڑا ہے۔ اللہ اللہ شوق شہادت دیکھو، جذبہ جاں نثاری ملاحظہ کرو، مدینہ میں صغریٰ اسی بہن کی گود کو چھوڑا کر بلا کی یقیٰ زمین پر آیا، گہوارہ میں بھی آرام سے نہ رہ سکا، استغاثہ ادا تم کا مٹا تھا کہ شوق شہادت سے اپنے کو گہوارے سے زمین پر گرادیا، زبان نہیں ہے مگر عمل سے جذبہ جانثاری کا اس طرح اظہار۔

جہاد فی سبیل اللہ میں اصغر کو چھوٹا نہ سمجھو:

کر بلا کی تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھی، خواہ اس میں چھوٹا ہو کہ بڑا، خواہ بوڑھا ہو کہ ادھیڑ حبیبؑ ابن مظاہر سے لے کر جناب قائم حوق و محمد تک سب کے سب یکساں طور پر جاں بازی فداکاری میں بے مثال تھے۔ بالخصوص حسینؑ کے اقربا شجاعت و ظہور میں تو اپنا نظیر ہی نہ رکھتے تھے، غرض کہ ان میں کا ہر ایک عزم و استقلال کا ایک پہاڑ تھا، حمایت و حفاظت اسلام کا ایک ہمالے تھا، یہ تمام صفات علی ابن ابی طالبؑ کے عقل و جعفرؑ کے ورثہ سے ان کو ملی تھیں، یہ وہ مستحکم و استوار ایمان کے منارے تھے کہ شام و کوئے کا ٹڈی دل لشکر بھی جگہ سے ہلانہ سکا ان لاکھوں دشمنوں کا زبردست طوفان ان کے قدموں کو اکھاڑ نہ سکا۔ ظلم و جور کے ریلے پر دیلے آئے مگر ان کو اپنی جگہ سے ہٹانہ سکے۔

یہ وہ مجاہدین اسلام تھے جن میں پہاڑوں کی جیسی استقامت، ہمالے جیسی شہامت، سمندروں جیسا جوش، فولاد جیسا استحکام تھا۔ آفتاب کی جیسی حرارت مہتاب کی مانند لطافت تھی۔ یہ لوگ بیک وقت میدان جنگ میں مردانِ مجاہد، حریت خواہوں

میں داعی انقلاب، محراب عبادت میں عابدان شب زندہ دار، ممبروں پر خطیب بھی ادیا  
 میں ادیب بھی، مدیر بھی، مفکر بھی حافظ قرآن بھی، قاری قرآن بھی، علم بھی، عمل بھی،  
 سیاست سے واقف بھی، صدق و صفا کے امین بھی، سرایا مومن بھی ایمان پرور بھی،  
 آدمیت کی جان بھی انسانیت کی روح رواں بھی، گویا ان میں کا ہر ایک پیکر علم و عمل  
 تھا۔ خلق و مروت، شجاعت و صولت، ایمار و نفس، شرم و حیا سرفروشی، نفس کشی میں اپنا  
 آپ جواب تھا، کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر چند ساعتوں میں دشمنوں کے گھٹا ٹوپ  
 بادلوں میں بجلی کی طرح کوند کوند کر جو ہر دکھا گئے اور ساری دنیا کو قیامت تک کے لئے  
 عزم و عمل کا سبق دیتے گئے گو وہ آج نہیں رہے مگر اس زمین کے طول و عرض کے  
 گوشہ گوشہ میں اپنے غم کی یاد تازہ کرتے گئے۔ ہم کو بتلاؤ اور سچ سچ بتلاؤ اور تاریخ  
 اسلام بلکہ تاریخ عالم کا جائزہ لے کر بتلاؤ کہ کربلا کے سوا اور کوئی واقعہ بھی از آدم تا  
 ایندم ایسا رونما ہوا جو ہر انسانی شعبہ زندگی کا درس دے سکے اس شان و اولوالعزمی سے  
 عزم و عمل کی تلقین کر سکے، غور تو کرو ہے کوئی ایسا واقعہ جس کے ذکر میں روحانی لذت  
 ایمانی حلاوت، جس کی یاد میں انسانی کردار کی وجہت اخلاق کی تازگی، حلم و مروت  
 کی پرورش ایما ر و نفس کشی کی جھلک نظر آ رہی ہو، سب سے بڑھ کر ان کے ذکر و اذکار  
 میں ایمان تازہ ہوتا ہے۔ رسالت اور امامت کی اہمیت روشن ہوتی ہے تو حید کے  
 حقائق نمایاں ہوتے ہیں، اسلام کے کارنامے سامنے آتے ہیں۔ حق و صداقت آئینہ  
 ہوتی ہے۔ کفر و ضلالت کا پول کھلتا ہے۔ انسان میں عملی جوش پیدا ہوتا ہے ایمان  
 استوار ہوتا ہے اب آئیے ذرا اس ننھے بچہ کو بھی دیکھتے چلیں، جو نظر ظاہر میں بے شک  
 وہ ایک بچہ ہے۔ اس کا عزم و استقلال اس سن میں بڑے بڑے جواں مردوں سے  
 بلند تر ہے، اس کا شوق شہادت بڑے بڑے سرفردشوں میں ایک امتیازی خصوصیت



رکھتا ہے، تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ میدان کربلا میں کسی شہید کے بارے میں کوئی غیر معمولی ارکان عالم میں تغیر نہیں پیدا ہوا۔ امام کی شہادت یا اس معصوم کی شہادت کے بعد تین غیر معمولی حالات رونما ہوئے، ایک تو خود امام سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ امام اس بچہ کی شہادت کے بعد اس معصوم کی نعش کو گلے سے لگائے متروکات مرتبہ خیام کی جانب بڑھے ہیں۔ پھر یہ کہتے واپس ہوئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

رَاجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِہِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِّہٖ

اس دردناک اور روح فرسا عالم کو دیکھ کر عالم بالا کے ارکان میں تزلزل پیدا ہوتا ہے، ندائے غیب آئی اے حسینؑ تمہارے صبر کی انتہا ہو گئی۔ اب اس بچہ کو سپرد خاک کر دو ورنہ خدا جانے کیا ہو جائے۔ دوسری صورت اسی موقع کی یہ ہے کہ صاحب اسرار شہادۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہی وہ وقت تھا کہ سورج بھی گہنا گیا تھا، ملائکہ میں اک شور مٹا طم ہر پاتا تھا۔ ارکان عالم میں ایک ہیجان تھا، قریب تھا کہ قبل از وقت اذا السماء انفقت کا ہنگامہ برپا ہو جائے۔

تیسرا امر عظیم یہ تھا کہ جب امامؑ نے اس معصوم کے گلے نازک سے تیر ستم نکال ہے تو اس کے نغصے سے گلے سے لہو جاری ہوا ہے ایک چلو لیا اور اس کو آسمان کی جانب پھینکا ہے ایک قطرہ واپس نہ آیا، خدا معلوم اس کو علیؑ نے اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا، یا جناب فاطمہؑ زہراؑ نے اپنے چہرے پر ملا، یا خود جناب رسول خداؐ نے ملا۔ دوسرا چلو خود امامؑ نے اپنے چہرہ اقدس پر مل لیا، اپنے چہرہ اقدس پر خونِ اصغر کے ملنے نے ہم کو بتایا کہ یقیناً مذکورہ بزرگوں سے کسی نہ کسی ایک نے ضرور خونِ ناحق کو اپنے چہرہ پر ملا ہے۔ جس کی تابی میں خود امامؑ نے اپنے چہرہ پر بھی مل لیا۔

دیکھا آپ نے اس چھوٹے شہزادے کی شہادت پر کیا گیا حالات رونما ہوئے،

اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اسے چھوٹا کہیے یہ شہید اپنے تمام شہداء میں ایک امتیازی خصوصیت رکھتا ہے۔

امام کے جہاں بڑے سے بڑے جگمگاتے ہوئے چراغ اس استبداد و ظلم کی تیز و تند آندھی میں گل ہو رہے تھے وہیں یہ چھوٹا سا دیکھ بھگ بھی اپنی آخری تابانی دکھلاتا ہوا خاموش ہوتا ہے اس کی ظاہری روشنی تو ظاہر میں نگاہوں سے ضرور اجھل ہوگی مگر اس کے ہمت و استقلال عزم و ثبات کی تیز و تند کرنیں آج عالم کے قلوب میں جلوہ گر ہیں جس کی ایک ایک کرن ایک ایک شہدائے حق کے ڈھونڈنے والوں کے لئے شمع راہ بنی ہوئی ہے۔

اس کی آخری جھلپاتی ہوئی روشنی نے دنیا کی آنکھیں کھول دیں اور حق و باطل صدق و کذب، ایمان و کفر محبت و شقاوت کی راہوں کو دکھلا دیا اور بتل دیا کہ دیکھو یہ حق ہے، یہ باطل، یہ سچ ہے یہ جھوٹ، یہ ایمان ہے، یہ کفر یہ محبت ہے، یہ شقاوت اما شا کر اوما کفورا۔ (سید شفیع حیدر ضیا... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، مترجم باب نمبر)

### شہادت علی اصغر و اہل بیتؑ کی تاریخی و تباہی:

علی اصغرؑ کی شہادت کا واقعہ اس عظیم الشان واقعہ کا جزو ہے جب حسینؑ اپنے خاندان کے چند رفیقوں کے ساتھ کربلا کے رینگتان میں نہر فرات کے کنارے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور یزید اموی کی فوجوں نے ان کو اپنے حلقہ میں لے کر پانی بند کر دیا تھا اور تیسرے روز گنتی کے ان بہادروں اور یزید کی فوجوں میں جنگ ہوئی حسینی مجاہدین میں بوڑھے بچے جوان ایک ایک کر کے داد شجاعت دیتے ہوئے عزت کی موت مرتے گئے لیکن ان میں سے ہر ایک نے وہ لہر بدست جنگ کی اور



دشمن کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ہر ایک جان باز کا کارنامہ شجاعت ہمیشہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

نفیم کی تعداد کی کثرت کا کوئی علاج نہ تھا، آخری موقع پر حسینؑ نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے شیر خوار فرزند علی اصغرؑ کو دشمن کی فوجوں کے سامنے پیش کریں اور اس کی جان بچانے کے لئے دشمن سے تھوڑا پانی طلب کریں۔ اس سوال کا جواب ایک ایسے قاتل تیر سے دیا گیا جس نے اس منہی سی جان کے گلے کو چھید دیا اور بچہ اپنے مظلوم باپ کی آغوش میں بڑپ کر ختم ہو گیا۔

زوال آفتاب کے بعد جب کہ سائے دراز ہونے لگے یہ عجیب جنگ ختم ہو گئی۔ با عزت باپ کا با عزت فرزند حسینؑ بن علیؑ خود بھی عزت کی موت سے ہمکنار ہوا اور دشمن کو قابل نفرت فتح حاصل ہوئی۔ لاوارث خواتین اور صغیر من بچے قید کر لئے گئے اور ان کی تمام مملو کات لوٹی کھسوٹی گئیں حتیٰ کہ با عزت خواتین کے سروں کی چادریں تک بھی چھین لی گئیں اور ادنیٰ سے چیز یعنی بھیڑ کی کھال جو حسینؑ کے ایک نوجوان فرزند علی زین العابدینؑ کا بسترِ علالت تھی۔ دشمنوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہی۔ بچوں کے گوشوارے اس بے دردی کے ساتھ کھینچے گئے کہ بچوں کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ اس تمام ظلم و ستم کے بعد حسینؑ اور ان کے رفقاء کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ اس عظیم سانحہ کے تیسرے روز ان قابل نفرت قاتلوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کیا تاکہ ان با عزت قیدیوں کو کوفہ کے گورنر عبید اللہ کے سامنے پیش کیا جائے قیدی اونٹوں کی برہت پشت پر بٹھائے گئے جو پلٹ پلٹ کر اپنے عزیز ترین رشتہ داروں، وارثوں، بھائیوں اور بیٹوں کی خون آلودہ لاشوں کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے جن کو وہ گرم ریتی پر چھوڑے جا رہے تھے۔ یتیم

بچوں کے نالہ و فریاد سے دل ہلے جاتے تھے اور آسمان کا نپتا معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں گورنر کے سامنے حاضری دینے کے بعد یہ قافلہ دمشق کے لئے روانہ کیا گیا تاکہ شہداء کے کئے ہوئے سردوں کو امیر شام یزید کے حضور میں پیش کیا جائے اس پورے سفر میں حسینؑ کی بہن زینب اپنے شہید بھائی کے قاتل مقام کی حیثیت سے ان قیدیوں کی سرداری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ یہ باعزت خاتون علیؑ کی دختر تھیں جنہوں نے بازار کوفہ میں پشت ناقہ سے تماشاویوں کے مجمع کو سناٹے ہوئے دارالامارہ میں گورنر کو خطاب کرتے ہوئے اور دمشق کے شاہی محل میں خود خلیفہ کو مخاطب کر کے نہایت زبردست اور یادگار تقریریں کیں۔ ظالموں نے کسں بچوں تک کو معاف نہیں کیا۔ ان کو اسی طرح رسیوں میں باندھا گیا تھا کہ ان کے گلے ان کی ماؤں اور پھوپھیوں کے بازوؤں سے بندھے تھے اور مخصوص علی بن حسین زین العابدینؑ کو باوجود ان کی سخت علالت کے سر سے پیر تک لوہے میں جکڑا گیا تھا۔

کربلا کی ان بے مثال ہستیوں نے اعلیٰ اصول کے لئے اپنی اپنی اولاد اپنے اقربا اور ساتھیوں کی جانوں کو قربانی کے لئے پیش کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا اور اس لئے اگر تمام مشرقی ممالک کربلا کے سانحہ پر آج تک آنسو بہاتے ہیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جس شخص کے دل میں احساس کا تھوڑا سا مادہ بھی ہو وہ اس شریفانہ اور پاکیزہ اقدام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کربلا کا نام سنتے ہی جہاں حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی اعلیٰ شجاعت اور بے نظیر قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے وہاں معصوم بچوں کی پانی پانی کی چیخ و پکار اور باعزت خواتین کی نالہ و فریاد کی صدائیں بھی کانوں میں گونج اٹھتی ہیں۔



کر بلا کارِ تنہا میدانِ تاریخِ اسلام کی تاریک ترین ساعتوں کو یاد دلاتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریک گھڑیاں بلند ترین اخلاق و کردار کی عظیم الشان بنیاد بن گئی ہیں۔ کر بلا کے ہیرو اپنی اعلیٰ شجاعت اپنے پاکیزہ اصول اپنے غیر متزلزل عقیدے اور اپنی عظیم الشان مثال کے ذریعہ سے انسانی قلب و دماغ میں بلند ترین جذبہ شرافت کو حرکت دیتے رہیں گے اور اقوامِ عالم کی تاریخ میں ہمیشہ مفرد مقام پر نظر آئیں گے۔ (ایگزیکٹو رائل کتاب ”مضمون کا ستارہ“ کے مقدمہ کا اقتباس)

مولانا سید اسد علی

## شیر خوار مجاہد

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں اس شیر خوار کی شہادت کے واقعہ ہائیکہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حسینؑ کے اقارب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، صرف حضورؐ اور محمدؐ راتِ عصمت و طہارت باقی رہ گئے تو آپؐ نے ہا آواز بلند فرمایا کہ کیا کوئی دم رسولؐ سے مصائب کو دور کرنے والا رہ گیا ہے؟ کیا کوئی خوفِ خدا کرنے والا باقی ہے؟ کیا کوئی فریاد رس ہے جو رضائے خدا کے لئے ہماری فریادری کرے۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ عورتوں نے فریاد شروع کی، حضرت سہن کریمہ کے دردِ اذیہ پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے علیؑ کو لاؤ تاکہ اُس کو وداع کر لوں اہل حرم نے لا کر اس جاں بلب شہزادے کو پیش کیا۔ امامؑ نے نوٹھال کو پیار کرنا شروع کیا، فرماتے جاتے تھے۔ ”یہ قوم خدا کے عذاب کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے کردار سے تیرے جد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن بنالیا۔ شیر خوار گود میں تھا کہ حرمہ بن کاهل اسدی نے اس کو اپنے تیر ظلم کا نشانہ بنایا اور وہ معصوم امامؑ کی گود میں ذبح ہو گیا۔ آپؑ نے حلق کے نیچے چلو لگا دیا جب وہ بھر گیا تو آسمان کی جانب روانہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان تمام مصائب کی منزلوں سے گزرنا میرے لئے آسان ہے۔ خدا ان حالات کا شاہد ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو خون امامؑ نے آسمان کی طرف بھیجا تھا اس میں سے ایک قطرہ بھی زمین کی



جانب واپس نہیں آیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ”بار اللہ میرا یہ ہذیبہ ناقہ صالح سے کم نہ ہوگا۔“ پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح ظاہری عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔“

علامہ مجلسی نے دوسری روایت یہ لکھی ہے کہ بعض کتابوں میں یہ ہے کہ امام نے جب اپنے بہتر ساتھیوں کو میدان جنگ میں شہادت کی نیند سوتے دیکھا تو خیمہ اہل حرم کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے سیکنہ، اے زہب، اے ام کلثوم، تم سب کو میرا آخری سلام پہنچے تو جناب سیکنہ نے عرض کیا بابا کیا بالکل مرنے کو تیار ہو گئے، ہے کس نے جواب میں فرمایا کہ جس کا کوئی مددگار نہ رہ گیا تو وہ غریب کیونکر مرنے پر کمر بستہ نہ ہو، اس جواب کے بعد سیکنہ نے فرمایا اچھا ہم لوگوں کو ہمارے جد کے حرم تک پہنچا دیجئے، حضرت نے پیاری صاحبزادی کو جواب دیا کہ بیٹا یہ کہاں ممکن، اس جواب پر حرم میں فریاد کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ نے سب کو خاموش کیا اور کہا کہ عبد اللہ کولاً و تالاً کہ اس شیر خوار کو رخصت کر لوں، وہ بچہ لا کر دیا گیا ابھی وہ گود ہی میں تھا کہ تیرا آکر لگا جس نے اس معصوم کو ذبح کر دیا۔

علامہ مجلسی اس کے بعد تیسری روایت اسی دردناک واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں جس میں سلسلہ روایت حمید بن مسلم تک پہنچتا ہے کہ اُس نے بیان کیا کہ امامؑ نے اپنے فرزند کو طلب کیا اور گود میں بٹھایا تو عقبہ بن بشر نے اس معصوم کو تیرا مارا جس سے وہ ذبح ہو گیا۔

علامہ مجلسی چوتھی روایت بیان فرماتے ہیں جس کے راوی محمد بن الحسین الاشعری ہیں ان کا سلسلہ کسی اس شخص تک پہنچتا ہے جو موقع پر موجود تھا، اُس میں یہ ہے کہ امامؑ کے ساتھ ان کا ایک کم سن بچہ تھا، اس میں بچہ کو طلب کرنے، گود میں لینے، و داع

کرنے، بوسہ دینے کا ذکر نہیں ہے تو ایک تیر آیا جو حلقوم پر پڑا۔ حضرت نے زخم سے خون لے لے کر آسمان کی طرف پھینکنا شروع کیا جس میں سے کچھ بھی واپس نہیں ہوا اس وقت امام نے فرمایا کہ یہ ہدیہ بچہ ناقہ صالح سے کم رتبہ نہ ہوگا۔

پانچویں روایت علامہ مجلسی نے ”احتجاج“ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت تنہا رہ گئے بس امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور شیر خوار فرزند جس کا نام عبداللہ تھا، تو حضورؐ نے بچہ کو وداع کرنے کی غرض سے گود میں لیا، اچانک تیر آیا اور حلقوم پر پڑا جس نے اس معصوم کا کام تمام کر دیا۔

اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امام رہوار سے اترے اور بچے کے لئے تلوار کے غلاف سے قبر کھودی اور اس کو خون میں اغستہ کر کے دفن کر دیا اور اس کے بعد جھپٹ کر کھڑے ہو گئے اور اشعار پڑھتے ہوئے قتال کے لئے بڑھ گئے۔ فرماتے ہیں یہ قوم کفر ہی کی طرف مائل ہے اور خدائے دو جہاں کے ثواب سے روگرداں ہے۔ اسی قوم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا، اس کے بعد امام حسن کو جو ماں باپ دونوں کی طرف سے کریم و نجیب تھے۔ دیرینہ حسد و تفریق نے آج ان کو مجھ سے جنگ کرنے کے لئے یہاں جمع کر دیا۔ ”کس قدر یہ قوم کمینہ ہے جس نے اہل حرمین کے لئے لشکر تیار کر دیا۔ اس کے بعد ملحدوں کو خوش کرنے کے لئے میری نسل کے درپے ہو گئے۔ کافر نسل عبید اللہ کے لئے میرا خون بہانے کو تیار ہیں، خدا سے نہیں ڈرتے۔ پھر سعد نے میری طرف تیر جنگ رہا کیا جس کے بعد سارے لشکر نے تیروں کا مینہ برسا دیا، حالانکہ میں نے کوئی خطا نہیں کی تھی، جس کی جڑا مجھ کو دی گئی۔ میرا قصور اتنا تھا کہ اشرف مخلوق نبی و علیؑ کا فرزند ہوں۔ پھر بے باپ مردوں میں منتخب اور میری ماں عورتوں میں۔ عالم میں کس کے جد میرے جد کے ایسے ہیں



اور کس کے باپ میرے باپ جیسے ہیں۔ فاطمہؓ زہرا میری مادر گرامی ہیں اور میرا باپ علیؑ وہ ہے جس نے بدر و حنین میں کفر کی کمر چور کر ڈالی۔ جو اس کم سنی کے ذور میں ایک خدا کی پرستش کرتا تھا۔ جب قریش پتھر کے بتوں کو معبود بناتے ہوئے تھے۔ جب لات و عزی کی پرستش ہوتی تھی تو علیؑ قبلہ رخ نماز پڑھتے تھے۔ میرا باپ آفتاب ہے، میری ماں ماہتاب ہے اور میں ان کے درمیان کا روشن ستارہ ہوں۔ جس کے اُحد کے کارناموں کے گھاؤ ابھی تکبجوں میں باقی ہیں۔ احزاب اور فتح مکہ کی ناکامیاں دلوں پر نقش ہیں۔ نبیؑ علیؑ کی عزت کے ساتھ حبیبہؓ اُمت نے کیا برتاؤ کیا۔ اس کے بعد اس قوم یزیدی نے سامنے تلوار کھینچے ہوئے زندگی سے الوداع مرنے کے لئے غزم کئے ہوئے رک کر فرمایا۔ میں نسل ہاشم کی پاکیزہ ہستی ”علیؑ“ کا لال ہوں اور یہ فخر بہت ہے کسی فخر کے موقع پر۔ میرے جد بزرگوار خدا کے رسولؐ اشرف المخلوق ہیں اور ہم مخلوق کے لئے خدا کے روشن چراغ ہیں۔ میری والدہ ماجدہ فاطمہؓ زہراؓ ہیں اور میرے چچا ”ذوالجناحین“ جعفر ہیں۔ قرآن ہمارے فضائل کے بیان میں اُتر اور ہم ہی وہ ہیں جن کے ذکر خیر سے خلق کو راہِ راست ملی۔ سارے عالم کے لئے ہمارے ہی دامن میں امن ہے۔ غرض کوثر کے مالک ہم ہی ہیں، دوستوں کو میراب کریں گے کسی میں اس کے انکار کا دم نہیں ہے۔ ہمارا اتباع کرنے والے بہترین انسان ہیں اور ہم سے نفاق رکھنے والے بدوز قیامت گھاٹے میں رہیں گے۔ اس روایت سے جو کہ احتجاج سے نقل کی گئی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیر لگنے کے وقت امام ذوالجناح پر سوار تھے اور پشت رہوار پر ہی معصوم شیر خوار کو وداع فرما رہے تھے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ اور علیؑ اصغرؑ ایک ہی بچے کا نام ہے جو امام حسینؑ کے بیٹے جناب اُم رباب کے بطن سے تھے۔ ان روایات میں فوج اشقیاء

کے مقابل جانے اور پانی مانگنے کا تذکرہ نہیں ہے۔

مناقب میں علامہ ابن شہر آشوب نے شہدائے اہل بیت کی فہرست میں اولاد امام حسینؑ کے ذیل میں پہلے علی اصغرؑ کا نام درج کیا ہے اور اس کے بعد عبداللہؑ کو لکھا ہے کہ وہ آغوش پدر میں ذبح ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغرؑ عبداللہؑ کے علاوہ امامؑ کے کوئی فرزند تھے لیکن ان دونوں ناموں کے ذیل میں جو واقعہ لکھا ہے وہ تقریباً ایک ہی ہے۔ جناب علی اصغرؑ کی شہادت بیان فرماتے ہیں کہ جناب علی اکبرؑ کے بعد امامؑ بالکل تنہا رہ گئے، آپ کی گود میں اُس وقت علی اصغرؑ تھے، اس بچہ کو ایک تیر مارا گیا جو حلقوم پر پڑا۔ امامؑ اس کے خون کو گلے سے لے لے کر آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے۔ خداوند ایہ تیرے نزدیک بچہ ناقہ صالحؑ نے کم نہ قرار پائے۔ عبداللہؑ کی شہادت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ عبداللہؑ کو آپ کی گود میں ذبح کیا گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے فرزند جناب ربابؑ کے بطن سے تھے۔

صاحب تاریخ التواریخ نے البتہ اس مقام پر جو تحریر فرمایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو نام دو شاہزادوں کے ہیں وہ عبداللہؑ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ معتبر کتابوں میں ہے کہ جب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد ایک بچہ خیمہ سے برآمد ہوا جو اس ہولناک منظر سے سراپمد و پریشان تھا۔ جس میں لرزہ تھا جس کی وجہ سے کان کے آویزے لرزاں تھے، خیمہ سے باہر نکل کر خوفزدہ کھڑا تھا اور داہنے ہاتھ دیکھ رہا تھا کہ ہانی بن بعیثؑ نے اُس پر حملہ کیا اور گرا دیا۔ علمائے حدیث نے اس کا نام درج نہیں کیا۔ میں نے چھان بین کر کے پتہ لگایا کہ اس کا نام عبداللہ بن الحسینؑ ہے۔ اس کے بعد جناب علی اصغرؑ کی شہادت کا حال یہ لکھتے ہیں۔ ”علی اصغرؑ جو کہ چھ مہینے سے زیادہ عمر کے نہ تھے، بھوک و پیاس کی تکلیف سے رو رہے تھے کیونکہ ان کی



مادر گرامی کا پیاس کی شدت کی وجہ سے دودھ خشک ہو چکا تھا۔ امامؑ نے فرمایا میرے بیٹے علیؑ کو میرے سپرد کرو تا کہ اس کو رخصت کر لوں۔ یہ فرما کر گہوارے سے لے کر پیار کیا اور فرمایا کہ خدا کا عذاب ہے اس قوم کے لئے جب اے میرے فرزند تیرے جد امجد اس قوم سے مواخذہ کریں گے۔ یہ فرما کر اس معصوم کو لئے تشریف لائے اور دشمنوں کے مقابل کھڑے ہوئے گویا کہ فرما رہے تھے کہ پروردگار میرے خزانہ ایثار میں اس موتی کے بعد کوئی موتی نہیں ہے، چاہتا ہوں کہ اس کو بھی تیری بارگاہ میں پیش کر دوں، اس کے بعد کوفیوں کو خطاب کر کے فرمایا، اے آل ابوسفیان کے بیرو مجھ کو اگر خطاوار سمجھتے ہو تو اس معصوم کو تو قصور وار نہیں کہہ سکتے اس کو پانی پلا دو کہ پانی کی ٹاپابی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، کسی سے حجاب نہ بن پڑا، حرمہ بن کابل اسدی نے بچے کی طرف تیرا راجو کہ حلق پر آ کر پڑا اور توڑ کر نکل گیا، خون فوارہ کی طرح نکلنے لگا۔ امامؑ نے چلو لگا دیا اور جب بھر جاتا تو آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہیں آیا۔ امامؑ نے فرمایا ان مصائب کی میرے استقبال و ثبات کے سامنے کیا حقیقت ہے، خدا میری قربانی کا شاہد ہے اس کے بعد فرمایا ”بار الہا یہ بدیہ مصلحت نہیں ہے کہ ظاہری کامیابی ہم کو حاصل ہو تو نتیجہ کے لحاظ سے ہم ہی کو کامیاب فرما۔

ابن جوزی کی روایت کی بنا پر اس وقت ہاتفِ نبی کی آواز آئی ”حسینؑ اس کو رکھ دو، ہم نے جنت میں اس کے لئے دودھ پلانے والی مقرر کر دی ہے۔

صاحبِ حوالہ کی روایت کی بنا پر امام مظلومؑ نے معصوم کے جسم کو خون سے آغشتہ کیا۔ شرح شافیہ میں ہے کہ گھوڑے سے اترے، نماز پڑھی، تلوار کے غلاف سے قبر

کھودی اور دفن کر دیا۔

صاحب ناسخ نے پہلا واقعہ جو جناب عبداللہؑ کی شہادت کے متعلق بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے یہ فرزند بن رضاعت سے آگے بڑھ چکے تھے اور یہ نصوص و تصریحات کے خلاف ہے۔ روایات میں جو کچھ ہے شیر خوار عبداللہ بن الحسینؑ کے متعلق ہے کیونکہ جناب علی اکبرؑ کے علاوہ اور جو فرزند امام مظلومؑ کا شہید ہوا ہے وہ شیر خوار تھا۔

دوسری روایت جو جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیر کا نشانہ بننے کے وقت امامؑ شیر خوار کو لئے گھوڑے پر تھے۔

جناب علی اصغرؑ کے قاتل کے نام میں بھی اختلاف نظر آتا ہے۔ طبری نے عقبہ بن بشیر اسدی کی روایت لکھی ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا ”حضور پھر میرا اس میں کیا قصور ہے، بتلائیے تو وہ خون کیا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جید مظلوم کے پاس آپ کا کم سن بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچے کے گلے پر پڑا اور وہ بچہ ذبح ہو گیا۔ حسینؑ نے اُس کا خون اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب دونوں چلو خون سے سرشار ہو گئے تو آپ نے اُس کو زمین پر بہا دیا پھر فرمایا ”پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔“

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل بنی اسد کا کوئی شخص تھا۔

”ابصار الحسین“ میں فاضل سماوی نے طبری کی روایت اتنی ترمیم کے ساتھ درج



کی ہے کہ حضرت نے بچہ کا خون آسمان کی طرف پھینکا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی واپس نہیں ہوا۔ پھر حضرت نے خیمہ گے قریب ہی تلوار کے نیام سے ایک گڑھا قبر کی طرح کا کھودا اور بچہ کو خون بھرے لباس ہی میں اس گڑھے میں دفن کر دیا۔

جناب سید ابن طاووس کی روایت میں کچھ ترمیم اور ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام نے بچہ کو اپنی بہن جناب زینب کے ہاتھ سے لیا اور پیار کرنے کو جھکے تھے کہ ایک تیر آیا جس سے اس کا گلا چھد گیا۔ آپ نے بچہ کو جناب صدیقہ کے ہاتھ میں دیا اور کہا ذرا سے لئے رہو پھر آپ نے تلوار کے نیام سے گڑھا کھودا اور دفن کر دیا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور علامہ شیخ محمد سادی کا خیال ہے کہ ”کابل“ کی لفظ جو مشہور ہے درست نہیں ہے۔ ”کاہن“ نون کے ساتھ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قاتل عتبہ بن بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ثابت کرتا ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا ہے اور اس قبیلہ میں حرملہ کے سوا کسی اور کے لئے کوئی قول نہیں ہے لہذا یہی قاتل معین ہوا۔ زیارت شہداء میں بھی عبد اللہ رضیع پر سلام ہے اور قاتل حرملہ بن کابل اسدی ہے۔ یہاں کتابت کی اشتباہ کی وجہ سے ”کاہن“ کا ”کابل“ ہو گیا ہوگا۔

علامہ سید محسن شامی ”ایمان الشیعہ“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ جس کو سن کر خیمہ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینب سے فرمایا کہ میرے چھوٹے بچے کو میرے پاس لاؤ کہ میں رخصت کر لوں۔ جناب زینب نے آپ کے فرزند عبد اللہ کو جس کی ماں ام رباب بنت امراء القیس تھیں لا کر دیا۔ حضرت نے بچہ کو لیا اور اپنی گود

میں بٹھلایا اور چاہا کہ پیار کریں مگر حرمہ بن کمال اسدی نے ایک تیر لگایا جو بچہ کی گردن پر پڑا اور اسے ذبح کر دیا۔ حضرتؑ نے زہب سے فرمایا کہ لو اس کو۔ پھر آپ نے اُس کا خون دونوں ہاتھوں میں لیا جب چلو خون سے بھر گئے تو آسمان کی طرف پھینک دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین پر بہا دیا۔ پھر آپ نے بچہ کی لاش کو اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں دوسرے شہداء کی لاشیں تھیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے تلوار کے نیام سے ایک گڑھا کھودا اور بچہ کو اس کے خون میں آنکشتہ کر کے اس میں دفن کر دیا۔

### شیر خوار کی شہادت کا وزن و اثر

جنگ کا اصول یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ابتداء میں معمولی حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور جتنا معرکہ سخت ہوتا جاتا ہے سخت اور سخت تر ہتھیاروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ کیوں؟ دنیا کو یہ دکھلا دینے کے لئے کہ فریق مخالف کو جو بیعت کا طلب گار ہے اسلام و انسانیت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اس کے لئے امامؑ کا زبانی اعلان کافی نہیں ہے۔ کیونکہ کمالات اور نقائص دونوں عام انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے لگا ہوں کے سامنے آجائیں۔ انبیاء کا امتحانی دور سے گزرنا یا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے لگا ہوں کے سامنے آجائیں۔ انبیاء کا امتحانی دور سے گزرنا یا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے یقین



کے لئے کافی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ کمالات ہوں یا تھا نقص شدت اور ضعف کے لامحدود درجات کے ساتھ پائے جاسکتے ہیں تو بغیر عمل کے سامنے آئے ہوئے کسی صادق کی خبر دینے سے اس کو کامل مان لیا جائے یا کسی مستند انسان کے اعلان کی بناء پر کسی فرد یا جماعت کو ناقص اور خبیث تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن کامل کا کمال کس حد تک ہے اور ناقص میں پستی کس درجے کی ہے۔ اس کا فیصلہ بہر حال محتاج ہے کہ عمل سامنے آئے اور عمل اس وقت ہوگا جب عمل کرنے والے کے پاس تمام وہ آلات موجود ہوں جن کے عمل کی تکمیل کے لئے ضرورت ہے۔ رسولؐ نے باطل کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے جاتے وقت اس کا پورا انتظام کیا تھا۔ کائنات کی سطح پر پاکیزہ ترین عورت ساتھ لے گئے اور بچوں میں کوئی شیر خوار بچہ خاتمہ رسولؐ میں نہ تھا، لیکن چھوٹے سے چھوٹے بچوں کو ساتھ لیا۔ حسینؑ کو گود میں لے کر مباہلہ کے میدان میں تشریف لے گئے گویا خاص کر حسینؑ کو یہ بنانا مقصود تھا کہ تم کو بھی اپنا شیر خوار گود میں لے جا کر پیش کرنا ہوگا اور جس طرح میں نے تمام جنگوں کے بعد یہ مرحلہ سر کیا تم کو بھی ساری جنگ کے بعد اپنے شیر خوار کے ذریعہ سے باطل کو شکست دینا کامیاب بنائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ حسینؑ کو روکنے والوں نے نہایت ماصرار کے ساتھ عورتوں، بچوں کو ساتھ لے جانے سے روکا، لیکن آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا قید ہونا ضروری ہے۔

بے شک اگر امام حسینؑ بیعت سے انکار کرنے کے بعد مدینہ ہی میں یا کہیں اور جا کر قربانی کے میدان میں صرف اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتے تو اس کو وہ اہمیت اور نتیجہ خیزی حاصل نہ ہوتی جو اس صورت میں حاصل ہوئی۔ اس صورت میں حسینؑ کی قربانی اپنی جان کی قربانی ہوتی تو پھر وہ کسی ایسے شہید کی قربانی سے بڑھی ہوئی نہیں سمجھی جاسکتی تھی جس نے کبھی بھی میدان جہاد میں اپنے نفس کی قربانی پیش کی ہو۔

حسین کی قربانی بقول نصاریٰ مسیح یا سقراط کی قربانی کی طرح ہو کر رہ جاتی، ایسے باپ کے بیٹے کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی جو کہتا ہو کہ مجھ کو کوئی پروا نہیں اس کی کہ موت مجھ پر آ پڑے یا میں موت پر جاؤں۔“

میں موت سے اس سے بھی زیادہ مانوس ہوں جتنا بچہ اپنی ماں کے پستان سے مانوس ہے جو کہتا ہو ”کہ جسم جب مرنے کے لئے بنے ہی ہیں تو تلوار سے قتل ہو جانا خدا کی راہ میں افضل ہے“ جس کے بچے کہتے ہوں ”ہم جب حق پر ہیں تو موت کی کیا پروا“ موت شہد سے شیریں تر ہے“ حسینؑ کے لئے یہ کیا بڑی بات ہوتی جب ملک کے ہر بہادر کا اصول زندگی تھام شمشیر کے نیچے دم لکھنا مایہ ناز ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قربانی کو لازوال شخص، لامحدود اثر اور لافانی زندگی اس بات نے دے دی کہ انہوں نے اپنے وابستگان کو راہ حق میں اپنے ہاتھ سے غمار کیا۔

انسان کو اپنی زندگی کتنی ہی عزیز ہو لیکن اولاد سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی اس کے لئے اپنی موت کتنی ہی دشوار ہو لیکن جوان فرزند اور شیر خوار لونہال کی موت سے زیادہ دشوار نہیں ہوگی حسینؑ کا کمال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے وقت آنے پر بلند ترین مقصد کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی، بلکہ ان کا بلند ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز قربانیاں خود پیش کیں اور برابر پیش کرتے رہے جب تک کہ ان کا دامن خالی نہیں ہو گیا۔

اب اگر حسینؑ صرف تنہا چلے آتے اور عزیزوں کو نہ لاتے تو دنیا کہتی کہ بے شک حسینؑ نے صبر و استقلال کا کارنامہ پیش کیا، عظام کے مقابل ضبط و تحمل سے کام لیا لیکن اپنے ساتھ اگر عزیزوں کو قربان کرنا پڑتا تو شاید اس کا تحمل نہ کر سکتے۔ اہم نے عزیزوں کو ساتھ لیا اور اپنے بعد نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے سب کو قربان کیا۔ اگر اولاد



کو نہ لے جاتے تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ یہ منزل در حقیقت نہایت سخت ہوتی ہے۔ عزیزوں کو قربان کر دیا اگر اولاد کو قربان کرنا پڑتا تو شاید ضبط کا پیمانہ چھلک جاتا۔ حسینؑ اولاد کو بھی لے گئے اور عزیزوں میں سب سے پہلے اسی کو پیش کیا۔ عالم حسینؑ کے ذوق قربانی کے بلندی کا مطالعہ کر رہا ہے۔ شہید انسانیت کی انسانیت کی معراج کائنات کے پیش نظر ہے وہ ایک نگاہ سے ایک ہی وقت میں حسینؑ کی بلندی اور یزیدیت کی پستی دونوں کا مشاہدہ کر رہا ہے، یہاں تک کہ حسینؑ زینب سے ششما ہے مجاہد کو لے کر برآمد ہوتے ہیں، آخری پیار کر کے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، تیر آتا ہے، نونہال کی رنگ گردن ٹوٹتی ہے، حسینؑ کے ضبط و تحمل کے کمال کی معراج بشر کی حد نظر سے باہر ہو جاتی ہے ظلم و مصائب کے آخری نقطہ تک اہل عالم کی نگاہ پہنچ گئی، مگر حسینؑ کی معراج ضبط و استقلال تک پہنچنے سے قبل ہی وہ پر انداختہ ہو گئی، ظالم کے ظلم کی انتہا ہو گئی، حسینؑ کے غیر محدود صبر و ضبط کی حد نہیں معلوم ہو سکی۔

جنگ کا وہ اصول کہ شروع میں معمولی حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور جتنا جتنا معرکہ سخت ہو جاتا ہے۔ زیادہ سنگین اور بڑے اثر اسلحے استعمال کئے جاتے ہیں، اس کی بنا پر بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اصول کی بنا پر واقعہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ پہلے علیؑ اصغر قربان کئے جاتے، پھر علیؑ اکبر اور عباسؑ کیونکہ ظاہری حیثیت سے علیؑ اکبر و عباسؑ سنگین اسلحے ہیں، لیکن امامؑ ایسا نہیں کرتے کیونکہ ان کو ظاہری فتح نہیں حاصل کرنا ہے ان کو وہ فتح حاصل کرنی ہے جس کی نمائش میں اللہنا ہے اور پھر اس جگہ پر خود متمکن ہونا نہیں ہے، وہ اس تخت پر بیٹھ کر کیا کریں گے جس پر یزید سنانا اہل تک بیٹھ چکا ہو، ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو دکھلا دیں کہ جس کے ساتھ ہم سے اتحاد عمل اور تعاون کے لئے کہا جاتا ہے وہ اور اس کی جماعت انسانیت سے اتنی دُور ہے کہ اس کے گردار کو دیکھنے

کے بعد ہر مذہب و ملت کا انسان انگشت بندھاں ہو جائے اور گواہی دے کہ مخالف جماعت کو انسانیت سے کوئی علاقہ نہیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صرف امام کا قتل ہو جانا اور جوانوں کا قتل ہونا یہاں تک کہ جوان فرزند کا ناکافی ہے اس کے لئے تو دودھ پینے والے مجاہد کی ضرورت ہے تاکہ بھولا ہوا دماغ اور بھٹکتی نظر بھی توجہ کے پہلے ہی لمحہ میں دیکھ لے کہ اس جماعت کو انسانیت سے سروکار نہ تھا اس لئے امام نے اس ہر بے کوسب سے آخر میں استعمال کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حسینؑ خدا کے خلیفہ تھے روئے زمین پر، رحمۃ اللعالمین کے جانشین تھے، عالم میں، لہذا ان کا طریق کار وہی ہوگا جو خدا اور اس کے رسول کا جانشین ہونے کی حیثیت سے اپنے غنودہ رحمت کا دامن وسیع رکھتے ہیں۔ خرا کو معاف کر دیا اس وقت جبکہ اس کے کئے ہوئے کا نتیجہ حسینؑ کے سامنے سخت ترین صورت میں تھا، اس اقدام میں نہ ٹھکے، نہ ہچکچائے، نہ انکار کیا، نہ کوئی کلمہ کلامت زبان سے نکلا، بس یہ دیکھا کہ سمجھ گیا اور عقل کے فیصلہ پر ضمیر کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کو آمیا تو حسینؑ کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ان کے دل حسینؑ کی طرف سے دشمنی سے بھرے ہیں نگاہیں قہر سے سرخ ہیں مگر حسینؑ کی نگاہ ان کے لئے آب رحمت سے بڑھ کر ہے اور دل کا بیاناہ لطف و کرم سے سرشار ہے، وہ عذاب ابدی اور منت و تیوی کی زنجیریں پہنے کو تیار ہیں مگر حسینؑ چھندے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھائے دیتے ہیں، آپ بتلاتیں کہ اس کی کوئی تدبیر حسینؑ سے بچھڑ رہی، لیکن جب وہ کسی طرح اپنے حسن اختیار سے صلح و امان کے دائرے میں نہیں آتے تو خدا اور رسولؐ کیا کریں اور ان کے جانشین حسینؑ کیا کریں پھر بھی کیا کہنا تیرا اے حسینؑ، اے دشمنوں کے چارہ ساز تو



نے آخری صورت بدرجہ مجبوری یہ اختیار کی کہ قربانی کی ترتیب یوں رکھی کہ وہ درندے کم سے کم سزا کے مستحق بنیں۔ اگرچہ وہ بھی اتنی شدید ہے کہ عقل جس کے تصور سے قاصر ہے لیکن نسبتاً کم ہو پہلے انصار کو جو خاندان رسالت سے متعلق نہ تھے، ان کو شہادت کا موقع دیا کہ اس حد تک پہنچ کر شاید آنکھیں کھلیں، شاہراہ حسینیت کی طرف آنا چاہیں، پیام صلح قبول کر لیں تو اب بھی بے سود نہ ہوگا۔ اگر خاندان رسالت کو شہید کر چکا ہے اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو کرم و مرحمت کا موقع ہے یہ نسبت اس کے کہ شیر خوار کے خون سے ہاتھ رنگیں کر لیتا کہ جس کی عظمت یہ ہے کہ بقول امام محمد باقر علیہ السلام اس کا ایک قطرہ بھی امام مظلوم کے آسمان کی طرف پھینکنے کے بعد زمین کی طرف واپس نہیں ہوا۔ لیکن افسوس کہ تشدد کا ہاتھ اس تیر کے بعد بھی رکا نہیں اور حسینؑ کا خون بہا کر مافوق الادراک لعنت و عذاب کا مستحق بن کر رہا۔

جناب مہتاب جعفر رضا:

## کربلا کا ننھا شہید اور اُس کی شہادت کے دائمی اثرات

امام حسینؑ نے ۶۸۰ء مطابق ۱۰ھ میں کربلا کے میدان میں جو حیرت انگیز جنگ کی اس میں متعدد قربانیاں پیش فرمائیں۔ میں اس مضمون میں امام کی پیش کردہ ایک ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو امام اور ان کے کردار عمل کی ایک فیصلہ کن کسوٹی ہے جس کے بعد دنیا کا کوئی فرقہ نہ تو امام کو غیر اسلامی شعار پر مان سکتا ہے اور نہ امام کے مد مقابل جماعت کو کسی پہلو سے بھی اسلام کا آئینہ دار تسلیم کر سکتا ہے۔ منافقین کی جماعت کو جو پیغمبر اسلام کے زمانے سے دنیا کو برابر دھوکہ دیتی رہی تھی۔ حسینؑ نے اخلاق کے شکنجہ میں اس طرح کس دیا تھا کہ دنیا کے سامنے حقیقی اور غیر حقیقی اسلام کے امتیازات اور انسانی اخلاقیات کے عکس واضح طور پر ابھر کر سامنے آجائیں۔ امام عالی مقام کی اس لڑائی میں ایک ننھے شیر خوار بچہ کی قربانی میری دانست میں امام کی اس جہاد اکبر کی ایک اہم کڑی ہے اور اس معصوم بچہ کی شہادت کے بعد ہر شخص خواہ کسی ملت کا ہو امام حسینؑ کے موقف کی تائید کرنے کے لئے مجبور ہے اور ساتھ ہی اس جماعت سے نفرت کرنے کے لئے بھی مجبور ہے جس کا نام خواہ مسلمان ہو مگر جس



کے طور و طریقے حسینی مسلک سے نہ ملتے ہوں۔

### شیر خوار علی اصغرؑ:

یوم عاشورا امام حسینؑ کے ایک صغیر السن بچہ کو تیر کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا امام کے اس صاحبزادے کا نام بالعموم علی اصغر بتایا جاتا ہے اور میرے نزدیک یہی درست ہے ویسے ان کا نام کچھ روایتوں میں عبداللہ وضع بھی ہے، نام کی بحث میں پڑنا ہی عبث ہے اس لئے کہ امام کی اولاد تمام اعزاک کی محبتوں کا مرکز تھی۔ یہ ممکن ہے کہ چھوٹے بچے کے دو نام رکھا ہو، ماں نے دوسرا نام رکھا ہو یا کسی دوسری نوعیت سے ایک ہی بچے کے دو نام رکھے گئے ہوں۔ بہر حال یہ طے ہے کہ امام کے ایک ہی شیر خوار صاحبزادہ تھا جو حرمہ بن کاہن اسدی کے تیر شقاوت سے شہید ہوا۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے سلسلہ میں کچھ روایتوں کا اختلاف ہے اور اس قسم کے اختلاف کا ہونا واقعہ کر بلا کے مخصوص حالات و ماحول کے تحت غیر فطری نہیں ہے۔ کر بلا کا واقعہ جن حالات میں ظہور پذیر ہوا اور اس کی تاریخ جس ماحول میں مرتب ہوئی وہ آل محمدؑ کے لئے سراسر ناگفتہ بہ تھا۔ اس لئے صحیح روایتوں کا حاصل ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ دبے لفظوں میں چھپے اشاروں میں حق گو جو کچھ جستہ جستہ بیان کر سکے اسے تاریخ نے کچھ نہ کچھ اپنے دامن میں لے لیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ فطری تھا کہ واقعات بے ترتیبی سے بیان ہوں اور زاویوں کے مختلف حالات کے تحت ان کے بیانات کی تفصیلات میں کچھ معمولی اختلاف پیدا ہو جائے۔ نہ صرف اس نغمے شہید کی شہادت کے بارے میں بلکہ یہ بات ہمیں پورے واقعہ کر بلا میں نظر آتی ہے کہ تفصیلات کے تضاد یا اختلاف کو نظر انداز کر کے واقعات کے بنیادی اجزاء کو مرتب

کرنا اور حقائق کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا چونکہ کربلا کی تاریخ کسی عام واقعہ کی تاریخ کی طرح نہیں بنی ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ بھی ایک مخصوص انداز میں کرنا ہوگا۔ یہ تمہید میں نے اس لئے بیان کی تاکہ میں کہہ سکوں کہ ننھے شہید کی شہادت کے واقعے میں معمولی تفصیلات کے اختلاف کو آپ نظر انداز کریں اور اس سے شہادت کے وزن میں کسی قسم کی کمی میرے نزدیک نہیں آتی بلکہ راویوں کے اس قسم کے جستہ جستہ اور غیر مربوط بیانات دو باتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ واقعات کے بیان کی آزادی کئی پشتوں اور نسلوں تک نہ دی گئی اور اس سے کربلا کے واقعے کی تفصیلات میں اختلاف کا ہونا بالکل قطعی ہے۔

حالات کی اس شدت کے تحت شہادت عظمیٰ کا وزن اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے دوسرے یہ کہ مشترکہ حقائق جو زیادہ تر راویوں کے بیانات میں آتے ہیں وہ بہرحال ظہور پذیر یقیناً ہوئے تھے۔

ننھے شہید کے ”نام“ کی بابت راویوں کے بیانات میں اختلافات ہیں جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ بہت معمولی اختلاف ان کے قاتل کے نام میں بھی ہے بعض کتب میں حرمہ ”بن کاہل“ اور بعض میں حرمہ ”بن کاہن“ ہے اس قدر معمولی اختلاف نقل روایت میں غلطی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اصل راوی کی کم فہمی کا نتیجہ بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت وقت کی طرف سے راویوں کو دھمکا کر یہ اختلاف کرا دیا گیا ہو۔ بہر کیف اس کی وجہ سے شہادت کے اصل واقعے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض روایتوں میں بعد شہادت بچے کو دفن کئے جانے کا ذکر ہے۔ بعض میں نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ہمیں اوپر بیان کئے گئے اصول کے تحت دفن کئے جانے کا واقعہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ راویوں کو صداقت کے اظہار میں جو مشکلات تھیں ان کے تحت



یہ بالکل فطری تھا کہ کچھ بیان کریں اور کچھ چھپا جائیں۔ بالخصوص چونکہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ دفن نہیں کیا لہذا وہ روایت صحیح ماننا پڑے گی جس میں دفن کرنا بیان ہے۔ میں واقعہ کربلا کے سلسلہ میں روایت کی صداقت دیکھنے اور پرکھنے کے عام اصولوں کو ملحوظ رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کیونکہ کربلا کی تاریخ انوکھی داستان ہے اور اس کے مابقی و مابعد غیر معمولی ناسازگار حالات موجود ہیں۔

شہید کی عمر میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ مگر یہ بہر حال ہر راوی نے کہا ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور شدت عطش سے بے حال تھا۔

شہادت کے وزن کو بڑھانے کے لئے بس اتنا تسلیم کیا جاتا ہی کافی ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور بے شیر تھا۔ خواہ شیر خوار کی عمر چھ ماہ ہو یا ایک دن۔ کچھ کتب نے سخت غلطی کی ہے اور عبد اللہ ابن حسن کی شہادت کو عبد اللہ رضیع بن حسین کی شہادت سے مخلوط کر دیا ہے۔ اول الذکر چلتے پھرتے تھے اور امام کے زانو پر انھوں نے دم توڑا تھا وہ ایک جدا شہادت ہے۔

اس طرح روایتوں میں جزوی اعتبار سے چند اختلافات ہیں، مگر تمام تر مستند راویوں نے بنیادی طور پر امام کے شیر خوار بچے کا بے خطا مارا جانا ضرور لکھا ہے اور باوجود حکومت وقت کی آہنی بندشوں کے روایتوں میں تضاد نہیں بلکہ صرف اختلاف ہی ہو سکتا ہے۔ متذکرہ حالات و ماحول کے پیش نظر ایسا اختلاف قابل اعتنا ہے اور اس دور میں واقعہ کربلا کے ہمہ گیر اور آفاقی اثرات پر غور کرتے وقت روایتوں کے اپنے اختلافات کو نظر انداز کیا جانا لازمی ہے۔

## واقعہ شہادت:

اس بحث کے بعد میں حضرت علی اصغر ابن حسینؑ کے واقعہ شہادت کو یکجا اور مربوط کر کے ان لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔ یہ تمام روایتوں کے مطابق بیان ہے۔ اور کسی سے اس میں تضاد نہیں ہے۔

۱۰۔ احرم کو جب امام کے تمام احوان و انصار اور اعز شہید ہو چکے تب آپ نے آواز استغاثہ بلند کی اور اپنی نصرت کے لئے ایک عام دعوت دی۔ یہ ایک قسم کی حجت تمام کرنا تھی ان اشقیاء پر جو کسی وقت میں اپنی لاعلمی اور عدم دعوت کا حق عذر لے سکتے تھے۔ اس پر خیمہ کی تختہ رات میں شور مگر یہ بلند ہوا۔ امام قریب گئے تو معلوم ہوا کہ اگر اس گریہ کا سبب بے شیر علی اصغرؑ کی حالت زار ہے۔ علی اصغرؑ شیر خوار تھے اور ان کی والدہ محترمہ جناب رباب کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو چکا تھا۔ خیمہ میں پانی تک نہ تھا جس سے بے شیر علی اصغرؑ کی پیاس میں کچھ کمی کر دی جاتی۔ امام نے بچے کی جب یہ حالت دیکھی تو ماں اور پھوپھی سے بچے کو لیا اور درندہ صفت لشکر کے سامنے پانی مانگنے کے لئے گئے تاکہ ان کی درندگی کا ایک عملی نمونہ دکھا کر شرمندہ کرنے کی ایک مزید کوشش کی جاسکے۔ دشمن کو پھر ایک مرتبہ علمی تمبیہ کرنے کے لئے امام طلب آب کرنے آئے تھے۔ اور اس صورت سے کہ اپنے لئے پانی نہیں مانگا بلکہ صرف یہ خواہش ظاہر کی کہ اس بچے کے حلق کو تر کر دیا جائے۔ امام کے اس سوال پر بغیر کسی وقفے کے عمر سعد کے حکم پر قبیلہ بنی اسد کے مشہور تیر انداز حرمہ نے فوجی تنظیم کے تحت ایک سنگین تیرہ شعبہ سے علی اصغرؑ کے گلے کو نشانہ بنایا، وہ شیر جو پہلے سے زہر میں بچھایا گیا تھا۔ اس سے وہ بچہ نحر ہو گیا۔ امام نے افسوس کیا۔ خون کو چلو میں



بھرا آسمان کی طرف پھینکا، اور اس طرح کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر واپس نہ ہوا۔ خون بھرے ہاتھوں کو چہرہ اقدس پر مل لیا اور فرمایا۔ ”اسی طرح تانا سے روئے قیامت ان کی امت کا شکوہ کروں گا۔“ اغلب یہ ہے کہ تیر جس وقت لگا۔ جب امام بچے کو اس طرح محفوظ کرنے کی کوشش کر رہے تھے گویا بچے کو پیار کر رہے ہوں۔ اسی فعل کو کچھ راویوں نے بیان کیا کہ عبا سے چھپا رہے تھے اور کچھ نے اسے پیار کرنے سے تعبیر کیا۔ بہر کیف اصل واقعے سے اس اختلاف روایت کا کوئی تضاد نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ایک ضمنی حقیقت ہے۔ امام کا بچہ جب شہید ہو گیا تب آپ نے اُمت کا شکوہ کیا اور اپنے بچے کو ناقہ صالح سے افضل بتایا کیونکہ یہ بے خطا مارا گیا تھا۔ امام بچے کی لاش کو درخیمہ پر لائے۔ کسی راوی نے امام کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ خیمہ پر کھڑے ہیں گود میں بے شیر ہے جس کا چھدا ہوا گلا ہے اور خون جاری ہے۔ اس سے راوی نے اندازہ کیا کہ اسی مقام پر بچے کے تیر لگا ہے اور خیمہ کے پاس ہی شہادت ہوئی ہے۔ امام علیہ السلام نے تلوار کے خلاف سے ایک چھوٹی سی قبر تیار کی اور اس میں لاش کو دفن کر دیا۔ میرا تصور ہے امام نے بے شیر کی قبر پر فخر و غم کے آنسوؤں کا چھڑکاؤ بھی کیا ہوگا۔ اس طرح کربلا کے نئے شہید کی شہادت کا واقعہ ظہور میں آیا۔

### دو بنیادی باتیں:

راویوں میں کتنا ہی اختلاف ہو دو حقائق بہر حال ہر شخص کے بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ بچہ شہید ہوا بے خطا اللہ کی راہ میں مارا گیا اور اس کے قتل سے یزیدی ظلم و ستم کی ثابت ہوئی اور اسلام کے بنیادی اصول کو تقویت ملی جس کی پیروی اور جس کی تعلیم حسین مظلوم کر رہے تھے۔ دوم یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ بچہ

صغیر السن تھا۔ شہید کی کم عمری اور شیر خواری سے اس کی بے گناہی اور کسی ممکن سیاسی تنگ و دو یا جاہ طلبی کی کوشش سے بے تعلقی کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ شہادت پر تبصرے سے قبل میرے ناظرین ان دو بنیادی باتوں کو ذہن نشین کر لیں جن سے کسی راوی کو اختلاف نہیں ہے۔ ان دونوں حقائق کی علی اصغر کی شہادت میں کیا اہمیت ہے یہ بات میرے تبصرے میں تفصیل سے آئے گی۔

اس بے نظیر شہادت پر تبصرہ:

علی اصغر کا قتل ایک شہادت عظیم: ننھے شیر خوار کے قتل کا واقعہ میں نے تمام روایتوں سے اخذ کر کے اوپر مختصر آبیان کیا ہے۔ اب فور کرنا ہے کہ آیا اس کو شہادت کا رتبہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ جب کبھی روح انسانی جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ تین نوعیتوں سے ہو سکتی ہے۔ اول ہلاکت، دوم وفات یا عمومی موت اور تیسرے شہادت۔ ان تینوں قسم کی اموات کا مفصل بیان مولانا سید علی نقی صاحب کے تصنیف کردہ رسالہ ”امامیہ مشن نمبر ۱۶۵“ موسومہ ”ہلاکت و شہادت“ میں موجود ہے اور میرے خیال میں یہ رسالہ اس موضوع پر بہت ہی واضح، جامع اور مدلل حیثیت رکھتا ہے، مختصراً۔ یہاں پر میں مولانا موصوف کے بیان کا خلاصہ لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ہلاکت وہ موت ہے جبکہ انسان اپنے کو انسان سے پست شے مثلاً، دولت، جمادات، جمال قافی، جاہ طلبی یا ملک گیری کے لئے فنا کرے۔ وفات یا عمومی موت وہ ہے جو اپنے ارادہ سے نہ ہو، بلکہ قدرتا، مجبوراً انسان کو مرنا پڑے۔ شہادت وہ موت ہے جبکہ انسان کی فنا ارادتا اپنے سے بلند و برتر قادر مطلق کی خاطر یعنی اس کے اسولوں کی خاطر ہو اور وہ اللہ کی راہ میں مارا جائے۔ ایسی موت قافی البقا کے مترادف ہے۔



چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس سے بڑھ نہیں ہے اس لئے شہادت کا مفہوم انسان کی موت کے سلسلہ میں علاوہ اس کے کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے اور بجز اللہ کے کسی کے لئے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اسلام نے اس طرح خالق کی راہ میں مرنے والے کا اونچا مرتبہ رکھا ہے اور بہت جڑا مقرر فرمائی ہے۔ عمومی موت یا وفات پالنے والے کو موت کے لئے نہ سزا ہے نہ جزا، بلکہ اس کے دیگر اعمال کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔ لیکن پست چیزوں کے لئے جان دینے پر وہ اللہ کی امانت میں خیانت کا مستوجب قرار پائے گا اور ہلاکت میں مبتلا ہونے کی بنا پر اس کے لئے الہی قانون میں سزا رکھی گئی ہے۔ شہید کے لاشے اور اس کے جسم سے نکلے ہوئے خون کو ظاہر بتایا گیا ہے اور اس کی مادی زندگی ختم ہونے کے بعد حیات جاوید کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

شہید کے لفظی معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ اس کے متوازی انگریزی لفظ Martyr کے بھی انگریزی زبان میں یہی معنی قرار دیئے گئے ہیں۔ مذہبیات کی کتابوں میں شہید کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت یا اس کے رسول کی بتائی ہوئی کتابوں کی گواہی استقلال کے ساتھ دیتا ہے اپنی جان قربان کر دیتا ہے وہ شہید کہلایا جاتا ہے۔ گواہی کا مفہوم یہاں پر بھی ہے مگر وہ الیہات اور قربانی کے مفہوم کے ساتھ منسلک ہے۔ صرف برے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہو جانا کافی نہیں بلکہ اللہ یا اس کے فرامندہ کی مرضی کے مطابق حق پر علی الاعلان جان دے۔

گویا شہادت الی الحق کے لئے مندرجہ ذیل امور ہونا چاہئیں:-

- (۱) جان کا جانا، (۲) اللہ کی راہ میں علی الاعلان جان فدا ہو۔ (۳) اللہ کی مرضی یعنی نبی یا امام کے حکم سے الہی مقصد کے لئے مقتول اپنی جان پیش کرے۔

رسول یا امام کے حکم کی ضرورت اس لئے ہے کہ امام کی غیر معمولی بصیرت ہی فیصلہ کر سکتی ہے کہ فلاں شخص کی موت مقصد الہی کے لئے فلاں وقت پر مفید ہوگی یا نہیں۔ صرف شہید ہونے والے کا اعلان حق ہی کافی نہیں، بلکہ اسلامی شہادت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت حقیقتاً الہی مقصد کی خاطر ہو اور اس مقصد کی ترقی میں معین و مفید ثابت بھی ہو۔ لہذا مقصد الہی کی بنیادی شرط کے ساتھ ہی حکم نبی یا امام کی ضمنی شرط بھی شیعہ اصول میں عائد کر دی گئی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ حضرت علی اصغر کا قتل ایک عظیم شہادت کا درجہ رکھتا ہے اور اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو باتیں ابتداً طے کرنا پڑیں گی۔ اول یہ کہ بچے کی گردن پر تیر کا لگنا اضطراری یا اتفاقیہ عمل نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ تیر کا مارا جانا حسینی مسلک اور دین حق کے خلاف ایک سوچی سمجھی تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علی اصغر کے گلے پر تیر کا لگنا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ سوچی سمجھی تدبیر کے تحت تھا۔ قاتل نے رات کے اندھیرے میں یا مدھوشی میں یا غیر ارادی طور پر تیر کا نشانہ نہیں لگایا تھا۔ اگر دور فاصلہ پر گرنے والے بم کے گولے کے کسی ٹکڑے سے بچے کی موت واقع ہوتی تب اس توجیہ کی گنجائش تھی کہ موت کو اتفاقی سانحہ مان لیا جاتا۔ لیکن یہاں تیر جیسی مہلک چیز حرمہ جیسے ماہر تیر انداز کی کمان سے چھوٹ کر چھ مہینے کے بچے کی نازک پتلی گردن پر آ کر لگتی ہے، اور یہ تب ہی ہو سکتا تھا جب کہ اراداً تیر کو صرف گردن کے لئے کمان سے رہا کیا گیا ہو انصار حسینی کی تعداد ختم ہو چکی تھی، اس لئے یہ تصور بھی بعید از قیاس ہے کہ حرمہ کا نشانہ کسی دوسرے مجاہد کی طرف تھا اور قریب ہی میں امام کی گود میں بچہ رہا ہوگا اور نشانہ اس کے گلے پر



اتفاق سے لگ گیا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تیر کا مقصد امام کے قلب یا گلے کو زخمی کرنا تھا۔ تب بھی بعید از امکان ہے۔ اس لئے کہ جب تک امام کی گود میں بچہ تھا اس وقت تک امام سے براہ راست نبرد آزمائی اصول جنگ اور معیار جنگ کے منافی تھی۔ جس زمانہ میں جنگ کر بلا لڑی گئی، اس زمانے میں قاعدہ یہ تھا کہ میدان میں آکر پہلے پہلوان رجز پڑھتے تھے، ایک دوسرے کو دعوت جنگ دیتے تھے اور تب آگاہ کر کے حملہ کرتے تھے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ کر بلا میں یہ اصول اس وقت تک ترک کیا جا چکا تھا کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ شروع سے اس وقت تک یہ معرکہ اسی طور پر لڑا جا رہا تھا۔ علی اصغر کی شہادت کے بعد بھی جب امام حسینؑ سے باقاعدہ اس لشکر نے جنگ کی تب رجز خوانی اور باہمی گفتگو کے بعد جنگ ہوئی تھی۔ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف یہی ایک درمیانی تیر بچے کے اچانک بلا ارادہ آگاہ ہو۔ تاریخ نے اس لمحے پر کوئی اشتعال انگیز ماحول بھی نہیں دکھایا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکے کہ یہ تیر امام کی ذات پر اضطراری طریقے پر رہا کیا گیا تھا جو اتفاق سے معصوم بے شیر کے گلے پر لگ گیا۔ ان تمام ممکن توجیہات کی رد کے بعد اب اس حیر کے چنے کی نفیاتی وجہ اور بنیاد صرف یہی باقی رہ جاتی ہے کہ تیر کو علی اصغر کے لئے رہا کیا گیا۔ بلکہ بالکل صحیح طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ بچے کی گردن کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا۔

غور کرنے پر یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بچے کو کسی مدبرانہ تحریک و تنظیم کے تحت قتل کیا گیا تھا اس لئے کہ حرمہ جیسا ذمہ دار سپاہی اضطراری طور پر از خود ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اتنی چھوٹی گردن پر اتنا بھاری تیر (اور وہ بھی ذہر آلود) چلانا کسی فوجی مصلحت اور تدبیر کے تحت ہی تھا۔ روایت میں ہے کہ بچے کی حالت زار دیکھ کر ابن سعد منہ پھیر کر رونے لگا اور حرمہ اسدی کو حکم دیا کہ امام کا کلام قطعہ کر دے۔ حرمہ کے

پاس بھاری سہ شعبہ تیر پہلے سے موجود تھا۔ اس نے وہ تیر ابن سعد کے الفاظ زبان سے نکلنے ہی بچے کی گردن پر مار دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ بچہ کا قتل ایک پہلے سے سوچی سمجھی تدبیر اور منصوبے کے تحت تھا۔ جہاں صرف اشاروں ہی پر مجوزہ کام کا مکمل ہو جاتا تھا۔

حملہ عرب کا مشہور شیر انداز تھا۔ یقیناً افسر علی نے اس کو اپنے ہمراہ اور قریب ہی بھاری تیر کمان کے ساتھ اس لئے رکھا تھا کہ کسی نازک موقع پر اس کو فوجی منصوبے میں استعمال کیا جاسکے۔ یہ سخت ترین فوجی حربہ عظیم ترین موقع کے لئے محفوظ کیا گیا تھا۔ تیر سہ شعبہ اس لئے محفوظ کیا گیا تھا کہ جب معرکہ فاصلہ پر ہو، غلٹ چاہتا ہو اور ایک ہی تیر کو کارآمد ہونا ہو تب اس کو استعمال کیا جائے۔ یہ عمر سعد کو پہلے سے یقین نہ تھا کہ یہ نازک موقع ایک ننھی سی نڈھال گردن کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا اور اس نازک گردن کو گراں بار تیر کا نشانہ بنا کر عمر سعد کی فوجی تدابیر تاریخ میں ہمیشہ کے لئے رسوا ہو جائیں گی۔ یقیناً علی اصغر کی قابلِ رحم حالت نے فوجی تنظیم میں کوئی غیر معمولی زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ اس طرح ابن سعد کو اپنا وہ سخت ترین فوجی حربہ استعمال کرنا پڑا۔ گو کہ علی اصغر کے قتل کے لئے اس سے کم درجے کا معمولی تیر بھی کافی ہوتا۔ مگر چونکہ حملہ کے پاس ایسے سنگین ماحول سے بچنے کے لئے ایسے ہی بھاری بھر کم تیر محفوظ کئے گئے تھے۔ اس لئے انہیں میں سے ایک تیر استعمال کیا گیا۔ ابن سعد اتنا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ کسی دوسرے معمولی تیر انداز کو بلایا جائے اور اس کو حکم دیا جائے۔ موقع پر ایک لمحہ کی تاخیر بھی بڑی فوج میں غیر معمولی انقلاب پیدا کر سکتی تھی اور نہ معلوم ان میں سے کتنوں کے دل ہمدردی کرنے پر آمادہ ہو سکتے تھے اور بہت ممکن تھا کہ تاخیر میں عمر سعد کو اس کی فوج مجبور کر دیتی کہ وہ امام کے مطالبہ آج کو منظور کر لے



اور اس طرح امام کی کامیابی کا ایک پہلو پیدا ہو جاتا۔

اب دو باتیں طے ہو گئیں۔ اول تو یہ کہ معصوم بچے کو اضطراری یا اتفاقیہ طور پر تیر کا نشانہ بننا نہیں پڑا۔ دوسرے یہ کہ علی اصغر کا قتل ایک تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا اور تنظیم کا تقاضا یہ تھا کہ امام حسینؑ کے انسانیت آمیز موقف و مسلک کو محاذ اللہ غلط اور یزید کو برحق تسلیم کرایا جائے۔

واقعات سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ امامؑ کی طرف سے علی اصغر کو میدان میں لے جانا بھی ایک موقف کی تائید میں تھا۔ یعنی یہ کہ پانی پینا انسانی حق ہے، حسینؑ کا مطالبہ امن و سکون کسی جاہ طلبی کے لئے نہیں ہے اور یہ کہ یزیدی مظالم صرف یزید کی حُب جاہ و اقتدار اور اسلام و اولاد رسولؐ سے بغض کی بنا پر ہیں امام ایسی معصوم ہستی کی قربانی پیش کر رہے تھے جس پر دشمن کی طرف سے کوئی الزام و اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا تھا اور گویا اس قربانی کو پیش کر کے طلب آب کرنا یزیدیوں کے دعوے کے بطلان کی کسوٹی تھی۔ امام نے اپنے اس عمل سے گویا اعلان کیا تھا کہ اگر ان مظالم کی بنیاد کوئی اصولی اختلاف ہے تو اپنے دعوے کو صحیح قرار دینے کے لئے اس معصوم بچے کو پانی پلا دو اور اس پر مظالم روانہ رکھو اس لئے کہ تمہارے ہی قول کے مطابق مجرم وہ ہے جو حسینؑ کے ساتھ مادی قوت استعمال کرتے ہوئے یزید کی خلافت میں مغل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔

اصولاً شہادت حق کے لئے ضروری ہے کہ مقتول کی جان اللہ کے دین کی تائید و گواہی میں جائے۔ اس کی وضاحت پیچھے کی سطور میں آچکی ہیں۔ اوپر کی بحث کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علی اصغر کو میدان عمل میں ایک تحریک و موقف کی تائید کے لئے پیش کیا گیا تھا اور دشمن کا رد عمل بھی اسی تحریک و موقف کے خلاف ایک تنظیم کے

تحت ظاہر ہوا تھا۔ ان حالات میں جو قتل ہوا وہ قتل شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ جیسا اوپر بیان ہوا ہے دینی اصطلاح اور اسلامی نظریہ سے شہادت کے لئے مقتول کی زبان سے اعلان گواہی ہونا اہم نہیں ہے۔ بالخصوص جب حکم امام کی شرط لگی ہوئی ہے۔ تب تو اعلان گواہی کے سلسلہ میں مجاہد کی تمام تر ضابطے کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ مجاہد کا فرض صرف امام کے سامنے اپنی جان سپرد کر دیتے تک محدود ہے۔ اگر امام نے اپنی مرضی ظاہر کر دی اور حکم دے دیا تو مقتول کا دشمن کے سامنے اعلان کرنا یا نہ کرنا مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ کربلا میں امام حسینؑ کو غیر معمولی صورت حال کا سامنا تھا۔ اور آپ کو اخلاقی اصولوں کو اُجاگر کرنے کی خاطر ہر کوشش اختیار کرنا تھی اس لئے آپ نے ایسے مجاہدین کو بھی اذن جہاد دینا ضروری سمجھا جو گو کہ اپنی بے زبانی کی وجہ سے اعلان گواہی نہیں کر سکتے تھے لیکن جن کا حق کی راہ میں قتل ہونا کسی بھی اعتبار سے امام کے نزدیک ضروری تھا۔ چونکہ ہمارے نظریہ کے مطابق جہاد میں حق کی گواہی و اعلان حق کی طرف سے مشترکہ طور پر تھا امام وقت ہی نمائندہ کی حیثیت سے کرتا ہے اس لئے ہر شہید کی طرف سے اس کا اعلان ہونا لازمی نہیں بشرطیکہ یہ ثابت ہو چکا ہو کہ وہ شہید امام وقت کے اذن و حکم سے میدان میں آیا تھا۔ یہاں پر علی اصغر کے سلسلے میں امام کے اذن کے متعلق تحقیق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تو خود امام بہ نفس نفیس ننھے مجاہد کو مجاہدہ روحانی کرانے کے لئے اپنی گود میں لائے تھے اور یہ امام کے حکم و اذن کا عملی ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں اگر علی اصغر اپنی بے زبانی کی وجہ سے الفاظ میں اعلان حق نہ کر سکے تب بھی امام کے عمل سے ان کے عمل کو متصل کر کے یہ کہا جائے گا کہ وہ بھی مجاہدین کی جماعت کے ایک فرد کی حیثیت سے امام کے اعلان حق میں شریک تھے اور ان کا قتل اس کے پس منظر میں



شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اور چونکہ اس شہادت نے حسینی مقصد کی تکمیل میں بہت ہی اہم حصہ ادا کیا ہے، اس لئے اس کو عظیم ترین شہادت کہنا درست ہوگا۔

### ایک نادر اور انوکھی شہادت:

اوپر بیان ہوا ہے کہ کربلا کی جنگ غیر معمولی جنگ تھی۔ امام کو مادی قوت سے اپنی مخالف جماعت کو زیر نہیں کرنا تھا۔ بلکہ ان کے قلوب میں اسلام کے آفاقی اصول راسخ کرنا تھے اور اس میں جس حد تک دفاع ضروری تھا اس حد تک مادی جنگ بھی کرنا تھی۔ دفاعی جنگ سے بھی بہر کیف مورخین کو ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ امام علیہ السلام کا نظریہ بھی مادی فتح تھا۔ اس کی رد کرنے کی خاطر اور اپنے موقف کی تائید میں آپ نے ایک شیرخوار مجاہد کو پیش کیا جو صرف اخلاقی دعوت حق کے ذریعہ ہی روحانی جہاد کر سکتا تھا اور مادی طور پر مجاہدہ کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ یہ مجاہد تو مادی اور جسمانی اعتبار سے اتنا بے قوت تھا کہ دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جو قوم اس بے خطا سے ایک انتہائیت سے بھرے ہوئے مطالبہ کے جواب میں دانتہ طور پر نہر د آڑا ہوا اور سنگین حربوں کے استعمال کرنے کو بھی برانہ سمجھتی ہو وہ قوم دنیا کے کسی دور کے انسان سے امدادی نہیں حاصل کر سکتی۔ عام طور پر اس قسم کے بچے میدان جہاد میں نہیں جایا کرتے، لیکن امام اپنے بچے کو اس لئے لائے تھے کہ یہاں کے حالات عام نہیں بلکہ خاص اور غیر معمولی حد تک خاص تھے۔ امام اپنے موقف کی صداقت کی اور یزیدی مسلک کی خباثت کی ایک بے مثال تصویر دکھانا اور ایک عام نگاہ بصیرت کو دعوت فکر دینا چاہتے تھے تاکہ وہ سمجھ سکے کہ حسینؑ کا مقصد صرف یہ ہے کہ انھیں پرسکون زندگی گزارنے اور خاموشی سے اخلاقیات کے بنیادی اصولوں کی اشاعت

کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے مخالف کا بظاہر یہ کہنا تھا کہ یزید معاذ اللہ حق پر ہے اور حسینؑ پر مظالم اس لئے ڈھائے جا رہے ہیں کہ وہ اس (نام نہاد) خلیفہ برحق کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ امام مظلومؑ نے اس وقت اپنی صف سے دنیا کے سامنے ایک ایسی ذات کے ذریعہ اپنے مطالبہ کو دھرایا تھا جس کا یزیدی اعلان خلافت سے کوئی تعلق اثباتی یا انکاری تھا ہی نہیں۔ اس بچے کا میدان جنگ میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر آنا اور اسلام کے دعویدار دشمنوں کے ہاتھ سے شہادت قبول کرنا یہ دونوں باتیں ہر شخص کے ذہن میں ایک الجھل پیدا کرتی ہیں اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حسینؑ و یزید کی جنگ اقتدار و حکومت کے لئے نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو ایک معصوم بچے کو کیوں شہید کر ڈالا جاتا۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت یہ ثابت کر دیتی ہے کہ یہ جنگ یزید کے حوصلہ ملک گیری و ہوس جاہ طلبی کی مظہر ہے بہ الفاظ دیگر یہاں پر امام حسینؑ نے اپنے موقف کے اعلان کے ساتھ ایک ایسی فرد پیش کی تھی جو خود دشمن کے اعلان کے مطابق مجرم نہیں کہی جاسکتی تھی اور جس کو عملاً امام کے موقف کی تائید کے ساتھ پیش کیا گیا تھا جب تک امام کے احوال و انصار و دفاعی جنگ کر رہے تھے تب تک مطالبے کی اثباتی شدت اس حد تک نہیں تھی جس حد تک اس جنگ نہ کرنے والے بے شیر مجاہد کے ذریعہ کئے گئے اسی سابقہ مطالبے میں اب شدت پیدا ہو گئی تھی۔ مطالبے کو اس حد تک شدید بنانے کے لئے یہ نادر قربانی پیش کرنا موقع کے لحاظ سے بہر کیف ضروری اور بہت ضروری تھا۔ صد آفرین اسے حسینؑ کہ آپ نہایت استقلال سے ٹانا کے دین پر یہ بے مثل قربانی دینے میں کامیاب ہو گئے۔ دنیا قیامت تک اس واقعہ سے عبرت حاصل کرے گی اور انسانی اصول کی رفعت سے اثر انداز ہوتی رہے گی۔ علی اصغرؑ کی شہادت نے تاریخ پڑھنے والے انسانی قلوب کو ہمیشہ کے لئے یزیدی افعال سے متنفر



کر دیا ہے۔ اب تک میدان میں آنے والے مجاہدین کے خلاف خمیر فروش اپنے کو دھوکہ دے سکتے تھے۔ مگر علی اصغر نے آکر وہی پیغام ایک نئے انداز میں دیا تھا جس میں کوئی نفس دھوکہ نہیں کھا جاسکتا تھا اور ہر شخص فیصلہ کر سکتا تھا کہ حسینؑ پر مصائب بلا سبب خواہ مخواہ ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور یہی تمام واقعہ کر بلا کا مقصود تھا، اسی کے لئے تمام قربانیاں پیش ہو رہی تھیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کو علی اصغر کی شہادت سے بدرجہ اتم تقویت ملی۔

امام نے علی اصغر کو ہلاکت میں نہیں ڈالا:

یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ معاذ اللہ حسینؑ نے بچے کو جان بوجھ کر ہلاکت میں مبتلا کیا۔ کوئی روایت نہیں بتاتی کہ امام سے اس بچے کی بابت فوج دشمن نے کوئی بات کی ہو اور نہ یہ سوچنے کا محل ہے کہ دشمن کسی بھی اعتبار سے اس کی طرف سے مشتعل تھا۔ بلکہ حالات اس کے برعکس تھے۔ وہاں تو اعلان یہ ہو رہا تھا کہ جنگ حسینؑ سے ہے جو معاذ اللہ کسی جاہ طلبی کے نظریہ کے تحت یزید کو خلیفہ نہیں تسلیم کر رہے ہیں اور یہ تمام مصائب اسی سلسلہ میں عائد کئے جا رہے تھے۔ اس اعلان کے ضمن میں یہ ظاہر ان بچوں سے کوئی خاصیت پیدا ہونے کا سوال ہی نہ تھا جو خلافت کے اعلان کا اقرار یا اعلان تک نہ کر سکتے تھے۔

اس وقت جبکہ امامؑ کے علاوہ تمام قابل جنگ مرد شہید ہو چکے تھے اور امام عالی مقام نے رجز پڑھ کر ابھی دشمن کو دعوت جنگ نہ دی تھی اور نہ دشمن نے امام کو آمادہ دفاع کیا تھا۔ اس وقت تو دونوں طرف کی فوجوں میں وقتی طور پر سکوت تھا۔ ایسے موقع پر یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ تیروں کی یورش تھی اور میدان میں بچے کے لئے

خطرہ تھا۔ بالخصوص ایسی صورت میں تو کوئی خطرہ تھا ہی نہیں جبکہ امام ایک بے خطا شہسما ہے کے لئے انسانی حق کا مطالبہ کرنا چاہئے تھے جس کا فریقین کے اعلانات سے کوئی تعلق نہ تھا اور جس کے خلاف بظاہر یزید یوں کا کوئی اعلان جنگ یا مطالبہ بھی نہ تھا۔ لہذا جبکہ امام کو کوئی امکانی خطرہ بچے کے لئے نہ تھا تب پانی پلانے کے لئے لے جانا بچے کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف نہیں کہا جاسکتا، بلکہ میرا کہنا ہے کہ امام کا یہ عمل علی اصغر کی بچھٹی ہوئی شمع حیات کو طوفان عیش سے محفوظ کر لینے کی آخری بر محل کوشش تھی۔

اگر علی اصغر کے قتل کے مادی اسباب کے متعلق امام کے علم غیب اور علم لدنی کو بحث میں لایا جائے گا تو وہ بے محل ہوگا اس لئے کہ اس کے تحت تو امام کو صرف علی اصغر کے قتل کے مادی اسباب کا ہی نہیں بلکہ اس قتل کے بعد ہونے والے تمام روحانی نتائج اور دائمی اخلاقی اثرات کا بھی علم تھا۔ اور ان نتائج و اثرات کے پیش نظر امام نے جو بچے کا قتل گوارا کر لیا آپ کا وہ عمل کسی بھی طرح بچے کو ہلاکت میں مبتلا کرنے کا مترادف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ امام نے علم لدنی سے صرف یہی نہیں سمجھا ہوگا کہ علی اصغر قتل ہو جائیں گے بلکہ یہ بھی یقین کیا ہوگا کہ ان کا قتل دین حق کے اعلان و تشہیر کے لئے ناگزیر ہوگا۔ پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام کے پاس علم لدنی تھا اور وہ اس کو کر بلا میں استعمال کر رہے تھے۔ تب تو کوئی شبہ بھی اس کا پیدا نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ آپ نے بچے کو ہلاکت میں ڈالا۔ برخلاف اس کے امام کا حکم بہ اذن اللہ اور بر بنائے مصلحت دین قرار پاتا ہے۔ ذر پر بحث اعتراض تو صرف ان لوگوں کی طرف سے عائد کیا جاتا ہے جو امام کو علم لدنی کا حامل نہیں مانتے اور انھیں کے لئے ہم نے اوپر کی سطروں میں جواب دیا ہے۔



### مربوط سلسلے کی ایک کڑی:

علی اصغرؑ کا قتل انفرادی طور پر بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ لیکن اس واقعہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کو کریمؑ کے تمام واقعات کے ساتھ مربوط کر دیا جائے۔ امامؑ اور ان کے ساتھیوں نے ۲۷ رجب ۶۰ھ سے لے کر علی اصغرؑ کے قتل تک جتنے مصائب برداشت کئے تھے وہ سب مصائب ایک نظریہ کے تحت ڈھائے جا رہے تھے اور ایک ہی نظریہ کے تحت سوچ سمجھ کر برداشت کئے جا رہے تھے۔ منہج کرنے والوں کا نظریہ یزیدی ملک گیری وہ جاہ پرستی کے جذبہ کے خلاف حسینؑ کی آواز حق کو دینا تھا اور امامؑ کا اور ان کے ساتھیوں کا نظریہ یہ تھا کہ اس کوشش کو رائیگاں بنا کر دنیا کو دکھایا جائے کہ حسینؑ ہی سچے ہیں اور ان کا مخالف ہر اعتبار سے جھوٹا ہے۔ علی اصغرؑ نے ان حالات میں قتل ہو کر امامؑ کی اس مسلسل کوشش میں بڑا ہی کارگر عملی تعاون کیا تھا۔ انھوں نے قتل ہو کر گویا بتایا تھا کہ ”جو جماعت مجھ بے خطا کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ نہ کر سکے وہ جماعت درمندوں پر مشتمل ہے اور اس کا ہر اعلان درندانہ ہوں ملک گیری کے تحت ہے۔ اصول اسلام سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں۔ خلافت کا دعویٰ دھکوسلا ہے۔“ اس حقیقت کو علی اصغرؑ نے اپنے خون سے لکھ کر اپنے قتل کو اسی سلسلے کا ایک جزو بنا دیا تھا جو سلسلہ ۲۷ رجب ۶۰ھ سے ۱۰ محرم ۶۱ھ کو عصر کے وقت تک قائم رہا تھا۔

### علی اصغرؑ کا اپنا ارادہ:

اوپر ہم مفصل بیان کر چکے ہیں کہ کربلا جیسی غیر معمولی جنگ میں ہر شہید کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے اعلان گواہی کرے۔ یا ماؤی و طبیی طرز پر اپنی

آمدگی کا رزار کا اظہار کرے۔ تاہم علی اصغر نے کئی انداز ایسے اختیار کئے تھے جن سے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ باوجود صغریٰ کے آپ نے اپنے عزم و ارادۂ کارزار کا اعلان فرمایا تھا۔

روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند فرمائی تب امام کی بے کسی پر خیمے میں شور مچا کر یہ بلند ہوا۔

امام شورش کر خیمے پر گئے اور بچے کو لے کر باہر آئے۔ واقعات کی ان کڑیوں سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خیمے کی محدرات نے امام کے استغاثے پر یقیناً علی اصغر کی حرکات و سکنات میں کوئی غیر معمولی بے چین کر دینے والا جذبات انگیز تغیر دیکھا تھا۔ جس کا سب نے بہ یک وقت شدت سے اثر لیا تھا۔ اگر اس گریہ کا سبب علی اصغر کی ذات نہ ہوتی تو روایت میں امام کے تشریف لانے کے بعد پہلی بات یہ نہ لکھی گئی ہوتی کہ امام علی اصغر کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں گود میں لیا۔ چونکہ امام خیمہ کا شورش کر پریشان ہو کر آئے تھے اس لئے یہاں آ کر آپ نے جو پہلا کام کیا یقیناً وہ محدرات عصمت و طہارت کے گریہ سے براہ راست تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاسکتا ہے کہ علی اصغر کی پیاس کی کیفیت اور نقاہت نے بیبیوں کو متاثر کیا ہوگا۔ لیکن یہ تصور زیادہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ چند لمحے قبل بھی اس بچے پر پیاس کی تقریباً اتنی ہی شدت تھی۔ چھ ماہ کے بچے کے لئے جیسی چند لمحے کم تین دن کی بھوک پیاس ویسی ہی مکمل تین دن کی بھوک پیاس اس لمحے پیاس کی شدت کو بڑھانے والی کوئی چیز ایک دم سے نہیں آگئی تھی جو عورتوں میں بے ساختہ گریہ پیدا کر دیتی۔ اب بس یہی تصور قرین قیاس رہ جاتا ہے کہ بے شیر علی اصغر نے کوئی غیر معمولی عمل کیا تھا۔ جس نے امام کے استغاثے سے متصل ہو کر ایک حیرت ناک اور عبرت خیز ماحول پیدا کر دیا ہوگا۔



یا تو سچے نے فرمایا ہوگا "ملیک یا ابیہ" یا کہا ہوگا۔ ابھی ایک شہید باقی ہے۔" یا آواز دی ہوگی۔" بابا! امت کو آخری آزمائش میں مبتلا کر کے دیکھئے "ممکن ہے آواز نہ نکلی ہو اور اپنے جسم کی انگریزی سے کسی محبت کرنے والی پھوٹ بھی یا بہن کو اشرہ کیا ہو کہ "بابا کو بلا لیجئے میں ابھی زندہ ہوں۔ اتنی بحث اور ان تصورات کے بعد وہ تاریخی اعتبار سے موجود روایت بالکل بے بنیاد نہیں کہی جاسکتی کہ علی اصغر نے امام کی صدائے استغاثہ سن کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔" ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ننھے مجاہد نے بھی اپنی مادی بے بضاعتی اور طبعی حالت کے باوجود بے مثل عزم و ارادہ کا اظہار کر دیا تھا۔ اس قدر کم سن اور مادی لحاظ سے کم سن مجاہد سے اس سے زیادہ اظہار ارادہ کی توقع کرنا اصولاً غلط ہے۔

علی اصغر کے عزم و ارادے کے اظہار کا دوسرا موقع تھا جب ایک روایت کے مطابق امام کے مطالبہ آب کر چکنے کے بعد علی اصغر نے اپنی سوکھی زبان باہر نکال کر لشکرِ اعدا سے اسی مطالبہ کی عملاً ترجمانی بھی کی تھی۔ بے شیر نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر کر اعلان کیا تھا۔

"میں اس میدان میں اپنے فطری حق کو حاصل کرنے آیا ہوں جس کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہو سکتا۔" اور یہ کہ "مائے پانی کے بند کر کے والو! تم یہ ظلم کر کے ہمارے مسلک والوں کے ارادوں کو پست نہیں کر سکتے۔"

ان دونوں موقعوں پر علی اصغر نے اپنی زبان بے زبانی سے اعلانِ حق اور اظہارِ شہادتِ حق کر دکھایا۔

اختتام:

اس طرح امام حسینؑ نے دسویں محرم ۶۱ ہجری کو اپنے شیرخوار ششما ہے بچے علی اصغرؑ کو قربان گاہ حق پر شہید کر کے وہاں پر موجود افراد اور آنے والی انسانی تسلوں کے قلوب ہمیشہ کے لئے فتح کر لئے۔ علی اصغرؑ کی سوکھی زبان نے وہاں پر موجود تمام افراد کے قلوب میں متحرک آواز پیدا کی تھی۔ اور یہی ایک پراثر لمحہ تھا جو بعد میں یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب کا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑا۔ تھا جناب مختارؑ میں یا جماعت شیعہ عیان علیؑ میں مادی اعتبار سے اتنی قوت ہرگز نہ تھی کہ وہ یزیدی کی قہار مملکت سے ٹکڑے لے سکتے۔ یہ دراصل علی اصغرؑ کے زخمی نگے اور سوکھی زبان کا دل ہلا دینے والا تصور اور اس جیسے چند دیگر جذباتی مناظر تھے جو عوام کے قلوب کو متواتر اور مسلسل برما رہے تھے۔ اور یزید کے خلاف انقلاب کی جزیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اس جذباتی تحریک انقلاب کو جب مختار جیسے صاحبان عزم کا سہارا مل گیا تب اس نے یزیدی حکومت کے خلاف ٹخم پر آب پاشی کا کام کیا اور منافقت کے ریگستان میں حق و ایمان کی کاشت تیار ہو گئی۔

وہ حقیقتیں مسلمہ ہیں اول تو یہ کہ علی اصغرؑ کی شہادت کا اثر انسانی قلوب پر فوراً ہوا تھا اور دوسرے یہ کہ اس نے اثر ڈال کر بہت دیر تک، بلکہ تا قیامت، اپنے اثر کو مسلسل باقی رکھا ہے نیز وقت گزرنے کے ساتھ اثر میں شدت پیدا ہوتی گئی۔

ششما ہے شیرخوار کی حالت نزع تھی اور اگر عمر سعد اس کو چند لمحہ بھی ایسی حالت میں اور رہنے دیتا تو بچہ فطری موت سے انتقال کر جاتا۔ مگر چند لمحات کے بعد آنے والی فطری موت کا بھی انتظار نہ کرنا پاتا ہے کہ ابن سعد کے لئے فوج کے سامنے بچے کی حالت ایک قوت متحرکہ بن گئی تھی اور وہ اس کی وجہ سے شدید ترین خطرے کو محسوس کر رہا تھا۔



اسی لئے اس نے بچے کو فوراً قتل کر دیا تاکہ وہ معصوم تصویر جلد سے جلد لشکر کے سامنے سے ہٹ جائے اور لشکر کے فکر و احساس کو جتنا ہو سکے کم متاثر کرے۔ لیکن مرحبا اے علی اصغر! آپ کی حیات جتنی اثر انداز تھی اس سے زیادہ آپ کا قتل اثر پذیر ہوا۔ آپ کے قتل کے بعد فوج نے اور فوج کے ذریعہ عوام نے ایک فیصلہ کن اثر لیا اور اس کے تحت حسینؑ کے موقف کو حق مان لیا۔ یزید کے تحت کو اکھاڑ پھینکنے میں آپ کی شہادت کو بڑا داخل ہے۔

نہ صرف یزیدی عوام کے اوپر اس ماحول میں علی اصغرؑ کی شہادت نے اثر ڈالا تھا، بلکہ تاریخ کے لافانی دامن میں محفوظ ہو جاتے کے بعد اب ہر مسلک و مذہب و ملت کے اور ہر دور کے انسان اس واقعہ سے سبق لے رہے ہیں۔ اسی سچے کی شہادت کی وجہ سے آج بھی انسان کی مختلف فطرتوں کا توازن کرنے والے لوگ حسینؑ کے بے پناہ صبر و استقلال کے قائل ہو رہے ہیں۔ آج اخلاقی قدروں کا قائل ہندو گنگا کی سوگند کھا سکتا ہے اور چلا کے کہے گا کہ بہتی گنگا کا ہر قطرہ ایسے معصوم کے لئے مباح ہے۔ مصر کا باشندہ دریائے نیل کو خشک دیکھ سکتا ہے، مگر معصوم بے شیر بچہ کو ان حالات میں ہلکتا نہیں دیکھ سکتا۔ ملک چین کا معاشرہ کتنا ہی تباہ ہو جائے مگر اصغرؑ معصوم کے مطالبہ آب کو وہاں بھی مسترد نہ کیا جائے گا۔ امریکہ روس کے معاشرہ میں کتنا ہی تفاوت ہو، مگر علی اصغرؑ کے واقعہ کی حقانیت پر وہ مشترک ہوں گے، اس لئے کہ اس میں انسانیت کے ایک بنیادی اصول کی نشاندہی ہے۔ یہ تو ایک ایسا سانحہ ہے جس پر ہر دور کا انسان بے اختیار مضطرب ہو کر چیخ اُٹھے گا، اور علی اصغرؑ کو پیش کرنے والے معصوم مقدس ہاتھوں کو بوند دے کر پکارے گا۔ ”حسینؑ زندہ باد۔ حسینیت پائندہ باد“

(سرفراز محترم نمبر ۱۳۸۲ء۔ صفحہ نمبر ۹۳۴/۸۱)

مولانا جعفر الزماں نقوی:

امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ اور خیمے سے حضرت علی اصغرؑ کی رخصت روز عاشور تھا، آفتاب روپہ زوال تھا، امام مظلوم امت ملعون کے ساتھ مصروف پیکار تھے، انہوں نے اس انداز سے تلوار چلائی کہ خاک صحرا خون کفار کے ساتھ عرصہ گزار نظر آتی تھی اور تمام ظالمین نے راہ قرار اختیار کی اس وقت امام مظلوم میدان میں تبہا کھڑے تھے اور میدان دشمنان خدا و رسولؐ سے خالی ہو چکا تھا، عین اس وقت امام مظلوم نے میدان میں ایک بلند مقام پر جا کر اپنے رہوار کو روکا، اس کے بعد اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کر کے میدان میں نگاہ فرمائی، تیز دھوپ میں پورا میدان سرابی انداز سے چمک رہا تھا اور کوئی ملعون بھی میدان میں نظر نہیں آ رہا تھا، اس کے بعد امام مظلوم نے گنج شہیداں کی طرف نگاہ فرمائی۔ سامنے جوانوں کی لاشیں نظر آئیں، ہر ایک طرف نگاہ فرمائی، ہر قربانی کو اپنے آنسوؤں سے خراج تحسین پیش کیا، اس کے بعد محسوس کیا کہ روز ازل شہدائے عظام کی جو فہرست بنی تھی وہ ابھی تک مکمل ہے، اس کے بعد امام مظلوم نے آہستہ سے استغاثہ کیا۔

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

ہے کوئی جو آج مجھے مظلوم کی میرے اس مقصد اعلیٰ میں نصرت کرے؟  
مگر اس آواز پر دشت کربلا میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا اور لشکر ملعون میں سے کسی نے جواب نہیں دیا، پورے میدان پر موت کا سکتہ اور شناٹا طاری تھا۔ کائنات کی ہر چیز ہر مرتبہ استغاثہ نصرت پر زبان حال کے ساتھ بیک بیک کہہ رہی تھی، لیکن بے نیاز ذات نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی، امام مظلوم نے دوبارہ استغاثہ بلند فرمایا



کہ کوئی ہے جو اسلام کی ڈوبتی نیا کو کنارے لگانے میں میری نصرت کر سکے، کوئی ہے ایسا جو توحید کو بچانے کی خاطر اور وحدت کی لاج رکھنے کی خاطر ناصرین کر میدان میں آئے۔

یہاں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے کہ مدد شخصیت کی ہوتی ہے اور نصرت مشن یا مقصد کی ہوتی ہے، امام حسینؑ نے اپنی ذات کی مدد نہیں چاہی تھی بلکہ اپنے مقصد اعلیٰ کی نصرت کے لئے صدائے استغاثہ بلند فرمائی تھی کیونکہ اس وقت اگر انہیں اپنی ذات اطہر کی مدد کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، ملکوت ارض و سما، اور مریاتو انسانی سے ماوری تمام مخلوق مدد کرنے کی متمنی تھی مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی۔

میں اسی وقت ایک خیمہ سے چھ ماہ کے ایک کسمن معصوم نے عرض کیا کہ بابا جان! میں تو کافی دیر سے انتظار میں ہوں، مجھے بھی تو اپنی نصرت کا موقع عطا فرمائیے، بابا جان! اگرچہ میں کسمن ہوں اور اپنے پاؤں پر چل کر میدان میں آنے سے بھی قاصر ہوں مگر اسلام کی نافرمانی کو حاصل مراد تک پہنچانے کی مکمل صداقت رکھتا ہوں، میری لاکھ جان حاضر ہے، آپ مجھے کسمن نہ سمجھیں، مجھے ایک بار اپنی نصرت کا موقع عطا فرمائیں، میں آج ایسی نصرت کروں گا کہ کائنات میری چند لچاتی نصرت کو تاقیامت یاد رکھے گی، میری خاموشی کے خطبات اسلام کا بھرم رکھنے کے لئے کافی ہیں، میرے گلوئے نازک سے بہنے والے خون کے چند قطرات وحدت کی لاج رکھیں گے، میری شہادت سے وہ ہنگامہ دروہ برپا ہوگا کہ قصر باطل کی بنیادیں تک ہل کر رہ جائیں گی اور جب میرا سر طور و فاقہ پر بلند ہوگا تو توحید و نبوت کو اسی وقت معراج حقیقی حاصل ہوگی اور پھر کبھی بھی اسلام کا علم سرنگون نہیں ہوگا، اس وقت شہزادہ علی اصغرؑ نے گہوارے میں

اپنے جدِ اطہر مولائے کائنات کا طریقہ اختیار فرمایا اور آپ نے قلم کو چاک کر کے خود کو گہوارے سے گرا دیا، مستوراتِ توحید و رسالت کی نظر پڑی تو انہوں نے فوراً جا کر معصوم کو اٹھایا اور دوبارہ گہوارے میں سلا دیا، مگر معصوم کو گہوارے میں سکون نہیں آیا بلکہ پھر اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا، جس وقت تیسری مرتبہ معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرایا تو اس وقت مستورات میں کھرام بپا ہوا، ماں نے معصوم کو اٹھایا اور پوچھا کہ بیٹا آپ بار بار کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ پاک شہزادے نے رو کر زبانِ حال سے عرض کیا کہ اماں جان! میں اپنے بابا کی نصرت کرنا چاہتا ہوں، میری غیرت پہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے ہوتے ہوئے میرے بابا اپنے آپ کو غریب کہلوائیں جس وقت معصوم شہزادے نے زبان بے زبانی سے یہ عرض کیا تو تمام مستورات جمع ہوئیں اس وقت حضرت اُمّ ربابؓ نے اپنے معصوم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی زبان ماں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟ میرے لختِ جگر میں آپ کا مدعا سمجھ چکی ہوں کہ آپ کو اپنے بڑے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے بابا کی غربت اور تنہائی کا احساس ہے اور آپ ماں کے دودھ کی لاج رکھنے اور مجھے سرخرو کرنے کی خاطر مظلوم بابا کی نصرت کرنا چاہتے ہیں معظّمہ اپنے لعل کو اٹھا کر خیمہ سے باہر آئیں اور انہیں جناب شریکۃ الحسینؓ بی بی حضرت زینبؓ کے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا کہ شہزادی! ہر کسی نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کی ہیں، اب آپ میری قربانی بھی قبول فرمائیں حضرت زینبؓ نے جلدی سے معصوم کو اس انداز سے اپنے دونوں ہاتھوں پر لیا کہ جس طرح قرآن کریم کو بااذب ہو کر لیا جاتا ہے۔

معصوم شہزادے کے زرد رخساروں پر بوسہ دیا اور اپنی پاک ردائے ظہیر میں لے کر سینے سے لگا لیا، اس کے بعد جناب فضہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بھائی جس



حال میں بھی ہیں انہیں عرض کریں کہ ایک مرتبہ خیام میں آئیں امام مظلوم سے یہ صدائے غیب میدان میں محسوس کی، اپنے سب سے بڑے ناصر کی لبیک کی آواز سنی ذوالیحراح کا رخ خیام کی جانب موڑا

فارتفعت اصوات النساء بالعويل فتقدم الى باب الخيمة وقال  
لاخته ناولنى ولدى الصغير حتى اودعه.

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت مستورات اطہار میں صدائے گریہ بلند ہوئی تو امام مظلوم اپنے رہوار کو خیام کے در پر لے آئے اور بہن سے فرمایا کہ بہن! ہمیں ہمارا معصوم بیٹا علی اصغر دیں، ہم اس کے ساتھ آخری وداع فرمانا چاہتے ہیں، جس وقت معظّمہ بی بی نے حضرت علی اصغر کو ان کے سپرد فرمایا تو امام مظلوم نے فرمایا۔  
وقال لها يا اختاه اوصيك بولدى الاصغر خيرا فلانه طفل صغير  
وله من العصر ستة اشهر فقال له يا اخي ان هذا الطفل له ثلاثة  
ايام ماشرب الماء طلب له شربة من الماء

اے میری ہمشیرہ ہم اس چھ ماہ کے صغیر لعل کو آپ کی حفظ و امان میں دیتے ہیں، آپ کو اس کا خیال رکھنا ہے، اس وقت معظّمہ بی بی حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ آپ اس معصوم کے متعلق تاکید تو فرما رہے ہیں مگر یہ معصوم تو تین دن کا بیبا سا ہے، اگر ہو سکے تو پہلے اسے پانی پلا دیں، اُمت سے اس معصوم کے لئے پانی طلب تو کریں، ممکن ہے کہ اُمت کو اس معصوم پر ترس آجائے اور اسے پانی دے دیں۔

انام ترین العابدین روایت کرتے ہیں کہ شب عاشور ہمارے بابائے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا یہ بھی کل تو حید کی عظمت پر قربان ہو جائیں گے، یہ خبر سن کر جناب قاسمؑ تڑپ اٹھے تھے اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا ظالمین خیام

میں بھی آجائیں گے اور اس معصوم کو یہاں شہید کریں گے؟ امامؑ نے فرمایا تھا کہ ان کو خیام میں شہید نہیں ہونا بلکہ ہم ان کو میدان میں لے کر جائیں گے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے بھی پہلے سے باخبر تھے، اس لئے جس طرح عام صاحبانِ مقل لکھتے ہیں وہ بات عجیب لگتی ہے، بلکہ حضرت علی اصغرؑ سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت کو ان کی شہادت کا علم تھا بلکہ ہر شہید کی شہادت کا علم تھا، صرف ترتیب معلوم نہیں تھی۔

اس لئے جس وقت امام مظلومؑ خیام میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے پردہ دارانِ توحید و رسالت کو سلام کیا، فرمایا کہ اے اللہ! بیتِ نبوت غریب کا سلام ہو، سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت آخری قنات کے دروازے پر تشریف لائے، امام مظلومؑ قنات سے اندر اپنے رہوا پر سوار ہو کر داخل ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے رونے کی آواز سنی ہے اس لئے خیام میں واپس آ گئے ہیں، اس گریہ کی وجہ کیا ہے؟

حضرت زینبؑ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ ازل کے سبھی فیصلوں سے آپ خود آگاہ ہیں، جس وقت آپ نے طلبِ نصرت کا اعلان فرمایا تو آپ کے معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا ہے۔

آپ نے رات فرمایا تھا کہ سارے میرے اصحاب و انصار اور عزیز رشتے دار شہید ہو جائیں گے اور ان شہداء میں آپ نے اس معصوم کا نام بھی لیا تھا مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس معصوم کو کس وقت قربان ہونا ہے، اگر اس معصوم کی قربانی کا وقت آ گیا ہے تو معصوم نصرت کے لئے تیار ہے اس وقت امام مظلومؑ نے شہزادے علی اصغرؑ کی ماں حضرت اُمّ ربابؑ کی طرف سوالیہ نگاہ فرمائی، انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقا میں



آپ کی ہر رضا پر راضی ہوں، یہ معصوم لعل تو میرے پاس آپ کی امانت ہے، اگر آپ اسے لے جانا چاہیں تو لے جاسکتے ہیں کیونکہ آپ مالک ہیں بلکہ میرے لئے تو یہ اعزاز ہے کہ میرا کفن آپ کے کسی کام آجائے، میں تو آپ کی کینز ہوں۔

امام مظلومؑ نے جس وقت یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ اولاد والدین کے لئے ایک مجبوری بھی ہوتی ہے مگر اولاد سے بڑھ کر ایک اور مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اگر بھائے دین خدا کی خاطر اولاد قربان کرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

آج مجھے اپنی نصرت کے لیے اس معصوم کی ضرورت ہے، آپ ایسا کریں کہ اسے سجا سنوار کر مہیائے جہاد کریں، چونکہ ہمارے سامنے بھی دشمنانِ خدا و رسولؐ ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسے شان و شوکت سے میدان میں لے جائیں۔

ہر ماں کی طرح آپ کے دل میں بھی یہ تمنا ہوگی کہ علی اصغرؑ جوان ہوتا، ہم اس کی خوشی کرتے، اس کی شادی ہوتی، ہم اسے سہرا پہناتے، اب وہ تمنائیں تو اس وقت پوری ہوں گی کہ جب ہمارے آخری لختِ جگر مہدیؑ کا خروج ہوگا اب چونکہ وقت کم ہے اس لئے جلدی سے اسے سجا سنوارنے کی کچھ حسرتیں آپ پوری کر لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کفن بہن ساری رات بھائی کو لوری دے کر ملنے کی کوشش میں مصروف رہی اس معصوم سیکنہ بی بی نے بھی بھائی کے ساتھ وداع کیا ہوگا، تاریخ تو اس بارے میں خاموش ہے مگر دل کہتا ہے کہ اس بہن نے بھائی کے ساتھ وداع ضرور کیا ہوگا اور کہا ہوگا کہ بھائی اگر میدان میں جاتا ہی ہے تو ذرا اپنی بہن سے آخری مرتبہ پیار تو کروالیں تاکہ میرے دل میں آپ کو پیار کرنے کی حسرت نہ رہ جائے۔

تاریخ تو یہ نہیں بتاتی کہ معصومہ سیکنہ بی بی نے صغیر بھائی سے کسی طرح وداع کیا، یہی جانتے تھے کہ اس معصوم کو جب میدان میں جانا ہے تو پھر زخمِ واپس نہیں آنا

ہے، کیونکہ امام مظلوم اس معصوم کی شہادت کی خبر شبِ عاشورہ پہنچے تھے، اس لئے دل کہتا ہے کہ ماں نے معصوم لعل کو رخصت کرتے وقت یہ بھی فرمایا ہوگا کہ علی اصغرؑ آپ کے بھائی سجاد جو اس وقت غش کی حالت میں ہیں ذرا ان سے بھی آخری مرتبہ مل لیں، ان سے بھی پیار کرالیں، بہنوں سے بھی پیار سے ہونٹوں پر پیار لے لیں۔

تاریخ اور صاحبانِ مقتل یہ بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امام مظلوم نے شہزادہ کو کس معظمہ بی بی کے ہاتھوں سے لیا تھا اور اس بات پر اکثر مؤرخین متفق نظر آتے ہیں کہ انہوں نے شہزادہ کو ان کی والدہ کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے لیا تھا۔

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شریف گھروں کی باہیا مستورات کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچوں کو خود اٹھا کر عام رشتہ داروں کی موجودگی میں اپنے شوہر کے سامنے نہیں آتی ہیں اور یہ پاک خاندان کی گھریلو زندگی اور ان کی اعلیٰ روایات کے عین مطابق تھا کہ اُمّ ربابؑ نے اپنے فرزند کو خود اپنے سر تاج کے سپرد نہیں کیا بلکہ شہزادے کو امام مظلوم نے حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے ہاتھوں پر لیا تھا۔

اُس وقت معظمہ حضرت زینبؑ نے نختِ جگر کو بھائی کے ہاتھوں پر رکھا تو مرزا دہیر فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادے علی اصغرؑ کی ماں اپنے نو نہال کے قریب آئیں اور معصوم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر معصوم کے ماتھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے مستوراتِ رسالت تمہیں میرا اعلیٰ آخری سلام کر رہا ہے۔

اصغرؑ کو لے چلے جو شہنشاہِ بحرِ دہر  
مژدے کے اُس نے کہنے پہ حسرت سے کی نظر  
نخا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر  
ہاتھ پکاری پھیر کے منہ کو ادھر ادھر  
لوگو! مرا کلیجہ نکلا ہے تھام لو



اصغر سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو

گھر سے نہیں چلے ہیں، یہ دنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑنے والے کود کھاتے ہیں  
 نہ ننگ پکاری ہونٹوں کو بھی تو ہلاتے ہیں اتنے بڑوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں  
 وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارے  
 بس دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھاریے

اس کے بعد حضرت اُمّ ربابؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ بیٹا میدان میں  
 جا رہے ہو خیال رکھنا کہ آپ کے جیتے جی کوئی تیر آپ کے ہاتھ کی جانب نہ آتے  
 پائے، اگر کوئی ظالم تیر چلائے بھی سہی تو اپنا گلہ پیش کرنا فرمایا کہ میرے نوہاں مجھے  
 اپنے دودھ پر مکمل بھروسہ ہے مگر پھر بھی تاکید کروں گی کہ آج امام مظلومؑ پر سبھی پیہیاں  
 اپنے اپنے جوان بیٹے اور بھائی قربان کر کے حضرت فاطمہؑ زہراؑ سے سرخرو ہو چکی ہیں،  
 کسی بی بی نے اکبر جیسا جوان بیٹا دیا ہے، کسی بی بی نے قاسم جیسا دولہا نکدا کیا ہے،  
 کسی بی بی نے عونؑ و محمدؑ جیسے حسینؑ و ولیدؑ قربان کئے ہیں، اب میری ہاری آئی ہے تو  
 اب آپ ہی کو ماں کے دودھ کی لالچ رکھنا ہے، اب ماں کی عزت آپ کے ہاتھ میں  
 ہے۔ (بہانس المنظرین علی روضۃ المظلومین، ص ۲۷۲ تا ۲۷۵)

خیام سے برآمدگی:

تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ کر بلا اپنے معصوم گواہ کو اٹھا کر جب خیمے سے برآمد  
 ہونے لگے تو پہلی قنات کے اندر پہلے خود گھوڑے پر سوار ہوئے، تلوار کمر کے ساتھ  
 تھی، جس وقت زمین پر سوار ہو چکے تو اس وقت حضرت زہراؑ سے فرمایا کہ اب یہ  
 معصوم ہمیں دے دو، معصوم کو اپنے آگے زمین پر ڈالو، وہیں پر لٹایا اور خیمے سے باہر

تشریف لے آئے۔

باہر گرم لود چل رہی تھی، سورج عین نصف النہار پر تھا، امام مظلومؑ نے اپنے معصوم نعت جگر کے چہرے پر نگاہ فرمائی، تمازت آفتاب کی وجہ سے معصوم کی پیاس بڑھ گئی، بلا تشبیہ جس طرح مچھلی پانی سے باہر آئے تو جلدی جلدی منہ کھولتی اور بند کرتی ہے، اسی طرح معصوم نے جلدی جلدی سانس لینا شروع کئے، امام مظلومؑ نے ذوالجناح کو روک کر فوراً پشت سے ڈھال کو اتارا، ایک ہاتھ سے معصوم کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے معصوم پر ڈھال کا سایہ کیا، اس رنگ میں ظالمین کی طرف روانہ ہوئے۔

اس وقت شامیوں نے نگاہ کی تو امام مظلومؑ کی آغوش میں غلافوں میں لپٹی کوئی چیز نظر آئی، ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یقیناً امام مظلومؑ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر یاد رکھو کہ صفین کے میدان میں ہم نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا اور ان کے بابا علی مرتضیٰ نے حکم دیا تھا کہ جزدان میں قرآن نہیں پتھر بھرے ہیں ان منافقوں سے جنگ کرو، آج یہ قرآن لے کر آرہے ہیں، کل انہوں نے صرف حکم دیا تھا، حیر مارے نہیں تھے، آج ہم قرآن پر تیر برسا کر دکھائیں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شامیوں نے معصوم کو قرآن کیوں سمجھا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ امام مظلومؑ جتنی مرتبہ بھی خیام میں تشریف لے گئے تو امت پر اتمام حجت کے لئے ہر مرتبہ کوئی چیز ضرور لے آئے، یعنی کسی وقت عمامہ، رسولؐ سراطہر پر موزوں فرما کر اتمام حجت کیا، کسی وقت دیگر تبرکات کے ساتھ آراستہ ہو کر آئے، اس لئے ظالمین نے یہ سمجھا کہ اب اتمام حجت کا آخری سامان قرآن ہی ہو سکتا ہے۔ جس وقت امام مظلومؑ میدان میں تشریف لائے تو ظالمین نے آواز دی کہ ہم سمجھ گئے ہیں، آپ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر ہم نہیں مانیں گے۔ امام مظلومؑ نے فرمایا



کہ دیکھو یہ قرآن ہمیں بلکہ یہ ماں کی ماما کا مصحفِ ناطق ہے اور اس کے معصوم رخ انور کی زیارت تمام آلِ محمدؑ کا دستور ہے، اتمامِ حجت کے لئے اللہ کے دینِ مبین کا آخری گواہ بنا کر لایا ہوں۔

امامِ مظلومؑ نے اپنے رہوار کو ظالمین کے سامنے روکا، شہنشاہِ کربلا زینِ دُوالجناح پر سوار تھے، ظالمین کی نگاہیں اس ڈھال پر مرکوز تھیں کہ جس کے نیچے ان کے خیال کے مطابق قرآن کریم تھا، جس وقت شہنشاہِ کربلا کا رہوار لشکرِ ملعون کے سامنے آیا تو وہ ملائین و ظالمین یہ ارادہ رکھتے تھے کہ جو نبی یہ قرآن پاک ظاہر فرمائیں گے ہم تیروں کی بارش کر دیں گے۔

مگر جب شہنشاہِ کربلا نے اپنی ڈھال ہٹا کر معصوم کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور معصوم علیٰ اصغر کا رخ اقدس مآب ظاہر ہوا تو تیس ہزار کمانوں سے تیر زمین پر گر گئے، ظالمین نے نگاہ کی تو دیکھا کہ معصومیت کا خداوند لاشریک اپنی جملہ معصومیت چہرے پر سجا کر سویا ہوا تھا، کیفیت یہ تھی کہ معصوم کی آنکھیں بند تھیں، پیاس سے چہرہ سفید ہو چکا تھا، رو رو کر معصوم اپنے ہونٹ کھولتا تھا، یہ دردناک منظر دیکھ کر تمام لشکرِ شام کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوئے۔

ایک ایسا ہنگامہ درود پڑھا کہ جس کے ساتھ انفس و آفاق میں قیامت خیزورد کی لہر موجزن ہوئی، ظالمین کے لشکر میں سنگدل سے سنگدل آدمی بھی منہ چھپا کر رونے میں مصروف تھا۔

اس وقت امامِ مظلومؑ نے اپنے معصوم نعلِ کوزین سے اٹھایا، اپنے سینہ سے لگایا اور معصومیت پر پیار آیا تو معصوم کی جبین پر بوسہ دیا اور معصوم کے ساتھ راز و نیاز کے انداز میں کلام فرماتا شروع کیا۔

کتب مقاتل کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ "وہو تناغی" عربی زبان میں کہتے ہیں کہ المواء تناغی الصبی او تکلمہ بما یعجیہ ویسرہ جس طرح ماں اپنے معصوم بچے کے ساتھ لوری کے انداز میں سلاتے کے لئے گفتگو کرتی ہے۔۔۔ اسی طرح امام مظلومؑ اپنے کمسن کو بہلانے میں مصروف تھے، ان کے پیار کا یہ انداز دیکھ کر لشکرِ شام میں گریہ کا کھرام پٹا ہوا۔

مظلوم کر بڑا کا آخری مجاہدِ اعظم میدان میں تشریف لایا مگر اس مجاہدِ اعظم کا انداز سب سے عجیب تھا، زرہ کی جگہ ماں کا پہنایا ہوا کرتہ تھا، خیام سے لے کر میدان تک بابا کے کانپتے ہوئے ہاتھوں پر ڈھال کے سائے میں سفر کر کے میدان میں پہنچے، تلواریں کی بجائے پیاس سے بند مٹھیاں تھیں اور رجز کی جگہ ایک لائقانہی خاموشی تھی، دشمن کے دل پر وار کرنے والی پیاس سے خشک زبان تھی، اپنے دادا سرکار امیر المومنینؑ کی طرح اپنی حفاظت سے بے نیاز، آنکھیں بند کر کے نماز تو حید میں مصروف تھے، طویل روزہ داری کے آثار چہرے پر زردی کی شکل میں نمایاں تھے۔

یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جس سے سارا لشکرِ شام اپنے جگر کو تھامے رو رہا تھا، ابنِ سعد ملعون اپنے لشکر سے کچھ پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس کے دائیں بائیں دو ملعون کھڑے تھے، ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا، دوسرا حرمہ بن کاهل اسدی ملعون تھا، یہ ملعون عرب میں چالیس جوانوں کے برابر کا جوان مشہور تھا اور یہ صرف تیر انداز ہی نہیں تھا بلکہ اپنے دور میں تیر اندازی کا بہت بڑا استاد مانا جاتا تھا، ان سب ملائین نے لشکرِ شام کے تیور دیکھے اور میدان میں رونے کی آوازیں سنیں، اس وقت عمر ابنِ سعد ملعون نے ان دونوں ملائین کو سر کے اشارہ سے اپنے قریب آنے کو کہا اور خود گھوڑے کو آگے بڑھا کر لشکر کی سب سے اگلی صف میں آگیا، عقبہ بن



بشر غنوی ملعون اور حرمہ بن کامل ملعون بھی اپنے اپنے گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب آکھڑے ہوئے، اس وقت امام مظلوم نے اتمام حجت کے لئے معصوم کا رخ ظالمین کی طرف پھیرا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ:-

اے گروہ ظالمین! یقین جانو کہ میں فرزند رسول مقبول ہوں اور اگر تم مجھے فرزند رسول نہیں مانتے تو کوئی بات نہیں، لیکن مجھے مسلمان تو سمجھو اگر تم مجھے مسلمان بھی سمجھ لو تو پھر خود متاؤ کہ کیا مسلمان کہلوانے والے پر کسی کلمہ گو کا خون مباح ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان بغیر وجہ کے کسی دوسرے مسلمان کو شہید کر سکتا ہے؟ اگر تم مجھے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تو یہ حدیث تمہیں یاد کرو کہ

کل مولود یولد علی فطرة الاسلام

یعنی پیدا ہونے والا ہر معصوم فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، تمہاری نگاہ میں اگر کوئی قصور یا جرم ہے تو وہ ہمارا ہے، اس معصوم کا تو کوئی جرم نہیں ہے، تم اس معصوم کو پانی تو پلا دو..... اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے تو اس معصوم سے خود پوچھ لو کہ یہ کتنا پیاسا ہے، فطرت انسانی ہے کہ ہر صاحب اولاد بچوں کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دشمن کے بچوں پر بھی ظلم کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا، معصوم چاہے کسی کا بھی ہو وہ قابل رحم ہوتا ہے، مجھے اس معصوم کے لئے تھوڑا سا پانی دے دو جس سے اس کی پیاس بجھائی جاسکے، خود اندازہ کرو کہ چھ ماہ کے کمسن معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے کتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تم اس معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے تھوڑا سا پانی دے سکو تو یہ مجھ غریب اور مظلوم پر احسان ہوگا ظالمین نے نگاہ کی تو اس وقت معصوم اپنی خشک زبان ہونٹوں پر پھیر رہا تھا، اتمام حجت کے دردناک منظر کو دیکھ کر عالم ملکوت میں کبرام پاپا ہوا، لشکر شام و کوفہ میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں، کئی

لوگوں نے بلند آواز سے عمر ابن سعد ملعون عبید اللہ ابن زیاد ملعون اور فرعون شام یزید پر لعنت کرنا شروع کر دی۔

اپنی فوج میں بغاوت کی فضا دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون نے عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرمہ اسدی ملعون کی طرف دیکھے بغیر ایک مبہم سا حکم دیا کہ اقطع نزاع القوم، قوم کے (لشکر شام کے) اس جھگڑے کو ختم کرو۔ یہ معصوم کی معصومیت کا اثر تھا کہ عمر ابن سعد ملعون جیسا شقی القلب درندہ بھی معصوم کو شہید کرنے کا واضح حکم نہیں دے سکا، بلکہ اشارے اور کنائے کے ساتھ حکم دیا ان دونوں ملائین نے اس حکم کو اپنی طرف سمجھا، اور یہ گھوڑوں سے اتر کر فوج سے آگے آکھڑے ہوئے، یعنی عمر ابن سعد ملعون کے گھوڑے کے بالکل سامنے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف آ گیا۔

اس وقت عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرمہ بن کابل ملعون دونوں نے اپنی اپنی کمانوں کو کاندھوں سے اتارا، پھر انہوں نے اپنی کمانوں کے ایک سرے کو زمین پر ٹکا کر دوسرے سرے پر سینے کا زور دیا اور کمان جھکا کر چلے چڑھائے، سب سے پہلے عقبہ بن بشر غنوی ملعون نے زمین پر زانو ٹکا کر شت لگائی، مگر جس وقت اس ملعون کی شہزادے علی اصغر کے چہرے پر نظر پڑی تو اس کے ہاتھ سے تیر زمین پر گر گیا، یہ روتا ہوا واپس مڑا اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ خدا تم سب پر لعنت کرے، کیا ایسے معصوم پر ظلم کرنا ممکن ہے؟ واللہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

اس وقت لشکر شام میں ابن سعد ملعون کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں، پھر اس ملعون نے حرمہ بن کابل اسدی ملعون کو حکم دیا کہ اقطع نزاع القوم قوم کے اس جھگڑے کو ختم کرو، اس وقت حرمہ ملعون نے اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے وضاحت طلب کی اور پوچھا کہ



نزع الاکبر او اصغر... کیا بڑے نزع کو ختم کرنا ہے یا چھوٹے نزع کو؟  
یعنی نشانہ شہنشاہ مظلوم کر بڑا کو بنانا ہے یا کس معصوم کو؟

ابن سعد ملعون نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حرمہ ملعون نے کاندرھے کے  
اوپر سے ہاتھ بڑھا کر ترکش میں سے تیر کھینچا، اس نے تیر سہ شعبہ کمان کے چلے میں  
ڈالا اور فوراً زمین پر زانو جما کر نشانہ لیا۔

یہ حرمہ بن کامل اسدی ملعون تین ہزار تیر انداز کا استاد تھا اور اس زمانہ میں جس  
وژن کی کمان یہ ملعون استعمال کرتا تھا پورے عرب میں اس وژن کی کمان چند طاقتور  
جوانوں کے علاوہ کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت امام مظلوم نے اپنے معصوم فرزند کو ہاتھوں پر بلند فرمایا تاریخ کے الفاظ  
یہ ہیں کہ اتنا بلند فرمایا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

اس وقت ملعون حرمہ نے پوری قوت سے کمان کو جھکایا اور اس میں تیر چڑھا کر  
شت لگائی، امام مظلوم نے بائیں ہاتھ پر معصوم کو اٹھا کر دائیں ہاتھ کو معصوم کی کمر پر  
سہارے کے طور پر رکھا ہوا تھا اور معصوم کا رخ اُمت ملعون کی طرف کر کے کلام  
فرمانے میں مصروف تھے اس وقت حرمہ ملعون نے چلے میں تیر چڑھا کر زہ کو کھینچا،  
ایک بار کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، دوبارہ کھینچی مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، اس ملعون نے  
تیسری مرتبہ کمان کو کھینچا مگر پھر بھی تیر نہیں چھوڑ سکا، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے  
اسے جھڑک کر کہا کہ اے بد بخت تو تیر اندازی کا استاد کہلوانا ہے حوصلہ کیوں ہار گیا  
ہے؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے، ظالم تو بڑا سنگدل ہے۔

دو باتیں ایسی میرے سامنے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں تیر نہیں چلا سکتا ہوں،  
ابن سعد ملعون نے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ

جس وقت میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا دل کانپ جاتا ہے اور ساتھ ہی میرے ہاتھ بھی کانپ جاتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مظلوم کرب و بلا کے ہاتھوں پر معصوم بھی کانپتا ہے اور اس کے ساتھ عرش الہی بھی کانپ رہا ہے اور جب میں تیر چلانے کے لیے معصوم کے گلے کا نشانہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک معصوم کا گلا نہیں ہے بلکہ رسول خدا ہیں کہ جنہوں نے اپنا گلا معصوم کے گلوئے نازک پر رکھا ہوا ہے، اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آ رہا کہ میں کون سے گلے کا نشانہ لے کر تیر چلاؤں۔

ابن سعد ملعون نے پوچھا کہ دوسری وجہ کیا ہے جو تجھے تیر نہیں چلانے دے رہی؟ حرمہ ملعون نے رو کر کہا کہ اے ظالم! تجھے کیا معلوم، ذرا امام مظلوم کے خیمے کی طرف نگاہ کر کہ جس وقت میں تیر چلانے کی کوشش کرتا ہوں تو سامنے جو قنات ہے وہ ہل جاتی ہے، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایک ماں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے کہ اے ظالم! کچھ تو خوف خدا کر، میری آغوش خالی نہ کر، میرے نورِ نظر پر ظلم سے باز آ جا، ظالم بچوں کا حلق تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ خالق نے ان کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کی غذا شیر مادر کو قرار دیا ہے۔ اس خیال سے تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اسے ڈانٹ کر گالی دی اور کہا کہ تمام شکر باغی ہو رہا ہے اور تو بہانے تراش رہا ہے، اب دیر نہ کر، فوراً یہ قصہ ختم کر۔ جس وقت شہزادہ علی اصغرؑ کا گلوئے نازک بادِ سموم کی زد میں آیا تو اس کا اتنا شدید اثر ہوا کہ ماما کے اس نازک پھول کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سرخ ہو گیا، اور حسن نبویؑ کا یہ پھول ایک دم مرجھا کر شاخِ شجر سے گر کر زمین ہوس ہو گیا، ارض و سما متزلزل ہوئے، عرش الہی کا چمن لگا، قیامت کے آثار ظاہر ہوئے، ہر طرف ہائے ہائے کا شور بلند ہوا۔



صاحبانِ مقتل نے اس موقع کی مناسبت سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جس طرح عرب اور ایران میں یہ رسم رائج ہے کہ روز عاشور کے تمام واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح تہریز (جو حضرت شاہ شمس تہریزی کا وطن ہے) میں بھی روز عاشور پورے واقعہ کربلا کو عملی صورت میں پیش کیا جاتا تھا ایک سال انہوں نے روز عاشور شہزادہ علی اصغر کی شہادت کے واقعہ کو پیش کرنے کا پروگرام مرتب کیا، انہوں نے کئی مومنین سے حرمہ بن کمال اسدی ملعون کی شبیہ بننے یعنی اس ملعون کا کردار ادا کرنے کے لئے گزارش کی مگر کوئی مومن بھی اس پر آمادہ نہ ہوا، پھر مومنین نے مشورہ کیا کہ ہم کسی ایسے آدمی کو حرمہ کی شبیہ بنائیں جو غیر مذہب کا ہو کیونکہ ایران میں آج بھی آتش پرست مجوسی موجود ہیں، انہوں نے تہریز کے ایک آتش پرست کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حرمہ ملعون کا کردار وہ ادا کرے گا، اور اسے سمجھایا گیا کہ تیرے ساتھ ایک فوج ہوگی، تیرے سامنے ایک بزرگ سید امام مظلوم کی شبیہ بن کر آئیں گے، ان کے ہاتھوں پر معصوم شہزادے کی شبیہ ایک سیدزادہ بچہ ہوگا، وہ تجھ سے پانی طلب کریں گے، تو عرض کرنا کہ میں پانی نہیں دے سکتا، اس کے بعد تیر فضا میں چھوڑ دینا، یہ سارا پروگرام مرتب کیا گیا اور اسے سب کچھ سمجھا دیا گیا۔

جس وقت روز عاشور بعد از زوال آفتاب شہزادہ علی اصغر کی شہادت کا وقت ہوا تو اسی طرح میدان میں فوجوں کی صف آرائی کی گئی، اس آتش پرست کو فوج میں مرکزی مقام دیا گیا، میدان میں خیمے لگائے گئے، اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا، ایک بزرگ سید خیمے میں سے گھوڑے پر برآمد ہوئے، ان کے ہاتھوں پر ایک کسن معصوم تھا، جس پر انہوں نے ڈھال کا سایہ کیا ہوا تھا اور عبا کا دامن بھی معصوم پر رکھا ہوا تھا، انہوں نے پروگرام کے مطابق فوج کے سامنے اس معصوم کے لئے پانی کا سوال کیا اور معصوم

کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا کہ اے فوجِ اشقیا! میرے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی تو پلا دو؟ ان بہتے ہوئے دریاؤں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، مجھے معصوم کے لئے پانی تو دے دو۔

جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا تو اس آتش پرست کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس کے ہاتھ پاؤں کاپٹنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس وقت اس نے سید بزرگ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امام حسین مجھے تو یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب وہ پانی طلب کریں تو انکار کر دینا، میرے آقا! واللہ میں اب انکار نہیں کر سکتا، کیا آپ جیسے کریم سے کسی چیز کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ خدا جانے وہ ملعون کتنے سنگدل تھے کہ جنہوں نے معصوم کو بھی پانی نہیں دیا تھا۔

حملہ ملعون کا ظلم بھرا حیر اس قدر شدید تھا کہ تاریخ کے الفاظ ہیں۔

ذبح من اذن الی اذن میں اس کا ترجمہ تو نہیں کر سکتا صرف اتنا عرض کروں گا کہ جس وقت ظلم بھرے تیرے آکر گلے کا بوسہ لیا تو معصوم نے ایک بار بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی، دونوں ہاتھیں کھول کر بابا کے گلے میں ڈال دیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت معصوم علی اصغر بابا کے چہرے پر نگاہ کر کے مسکرائے، اس کے بعد اپنے بابا کے ہاتھوں میں سر سجدے میں جھکا دیا، جس وقت معصوم نے بڑھ کر اس ملعون کا تیرے گلے پر لیا تو حملہ ملعون نے دلاطلب نگاہوں سے ابنِ سعد ملعون کی طرف دیکھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حملہ ملعون کے تیرے ایک وقت دو زخم لگائے، پہلے اس نے



معصوم علی اصغرؑ کا گلا زخمی کیا، پھر امام مظلومؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا، امام مظلومؑ نے اپنے بازو سے اسے باہر نہیں کھینچا بلکہ فوراً معصوم کو سینے سے لگا کر اپنا ایک ہاتھ معصوم کے گلے کے زخم کے نیچے رکھ دیا تاکہ خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے، جس وقت ہاتھ خون سے لبریز ہو گئے تو امام مظلومؑ نے اس خون سے اپنی ریش اطہر خضاب فرمائی، اس کے بعد دوبارہ ہاتھ زخم کے نیچے رکھ دیا، جس وقت خون جمع ہو گیا تو اسے آسمان کی طرف روانہ فرمایا، امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ

فلم تسقط من ذالك الدم قطرة الى الارض

معصوم کے خون کو جس دم آسمان کی طرف اچھالا گیا تو اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہیں آیا۔ جس وقت امام مظلومؑ معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھ کر خون جمع کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت معصوم کا سر بابا کے شانہ پر تھا، گلے میں سے خون جاری تھا۔

معصوم کی حالت اور کیفیت دیکھ کر لشکرِ شام کی چیخیں نکل گئیں، ابن سعد ملعون نے حملہ بن کاہل ملعون کو نشانے کی داد دی، ظالم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

مظلوم اکبر..... علی اصغرؑ:

کر بلا کی سر زمین ہے، قیامت کا روز ہے، امام مظلومؑ کے ہاتھوں پر معصوم کی لاش ہے، یہ اپنے معصوم کو پانی پلانے کے لئے میدان میں لائے تھے، معصوم پانی سے تو سیراب نہیں ہو سکا مگر جامِ شہادت سے سیراب ہو گیا، جس کے بعد کسی پیاس کا امکان ہی باقی نہیں رہا، اس وقت امتِ ملعون اگر اس معصوم کو پانی دے دیتی تو یہ معصوم کتنا پانی پی لیتا؟ ایک یا دو گھونٹ اور یہ حقیقت ہے کہ چھ ماہ کے معصوم کے

گھونٹ پانی کے قطرے ہوتے ہیں۔

امت ملعون کے سامنے دو دریا بہہ رہے تھے، ایک دریائے فرات تھا کہ جو کر بلا سے تھوڑی دور مشرقی طرف بہہ رہا تھا اور اس کی ایک نہر علاقہ ”خیام حسینی“ سے تھوڑی دور اس مقام پر تھی کہ جہاں آج حضرت عباسؓ کا روضہ اطہر ہے دوسری نہر ہندی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے، جسے پہلے نہر طور یج کہا جاتا تھا، نہر علاقہ زمین میں غائب ہو گئی تھی کیونکہ جس وقت جناب سجادؓ شام سے واپس تشریف لائے تھے تو اس وقت انہوں نے نہر علاقہ کو دیکھ کر فرمایا تھا تو ابھی تک سطح زمین پر جاری ہے، تو شرم سے زمین میں دفن نہیں ہو گئی؟ اس فرمان کو سنتے ہی نہر کے دونوں کنارے آپس میں مل گئے تھے اور وہ آج بھی زیر زمین جاری ہے، حال ہی میں اس کی ویڈیو کیسٹ بھی آچکی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ نہر حضرت عباسؓ کے اصل مزار کے نیچے جاری ہے۔

معصوم شہزادے کو شہید کرنے والا حرمہ بن کامل اسدی ملعون تھا جو فن تیر اندازی میں بڑا ہی ماہر سمجھا جاتا تھا۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ عقبہ بن بشر اسدی جو کہ عقبہ بن بشر غنوی ملعون سے ایک علیحدہ شخصیت ہے، وہ ایک دن امام ابو جعفر محمد الباقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس نے پوچھا کہ آقا آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ تو اسدی قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ہمارا ایک خون اسدی قبیلہ کی گردن پر بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ آقا اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے، امامؑ نے فرمایا کہ ہاں تیرا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر جب ہم کسی اسدی جوان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں امام مظلومؑ کی آغوش میں شہید ہونے والا معصوم یاد آ جاتا



ہے، جسے تمہارے قبیلے کے ایک ملعون نے سید الشہداء کی آغوش میں شہید کیا تھا۔

منہال ابن عمرو جسے صحابی رسولؐ بھی کہا جاتا تھا یہ وہ منہال ہے کہ جو شام میں جناب سید الساجدینؑ کو بھی ملا تھا، یہ روایت کرتا ہے کہ میں ۶۸ یا ۶۹ ہجری میں حج بیت اللہ کے لئے مکے گیا اس وقت جناب مختار ثقفی کی کوفے میں حکومت قائم ہو چکی تھی اور انہوں نے ظالمین سے انتقام کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا یعنی واقعہ کربلا سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد کی بات ہے کہ میں حج کر کے مکے سے مدینہ الرسولؐ میں شہنشاہ انبیاء کی زیارت کو آیا تاکہ تکمیل حج ہو جائے جس وقت میں مسجد النبی میں داخل ہوا تو اس وقت اپنے خاتمہ اطہر کے دروازے کے سامنے جناب سید الساجدینؑ کی مسند لگی ہوئی تھی، ان کے سامنے کافی لوگ جمع تھے اور امام مظلوم کی دستار کے وارث نکلیے کے سہارے تشریف فرما تھے، میں نے ان کے قریب جا کر سلام عرض کیا اور دست بوسی کے بعد بیٹھ گیا، کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے فرمایا اے منہال تم کوفے سے کب آئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حج کے سنے وہاں سے چند ہفتے پہلے چلا تھا اس وقت شہنشاہ معظم نے مختار ثقفی کی خیریت دریافت فرمائی میں نے عرض کیا ان کی آتش انتقام دشمن کے لئے عذاب جہنم کی طرح عروج پر ہے اس وقت امام زین العابدینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رو کر فرمایا کہ کوفے میں تیرا ایک محلے دار تھا جس ملعون کا نام حرمہ بن کابل اسدی تھا اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں وہاں سے چلا تھا تو وہ ملعون زندہ چل پھر رہا تھا، جناب سجادؑ نے ایک سرد آہ بھر کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دُعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ اَذِقْهُ الْحَرَّ النَّارِ ..... خالق اس ملعون کو اب تو آتش جہنم کا مزہ چکھا دے میں نے عرض کیا کہ آقا اب تک تو آپ کی ذات نے کسی کو بددعا نہیں فرمائی کیا

یہ اتنا بد بخت اور شقی ہے کہ آپ یہ کلمات فرما رہے ہیں؟

آپ نے رو کر فرمایا کہ اس ملعون نے ہماری ماں کو وہ دکھ دیا ہے کہ پورا ایک سال وہ دھوپ میں بیٹھ کر اپنے معصوم کو رو کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں، مظلوم تو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ظالم ابھی تک زندہ ہیں، اور دندنا تے پھر رہے ہیں، عدل میں اتنی دیر بھی تو عدل کے منافی ہے۔

منہال سے روایت ہے کہ جس وقت میں واپس کوئٹہ آیا تو حرمہ ملعون گرفتار ہو کر مختار ثقفی کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا، میرے سامنے اسے الیت ناک طریقے سے فی النار کر کے جس وقت نذر آتش کیا گیا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا مجھے دیکھ کر جناب مختار ثقفی نے پوچھا کہ آپ نے سجدہ شکر کیوں ادا کیا ہے؟ میں نے انہیں جناب امام سجاد کا فرمان سنایا تو اس وقت جناب مختار ثقفی نے بھی تخت سے اتر کر زمین پر سجدہ شکر ادا کیا کہ آقا کی بددعا کی تکمیل کا شرف خلاق عوالم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

منہال کہتا ہے کہ میں نے جناب مختار کی خدمت میں عرض کیا کہ آج دو پہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں، جناب مختار نے فرمایا کہ جس دن میں کسی ملعون کو فی النار کرنا ہوں تو اس دن شکرانہ کا روزہ رکھتا ہوں اور آج بھی میں روزہ سے ہوں.... میں عرض کر رہا تھا کہ حرمہ بن کابل اسدی ملعون اتنا بد بخت تھا کہ اسے سید الضابرین کی ذات پاک نے بھی بددعا فرمائی ہے، اس کا ظلم کوئی کم تو نہیں تھا۔

جس وقت امام مظلوم اپنے تخت جگر کو لے کر میدان میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے امت ملعون پر اتمام حجت کیا، اس وقت دو ملائین نے تیر چلانا چاہا ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا کہ جو عین موقع پر حوصلہ ہار گیا تھا، دوسرا یہ حرمہ ملعون تھا کہ جس نے اپنے ظلم کی تکمیل کی تھی۔



عرقا عظام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے امام حسینؑ نے معصوم لعل کا خون زمین کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر زمین لرز گئی اور اس نے عرض کی کہ آقا اگر ایک قطرہ بھی زمین پر آیا تو میں برباد ہو جاؤں گی، میں اس معصوم کے خون کے وزن کی تحمل نہیں ہو سکتی، اس وقت امام مظلوم نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی تو آسمان حیرت نازل ہو گیا اور عرض کی کہ آقا! قیامت تک آسمانوں سے نازل ہونے والی کوئی بھی چیز نازل نہیں ہو سکے گی، اس وقت امام مظلومؑ نے فرمایا کہ:-

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں

اصغر تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

اس کے بعد اپنے زرخ انور پر اس خونِ اطہر سے خطاب فرمایا، جس وقت دوسری بار لہو ہاتھ میں جمع ہوا تو پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ جبین مبارک پر خطاب کریں عین اس وقت خالق کی ندا آئی کہ اگر یہ خون آپ کی جبین کی زینت بن گیا تو میری توحید کو سرخرو کون کرے گا؟ اب اسے آسمان کی طرف روانہ فرمائیں، یعنی امامت و نبوت اور وحدت کو اس معصوم کے خون کے چند قطرات نے سرخرو فرمایا اس لئے کوئی قطرہ واپس زمین پر نہیں آیا، بلکہ توحید سے لے کر سارے ملکوت ان چند قطرات سے سرخرو ہو گئے۔

یہاں ایک سوال کا جواب ضروری ہے جسے اکثر صاحبانِ مقاتل نے اٹھایا ہے کہ جس وقت تیر فضا میں تھا دور سے آتا دکھائی دیا تھا۔ اس وقت اگر امام مظلوم معصوم کو پہچانا جاتا ہے تو پہچایا جاسکتا تھا مگر امام مظلوم نے اپنے لعل کو کیوں نہیں پہچایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی قوتِ الہیہ اور منصبِ ربوبیت کو استعمال فرماتے تو کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا مگر وہ اپنے اختیارات کو استعمال میں لائے ہی نہیں

دوسری ظاہری وجہ یہ تھی کہ اس وقت امام مظلومؑ اپنے معصوم پر جھک کر پیار سے راز و نیاز فرمانے میں مصروف تھے، بہ الفاظِ مقاتل لوری دے کر بہلانے میں مصروف تھے کہ اچانک ملعون نے ظلم کیا، جو نبی ملعون کا تیر معصوم علی اصغرؑ کے گلے پر لگا۔

ضمہ الی صدرہ و قبل وجہ و عینہ و جبینہ و قال یا بُنتی ویل  
لہولاء القوم اذا کان خصمہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
امام مظلومؑ نے اپنے معصوم کو سینے سے لگایا، رخسار اور دونوں آنکھوں کے درمیان  
بوسہ دے کر فرمایا کہ ویل ہے ان ملائین کے لئے جنہوں نے رسول اللہؐ کی دشمنی مول  
لی ہے، اس کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

و یقول اللہم انت الشاہد علیہم فانہم قد قتلوا اشبہ الناس  
خلقا برسولک

اے اللہ! تیری ذات ان ملائین پر گواہ رہے کہ انہوں نے میرا وہ معصوم شہید کیا  
جو عالمِ تخلیق میں تیرے حبیب کی سب سے بڑی شبیہ ہے، سب سے زیادہ ان کے  
ساتھ تخلیقی لحاظ سے مشابہ ہے۔

اس مفہوم کے فقرے امام مظلومؑ نے دو مرتبہ ادا فرمائے ہیں، ایک بار شہزادہ علی  
اکبرؑ کو رخصت کرتے وقت اور دوسری بار شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد۔

اس گھر کے جتنے معصوم افراد ہیں وہ سارے امامت کے معیار پر پورے اترتے  
ہیں مگر امامت کے لئے آئمہ کی تعداد ازل سے مقرر تھی اس لئے ان کو امامت  
کا منصب نہیں ملا، جس طرح کوئی حکومت کسی اعلیٰ عہدے کی بارہ جگہیں مقرر کر دیتی  
ہے۔ بلا تشبیہ معیار پر سارے حضرات پورے اترتے تھے مگر امامت کے بارہ افراد  
تھے اس لئے امام بارہ مقرر ہوئے درحقیقت امامت کی صلاحیت سارے شہزادوں



میں سو جوتھی۔

وجہ تبسم:

يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ وَيَضْحَكُ أَوْ يَتَبَسَّمُ وَيَصِيرُ إِلَى رُوحِ اللَّهِ وَ  
رِيحَانِهِ آخِرِي وَقْتُ شَهزَادَةِ عَلِيِّ اصْغَرَ نَظَرَ إِلَى أَبِيهِ بَابَا كَيْ چہرے پر نگاہ فرمائی اور  
چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، بابا کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ مسکرا دیئے، اس کے  
بعد اپنے جد اطہر کی آغوش عاطفت میں تشریف لے گئے

یہاں عرفانے کئی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے یعنی کچھ لوگوں نے یہ لکھا ہے  
کہ شہزادہ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ انسان ہر متعجب پر ہنس پڑتا ہے اور شہزادہ کو  
شاید اس بات پر تعجب ہوا ہو کہ یہ ظالمین بھی کیسے سنگدل ہیں کہ مجھ جیسے معصوم کو بھی ظلم  
کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

کچھ لوگ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شہزادہ نے دنیا سے تیاری کی ہوگی تو  
حورانِ جنت ان کے لئے کوثر کے جام لے کر آئی ہوں گی جنہیں دیکھ کر شہزادہ علی  
اصغر مسکرا دیئے ہوں گے، عام طور پر اس موقع پر مسکرائے پر تعجب کیا جاتا ہے، مگر  
صاحبانِ عرفان کی تو دنیا ہی علیحدہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات صرف شہزادہ علی اصغر سے تو  
صادر نہیں ہوئی بلکہ کربلا میں اکثر شہزادے بوقتِ وصال مسکرائے اور خود امام حسینؑ  
بھی اپنے آخری لمحہ میں مسکرائے، یعنی امام مظلوم نے تو فقط تبسم ہی نہیں فرمایا بلکہ ہلکی  
سی آواز سے ہنسے یعنی ان کے ہنسنے کی آواز ظالم نے بھی سنی تھی اور آخری لمحہ میں شہزادہ  
علی اصغر بھی مسکرائے تھے۔

اس پر اکثر صاحبانِ عرفان نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ جس وقت معصوم شہزادے نے فوزِ عظیم کو حاصل کر لیا تو اس کا میاں بی پر خوشی سے مسکرائے

دوسری رائے یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ

يا حارث حمدانی من يموت يرني

جو بھی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے وہ ہماری زیارت کرتا ہے، شہزادہ علی اصغرؑ کا جس وقت وصال کا لمحہ قریب آیا تو جد اطہر امیر المومنینؑ انہیں لینے آئے اور انہیں دیکھ کر شہزادہ علی اصغرؑ مسکرائے تھے۔

کچھ صاحبانِ عرفان کا خیال ہے کہ شہزادہ علی اصغرؑ اتمامِ حجت اور اپنے باپا کی نصرت کے لئے آئے تھے اور چونکہ سب سے کامل نصرت انہی کی تھی، اس لئے باقی شہزادگان کی ارواح جس وقت ان کے سامنے آئیں تو یہ اپنے بھائی علی اکبرؑ کو دیکھ کر مسکرائے کہ بھائی دیکھئے میری کسنی کی نصرت آپ کی جوانی کی نصرت سے بڑھ گئی ہے۔ مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات معصوم بچہ بظاہر کسی وجہ کے بغیر مسکرا دیتا ہے اور بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے رو پڑتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکارؑ نے فرمایا کہ۔

يا مفضل ما من طفل الا وهو يرى الامام اے مفضل کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے زمانے کے امام کو نہ دیکھتا ہو اور یہ دیدار مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

ہاں جس وقت امام زمانہؑ اس بچے سے اپنی ذات کو غائب کرتے ہیں تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے، اور جس وقت پھر اسے زیارت کرواتے ہیں تو وہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے ہنس پڑتا ہے، اس فرمان کے پیش نظر کچھ لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انہیں اپنے جد اطہر سرکار امیر المومنینؑ لینے آئے ہوں گے تو جد اطہر کو دیکھ کر مسکرائے ہوں گے۔



ہر انسان کی ظاہری زندگی کا جب آخری وقت ہوتا ہے تو ہر زمانہ کے امام اپنی ہیئت و حقیقت نورانیہ کے ساتھ سامنے تشریف لاتے ہیں اور اس زمانے کے امام تو امام حسینؑ ہی تھے اور دنیا سے جانے والے ہر انسان کے سرہانے ان کا موجود ہونا لازم تھا، اور شہزادے کے سامنے تو وہ یہ نفس نفیس موجود تھے، مگر ان کی ہیئت و حقیقت نورانیہ غائب تھی، جس وقت شہزادہ نے اس دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کی حقیقت ازلیہ وابدیہ و نورانیہ ان کے سامنے آئی، اسی وجہ سے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

حتمی بات تو وہ ذات کر سکتی ہے کہ جو ذات ان راہائے ٹہاں سے واقف ہے اس مسکراہٹ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں بابا کی ازلی حقیقت نورانیہ نظر آئی ہو۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خاندان رسالت کے انتقال ذات کے لئے خالق اور ان کے درمیان کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا، یعنی ملک الموت وغیرہ تو خادم اور مفضول ہے اور تفضیل المفضول علی الفاضل خلاصہ عدل و عقل ہے

اس لئے عرفا کا یہ فرمان ہے کہ انوار الہیہ اپنے قابض خود ہوتے ہیں یا پھر غلاق ازل (جو قابض حقیقی ہے) خود اپنی قدرت قابضہ کے ساتھ انہیں قرب عطا فرماتا ہے۔ یہ عمل باقی مقامات پر تو غیر مرئی ہوتا ہے مگر کربلا میں اپنے سارے محسنین کی پذیرائی اور استقبال کے لئے ذات وحدت خود تشریف لائی تھی، اور اس کی جمالیات ذات کا مشاہدہ کر کے شہزادہ مسکرایا ہو کیونکہ جمالیات میں ”جذب احساس“ کی کُلّی صلاحیت ہوتی ہے۔

جس طرح جناب یوسف کو دیکھنے والی عورتوں کی حساسیت کو حسن یوسف نے جذب کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان عورتوں کو اپنی انگلیوں کے زخمی ہونے کا احساس

تک نہیں رہا تھا، درد یا اذیت وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا، کیونکہ ”قوتِ حاسہ“ جمال میں جذب ہو چکی تھی۔

بلاشبہ جس وقت شہزادہ علی اصغر کو تیر لگا تو ظلم کے تیر نے پیاس اور گرمی جیسی دیگر اذیتوں کو بڑھا دیا تھا مگر عین اس وقت جمالیاتِ الہیہ نقاب کشا ہوئی، جو نبی معصوم شہزادے نے جمالِ الہی کا مشاہدہ فرمایا تو سارے احساساتِ درد و الم ایک دم ختم ہو گئے، حسنِ توحید کی آغوش میں شہزادہ علی اصغر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی، فوراً بابا کو گلے لگایا اور الوداع کہہ کر آغوشِ توحید کے گہوارے کی رحمت بن گئے۔

امام مظلوم نے معصوم بیٹے کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی طرح زکری ہوئی تھی مگر روحِ اقدس انوارِ سرمدی کے ساتھ ہم آغوش ہو چکی تھی، یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانے کا امام کائنات کی روح ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی اذیت سے روح متاثر ہو تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ یہ وہ صدمہ تھا کہ جس کی وجہ سے جسم کائنات کی روح یعنی نورِ امام زمانہ متاثر ہوا تھا، اور اس کا لازمہ تھا کہ پوری کائنات و موجودات کو متاثر ہونا تھا، یہ صدمہ عرش سے لے کر قلوبِ شیاطین تک سب کو ہلا دینے والا تھا، چونکہ دشمن و کفار بھی موجودات میں ہی شامل تھے اور نورِ امام زمانہ ہی ان کے لئے موجبِ بقا تھا، ورنہ موجبِ بقاء کے بغیر کون باقی رہ سکتا ہے؟ اس لئے ظالمین کے رونے کی اصل وجہ وہ درد تھا کہ جو روحِ عالمین یعنی نورِ امام زمانہ کو متاثر کر رہا تھا اور اس درد کی ہلکی سی ٹیس جو قلبِ امام میں اٹھی، اس کے ساتھ پوری کائنات و موجودات کے دلوں کی گہرائیوں میں درد کے طوفان اٹھے، اسی وجہ سے ہر شے درد میں ڈوب گئی۔ (مجلس المعتبرین علی روحانہ المظلومین، صفحہ ۲۷۳ تا ۳۱۳)



## نصحا شہید، نزالا مجاہد

﴿مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل ساہیوال﴾

بعض لڑائیاں محض توسیع سلطنت اور دائرہ اقتدار وسیع کرنے کی خاطر لڑی جاتی ہیں۔ حریصانہ ذہنیت اور غضب آلود نگاہیں کسی غیر کو شریک تمکّن سر پر سلطنت دیکھنا گوارا نہیں کرتیں اور بعض جنگیں اصول اور خاص مقصد کے پیش نظر معرض وقوع میں آتی ہیں اور بعض صرف دفاع اور تحفظ تک محدود رہتی ہیں۔ نکتہ سنج دماغ اور حقیقت رسا عقل بھانپ لیتی ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کون سے سردار کا مالک ہے اور ہر ایک کس حراج کا بندہ ہے اور لڑائی سے کیا چاہتا ہے۔ طریق حرب، انداز گفتگو اور چال چلن ہر ایک کے باطنی راز کی پردہ شہود پر تصویر کھینچ دیتے ہیں۔

انوارِ حرب کے کمانڈر کی ہدایات کے خلاف اگر عمل درآمد ہو تو اسے خلاف ورزی کی سزا دی جاتی ہے اور اگر کمانڈر کی موجودگی میں طرح طرح کے ستم روار کھے جائیں، افسرِ اعلیٰ رضا مندی بلکہ مسرت و انعام کا اظہار کرے تو سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ کمانڈر کی طرف سے ہو رہا ہے اور فوج کے انچارج کو جرأت نہیں ہوتی، گر بادشاہ یا سربراہِ حکومت کی طرف سے ہدایات نہ ہوں۔ کربلا میں جو کچھ ظلم و ستم ہوا نہ تو اس سے یزید بری ہو سکتا ہے اور نہ اس کے تابعین اور نہ افسران، جنگ کربلا میں تمام شہداء بے جرم و بے خطا تھے، اعلیٰ کردار کے مالک، حافظ و قاری اور فقیہ تھے، محبت اہل بیت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ حق و صداقت کے پیکر اور حریت اسلام کے مجسمہ تھے، مگر جناب علی اصغر جو صغیر سن چھ ماہ کے معصوم بچے تھے۔ ہر فرد خواہ

کسی عقیدہ و مذہب کا ہو، ہر ایک کی نظر میں بے گناہ تھے، ایسے کسٹن شش ماہ بچے کے متعلق گناہ اور جرم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بظاہر یزید سے یہ بچہ بھی نہ بچ سکا، عراق کا ریگستان، گرمی کی شدت اور تین دن خشک، بدن مذہال العطش العطش کی درد انگیز صدائیں خیام حسینی سے انصار نہ اقربا میں قطرہ آب نہیں زمین و آسمان کے درمیان گرمی آگ کی صورت میں مشتعل تھی آل رسول اولاد علی و بتوں پانی کو ترستی تھی۔ چھ ماہ کا کسٹن بچہ جھولے میں سنبھل نہ سکا، معصوم لبوں پر تشنگی اور چہرہ کھلایا ہوا، ماں کی ماتا دیکھ نہ سکی، امام مظلوم کی خدمت میں طلب آب اتمام حجت کا سوال کیا۔ فرزند رسول ثقلین نے ساقی کوڑکے بیٹے نے زرا لے مجاہد کو ماں کی آغوش سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ عاشور کے دن خیام اہل بیت سے جو مجاہد جاتا تھا، زندہ واپس نہ آتا تھا، ستم رسیدہ بیبیاں جی بھر کر نوحہ و لکا کرتیں۔ ہر شہید کی رخصت کے وقت ایک درد ناک منظر ہوتا تھا۔ ماں مٹنی حلقہ کر کے اسی طرح سر پٹتی تھیں۔ جس طرح جنازہ نکلتے وقت سماں ہوتا ہے۔ گلشن عصمت کا بن کھلا غنچہ اور ظلم و جور کی تیز اور گرم آندھیوں سے کھلا چکا تھا، حسین مکھڑے پر ذرہ سی پیاس کی شدت نے نامعلوم ماں کے دل پر اور معصوم و کسٹن بہن کے جگر پر کیا اثر کیا ہوگا۔ وقت و دواع ہے۔ اہل حرم مجاہد شیر خوار کی رخصت کے وقت خیمہ جناب ربابت میں حسرت بھری نگاہوں سے بے زبان غازی کو وداع کر رہے ہیں۔ کسٹن شہزادی سیکنہ نے جانے والے بھائی کو گلے لگایا، گریہ و بکا کی رقت خیز اور غم انگیز آوازوں کے ساتھ مرکب امامت پر سوار خزانہ شہید خیمے سے باہر نکلا۔ جناب سیدہ کے نور العین حضرت شہینہ نے بے شیر کو چار سے ڈھانپ دیا تھا۔ فوج یزید کے انبران نے دور سے دیکھا، قرآن کا شہرہ ہوا، جوانوں اور بوڑھوں کی کی لاشیں اٹھانے والا قرآن ناطق کے پارے کو غلاف میں



لیٹ کر ایک بلند ٹیلے پر فوجِ اشقیاء سے یوں خطاب کرتا ہے۔ کسی مذہب و دین اور کسی قوم و آئین کے نزدیک معصوم بچہ مجرم نہیں سمجھا جاتا۔ اگر تمہارے غلط گمان میں حسین قابلِ کشت و ذبح ہے تو اس بے زبان بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ کئی روز سے پانی بند ہے، جان لیوں پر ہے۔ یہ سوال اس کریم عرب کی طرف سے ہے جس نے ایک جنگل میں اسی دشمن کی فوج اور اس کے جانوروں کو عین اس وقت جب کہ شدتِ پیاس سے قریب بہ ہلاکت تھے۔ پانی سے سیراب کیا، مشکوں کے دہانے کھول دیئے، کیا بشر اور کیا حیوان سب نے سیر ہو کر پیا، مگر آج بھی اور فیض آقا اپنے نانا کی اُمت سے چھ ماہ کے معصوم بچے کے لئے سوال آپ کر رہا ہے۔ اتمامِ حجت کے لئے امامِ مظلوم نے علی اصغر کے چہرے سے چادر کا دامن سرکایا، معصوم نے خشک زبان خشک ہونٹوں پر پھیرنی شروع کر دی، گویا معصوم اپنی بے زبانی سے اپنی پیاس کا شکوہ کر رہا تھا۔

حجتِ خدا کا فرزندِ حجتِ تمام کر رہا تھا، مرجھائے ہوئے غلیظ عصمت کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر دشمن کی فوج بھی منہ پھیر کر آنسو بہانے لگی، گویا یہ ظلم کی انتہا تھی، جسے ظالم نے بھی محسوس کیا۔ یہ نرالے مجاہد کا انوکھا وار تھا، جس نے متکدل و رندہ صفت انسانوں کے بھی کلیجے ہلا دیئے۔ خود مارنے والے آبدیدہ نظر آتے تھے۔ مگر تیر کھانے والا مسکرا رہا تھا۔ یہ ظلم اور صبر کی نبرد آزما تھی، جہاں ظلم عروج کی آخری منزل پر تھا، وہاں صبر کی بھی انتہا تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم ظلم کرتے کرتے نہ تھکتے تھے، جو نئی ستم کا نیا دار ہوتا لبِ مصروفِ صبر و شکر رہتے، مولا تیرا شکر ہے تو نے ہمیں ایسے متحان کے لئے منتخب کیا، جس سے انبیاءِ ماسبق نے معذرت کر دی تھی۔ مظالم میں اضافہ دیکھ کر کمر ہمت باندھ لیتے اور آنے والی مصیبت کو مسکرا کر گلے لگا دیتے،

امتحان کی زیادتی اور سختی زیادتی مراتب کی دلیل ہے۔

جن کے رُجے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

عمر بن سعد نے قوم کی بدلی ہوئی حالت کو بھانپ لیا، معصوم کی بے زبانی نے اکثر افراد فوج کے دلوں کو متاثر کر لیا تھا۔ فوراً حرمہ کو بلایا اور کہا ”قطع کلام الحسین“ جلدی کر حسین کا کلام قطع کر اور معصوم کا کام تمام کر، تیر چلانے میں ماہر تجربہ کار حرمہ نے شہ شعبہ تیر لیا۔ چلتے میں ڈال کر سوافار کا رخ سیدھا معصوم کے چہرے کی طرف کیا۔ امام کے ہاتھوں میں اصغر نے تیر کو اپنی جانب آتے دیکھ کر کہا، اے تیر تیرا مقصود میں ہوں۔ میں دیر سے تیرا انتظام کر رہا تھا۔ چونکہ بعض چالور تیزے اور بعض چھری سے ذبح ہوتے ہیں، وہ تو بڑوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ہاں پرندے تیر سے ذبح کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے میرا گلا حاضر ہے۔ چہرہ پر شکن نہیں، جبیں پر بل نہیں، مڑ جھایا ہوا غنچہ تیر کو آ، دیکھ کر مسکرا اٹھا۔ تینوں بھالیں گردن بے شیر میں پیوست ہو گئیں۔ بے گناہ کا ناحق خون دستِ شیر میں ہے۔

پڑا جو غنچے گلے پر نادر کہا یہ اصغر نے مسکرا کر

اجل کے طوفان سے کھیلے ہیں چراغِ ایمان جلائے دلے

امام حالی مقام نے چٹو میں اس خونِ ناحق کو لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور صبر و استقلال سے فرمایا۔

اے خدائے سبحانہ و تعالیٰ تو ہمارے ان مصائب کو دیکھ رہا ہے، یہ تمام شدائد ہم پر آسان ہیں، پروردگار تیرے نزدیک میرے بچے کا خون ناقہ صالح علیہ السلام کے قتل سے تو کم نہیں ہے۔ اگر آج ہم جلائے بلا ہیں تو راضی ہیں۔ بس اس کا نعم البدل عطا فرما۔ علامہ سبط ابن جوزی جو سوادِ اعظم اہل سنت کے اکابر علماء میں شمار



ہوتے ہیں، اپنی کتاب تذکرۃ خواص الامة میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کی یہ دعا فرمانے کے بعد ہاتھ غیبی لے یہ دعا دی: یا حسینؑ اس بچے کو رخصت کرو۔ اس کے لئے ایک دایہ بہشت میں مقرر کر دی گئی ہے۔ شرح شافعیہ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اس بچے پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اس کی قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

نہی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے  
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

## حسین ابن علی

مدینہ تا کربلا

﴿حجت الاسلام محمد صادق نجفی (قم۔ایران)﴾

شیر خوار بچے کی شہادت کے موقع پر

هَلْ مِنْ ذَا بْ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ هَلْ مِنْ مَوْحِدٍ يَخَافُ اللَّهَ  
فِينَا، مِنْ مَعِي يَرْجُو اللَّهَ فِي إِعَانَتِنَا هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو مَا عِنْدَ اللَّهِ فِي  
إِنْتِنَا (۱) (مقتل خوارزمی۔ ج ۲۔ ص ۳۲۔)

رَبِّانُ تَكُ حَبَسَتْ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَاجْعَلْ ذَلِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ  
وَانْتَقِمْ لَنَا وَاجْعَلْ مَا حَلَّ بِنَا فِي الْعَاجِلِ ذَخِيرَةً لِنَا فِي الْآجِلِ (۲)

(تاریخ طبری۔ ج ۷۔ ص ۳۶۶، طبقات ابن سعد، ارشاد مفید۔)

هُوَ عَلَيٌّ مَا نَزَلَ بِهِ أَنَّهُ بِعَيْنِ اللَّهِ (۳) (لہوف۔ ص ۱۰۳)

مدد کرنے والا۔ عاجل آخرت اہل و آسان۔ عین اللہ: اللہ کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی  
خاص توجہ اور التفات کے لئے کنایہ ہے (طبری) نے عقبہ ابن بشیر اسدی سے نقل  
کیا ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے  
گفتگو کے دوران مجھ سے فرمایا: اے عقبہ ہم خاندان اہل بیت کا ایک خون تمہارے



قبیلے بنی اسد کی گردن پر ہے۔ پھر امامؑ نے اس کی تفصیل میں فرمایا: عاشورہ کے دن میرے جد حسینؑ ابن علیؑ کے ایک شیر خوار بچے کو ان کی گود میں دیا گیا۔ اس موقع پر جبکہ بچہ ان کی آغوش میں تھا، تمہارے قبیلے (بنی اسد) کے ایک شخص نے تیرمار کے اس بچے کا گلا چھید ڈالا۔ حسین ابن علیؑ نے بچے کا خون اپنے چلو میں لے کر فضا میں اچھال دیا اور اس کے بعد اللہ کے حضور عرض کیا:

رَبِّ اِنَّ قَلْبَكَ حَبَسْتُ عَنْ النِّصْرِ ..... اے پروردگار، اگر اس دنیا میں ہم سے کامیابی روک لی گئی ہے تو اُس (آخرت کی) دنیا میں اس کامیابی سے بڑھ کر ہمیں حمایت فرما اور ان خونخوار لوگوں سے ہمارا انتقام لے۔

(خوارزمی) نے اپنے مقتل میں بغیر کسی سند کے یہی واقعہ زیادہ تفصیل سے اس طرح بیان کیا ہے: حسین ابن علیؑ کے تمام اصحاب و انصار کے مارے جانے کے بعد جب ان کے خیموں میں عورتوں، بچوں اور سید سجاد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امامؑ نے استعاذہ بلند کیا: هَلْ مِنْ ذَاثٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمٍ وَ مَوْلٍ اللّٰه

کیا کوئی ہے جو حرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟ کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو رضا نے الہی کے لئے ہماری مدد کو آئے؟ کیا کوئی ناصر و مددگار ہے جو خدا سے جزا و ثواب کی امید پر ہماری مدد و نصرت کرے؟

(خوارزمی) کہتے ہیں: امام علیہ السلام کی عدائے استعاذہ سن کر خیموں سے عورتوں اور بچوں کی گریہ و زاری کی آواز بلند ہونے لگیں۔ امام پلٹ کر خیموں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے علیؑ کو لاؤ تاکہ اس سے بھی وداع ہوں۔ وہ بچہ ابھی امامؑ کی گود ہی میں تھا کہ (حرم) نے تیرمار کو اسے شہید کر دیا۔ امامؑ نے

اس کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا:  
 (لہو ف) میں تحریر ہے کہ: امام علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خون آسمان کی طرف  
 پھینکنے کے بعد یہ بھی فرمایا: هُوْنَ عَلٰی مَا نَزَلَ بِہِیْ اِنَّہٗ بِعَیْنِ اللّٰہِ  
 (یہ مصیبت بھی میرے لئے آسان ہے کیونکہ خدا اسے دیکھ رہا ہے)۔  
 حضرت علی اصغرؑ کے علاوہ چار اور نابالغ بچے امام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں  
 شہید ہوئے جن کی شہادت کے بارے میں علیحدہ سے یا ضمنی طور پر اسی کتاب میں  
 تذکرہ ہوا ہے۔

۱۔ قاسم بن حسن مجتبیٰ: جن کی شہادت کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں بیان  
 ہوئیں۔

۲۔ عبد اللہ بن حسن مجتبیٰ: جن کی شہادت کا احوال آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔  
 ۳۔ محمد ابن ابی سعید: جن کی شہادت کا احوال، حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے ضمن  
 میں بیان ہو چکا ہے۔

۴۔ عمر ابن جنادہ: جن کی شہادت اور ان کے بارے میں امام علیہ السلام کے  
 الفاظ گزشتہ صفحات میں علیحدہ سے بیان ہو چکے ہیں۔



## شہادت حضرت علی اصغرؑ

﴿از مولانا محمد ناصر قاسمی﴾

تاریخ انسانیت میں غالباً علی اصغرؑ واحد ایسے شہید ہیں جو اتنے کم سن ہونے کے باوجود میدان جنگ میں لائے گئے اور مخصوص طور پر نشانہ بنا کر قتل کئے گئے۔ علی اصغرؑ حضرت امام حسینؑ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کی عمر کل چھ ماہ تھی وہ اُمّ ربابؑ کے بیٹے تھے۔ ان کی شہادت نے واقعہ کربلا میں جان ڈال دی فی الواقع اس بچہ نے شہداء کربلا کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اُن کی شہادت سے دنیا پر یہ ثابت ہو گیا کہ یزید کی ہیبت کیلئے تنہا حسینؑ کا خون کافی نہ تھا بلکہ وہ ایسے تمام افراد کو قتل کرنے پر آمادہ تھا جو کسی وقت بھی (خواہ وہ وقت یزید کے دور حکومت کے بعد ہی ہو) اسلام کو زخمہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کچھ انوکھے انداز سے واقع ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام نے میدان میں آواز استغاثہ بلند کی اور ان کی مدد کرنے وال کوئی مرد باقی نہ رہا تو خیمہ کے اندر جھولے میں پڑا ہوا یہ بچہ جنتاب ہو گیا بیبیوں نے خیال کیا کہ شاید پیاس کی شدت کے سبب سے تچہ دم توڑ رہا ہے۔ اس لئے انھوں نے آہ وادیا شروع کی۔ جونہی مخدرات عصمت کی آواز امام اعلیٰ مقام کے کانوں میں پہنچی۔ فوراً میدان سے پلٹ کر خیمے میں تشریف لائے بی بی اُمّ کلثومؑ سے رونے کا سبب پوچھا انھوں نے عرض کیا کہ یہ معصوم پیاس سے جاں بلب ہو رہا ہے امام نے فرمایا کہ اُسے دینا کہ

میں لشکر اعدائیں لے جا کر دکھاؤں شاید کسی کے دل میں رحم کی کچھ رمتی باقی ہو اور وہ اس بچے کو ایک قطرہ آب دے دے۔ امام نے بچے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ دھوپ سخت تھی اس لئے دامن سے چھپالیا۔ اشقیائے کوفہ و شام سمجھے کہ حسین اب قرآن لے کر آرہے ہیں تاکہ قرآن سے فیصلہ کریں۔ مگر یہ ایک احتمالہ خیال تھا جب صفین میں قرآن کی توہین کی جا چکی تھی تو اب دوبارہ اس کو بخش کرنے کا کیا موقعہ تھا جن لوگوں نے قرآن کی آواز پر مطلق توجہ نہ دی بلکہ چند گھنٹوں میں مومنین اور خاندانِ پیغمبر اسلام کو بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا اور ان کے سامنے قرآن لانے کا کیا فائدہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ امام نے فوج کے رو بہ رو پہنچ کر دامن ہٹایا اور بچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی کا ایک قطرہ نہیں پایا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ اے لوگو! اگر تمہارے خیال میں حسین خطاوار ہے تو بچہ بتاؤ کہ اس محصوم بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ اس کو بھوک اور پیاس سے کیوں تڑپا رہے ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اس موقعہ پر پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔ چنانچہ اس فقرے کا یہ اثر ہوا کہ فوج میں ہلچل مچ گئی لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ واقعا اس بچے نے کیا قصور کیا ہے عمر سعد نے اپنی فوج کی جب یہ حالت دیکھی تو حرمہ سے کہا کہ حسین کی بات کاٹ دے۔ حرمہ بن کامل اسدی نے تین پہلوؤں کا ایک تیر کمان میں جوڑا اور حسین کی طرف پھینکا جو نہی یہ تیر امام کے نزدیک سنسنا تا ہوا پہنچا۔ علی اصغر نے ہلک کر اس کو اپنی گردن پر لے لیا۔ نازک سا گلا تھا تیر اس کو چھید کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ بھوکا اور پیاسا یہ ننھا سا بچہ باپ کے ہاتھوں پر لوٹنے لگے۔ اور پھر جان دے دی امام کے دل میں ایک گہرا زخم لگا آنکھوں سے



اشک بہنے لگا آپ نے بدقت تمام اس تیر کو حلق سے کھینچ کر نکالا اور کفن کی جگہ اس معصوم بچے کا خون اس کے بدن پر ملتے ہوئے فرمایا۔ اے پارہ جگر بخدا تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ ہے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ کا رتبہ حضرت صالح سے زیادہ ہے بعض روایات بتاتی ہیں کہ امام نے وہ خون اپنے چہرہ اقدس پر بھی مل لیا اور فرمایا کہ میں بروز قیامت اسی طرح اپنے جدا امجد سے ملاقات کروں گا۔ اور اسی طرح بارگاہِ احدیت میں حاضر ہو کر فریاد کروں گا۔ علامہ سلیمان بلخی حنفی تحریر کرتے ہیں امام حسین علیہ السلام فرماتے تھے اے اللہ تو اس قوم ملاحضہ پر گواہ رہنا کہ انھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تیرے پیغمبر کی ذریت کو باقی نہ رہنے دیں گے۔ پھر آپ بے حدود ہوئے۔ اس کے بعد امام نے ذوالقنار سے اسی جگہ ایک ننھی سی قبر کھود کر بچے کو اس میں دفن کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ علی اصغرؑ نے جان دے کر اسلام کی بقاء کی ضمانت دے دی ان کی وہ ننھی سی لحد جو بعد میں منادی گئی حسین کے جذبہ صبر و رضا ان کے عزم و استقلال کی ابدی یادگار بن گئی۔ یقیناً امام حسینؑ اس نکتہ کو سمجھ رہے تھے۔ اسی لئے بچہ کو دفن کرنے کے بعد مطمئن نظر آ رہے تھے اب حسینؑ کے پاس اپنی جان کے سوا کوئی ایسی ہستی نہ تھی جس کو قربانی کیلئے پیش کرتے کسی شاعر نے اس موقعہ کا صحیح نقشہ کھینچا ہے کہتا ہے کہ

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شیرِ آشوب کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(ہفت روزہ شیعہ لاہور صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۸)

## حضرت علی اصغرؑ

حسینی فوج کا سب سے بہادر سپاہی  
جس نے لشکرِ یزید کے پتھر دلوں کوڑ لادیا

تاریخ انسانیت کے عظیم اور دلہر دہرائے میں یوں تو ۲۷ شہداء نے اپنی بے مثال قربانی دے کر اسلام کے تنہا مردہ میں جان ڈالی، لیکن بے حیر کی قربانی نے امام مظلوم کے مقصد کو ایسا دائمی استحکام بخشا کہ اب قیامت تک اسلام سر بلند ہو کر زمانے بھر کو اپنی منور کرنوں سے فیضیاب کرتا رہے گا۔ رباہت کا لخت جگر واقعہ کربلا میں حالانکہ صرف ۶ ماہ کا ننھا مجاہد تھا، لیکن اس کسبی میں جرأت و بہادری کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا کہ اس کی نظیر آج تک دنیا پیش نہ کر سکی۔

زمانے والو! بہتر تو اک بڑی شے ہیں

مثال مل نہیں سکتی ہے ایک اصغرؑ کی

(شہاب لکھنوی)

واقعہ کربلا میں ننھے مجاہد کی شہادت نے حق و باطل کے درمیان ایسا امتیاز پیدا کر دیا

کہ جس کے بعد حسینؑ کی حقانیت اور یزید کی باطل پرستی میں کسی کو اشتباہ نہیں رہا:-

شہادت علی اصغرؑ وہ ضربِ کار کا تھی

کہ اہل ظلم و فجارت سے سر اٹھا نہ سکے

(منور عباس شہاب)



حضرت علی اصغرؑ کی شہادت امام حسینؑ کی صداقت اور ان کے صبر و ایثار کا ایسا مکمل امتحان تھا کہ جس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیا تاریخ کے آئینے میں دنیا نے کبھی ایسا منظر بھی دیکھا ہے کہ باپ کے ہاتھوں پر بے زبان بچہ اس سفاکی اور ہیمانہ طریقے سے شہید کیا جائے کہ جس پر انسانیت لرز اٹھے۔

ہو اگر کوئی عدیم المثل منظر دیکھنا

کربلا کے آئینے میں نقشِ اصغر دیکھنا

(قمر حیدر قمر)

امام حسینؑ نے اپنے انصار و اعزاء کی قربانی دینے کے بعد آخر ایک ایسی قربانی پیش کی جس پر ہر مذہب و ملت کا انسان یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گیا کہ یزید اور اس کی افواج کو انسانیت سے کوئی دور کا واسطہ نہ تھا، اس شہادت نے امام حسینؑ کے مقصد کو وہ استحکام بخشا کہ آج تک زمانے بھر کے فلاسفہ حکما و علما کی عقلیں دنگ ہیں۔

پختہ کیا حسینؑ نے مقصد کو اس قدر

سر جنگ کربلا علی اصغرؑ سے کر گئے

(قصر رضوی الشہیدی)

حسینؑ مظلوم نے شہادت علی اصغرؑ سے یہ ثابت کر دیا کہ بنو امیہ کی عداوت، ان کی اہل بیت کرام سے دشمنی اور آباؤ اجداد سے ورثے میں ملنے والی کینہ پروری خباثت اور شدت ظلم کا یہ عالم تھا کہ بوزھوں، جوانوں، بچوں کو شہید کرنے کے بعد ایک ایسے طفل شیر خوار کو تیر ظلم کا نشانہ بنایا کہ جس نے آنکھیں کھول کر کچھ بھی تو نہ دیکھا تھا:-

ہے شہیدانِ وفا کی آمد و ان رہاب

ہے ہدایت کا نشان اصغرؑ زمانے کے لئے

احسن مرینی

امام مظلوم نے اپنے عزیز و انصار کی شہادت کو لازوال عظمت بخشنے کے لئے معصوم شیر خوار کی ایک عجیب انداز سے قربانی پیش کی، منشاء یہ تھا کہ اب نہ صرف افواج یزیدی کی آنکھیں کھل جائیں بلکہ سارا زمانہ جان لے کہ سوالی آب پر زبان تیر سے کیا جواب ملا، ایسی حالت میں ظلم و ستم ڈھانے کے لئے کیا ایسا دردناک فعل کسی مذہب و قانون میں ہے؟ یہی بتلانے کے لئے امام حسینؑ نے کربلا کے چٹیل میدان میں ایسا منظم لائحہ عمل پیش کیا کہ جس نے بنی امیہ کے مذموم اور ناپاک ارادوں کا پردہ چاک کیا۔

حسینؑ مظلوم جانتے تھے کہ شیر خوار کو افواج کے سامنے لے جانے سے پانی ملے گا۔ کان نہیں ہے لیکن انصار و اعزہ کی قربانیوں کے تسلسل کی یہ آخری کڑی کس طرح باقی رہتی، جبکہ محضر حسینیؑ میں اس طفل شیر خوار کا نام بھی تھا، چنانچہ جب سب شہید ہو چکے اور بیکس امامؑ کربلا کے بن میں تنہا رہ گئے تو حجت خدا نے حجت کو پورا کرنے کے لئے فوج اشقیاء کے سامنے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر استغاثہ بلند کیا۔

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مَغِيْثٍ يَغِيْثُنَا

ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا جو اس وقت میری مدد کرے ہے کوئی فریاد کو سننے والا جو میری فریاد کو سنے۔

اصحابِ مقاتل لکھتے ہیں کہ اس استغاثے کا یہ اثر ہوا کہ مقتل میں شہیدوں کے لاشے تڑپنے لگیں۔ منشاء یہ تھا کہ مولاؑ موت نے ہم کو مجبور کر دیا اگر دوبارہ خلعتِ حیات مل جائے تو آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ ظالموں پر تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن خیامِ اہل بیتؑ سے ایک گریہ کا شور سنا لیا۔

امام مظلومؑ نے گھوڑے کو واپس خیام کی طرف موڑا اور قریب آ کر فرمایا۔ بہن



زینبؓ۔ ابھی تو حسین زندہ ہے، گریہ کا کیا سبب ہے۔ جناب زینبؓ نے فرمایا۔  
 ”مانجائے۔ ادھر آپ نے استعاضہ بلند کیا۔ ادھر اصغرؑ نے بے قرار ہو کر اپنے آپ کو  
 جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ امام مظلومؑ نے فرمایا۔  
 بہن ٹھیک ہے اصغرؑ کا نام محضر حسینیؑ میں موجود ہے وہ خود نہیں جاسکتے اس لئے مجھے  
 عدو کے لئے بلایا ہے۔

آسمان دیکھا تھا تو نے ایسا طفل شیرخوار  
 عزم کر رکھا تھا جس نے نصرتِ شیر کا  
 نظر نیکوئی

نہرِ فطرت نے لگا دی دفترِ ایثار پر  
 اپنا جھولا چھوڑ کر میدان میں جب اصغرؑ گیا  
 نجمِ آندہ

تاریخ دیکھنا تیرا دامن ہوا سیاہ  
 گھر سے نکل پڑا ہے کہیں بے رباں کوئی  
 دارِ پناہ پوری

امام مظلومؑ نے جب جناب زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، لاؤ اصغرؑ کو مجھے دے دو،  
 جناب زینبؓ نے مادرِ علیؑ کو آواز دی۔

”اُمّ ربابؓ نے بچے کو لا کر باپ کی گود میں دے دیا۔

امام مظلومؑ نے ربابؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ”ربابؓ! میں تیرے بچے کو سیراب  
 کرنے کے لئے لے جاتا ہوں۔ شاید تھوڑا سا پانی مل جائے۔ ادھر امام مظلومؑ چلے،  
 ادھر ربابؓ نے ممتا کے جوش میں بے قرار ہو کر تکتا شروع کر دیا، اور سراپا انتظار بن کر  
 خیمہ کے در پر کھڑی ہو گئیں۔

کونین کی شجاعت قربان ہو رہی تھی  
یوں جا رہے تھے اصغر ہاتھوں پہ شہ کے دن میں

شارب لکھنوی

دوپہر کا وقت، تمازت آفتاب سے تین دن کا بھوکا پیاسا شہا بہ بھول کی طرح  
کھلا گیا، باپ کا دل تھا، چہرہ پر نظر پڑی، فوراً عبا کا رامن اوپر ڈال دیا۔ ظالموں نے  
سمجھا معاذ اللہ حسین لڑائی سے عاجز ہو کر قرآن کو اماں کے لئے لا رہے ہیں، امام  
مظلوم نے قرآن ناطق کے ورق کو فوج جفا کار کے سامنے پیش کر کے کہا۔ ”ظالمو!  
تمہارے زعم باطل میں میں گنہگار بھی۔ مگر یہ بچہ تو کسی قوم و ملت میں گنہگار نہیں، دو  
قطرے پلا کر اس کی جان بچا لو۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو امام نے علی اصغر کو جلتی  
ریت پر لٹا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے فرمایا اگر تم کو یہ خیال ہو کہ حسین بچے کے  
بہانے سے خود پانی مانگ رہے ہیں تو میں دور چلا جاتا ہوں، تم خود آخر پانی پلا دو۔ مگر  
ظالموں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بچہ ریگ گرم پر تڑپنے لگا، امام نے یہ قرار ہو کر  
جلدی سے علی اصغر کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا ”اصغر! میں نے تو کوشش کر لی تم  
بھی جنت خدا کے فرزند ہو۔ جنت کو پورا کرو۔ بچے نے مسکرا کر فوج اشقیاء کی جانب  
دیکھا اور سوکھی زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرنا شروع کر دی، امام نے فرمایا، ساقی کوثر  
سے پوتے کا یہ پہلا سوال ہے اس کو رو نہ کرنا۔ اصغر تم سے پانی مانگ رہا ہے، بچے کی  
مظلومی دیکھ کر فوج اشقیاء میں تلاطم برپا ہو گیا اور منہ پھیر پھیر کر رونے لگے۔

بے زبان سپاہی کی جنگ بے تشدد تھی

صرف ایک جسم سے معرکہ سنیا لا ہے

ساجد رضوی



اک عجم کر گیا قلب یزیدیت فکر  
اک منظر تھا جسے کون و مکاں دیکھا کئے

شہدائے کھنوی

پیاس کی شدت سے ہوتوں پر زباں کو پھیرنا  
دریں عبرت بن گیا سارے زمانے کے لئے

عزیز لکھنوی

مسکراتا پڑا اصغر کو قضا سے پہلے  
سب سے چھوٹے تھے مگر سب سے بڑا کام ملا

فضل لکھنوی

اگر وہ اٹک بھاتا تو کیا غضب ہوتا  
بہی تے جس کی دلایا ہے اک زمانے کو

شارب لکھنوی

ایک بے شیر کے بننے پہ تڑپ کر روئی  
فوج اعدا کی فقط اتنی سی ہمت نکلی

جاوید نقوی

سینوں پہ ہاتھ رکھ کے اولاد والے روئے  
اصغر نے مسکرا کر دیکھا تھا کس نظر سے

قیصر رضوی المشہدی

ابن سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور حرمہ کے پاس آکر بولا اقطع  
کلام الحسین (حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے) ورنہ فوج میں بغاوت پھیل جائے

گی۔ حرمہ نے ایک حیرسہ پہلو کمان میں جوڑا۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ تیرا تار و زنی تھا کہ  
لوہے کی موٹی چادر پر مارا جاتا تو پار ہو جاتا۔ ابن سعد نے حرمہ کی آنکھوں پر ہاتھ  
رکھا، کن الفاظ میں تحریر کروں کہ اس تیر نے کیسا ظلم ڈھایا اُدھر تیر چلا، اُدھر ننھا مجاہد ہمک  
کر باپ کے ہاتھوں پر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ باپ کے ہاتھوں پر  
ذبح ہو گیا۔ ایک تیر بے رحم نے علی اصغرؑ کا سوکھا گلا، امام کا بازو اور مونہ کے دل چھید  
ڈالے، امام مظلوم نے حسرت سے بچے کو دیکھا اور بے اختیار گلے سے لگا لیا۔

لاش بے خیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ

پھول پیارا ہو گیا، کچھ اور مر جھانے کے بعد

مولانا سید سبط حسن

اس منظر کو ملت جعفریہ کے محترم شعرائے کرام نے کس انداز سے اپنے رنگ میں  
پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

خلقِ اصغرؑ، بازوئے شبیرِ قلبِ فاطمہؑ

کر دیا کس کس کو گھائل حرمہ کے حیر نے

اسلام کا دل چھیدتا تیر بنِ کامل

تھی خیر کہ گردن علی اصغرؑ نے بڑھا دی

محترمہ بانو سید پوری

گلے پر تیر کھا کر مسکرائے اس لئے اصغرؑ

کہ رو لینے سے تاب مبر پر الزام آتا ہے

سید محمد علی شمس



تیرے دم سے جی اٹھی مری ہوئی انسانیت  
زندہ باد اپنے گلے پر لینے والے تیرے  
نجم قندی

اے اجل! اصغر ابھی تو تیرے قابل نہ تھے  
زندگی کو آہ کیا کرنا تھا اور کیا کر دیا

قیصر رضوی الشہدی

خون کے قطرے سوکھی رگوں سے ٹپکے، امامؑ نے چاہا کہ زمین پر پھینکیں، زمین  
فریاد کرنے لگی مولانا یہ خون ناحق میں برداشت نہیں کر سکتی، اگر ایک قطرہ بھی مجھ پر گرا  
تو قیامت تک ایک دانہ پیدا نہیں ہوگا۔

امام مظلومؑ نے سوئے آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی آقا! میں اس خون ناحق کا تحمل  
نہیں ہو سکتا، ایک قطرہ بھی ادھر آیا تو قیامت تک ایک بوند پانی نہیں برسے گا، اب  
حسینؑ کیا کرتے، خون اصغر کو منہ پر مل کر فرمایا۔ ”میں نانا کے سامنے اسی حالت میں  
جا کر فریاد کروں گا۔ نانا! آپ کی امت جفا کرنے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

امامؑ بچے کی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خیمے کی طرف چل دیے۔ کچھ دور چلے  
تھے کہ خیال آیا ماں بچے کے انتظار میں کھڑی ہوگی، کیا جواب دوں گا واپس پلٹے، چند  
ہی لمحوں کے بعد پھر خیمے کی طرف چلے اور واپس ہو گئے۔

کبھی بڑھے، کبھی پلٹے کبھی قیام کیا

عجیب شان سے اصغر کو لا رہے ہیں حسینؑ

قیصر

ایک مرتبہ آگے بڑھے، دیکھا کہ سامنے درخیمہ پر رباب انتظار میں کھڑی ہیں،

مولانا نے رباب کے چہرے کو غور سے دیکھا، جناب رباب نے سر کو جھکا لیا ایک لمحہ کے بعد امام نے فرمایا۔ ”رباب! میں جو کچھ کہوں گا، مانو گی۔ عرض کیا مولانا! آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی، فرمایا۔ رباب صبر کرنا۔ یہ لو اپنا بچہ۔

بچے کی لاش باپ کے ہاتھوں سے ماں کی گود میں آئی، اب چونکہ صبر کا وعدہ کر چکی ہیں۔ گر یہ نہیں کرتیں، ایک محویت کا عالم ہے، بچے کو ٹٹولی باندھے دیکھ رہی ہیں کہ ایک آہ سرد کھینچی اور سائے آسمان دیکھ کر فرمایا۔ اللہ! کیا اس عمر کے بچے بھی کہیں ذبح کئے جاتے ہیں۔

چند لمحے گزرے تھے کہ امام نے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، حکم امام ملتے ہی قدم آگے بڑھا دیئے، تھوڑی دور جانے کے بعد امام بیٹھ گئے اور ذوالفقار نکال کر منہ ہی قبر کھودنا شروع کر دی۔ ماں بچے کی لاش لئے کھڑی ہیں۔

امام کا کوئی فعل مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، علم امامت سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ رباب کو شام کے قید خانے میں ایسی ہی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

سیکنڈ کی لاش وقت کا امام ماں کے سامنے ہی دفن کرے گا۔ اس لئے رباب سے صبر کا وعدہ لے لیا اور اصغر کی لاش ماں کے سامنے دفن کر دی کہ صبر کا دامن رباب کے ہاتھوں سے نہ چھٹنے پائے۔

تہذیب و تمدن پہ ہے احسان تمہارا

ہر امت و ہر قوم کے پیارے علی اصغر

(مجلد ”النجف“ صفحہ ۴۳۷)



## قطعات..... در حال حضرت علی اصغرؑ

از: حکیم صاحب عالم سید محمد قاسم

حیدر کا لاڈلا ہے تو دل ہے بتوں کا      تعویذ ہے یہ بازوئے دین رسول کا  
اصغر کو اپنا ہدیہ اصغر نہ کہہ رباب      یہ عطر ہے نہال شہادت کے پھول کا



از: بالوسید پوری

زمانہ دیکھے یہ عنوان آمد اصغرؑ      وہ بہر نصرت حق آن آمد اصغرؑ  
مہلبہ میں جو تھی شان آمد شہیدؑ      ہے کربلا میں وہی شان آمد اصغرؑ



از: شہید صفی پوری

پہلے پہل سنا تھا جو پیغام حق نما      اظہار سرکشی سے پشیمان تھے اشقیا  
اعجاز بے زبانی معصوم دیکھئے      جو کہہ سکا نہ کوئی وہ اصغرؑ لے کہہ دیا



از: سید سبط حسن صاحب خوشتر جو نیوری

حسینی قافلہ میں ایک بچہ ایسا کسن ہے      کہ جس کی شیر خواری کا نہیں پورا ہوا دن ہے  
ملا یہ مرتبہ راہ خدا میں سرفروشی کا      میائے نور اصغرؑ آفتاب قلب مومن ہے



مولانا سید وحی محمد حسینی (مجتہد):

کتاب ”پیا سا شیر خوار“ سے اقتباس.....

جنت کی دودھ پلائی

آسمانی آواز کہ اس کے لئے مرضعہ مہیا ہے

بقیہ روایت ہشام بن محمد نضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو

جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے (تذکرہ الخواص سبط ابن جوزی)

یعنی ابن جوزی کی روایت کے بموجب جو علمائے اہلسنت سے ہے ”ہاتھ نہیں

نے ہمدادی حسینؑ اس کو رخصت کرو اس کے لئے جنت میں دایہ مہیا ہے جو اس کو دودھ

پلائے گی۔“ (فرسان السیاح سفیر الامامہ مثنیٰ الآمال)

میت بہن کی طرف بڑھا دی:

اجمالی روایت میں ہے کہ حضرت نے بہن سے فرمایا اس کو سنبھال لیجئے۔

(ارشاد شیخ مفید، لہوف ابن طاووس)

تفصیلی روایت میں ہے:-

مقتل سے طفل مذبح کو یوں لے کر پلے کہ بچہ کا خون سینہ حسینؑ پر جاری تھا۔

(مقتل ابو مخنف)

میت کو مقتل سے لاکر ائم کلوٹم کے حوالے کر دیا (مقتل ابو مخنف)

حمید ابن مسلم کہتا ہے:-

”میں ابن زیاد کے لشکر میں تھا۔ حسینؑ کے ہاتھوں پر جو بچہ شہید ہوا اس کی طرف



میں دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ خیمے سے ایک بی بی برآمد ہوئیں۔ کبھی اٹھتی تھیں اور کبھی بیٹھتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ واولداه و اقتیلاہ و امہجۃ قلباہ (ہائے بیٹا ہائے مقتول ہائے جان و دل) حتیٰ کہ اس بچہ کے قریب آ کر انھوں نے اپنے کو اس پر گرا دیا اور چند بچیاں بھی خیمہ سے نکل پڑیں۔ ”دوڑیں اور اپنے کو شہید بچے کی میت پر گرا دیا۔“ ”حسینؑ قوم سے ہمکلام تھے۔“ جب حضرت نے یہ حال دیکھا اس بی بی کی طرف گئے اور اس کو امر با صبر فرمایا اور نہایت نرمی اور ملاحظت سے دلاسارے کر خیمے میں لوٹا دیا۔ معلوم ہوا یہ کلثومؑ اور یہ بچیاں فاطمہؑ و سکینہؑ و زقیہ تھیں۔ (ترجمہ عبارت صحیح الاحزان صفحہ ۲۱۶)

حمید ابن مسلم کی اس روایت سے تو پورا نقشہ اس حادثہ کا سامنے آ جاتا ہے خیمہ سے ان بیبیوں کا نکلنا اور دوڑنا اور حسینؑ کا دشمنوں سے ہمکلام رہنا اور پھر ان کو خیمہ میں واپس کرنا یہ امور شاہد ہیں کہ یہ حادثہ بے شیر خیمہ سے کسی فصل پر واقع ہوا تھا جو کفار سے کوئی قریب ہی جگہ تھی۔

”جب شیر خوار کی شہادت واقع ہوئی ہے تو زوجہ امام حسینؑ در خیمہ پر مد ہوشانہ کھڑی تھیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ البصار العین)

مولانا کلب حسین مرحوم نے ایک مجلس میں فرمایا: ”ذبح کے مختلف قاعدے ہیں۔ عام طریقہ سے چھری سے ذبح کیا جانا، اونٹ کو نحر کرنا۔ مچھلی کو زندہ پانی سے نکال لینا۔ عزت دار عورتوں کو بے پردہ نکالنا۔ یہ ذبح کے ہم معنی ہے۔“

میں کہتا ہوں علی اصغرؑ کو بقول ”نار ذبح کامل“ نحر سے ذبح کیا گیا۔ نحر کئے گئے۔ گہوارہ آپ کا مکان تھا جس سے نکالے گئے۔ بغیر پانی کے تڑپ رہے تھے جیسے ماہی بے آب۔ بس ان کے لئے ذبح کے تمام طریقے برتے گئے حسینؑ مظلوم کی تشبیہ کتنی

بلغ ہے کہ یہ بچہ ناقہ صاخر نے کم نہیں ہے۔

اس تشبیہ پر یوں بھی غور کیا جائے کہ بچہ ناقہ صاخر کو اپنی مصیبت کا احساس تھا۔ وہ فریادی تھا تو اگر حضرت رباب کا بچہ گہوارے میں فریادی اور فریادری کے لئے تیار ہو تو کیا معاذ اللہ یہ ناقہ قائل پذیرائی ہے؟

تا علی اصغر بہتر کا تکلمہ ہوا:

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب علی اصغر تک بہتر شہید ہو چکے تھے تو مردوں میں سوائے حضرت زین العابدین کے اور کوئی شخص امام مظلوم کے ساتھ باقی نہ رہا۔ اور بعض کتب تاریخہ مثلاً حبیب السیر اور روضۃ الصفا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر فرزند حضرت زین العابدین بھی کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس وقت حضرت زین العابدین کی عمر تیس سال کی اور حضرت محمد باقر علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی۔ (تاریخ احمدی) مگر یہ یاد رہے کہ ہونے والا امام امام وقت پر جان دینے کا ہرگز مکلف نہیں ہے بلکہ اس پر عہدہ امامت اور منصب داری کا بوجھ کسی وقت میں آنے والا ہے۔ لہذا وہ اس شہادت کے بارگراں سے مستثنیٰ ہی نہیں بلکہ ممنوع الشہادت ہے۔

چنانچہ جنگ جمل میں حضرت امام حسینؑ کے لئے امیر المومنینؑ کے یہ جملے ملتے ہیں کہ ”حسینؑ کو روک لو کہیں وہ میری کمر نہ توڑ دے۔“

بلکہ جس شخص کو حجت خدا نے قریضہ پر مامور کر دیا اس کے خلاف دوسرا کام وہ انجام نہیں دے سکتا۔ جیسے جنگ احد کی گھاٹی پر مامور دستہ ہٹنے اور جنگ وغیرہ سے



ممنوع تھا۔

جابر سلام باقری اور زیارت قبر سید الشہداء کی تشریح کے ذمہ دار تھے بنی اسد زین العابدین کے ساتھ دفن میں ہاتھ بٹانے کے لئے متعجب ہو چکے تھے اب یہ حضرات دوسرے کام انجام نہیں دے سکتے تھے۔

لہذا بعض ارباب وطن کا یہ کہنا کہ بنی اسد نے استغاثہ امام پر لبیک نہیں کہی تو وہ کافر ٹھہرے تو خواہ وہ دفن کریں یا یہودی کیونکہ کافر کا فر برابر ہیں۔ تو اس کا یہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔ عبرت کی بات ہے کہ کتنے مہمل اور دلدوز اعتراضات اس زمانے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم نے جہاں جہاں گنجائش پائی اس میں بھی کچھ حل پیش کر دیا ہے۔

پس یہ جو کہا گیا کہ علی اصغر کس طرح مکلف ہو گئے صدائے استغاثہ پر لبیک کہنے کے جبکہ ”دو امام حضرت سید سجاد اور امام محمد باقر“ نہیں ہوئے۔ اس کا یہی جواب ہے جو ہم نے اوپر پیش کر دیا۔ ماسوا اس کے سید الساجدین تو نکل پڑے تھے مگر اذن امام نہ ملا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے رجحان یہی ہے کہ کربلا میں موجود تھے مگر ان کا یا ان کی والدہ محترمہ کا تذکرہ کہیں پورے واقعات کربلا یا کوفہ و شام میں نہیں ملتا جیسے جناب لیلیٰ کا۔ رہا لیلیٰ کو دعا کرنے کے لئے حکم امام تو وہ بھی علامہ نوری نور اللہ مرقدہ کے نزدیک نظری ہے اور شہر بانو تو علی التحقیق کربلا میں نہ تھیں یعنی والدہ سید الساجدین واللہ اعلم۔

امام حسین بہت روئے اور فرمایا (ابو جحش)

پروردگار مجھے نیکہ و تہا نہ رکھنا۔ ان لوگوں نے تو گناہوں اور ہٹ دھرمیوں کی زیادتی کر دی ہے۔

انہوں نے ہمیں اپنے درمیان ذلیل بنا رکھا ہے۔ اور یہ سب اپنے کردار سے  
 بزدلہ کردار کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ سب مظالم کا ذمہ دار ہے۔  
 اس وقت حسینؑ کو عباسؑ یاد آ گئے:

میرا بھائی (عباسؑ) تو جامِ شہادت پی کے چلا اور اپنے خون میں یکہ و تہارہ کر  
 آغشتہ ہو چکا سپاہِ جنگل کے بچوں کیلئے اور جا پڑا۔  
 خدایا تو تو جدا نہیں ہوتا سب کچھ نگران ہے۔ (بیان المودۃ صفحہ ۳۳۶)  
 امام سخت رورہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ یسار ب لا تترکنی  
 وحیداً (الابیات) بیان المودۃ

پھر اُمّ کلثومؑ وزینبؑ و سکینہؑ و رقیہؑ و صفیہؑ کو آواز دے کر فرمایا۔  
 علیکن منی السلام فہذا آخر لاجتماع۔ پس اب یہ آخری ملاقات  
 تھی۔ تمہارے روز نے کا وقت قریب آ گیا ہے۔  
 اُمّ کلثومؑ نے چیخ کر کہا۔ ”بھیا کیا آپ نے اپنے کو موت کے پردہ فرما دیا۔“  
 فرمایا۔ ”جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو کیوں نہ موت کے حوالے اپنے کو  
 کر دے۔“

اُمّ کلثومؑ نے عرض کیا بھیا۔ ردنا الی حرم جدنا۔ ہم کو ہمارے نانا کے  
 روضہ پر پہنچا دیجئے۔“ کہا ”یہ تو بہت بعید امر ہو گیا۔ جو ترک القطا لنام قطعاً  
 اگر سونے کی مہلت پاتا تو سو رہتا۔“

سکینہؑ بھی رونے لگیں ان کو سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔ سیطول... الخ  
 (الابیات... الخ)



پھر استغاثہ کیا اصحاب کو نام لے لے کر پکارا پھر حملہ کیا پھر خیمے کی طرف پلٹے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔ "کفر القوم وقدما رغبوا"۔ (ابن جہش۔ بحار الانوار)  
 بعد فتن شیر خوار یہ اشعار پڑھے۔ "احتجاج کما رواہ البحار"۔  
 "امام حسین لاش لے کر واپس آئے اور لاش اُم رباب کو دے کر کہا لے یہ میرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا، اب امام حسین نے لشکر کفار کا رخ کیا، آپ رجز پڑھ کر لشکر یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور بعد شہادت علی اصغر حسین خود مرنے پر تیار ہو گئے۔ (اہم کوئی صفحہ ۱۷۰)

شہادت بے شیر پر بے تابی میں

سیدانیوں کا گھر سے باہر نکل پڑنا

راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعۃً ایک معظّمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے بیٹھتی ہوئی قتل میں آئیں۔ اُم کلثوم، سکینہ اور فاطمہ اور رقیہ جس طرح نہنِ کربلا کی اکبر سے محبت تھی اسی طرح اُم کلثوم کو علی اصغر سے محبت تھی۔

"محاسن الشیخہ" صفحہ ۲۹ اور "مہج الاحزان" صفحہ ۲۱۶ پر بھی اُم کلثوم۔ فاطمہ، سکینہ اور رقیہ کا خیمہ سے بعد شہادت علی اصغر علیہ السلام نکلنا مذکور ہے (بہ روایت حمید بن مسلم)

اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ یہ

"میں لشکر ابن زیاد میں بروزِ عاشورہ موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اس بچے کے جو امام حسین کے ہاتھ پر شہید ہوا تھا۔ ناگاہ ایک معظّمہ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ ان کے پاؤں گوشہ چادر میں الجھتے جاتے تھے اور وہ معظّمہ کبھی گر پڑتی ہیں اور کبھی اٹھ

بیٹھتی ہیں۔ کہتی تھیں، ”اے فرزند، اے مقتول ظلم و ستم، ہائے اے راحتِ دل میرے“

پس معظّمہ کے بین پر بنی امیہ بھی باوجود سنگدلی کے رونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مخدومہ اس طفلِ مذبح تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ و زاری میں مصروف رہیں۔ پس ان معظّمہ کے پیچھے چند صاحبزادیاں باہر نکلیں اور امام حسینؑ اس وقت اہل کوفہ و شام کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ (نہر المصاب ۳ حصہ ۳۔ ابو مخنف سے بھی بھی مروی ہے تقریباً۔ نہر المصاب ۲۵۱)

**خیمہ میں میت کا لایا جانا:**

مذبح بچہ کو لے کر حسینؑ درخیمہ تک واپس ہوئے خونِ حسینؑ کے سینہ پر بہہ رہا تھا۔ بچہ کو ام کلثوم کے حوالہ فرمایا۔ انھوں نے خیمہ میں لا کر رکھ دیا۔ فرمایا بہن یہ بچہ حملہ کے ہاتھوں سے سیراب ہو گیا۔

(مقتل ابی ہتھ ریاض المصاب صفحہ ۳۲۵۔ سوانح شہزادہ علی اصغر صفحہ ۸۱)

لاش ام کلثوم کے حوالہ فرمادی۔

ترجمہ نورالعین فی مشہدِ حسینؑ اسفرائی میں ہے:-

”پس حضرت خیمہ میں آئے اور اپنی بہن ام کلثوم کو وہ لاش حوالہ کی۔ انھوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور سب بی بیاں ایسی روتی تھیں کہ ان کے رونے سے فرشتے روتے تھے اور وہ یہ بین کرتی تھیں۔

ہائے افسوس! پیاسے بچے پر جس کی دودھ بڑھائی سے پہلے ہی حیر سے دودھ بڑھائی ہو گئی۔



وہ بچہ تھا سسک سسک کر رہ گیا ہائے۔ مسلسل یہ افسوس سال بہ سال رہے گا۔  
 اشتیاق نے اس کے والدین کے دل بھون دیے۔ اس کو خواری انتقام کے ساتھ تیر  
 مار کر ہلاک کیا جیسے اس سے کوئی بدلہ چکا ہے۔  
 پس اللہ حکم کرے گا ہمارے ان کے درمیان حشر میں جہاں سب مقدمات کا فیصلہ  
 ہوگا۔ (مقتل اسفرائی صفحہ ۵۷)

صاحب مجالس علویہ نے ابو جحش سے اُم کلثوم کے یہ اشعار نظم کئے ہیں :-  
 ترجمہ: پس حسینؑ جب خیمہ کی طرف پٹے دل کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہوتا تو کلیجہ  
 قلق سے پھٹ گیا ہوتا سیکڑے نے بڑھ کر کہا بابا کیا میرے مانجائے کو آپ میرا بکر  
 لائے۔ اس وقت حسینؑ کے دل کا عجیب عالم رہا ہوگا۔ فرمایا لویہ ذبح کر دیے گئے۔  
 (ایضاً مہضہ الحسین صفحہ ۱۱۳، ثقہ الاسلامیہ)

ربابؑ جگر کباب کی بے چینی اور پیار اور نوحہ:

پس مظلوم کر بلا قتل سے طرف خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اس بھیر خواری کی  
 اس کی مادر ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے ربابؑ صبر کر داس مصیبت عظمیٰ پر جو تم  
 پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالق آسمان و زمین ہے۔ یہ امر باعث  
 رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا آب خوشگوار سے میرا بے کہ پھر کبھی پیاسا نہ  
 ہوگا۔ (نہر المصاب مجلس ۳۷ صفحہ ۳۴۱۔ نزہۃ حصہ ۲ صفحہ ۵۱۱)

لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوض کوثر سے  
 میرا بے ہو گیا۔ (اعظم کوئی صفحہ ۲۷)

علامہ مازندرانی فرماتے ہیں ”ماں و خیمہ سے دیکھ رہی تھی۔“

حسین بچہ کو سینے سے لگائے درخیمہ تک آئے مادر علی اصغر مدحوشانہ کھڑی تھیں  
بات منہ سے نہ کر پاتی تھیں۔ (مناقب مازندرانی صفحہ ۲۵۷)

میں کہتا ہوں مناقب کا یہ جملہ "ضمہ الی صدرہ واتی بہ الی باب  
القسطاط" حسین بچہ کو خیمہ کے در پر لائے۔ یہ شہادت سے قبل کا ہو تو اس کا  
مطلب یہ ہے کہ خیمہ کے اندر سے حسین سینے سے لگائے ہوئے درخیمہ تک لائے۔  
یہ مفہوم اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ارشاد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسین کو یہ بچہ درخیمہ  
پر لا کر دیا گیا تھا۔ لہذا دوسرے معنی یہی ہیں کہ بعد شہادت حسین سینے سے لگائے بچے  
کو درخیمہ تک لائے تو معلوم ہوا کہ بچے کی شہادت درخیمہ سے ہٹ کر مقتل میں ہوئی  
تھی۔ لہذا مازندرانی علیہ الرحمہ بھی اسی کے موافق قرار پاتے ہیں کہ علی اصغر کو حسین "مقتل"  
میں لائے تھے۔ اسی مطلب کی تائید روضۃ الشہداء کی عبارت سے ہوتی ہے جو درج  
ذیل ہے۔

رہا ب کے حوالہ لاش کر دی۔

### حضرت علی اصغر کی شہادت:

امام حسین علیہ السلام نے اہل حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان  
کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کی سمیع  
مبارک تک پہنچا، آپ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہل بیت کرام نے عرض کی اے سیدو  
سرور مگر زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغر بیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی  
والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اُسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جناب نہ سبب



مسلم اللہ علیہا انھیں اٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امام مظلومؑ نے انھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر انھیں ہاتھوں میں اٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں میں نے گناہ کیا ہے تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

آن سنگدل جفاکاروں نے کہا یہ محال ہے کہ ہم ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرمہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا دیا، وہ تیر حضرت علی اصغرؑ کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا،

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغرؑ کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرے دیا۔

پھر آپ خیمہ کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ شہید بچے کو لے لیں! اسے حوضِ کوثر سے میرا ب کیا جائے گا۔  
جناب علی اصغرؑ کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہل بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسینؑ بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (حبیب السیر از روضہ)  
احمد بن ابی محمد بن علی اعظم کوئی لکھے ہیں:-

اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے انتہائی مضطرب تھا اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی کہ اے ظالم قوم

اگر تمہارے خیال میں میں گناہ گار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسین ابن علی کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیر خوار بچے کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پھوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کر گئی۔ امام حسین لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوض کوثر سے میرا ہو گیا۔ اب جناب امام حسین نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ آپ یہ رجز پڑھ کر کوٹیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

(تاریخ اہل بیت کوفی صفحہ ۸۲۹ تا ۸۳۰)

ہائے کہیں بچے بھی نہر کسے جاتے ہیں؟

”پس مادرِ ستم رسیدہ اس کی اس بچہ کو لے کر رونے لگی اور خون منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھی اور زار زار روتی تھی اور اپنے منہ اور رخساروں پر ٹھانچے مارتی تھی اور منہ اپنا منہ پر اس نورِ نظر کے رکھ کر یہ بین جگر خراش کرتی تھی۔“ ہائے اے پارہ جگر، اے نورِ نظر۔ ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کس بے رحم نے تجھ سے شیر خوار پر رحم نہ کیا۔ تجھ سے تشنہ لب ہمشکل رسولِ خدا کو تیر ستم سے نحر کیا۔“

ماں کے نفسیات یہاں یکجا ملتے ہیں۔

(زہد الصائب حصہ ۲ صفحہ ۵۱۲)، (شہر الصائب حصہ ۳ مجلس ۷ صفحہ ۳۴۰)

رباب کی حالت متغیر ہو گئی:

چنانچہ ابنِ نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حالِ مادرِ علیؑ اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا تو اس نورِ چشم کو آغوش سے اس معظّمہ کی لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور اس بچہ کی لاش شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی۔ (شہر الصائب)



پہلے گنج شہیداں میں میت بے شیر لا کر رکھی:

جناب مفید نے لکھا ہے:-

مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں مجلسی نے بحار میں ابن نما علیہ الرحمہ سے اور صاحب رموز و محدث فی نے بھی ابن نما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے دفن سے پہلے میت متقل شہداں میں لا کر رکھی۔ (رموز شرح لئس المہموم صفحہ ۱۶۳ و ۱۸۶ المدحۃ اسما کہ صفحہ ۳۳۰۔ لوائح الاشجان صفحہ ۱۳۶ معالی صفحہ ۲۳۳) (ایضاً نزہۃ العصاب حصہ ۲ صفحہ ۵۱۲)

نہی سی قبر کھود کے بچہ کو گاڑ کے

شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

علامہ طبری فرماتے ہیں:-

کہ امام حسین اس وقت ذوالہجاء سے زمین پر تشریف لائے اور نوک شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اس فرزند کو بعوض کفن کے خون مل کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا اور بعد دفن کے اس شیر خوار کی قبر پر شدت روئے۔

اس میں نماز کا ذکر ہے مگر احتجاج میں نہیں ملا۔

بہ روایت عوام حسین نے بچہ کے رو برو اس کا خون مثل کفن کے مل دیا۔

(فرسان الحجۃ... ج ۱، صفحہ ۳۷۳)

حضرت نے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغر کو دفن کر دیا

(تاریخ آئمہ صفحہ ۳۶۰ روحۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۷۷)

نظام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا (نزہۃ العصاب صفحہ ۱۰۴ اصدقہ ناصر الملک)

شہ نے پڑھی تھی میت بے شیر پر نماز:

محمد بن طلحہ مطالب السؤل میں کتاب فتوح کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب یہ بچہ شہید ہوا تو حسینؑ نے اس پر نماز پڑھی اور اس کو دفن کر دیا۔ (رموز صفحہ ۱۶۳)

شرح شافیہ میں ہے کہ حسینؑ گھوڑے سے پیچھے اترے اور اس پر نماز پڑھی۔ (تاریخ التواتر جلد ۶ صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳۔ فرسان السجاء)

شرح شافیہ ابو الفتوح رازی سے مطالب السؤل شافعی، جعفری ۱۲۰۲ھ صفحہ ۲۲۹ پر ہے کہ حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نماز جنازہ پڑھی۔

احتجاج طبری میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتل شہداء میں تشریف لائے ذوالجناح سے اتر کر نوک شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نور نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن قبر پر اس کی شدت سے روئے تھے اور گویا فرماتے تھے۔ واللہ مالی

انیس بعد فرقتم، الا لیکاء قوع السن جالندیم

(نہر الصائب، ج ۳ مجلس ۲۷ صفحہ ۳۲۱ مجلس مجلد ۲۲۹، مقتل مقرر، مقتل الخواری، احتجاج طبری)

فتنی الآمال میں عبارت احتجاج کا ترجمہ فارسی میں وارد فرمایا ہے مگر اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھئے۔ ج ۱ صفحہ ۳۸۹، تہران۔

”احتجاج طبری“ میں ذکر نماز نہیں ہے۔ بقیہ امور احتجاج میں ملتے ہیں۔

نماز جنازہ کس عمر والے پر واجب ہے کس پر مستحب ہے؟

نماز جنازہ چھ سال کی عمر والے بچہ پر واجب ہے یعنی جب نماز کو سمجھنے لگے تو اس



کے لئے نماز جنازہ ثابت ہے۔ جیسا کہ محمد بن مسلم کی صحیح میں مرسل روایت ہے کہ بچے پر نماز کب پڑھی جائے؟ فرمایا جب نماز کی عقل پکڑ لے۔ میں نے پوچھا اس کی عقل کب پکڑتا ہے اور اس کی نماز جنازہ کب واجب ہوتی ہے؟ فرمایا چھ سال پر۔ یعنی جو بچہ چھ سال کو نہ پہنچا ہو مگر زندہ پیدا ہوا ہو اس کی نماز جنازہ مستحب ہے۔

(شرح الاسلام، فصل رابع الصلوٰۃ علی الاموات صفحہ ۱۳ چاپ آئینی)

لہذا معلوم ہوا کہ نومولود سے لے کر چھ سال تک والی میت پر مستحب ہے چھ سال کے پورے ہونے پر واجب۔ (اکسیر التواریخ، منہجہ الصائب، جلد ۳، صفحہ ۵۱۲ نو لکچر مکتبہ ناصر المذنبہ وغیرہ، احتجاج طبری)

حسینؑ گھوڑے سے اترے۔ (اکسیر التواریخ صفحہ ۷۷)

روحۃ الصغائیں ہے، امام حسینؑ نے اپنی تلوار سے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کیا۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵)

شعبیر اٹھ کھڑے ہوئے.....

علامہ بہت الدین شہرستانیؒ فرماتے ہیں کہ حسینؑ نے بچے کے ساتھ اپنی تمام امیدیں (جو اس قوم سے ہو سکتی ہوگی یا بچہ کی زندگی سے وابستہ ہوں) دفن کر دیں۔

(مہجۃ الحسین صفحہ ۱۱۳)

علامہ اعتماد فرماتے ہیں حسینؑ نے بچہ کے ساتھ اپنی تمام امیدیں جو قوم کو ضلالت سے بچالینے کی ایک بادی برحق کو ہوتا چاہیئے دفن کر دیں امام حسینؑ نے اپنے اس اقدام سے بنی امیہ کے دلوں کی نیتوں اور کیفیتوں کو آشکار کر دیا جو ان میں شدید ترین قسامت اور شقاوت پائی جاتی تھی رہ گئیں کیونکہ بچے کا جنہیں ہر گناہ سے بری سمجھا جاتا

ہے اور شیر خوار بچوں کا کہ جو گناہوں سے پاک ہیں قتل کرنا ان میں آتش پرستوں اور بت پرستوں کی بھی غیرت نہ تھی مگر جرموں کے عادی بنی امیہ اس کی مہارت رکھتے تھے انھیں اس میں بھی کوئی تکلف نہ تھا۔ (منہل العرفۃ... صفحہ ۱۳۲)

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر  
آنسو چپک پڑے لحد شیر خوار پر

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:-

آل ابوسفیان کی بدعتی و بد باطنی آشکار ہونے سے علمبردار حق امام حسینؑ نے جتنی قوت بھی ہو سکتی تھی صرف کرنے سے بچا نہیں رکھی اور جتنی فرصت مل سکتی تھی ضائع نہیں فرمائی کیونکہ ننھے ننھے بچوں کا قتل اور چھوٹے بچوں کا ذبح کرنا ایک سنگین جرم تھا جس کو شریعت ہی نہیں عرف نے بھی بڑی شدت سے منع کیا ہے، حسینؑ نے دکھلا دیا کہ یہ بنی امیہ بڑے ہی بد باطن اور خبیث سیرت و ناپاک سیرت ہیں۔

محدثین روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے جا کر عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ وہ اگرچہ کفار کے بچے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے حد درجہ ناگوار جانا۔ لوگوں نے عرض کی حضور وہ بچے تو سب کافر کی ذریت تھی۔ فرمایا ”تو کیا تم سے اچھے لوگ پہلے کافر کی ذریت سے نہ تھے؟ ہو سکتا تھا کہ بڑے ہو کر وہ اسلام لے آتے۔“

جی تو وجہ ہے کہ ملوڑ اٹھانے نہ اٹھانے کا حق صرف عصمت سے مخصوص ہے

تاکہ ارحام و اصلاب میں ایمانی و دعوتیں تباہ نہ ہو جائیں اس لئے فرمایا

يُخْرِجُهُم مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ



ماسوا اس کے اسلام کا معیاری نظام خود ہی چاہتا ہے کہ بے جرموں پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ مجبوروں، بیگسوں اور بوڑھوں اور عورتوں بچوں پر تلوار اٹھانا عرب کی حمیت کا تقاضا بھی نہ تھا۔

خالد بن ولید نے جب عمیصہ میں بچوں کو بھی قتل کر ڈالا تو نبیؐ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے حتیٰ کہ آپؐ کی سفیدی زیر بغل نمایاں ہو گئی اور بارگاہِ خدا میں عرض کی۔ ”خدا یا میں خالد کی کثرت سے برأت کرتا ہوں پھر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو روانہ فرمایا تو حضرتؑ نے جا کر خون بہا اور خرمادیا اور تلافیِ مافات کی۔

(قتل و ذبح اطفال کی بری رسم خود غرضیوں کے ماتحت نہرو و قہر و قہر نے جاری کی تھی۔ واد (دندہ دختر کشی) کی جاہلانہ رسم عرب جاہلیت میں تھی مگر عناد و عداوت میں بچہ کا بطنِ مادر یا آغوشِ مادر میں قتل بعد پیغمبر اسلام دورِ اول کی خشتِ اول ہے جس کے بعد معاویہ کی ہمت بندھی اور نبوتِ علیؑ کی شہادت تک پہنچی۔

انبار میں اطفالِ مسلمین حکمِ معاویہ سے قتل کئے گئے۔ یمن میں معاویہ کے عامل بسر بن اوطاق نے بچوں کو قتل کیا، کرایا۔ اتنا عم رسولؐ عبید اللہ کے دونوں بچوں کو ان کی ماں کی گود میں ذبح کیا جس کے بعد وہ دیوانی ہو گئیں (ثقافتِ اسلامیہ ذہنہ الحسین) جس کے نتیجے میں اموی سیاست کا پردہ بر سر بازار چاک ہو گیا۔

(ذہنہ الحسین صفحہ ۱۱۲)

مگر کربلا میں مظالم کی حد ہو گئی علیؑ اصغرؑ کو شہید کر کے بنی امیہ نے رہا سہا مسلمانوں کا بھرم رہتی دنیا تک تباہ کر دیا۔

يَا كَافِرْ لَا تَكْنُدُ اَنْجُوَ مُسْلِمًا كَرُونَ

نہی عن قتل النسل والصبيان، آپؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع

فرما رکھا تھا۔ (سیوطی التوفی... ۶۱۱ھ) ابنِ عم۔ اس وقت یہ آیت اُتری قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (درمنثور آیہ مذکورہ تفسیر جامع التقریل ج ۲ صفحہ ۴۸) (عمیصاء کے قتل عام پر یہ آیت اُتری)

”خدا کی راہ میں انھیں لوگوں سے لڑو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی نہ کیا کرو۔ اُس سے مروی ہے جنگ کو جاتے وقت مدینہ سے نکل کر حضور تشریف لا کر فرماتے تھے:-

جاؤ خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں خدا کے دشمنوں سے قتال کرو۔ خبردار کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ کمسن بچے کو اور نہ کسی عورت کو اور نہ حد سے تجاوز کرنا۔

(بکسر یہ زبدۃ العلماء، شہزادہ علی اصغرؑ)

نہ تو یہ کہیں ملتا ہے کہ حسینؑ نے کسی شہید پر نماز جنازہ پڑھی نہ کسی کو دفن ہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ دفن کرتے تو نماز ضرور پڑھتے۔ یہ دونوں قرآنِ نبض ہمارے پیار امام کے جھمے میں آئے تھے۔ یہ بنی اسد کی خوش قسمتی کہ وہ امام علیہ السلام کے شریکِ کار بن گئے۔

چونکہ علی اصغرؑ کو حسینؑ دفن کر دینا چاہتے تھے لہذا نماز مستحب بھی جنازہ پر ادا کی جو شکرانہ کے ہم معنی تھی۔ کسی شہید کو قتل گاہ سے اٹھا کر گنجِ شہیداں میں لے کر لٹا دینا یہی حسینؑ کے لئے کیا کم تھا کہ اس کی قبر بنانے کی بھی فرصت پاسکتے۔ صرف علی اصغرؑ ہی کو دفن کیا۔ اس میں جو حقیقی اور واقعی مصالح و حکمِ امام کے پیشِ نظر ہوں گے ان پر کسے دسترس ہے خود امام بہتر جانتے ہیں مگر بعض علما نے اس کی توجیہیں کی ہیں جن میں سے چند بقدرِ گنجائش سو گواروں کے سامنے پیش ہیں۔

(۱) آخوند مرزا قاسم علی کہتے ہیں:-



”از صفات باری تعالیٰ ستار العیوبی است کہ پردہ پوشی بندگان خود میسر نماید و ظهور  
 ایں صفت از مظلوم کہ بلا شد کہ فرزند صغیر خود را دفن فرمود تا یہود و نصاریٰ و غیرہ براحت  
 لعن نہ کنند زیرا کہ قتل چہیں شیر خوار در بیچ ملت جا نہ نیست۔“

(حاشیہ نہر المصاب حصہ ۳ مجلس ۳۷ صفحہ ۴۴۱)

### فلسفہ دفن:

نزمۃ المصاب حصہ ۲ صفحہ ۱۰۳ مجلس ۴ میں ہے:-

(امام حسینؑ شہداء کے لئے) شاید نماز جنازہ میں اقل واجبات بجالائے ہوں اور  
 دفن ان کا ناممکن ہی نہیں ہوا۔

اگر اپنے بچے شیر خوار علی اصغرؑ کے لئے نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا  
 اور بجائے غسل کے خون میں گر دفن کیا اور اس قدر روئے کہ قطرات اشک زمین پر  
 گرے۔ شاید اس کے عوض میں چند دہائیں ہوں۔

(۱) ننھی سی قبر کھودنا ممکن تھا (۲) سر جدا نہ ہو سکے (۳) نیزوں پر سر نہ رکھا جائے  
 (۴) حرارت آفتاب سے محفوظ رہے (۵) پامالی سے بچے (۶) اہل حرم نہ دیکھیں۔

افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی:-

کب سنتا تھا قریاد کسی کی ستم آرا      اک تیر ستم تاک کے معصوم کو مارا  
 ڈھلکی ہوئی گردن پہ نگا تیر قضارا      بس چونک پڑا سہم سے وہ باپ کا پیارا  
 اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح رخ پر پھل آئے  
 ننھے سے انگوٹھے بھی وہن سے نکل آئے

ہاتھوں پہ جو مردہ اسے شبیر نے پایا      آو دل مظلوم تے گردوں کو ہلایا  
تھراتے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو اٹھایا      کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خدا یا  
محتاج ہوں پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا

طالب ہوں فقط مغفرتِ اُمتِ جد کا  
شیعوں کے گناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم      ناموں پہ انہیں کے ہے ٹوب اس کا بھی تقسیم  
آئی یہ ندا اُن پہ کسی کو نہیں تقدیم      بخشا انہیں اسے راہِ جادۂ تسلیم  
گھبرا نہ انہیں اجرِ گرانمایہ ملے گا  
فردوں میں سب کو ترا ہمسایہ ملے گا

من کر یہ صدا شاد ہوئے سبطِ پیغمبر      اصغر کو لینے آئے سوئے لاشِ اکبر  
چھوٹے کو جسے بھائی کے پہلو میں لانا کر      چلائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اسے میرا نور  
بعد آپ کے ہم دشت میں پھر آج لڑے ہیں  
ہشیار کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں

فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ      چلے گئے پھر تیرم فوج سے ناگاہ  
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ      آزرده ہوئی خاطرِ فرزندِ پیدائش  
حبے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اٹھے  
ایک شیر سے شمشیر علی بنک کے اٹھے

لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر      اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر  
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر      دو لاکھ عدد جمع ہیں اک جان کی خاطر  
بلوہ یہ نہ دیکھا یہ صفِ آرائی نہ دیکھی  
افسوس کہ تم نے مری سترہائی نہ دیکھی ... میرا نس



..... ﴿باب ہفتم﴾ .....

شہزادہ علی اصغرؒ  
شاعروں کی نظر میں

کر بلا کا ننھا مجاہد

## فاتح کربلا

﴿۱﴾ میر شیر علی افسوس دہلوی

اب زیست اُسے کیونکہ بھلا ہوئے گوارا  
بہن دودھ کے بد حال جب اصغر سا پس ہو  
کہتی تھی دیکھ کے اصغر کا وہ مجروح گلا  
ہے بے یتم ننھی سی گردن ہدف تیر ہوئی

﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

مورا دھیان انگ رہو اصغر مومن میں ہندو لے کے ڈورے ہلائے رہی  
موت ہے چیت نہیں کب اُسے بلم موٹے تڑپت گھر بچ چھاؤ گیو  
تیر اصغر کے لگا دفن کیا رن میں اُسے ایسا زخمی تھا کہ بالو کو دکھایا نہ گیا  
جس طرح تشنہ لہی میں لب اصغر تھے کبھی ساغر ٹھل تھا حیاں قطرہ شبنم کے لیے  
شیم ظلم میں جا مری بندگی کبھی علی کے سامنے اصغر کی تشنگی کبھی  
بیاس اصغر معصوم کی بیاں کر کے جناب سید الشہداء می بیکیسی کبھی  
جب جھولے پاس وہ گیا بانہ ہے ہوئے کمر مٹھ اُس کا دیکھ کر علی اصغر نے رو دیا



اکبر کلید اپنا پکڑ کر یہ بولا تب ہے ہے مرے صغیر برابر ہے رو دیا

### ﴿۴﴾ گدا علی گدا

اے فلک افسوس الہی ظلم نے یہ کیا کیا اصغر معصوم پر کیوں ہاتھ اٹھایا ظلم کا  
دودھ کی خاطر ہوا تھا پیدا وہ ننھا گلا یا تمھاری آب پیکان کی جھا کے واسطے

اصغر کے تیر کی دے خدا داد جب تلک  
تب تک ہے تیر در جگر مرتضیٰ علی

### ﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا

دیکھیں آکر اپنے پوتے شیر خوارے کی طرف  
دیکھیں حلق اس کے میں پکھرے کے گزارے کی طرف  
دیکھیں اس معصوم بے تقصیر کے مارے کی طرف  
دیکھیں اور کہہ کہہ کے روویں ہے ہے اصغر سائیاں  
ہائے اب جھولے میں لے کر جھلاؤں گی کے  
ہائے میں ٹوپی شلوکہ سی پنہاؤں گی کے  
ہائے میں دودھا پلانے کو جگاؤں گی کے  
ہائے کس کو کہہ پکاروں جان ماور سائیاں  
دیکھیں اس کی تنھی سی گردن کے ڈھل جانے کو ہائے  
دیکھیں اس بچے کو لوہو میں نہا آنے کو ہائے  
دیکھیں آکر میری پھر چھاتی کے پھالنے کو ہائے  
پار ہے گدی سے اس کے تیر کا سر سائیاں

## ﴿۶﴾ میاں سکندر

لال کو وہ جو دکھاتا رہا ہر چند امام      مانگتا پانی رہا لے لے کے اصغر کا نام  
تو بھی ہرگز نہ دیا پانی کسی نے اک جام      دیکھتے اور کھڑے ہستے تھے سب ساکن شام  
تیر قاتل جو کشندہ دل کی کہاں سے چھوٹا      جمیدا بچہ کا گل باب کا بازو ٹوٹا

## لوری

## ﴿۷﴾ احسان لکھنوی

بجرا اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
نیند کے ماتے میں تیرے داری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
دیکھ مری بھی خشک لبہاں ہے بابا حیرا بھی تشنہ وہاں  
موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
رو نہیں پیارے میرے ہلک کر، پھیر نہ آنکھیں تیور بدل کر  
ہاتھ سے تیری پیٹھ تھپک کر، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
اے میرے پیارے، گہو کے پالے، ہونٹوں پہ کیا ہے جیب لگا لے  
لیٹ جا میرے بھولے بھالے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
ہین کروں میں سر پر تیرے آجارے ندیا آ جا سو میرے  
آنکھوں میں گھل جائے گی میرے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
اے میرے بھوٹے بالوں والے، ماں تیرے ننھے منہ کی بلا لے  
ٹکیہ کو نیچے سر کے لگا لے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ



منکا ہے تیرا ہائے ڈھلکتا، میں ہوں بلکتی تو ہے سسکتا  
 منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
 بال ہیں تیرے اڑتے ہوائے بھوپتی اڑھا دوں آگے نرا سے  
 اے میرے چودہ بہر کے پیاسے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
 بین یہ کرتی تھی بانو بچاری، جو یہ قضا وہاں آگے پکاری  
 ماں کی طرح سے میں تیرے داری، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
 مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ، موندے آنکھیں جل میرے ہمراہ  
 اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ  
 کہنے کا احسان اب نہیں یارا، بچہ وہ آخر خلد سدھارا  
 پھر نہ کسی نے آگے پکارا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

ہے تیرا کھا کے حلق پہ اصغرؑ ہوا شہید      عباسؑ اور قاسمؑ و اکبرؑ ہوا شہید  
 یونہی غرض ہر ایک برادر ہوا شہید      سب مر گئے ہیں باقی رہا میں جریدہ ہوں

### ﴿۸﴾ کنور سین مضطر لکھنوی

اس غم سے تھے ششدر کھڑے اک غل اٹھا جو خیمہ سے  
 مرتا ہے مارے پیاس کے ششماہہ اصغرؑ شیر خوار  
 جھولے سے اس گل کو اٹھا دوش مبارک سے لگا  
 روخ دواں کو لے چلا ریح القریں پر ہو سوار  
 فرمایا اس معصوم کو مت پیاس سے ضائع کرو

بارے دم آب اس کو دو لے فرقہ بد روزگار  
 منزل خدا تا ترس نے اس جاں بلب معصوم کے  
 ماہا گلو پر تپش سے اک ناوک قارا گزار  
 ﴿۹﴾ دلگیر

شہزادوں سے یہ جب شیریں نے رو و عرض کی  
 کہئے مجھ سے کیسی شکل اصغر بے شیر تھی  
 سوئے عابد تب اشارہ کر کے باٹو نے کہا  
 ایسی ہی آنکھیں یہی چہرہ یہی تصویر تھی  
 بعد اصغر کے جو فردوس میں پہنچی باٹو  
 تو رکے چھوٹے میں اس طفل کو پلٹے دیکھا  
 تیر جب گردن پہ روکا اصغر شش ماہ نے  
 ہر جوان و پیر کو اُس دم اچنبا ہو گیا  
 کیا پیار تھا بابا سے اصغر کو اُس سن میں  
 بابا کی طرف ماں کی گودی میں ہمکتا تھا  
 باٹو بھی کہہ اٹھتی تھی اصغر کے الم میں  
 کیا دودھ بھی پیا علی اصغر نے بھلایا  
 اُس کو بھرا جسے قسمت نے سنبھلنے نہ دیا  
 گود میں باٹو کی معصوم کو پلٹے نہ دیا  
 ماں کو ارمان تھا پاؤں چلے اصغر میرا  
 گھنٹیوں بھی اُسے تقدیر نے چلنے نہ دیا  
 لگتے ہی تیر آگئی اصغر کو جبکہ نیند  
 اکبر کے پاس شہ نے اُسے بھی سلا دیا  
 کرتی تھی مین باٹو اصغر کی لاش پر یوں  
 ہر چند سن تو چھوٹا اُس لالہ فام کا تھا  
 جو شہ پہ حیر آیا گردن پہ اُس نے روکا  
 یہ بھولا بھالا بچہ اٹھتے تو کام کا تھا  
 چھٹا جو باٹو سے اصغر کی پرورش کا کام  
 تو ساری عمر بس اُس کو بکا سے کام رہا



چوم کر اصغر کا منہ کہتا تھا بمشکل نہیؔ گو نہیں ہم سن پہ میرا ہم سفر ہو جائے گا  
 بعد دن اصغر شش ماہہ یوں آئی جداؔ خاک میں حضرت نے اپنا چاند پہاں کر دیا  
 کہتی تھی بانو مر گیا گودی ہی میں یہ لالؔ اصغر نہ میری آنکھوں کے آگے چلا پھرا  
 شہر بانو سے یہ کہہ کر لے گئے اصغر کو شاہؔ جس نے بخشا تھا وہی اپنی امانت مانگتا ہے  
 لاش سے اصغر کی بانو نے کہا اے میرے لالؔ ایسی نیند آئی نہیں ہے کچھ جو مادر کی خبر  
 اصغر کو ہاتھوں پر لیے فرماتے تھے حسینؔ بچہ مرا یہ ناقہ صالح سے کم نہیں  
 عجب کھراہ تھا خیمہ میں جس دم یہاں کے مارےؔ ڈھلی گودی میں ماں کی اصغر بے شیر کی گردن  
 لکھتا ہے یوں کتابوں میں جن میں محسن و اصغرؔ قرآن مہر لہن کے نور کے جھولے میں پلتے ہیں  
 بانو پکاری اصغر شش ماہہ ڈرنہ جائےؔ جنگل ہے سب بے کوئی نہیں اس کے پاس ہے  
 بولے سرور یہ بھی تھا تقدیر میں میری لکھاؔ گردن اصغر کا کھینچوں تیرا اپنے ہاتھ سے  
 بحرئی اصغر اگر تیر نہ کھا کر مرتےؔ شہ بھی جلد اتنا نہ سراپنا کٹا کر مرتے  
 کہتی تھی بانو اصغر بے شیر دیویوںؔ گھر میرے چھ مہینے کو کیا آئے کیا گئے  
 اصغر کو تیر مارنے کا کیا جواب ہےؔ اللہ پوچھے گا جو لعین رحیم سے  
 کہا بانو سے شہ نے لائے جس دم لاش اصغر کیؔ کہ میرے حال پر کیا ہے خدا کی مہربانی ہے  
 خدا کی راہ میں یہ اصغر لب تشنہ اے بانوؔ ذبح اللہ ہے اور ناقہ صالح کا غانی ہے

اسنے میں یہ باتوں نے کہا اے میرے والی  
 اصغر نے حساب یہاں سے چھ اپنی نکالی  
 جس وقت کہ کی باتوں نے یکس نے یہ تقریر  
 باتوں کی لیا گود سے پھر اصغر بے شیر  
 منہ چوم کے فرمانے لگے اے مرے جانی  
 افسوس تری نیکی اور تھت دہانی  
 یہ کہہ کے لب نہر اے لے گئے شبیر  
 تم آہ سے میری ڈرواے فرقہ بے ہر  
 ہر چند اٹھا ہاتھوں پہ اصغر کو دکھایا  
 اک دور سے ایسا ہے اسے تیر لگایا  
 آغوش میں حضرت کی ترپ کروہ ہوا سرد  
 رورو کے لگے کہنے کہ اے فرقہ نامرد  
 جس نے کہ مجھے سوچا تھا یہ لال امانت  
 دیکھے گی جو وہ خون بھری بچے کی صورت  
 ڈالے ہوئے بچے پہ لبو سے بھرا دامن  
 شبیر نے باتوں کا سنا نالہ و شیون  
 شبیر کو ڈوبا ہوا دیکھا جو لبو میں  
 سوراخ نظر آیا جو بچے کے گلہ میں  
 پھر بین یہ کرتے لگی باگر یہ و زاری  
 دکھائی قضا نے مجھے یہ شکل تمہاری  
 یوں میری بھری گود قضا کرتی ہے خالی  
 بن پانی بلکتا ہے یہ جو میں پھر سے  
 اصغر کی طرف دیکھ کے روئے لگے شبیر  
 لپٹا لیا کس پیار سے بچے کو جگر سے  
 تنگو نہ دیا فرقہ بے رحم نے پانی  
 مال باپ کے جیتے ہوئے تم پانی کو تر سے  
 اعدا سے کہا پانی کو مرنے ہے یہ بے شیر  
 مل جائے گا گردوں مری آہوں کے تر سے  
 پر فرقہ ظالم کو ذرا رحم نہ آیا  
 نزدیک تھا جو گر پڑے آغوش پدر سے  
 اس صدمے سے شبیر کے سینے میں اٹھ رو  
 کیا بغض تھا تم کو مرے ننھے سے پھر سے  
 شرمندگی اب اس سے ہوئی مجھ کو نہایت  
 روئے گی بہا خون جگر دیدہ تر سے  
 شہ آئے درخیمہ پہ جب چھیڑ کے تو سن  
 روتی ہے کھڑی لپٹی ہوئی خیمہ کے در سے  
 باتوں نے اٹھا خاک بھری سب سرور میں  
 لے کر اسے لپٹا لیا پھر اپنے جگر سے  
 کیوں کھول کے منہ رہ گئے کیا ہو گیا واری  
 اے لال چلے تشدد و من تم مرے گھر سے



اصغر مری امید نہ کوئی بھی بر آئی یہ سا لگ رہا بھی تری اب کرنے نہ پائی  
 منت نہ تری ایک بھی مادر نے بڑھائی اے لال یہ کیا کر چلے ماں خاک بسر ہے  
 یہ کہہ کے جو عش ہو گئی واں بانوے دلگیر اُس لاش کو قتل میں وہیں لے گئے شیر  
 دلگیر بیاں کیا کرے اب درد کی تقریر پھر شاہ بھی کلڑے ہوئے شمشیر و تہر سے

جب زیر قات اصغر ناداں کی بنی قبر ماں روڑ کے کرتے بھی وہیں اُس کے دھڑائی  
 شاہ گر جانتے اصغر کو لعین مارے گا تیر کا ہے کورن میں وہ چھوٹا سا پس لے جاتے  
 بانو نے کہا اصغر آنکھیں جو جھپکتا تھا اب مجھ پہ ہوا ظاہر رخصت کے اٹھائے تھے  
 زبان اصغر تشنہ وہن گر کھل چکی ہوتی تو صدمہ حیر کے لگنے کا دوسرے کچھ کہتے  
 یوں تضا اصغر سے بولی کیا بوجھولے میں پڑے تم بہادر ہو تمھارے سوئے کورن چاہیے  
 شہر بانو سے مشابہ حق نے اُس کو کرویا پرورش پاتا ہے اصغر کو د میں جس خور کی  
 آگ خیمہ کو لگی تو بانو نے دل سوختہ گر پڑی گوارہ اصغر پہ مارے پیار کے  
 خیمہ میں پانی نہ تھا جس دم ہوا اصغر شہید غسل میت دے دیا شہ نے اُسے خون تاب سے  
 کہا بانو نے مینا تجھ کو دادی یاد کرتی ہے جھپکی متصل اے اصغر بے شیر آتی ہے  
 لگا جب تیر اصغر کے پکاری ڈیوڑھی سے بانو نہ گھبرانا یہ اقبال کھینچنے کو تیر آتی ہے  
 شیر خوارہ جب نظر آتا تھا بانو کو کوئی آنکھوں میں پھر جاتی شکل اصغر بے شیر تھی  
 چوم کر منہ علی اصغر کا کہا بانو نے اتنی سی عمر میں کیا تشنہ وہانی دیکھی

علی اصغر کے تلے شہ نے بچائی چادر      خاک پر لاش پھر شہ سے لٹائی نہ گئی  
 قضا کو کرنا تھا ہم پلہ اصغر شاہ سے ورنہ      گلے اور ہاتھ میں ناک ترازد ہو نہیں سکتا  
 جب کمر اندھ کے چتا تھا کوئی زن کی طرف      جھولے میں اصغر ششماہہ چل جاتا تھا  
 جب تک اصغر جیا بانو کو تھی اتنی تسکین      نہیں ہمشکل نبی گو پہ یہ دلدار تو ہے  
 بارہا کہتے تھے شہ نجوم کے منہ اصغر کا      چھوٹے سے سن میں ترقی قدر ہو ہی ہوے گی  
 بانو لگی کہے اصغر ہوا جو بے جاں      محسن کی بہر خدمت چھوٹ غلام بھیجا  
 جب چلا تیر تو چلائی یہ بانو در سے      یا رب اصغر بچے اور تیر یہ لگ جائے مجھے  
 پوچھا چھوٹے بھائی کو صفرائے جب بولی یہ ماں      کھیلنے کو ساتھ محسن کے علی اصغر مجھے  
 چھڑائی ماں کی جو گودی قضا نے اصغر سے      جہاں میں گود میں زہرا کی وہ پلا ہوگا  
 قربان ہوا باپ پہ ہستا ہوا دن میں      سن چھوٹا تھا اصغر کا پہ رکھتا تھا بڑا دل  
 یہ تھا ضعف اصغر ناداں کو پانی کے نہ ملنے سے      پھر اتا لب پہ تھا سوکھی زباں آہستہ آہستہ

سلام (دلیلی)

بُجرا اے جو کہتی تھی رو رو ہے ہے بچے گود کے پالے  
 پانی کے پیاسے تیر کے مارے اصغر پیارے بھولے بھالے



اے میرے پیارے میرے جانی اے میرے ہمدانیوسف بانی  
 ہائے رے تیری تشنہ دہائی تھے تھے گیسوؤں والے  
 ہائے یہ سن اور تیر کا سہنا خلق پہ تیرے خون کا بہنا  
 ہائے ترا خاموش ہو رہنا اے میرے بچے اے میرے ہائے  
 جھولا تمہارا خالی ہے پیارے روتی ہوں دیکھ کھلونے تمہارے  
 خلد کی جانب تم تو سدھارے زیست کے پڑ گئے لالے  
 ہو گیا نیلا ہائے تیرا تن گل سا پنڈا بن گیا سوسن  
 تم تو جھکائے دیتے ہو گردن کیونکر یہ اماں تم کو سنبھالے  
 کیا ہوا تیرا اب وہ ہمکنہ پیار سے ہر دم منہ کو تکتا  
 دیکھ ذرا مادر کا بلکنا اپنے گلے سے مجھ کو لگالے  
 جیتے اگر تم اے مرے خوشبو سا لگرہ تو کرتی یہ بانو  
 تم تو گئے فردوس بریں کو کیونکر یہ ماں ارمان لگالے  
 آج یہ کیسے چپکے ہو واری دیتے نہیں تم ہنکاری  
 روٹھی ہے تم سے اماں تمہاری لگ کے گلے سے اس کو منالے  
 دودھ ہے اتر اس کو پلاؤں جھولے میں اب کس کو جھلاؤں  
 تیرے بغیر از کس کو دکھاؤں اپنے جگر کے داغ یہ کالے  
 خلد میں تو اب جاتے ہو جانی وادی سے کہنا مری زبانی  
 روتی ہے ہر دم بانو تمہانی اتنا کرم کہ اس کو بلا لے  
 بین یہ کروہ لاش اٹھا کر رکھ دی رو رہو وہ جھولے کے اندر  
 بولی کہ آخر جاتے ہو اصغر آخری جھولا ماں یہ جھلا لے

دینے لگی یوں لوریاں رو کر سومرے جانی سومرے دلبر  
 سومرے پیارے سومرے اصغر سومرے بچے مرنے والے  
 سن یہ بیاں باتوئے نالاں روئے نہایت شاہ شہیداں  
 بوئے کہ مت کر آپ کو ہلکاں کر دے یہ لاش اب میرے حوالے  
 لے گئے غرض پھر لاشہ اصغر آئے شہر دین پہلوئے اکبرؑ  
 رکھ کے داں پھر بولے یہ رو کر بھائی کو اکبر رکھو سنبھالے  
 کیا کہے اب بگیر وہ زاری روئی جو باؤ غم کی ماری  
 کہتی تھی رو رو ہارے ہارے ہے ہے بھولے بھالے

ہنکل جب زندان میں آتی تھی تو زنبب کہتی تھی دیکھو لوگو یاد کرتا ہے علی اصغر مجھے

### ﴿۱۰﴾ مظفر حسین ضمیر

نہ نیند آتی تھی اصغر کو پیاس کے مارے ہنگل پہ تیر جب آکر لگا تو خواب کیا  
 اصغر کے تیر کھانے کا ہر شکل تیر سے ۳ روز رستخیز ہے باقی نشان رہا  
 سو فار سے عیاں ہے کہ منہ اس کا تھا کھلا ہیکل یہ کہتا ہے کہ نکالے زباں رہا  
 شاہ کہتے تھے اگر غیر نہ لگتا آکر دیکھتے تم کہ جواں کیا علی اصغر ہوتا  
 مچھلی بھی نہ تر پے بھی یوں خشکی میں جس طرح سے تیر کھا کے اصغر تر پا  
 بحرئی مرنے کا غم نہ کو نہ جینے کا تھا قلق اصغر کے مگر پانی نہ پینے کا تھا  
 مارا بے رحم نے اصغر کے تھا حلقوم پہ تیر بچہ مصوم تو چھ سات مہینے کا تھا  
 رات دن سونگھ کے بو جیتی تھی بانو دکھیا دھبا کرتے میں جو اصغر کے پسینے کا تھا



## ﴿۱۱﴾ میر مستحسن خلیق

اصغر سے بانو کہتی تھی زن کو چلے تو ہو کرنا لہو میں دیکھو بھر کر نہ آئو

## ﴿۱۲﴾ مرزا فصیح

لگایا حرم نے جب تیر اصغر کی گردن پر بہت روئے جو تیر انداز کامل اپنے فن میں تھے

لگا جب تیر گردن میں تو آگلا شیر اصغر نے جھے لٹھلہو کے اس کے منہ سے من میں تھے

بند منہ آنکھیں کھلی دیکھ کے ماں کہتی تھی علی اصغر کا مرے نکلے ہے دم آنکھوں سے

منہ تھا اصغر کا کھلا لب انگوٹھا تھا دھرا روز کہنے لگے پرکان بھی ہے سوار بھی ہے

تیر اصغر پہ نکلے چلنے تو مرد رتے کہا اس کو مت مارو کہ دو روز سے بے شیرید ہے

نہ عیند آتی تھی اصغر کو پیاس کے مارے گلے پہ تیر جب آکر لگا تو خواب کیا

گود خالی دیکھ کر کہتی تھی بانو اے فلک ہائے میں جیتی رہوں اور گود میں اصغر نہ ہو

چاہتا تھا کہ کرے گریہ نہ رو سکتا تھا حلق میں تیر تھا اور باپ کا منہ تکتا تھا

سیکنہ پیاسی تڑپ رہی ہے، پڑی ہے خاموش جنت مسلم

ادھر کو اصغر سسک رہا ہے، ادھر کو باثر بلک رہا ہے

علی اصغر آپ ہی تھا جاں بلب غیث اس کو مارا لعین نے تیر

وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب میں

## ﴿۱۳﴾ میرائیں

تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں      بھر کے ٹھنڈی سانس بچہ رہ گیا  
 کہتی تھی ماں موئے اصغر قبر میں      ہائے خالی ان کا جھولا رہ گیا  
 کس لو آب پہنائے مادر دل جلی      چلے بسے وہ یہ شنو کا رہ گیا  
 نہ دیکھی گئی شہ سے اصغر کی لاش      زمیں میں پسر کو کہاں کر دیا  
 تیر کھاتے ہی گئے میں جو دم اصغر کا رکا      شاد کے ہاتھوں پہ تڑپا ہے وہ بچا کیا کیا  
 بانو کہتی تھی تصور میں علی اصغر کے      دودھ بن تڑپا ہے ہے مرا بچا کیا کیا  
 پانی دو دن نہ ملا تیر گلے پر کھایا      اتنی سی زندگی میں سہہ گیا ایذا کیا کیا  
 کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا      گھنٹیوں چلنے نہ پایا قتل اصغر ہو گیا  
 رو کے بانو نے کہا بچھلے پھر زنداں میں      دودھ پینے کو نہ چوڑا علی اصغر میرا  
 اصغر ہوئے شہید تو اعدا سے بولے شاہ      سبط نیا پہ ظلم کرو گے کہاں تک  
 عبت ہیں عدد در پے قتل اصغر      یہ ایذا کہیں بے زباں کھینچتے ہیں  
 بود و نابود علی اصغر کا یکے کیا بیاں      بڑباں دنیا سے اٹھے بے زباں پیرا ہوئے  
 داغ اصغر کا کوئی بانو کے دل سے پوچھے      جھد گیا کس کا جگر تیر قلن کیا جانے  
 کہا بانو نے شہ سے تیر چلتے ہیں کیجے چر      مرا منہ جب یہ بچہ نہ کسی آنکھوں سے تکتا ہے  
 بچا لو واسطہ زہرا کا صاحب میرے اصغر کو      یہ بچہ دودھ پیتا ہے نہاب آنکھیں جھپکتا ہے



بانو کہتی تھی میں جیتی رہی ہے بے قسمت  
تیر بدلے علی اصغر کے نہ کھایا میں نے  
جلتی ریتی پہ کیا آج انھوں نے آرام  
چھ مہینے جنھیں چھاتی پہ سلایا میں نے

کہتی تھی بانو جان چلی میری ان کے ساتھ  
اصغر کو دیکھتی نہ سیکھتے تو پوچھتی  
منہ ہانپے بانو کہتی تھی روضہ کے میرے لال  
کیا آئے ماں کی گود میں اور کیا چلے گئے  
اصغر کو لے کے جب عہد والا چلے گئے  
لٹاں تمہاری گود سے بھیا چلے گئے  
کہتی تھی بانو خواب میں اصغر کو دیکھ کر  
مادر کو اپنی چھوڑ کے بیٹا چلے گئے

خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا  
چلے جہاں سے جو اصغر تو مسکرا کے چلے

نوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا  
دم آ کے رکھا حلق میں اس تشنہ گلو کا  
منہ سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے  
خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا  
جب آتی تھی ہچکی تو لپکتا تھا پردہ سے

### ﴿۱۳﴾ مرزا دبیر

بانو یہ بین کرتی تھی، اصغر کی یاد میں  
گم کس طرف ٹولے مرے یوسف لٹا ہوا

پانی دیا کسی نے نہ، اصغر کو بوند بھر  
کیا رحم دل، نہ ایک بھی، اہل دغا میں تھا

پوچھا صفرا لے کیا سب اس کا  
تھا بھائی مرا تو خیر سے ہے  
نہ پردہ آئے نہ چچا آیا  
کیوں نہ گھر میں وہ نہ لٹا آیا

کہتی تھی بانو تیر گلے سے نکال لوں  
اصغر تمہاری روح کو صدمہ اگر نہ ہو

شاہ کہتے تھے کہ کیا تیر عدو نے مارا  
کہ نہ اک بار بھی ٹپا علی اصغر میرا

باپوں میں دودھ، گلے میں جھنڈولے ہال      اصغر نے یوں بہشت بریں کا سفر کیا

گلے میں باپ کے، باپیں تھیں لاشِ اصغر کی      خزاں ہوا جو وہ گلے، تو گلے کا ہار ہوا

مجرئی! کیا حوصلہ تھا اصغر بے شیر کا      بنس دیا، جب حلق پر ناوک لگا بے پیر کا

پھول اس جا پر کہاں ہے بڑ گلِ رخمِ بدن      قبر پر اصغر کے شہ نے رکھ دیا، پھل تیر کا

رکھو میرے نام پر اے بیٹی! پانی کی سبیل      نام پر اصغر کے، پلوانا تو، گوزہ شیر کا

ہوٹ اصغر کے بے، کھا حیر، تو شہ نے کہا      کیا تم، اے پیارے! حیرہ لیتے ہو آبِ تیر کا

کو دکانِ موتیں رونے لگے، فریادیں میں      دیکھ کر حلقوم میں اصغر کے، ہر وزن تیر کا

یاد آتے تھے شہیدوں کو جب اپنے نو نہال      دم بہ دم منہ چومتے تھے، اصغر بے شیر کا

لے چلے شہ، علی اصغر کو تو بانو نے کہا      اس کو تم، کیوں سینے سے نہ زہار جدا

اکبر کی لاش لائے تو اصغر کو لے چلے      حضرت پہ دکھ پہ دکھ تو محن پر محن ہوا

اصغر کے بھی گلے میں، شلوکا تھا، وقتِ دفن      نایاب، اے فلک! یہ جہاں سے کفن ہوا

شاہ کہتے تھے کہ ہے سب کو شہادت کی خوشی      علی اصغر بھی ترا، کشتہ پیکار ہوگا

بانو کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت      کہ مجھے ڈھونڈنا، واں، اصغر ناداں ہوگا

شاہ نے لاشِ اصغر کو لٹا کر یہ کہا      آکے اب شیرِ خدا تیرا نگہاں ہوگا

پانی بتوں لائی تو اصغر اشارے سے      بولا کہ آبِ تیر کی لذت، دامن میں ہے

کھا کے پیکار، بہت آغوش میں ٹپا لیکن      شہ کی گردن میں ہے اصغر دلدار کے ہاتھ

نہی سی قبر پہ اصغر کے چھڑکتے پانی      پانی اتنا بھی نہ آیا، شہِ ابرار کے ہاتھ



گہوارے میں پھر جا کے جو میت کو لٹایا  
ماں بولی کہ اب ضبط کا یا نہیں اصغر

خالم نے کیجے پہ مرے تیج پھرائی  
یہ حیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغر

کیا جھولا جھلاؤں تمہیں ہو خواب جل میں  
تابوت ہے، گہوارہ تمہارا نہیں اصغر

بولی ہاتھ کھینے کو خلد میں اصغر گئے  
میں تو یاں ہوں کون جھائے گا وہاں دامن کی خاک

بولے شہ قبر بناؤں گا تری ننھی سی  
تجھ کو اصغر میں بیاباں میں سلائے کا نہیں

وہن اصغر کو کیا جب تو کہا سرور تے  
سوہ اصغر تمہیں اب کوئی جگائے کا نہیں

بیٹھے بیٹھے ہاتھ کہہ اٹھتی تھی یہ زنداں میں  
دیکھنا کوئی پس دیوار اصغر روتے ہیں

دودھ کی خاطر نہیں ہوتے ہیں گریاں شیر خوار  
بے زباں اطفال کو یا بہر اصغر روتے ہیں

کہتی تھی ہاتھ کہ میں پانی کہاں سے لاؤں ہائے  
صاحبو سگی زباں دکھلا کے اصغر روتے ہیں

خلد میں اطفال شیعہ سب زیارت کو ہیں جمع  
اور گلے کے زخم کو دکھلا کے اصغر روتے ہیں

دونوں ہاتھوں پر تھی اک ننھی سی لاش  
خوں میں ڈوبا تھا سراپاے حسین

کیوں نہ غم سے خشک ہو سبط پیغمبر کا لہو  
جب شلو کے پر ہے بحر کی اصغر کا لہو

شاہ کہتے تھے شہادت کی گواہی کے لیے  
دامن الماک پر کافی ہے اصغر کا لہو

بحرئی شہ نے کہا اے میری خواہر دیکھو  
تیر کو دیکھو گلوے علی اصغر دیکھو

جا کے پھر جھولے پہ بولی کہ ہوئے اکبر گم  
گٹھلیوں جا کے تمہی ہاے علی اصغر دیکھو

تیر کھانا یاد آتا تھا علی اصغر کا تب  
دیکھتے تھے جس گھڑی عابد لبہ سوفا رکو

یاد جب آتی سیکندہ خلد میں تو شاہ دیں  
اپنے سینے سے لگاتے اصغر دلدار کو

کہا شہ نے کیا تیر عالم نے مارا کہ تیرا نہ ہاتھوں پہ اصغر دوبارہ  
 شہ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رو رو اے حملہ تقصیر بھلا بچے کی کیا تھی؟  
 آیا فردوس میں اصغر تو کہا حوروں نے کیا گئے عالم فانی میں بھلا کیا آئے  
 جب کہ پیدا ہوئے اصغر تو کہا بانو تے اب مرے گھر میں علی کی بھی زیارت ہوگی  
 آئیں گے جب صفِ حشر میں حسینؑ ابنِ علیؑ گود میں اصغرِ معصوم کی میت ہوگی  
 بانو کہتی تھی ترا فاتحہ دلو اس کی دودھ کے کوزے گراے اصغر دلدلار ملے  
 بحرئی کہتے تھے شہ خالق اکبر کے لیے ظالمو پانی دو مجھ کو علی اصغر کے لیے  
 حوضِ کوثر پہ کہا شہ نے پدر سے اپنے دیا اعدائے نہ پانی علی اصغر کے لیے  
 کہا بانو نے کہ یا ساقی کوثر آؤ شہ کو پانی نہیں ملتا علی اصغر کے لیے  
 یا امام دو جہاں عرض یہ کرتا ہے دیر مغفرت حشر میں کچھ علی اصغر کے لیے  
 بانو یہ رن میں لاشہ اصغر پہ کہتی تھی یہ پیاری پیاری شکل تری خوں میں بھر گئی  
 بیاسے رہے، گلے پہ لگا ناکب ستم چھوٹے سے سن میں تم پہ یہ ایذا گزر گئی  
 سرور نے کہا فدۂ معبود ہیں دونوں کچھ فرق یہاں اکبر و اصغر میں نہیں ہے  
 گنیا جو غلہ میں اصغر قریب محسن کے وہ دیکھ حق چھدا خوب اشک بار ہوئے  
 کہا یہ بانو نے سجاد سے دم بدفون یہ بات یاد میری، اے جگر فگار رہے  
 ادھر تو کیجو اکبر کو اور ادھر شہ کو پران کے بچے میں اصغر ہی کا حرار رہے



کہا یہ بانو نے دل بیچ و تاب کھاتا ہے جھنڈولے بال جو آئے ہیں یادِ اصغر کے

جھولے کودیکھ دیکھ کے صغریٰ یہ کہتی تھی یادش بخیر اصغر نادان سفر میں ہے

دھرا جو لاشہ اصغر تو شاہ نے دیکھا بتوں گود کو کھولے ہوئے مزار میں ہے

جب چٹائی کو تارے دیکھے بانو سے بولی قضا وادی غربت کی اب دیکھیں گے اصغر چاندنی

قبرِ اصغر سے کہا بانو نے راحت دیجو سونے والا میرے دامن کا تے دامن میں ہے

مر گیا اصغر تو اک بچگی میں لیکن دیر تک ہاتھ رکھ کر شاہ دیں، سینے میں دم دیکھا کیے

بے خطا تیر گلوئے علی اصغر پہ لگا تم اسی شرم و خجالت سے سماں اور بھی ہے

بجرائی کہا شہ نے کہ یارا نہیں اصغر چھوڑیں تمہیں جنگل میں گوارا نہیں اصغر

عباس ہوئے قتل چھدا سینہ اکبر تم بھی موئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغر

بانو کا گلا کاٹا شہ دیں کو کیا ذبح یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغر

پانی کو ترستا ہوا بے شیر جہاں سے تم سا کوئی کم عمر مدھارا نہیں اصغر

بیات ہے ماسے گئے لب لاش ہے گور قسمت کے لکھے سے کوئی چارا نہیں اصغر

بانو بھی کہتی تھی دیر جگر افکار

تم مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغر

یوں پہلوئے حسین میں تھا لاشہ اصغر باپوں میں دودھ لب پہ آٹوٹھا گلے میں شیر

وقت قضا ملا تھا جو اس کو نہ آب و شیر کھولے ہوئے دامن تھا وہ رشتک مدھیر

ننھا سا کرتا تن میں لبو سے بھرا ہوا ایک ہاتھ تھا حسین کا اس پر دھرا ہوا

تیر غم سیکڑوں، سرور کے کلیجے پہ لگے علی اصغر جو ہوا تیر کے پرکاش سے شہید

### ﴿۱۵﴾ میر مونس

حملہ کہتا تھا توڑا ایک بازو ایک حلق لو نکلتے ہی کہاں سے تیر بھالا ہو گیا

چہرہ گلگون اصغر پر جوڑا ہانا دھوپ میں دامن لختہ دل حیدر گلابی ہو گیا

تیر کھا کر دودھ کے ہمراہ جب اگلا ہو سر بسر پیرا ہن اصغر گلابی ہو گیا

کہتی تھی ماں کیجے نہ چلتے ہیں تیر غم جب سے ہوا ہے اصغر تیر دکان جدا

باؤ کہتی تھی نہ تم گھنٹیوں چلتے پائے ہائے اصغر کوئی پورا مرا اڑماں نہ ہوا

ہاں رو دیتی تھی منہ ڈھانپ کے اصغر کے لیے کسی عورت کی جو آغوش میں بیٹھ دیکھا

میں نے دیکھا علی اصغر کا گلا خون سے تر میں نے زخمی علی اکبر کا کلیجا دیکھا

کہتی تھی باؤ دیکھ کے اصغر کی لاش کو چھوٹے سے سین میں واہ بڑا مرتبہ ملا

شہ کہتے تھے اصغر پہ ہوا یہ ستم تو یوں تیر سے مرتے کوئی بچہ نہیں دیکھا

ہوا نہ ہوگا کوئی شیر خوار دنیا میں شہید تشنہ لب اصغر سے بے زباں کی طرح

حملہ نے سوئے اصغر جو کیا تیر کا رخ ہو گیا زرد سلای شہ دگیر کا رخ

بہت روکا شہ دیں نے لیکن نہ خون گردن اصغر ہوا بند

اصغر سلای تیر ستم کھائے آتے ہیں گردن پد کے ہاتھوں پہ لٹکائے آتے ہیں



باز و چمدا ہے شاہ کا بچہ ہے خوں میں تر چھوٹی س لاش چھاتی سے لپٹائے آتے ہیں

بانو کہتی تھی مری گودی نہ تم کو آئی راس تیر کھا کر چین سے سوتے ہو دلیر دھوپ میں  
دودھ بن تم تو کئی راتوں سے سوئے بھی نہ تھے صدقے جاؤں نیند آئی آج کیہ کر دھوپ میں

کہتی تھی ماں ملے علی اصغر نہ صاحبو ڈھونڈ آئی اُن کو دشت میں مادر کہاں

اصغر کو تیر مارا تو بولے یہ شاہ دیں شاید کہ حرمہ کوئی تیرے پر نہیں

آئے تھے بہر نذر شہادت پدر کے ساتھ مٹھی میں نقد جاں علی اصغر لیے ہوئے

لگا حلق اصغر پہ جب تیر نظم ترپ کر وہ اہمہ کماں، رہ گیا

ادھر خوف سے تھر تھرائی زمیں ادھر کانپ کر آسمان رہ گیا

اکبر کے برابر علی اصغر کو لٹایا فرزند کے شانہ کو ہلا کر یہ سنایا

اس بانوئے مغموم کے دلیر سے خبردار اے جان پدر چھوٹے برادر سے خبردار

﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہار لکھنوی

لے گئے تھے اصغر کو گھر سے پھر سلامت نہ آئے ادھر سے

کیا ہوا دودھ پیتا وہ بچہ میرے پردہ کی بیرون حسینا

﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی تاجر لکھنوی

کہا یہ بانو نے اصغر کی یاد آتی ہیں ہمگ ہمگ گے وہ باتیں، تجھے اشروں کی

فرمایا شہ نے کیا اسے لڑنے کی تھی اسگ اصغر کا میرے تیر سے چھیدا گلوعبت

مجرائی خزاں نے بھی کوئی نہ چمن چھوڑا شاداب نہ اصغر سا بھی غنچہ دہن چھوڑا

### ﴿۱۸﴾ آغاز دین دہلوی

اصغر سے شاہ کہتے تھے بازار موت میں آئے ہیں تیرے واسطے پیکاں مئے مئے

کہا سرور نے کہ اصغر وہاں مل جاتا آب طالب آب اگر غلہ میں جا کے ہوتے  
ماں نے اصغر سے کہا مر گئے پیاسے بھی سبے زخمی تم ہوتے مگر پانی تو پاسے ہوتے

لاش بچے کی لئے راہ میں کہتے تھے حسین کہہ کے اب کیا تری ماں سے تجھے اصغر دول کا

### ﴿۱۹﴾ میرا نس

خون سے تر ہو گیا اصغر کا شلو کا سارا خلق سے شاہ نے جب تیر کا پیکاں کھینچا

چھوڑا علی اصغر نے بھی جب دار فنا کو بچے کا بوا غم ہوا شاہ شہدا کو

جب دفن کیا خاک میں اس ماہ لقا کو رقت رہی تا دیر غریب الغریا کو

تیر آتے تھے لیکن نہ جدا ہوتے تھے حضرت

منہ چھوٹی سی تربت پہ دھرے روتے تھے حضرت

بازو سے لہو بہتا تھا اور آنکھوں سے آنسو چہرہ عرق آلود بھرے خاک سے گیسو

چلاتے تھے کیا ہو گئے اے اصغر مہر و شیر کو اس خاک سے آتی ہے تری بو

ہم کو عرق شرم میں تر کر گئے بیٹا

پانی نہ ملا تھنہ وہن مر گئے بیٹا

### ﴿۲۰﴾ میرزا عشق

اصغر سدھار سے زیست ہوئی شہ کو ناگوار میت لٹا کے روئے کہا حفظ کردگار



کھینچے ہیں گلے سے تیر حسینؑ منہ سے اصغرؑ لہو اُگلے ہیں

اصغرؑ کو جو شہلے چلے بانو یہ پکاری دامن تو اڑھا لو کہ ہرستے میں کڑی دھوپ

لاش جب رکھنے لگے قبر میں بولے شبیرؑ علی اصغرؑ ہے بڑا داغ تمہارا ہم کو

زخم تازہ ہے چمکتا ہے لہو گردن سے تم کو ایذا ہے نہیں ضبط کا یارا ہم کو

ہاتھ تھراتے ہیں تم یہ نہ سمجھنا بیٹا کہ نہ آرام سے تربت میں اُتارا ہم کو

قبر اصغرؑ سے کہتی تھی بانو لے لے لے ہم سے یہاں چلتے ہیں

تو ہماری طرح سے بیلانا شب کو اصغرؑ بہت مچلتے ہیں

### ﴿۲۱﴾ میرزا عشق

کہتے تھے شاہ امت جد پر خدا ہوئے تم نے بڑوں کی بات کو اصغرؑ بنا دیا

سرکماں کا جھک گیا سوغار کا منہ کھل گیا بوجھ ہے گردن پہ خون اصغرؑ بے شیر کا

تھا سرائے دہر میں اصغرؑ کو رہنا ناگوار ملتے تھے دست دیا دیا سے جانے کے لیے

برہمتی ہے منت غذا اصغرؑ کی ہوتی ہے شرورؑ رودھ چھٹتا ہے چلے ہیں تیر کھانے کے لئے

سب کے سب روتے تھے صغرا کی طرح منت سزا گھر سے نابوت کہ گوارہ اصغرؑ نکلا

تنگی سے اصغرؑ بے شیر کا منہ درد ہے پھول مرتھایا ہوا ہے گلشن شیر کا

طلق میں جب آکے پیکاں رہ گیا بچکیاں لے لے کے ناہاں رہ گیا

گودیوں میں کچھ دنوں اصغرؑ پھرے گلشنوں چلنے کا ارماں رہ گیا

چھٹ کے اکبر سے دل شہد و بالا ہو گیا بعد بے شیر یہ غم اور دو بالا ہو گیا  
 یاد اصغر میں کہا کرتی تھی صغرا رو کر گنڈیوں چلے نہ پائے کہ وطن چھوٹ گیا  
 کہتی تھی بانو کہ مری گود خالی ہو گئی تم سے اصغر قبر کا آباد پہلو ہو گیا  
 رن کو جاتے ہوئے مڑ کر جو ادھر دیکھ لیا ماں کو بے شیر نے اور ایک نظر دیکھ لیا  
 ﴿۲۲﴾ میر تقی میر

گلا چھدائے قیامت میں جبکہ آئے گا یہ شیر خوار بھی امت کو بخشوائے گا  
 دار دنیا جائے آسائش نہیں خوب سمجھے تھے جو اصغر کم رہے  
 گلا صغیر کا نکھاسا کیوں نہ چھد جائے خدنگ ظلم جو دو ٹاک کی کمر سے چلے  
 شہ نے بانو سے لیا اصغر کو جب بولی نقضا ایک بدیہ اور حضرت بہر امت لے چلے  
 بعد اصغر زندگی کا حوصلہ جاتا رہا بیٹھی ہے خاموش ماور مشغلہ جاتا رہا  
 ﴿۲۳﴾ میر وحید

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں  
 اجل یہ کہتی تھی کیا خوش نصیب تھے اصغر نہ رخ شیب نہ داغ شباب لے کے چلے  
 یہ مرتبہ چھ مہینے کی عمر میں پایا شہید راہ خدا کا خطاب لے کے چلے  
 قرار بن مرے کیونکر مرے حسین لیا اجل نے گود سے اماں کی تجھ کو چھین لیا



## ﴿۲۴﴾ اوج (فرزند مرزا دبیر)

قبرِ اصغر پہ کہاں سے دلِ مضطر میں رہ گئی گھنٹیوں چلنے کی تنہا باقی  
 صحن میں بانو نہ لاتی تھی کبھی معصوم کو کھائی ہیں عابد نے غم کی برجھیاں بیٹھے ہوئے  
 کیا خبر تھی سوئیں گے ریتی پہ اصغر چھپ میں بیٹھے بیٹھے پشتِ زریں پر ہی پر ہی شہ نے نماز  
 مرنی ہوں میں تاخیر نہ فرمائیے بابا اصغر کو لئے گود میں جلد آئیے بابا

## ﴿۲۵﴾ پیارے صاحبِ رشید

کس طرح دلِ جانِ ذہرا سے سنبھلا جائے گا شیرِ یوکر خلقِ اصغر سے ٹکالا جائے گا  
 یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغر کو حسینؑ قید میں بانو سے یہ بچہ نہ پالا جائے گا  
 شود نہ چلو میں شہ لیتے ہیں اصغر کا لہو حشر آجائے گا جب یہ خون اچھا لاجائے گا  
 باغِ جنت میں دلِ فاطمہ بے تیر چھدا خلقِ اصغر کا چھدا بازوئے شبیر چھدا  
 قبر پر بے شیر کے بانو یہی کرتی تھیں مین مر کے اے بیٹا قرارِ قلبِ مادر لے لیا  
 بولیں بانو قبر میں اصغر ڈرو گے رات کو ساتھ اپنے کیوں نہ اس مادر کو دلبر لے لیا  
 کہتی تھی ماں، قبر میں اصغر اب آیاتِ کو چین کیوں گلے کا زخم اچھا ہو گیا اتنی ہے نیند  
 کہتی تھی ذوالفقار نہ تھی مجھ کو یہ خبر شبیر مجھ سے تربتِ اصغر بنا میں گے  
 زمین خشک ہاتھوں سے برابر گرے شہ ہونے اگر پانی ملے سردے کے بہر قبرِ اصغر میں  
 پسر کے بعد جب کڑی کمائیں شہ نے فرمایا علی اصغر گئے دنیا سے اب کیوں تیر آتے ہیں

## ﴿۲۶﴾ میر عارف

معصوم کے جب عضو بدن چپ گئے سارے      بے ل ہوا قلب شد و میں درد گے مارے  
منہ رکھ سکے لحد پر بھدا اندوہ پکارے      اس راحت جاں بالوئے ناسداد کے پیارے  
تنہا سا گلا زخم سے دکھتا تو نہیں ہے  
اصغر کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے

تیر کھا کر وہاں علی اصغر نے ڈالا تھ سے ٹھل      یہاں ابھو کے جوش سے خود ماں کو آگیاں ہوئی  
لگا تیر اصغر کی گردن پہ جب      قید شاہ جھک کر کہاں ہو گیا  
کر بلا پہنچے تو پیارا اصغر کو کر کے بولے شاہ      ایک منزل سخت تر اس سے مری جاں اور ہے  
﴿۲۷﴾ دو ٹھا صاحب عروج

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے شبیر      اٹ دیا علی اصغر کی آستینوں کو  
ذرا آرام سے رکھنا زمین کر بلا اس کو      لٹھے روتے ہوئے یہ کہہ کے سرور تیر اصغر نے

## ﴿۲۸﴾ ادب لکھنوی

بیکر اصغر معصوم جو ٹپوس میں تھا      شعلہ نور خدا حسن کے فانوس میں تھا

## ﴿۲۹﴾ داغ دہلوی

چشم نقش کف پائیں بھی تو آنسو بھرا آئیں      خاک پر گر کے جو نائے علی اصغر پانی

## ﴿۳۰﴾ امیر مینائی

دکھائی اصغر معصوم نے جو خنگ زباں      اجل نے پیارے بوسے لب و دہن کے لیے



## ﴿۳۱﴾ میر محبوب علی خاں شاہ دکن آصف

اندھیری رات میں ہاتھ بھی کہہ کہہ کے روتی تھی کہ اصغر یاد تیرے چاند سے رخسار آتے ہیں

## ﴿۳۲﴾ فصاحت جنگ جلیل

بے مظلوم کے صبر و رضا کی آزمائش ہے علی اصغر کارن میں تیر گھا کر مسکرا دینا

صلح اصغر چھید کر بازوئے شرمی کیا حملہ کے چار تیروں میں فقط اک تیر نے

اگلے کے خون جہاں سے گزر گیا ہاتھ پھرنک کے ہاتھوں پہ معصوم مر گیا ہاتھ

## ﴿۳۳﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شاد

دکھائی جنگ میں صورت ادھر جا پہنچے پوڑ پر یہ اصغر کی تھی رفتار ادھر آنا ادھر جانا

## ﴿۳۴﴾ مسرور حیدر آبادی

جان دے دی علی اصغر نے بھی بہر امت بچوں کے ہاتھ سے بھی عقدہ کشائی نہ گئی

## ﴿۳۵﴾ نگین حیدر آبادی

جان دے کر چھ مہینے میں خدائی مول لی مالک ہر شش جہت اصغر سانا داں ہو گیا

## ﴿۳۶﴾ اختر حیدر آبادی

گلا اصغر کا، پہلو شاہ کا، ہاتھ کا دل چھیدا دن کا مل تھا کس کس کا ارادہ قلب پر کیا نہیں

## ﴿۳۷﴾ تراب یار جنگ سعید

دے چکے جو نڈھ اصغر کو شہر کرب و بلا مطمئن ایسے تھے جیسے درد کا درماں ہو گیا

﴿۳۸﴾ میر عثمان علی خاں۔ شاہ دکن

خوب سیراب نمودند لعین اصغر را تیر فواد کجا گردن ہے ہیر کجا

﴿۳۹﴾ تاثیر دہلوی

بے زباں تھا بے قصور اصغر کو مارا ہائے تیر کیا ملا اس حرمہ ملعون ناہنجار کو

نہ ملا پانی جو اصغر کو تو بانو نے کہا لا دو یا شاہ کہیں سے مجھے جا کر پانی

﴿۴۰﴾ بہادر حسین انجم لکھنوی (شاگرد میر موسیٰ)

گود خالی دیکھ کے کہتی تھی بانو اے فلک ہائے میں چیتی رہوں اور گود میں اصغر نہ ہو

لاش علی اصغر سے کہا بانو تے بیٹا جب تک تھے میرے پاس تو تھی شیر کی خواہش

پانی کو گئے رن میں تو وہاں طلق چھدایا معلوم ہوا پیاس میں تھی تیر کی خواہش

﴿۴۱﴾ منیر شکوہ آبادی

سوتے سے چونک اٹھتی تھی بانو یہ کہہ کے آہ اصغر میں صدقے شکل دکھا جاؤ خواب میں

﴿۴۲﴾ درخشاں لکھنوی

چلاتے ہیں داناں پر پیانے چشم گریاں سے نہیں ہے تاب طفل اشک کو بھی رنج اصغر سے

﴿۴۳﴾ صغیر الہ آبادی

کہا شہ نے لاشے سے رونا نہ اصغر کہ ہم تیراے بے زباں کھینچتے ہیں

﴿۴۴﴾ سید باقر حسین باقر لکھنوی

قبر میں اصغر کو رکھ کر رو کے یہ بولے حسین خاک میں اب چاند سا چہرہ تر مل جائے گا



شہزادہ اصغر سے کہا تم بھی کرو حجت تمام کھول کر نکھاسا منہ سوکھی زباں دکھلا گئے

﴿۲۵﴾ نواب محمد سلطان خان سلطان لکھنوی

کر بلا میں ڈھونڈیں گے عابد جو قبر شیر خوار کچھڑ میں جس جا کھدی ہوگی پھٹل جائے گا

﴿۲۶﴾ سید عابد علی عرف عین صاحب فرقت لکھنوی

گردن اصغر پہ جا کر دی صدا یہ تیرے اس خطا کا تجھ کو بدلا حرملا مل جائے گا

﴿۲۷﴾ نواب سید امجد علی خان صاحب۔ قیصر

شاہ کہتے تھے کہ اصغر ہے تمہارا مہمان خالوجان اس کی لے رزم کو لیا بل جائے گا

﴿۲۸﴾ سید خورشید حسن صاحب۔ مہر

حرم سے تیر چلتے چلتے یہ کہتا رہا بے خطا اصغر کو گر مارا تو کیا بل جائے گا

﴿۲۹﴾ آرزو لکھنوی

پیاں میں اصغر دکھا کر فوج کو سوکھی زباں باتیں کرنا اپنے من والوں کو بھی سکھلا گئے

پیاں سے زگی آنکھوں میں ہیں اصغر کے گڑھے پھول ساغر میں نظر آتا ہے ساغر پھول میں

﴿۵۰﴾ صفی لکھنوی

ند تھا پانی جو سرد تر تہ ہے شیر پر چھڑکیں زمین تر ہو گئی روئے یہاں تک قبر اصغر پر

ماں کہتی تھی یاد علی اصغر میں یہ رو کر آؤ دھو نہ رہی ہیں تجھے نور نظر آنکھیں

اصغر کو قتل گاہ میں لائے ہیں شاہ ویں چھوٹا سا بچہ اک سر محض بنائیں گے

شفیق گوں مہر بھی وقت غروب ایسا ہی ہوتا ہے مٹا تھا خونِ اصغر شہ نے جیسے روئے الور پر

### ﴿۵۱﴾ عزیز لکھنوی

اہل دل بڑپا کریں گے زندگی بھراے عزیز حرم کا تیر پیوستہ رگ جاں ہو گیا

### ﴿۵۲﴾ مرزا محمد صادق علی شاعری لکھنوی

ہوگا اک دانش نہ پیدا کہتی تھی شہ سے زمیں مجھ میں خوں گرا صغرِ معصوم کا مل جائے گا

اصغر بے شیر یوں سوکھی زباں دکھلا گئے فوج اعدا میں غلام پڑ گیا تھرا گئے

کان میں شیر نے چپکے سے یہ کیا کہہ دیا گوشت سے صغرا کے پھر اصغر ہمک کر آ گئے

### ﴿۵۳﴾ سید عابد حسن عرف ابن صاحب۔ بلاغت

پوچھا اصغر کو جو بانو نے تو بولے رد کے شاہ حرم کا تیر کھا کر وہ شہادت پا گئے

### ﴿۵۴﴾ سید کاظم رضا عرف لدن صاحب۔ بہار لکھنوی

کہتی تھیں یہ شہ سے باؤ دل دھڑکتا ہے مرا آج تو گہوارہ تک اصغر کے ناک آ گئے

### ﴿۵۵﴾ نواب احمد علی خان عرف پٹن صاحب۔ ثروت

واقعہ اک طفل اور اک تیر کا ایسا عظیم ارض گہوارہ ہوئی ساتوں فلک تھرا گئے

گر بلا میں جنگ یا قربانی سادات تھی ہنسلوں والے تک آ کر گلے کٹوا گئے



## ﴿۵۶﴾ ذاکر لکھنوی

بعد شہ تریت کا اصغر کے نشان اب تک نہیں دل سے لائے کو نہ جانے کس طرح پٹا گئے

یہ سمجھتی تو نہ میدان میں جانے دیتی تیر قافل سے تری دودھ بڑھائی ہوگی

پس حسین اکیلے نہیں علی اصغر لحد پہ دھوپ بھی ہے گریہ رباب بھی ہے

## ﴿۵۷﴾ حکیم سید ابراہیم - شوق موہانی

رن میں ہاتھوں پر علی اصغر کو یوں لائے حسین اشقیا معصوم پر قرآن کا دھوکا کھا گئے

## ﴿۵۸﴾ سید شبیر حسن قتل لکھنوی

قاتل اصغر کا دل کیسا تھا آخراے خدا وہ نہ کانپا اور زمین و آسمان تھرا گئے

## ﴿۵۹﴾ حکیم سید مہدی حسین - مہدی لکھنوی

رو کے صغرائے کہا اصغر نے کیوں چھوڑا مجھے میرے بابا کان میں بچے کے کیا فرما گئے

## ﴿۶۰﴾ مظفر حسین - ناصر لکھنوی (شاگرد ذاکر لکھنوی)

لشکر اعدا پہ کی اصغر نے یوں حجت تمام باپ کے ہاتھوں پہ نغی سی تریاں دکھلا گئے

اکبر و اصغر کی لاشوں پر صدا دیتی تھی ماں کتنے جلدی پھول میرے باغ کے مرجھا گئے

## ﴿۶۱﴾ نواب سید عسکری - بلخ لکھنوی

گئے فردوس میں اصغر شہید کر بلا ہو کر کیا بچپن میں احسان جد کی امت پر خدا ہو کر

کب زمیں پر قبر اصغر کے لئے ڈالائے انسان نقشہ کھینچا داغ دل کا حضرت شہید نے

﴿۶۲﴾ حامد حسین خان بہادر۔ حامد لکھنوی

اجل کہتی ہے اب سوئیں گے یا خوش تربت میں علی اصغر چلے ہیں گود سے ماں کی جدا ہو کر

﴿۶۳﴾ نواب سید ہادی علی خان۔ ہادی لکھنوی

ہوئے بے جان ہاتھوں پر جو اصغر شہ نے فرمایا بڑوں کی بات رکھ لی تم نے امت پر فدا ہو کر

پالتا کون انھیں ہاتھ بندھے تھے ماں کے یوں بھی سرتے جو نہ اصغر کی شہادت ہوتی

﴿۶۴﴾ احسن مرزا۔ شرر لکھنوی

علی اصغر کو تو پانی سے نہ دیکھتے محروم چشم اعدا میں اگر کچھ بھی مروت ہوتی

﴿۶۵﴾ مرزا کاظم حسین۔ محشر مرحوم

لے کے اصغر کا لبو منہ پہ جو ملتے نہ حسین ایک ایک قطرے سے اک تازہ قیامت ہوتی

تاہک حرمہ مانا جو خطا بھی کرتا پیاس ہی سے علی اصغر کی شہادت ہوتی

بعد اکبر کے علی اصغر بے شیر کا غم شاہ اگر ضبط نہ کرتے تو قیامت ہوتی

رہ گیا پوشیدہ اسرار شہادت میں یہ راز پیاس نے اصغر کو مارا یا کہ مارا تیر نے

﴿۶۶﴾ سید مجاور حسین۔ تمنا لکھنوی

درخیمہ کی جانب پھر رہی تھیں زگی آئیں علی اصغر چلے تھے لگہ میں جھکے جب ماں سے

یونہی تھا آ کے اصغر کا زمانہ سے گزر جانا نفس کا جیسے سینہ میں ادھر آنا ادھر جانا



﴿۶۷﴾ سید ذاکر حسین۔ ذاکر لکھنوی (تلمیذ جناب آرزو لکھنوی)

اکیلے حشر تک کیوں کر رہیں گے قبر میں اصغرؑ نہ ہوتے تھے کسی پہلو جو ہم بھر بھی جہاں سے

﴿۶۸﴾ سید زوہار حسین۔ ذاکر لکھنوی

لگایا حملہ نے تیر کب اصغرؑ کی گردن پر دل زہر کو چھیدا ہے یمن نے نوک پیکال سے

﴿۶۹﴾ سید ظفر حسن۔ ظفر لکھنوی (نیرہ مفتی میر محمد عباس)

لگایا حملہ نے تیر ایسا حلق نازک پر کہ دل زخمی ہوا کرتے ہیں بے تک اس کے پیکال سے

﴿۷۰﴾ سید دلاور حسین خان۔ قمر لکھنوی (شاگرد عزیز لکھنوی)

نجات امت عاصی سے لنگر بن گئے اصغرؑ لیا یہ کام حضرت نے چراغ ز پر داماں سے

﴿۷۱﴾ سید مہدی حسن۔ لیاقت لکھنوی

جو تربت میں چھپے اصغرؑ تو بولی پالنے والی مری جاں پاس دای کے گئے تم ہو ٹھکراں سے

﴿۷۲﴾ سید تاجدار حسین۔ وقار لکھنوی

اشادوں میں کہا اصغرؑ نے مرہ سے کہ لے چلے رہا جاتا ہوں چھٹ کر کاروان ماویہ زواں سے

﴿۷۳﴾ نواب مرزا محمد باقر علی خان۔ راز لکھنوی

نصرت شہ کی صدا جبکہ ہوا میں پہنچی انتہا یہ ہوئی میدان میں اصغرؑ لگے

﴿۷۴﴾ علی میاں کمال

لے اصغرؑ گردن میں شادویں کہتے شہ عدا سے اسے پانی پلا دو دو دھ پینے کا یہ خود گم ہے

جواب شہ میں مارا حملہ نے تیر گردن پر دل صد پارہ شہیر کا آخر یہ شہر ہے

یہ لعلِ فاطمہ زہرا ہے اور وہ سنگدلِ ظالم  
 اکیلے دن سے آتے دیکھ کر بانویہ چلائیں  
 نزاکت میں جو یہ شیشہ توہ حق میں پڑ رہے  
 شہا فرمائیے اصغر کہاں ہے قلب مضطرب ہے  
 انھیں کانوں پر یہ چہرہ پر ہے اور لبوں کی تر ہے  
 انھیں میں فن کر کے رخصت آخر کو آیا ہوں  
 وہ دیکھو سامنے ننھی سی بانو قبرِ اصغر ہے

ہائے قسمت میں یہ لکھا تھا کہ اے غنچہ دامن  
 باپ تربت تری جنگل میں بنائے اصغر  
 نہ تھا معلوم ماں کو آہ یہ لکھا مقدر کا  
 بڑھے گا تیرے دشتِ بلا میں دودھِ اصغر کا  
 پیاس کے صدمہ سے بے شیر ہو اتنا یہ نڈھال  
 حرکتِ نبض کی گوارہ تھی اصغر کے لیے  
 رو دیے پھیر کے منہ قویج مخالفہ میں حدو  
 قبر کھودی شہد والا نے جو اصغر کے لیے  
 خنجر کی نہ قاتل کی نہ زخموں کی خبر ہے  
 نکلتے تھے سوئے لاشِ اصغر تہہ خنجر

### ﴿ ۷۵ ﴾ قدیم لکھنوی

اصغر ناداں کو ہاتھوں پر اٹھا کے بولے شاہ  
 مرچکے انصار و یاوراٹ گیا گھبرا بھی  
 ختم ہے میری بضاعت اس کو بھی کرے قبول  
 فدیہ امت ہے یا رب یہ در شہوار بھی

### ﴿ ۷۶ ﴾ بابو صاحب فائق

بہ مجبوری نکالا تیر تو منہ پھیر کے لیکن  
 نہ دیکھا شہ نے زخم گردنِ اصغر نظر بھر کے  
 کھنچتا ہے اصغر کا ہاتھوں پہ سکت ہیں حسین  
 ہاں نظر پڑتی نہیں مٹی ہوئی تصویر سے  
 لاشِ اصغر پہلوئے اکبر میں شہ بولے  
 ذرا اے میرے دلیر دھیان رکھنا چھوٹے بھائی کا



## ﴿۷۷﴾ امید لکھنوی

چمن دہر میں ہے پیاس سے اصغر کا یہ حال خشک کانٹے کی طرح گل سی زباں رکھتے ہیں

## ﴿۷۸﴾ جاوید لکھنوی

دھڑکن دل اصغر میں ہے کیا بعدِ فنا بھی اب تک شیدیں لاش کو پہنائے ہوئے ہیں

بولی ماں تھوڑے دنوں میں ہوا کیا کیا اصغر کھٹکیوں بھی چھ اے لال قضا بھی آئی

## ﴿۷۹﴾ احسن مارہروی

تسرت دیکھ کر سوئے فلک حضرت نے فرمایا چھدا جب ناوکِ ظلم و ستم سے طاق اصغر بھی

کہیں اے چرخ اس معصوم مظلوم دیکھا ہے بہت دنیا میں تو نے دیکھے ہیں ٹمگیں بھی مضطر بھی

## ﴿۸۰﴾ مولانا کلب حسین اختر

حسین ہاتھوں پہ اصغر گولے کے کہتے تھے پلا دو پانی مرے لال کو خدا کے لیے

جواب ملتا تھا قطرہ نہ دیں گے ہم اس کو گلا صغیر کا ہے ناوک قضا کے لیے

صدایہ شاہ نے دی دودھ ماں کا خشک ہوا یہ بچہ آیا ہے پانی کی التجا کے لیے

کہا یہ شمر نے دریا سے جانور پی لیں ہے بند آب و ہن سبطِ مصطفیٰ کے لیے

## ﴿۸۱﴾ روپ کمار

کئی پہر سے جو تھا خشک وہ گلو بھی دیا بس انتہا ہے کہ ششما ہے کالہو بھی دیا

## ﴿۸۲﴾ راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوب)

علی کے گھر کا یہ متنور ہے جب وقت پڑتا ہے تو بچے گردنوں پر روکتے ہیں خیر کیا کہنا

## ﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی

ہاتھوں پہ باپ کے ستم رن میں کیا ہوا بچے کا چہرہ ہن ہے لہو سے رنگا ہوا

## ﴿۸۴﴾ فضل نقوی

اکیلا چھوڑ کے ماں کو چلے گئے اصغر اندھیرا ہو گیا خیمہ میں رات سے پہلے

نہ روز حشر تک اصغر کا ہو سکے گا جواب نہ مثل کوئی ہوا کائنات سے پہلے

اے علی اصغر نہ اب ہاتھ کو آئے گا قرار ماں کے شکوں میں قیامت کی روانی دے گئے

اصغر کا رزم دیکھ کے ناک ٹکانا کیا انہیا سکہل میں یہ طاقت ہے اے حسین

بتلاتا ہے بے شیر کے ہونٹوں کا تبسم فوجوں میں ہم ہی حشر پآج کریں گے

اصغر کے گلے میں یوں ہی پیوست ہے ناک جیسے کوئی کانٹے کو چھو دے گل تر میں

حیرت سے دیکھتی ہیں مائیں صغیر کو یہ وزن تیر حلق پہ کیوں کر اٹھا لیا

مانگا بے شیر نے جب شہ کی زبانی پانی شرم سے آب رواں ہو گیا پانی پانی

بچے کو کلیجے سے لگائے ہے ابھی ماں اصغر کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے قیامت

لے لے کے کہاں وار کو آگے بڑھیں فوجیں اصغر نے کہا آج ہی آجائے قیامت

ہنسی ہنسی میں ٹلا دینا فوج اعدا کو یہ بات تو علی اصغر کے اختیار میں ہے

مرکز مظلومیت تھی گر علی اصغر کی لاش قلم کو دنیا نے سمجھا خرمہ کے نام سے



چشم بالو ہے بھرے اشک ہیں تنہائی ہے      منہی تصویر کیلجے میں اتر آئی ہے  
 دیکھ لے چشم تصور سے ذرا اے اصغر      گود بانٹنے تری یاد میں پھیلائی ہے  
 جھگڑانے لگے آئینہ دل میں اصغر      ماں کے آنسو میں شہادت کی کہانی ٹھہری  
 جب رباب آئیں قبر اصغر پر      ہر گرن ڈوبتی ہوئی پاکی  
 موت نے سر جھکا لیا اصغر      سوکھے ہونٹوں پہ جب ہنسی پاکی  
 تین دن بیاس سے جھولے میں نہ سونے والا      منہی ہی قبر میں مشغول اب آرام میں ہے  
 خون اصغر بھی ہے لفظوں سے نمایاں شبیر      صبر آخر کی جھلک آخری پیغام میں ہے  
 تاریخ کے ادراک یہ پوش ہیں اب تک      تازہ تری یاد اصغر محضوم رہی ہے  
 اس سن میں یہ ہمت، یہ شہادت کے ارادے      خود موت بھی اصغر کا گلا چوم رہی ہے  
 کیا بھولے کوئی چاند سا چہرہ علی اصغر      ہر اشک میں تصویر تری گھوم رہی ہے  
 تیرے سوکھے لبوں پہ اے اصغر      موت کے وقت بھی ہنسی دیکھی  
 ماں جب آئی تلاش اصغر میں      منہی تربت بنی ہوئی دیکھی  
 اے خالق کونین وہ اکبر ہوں کیا اصغر      کس میں ترے محبوب کا انداز نہیں ہے  
 بے شیر کو آغوش سے تربت میں سلا      شیر کا یہ ہبر ہے اعجاز نہیں ہے  
 قید میں ماں ہے مگر جلتے ہیں اشکوں کے چراغ      ماما تربت بے شیر تک آنچنی ہے

دشت میں چھوڑ کے ماں جاتی ہے قبرِ اصغرؑ وہ جدائی ہے جو تقدیر تک آپہنچی ہے

اجڑے جھولے میں جو محدود نظر آئی حیات راستہ موت کا اصغرؑ کو بھی آسمان ملا

ماں نے بھیجا تھا جسے پانی پلانے کے لئے جب حسین آئے تو بچہ وہی ہے جان ملا

زندگی اور موت کا اصغرؑ مسکراہٹ میں فیصلہ دیکھا

خون میں غرق آرزو دیکھی جھولے سے دل کا دلولہ دیکھا

حبرِ ایوب کو وہ بھول گیا جس نے اصغرؑ کا حوصلہ دیکھا

خیبے کے در تک آ کے اے اصغرؑ کیا بتائیں کہ ماں نے کیا دیکھا

حیر دیکھا کمان سے چلتے اور نازک گلا چھندا دیکھا

لاش لائے جو شاہ خیبے تک ننھے کرتے میں خون نہرا دیکھا

پھر جو کچھ دیر میں نظر ڈالی چاند تربت میں ڈوٹا دیکھا

اب جو خیبے کے گوشے میں آئیں اجڑا جھولا اٹھا ہوا دیکھا

نظروں میں جھمکاتی ہے اصغرؑ بھاری شکل قصود سے ہے ہیں چاند سے دھندلا آج تک

تبسم نے علی اصغرؑ کے محشر کر دیا پردہ یزیدی یہ سمجھے تھے ستم رو کے نہیں رکتا

قضا کا تیر جو لایا پیام دنیا میں نہ کر سکے علی اصغرؑ قیام دنیا میں

مختصر ان کی شہادت پر ہے امت کی نجات خوش نظر آتے ہیں اصغرؑ گریبا کی راہ میں

زمانے پھر کو اے معصوم اصغرؑ قیامت تک دلایا مسکرا کے

اصغرؑ کا ہر اشارا تھا پیغام انقلاب فوج یزید حیرے قدم ڈگمگائے



وہ انبیاء کا باغ ہو یا خلد کا چین      اصغر سا کوئی پھول کہیں پر کھلا بھی ہے  
 چھ مہینے کا سپاہی یاد آتا جائے ہے      پھول خوں میں ڈوب کر بھی مسکراتا جائے ہے  
 علی اصغر سے ماں کہتی تھی اکثر      اُحد کی اور خیبر کی کہانی  
 ناوک ہے اور قضا ہے اصغر ہیں نیکی ہے      سوکھے ہوئے لبوں پر ٹھہری ہوئی ہنسی ہے  
 تہائیوں میں اصغر ہے بے کسی بھی شامل      دل لگی وہیں ہے ماں کا ثربت جہاں بنی ہے  
 آئینہ اُس ہیں بانو کے بکھرے آنسو      جھولے میں اب بھی اصغر خوشبو تری بھی ہے  
 دین حق پھیلا علی اصغر ترے پیغام سے      ساری دنیا ہو گئی واقف خدا کے نام سے  
 جس کو جھولے میں ہے احساسِ وفا و نصرت      وہ سپاہی بھی نکل آتا ہے تلواروں میں  
 دیکھ کر جھولے میں ماں روئی علی اصغر کو      جذب آنسو ہوئے بے خیر کے رخساروں میں  
 اصغر سے اور ماں کی محبت تمام رات      اشکوں میں دیکھی چاندنی صورت تمام رات  
 خونِ دل چشمِ اشک بار میں ہے      خلقِ اصغر لبو کی دھار میں ہے  
 قبر میں کچھ خبر بھی ہے اصغر      کب سے ماں تیرے انتظار میں ہے  
 ماں ہے منہ لحد ہے آنسو ہیں      چاند آغوش کا مزار میں ہے  
 اصغر نے تیز کر دی حقیقت کی روشنی      سوکھے لبوں کو دین کی تلوار کر دیا  
 اصغر کو نیند آئی تھی کچھ دیر کے لئے      لیکن بھڑکتی پیاس نے بیدار کر دیا

چلے میدان سے ہاتھوں پر لہو میں ڈوب کر اصغرؑ سپاہی ہو تو ایسا ہو شجاعت ہو تو ایسی ہو

یزیدیت نے مٹا کر نشان، کیا پایا اب آج ہر دل انساں میں قبر اصغرؑ ہے

اصغرؑ کی بچپن میں یہ ہمت تو دیکھئے فوجوں کو جھولا دے دیا تربت خرید لی

### (۸۵) سالک لکھنوی

کر بلا میں صبر منہ دیکھا کیا اکبر کے بعد خلق اصغرؑ دے دیا شہ نے خدا کے نام پر

یاد بے شیر میں جھونے کے قریں آج ربابؑ دل میں اک چاندی تصویر لئے بیٹھی ہے

دل ربابؑ سے گھٹتی ہوئی حیات چلی چلا صغیرؑ کہ جھولے سے نکالت چلی

ہمارے بن کو نہ دیکھو یہ کہہ رہا تھا صغیرؑ سپاہی ہم بھی ہیں لشکر کی بات ہم سے کرو

گلوئے اصغرؑ معصوم ہے چلے نادرؑ تیری کہاں کے مقابل میں کوئی اور نہیں

نکبتی تھی باٹو نیند مجھے آئے کس طرح اصغرؑ میرا اکیلا جو تاریک بن میں ہے

مولا سے کہہ رہی تھی یہ قربانی صغیرؑ جھولے سے اپنے چاند کا ٹکڑا لئے چلو

تیر کھا کر باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ نہس دیئے یہ جوانوں کی ہنسی غنچہ دہن کی بات ہے

گہوارہ صغیرؑ بنی خاک کر بلا ہے ڈولے کی گود میں تربت لڑکی ہوئی

یہ کیسی داستاں اصغرؑ سنا دی رہے خاموش اور دنیا بلا دی

شہید کر بلا کی داستاں میں علی اصغرؑ نے اک سرخی بڑھا دی



تشنہ لب بے شیر نے ہنس کر لگائیں پھیر لیں تیر اصغر کی طرف آیا جو لہرانا ہوا

اٹھا کے دے دیا اصغر کو ماں نے جھولے سے خدا کی راہ میں کچھ کم نہ تھی رہا ب کی جنگ

### ﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی

باپ کے ہاتھوں پہ اصغر تیر کھانے کو چلے نصرت سرور کا کیا اچھا لگا راستہ

بلیں ماں کیا ہو گیا کیوں میرے پاس آئے نہیں دیکھتی ہوں کب سے اصغر میں تمہارا راستہ

تیر سے شعبہ لگایا گردن بے شیر پر فرق اب کیا حرم کے دل میں اور چہر میں ہے

### ﴿۸۷﴾ تجمل لکھنوی

سوکھی زباں کے صدقے دشمن تھے ابدیدہ پتھر پتھل سے ہے تھے اصغر کی گفتی سے

### ﴿۸۸﴾ جوالا پرشاد، روش لکھنوی

خوں میں ڈوبے ہوئے تازخ کے اوراق ملے کہیں اکبر کہیں اصغر کی کہانی آئی

### ﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش

پھیر لی سوکھی زباں ہونٹوں پہ بارے یہاں کے کس قدر دان کی گئی اصغر نے نادانی کے ساتھ

### ﴿۹۰﴾ نسیم امروہوی

بدلتے ہیں جو تیور بند کر کے مٹھیاں اصغر پدر کی گود میں طفلی جوانی ہوتی جاتی ہے

### ﴿۹۱﴾ صبا اکبر آبادی

موت نے کربلا میں پہلی بار تیر کی دو پہ بے زباں دیکھا

## ﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی

جان دی ہستے ہوئے قبر میں سوئے اصغرؑ ماں کی آغوش سے چھٹ کر بھی نہ روئے اصغرؑ

## ﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی

زرا دل تھام کر سوچو کہ نازک کس قدر ہوگا وہ بچہ شیر جس کے واسطے شمشیر ہو جائے

## ﴿۹۴﴾ اصغر گوندوی

چلے ہیں اصغرؑ غنچہ بن کو لے کے شہر دن میں وہ بچہ زکسی آنکھوں سے منہ بابا کا تکتا ہے

## ﴿۹۵﴾ شوکت بلگرامی

نادان سمجھتے مہمان سمجھتے اصغرؑ تجھے ہیرو مسلمان سمجھتے

## ﴿۹۶﴾ مولانا سبط حسن

غم سے خیمے میں سنبھل سکتی نہیں بانوئے شاہ کروٹیں لیتا ہے دل، اصغرؑ کا جھولا دیکھ کر

نکل کے آگئے تیروں کی چھاؤں میں اصغرؑ ہزار حیف کہ یہ بے زباں جواں نہ ہوا

توڑ کر گردوں کو پہنچی عرش تک آو حسینؑ تیرکھا کر باپ کے ہاتھوں پہ بچہ رہ گیا

نفس قدر بے رحم تھے اک بوہ پانی کی ندی اصغرؑ بے شیر پانی کو ترستا رہ گیا

دیکھتی دیتا اثر ملتا جو اصغرؑ کا حوالہ تھا وہ تعویذ لکھ لکھا ہوا شمشیر کا

چار ہے ہیں گھر سے اصغرؑ جانبِ ظلمدیں منتظر ہے راہ میں چھینے کو کاٹنا شیر کا

اک جہاں دہرہ اصغرؑ ہے یہ کیسا قتل تھا کون سا دل ہے نہیں جس میں کہ غم اس شیر کا



سب کو دیکھا تیر جو کھا کر گرے تھے دہر میں حلقِ اصغر کی طرح ننھا گلہ کوئی نہ تھا

علی اصغر چلے ہیں رن گواہ قسمت یہ کہتی ہے یہی کرتا جو پہنے ہیں یہی خونین کفن ہوگا  
یہ مانا اے علی اصغر کہ جمع ہے شہیدوں کا مری جاں بے زباں ہو کون تم سے ہم سخن ہوگا

لاشعہ بے شیر گودل سے لگائے ہیں حسین پچول پیارا ہو گیا کچھ اور مرجھانے کے بعد  
ماں کو بچے کی قرارتا تو آتا کس طرح گود میں اصغر کہاں تھے یاد آجائے کے بعد

کہتی تھی ماں کہ صوب میں اصغر کی قبر ہے بچے تری لحد پہ کوئی ساہاں نہیں

کانپتے ہاتھوں سے دفنایا جس کو شاہ نے دھوڑتی ہے آج ماں اس نون بھری تصویر کو  
گود میں آو علی اصغر یہ کہتی تھی رباب چوم لے یہ ماں کسی صورت سے زخم تیر کو  
کمر بلا کے دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے وہاں جس جگہ کھینچا تھا اصغر کے گلے سے تیر کو

آسمان پر ڈٹھ گئی یا قلب سرور میں رہی سب تو ہیں اک قبر اصغر کی نہیں ہے دوستو

تیر کھا کر جان دے دی گود میں بے شیر نے کھودتے ہیں قبر اصغر شاہ دیں تلوار سے

منزل رہا ہے سارے منہ پر یہ لہو نور خدا کیسا ظاہر خون الہی گردنِ اصغر میں ہے

پر لگائے حملہ لے تیر میں کیوں بے خطا موت بچے کی طرف خود مائل پرواز تھی  
خوب نیند آئی علی اصغر کو کھا کر تیر ظلم باپ کی گودی نہ تھی اک خواب گاہ ناز تھی

### ﴿۹۷﴾ شہید یار جنگ شہید

حسین لاشعہ اصغر پہ ڈال دیجے عبا ملائکہ کی عبادت میں فرق آتا ہے

## ﴿۹۸﴾ شدید لکھنوی

عجبت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں نہ کرنا ذبحِ اصغر کو جو ہوتیں تیر کی آنکھیں

## ﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی

کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی تیر کھا کر سو مجھے اصغر کہانی رہ گئی

جواب ستم دیکھ او حملہ فقط ہنس کے اک بے زبوں رہ گیا

## ﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (والی رامپور)

چھٹا تھا شست سے جب سوے اصغر تو کی تھی تیر نے لعنت کہاں پر

## ﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی

اس کم سنی میں یوں علی اصغر شہید ہوں کیوں آسمان نہ ٹوٹ پڑا اہلِ شام پر

## ﴿۱۰۲﴾ ارم لکھنوی

شامیو، اصغر نے خاموشی میں کیا کیا کہہ دیا تم نے دیکھی تھی کہیں اس شان کی تقریر بھی

## ﴿۱۰۳﴾ احسان امر وہوی

گلے پر تیر کھا کر اس طرح نیند آئی اصغر کو کہوں جس طرح بچے جو خواب آہستہ آہستہ

## ﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی

اصغر میں سچ و تاب نہ تھا اضطراب کا وہ دل دھڑک رہا تھا زماںِ امتاب کا

چاند سے کلادوں کو گہناؤ تو لو نام حسین رن میں اک بے شیر کولاؤ تو لو نام حسین



اصغر معصوم تیری بے زبانی کو سلام اکبرِ نونیز تیری نوجوانی کو سلام

اصغر کی سرد لاش پہ سیدائیاں گے بین اے دلتے پر تباہی و مظلومی حسین

### ﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی

کہاں تشنگی اور کہاں طاقِ اصغر بڑی دور تک تشنگی جا رہی ہے

مہرِ فطرت لے لگا دی دفترِ ایثار پر اپنا جھولا چھوڑ کر میدان میں جب اصغر گیا

ارے قربانیوں کا سلسلہ جھولے تک پہنچا علی اکبر سدھارے اب علی اصغر کی باری ہے

خلقِ عظیم سے اسے نسبت ہو کس طرح جو قوم چھ مہینے کے بچے کو مار دے

بے زباں اصغر کا افسانہ سنا کر خلق کو پتھروں کی آنکھ سے آنسو نکلا دیتے ہیں ہم

کیا وقت آگیا تھا کہ اصغر ما شیر خوار نکلا بچے جہادِ حسینی سپاہ سے

اصغر کی زندگی کا اتنا ہی تھا فریضہ آئے تھے یہ عدم سے دنیا میں تیر کھلے

پوچھو نہ ماجرا علی اصغر کی موت کا اک پھول تھا کہ شاخ سے مرجھا کے گر پڑا

تو جو میدان سے بے شیر نہ آیا داپس ماں نے کیا جانچے کب تک ترارستہ دیکھا

عمر بھر ماں کو نہ بھولی اصغر ناداں کی یاد عمر بھر کی زندگی دو دن کے مہماں لے گئے

اصغر گئے تھے یاس بھانے کے واسطے بیجا نہیں ہے ماں کو اگر انتظار ہو

جس نے اصغر نے کہا پیاسے ہیں ہم وہ زباں بے زبانی اب کہاں

روکونہ انہیں جائیں گے میدان کو اصغرؑ دیا میں اسی دن کے لئے آئے ہوئے ہیں

وہ تشنگی وہ تیر وہ اک پھول سا گلا بے شیر کا خیال قیامت ہے اے حسینؑ

ہائے گلوئے اصغریٰ ہائے تکیب سردی دہریں میں پھر یہ مصرف تیر قضا نہیں ہوا

سوکھی زباں دکھا کے لہو میں جولاں ہے اصغرؑ کا احتجاج عدیم المثال ہے

﴿۱۰۶﴾ استاد قمر جلالوی

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام تم حیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اب لڑیں گے جنگِ طمینان سے دن میں حسینؑ دفن کر دی میت بے شیر فرصت ہو گئی

آئے ہیں اصغرؑ کو لے کر بخشش امت کو شاہ بے زباں کے خون کی شاید ضرورت ہو گئی

خون میں ڈوبے ہوئے اصغرؑ ہیں شہ کی گود میں اے قمر کیا چاندی صورت کی صورت ہو گئی

قضا بولی علی اصغرؑ کو جب میدان میں دیکھا کہ تم بھی حلق پر تیر تم کھانے نکل آئے

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے گذرے تیر ہو پس خون ابھی تیر میں ہے

﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر

دیکھ کر لاشہ اصغرؑ کو یہ کہتے تھے حسینؑ میرا معصوم کسی تیر کا حقدار نہ تھا

جب سر شاخِ نظر کوئی گلاب آتا ہے یاد ہے ساختہ فرزندِ زباب آتا ہے

﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی

مجھے بھی لے چلو اصغرؑ کے یہ اشارے تھے میں جنگ کے لئے مقتل میں جا نہیں سکتا



اٹھا کے گود میں بچے کو بھیج دے رن میں سوا رباب کے یہ حوصلہ نہیں ماتا  
 یہاں تو بات ہے زخم گلوئے اصغر کی دگر نہ تیر تو ہنگام جنگ چلتے ہیں  
 اصغر مداحین کی سن کر ٹپ اٹھے جھولے میں انقلاب سا برپا دکھائی دے  
 اصغر معصوم کی گردن پہ مارا جس نے تیر اس سے بڑھ کر کوئی ظالم اور کوئی قاتل نہیں  
 لپٹا کے لاش اصغر بے شیر بولے شاہ مادر کے بدلے آج سے سونا ہمارے پاس  
 پڑا ہے وقت کیرا کر بلا میں شاہ والا پر عیض پانی کے کرتے ہیں لہجہ اصغر کی ترا آس  
 اٹھا کے ہاتھوں پہ اصغر گورن میں بولے حسین یہ فدیہ بھی مرے مالک تری جناب میں ہے  
 یاد جب بچے کی آتی تھی تو کہتی تھی رباب ماں کے دل کا چین اپنے ساتھ اصغر لے گئے

### ﴿۱۰۹﴾ سید محسن نقوی

مسکراتے ہوئے تاروں نے جھکائیں آنکھیں یاد جب بھی علی اصغر کی ادا میں آئیں  
 آسمانوں سے جو کراتی ہے فریاد رباب قبر اصغر پہ برسنے کو گھٹائیں آئیں  
 چمن والو علی اصغر کو دیکھو خزاں میں مسکرنے کا قرینہ  
 نیند آئی گئی ہے تو اسے اب نہ جگانا اے شام غریباں بڑا احتیاس ہے اصغر  
 زنداں میں رباب اب بھی بدلتی نہیں کروٹ وہ اب بھی تجھستی ہے میرے پاس ہے اصغر  
 بچوں کو عطا کر علی اصغر کا تبسم بوڑھوں کو حبیب ابن مظاہر کی نظر دے

اے خونِ علی اصغر میدانِ قیامت میں شیر کے چہرے پر کچھ اور نکھر جانا  
 شیر کے ہاتھوں پہ تو اصغر تھا وہ لیکن نکلا سر میدانِ علی اکبر کے  
 ﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی

بے سرو سامان نہ ہو ایسا بھی کوئی یا علی ذوالفقار اور آئے کامِ اصغر کی ثمرت کے لیے  
 یہ محمد کا گھرانہ ہے یہاں اصغر سا طفل رخ بدل دیتا ہے بڑھ کر گردشِ ایام کا  
 حیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں کون لائے گا جوابِ اصغر کے اس اقدام کا  
 اصغر نے مسکرا کے سرِ مقل حیات ہر بے زباں کو طرزِ تکلم سکھا دیا  
 اک طفل شیر خوار ہے اور حرمِ کا حیر تاریخ چیخ اٹھی کہ یہ کیسی لڑائی ہے  
 لب پہ اصغر کے تبسم دیکھ کر موت کا چہرہ بھی ہے اُترا ہوا  
 ﴿۱۱۱﴾ وصی فیض آبادی

جانِ بی حق کے لئے بے شیر نے کس شان سے لاکھ کم سن ہے مگر حیر ابھر ہے اے حسین  
 کہتی تھی رباب آہ یہ جنگل ہے اندھیرا ماں دھونڈنے تجھ کو میرے بے شیر کہہ رہ جائے  
 ﴿۱۱۲﴾ پیامِ اعظمی

گلے پر تیر کھا کر مسکراتا کس کو آتا ہے جوابِ اصغر بے شیر لاسکتا نہیں کوئی  
 پیام اب تنگی چھ ماہ کے بچے کی دنیا میں اک ایسی آگ ہے جس کو بجھا سکتا نہیں کوئی



بیار سے دیکھ کے ششما ہے کو کتنی تھی ربابؑ یہ بھی دادا کی طرح فاتحِ خیر ہوگا

جب کسی بچے کے رونے کی صدا سنتی تھی ماں یہ کہتی تھی کہ میرا علی اصغر ہوگا

جس نے دنیا میں چھپایا علی اصغر کا جہادؑ قلبِ زہرا پہ چھری بن کے وہ تحریر چلی

مسکرا کر صفِ دشمن میں قیامت کر دیؑ غل ہوا اصغر بے شیر کی شمشیر چلی

پھیری جولیوں پہ خشک زباں منہ پھیر کے ظالم تھے گریاں

بے شیر کے حملے نے فوج بے پیر کے رخ کو موڑ دیا

اصغر نے پلٹ کے دیکھا تھا زخمی تو نہیں بابا میرا

سمجھا ہے زمانہ ناوک نے بے شیر کے رخ کو موڑ دیا

قدمِ حسین کے کپسے بڑھیں حرم کی طرفؑ لبو میں ڈوبا ہوا شیرِ خوار ہاتھ پہ ہے

دی صدا ماں نے مدد کرنے کو آکایا علیؑ گردنِ اصغر ہے تیر حرمہ کے سامنے

مل کے اصغر کا لبو چہرے پہ بولے شاہِ دیںؑ حشر میں جاؤں گا یوں ہی مہِ طغی کے سامنے

اک کوکھ جلی روئے کہ گوارہ سنبھالےؑ بچہ گوئی چھ ماہ کا مادر سے جدا ہے

دیکھ کر سوچی زباں فوجوں میں ہے محشر عیاںؑ گٹ گیا سب کا جگر اصغر تری تلوار سے

خود کو جھولے سے گرا کر علی اصغر آئےؑ جب کوئی شاہ کا غم خوار دکھائی نہ دیا

شاہ نے قبر میں اصغر کو لٹا کر یہ کہاؑ اس کی گمراہ امرے نادان کہاں پاؤ گے

ایسا بچہ صرف اصغر کے سوا دیکھا نہیں      حیرتہ شعبہ گلے پر کھا کے رویا تک نہ  
 دیکھی تھیں جب بھی پانی تو کہیں تھیں رباب      میں بیوں کیسے مرا اصغر ابھی پیاسا  
 دیکھ کر چہرہ بے شیر عدو کہنے لگے      آمدھیوں میں شہ والا نے جلایا ہے چراغ  
 دیکھ کر اصغر کی شان جنگ کہتے تھے حسین      میرے بچے کا تبسم تیغ حیدر بن گیا  
 اے حرمہ کے حیرتہ چھد کے رہ گیا      ماں کا جگر بھی گردن اصغر کے ساتھ ساتھ  
 بیعت کا گلا کاٹ دیا دشت ستم میں      اصغر کی ہنسی حیرت تھی مخبر سے زیادہ  
 ماں یہ کہتی تھی ہٹا دو ساٹنے سے جام آب      اصغر بے شیر کی سوگی زباں یاد آئے گی  
 یہ قبر بنا کی ہے چھ ماہ کے بچے کی      دفنایا ہے یا شہ نے بیعت کے سوالوں کو  
 ماں رات کو کروٹ بھی آہستہ سے لیتی ہے      سینے سے لگائے ہے اصغر کے خیالوں کو  
 اب بھی پیام اکثر راتوں کو آتی ہے گال کی صدا      اصغر اصغر اصغر اصغر جھولا خالی ہے  
 ماں درخیمہ پہ اصغر کو لئے بیٹھی ہے      نخل میں ڈوبے ہوئے بچے کو دکھائیں کیسے  
 میرا اسلام لہو مانگ رہا ہے مجھ سے      رن میں چھ ماہ کے بچے کو بھی لانا ہوگا

### ﴿۱۱۳﴾ علامہ ذکی سرور کوٹلی

حرمہ کا حیر یولا اب کمانیں توڑ دو      آخری وارث یہی تھا فاطمی جاگیر کا  
 علی اصغر کی ماں سے شاہ نے چپکے سے فرمایا      تم اس کو رو رو بخشو ہم اسے اکیر بناتے ہیں



پیا سے ہو تو سقائے سیکند کو پکارو پانی علی اصغر کے مریدوں کو پلا دو

چھٹی ہاتھوں سے گہوارے کی ڈوری علی اصغر کا جھولا یاد آیا

وقت پڑے تو جنگ جو جنگ سے جی جمانے شیر خدا کے شیر خوار کھیل گئے ہیں جان پر

شبیر کے ہاتھوں پر تڑپے جو علی اصغر آوازِ رباب آئی گھبرا کر نہ ماں داری

فخرِ خلیل آیا میدانِ امتلا میں قربان کر دکھایا طفلِ صغیر میں کو

ظالم تے تیر مارا معصوم کے گلے پر نہرِ لبین نکالی بے شیر کے دہن سے

سرخ و شبیر ہیں خونِ پسر سے اے ذکی کر دیا اصغر نے اصلِ لا کو الا اللہ سے

چھ ماہ کی کنڈی مادر کی لٹی ہے پردے کے ہاتھوں پر بر قطرہ خونِ علی اصغر مخرج البحرین کا موتی ہے

کہہ رہے ہیں تڑپ کر فرشتے ابھی حوضِ کوثر پہ اصغر کو لاتے ہیں ہم

بے شیر کے تیور کہتے ہیں ہاں ہاں میں پانی مانگوں گا

وہ موت سے کیونکر کھیلیں گے جو تیروں سے ڈر جاتے ہیں

ہے حوصلہ تو میدانِ اکبر سے پوچھ لو اصغر کو کیوں حسین اکیلا نکلا گئے

بانگِ ازاں سے کم نہ تھی خونِ صغیر کی پکار ناطقہ بند ہو گیا اُمتِ بے امام کا

درعدہ دیکھنا انساں نہیں تم علی اصغر اکیلا سو رہا ہے

جاتی ہے تیری جان فقط اس خیال میں اصغر ترے لبو میں ہے دمِ خم حسین کا

آیا نہیں جواب تو اصغر تڑپ گئے غازی کو کیسے وقت پکارا حسین نے  
توڑی کر حسین کی اکبر کی موت نے سر گر بلا کو کر گیا اصغر حسین کا  
جھولا پر کا سینے کے نیچے لئے رہی اصغر پہ آڑ مادر اصغر کئے وہی

### ﴿۱۱۴﴾ ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی

ابھی آواز اہل من ناصر آئی نہیں شاید علی اصغر ابھی آغوش مادر میں ہسکتے ہیں  
نظر میں پھر رہی ہے اصغر محسوم کی صورت سیکڑے کے گلے میں گھونٹ پانی کے اٹکتے ہیں

### ﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی

دیکھے جہاں حسین کی آغوش کا کمال ہے تیر پست گردن اصغر بلند ہے  
نیر کھا کر مسکراتا زخم کھا کر جھومنا جان ہے میں جواں مردوں سے بچے بڑھ گئے  
کیوں ہو نہ ذکر خطبہ اصغر جہان میں سب کچھ تو کہہ گئے ہیں وہ سوچی زبان میں  
تھرا اٹھی تبسم اصغر سے کائنات کیا بھر دیا حسین نے منہی سی جان میں  
ترے نظام پہ تاحشر شیر بریں گے یزید مان لے لے بے شیر کے نکلانے کو  
مسکراتے ہیں کھا کے تیر ستم قلب اصغر بڑا کشادہ ہے  
کتنے جی دار تھے شبیر کہ اصغر کا لبو بھر دیا قلعة احساس کی دیواروں میں  
آج عالم کی نگاہیں ہیں علی اصغر کی سمت لوگ سمجھے تھے عدائے بے زبیاں باریک ہے



دیکھتے شیر کیا اصغر کو دفنانے کے بعد لے کے آئی تھی سمندر ساری دنیا سامنے

ختم ہے اصغر پہ تیر ظلم کی جانب سفر ایک بچہ اور اتنا باخبر انجام ہے

ماں کے شیر میں گنتی آگئی کی قوت تھی تیر گھا کے اصغر نے دین کو سنبھالا ہے

سشما ہا کس طرح کرے تنقید ظلم پر بکلی ہی اک ہنسی ہے جو اصغر کے بس میں ہے

اصغر کا دیکھئے تو ذرا شوق کر بلا کھائے ہی ماں کی گود میں آنکھیں مفر کیا

لہو اصغر کا دنیا نے تو دیکھا تبسم کی ادا کبھی نہ اب تک

خون اصغر ابتلا لاتا فضائے دہر میں : رخ پہل لیتے نہ خیر تو قوم کا نقصان تھ

تیر دست قاتل سے کیوں ڈرے علی اصغر وہ اگر ہے حرم یہ علی کا پوتا ہے

ذرا اصغر کی وہ ہنسی تو دیکھو جو کراتی ہے باطل کی صدا سے

حشر تک پیاس بجھے گی نہ علی اصغر کی سامنے لائے اگر لاکھ سمندر کوئی

سرور کی استقامت اصغر پہ ہے نظر گل بوجھ کر بلا کا ہے مٹھی سی جان پر

حد سے بڑھ گئی افواج عدو کی کثرت اُس سے نکالے کو بے شیر کولے آئے حسین

فاطمہ کا شیر ہے اپنا اثر دکھائے گا دیکھ لینا جنگ میں اصغر کی سے کم نہیں

باپ سے دشت میں اصغر لے کہا تو ہوگا ظلم کا سر نہ جھکا دوں تو علی نام نہیں

دیکھئے کرتی ہیں کیا شام غریباں میں رباب خالی آغوش تو ہے اصغر کا مقام نہیں

اصغر نہ کیوں ہنسی سے آلت دیں بساط جنگ لڑنے کو آج گویا ملی ہے امام کی  
 دنیا ہے دیگ جراتِ اصغر پہ آج تک لب کیا بے کہ مل گئی بنیادِ شام کی  
 علی کی طرح لڑے کفر سے علی اصغر مگر یہ فرق کہ ہاتھوں میں ذوالفقار نہیں  
 نکل تو آئے گا ناکِ گویا، اصغر سے مگر رباب کے دل سے نکل نہیں سکتا  
 سب کو اصغر کے سوا اذیتِ دعا عام ملا طاقتِ کفر پہ ہٹنے کا انھیں کام ملا  
 اصغر کو دشتِ جنگ میں جانے دواے رباب چھوٹے سے سن میں اس کا بڑا اختیار ہے  
 اکثر نہیں عیاں ہے رسالت کا معجزہ اصغر نہیں یہ دینِ خدا کی دلیل ہے  
 بس اک لبِ امام سے اذنِ دعا نہیں ورنہ تبسمِ علی اصغر میں کیا نہیں  
 کٹ جائے گا یزید تبسم کی کاٹ سے اصغر کو کچھ ضرورتِ تیغ و تیر نہیں  
 مانا کہ بھلا دے گی نبی زادے کو دنیا خوں گردن بے شیر کا کس طرح ٹھپے گا  
 شہ کے خیمے میں ابھی زینتِ گہوارہ ہیں دشت میں آکے نہیں گئے یہی اصغر عباس  
 تا حشر بے زبانی اصغر کی تیغ سے تو نے یزیدیت کی کمر توڑ دی حسینؑ  
 لوگ کم فہم ہیں اصغر تجھے کیا سمجھیں گے تیری ہمت پہ تو حیران ہے قربانی بھی  
 تاریخ ساز ہے علی اصغر کا یہ جہاد خاموش ہو کے قوم کو گویا کی دے گیا



اصغر کی کنسی پہ نہ مگر غور حرمہ      تو دیکھ کتنا دور ترے حوصلے میں ہے  
 کیا کوئی کرے گا غم بے رباں شہید کا      کچھ ربا بے رو گیس کچھ حسین رو گئے  
 جگر تو لائے بھی اہل دل سر مقل      مگر نہ اصغر معصوم کی ہنسی لائے  
 کربلا میں دیکھا ہے حق پہ مرے کوچہ      پاؤں جب نہ چلے دیں گویوں میں چلا ہے  
 بیدار تو اصغر سے پوچھو یہ راز زمانہ کیا چلے      تیروں کا چلانا مشکل ہے یا تیر کا کھانا مشکل ہے  
 گردن بے شیر کا تازہ لہو      ایک قطرہ تھا جو ڈریا ہو گیا  
 خشک لب کی دیکھنا جنگ لے ربا بے      اب علی اصغر کا اکبر نام ہے  
 ﴿۱۱۶﴾ ہوش عابدی

تجھ کو لے بزدل ترے صاحب کو رسوا کر دیا      حرمہ دیکھا تبسم اصغر بے شیر کا  
 تیر آتے ہی لیوں پر مسکراہٹ آگئی      ننھے بچے کی نظر میں وزن تھا یہ تیر کا  
 یزیدی تاب و طاقت ہے اسیر بے نواس کی      جو بچہ لے کے میدان میں تبسم کی کند آیا  
 علی اصغر کی گردن سے جو دو قطرے لہو نکلا      رخ اسلام پر آب و نیک اسے سے دو چہر آیا  
 نہ پھر پیدا کیا دنیا میں اس جیسا کوئی بچہ      خدا کو اس قدر اصغر کا پس وینا پسند آیا  
 علی اصغر کے تبسم پہ ہے نازاں تاریخ      کتنا چھوٹا سا تھا اور کتنا نمایاں نکلا  
 یہ حسین ابن علی کا تھا کلیچہ درندہ      کبھی چند ماہ کا بچہ سر میدان نکلا؟

یہ عمر اور تیر کھا کر مسکرا دینا قیامت ہے علی اصغر کو وہ جو کام تھا مشکل پسند آیا  
 خشک ہوتوں پہ تبسم تھا علی اصغر کے ایسی جج دجج کا زمانے میں سپاہی نہ ہوا  
 ثانی سبط رسول عربی کیا ہوتا اُن کے معصوم سپاہی کا بھی ثانی نہ ہوا  
 ذرا سی پوٹ لگتی ہے تو رو دیتا ہے ہر بچہ تبسم سے دیا لیکن جواب اصغر نے پکاں کا  
 علی اصغر کے لب پر ایک ہلکا سا تبسم ہے تمسخر اڑ رہا ہے کربلا میں اہل باطل کا  
 علی اصغر کے قاتل حرمہ سے پوچھ لے کوئی کہ بس چند ماہ کا سن تھا ترے بد مقابل کا  
 اسکا بہت پر علی اصغر کی جب سوچا گیا تھا یہ بچہ کربلا کا فاتح خمیر کھلا  
 ٹٹھی علی اصغر کے دل میں نصرت دیز کی طلب ورنہ کھولے میں یہ بچہ کس لیے چناب تھا  
 اصغر، ذلیل کر دیا تم نے یزید کو لب پر ہنسی جیسے تھی یہ بھر پور وار تھا  
 فیصلہ کر گیا تاحشر حق و باطل کا تاوک ظلم پہ معصوم کا خنداں ہونا  
 یوں چلے تھے جدہ آخر ادا کرنے حسین شکر لب پر رخ پہ اصغر کے لبو کا غارہ تھا  
 حرمہ اصغر کے ہونٹوں کا تبسم ہے بلغ تجھ کو کیا معظوم اس سے انقلاب آئیں گے کیا  
 جن کی قوت ہے علی اصغر کے ہونٹوں کی ہنسی کثرت افواج سے وہ لوگ گھبرا ئیں گے کیا  
 مطمئن تھے شاہ اصغر کی شجاعت دیکھ کر کون کہتا ہے کہ قلب شاہ دس مضطر ہوا  
 جو بچہ تیر کھا کر دشمن پہ ہنس رہا تھا چند ماہ کا تھا لیکن قد میں بہت بڑا تھا



اصغر کی بے دہانی حسنِ بنی ہے ہکا سا اک تبسم تفصیل کر بلا تھا  
 ہنس کر نظامِ ظلم کو مسمار کر دیا اصغر تو معجزہ ہے محمدؐ کے باغ کا  
 جس کی آغوش میں اصغر ساجری آیا تھا کم نگاہوں نے اُسے بے سرو ساماں سمجھ  
 لب پہ اصغر کے نمایاں تھا جو عاشور کے دن وہ تبسم بھی تھا اور مقصدِ شبیر بھی تھا  
 تیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں اس قدر تو صرف اصغر موت سے مانوس تھا  
 اظہارِ فتح جنگ تھا تضحیکِ ظلم تھی اصغر کے مسکراتے میں کتنا شعور تھا  
 اصغر بھی آرہے ہیں شہ کر بلا کے ساتھ اب جنگ جیتنا کوئی مشکل نہیں رہا  
 اصغر شہید و شاہد کرب و بلا ہوئے قدرت نے اہتمام کیا تھا گواہ کا  
 علی اصغر نے ہلک کر لیا حلقوم پہ تیر ورنہ ممکن تھا نشانے کا خطا ہو جانا  
 گردن میں تیر لب پہ ہنسی باپ پر نگاہ بیٹا پدر سے طالبِ دایہ نیرو تھا  
 تازہ ہے دل میں معرکہ کر بلا اچھی اصغر کے مسکراتے میں ہے ہانکین ہنوز  
 جہاں سے ختم تصور کی طاقت پرواز وہاں سے ہے علی اصغر کا نقطہ آغاز  
 اصغر تمہارے لب پہ تبسم خدا گواہ دیکھے اگر تو پھر یہ بھی مسکرائے گل  
 تیر ستم سے چھٹ گیا سینہ حیات کا اصغر ہنسے تو رہ گئی تضحیٰ لبی کی شرم

کرب و بلا کی جنگ کا ہوتا کچھ اور رنگ      اصغر کے ہاتھ دیکھتی دنیا شباب میں  
 تیر کھاتے ہیں گلے پر علی اصغر ہنس کر      اے یزید اب ترا انجام کوئی دور نہیں  
 کافی ہے ان کا ایک تبسم بجانِ ظلم      اصغر کمر میں بامدھ کے تلوار کیا کریں  
 حسینؑ ابن علیؑ نے تیر کھینچا خلقِ اصغر سے      مگر تیر تبسمِ شریک ہے قلبِ دشمن میں  
 کیا اصغر نے غیب وار کہوں یا نہ کہوں      دوسرا حیدر کرار کہوں یا نہ کہوں  
 ہمک کر اپنی گردن پر لیا ہے تیر دشمن کو      جوانی سے بڑھایا ہے علی اصغر نے بچپن کو  
 اصغر نے اپنے سوکھے لبوں سے دمِ جدال      وہ کام لے لیا کہ جو شمشیر سے نہ ہو  
 اِصغرؑ جو مسکرا دیے کھا کر گلے پہ تیر      کیسی یزیدیت کی اڑیں دجھیاں نہ پوچھ  
 اصغر کی ہنسی صاف بتاتی ہے یہ نکتہ      واقف تھا یہ بچہ اموی کم نسبوں سے  
 روتے علی اصغر تو پلٹ جاتا یہ تختہ      ہنس کر تو زہیں چھین لی بیعتِ ظلموں سے  
 انسان کے ہاتھوں علی اصغر کو لگا تیر      بچے کو تو ہم پھول بھی مارا نہیں کرتے  
 اللہ کا ولی ہے رسالت کی جان ہے      بچہ کہ جس کے منہ میں نبی کی زبان ہے  
 اصغرؑ کو لائے اس لئے میدان میں شاہدیں      تاریخ سار بچہ ہے گو بے زبان ہے  
 یوں بیٹے اصغرؑ کہ جیسے فتحِ خیر ہو گیا      یوں لگا جیسے علیؑ کے ہاتھ میں تلوار ہے  
 ٹھاسا ہے سن پیاں سے بے حال ہیں اصغرؑ      دشمن کی مگر ایک بھی چلنے نہیں دیتے



گلے پر تیر کھا کر سانس تک لیتا نہیں انسان      علی اصغرؑ کے بننے پر فرشتوں کو بھی سکتا ہے  
 لب پہ اصغرؑ کے تبسم حاصل صد دانہ ہے      خامشی سے گفتگو کیا جس میں انداز ہے  
 تیر گردن میں لبوں پر حکمت سے ہے ہنسی      علی اصغرؑ مگر اس سن میں بھی جانا ہے  
 تلخی درو تبسم کی حلاوت میں گھلی      علی اصغرؑ تھے مگر دل تو بڑا رکھتے تھے  
 اصغرؑ کے مسکرانے کو سمجھے تو آدمی      اصغرؑ کا مسکرانا رجز ہے خطاب ہے  
 کیا فقط تبسم ہے ننھے بچے کے لب پر      زندگی کے ہاتھوں میں موت کا گریباں ہے  
 علی اصغرؑ کے تبسم کا وہ بھرپور انداز      موت بھی اپنے اس انجام سے گھبرائی ہے  
 تری خامشی میں اصغرؑ ہے صد قنوں کا محشر      کہ ہیں تیرے ایک تبسم کے ہزار ہا معنی  
 اک تبصرہ تھا ظلم و ستم پر ہنسی نہ تھی      دنیا سمجھ رہی تھی کہ بچہ نموش ہے

### ﴿۱۱۷﴾ کلیم الہ آبادی

تیر کھا کر مسکرایا ایک لمحے کو صغیر      ہو رہا ہے آج تک اس بانگین کا تذکرہ  
 خشک لب بے شیر کے ہاں کو نظر آنے لگے      جب کبھی آیا کسی غنچہ دہن کا تذکرہ  
 اے علی اصغرؑ تمہارے حوصلوں کا کیا جواب      چھو گیا ننھا گلہ اور مسکراتے ہی رہے  
 تذکرہ اصغرؑ بے شیر کا یہ چار طرف      تیر باقی ہے جہاں میں دکھاں باقی ہے

اب جنگ کو دیا میں تلوار نہیں لازم اس ننھے مجاہد نے یہ رسم اٹھا دی ہے

علی اصغر زمانہ دور ہے چودہ صدیوں سے نہ جانے درد تھا کتنا تمہارے مسکرائے میں

### ﴿۱۱۸﴾ اثر ترابی

ترپ کر گر پڑے جھولے سے بابا کی صدا سن کر قرار اصغر کو آیا شاہ والا پر فدا ہو کر

کیا ویران اک جھولا اُچار ایک مادر کو بتا اے قاتل اصغر ترے کیا ہاتھ آیا ہے

یہاں کہتی تھی زینب سے مجھے جانے دو جنگل میں بہت بے چین ہے اصغر صدائے کی آئی ہے

باپ کے ہاتھوں پہ اصغر تو ترپ کر مر گئے فاطمہ کے دل میں اب تک حرمہ کا تیر ہے

مرنے کی آرزو میں جھولے سے گر پڑے ہیں اصغر کو چین آیا گردن پہ تیر کھا کے

یہ قاتل اصغر سے کسی نے بھی نہ پوچھا بچے کو سزا موت کی کس جرم پہ دی ہے

ایک بچکی بھی نہ لی اصغر نے شکی گود میں یوں قضا لپٹی ہوئی تھی حرمہ کے حیر سے

کرتا علی اصغر کا کچے سے لگائے کیا جانتے کس سوچ میں ماں ڈوبی ہوئی ہے

کہتی تھی ماں آؤ اصغرات مہری ہو گئی تم تو غربت میں نہ روٹو مادر دلگیر سے

بھیج کر ماں نے پھر اصغر کو نہ پایا لیکن رخ شبیر پہ خون علی اصغر دیکھا

ہائے چھ ماہ کے بچے پہ چلایا گیا تیر کو قہر کچھ تو خطائے علی اصغر ہوتی

سوکھی زباں دکھا کر پانی طلب کیا تھا قاتل سے کوئی نہ جھجھے اصغر کی کیا خطا ہے



منہ پھیر پھیر روئے سب اشتیاقِ امتِ اصغر نے جب دکھائی سوکھی زباں دامن سے  
تیر نے چیر دیا فاطمہ زہرا کا جگر کچھ خبر اس کی تھی قاتلِ اصغر ہوتی  
گروں پہ تیر کھا کر جب مسکرائے اصغر ترپا گئے جہاں کو اندازِ گلبدن کے  
ناوک نے جسے چھیدا وہ فاطمہ کا دل تھا ظالم نے یہی جانا خلقِ علی اصغر ہے  
شاہ کے ہاتھوں پر علی اصغر ترپ کر مر گئے یا ہوائے خیر سے مرجھا گیا ہاٹو کا پھول  
﴿۱۱۹﴾ سید محمد علی رضوی (سچے)

اکبر سا گلبدن علی اصغر سا گلزار لکھے تھے یہ نصیب میں کرب و بلا کے پھول  
ہے کر بلا پہ ختم مصیبت کی داستان ہاتھوں پہ باپ کے ہوا غنچہ دین تمام  
کس جا چھپے ہو اے علی اصغر جواب دو ماد بھگ رہی ہے اندھیرے میں رات کے  
کون ہے جو بڑھکے رو کے تیر کا برہمی کا دار اب نہ اصغر ہے زمانے میں نہ اکبر دوسرا  
اللہ اللہ وہ اصغر کا جہاد اکبر رکھ دیا نوک پہ ناوک کی گلا آپ سے آپ  
خیبر کشا کے لال کی طاقت تو دیکھئے اصغر کی لاش ہاتھوں پہ ہے پھول کی طرح  
﴿۱۲۰﴾ آصف عابدی

پہلوئے ہاٹو سے اصغر کی حرارت نہ گئی جھولا ہلتا ہی رہا ہانت کی عادت نہ گئی

## ﴿۱۲۱﴾ قائم جعفری نجفی

حسین کے دل کی ساری قوت گھنچ آئی ہاتھوں میں آج شاید  
کہ جلتی رہتی پہ قبرِ اصغر خود اپنے ہاتھوں بنا رہے ہیں

## ﴿۱۲۲﴾ محمد امیر حسن خان

حرمِ شاہ میں تیر جفا آتے ہیں لشکر سے شہادتِ حرم کی صاف ہے رودادِ اصغر سے

## ﴿۱۲۳﴾ مسعود جامی

کھینچتے ہیں تیر اصغر کے گلے سے شاہ دیں اے خلیل اللہ دیکھو امتحانِ کربلا

## ﴿۱۲۴﴾ حیدر اختر کاظمی

اس بے زباں کی عظمت و شوکت نہ پوچھئے وہ بولتا ورق ہے خدا کی کتاب کا

## ﴿۱۲۵﴾ حامی آفندی

شمر لعین نے ظلم کی حد کو دکھا دیا بچے کا ماں کے سامنے جھولا جھولا دیا

## ﴿۱۲۶﴾ حیدر علی حب

بھی بہا تھا کسی طفلِ بے زباں کا لبو شوق سے دامنِ چرخِ اب بھی لال ہوتا ہے

## ﴿۱۲۷﴾ میر حامد علی غیور

لڑتے ہیں تیر کھا کے اصغر غضب کی تکلیف جانتی ہے

کھلا ہے تمہا سا مٹھنجاں پر بسا ہی ذنبِ قتل تنسی ہے



## ﴿۱۲۸﴾ سید فیض حسین فرد

دن مصیبت کے ہیں اور نکل ہے آنکھوں میں تری راتیں فرقت کی ہیں اور تیری کہانی اصغرؒ

## ﴿۱۲۹﴾ پرنس عباس مرزا

یہ انتہائے ظلم کی تصویر دیکھئے اصغرؒ می جان دیکھئے اور تیر دیکھئے

## ﴿۱۳۰﴾ طالب جارچوی

گواہی کے لئے روز قیامت خون ناحق کی ضروری تھا تمہارا اے زمین و آسمان ہوتا

## ﴿۱۳۱﴾ منور عباس شہاب

ابھی جھولے میں غش تھے اور ابھی مرد مجاہد ہیں وہی اصغرؒ ہیں لیکن شکل پیچنی نہیں جاتی

## ﴿۱۳۲﴾ جعفر شیرازی

ہیوست تیر دیکھ کے اصغرؒ کے حلق میں کہتے تھے شاویہ بھی اسی کی رستا میں ہے

## ﴿۱۳۳﴾ مقبل

تیر کا حال کیا کہے اصغرؒ تشنہ کامی ہے بے زبانی ہے

## ﴿۱۳۴﴾ وقا

باقی کہتی تھی کہ اولاد نہ ہوگی اس کے تیر جس نے علی اصغرؒ کے لگایا ہوگا

## ﴿۱۳۵﴾ وارا

صد حیف کہ اصغرؒ ہوا حمل کا نشانہ گو لشکر اعدا سے چلے شیر ہزاروں

## ﴿۱۳۶﴾ نجف

اصغر ٹپ کے مر گیا حمل کے تیرے رہا پکاری پوری رضائے خدا ہوئی  
یاد کر اکبر و اصغر کو یہ بانٹو لے کہا حسن میں لعل میرے شمس و ثمر تھے دو

## ﴿۱۳۷﴾ واجد لکھنوی

جو اصغر کی فضیلت ہے وہ اکبر کی فضیلت ہے یہ بمصورت علی کے ذہ رسول اللہ کی صورت

## ﴿۱۳۸﴾ آشفہ

کہتے ہیں کہ اصغر کو کیا فن جو شہ نے رکھتی ہے ہوا خاک سے پیدا شجر نخل  
نکلے جگر بانوے ناشاد ہو جب آہ پھر چاک ہو کیونکر نہ چمن میں جگر نخل  
گلے میں باپ کے باہیں تھیں لاش اصغر کی خزاں ہوا جو وہ نخل تو گلے کا ہار ہوا

## ﴿۱۳۹﴾ نصیر

اصغر سے کہا شہ نے کہ تیرا آتا ہے ہم پر بولا وہ اشارے سے مرا حلق پر ہے

## ﴿۱۴۰﴾ فائر

سوال آب پر تیرا اصغر معصوم کو مارا نہ ظالم اس خطائے فاش کو اپنی خطا سمجھے

نگہت گل کی طرح روح بدن سے نکلی خون کے ساتھ ہی بس جان بھی تن سے نکلی

## ﴿۱۴۱﴾ خلیل لکھنوی

مقتل میں تھا جو لاشے اصغر تمام رات جنگل میں ڈھونڈتی رہی مادر تمام رات



## ﴿۱۴۲﴾ ظہیر لکھنوی

شے ہاں کہتی تھی کانٹے پڑے ہیں حلق میں      ضعف سے اب اصغر معصوم رو سکتا نہیں

## ﴿۱۴۳﴾ سید محمد شمیم (شاگرد مرزا ادبیر)

شاہ فرماتے تھے رو رو کر علی اصغر کے بعد      مرہم زخم جگر تھا بس یہی اکبر کے بعد

## ﴿۱۴۴﴾ اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خاں بیکین لکھنوی (شاگرد ادبیر)

مرضی حق سے ہے وہ گرفتار اہل جور      تبدیل کر دے در نہ قضا و قدر کا رنگ  
گدی میں شہ کی جب ہوا معصوم بھی شہید      تیراں تھے آپ دیکھ کے نور بصر کا رنگ

## ﴿۱۴۵﴾ سید عبدالوہاب حسینی وہاب مد راسی (شاگرد مرزا ادبیر)

ہاں کو ڈھونڈتے ہوئے محروں میں خند کے      پھرتے تھے گٹھنیوں علی اصغر کہاں کہاں

## ﴿۱۴۶﴾ راجہ الفت رائے الفت

لگا جب شیر مشکیزہ پہ سقائے حرم بولا      بنی باتیں بگڑ جاتی ہیں جب پھرتی ہے  
ہنسی دن رات ہاں نو دھیان میں اصغر کے کہتی تھی      مری آنکھوں میں اس کی چاندی تصویر پھرتی ہے

## ﴿۱۴۷﴾ میر مہدی مجروح دہلوی (شاگرد غالب)

وہ منہ می جاں اصغر بے زباں      زنج      رہ      کبریا      ہو گیا  
ہاں کہتی تھی لاش اصغر پر      ماں سے تم ہو گئے جدا جلدی

## ﴿۱۴۸﴾ نواب سید اصغر حسین فاخر لکھنوی

ماں کہتی تھی کہ جھولے کو ویران کر گئے      بستی مری اُجاڑ کے اصغر کہہ رہے

ہاتھ لے جب کہا علی اصغر کدھر گئے فرمایا شہ نے گود میں بابا کے مر گئے

﴿۱۴۹﴾ مولانا سید سبط حسن فاطر لکھنوی

قبر بچے کی بنائی تھی شہ مظلوم نے وہ نشانی بھی تو ندربے نشانی ہو گئی

﴿۱۵۰﴾ رضا علی خاں نواب رامپور

کریل بن میں ہانو دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے

رین اندھیری بالے اصغر مانا تمہاری بھلاوت ہے

﴿۱۵۱﴾ شاہد نقوی

کس طرح تجھ سے دیکھا گیا ارض کر بلا چہرے پہ جب حسین نے اصغر کا خون سا

﴿۱۵۲﴾ رفیق رضوی

خیال حضرت اصغر ہے جز ولا یفک فہم رباب غلش ہے ہر ایک ماں کے لئے

﴿۱۵۳﴾ تکمیل رضوی

چلے خیمے سے اصغر گولے یوں شہ ہاتھوں پر عہد سمجھے کہ شہ قرآن کو لے کر نکلتے ہیں

﴿۱۵۴﴾ سید سجاد احمد رازی

غم اصغر کی شدت کوئی پوچھے قلب مادر سے کہ جتنا بھولتی ہے اور بڑھ کر یاد آتے ہیں

سلام

ترے ٹھہار تھے سب سے نالے اے علی اصغر نگاہ گرم تھی مادک زبان تیز تھی خنجر

تیری کیا بے نیاز اندر دوش تھی اے علی اصغر خود اپنے گھر میں ٹھہرا چھ مہینے یہاں ہو کر

سہ سالار تجھ سا پھر نہ دنیا میں کوئی نکلا ترے ہلکے تسم ہی کی موہیں تھیں تیرا لشکر



بڑی مشکل سے تو نے جنگِ برحق کی اجازت لی  
 علی نے ایک ہی خمیر کا دروازہ اٹکھاڑا تھا  
 مچلنے والے گہوارہ سے ماں کی گود میں گر کر  
 تہہ وبالا کیے توتے دلوں کے سینکڑوں خمیر  
 حسین ابن علی کے آنسوؤں کو تو نے روکا ہے  
 عیسیٰ اکبر ہے تو بھی کارنامہ تیرا شاہد ہے  
 تبسم کی ادا کو وقتِ آخر کام میں لا کر  
 نہ ہوتا نام اگر تیرا نہ کہتا میں تجھے اصغر  
 مخالفت کے گھبراہٹ میں کیا کیا کھڑائے ہیں  
 تو آیا جب حسین ابن علی کے پاؤں سے جل کر

مسلل پھر رہا ہوں گردِ تیرے میں تصور میں

کرم فرما ہے مجھ پر خود میری تقدیر کا چکر

کسی مخصوص امانت کی طرح تیری حفاظت کی  
 علی نے کہا تجھے ہر زاویے سے حق بجانب ہے  
 علی کے لال نے تجھے کو سپردِ خاک فرما کر  
 علی صورت علی سیرت علی پیکر علی اصغر  
 تو وہ تارا ہے ظلم و جور کے گہرے اندھیرے میں  
 جو تارا ٹوٹ جاتا ہے غصا کو روشنی دے کر  
 وہ کافر ہے جسے شک ہو کوئی تیری طہارت میں  
 مقدس گودیوں میں تھیلنے والے علی اصغر  
 تجھے میدان میں ہاتھوں پہ یوں شبیر لے آئے  
 دعا مانگے کوئی قرآن اٹھا کر جیسے پیغمبر

تیرا ٹھہرا ہوا جھولا جہاں بھی یاد آتا ہے

وہاں کچھ اور تیزی سے دھڑکتا ہے دلِ خاود

﴿۱۵۵﴾ حسین نظر

درس دیتا ہے تبسم اصغر بے شیر کا راہِ حق میں تیر کھا کر مسکراتا چاہیے

﴿۱۵۶﴾ فہیم

لگایا بے خطا جب جرمہ نے تیر بچہ کو لیا ناوک نے بوسہ طلق کا تیر قضا ہو کر

## ﴿۱۵۷﴾ چھنگا صاحبِ حسینؑ لکھنوی

لو عبا کا کر کے سایہ لے چلے اصغرؒ کو شاہ  
 ماں یہ کہتی تھی کہ پرتی مرے دل میں ٹھنڈک  
 ایک مد پارہ چراغِ زیرِ داماں ہو گیا  
 پاس دریا کے جو اصغرؒ تری تربت ہوتی  
 لیٹ کر حلقِ نازک سے کہا خود تیرے دن میں  
 علی اصغرؒ میں شاہد ہوں کہ بالکل بے خطاتم ہو

## ﴿۱۵۸﴾ شفیق

شکر خالق کر کے شہیدِ دل سے فرما لے لے  
 راقم میں اصغرؒ ناداں بھی قربان ہو گیا  
 ﴿۱۵۹﴾ شمر

دہر پانی کے لئے چھوڑ رہا ہے بچہ  
 باپ مجبور ہے دم توڑ رہا ہے بچہ  
 ﴿۱۶۰﴾ رفیع (نبیرہ مرزا دبیر)

وصفِ اصغرؒ میں ہے تسبیحِ شہادت کا بیاں  
 ہے نہایت قیمتی چھوٹا سایہ دانا مرا  
 ﴿۱۶۱﴾ زاہد حسن

اصغرؒ کا حال دیکھ کے کہتے تھے اشقیا  
 ناوک گلے پہ اس کے لگانا نہ چاہیے  
 ﴿۱۶۲﴾ مودب لکھنوی

آئے تھے اصغرؒ بھالے پیاسِ دن میں تیرے  
 آرزوئے آبِ پیریاں تھی زیادہ شیر سے  
 سفر کرتے ہیں شہ کبھی ہیں بانو خیر ہو یا رب  
 علی اصغرؒ مرے پہلے پہل باہر نکلتے ہیں



﴿۱۶۳﴾ نگار بارہ بنکوی

جہاں خطابت پہ بھاری ہے اصغر ترا ایک تبسم تری بے زبانی

﴿۱۶۴﴾ عباد علی خاں رہبر لکھنوی

اے کربلا کے نئے مجاہد ترے غار تو نے اٹھایا سب سے ہوا بار تشنگی

﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراں)

کربلا میں مسکرا کر اصغر معصوم نے حملہ کو قتل کر ڈالا اسی گئے تیرے

﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی

علی اصغر کی ہمت کبہ ہی ہے سارے عالم سے جو بچہ مسکرائے تیر کجا کر، اور ہوتا ہے

﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری

علم، تابوت و مہندی، ذوالجناح و تعزیر، جھولا یہ آیات عقیدت ہیں عزاداری کے سماں میں

﴿۱۶۸﴾ مضطر تاج پوری

ختم حجت کے لیے بچے نے دکھائی زباں ورنہ کیوں مانگتا وہ اہل جنت سے پانی

﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشفاق، شوق لکھنوی

خلق اس شوق شہادت کے غار ہے گریبان علی اصغر کھلا

اصغر کی پیاس مطلعِ اول بنے گی شوق ترتیب دے گا جب کوئی دیوان تشنگی

ظالم چلا نہ تیر ستم دیکھ تو ذرا ہاتھوں پہ ہے حسین کے قرآن تشنگی

## ﴿۱۷۰﴾ تصویر لکھنوی

یاد آ رہی ہیں خاک پہ اکبر کی گردنیں زلوار ہی ہیں جھولے میں اصغر کی گردنیں

## ﴿۱۷۱﴾ انور رائے بریلوی

یاد آ جاتی ہے اصغر کی ہنسی بے ساختہ کیوں ندوئیں دیکھ کے پھولوں کو ہم ہستے ہوئے  
جرات اصغر تھی جب تیرے گردن چھدی باپ کے سینے سے لپٹے مرتے دم ہستے ہوئے

## ﴿۱۷۲﴾ کاظم جرولی

شاہدیں دم توڑتے دیکھا کئے بے شیر کو پھول مرجھایا کیا یاو صبا کے سامنے

## ﴿۱۷۳﴾ طیب کاظمی

جب چلے میدان میں لے کر شاہدیں بے شیر کو مائتا سر پستی دروٹی چلی اصغر کے ساتھ

## ﴿۱۷۴﴾ میرزا مجرب لکھنوی

ایک اصغر کی شہادت دہرے اکبر کی موت امتِ جدید پر بڑے ہیں شہ کے یا احسان دو

## ﴿۱۷۵﴾ ضیا الحسن ضیا نونہروی

اصغر نے اپنے دستِ تبسم سے جنگ میں عزم یزید کو دو خمیر بنا دیا  
گہوارۂ جہاد میں آکر صغیر نے بیعت کے منہ کو کلمۂ اتردد بنا دیا

## ﴿۱۷۶﴾ سید اطہر علی اطہر جلالوی

دنتوں تک یاد اصغر میں یہ تھا بانو کا حال چونکہ اٹھنا خواب سے جھولے کو جا کر دیکھنا



﴿۱۷۷﴾ سید افسر علی بقا جلالوی

یہ درس صبر زمانے کو اسے علی اصغرؑ کہ تیر خلق میں کو وثبات مٹھی میں

﴿۱۷۸﴾ کمال لکھنوی

وہ خون ہے تاریخ شہادت کا خلاصہ جس خون کو شیر نے چہرے پہ تلا ہے  
اصغرؑ کے دلیرانہ جسم سے دہل کے کیا کیا نہ تم نے کف افسوس تلا ہے

﴿۱۷۹﴾ آرزو سرسوی

جان رہا بٹ اصغرؑ بے شیر زندہ باد اب ظلم کو بھروسہ نہیں ہے کمان پر

﴿۱۸۰﴾ ظل صادق

مسکراہٹ ، اصغرؑ بے شیر کی کتنا باہمت - جواب تیر ہے

﴿۱۸۱﴾ سید ظن ثقلین

دین حق کے تذکرہ کو اس طرح سے غام کر نام اصغرؑ کا وظیفہ ہر گھڑی ہر گام کر  
جب خدا کے دین کے سارے سہاے چھٹ گئے تب چلا دین خدا اصغرؑ کی انگلی تھام کر

﴿۱۸۲﴾ سید ظن رضا

قاسم نوشاہ کے پہلو میں لا کر شاہ تے لاش کو اصغرؑ کی شہ پالا بنا کر دکھ دیا



## نوحہ ہندی اور حال حضرت علی الصغر علیہ السلام

میجر جنرل ہائینس ڈاکٹر نواب سر محمد رضا علی خاں صاحب بہادر آف رامپور

کرمل بن میں باتو دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے

زین اندھیری بالے اصغر ماما تھاری بلاوت ہے

دیس چھوڑ پردیس بسایا سہاگ چندر کو گھنی اگھیا

اب تم بن مجھ کو کہ آہڑی کو برہا لگن جلاوت ہے

مینا پتی لے مینا کھوئی جیون کھیتی بن میں ہوئی

کوہ نہیں رکھوالا نہنہب ابرا کھیت رکھاوت ہے

بالے اکبر قاسم بیرن توڑ گئے سب رکشا بندھن

جا کے کارن آج سیکڑہ کان رکت بہاوت ہے

رجا نی کی دیویں ڈہائی گھور گھٹا اب ڈکھ کی چھائی

میس کھلا باتو نہنہب کا عابد کوڑے کھاوت ہے





..... (باب ہشتم) .....

نوحے در حال  
شہزادہ علی اصغرؑ

نوحہ

مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

بانو پکاری پیٹ کے چھاتی، سو گئے اصغر میرے لال  
 بھرا تو کر لو ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغر میرے لال  
 حلق پہ کیسا تیر لگا ہے، کُرتے پہ کیسا خون جما ہے  
 بولتے مجھ سے تم نہیں کیا ہے، سو گئے اصغر میرے لال  
 ہائے تمہارا پانی نہ پانا، ہائے تمہارا تیر یہ کھانا  
 پیاس کا مجھ سے کر کے بہانا، سو گئے اصغر میرے لال  
 بھولے میں کس کو ماں یہ بھلا دے، کس کو شلو کے آج پہاؤے  
 پانی کے مجھ کو دے کے بھلا دے، سو گئے اصغر میرے لال  
 مرگ نہیں نکلا اپنے یہ کھلو، دودھ کی خاطر ہٹ سے روکو  
 کیسے ہو چپکے کچھ تو بولو، سو گئے اصغر میرے لال  
 کیوں میرے بھولے کیوں مرے ہائے جی، کیا تم نے کس کے حوالے  
 گود میں کس کو ماں یہ اٹھالے، سو گئے اصغر میرے لال  
 اے مرے دودھ ادا دھاری جاگو کہ ماں پر آئی ہے خواری  
 کرتی ہوں منت کب سے تمہاری، سو گئے اصغر میرے لال  
 سینے پہ میرے ہاتھ تو دھر لو، اشارے دودھ کے کر لو  
 ایسے میں اٹھ کر میری خبر لو، سو گئے اصغر میرے لال



میرے گلے میں ہاتھ تو ڈالو، ماں ہے یہ سوتی اس کو جگالو  
 روٹھی ہوں تم سے مجھ کو منالو، سو گئے اصغر میرے لال  
 دادی کی گودی ایسی بسائی گود اماں کی یاد نہ آئی  
 روتی تمہاری آج ہے دانی، سو گئے اصغر میرے لال  
 خیر سے دن کو تم بنے سدھارے آئے لہو میں ڈوب کے ساوے  
 تم نہیں سوئے بھاگ ہمارے، سو گئے اصغر میرے لال  
 کل سے تمہیں تھی نیند نہ آتی ہوتے تھے بیکل میں جو شلاتی  
 اب نہیں اٹھتے ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغر میرے لال  
 اب نہ اٹھو گے اصغر پیارے سوتے رہو گے اصغر پیارے  
 کچھ نہ کہو گے اصغر پیارے، سو گئے اصغر میرے لال  
 سو رہو پیارے، سو رہو جانی، سو رہو میرے اکبر ثانی  
 کون سنے اب میری کہانی، سو گئے اصغر میرے لال  
 کس کو شلاؤں کہہ کے میں دکھایا، جاری نندیا آجاری نندیا  
 چین سے تم تو آپ ہی اس جا، سو گئے اصغر میرے لال  
 ہائے مجھے بھی نیند نہ آئی میں نے نہ پیکا تیر کی کھائی  
 میری لٹا کر رن میں کمائی، سو گئے اصغر میرے لال  
 شاہ نے گھر سے لاشا اٹھایا لاشوں میں لا کر اس کو شلایا  
 کہہ کے یہ رو رو شور چلایا، سو گئے اصغر میرے لال  
 آجے افسردہ تھام قلم کو پھاڑ گریباں خاک بسر ہو  
 بانو تھی کہتی خیمے میں رو رو، سو گئے اصغر میرے لال

## سلام احسان لکھنوی

مجر اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سو میرے اصغر  
نند کے ماتے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

دیکھ مری بھی شک زباں ہے بابا تیرا بھی تشنہ وہاں ہے  
موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

رو نہیں پیارے میرے پلک کر پھیر نہ آنکھیں تو بدل کر  
ہاتھ سے جڑی پیٹتے تھپک کر لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

اے میرے پیارے گوی کے پالے ہونٹوں پہ کیا ہے جب نکالے  
لیٹ جا میرے بھولے بھالے لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

بین کروں میں سر پر تیرے آجاری تندیا آجا سویرے  
آنکھوں میں کھل جا بچے کے میرے لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

اے میرے بھوٹے بالوں والے ماں تیرے ٹٹھے منہ کی بلا لے  
تکیہ کو نیچے سر کے لگالے لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

منکا ہے تیرا ہائے ڈہلکتا میں ہوں ہلکتی تو ہے سسکتا  
منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

بال ہیں تیرے اڑتے ہوا سے ٹوپی اڑھا دوں آاے نرا سے  
اے میرے چودہ پہر کے پیاسے لوری تجھے دوں سو میرے اصغر

بین یہ کرتی تھی باتو بچاری جو یہ قضا وہاں آگے پکاری  
ماکی طرح سے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغر



مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ موند لے آنکھیں چل میرے ہمراہ

اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

کہنے کا احسان اب نہیں یارا بچہ وہ آخر خلد سدھارا

پھر نہ کسی نے آ کے پکارا لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

سلام

میرزا گدا علی گداد ہلوی

مجر ہے اس معصوم کو جس کے گلے میں تیر ہے  
جاری دیں سے دہمدم کو ہو بجائے شیر ہے  
مجھ سے اگر اس کا نسب تم پوچھتے ہو سونماں  
پوتا خدا کے شیر کا وہ کو دک شیر ہے  
پہلو میں اپنے باپ کے اس طفل بے تقصیر کا  
چھیدا ہوا حلقوم ہے لو ہو بھری تصویر ہے  
بچے بھیاں تو قتل میں آ سے چھلا لگائے ریتاں  
اس کی اماں ناشاد کی لیکن یہ کچھ تقریر ہے  
اُن کلمہ گو یوں میں کوئی اتنا نہ بولا ظالماں  
گیوں قتل کرتے ہوا سے یہ طفل بے تقصیر ہے  
نیک باپ سے اپنے کہو بابا جی میری ماں کو تم  
جلدی سے بلواؤ جو ہاں وہ مجھ لیے دلگیر ہے  
منع شہادت کا تمہیں حق نے دیا ہے میرے لال  
ایک کو ٹھری زندان کی جھکو ملی جا گیر ہے  
بھینا سے نیک باتیں کرو سجاد کو پوچھو ذرا  
گرمیوں میں کیسا طوق ہے پاؤں میں کیوں زنجیر ہے

اب آگے یارو کیا کہوں اصغر کی آفت میں گدا

نہ مجھ میں یارا ہے نہ طاقت تحریر ہے

## نوحہ

## حیدر بخش حیدری

بانو نے کہا پیٹ کے سردے کے دہائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 تقدیر نے مجھ ماں کو تری لاش دکھائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 ارمان تھادل میں کہ ترا بیاہ کروں گی چھوٹے ہی سے سن میں  
 سو سال گرہ بھی یہ تری ہونے نہ پائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 افسوس مرے سامنے بنزا نہ بنا تو یہ رہ گیا ارمان  
 بنزی بھی تری بیاہ کے میں گھر میں نہ لائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 تم کھیل گئے ہاتھوں ہی ہاتھوں پہ صد افسوس لے لاڈلے میرے  
 پاؤں بھی تمہیں چلتے نہ میں دیکھنے پائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 یہ کرتے شلو کے کہو پہناؤں میں کس کو اور گہنا تمہارا  
 یاں تم کو تو تقدیر نے ہی کفنی پنھائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 میں کہتی تھی تو فاتحہ دلوادے گا میری اور دفن کرے گا  
 افسوس ترے آگے مجھے موت نہ آئی ہے ہے علی اصغرؑ  
 کس طرح سے بے خود پڑے سوتے ہو کہ ایک کروٹ بھی نہیں لی  
 ایسی تمہیں معتاویہاں کس نے کھلائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 یہ چاند مرا ڈوب گیا خوں کی شفق میں کھاحیر کی پکیاں  
 اس غم سے مری آنکھوں میں ہے تیرگی چھائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 آواز مری سنتے ہی آتے تھے مرے پاس گووی میں ہلک تر  
 اب رونا مرا سن کے پلک بھی نہ اٹھائی ہے ہے علی اصغرؑ



کل تک تو بڑے کرتے تھے آنکھوں سے اٹھائے تم دور دراز کی خاطر  
 یہ آج خموشی تمہیں کس طرح کی آئی ہے ہے علی اصغرؑ  
 نہلاتی نہ تھی میں کبھی انگنائی میں تجھ کو اے یوسف ثانی  
 یاں لاش تری خون کے دریا میں نہائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 مجھ ماں سے جو تم روٹھ کے جنگل میں پڑے ہو اے ناز میں میرے  
 یہ گود مری پیارے تمہیں کیوں نہ خوش آئی ہے ہے علی اصغرؑ  
 بے گود مری نیند نہ آتی تھی تمہیں ہائے اے پیارے گھڑی بھر  
 اب نیند تمہیں خاک پہ کس طرح سے آئی ہے ہے علی اصغرؑ  
 سنتا نہیں فریاد یہاں اس گھڑی کوئی مجھ کو کھ جلی کی  
 دیتی ہوں کھڑی کب سے محمدؐ کی دہائی ہے ہے علی اصغرؑ  
 اے حیدرؑ اب تاب کہاں کیوں کہ لکھیں ہم اس دکھیا کی زاری  
 جس طور سے کہتی تھی وہ قسمت جلی مائی، ہے ہے علی اصغرؑ

### نوحہ

#### آخر لکھنوی

رُود کے ماں کہتی تھی اصغرؑ نیند بھر کر سو رہو  
 باپ پانی لائے کیونکہ نیند بھر کر سو رہو  
 قتل قوج کیس کرے تم کو نہ اکبرؑ کی طرح  
 ماں ہے برگشتہ مقدر نیند بھر کر سو رہو

چھوٹ کر ماں سے تھیں آرام آنے کا نہیں  
 قبر سے گودی ہے بہتر نیند بھر کر سو رہو  
 ڈر رہی ہے ماں کہیں ٹاوک نہ کوئی سر کرے  
 تیر کو کھاؤ گے کیونکر نیند بھر کر سو رہو  
 آگئی ہے گر بلا میں گیا جدائی کی گھڑی  
 کیوں تپاں ہے قلب مضطرب نیند بھر کر سو رہو  
 پیاس کی بے حد ترقی ہے تو گھبراتا ہے دل  
 کیا آجاؤ گے مرا گھر نیند بھر کر سو رہو  
 دن ہے قربانی کا اولاد جیبر کے لیے  
 خون کا پیاسا ہے لشکر نیند بھر کر سو رہو  
 فوج سے اچھی نہیں مقل میں پانی کی طلب  
 ماں فدا جھوٹے کے اندر نیند بھر کر سو رہو  
 جس کو محنت سے میں پالوں قبر کے اندر وہ ہو  
 مدتوں روئے گی مادر نیند بھر کر سو رہو  
 پیاس سے اصغر بڑپتے تھے جو اے ذاتِ رسوا  
 دم بہ دم کہتی تھی مادر نیند بھر کر سو رہو



## نوحہ

نواب باقر علی خاں تشریف لکھنوی

باتو نے کہا درد مجھے اپنا بناؤ اے اصغر معصوم

حلقوم پہ ہے زخم کہاں جلد دکھاؤ اے اصغر معصوم

تم خون میں سر تا بقدم ہو گئے کیوں لال تغیر ہے احوال

اٹھ بیٹھو کرو باتیں مری گود میں آؤ اے اصغر معصوم

بد آنکھیں ہیں اور مُردنی چہرے پہ ہے چھائی خالق کی دہائی

تم غش میں ہو یا مر گئے احوال بناؤ اے اصغر معصوم

مکن محنتوں سے میں نے تمہیں ہائے تھا پالا ابنِ شہ والا

محنت پہ کرو غور مجھے تم نہ ڈلاؤ اے اصغر معصوم

تم مر گئے کیا لال جو سب کرتے ہیں برقت تغیر ہے حالت

زہنٹ کے ذرا منہ سے تو چادر کو اٹھاؤ اے اصغر معصوم

روئے جو بہت کر گئے غش عابد بیمار تم دیکھو تو دلدار

سجاد کو ان چھوٹے سے ہاتھوں سے اٹھاؤ اے اصغر معصوم

پانی کی طرف سے ہیں بھی ہو گئے بے آس یوں مر گئے عباسؒ

روتی ہے سیکڑہ اُسے تم جا کے مناؤ اے اصغر معصوم

کلاکریاں کرتے نہیں ایسے ہوئے بے ہوش کیوں ہو گئے خاموش

کچھ شغل کرو بہنوں کو پاس اپنے بلاؤ اے اصغر معصوم

مرنے کے لیے شاہزمن جاتے ہیں دلہر تم روک لو اٹھ کر  
 سمجھاؤ، کہو بابا نہ گردن کو کٹاؤ اے اصغر معصوم  
 جیتی نہیں رہنے کی بس اب نہ شبِ معصوم مر جائے گی کلثوم  
 حلقوم چھدا اپنا یہ بہنوں سے چھپاؤ اے اصغر معصوم  
 کیا کیجئے کچھ بن نہیں آتا مجھے پیارے جنت کو سدھارے  
 میں کیا کروں کچھ مجھ کو بھی تدبیر بتاؤ اصغر معصوم  
 دنیا مری آنکھوں میں نہ کس طرح ہو کالی جب گود ہو جالی  
 اور وادی پر خوف کو تم جاگے بساؤ اے اصغر معصوم  
 شہ لے چلے جب لاش تو کہنے لگی بانو اس وقت یہ رورو  
 دولت یہ مری خاک میں ہے ہے نہ ملاؤ اے اصغر معصوم  
 کچھ میرا بھی اے لال کئے جاؤ ٹھکانہ ہوتے ہو روانہ  
 مجھ بیکس و دلگیر کو لے ساتھ ہی جاؤ اے اصغر معصوم  
 جیتی رہی جب تک یہی بانو رہی کہتی رورو کے تشفی  
 ظاہر میں نہیں آتے ہو گر خواب میں آؤ اے اصغر معصوم



..... ﴿باب نہم﴾ .....

مرثیے و رحال  
حضرت علی اصغر علیہ السلام

## مرثیہ ..... میر انیس

جب رن میں حسینؑ اصغر بے شیر کولائے

جب رن میں حسینؑ اصغر بے شیر کولائے ، تختِ جگر بانوئے دلگیر کو لائے  
جلادوں میں اس صاحبِ توقیر کولائے ، ہاتھوں پہ دھرے چاندی تصویر کولائے  
غل پڑ گیا دیکھو شبہ والا کے پر کو

خوشید نے ہاتھوں پہ اٹھایا ہے قمر کو  
معصوم کے رخ پر ہے عجب حسن عجب نور ، آئینہ الطاک تجلی سے ہے معمور  
اسپند ہے اس رخ کے لئے خالِ رخ حور ، موٹی کے کف دست پہ ہے بیخِ سرِ طور

کیا صاحبِ اعجاز امام دو جہاں ہے

نورِ یو بیضا پہ سرِ دست عیاں ہے

حسنِ رخِ اصغر سے تجلِ تیر اکبر ، خوشید تو ڈرہ ہے ستارہ میر انور  
گرمی سے جو قطرے ہیں سینے کے جبین پر ، ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاندِ پاختر  
بالوں کے تلے لوحِ جبین نور فشاں ہے

ہے نصفِ قمر ابر میں اور نصفِ عیاں ہے

ابرو کو دیا ہے یہ قدرت نے عجب خم ، بس دو مہِ نوصاف نظر آتے ہیں باہم  
ہے زکسی آنکھوں کا قناعت سے یہ عالم ، و شوار ہے چکوں کا جھپٹنا جھٹیں ہر دم

ہے خواب بھی اس چشمِ گہر بار کو بھاری

۱ جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری



آئینہ مہ میں یہ کہاں جلوہ نمایاں ۵ روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی  
دودن سے جواگ بوند نہیں پانی کی پائی ۵ زردی ہی ہے ان پھولوں سے رخسار پہ چھائی  
شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامان عبا سے  
ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے  
روشن وہ گلا شمع تجلی کی ہے تصویر ۶ سواں پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر  
دوروز سے پائی نہ مقدر میں ہے نہ شیر ۶ اور کشیدہ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلو گیر  
اب دودھ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا  
فریاد ہے نیرے پہ یہ سرکٹ کے چڑھے گا  
کیا دوش و برو ساعدو بازو کا کہیں طوڑ ۷ سب نور کے سانچے میں اٹھلے ہیں جو کر غور  
نکھڑا سا وہ سینہ ہے کہ آئینہ بلور ۷ کس طرح اٹھالیے پہ دست ستم و جور  
ان ہاتھوں پہ جو بختی ہیں وہ ندا ہیں  
گو مٹھیاں باندھیں ہیں مگر عقدہ کشا ہیں  
گوسن میں بہت کم ہیں پہ رتبہ ہے زیادہ ۸ ہے موسم طفلی میں جواتوں کا ارادہ  
کیوں ہونہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادہ ۸ زہرا سی تو واری اسد اللہ صا وادا  
ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے  
بے جنگ کئے خلق میں کیا نام کیا ہے  
نازک ہے لب لعل جو برگ گل تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو تر سے  
گہوارے میں دم توڑتے ہیں چار پہرے ۹ لائے ہیں گھبرا کے شہزادیں اُسے گھر سے  
بچے کو امان ظلم کے باقی نہیں دیتے  
منہ کھولے ہے معصوم وہ پائی نہیں دیتے

وہ نتھے سے کرتے کے تلے چاند سائیند ۱۰ جس میں نہ کدورت نہ حسد اور نہ کینہ  
خوشبو میں یہ از عطر گلاب اس کا سیند ۱۰ سیند نہیں ایک دُرِ نجف کا ہے گہینہ  
اب خون میں وہ ڈوب کے یا قوت بنے گا

جس جھولے میں وہ پلٹے ہیں تابوت بنے گا  
اعداء کو دکھاتے ہیں مناس کا شہِ خوش خو ۱۱ میداں میں تجلی ہے منہ و مہر کی ہر سو  
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو ۱۱ کھولے ہیں دہنِ مثلِ صدفِ اصغرِ مزد  
پینا سا ہے پیرا شکوں سے منہ ڈھوتے ہیں شیر  
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شیر

کچھ ٹھنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ ۱۲ ہیں راہِ الہی میں مگر باپ کے ہمراہ  
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ ۱۲ اس میں عجب عزم ہے العظمتِ للہ  
میدان میں مرنے کیلئے آئے ہیں گھر سے  
پہلے بھی فردوس میں پہنچیں گے پورے

فرماتے ہیں اے عجب دہن اے مرے پیارے ۱۳ بتلاؤ مجھے کیا کہوں میں اہلِ جفا سے  
گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے ۱۳ کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے  
ادنا سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے  
اب صبر کرو صبرِ لبین دور نہیں ہے

لیکن تری مادر پہ تری پیاس ہے دُشوار ۱۴ دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دل انگار  
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار ۱۴ کرتا ہوں عینوں سے تری پیاس کا اظہار  
پر وہ نہیں دینے کو مرے دل کو یقین ہے  
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے



یہ کہہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغر کی زبان  
اب اٹھ نہیں سکتا تعب تشنہ دہانی <sup>۱۵</sup> کہتے ہیں کہ اک بوند پلا دو ہمیں پانی

دن آج تمہارا ہے تو کل ہو گا ہمارا

فردوس کی مہروں پہ عمل ہو گا ہمارا

اب جو کے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے <sup>۱۶</sup> کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے

ہم بیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے سوچو یہ مقام رستم و جود نہیں ہے

مسلم ہو طریق اسد اللہ پہ آؤ !

بگئے ہوئے پھرتے ہو گدھر راہ پہ آؤ !

بس دل میں نہیں نور محبت کا ہماری قرآن سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری

بے کار ہے گر عمر عبادت میں گزاری <sup>۱۷</sup> کچھ نفع نہ بخشے گی اسے طاعت باری

عشق اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے

بے نور ہے وہ گھر چراغ اس میں نہیں ہے

جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہگار بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفار

پلے پہ علی ہودیں گے اور احمد مختار <sup>۱۸</sup> ہو جائے گی میزان عمل آپ سبک بار

ہے دوستی آل انھیں روز ازل سے

پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدم الفت حیدر <sup>۱۹</sup> بالائے صراط ان کے نبی ہودیں گے رہبر

فرمائیں گی یہ فاطمہ ان لوگوں سے آکر <sup>۲۰</sup> لو تمام لو ہاتھوں سے میرا گوشہ چادر

دم بھرتے رہو تم سحر و شام علی کا

جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علی کا

تم لوگوں میں احمدؑ نے امانت ہمیں چھوڑا <sup>۲۰</sup> سو تم نے تو سر رشتہ الفت ہی کو توڑا  
 قرآن سے بھی تم پھر گئے منہ ہم سے بھی موڑا <sup>۲۱</sup> یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا  
 اولادِ نبیؐ قابلِ پیدا نہیں ہے

کیا آیہ لَا سْتَلْکُمْ یاد نہیں ہے  
 ان پھول سے زخموں کے کھلانے کو دیکھو <sup>۲۲</sup> گہوارے سے میدان میں چے آنے کو دیکھو  
 ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو <sup>۲۱</sup> غش آنے کو اور سانس بٹ جانے کو دیکھو  
 ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے  
 پھر دو گے تو پانی بھی نہ اترے گا گلے سے

سن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے <sup>۲۲</sup> خیر، آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے  
 اطفال جنیں یا کہ مریں پیاس کے مارے <sup>۲۲</sup> تم لوگوں کا حصہ نہیں پانی میں ہمارے  
 ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی  
 بچے کے دیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر <sup>۲۳</sup> ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جا کر  
 ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغر کو لٹا کر <sup>۲۳</sup> دریا سے تم ہی پانی پلا دو اسے لا کر  
 اپنے لئے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا

بچے مرا فح جائے پیاسا ہی رہوں گا  
 بڑھ کر بنو کامل نے کہا اے شہِ والا <sup>۲۴</sup> اکبر کو تو دیکھا، اسے میں نے نہیں دیکھا  
 دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرا <sup>۲۴</sup> سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدر ہے یہ بچہ

حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیہر کی زیارت  
 باقی ہے مگر حیدرِ صغیر کی زیارت



شہیر نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۲۵ چلے سے کہاں دارنے وال تیر ملایا  
خم ہو کے اسے مثل کہاں شہ نے بچایا مانند اجل ناوک تیر ہستم آیا  
شہیر چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو  
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

نوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا! ۲۶ سب خون میں تر ہو گیا بچے کا شلوکا  
وہم آ کے رکا حلق میں اس تشنہ گلو کا خوں منہ سے اگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا  
منگی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے  
جب آتی تھی بچی تو لپٹتا تھا پدر سے

نچلی سا تر پتا تھا جو ہاتھوں پہ وہ بے شیر ۲۷ بیاباں تھے بچے کو لئے حضرت شہیر  
جب خوں نہ ہوا بند، گلے سے کسی نہ ہیر چلو سے گلے پھٹنے سوئے فلک ہیز  
اُس خوں کو ملک لے لئے افسانے کے کوپر  
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خون کا گرنا بر خاک ۲۸ دانہ نہ بھی اگتا زمین پہ تیر افلاک  
ہو جاتی گرفتار بلا امت سخاک اللہ سے مہر پسر سینہ لولاک  
فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو  
نازل مگر امت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو محصوم کی گردن سے نکالا ۲۹ دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا  
چلا کے عجب درد سے روئے شہ والا نزدیک تھا ہو جائے کالجہ تہہ وباللا  
غل تھا کہ اب امت کا نگہبان علی ہے  
فریاد کو زہرا طرف عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے ۲۸  
صد شکر کرتے مرے سب کام سنوارے  
اے بار خدا خلق سے اصغر بھی سدا ہمارے  
کچھ اور پیئے نذر نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسر صاحب معراج کا ہدیہ !

مقبول ہو اس بندہ محتاج کا ہدیہ !

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخر خلاق ۲۹  
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق  
رتبہ ہے ترا صبر میں ایوب سے فائق  
ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے لائق  
باقی فقط اک مرحلہ مخبر کیں ہے

اب وصل کا معشوق کے ہنگام قرین ہے

سن کر یہ صدا گردن تسلیم جھکائی ۳۰  
جب خاک میں وہ چاندی تصویر چھپائی  
تکواریں سے گھودی لحد اور لاش لٹائی  
تعوذ پہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی  
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر

ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار ۳۱  
لخت جگر شاہ ولایت سے خبردار  
بانوئے دل افکار کی دولت سے خبردار  
اس بندہ بیکس کی بضاعت سے خبردار  
یہ گوہر نایاب ہے پاکیزہ صدف ہے

سونپا ہے تجھے میں نے نگیں ڈر نجف ہے

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھتے سہیل پیہر ۳۲  
کیا جا کے سداؤں خبر رحلت اصغر  
رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر  
چڑھتے رجز آئے صف آراء کے برابر

سرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے

کپڑے تن پڑ لور کے سب خوں میں بھرے تھے



خاموش افسانے اب کہ بہت روئے کا ہے جوش <sup>سہم</sup> ہوگی نہ محبتوں کو تری یاد فراموش  
 اللہ نے بخشی ہے جنہیں چشمِ خطا پوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل دی ہوش  
 تعریف کریں خاص، تو ہے کام کی تعریف  
 کب مانتے ہیں اہل سخن عام کی تعریف



## مرثیہ..... میرا انس

### بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلغذار

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلغذار ۱ سر تا قدم لرزنے لگے شاو نامدار  
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کریمگار ۲ کھینچا جو تیر ظلم تو چھوٹی لہو کی دہار  
ابلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے

اُس زخم سے ملا دیا چٹوہِ امام نے

لبریز خوں سے ہو گیا جس وقت دستِ پاک ۳ چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا بروئے خاک  
کی عرض یہ زمیں نے با آوازِ دردناک ۴ کیا دورِ غم سے گر مرا سینہ ہو چاک چاک  
ہر یونہی اس کی میرے کلیجے کو تیر ہے

مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں ۵ تھرا کے آسمان نے صدا دی کہ ادا ماں  
رکھتے معاف بہرِ خدا و عدائے و جاں ۶ آئے اگر یہ خوں ادھر اے سرورِ زماں  
ہر ذی حیات پانی کو تر سے زمین پر

تا حشر پھر سحاب نہ برے زمین پر

اس دم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال ۷ مجبور ہو کے روتے لگے شاو خوش خصال  
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بعدِ مال ۸ بتاؤ کیا کرے یہ لہوِ قاطعہ کا لال

انکارِ آسمان کو ہے ماضی زمین نہیں

اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں



مرثیہ..... مرزا دبیر

## بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے ، بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے  
 نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے پھرتی ہے اس پاس یہ جینے سے پیاس ہے  
 کہتی تھی کیا کروں میں دہائی حسین کی  
 تہلی پھری ہے آج مرے نور عین کی  
 فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی ، ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی  
 کس طرح ان کی سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قطر ہے میں کہاں پاؤں یا علی  
 بچھلے کو آنکھ کھولی تھی تھے اب ٹھولتے نہیں  
 روتے نہیں ہسکتے نہیں بولتے نہیں  
 آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو ہم لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو  
 اس بے زباں کا حال بناؤ امام کو نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو  
 اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں  
 کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں  
 حضرت لٹا رہے تھے ابھی لاشیں جواں ہم جو خیمہ سے بلند ہوئی بیسیوں کی فغاں  
 بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں اکبر تمہاری لاش کا خالق نگاہ باں  
 ہم خیمہ گاہ میں جاتے ہیں اصغر ہلاتے ہیں  
 اُن کو بھی لا کے پاس تمہارے لٹاتے ہیں

منہ پر جوان بیٹے کا تازہ لہو لگائے ۵ ماتم سرا میں گنج شہیداں سے شہ آئے  
جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے نکل بیٹھ لائے ۶ بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے  
روکر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے

ہو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے  
بیٹھے سر ہاتھ جھولے کے شیر سر جھکائے ۷ اصغر کے کان سے لب معجز نما پلائے  
چپکے سے کچھ کہا کہ رستے ہی سکرائے ۸ سوئے حسین ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے  
بولی سیکٹ باہا نے مشکل کشائی کی  
اتماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

ہاتھوں پہ اس کو لے کے چلے شاؤ کر بلائے ۹ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا  
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا ۱۰ اصغر پہ ماں نے ڈال دی اچلی سی اک روا  
چادر نہ تھی وہ چہرہ پر آب و تاب پر  
کھڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے ۸ چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے  
غیرت سے رنگ اڑ گیا تھرا کے رہ گئے ۹ چادر پیر کے چہرے سے سر کا کہ رہ گئے  
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں  
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

گر میں بقول شہر و عمر ہوں گناہ گار ۹ یہ تو نہیں کسی سے بھی ہرگز قصور وار  
ششماہر بے زبان تھی زادہ شیر خوار ۱۰ ہفتقم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے یہ قرار

من ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے  
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے



پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر ۱۰ رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پھر  
 قتی رہی نہ بات کوئی اسے مرے پیر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر  
 پھیری زباں لبوں پہ جو اس نورین نے  
 تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ تا کہاں ۱۱ لی حرم نے شانے سے دو ٹانگ کی کہاں  
 ترکش سے جب کہ کھینچ لیا تیر جاڑاں ۱۲ چھوڑا کہاں سے تاک کے معلقوم بے زباں  
 چھتے ہی حلق بچے کا پھیدا جو تیر نے  
 گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ دہل گیا ۱۳ سوکھے گلے سے خون کا دریا ابل گیا  
 تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ توڑکا بھی وصل گیا ۱۴ ٹوپی گرمی زمین پہ اور دم نکل گیا  
 ننھی کلائیوں میں تشنچ سے بل پڑے  
 ہلکی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

منہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا ۱۵ دیکھا کہ پار حلق سے تیر جفا ہوا  
 بچہ تڑپ رہا ہے لبو میں بھرا ہوا اور تھا ہاتھ زخم گلو پر دھرا ہوا  
 آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیر بدلتے ہیں  
 آگے تو دودھ اُگلے تھے اب خوں اُگلے ہیں

کھینچا گلے سے بچے کے آہستہ شہ نے تیر ۱۶ اور ہاتھوں پر بند کیا لاشہ صغیر  
 گردن جھکا کے بولے اے خالقِ قدیر مقبول ہو حسین کا یہ ہدیہ اخیر  
 ششماہ کوئی کشید تیر ستم نہیں  
 یہ بے زبان نافہ مساح سے کم نہیں

مرثیہ..... مرزا دبیر

## جب اکبر و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ

جب اکبر و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ ۱ | دل نے کہا اب زیست کے دن ہو چکے شبیرؑ  
اٹھارہ برس کا بھی پسر کھو چکے شبیرؑ ۲ | سب خواب اجل میں رقتاء سو چکے شبیرؑ

آجائے قضا ویم سے مشتاق قضا ہوں

اب کون ہے جس کے لئے روتے کوربا ہوں

دنیا سے گیا ہو گا نہ ہم سا کوئی مظلوم ۳ | مرنا بھی کسی کو نہ مرا ہوئے گا مظلوم  
پانی سے دمِ ذبح نہ تر ہوئے گا حلقوم ۴ | لاش کفن و گور سے رہ جائے گا محروم

وہ ٹیکس و تنجا ہوں کہ ہوئے گا نہ کوئی

زہرا کے سوا لاش پہ روئے گا نہ کوئی

ناگاہ درخیمہ سے فضا یہ پکاری ۵ | اے میرے خزانے تری غربت کے میں واری  
میدانِ شہادت سے ذرا پھیر سواری ۶ | غش ہو گئی زینبؑ بھی سیکندہؑ بھی تمہاری

اکبرؑ کے لئے آپ وہاں روتے ہیں مولا

یاں بانو سے اصغرؑ بھی جدا ہوتے ہیں مولا

خیمے کو چلے دل سے یہ کہتے شیر اکرمؑ ۷ | اکبرؑ کا سہا دارؑ تو اصغرؑ کا ہے کیا غم  
پہنچے درخیمہ پہ جو سلطانِ دو عالمؑ ۸ | گھوڑے سے کہا آخرہ کر اے نوٹس و ہدم

اب خیمہ میں نالہ بھی ہمارا نہیں جاتا

آقا ترا پیاسا ہے پکارا نہیں جاتا



نعرہ کیا رہوار نے ارشاد یہ من کر گھوڑے کی صدا سن کے حرم آئے کھلمر  
 آغوش میں اصغر کو لئے بانو نے مضطر چلائی کہ قریاد ہے اسے مالک کوثر  
 جیتے تھے جو اکبر تو زیارت تھی نبی کی  
 صدقے گئی اب مفتی ہے تصویر علی کی

شہ نے کہا تم جائتی ہو حال تو میرا مظلوم ہوں ناچار ہوں اور بیکس و تنہا  
 اکبر مرا اٹھارہ برس کا ہوا پیاسا پانی میں ستمگاریوں سے مانگول گانہ حاشا  
 پانی کے لئے لوں گا نہ احسان کسی کا  
 غیرت مجھے آتی ہے میں بیٹا ہوں نجی کا

سرور کی صدا سن کے وہ بیکس ہوئی ناچار ۷ اصغر کو دیا گود میں شہ کی یہ دل زار  
 پھر دل جو بھر آیا تو یہ کی رو رو کے گفتار لوطی کی امانت سے خبردار خبردار  
 منت مجھے اصغر کی بڑھائی ہے وطن میں  
 اکبر کی طرح اس کو نہ چھوڑ آئودن میں

اصغر کو لئے ہاتھوں پہ زہرا کا وہ جایا ۸ خیمہ سے قریب صف کفار جو آیا  
 منت سے ساجت سے یہ اندا کو سنایا پوتا یہ نجی کا غرض اک اپنی ہے لایا  
 کہتا ہے اشارے سے کہ سید کا پسر ہوں  
 مہمان ہوں نادان ہوں اور تشنہ جگر ہوں

کی شہ نے جو مظلومی و غربت سے یہ گفتار ۹ ترکش سے لیا حرم نے تیر جفا کار  
 وہ نالک خوں ہریز کہ آئین سے بھی ہو پاوہ لولہ کے پیکان لب سوفاو بھی تیار  
 عہا یہ اگر ظلم نہ تھا آء تو کیا تھا  
 اس تیر کے قابل تو نہ اصغر کا گلا تھا

دہ ناکہ قاتل جو کہاں سے ہوا باہر ۱۰ حلقوم تو اصغر کا چھدا بازوئے سرور  
معصوم لپٹے لگا شیر سے ڈر کر سوراخ پڑے دودل زہرا میں برابر  
دو نہریں بہیں خوں کی ادھر اور ادھر سے

اک باپ کے بازو سے اور اک حلق پر سے  
جب بند ہوئیں زکسی آنکھیں بھی قضا را ۱۱ موقوف ہوا باپ کے چہرے کا نظارہ  
مقتل کی طرف دیکھ کے حضرت نے پکارا ۱۲ لوائے علی اکبر علی اصغر بھی سدھارا  
گردن میں تو چھوٹے سے وہ ہاتھ اس کے پڑے تھے  
شہ گود میں لاشا لئے حیران کھڑے تھے

کہتا ہے یہ راوی کہ میں تھا وار و صحرا ۱۳ پھر چھوٹا سا مرقہ شہ مظلوم نے کھودا  
اور اس میں دھرا شاہ نے ننھا سا دولا شہ ۱۴ تھا جائے کفن ہائے وہی خوں بھرا کرتا  
پھیلائے گئے قبر میں جو پاؤں پسر کے  
تھرانے گئے ہاتھ شہ جن و بشر کے

پھر خاک بھی اس قبر میں سرور نے جو ڈالی ۱۵ اُلفت سے لحد اپنے کلیجے سے لگائی  
کہنے لگے مقتل کی زمیں سے شہ عالی ۱۶ اب اک مرے لاشے نہ جگہ فحش میں ہے خالی  
شہادہ پسر تک بھی تجھے مونپ دیا ہے

لٹوا کے گھر اپنا تجھے آباد کیا ہے  
اے قبر یہ ہاتھ کی امانت ہے خیردار ۱۷ اے قبر یہ محتاج کی دولت ہے خبردار  
یہ گوہر خاتون قیامت ہے خبردار ۱۸ یہ اختر افلاک امانت ہے خبردار

اُلفت پھر سید کوئین سے رکھنا

اے قبر کلیجے کو مرے چین سے رکھنا



اس تو حے سے ہاتھ بھی نکل آئی کھلے سر ۱۵ اور ٹوپیاں کڑتے رکھے منہ ہی لہد پر  
چلائے لگی بچے کی تربت سے لپٹ کر ہے ہے علی اصغر میرے ننھے علی اصغر

اب قبر میں تم جہین سے سوتے ہو میں داری

یا خلق کے چھد جانے سے روتے ہو میں داری



مرثیہ..... مرزا دبیر

## بانو پچھلے پہر اصغر کے لیے روتی ہے

بانو پچھلے پہر اصغر کے لیے روتی ہے | ایک وہ جاگتی ہے خلقِ خدا موتی ہے  
سر کو بھی ہنستی ہے جان کو بھی کھوتی ہے | یہ عجب ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے

پیٹے پیٹے بے ہوش جو ہو جاتی ہے

علی اصغر علی اصغر کی صدا آتی ہے

کبھی کونے میں وہ منہ ڈھانپ کے چلاتی ہے | اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے  
کوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے | دھونڈتی ہے مگر اصغر کو نہیں پاتی ہے

تن کو لرزش ہے جدا اور ہے منہ زرد جدا

دل تڑپتا ہے جدا سینے میں درد جدا

کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیارا ہے | علی اصغر کی جدائی نے مجھے مارا ہے  
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مریاں ہے | مہربانی جو کرے موت تو چھٹکارا ہے

کب تنک راتوں کو ہم نالہ و فریاد کریں

یا الہی ! علی اصغر مجھے اب یاد کریں

گود پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا | روح بے چین ہے آجا علی اصغر آجا

دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا | فاطمہ کے لیے آجا پے حیدر آجا

بوند پانی کے لیے ہائے ترقی جان گئی

آ میں صدقے گئی داری گئی قربان گئی



آکے سینے سے مرے سپنہ لگا دو بیٹا ۵ آگ بھڑکی ہے کلیجے میں بجھا دو بیٹا  
 خشک منہ اپنا مرے منہ سے ملا دو بیٹا ۶ اک نظر چاند سی تصویر دکھا دو بیٹا  
 جاؤ پھر غلہ میں ماں تم کو نہ بھلائے گی  
 ایک دم سے نہ زیادہ تمہیں ٹھہرائے گی

لوریاں ہم تمہیں اے لال دیا کرتے تھے ۷ آپ لیٹے ہوئے جھولے میں ہما کرتے تھے  
 گھٹنیوں گھٹنیوں گر آپ چلا کرتے تھے ۸ کتنا پکڑے ہوئے ہم ساتھ رہا کرتے تھے  
 ہائے ماں باپ سے قسمت نے چھڑایا تم کو  
 سونے جنگل میں مری جان ملایا تم کو

یاد ہر چیز تری آتی ہے اے نیک خصال ۹ مری نظروں کے تلے پھرتی ہے وہ تیری چال  
 جی جی وہ بھویں اور جھنڈو لے وہ ہل ۱۰ چھوٹی چھوٹی وہ تری انگلیاں اے میرے لال  
 بوئے گل آتی ہے بیٹا تیرے پیراہن میں  
 خوب کھلتی تھی علی بند تری گردن میں

خلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے ۱۱ ہم اگر لیتے ہیں کروٹ تو قسم لو ہم سے  
 نیند آتی جو پہلو میں اگر تم ہوئے ۱۲ تم تو اے تخت جگر گود میں مرقد کی گئے  
 یاد اُس پالنے والی کی بھلائی تم نے  
 پائنتی باپ کی اے لال بسائی تم نے

ہائے اصغر نہ ترا دین ہوا ماں سے ادا ۱۳ بوجھ کوئی مری گردن سے نہ اُترا تیرا  
 نہ تری سا لگرہ کی، نہ ترا دودھ بڑھا ۱۴ نہ لحد تجھ کو ملی اور نہ گفن تجھ کو ملا  
 تو تو مارا گیا چھاتی لٹاؤں کس کو  
 چھوٹے چھوٹے یہ شلوکے میں پٹھاؤں کس کو

ہین کرتی تھی یہ سر پیٹ کے بانو دکھیا ۱۰ آگے اس طرح سے ہے داوی پر غم نے لکھا  
آئی اک سمت سے وال پیٹے رونے کی صدا ہر طرف بانوے بیکس نے بہ حسرت دیکھ  
رو کے کہنے لگی معلوم نہیں ہوتا ہے

کوئی بیٹھا ہوا ہمراہ مرے روتا ہے  
کون ہے میری طرح دکھ میں پھنساے داو ۱۱ کون بیکس ہے مری طرح سے روتا آکر  
یہ وہ کہتی تھی کہ یہ آئی صدا اس جا پر ۱۲ اے بہو! غلہ سے آیا ہے یہاں خنجر  
تیرے رونے نے اذیت مجھے پہنچائی ہے  
قبر سے آہ تری مجھ کو اٹھا لائی ہے

غش ہوئی سن کے محمد کا تخن وہ دکھیا ۱۳ خواب میں کیا کہتی ہیں آنیں جناب ہرا  
تن میں کالی کفشی بال کھلے سر بنکا ۱۴ خاک گیسو پہ پڑی اور لہو منہ پہ لگا  
لب پہ فریاد ہے دریائے الم جوش میں ہے  
لاش اک منگھی سی اس بی بی کی آغوش میں ہے

پیٹ کر سر کو پہ کہتی تھی بتول عذرا ۱۵ لے بہو دیکھ لے تو اپنے پسر کا لاشا  
ہے مری گود کے اندر ترا بھولا بھالا ۱۶ غلہ سے شیرے دکھانے کو ہے آئی تو ہرا  
کوئی اس طرح بھلا راتوں کو چلاتا ہے  
سن کے اصغر ترے رونے کو تپ جاتا ہے

غش میں بانو نے جو یہ فاطمہ زہرا سے سنا ۱۷ ہاتھ پھیلا دیے اور گود میں اصغر کو لیا  
منہ سے منہ اس کے نکلا اور لبوں کو چوما ۱۸ خوب لپٹا کے کیلجے سے یہ زور و نکے کہا

تھی جدائی نے تری آگ لگائی بیٹا  
تم نے وہ آگ مرے دل کی بھجائی بیٹا



عرشہ..... محمد تقی اختر

رن میں آبرو کماں کی آمد ہے

رن میں آبرو کماں کی آمد ہے ، اصغر بے زباں کی آمد ہے  
بھوکے کی ناتواں کی آمد ہے ، پیات کی نیم جاں کی آمد ہے  
یہی خیمہ میں شورہ ہوتا ہے

وعدہ ان کا بھی پورا ہوتا ہے  
پیاں نے کر دیا ہے یہ عالم ، غش پہ غش آتے ہیں انھیں پیہم  
ہلتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی کم کم ، سینہ میں اب نہیں سماتا دم  
غم سے ماتم زدوں کو سکنا ہے  
نقا سید پڑا سکنا ہے

سینہ گرمی کے مارے جلتا ہے ، نقا سا دل پڑا اچھلتا ہے  
دم بدم رنگ کو بدلتا ہے ، بس نہیں کچھ کسی کا چلتا ہے  
نام پانی کا سب جو لیتے ہیں  
نچھ کو گھبرا کے کھول دیتے ہیں

روئے کبھی ہے ہانوسے دلگیر ، میں کدھر جاؤں گلیا کدوں تقدیر  
بائے بچے مرے تری تقدیر ، نہ تو پانی ملا تجھے ، شیر  
لشکر شام ہاس جاؤں گی  
حال بے شیر کا سناؤں گی

کہوں گی جاگے ہوں میں سیدانی ۵ دیکھو مرتا ہے یہ مرا جانی  
 تشنگی کی ہے اس پہ طغیانی ۵ واہ کیا خوب کی ہے مہمانی  
 کرو سیراب لال کو میرے  
 پانی دو لونہال کو میرے

فضہ چلاتی ہے حسین آؤ ۶ پانی بے شیر کو پلاؤ  
 اپنی بہنوں کو آتے سمجھاؤ ۶ علی اکبر کا پڑسا دے جاؤ  
 آؤ ہرپا کرو غم اکبر  
 مرگ اصغر ہے ماتم اکبر

خیمہ میں آئے سرور عالم ۷ جھولے سے بے زباں کولے حرم  
 شہ نے دیکھا کہ ہے لیوں پر دم ۷ زو کے ارشاد یہ کیا پیہم  
 مرے جانی مرے جگر آؤ  
 چلو میدان کی سیر کر آؤ

اے مرے پیارے اے مرے بے شیر ۸ جانتا ہوں میں نیکیں و دلیر  
 شدنی ہے قضائے رب قدیر ۸ پانی تجھ کو نہ دے گی قوم شریر  
 خیر میں اتنا کام کرتا ہوں  
 جاگے حجت تمام کرتا ہوں

کہہ کے یہ روئے سرور ذبیحہ ۹ لیا ہاتھوں پہ اپنا غیرت ماہ  
 کیا پنہاں عبا میں خاطر خواہ ۹ اور کہا لڑائی الا اللہ  
 لے کے پیارے کو اشک بار چلے  
 پشت خم کر کے بیقرار چلے



شہ نے دامن جو رخ سے سرکایا ۱۰ نور نے جلوہ رخ کا چمکایا  
 لشکر ابن سعد چلایا چاند بدلی سے لو نکل آیا  
 شہ کے ہاتھوں پہ مہ لقا دیکھا

بریفنا کا معجزہ دیکھا  
 رو کے کہنے لگے امام غیور ۱۱ غافل کو کچھ نہیں ہے تم کو شعور  
 تم سمجھنا نہیں خدا کو دور ۱۲ میرے بچے کا کچھ نہیں ہے قصور  
 بے گنہ کی نہ جان لو یارو

میرے کہنے کو مان لو یارو  
 اس کا دادا ہے ساتی کوثر ۱۳ آج پانی دو ہوگا کل محشر  
 آؤ گے تم جو پیاسے اس چار ۱۴ میں بھی ضامن ہوں اور مرا اصغر  
 جام کوثر سے بھر کے لائے گا  
 پیاس تم لوگوں کی بجھائے گا

ظالمو واسطہ حبیبر ۱۵ کا دم نکلتا ہے میرے دلبر کا  
 تر کرو خلق میرے اصغر کا ۱۶ جام دوں گا میں تم کو کوثر کا  
 تر ملہ بولا آب ملتا ہے  
 ٹھہرو ٹھہرو جواب ملتا ہے

لے کے دو ٹانگ کی کہاں بے ہیر ۱۷ آیا نزدیک اصغر بے شیر  
 کا حلقوم آہ جوڑ کے حیر متحیر ہوئے شہر دگیر  
 بچے کو گود میں چھپائے گئے  
 پشت مثل کہاں جھکائے گئے

بولے کرتا ہے کیا غضب ظالم ۱۵ مارتا کیوں ہے بے سبب ظالم  
پانی مانگیں گے ہم نہ اب ظالم منتا تھا شر کا کہنا کب ظالم

تیر ابرو کمان کو مارا

چھ مینے کی جان کو مارا





مرثیہ..... مرزا محمد جعفر اوج (فرزند مرزا دبیر)

جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے

جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے ، ازلِ خدا کی راہ میں اکبر فدا ہوئے  
پھر ثانی ذبح تمام اقرباء ہوئے ہدیہ شہِ ہدا کے قبولِ خدا ہوئے  
آئی ندا جو چاہتے ہو کارساز گو  
ششماہہ طفل نذر کرو بے نیاز گو

کی عرض شہ نے بارِ خدا یا ابھی ابھی حاضر ہے شیرِ خوار میں مایا، ابھی ابھی  
گھر میں گیا حسین اور آیا ابھی ابھی اُن کو بھی قتل گہہ میں بسایا ابھی ابھی  
پر زخم کونسا ہو گلوئے صغیر میں  
خنجر میں ہے ثواب زیادہ کہ تیر میں

اکبر تھا ملکِ خالق اکبر حسین کون م مالک کا مال ہے علی اصغر حسین کون  
عامد بھی ہے امانتِ داور حسین کون اہلِ حرم کا گھر ہے ترا گھر حسین کون  
چلا بسایا یا کہہ اُجاڑا ملاں کیا  
بندے کو اس میں چوں و چرا کی مجال کیا

قطرے کا آج قلمِ رحمت سے ہے جمال ۳ قابل ترے بے کوئی تحفہ یہ ہے جمال  
نذرانہ ملازمتِ رب ذوالجلال سوچا ہوں اپنے حسبِ لیاقت میں خستہ حال  
دو ہدیے لاکھ بار گہہ گردگار میں

مہر ہاتھ میں ہو لاشہ اصغر کنار میں  
فرزندِ گو خلیل نے قربان جب کیا ۵ تحفہ غذا کھلائی اور آبِ خشک دیا  
اصغر نے دودھ بھی کئی دن سے نہیں پیا ۶ تھپے نہ تیر کھا کے تو ہے شانِ کبریا  
چشمِ قبول اس پہ ہو رتِ جلیل کی  
یہ نذرِ آخری ہے حقیر و ذلیل کی

آئی خدا کہ تم ہو دو عالم کے افتخار ۷ خاتمِ تمہارے نانا خجے آدم کے افتخار  
تم ہو خدا کے فضل سے خاتمِ کے افتخار ۸ کرسی کے زیبِ عرشِ معظم سے افتخار  
بندے مریِ خدا کی کا تو زیب و زین ہے  
دونوں جہاں میں ایک خدا اک حسین ہے

آنکھوں سے شل اشک چلے علمِ حق پہ شاہ ۹ ماتم سرا میں آتے ہی ہرست کی نگاہ  
پوچھا کہاں ہے ہدیہ مقبول بارگاہ نذرِ خدا امانتِ حق فدایِ اللہ  
بولے حرمِ انھیں کو تو ہم لوگ روٹے ہیں  
فدیے خدا کے سبج شہیداں میں سوتے ہیں

بانوئے نامراد کو حضرت نے دی صدا ۸ اے ہاجر زمانہ پیغمبرِ ہدایا  
اللہ کی کثیرِ توازی پہ ہو خدا ۹ آیا ہوں تیرے پاس فرستادہ خدا  
اکبر تو کب کے داخل دربارِ رب ہوئے  
لو اب تمہارے ہمسایوں والے طلب ہوئے



جھولے سے تشنہ لب کو جو آئی وہ خستہ تن ۹ ہاتھوں پہ لے گئے رونے لگے شاہ بے وطن  
ٹپکے جو منہ پہ بچے کے اشکِ شہِ زمیں پانی سمجھ کے گھول دیا پیاسے نے دامن

چڑائے لب تو ہو گئے پانی کی آس میں

پر کھل سکی نہ آنکھِ فحاشت سے پیاس میں

المدعا رواں ہوئے رن کو شہِ ہند ۱۰ ہاتھوں پہ بچے پر اُجلی سی اک دردا  
بچے کی موت بڑھ کے یہ دینے لگی ندا جلاؤ آؤ لاتے ہیں شہِ فدیہ خدا

اُمّت کے شیر خواروں پہ احسان کرتے ہیں

اب دودھ پیتے بچے کو قربان کرتے ہیں

بچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب مستغنیانہ اہلِ جہا سے کیا خطاب  
پانی کا مٹی نہیں ابنِ ابوتراب ۱۱ استغفر اللہ آلِ نبیؐ اور سوالِ آب

دیتا ہے جو سکھوں کو اُسی سے سوال ہے

منظور بے زبان کا اظہارِ حال ہے

دو اک قدم کی ہو جو نہ تکلیف ناگوار ۱۲ آنکھوں سے اپنے دیکھ لو احوالِ شیر خوار  
آگے بڑھے جوان سے ہو ہو کے شرمسار چادر الٹ دی شاہ نے چہرے سے ایک بار

دیکھا تو شہ کے ہاتھوں پہ بچہ نہ حال تھا

بجھتے ہوئے چراغ کی لوکا سا حال تھا

یونے حسین دیکھ چکے وہ پکارے ہاں ۱۳ فرمایا پھر حیثیتِ اسلام ہے کہاں  
ہے جانِ بابِ عطش سے تمہارا یہ مہماں طالب نہیں صراحی و ساغر کا بے زباں

مشہور ان کے گھر کی قناعت ہے خلق میں

دو چار قطرے پانی کے پکا دو خلق میں

اُترے بھی یا نہ اُترے بھی پانی گلے سے اب ۱۴  
 پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہ عرب  
 نکلتے گلے پہ تیر لگا آکے ہے غضب  
 کھاتے ہی تیر سانس گلے میں اٹک گئی

ہاتھوں سے شہ کے بچے کی گردن اڑھلک گئی  
 رگڑے یہ ننھے پاؤں کہ گھٹروں نکل پڑے ۱۵  
 ہو ہو کے ڈھیلے جوشن باز ونگل پڑے  
 حیدر جہاں سے گھول کے گیسو نکل پڑے  
 شہ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی

نذر حسین رب غلام نے قبول کی  
 یہ کہہ کے آئے گنج شہیداں میں بے قرار ۱۶  
 ممکن نہ گور کن تھا نہ کوئی معین دیار  
 بیٹھے زمیں پہ بر میں لئے لاش گلزار  
 ممکن نہ گور کن تھا نہ کوئی معین دیار  
 آخر لحد کے کھودنے کو نکلی ذوالفقار

منظور ہے جو شہ کو رضا کردگار کی  
 منہی سی قبر کھودتے تھے شیر خوار کی  
 پھر صاف کر کے ہاتھوں سے امیر کی خواب گاہ ۱۷  
 اور قبلہ رو لحد میں لٹا کر پکارے شاہ  
 باندھا حمامہ تنھا سا میت کے سر پہ آہ  
 جلدی ہمیں بلا یو اسے فدایہ اللہ

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے حزار پر

آنسو ٹپک پڑے لحد شیر خوار پر





## مرثیہ.....تعلیق

## حسینؑ خیمہ سے اصغر کو لے کے جاتے ہیں

حسینؑ خیمہ سے اصغر کو لے کے جاتے ہیں ۱ | دُور غمخ سے بے شیر کو خوش آتے ہیں  
جب آنکھ کھلتی ہے سو بھی زبان دکھاتے ہیں خوش ہے مرنے کی ایسی کہ مسکراتے ہیں

دُور شوق میں دن کی طرف نکلتے ہیں

ہر ایک گام پہ تڑنوں کے ماں کو نکلتے ہیں

بلائیں لے کے یہ کہتی ہے بانوئے مضطر ۲ | چلے ہو پہلے پہل آج گھر سے تم باہر  
فدا ہو لال یہ مادر تمہاری الفت پر نگاہ بد سے بچائے تمہیں خدا اصغرؑ

بہت نہ دشت میں عرصہ لگائیو بیٹا

نار ہو گئی ماں جلد آئیو بیٹا

عجیب حال ہے صدقے گئی مرے دل کا ۳ | ردا اڑھائے ہوئے لے چلوں لب دریا  
چلوں میں ساتھ جو بابا سے پوچھ لو بیٹا کڑی ہے دھوپ بہت گرم چل رہی ہے ہوا

کمال چاند سا منہ ہے اُداس اے اصغرؑ

خدا بچھائے تمہاری یہ پیاس اے اصغرؑ

تمہاری پیاس سے بیٹا ہے صدمہ ہاں کاہ ۴ | یقین ہے کہ ترس کھائیں دیکھ کر گمراہ  
پلائیں آب یہ توفیق دے انھیں اللہ عجیب پیاس سے کہتے ہیں منہ کو دیکھ کے شاہ

خیام میں تجھے تقدیر اب نہ لائیگی

یہ تیری پیاس وہ ہے جان لے کے جائیگی

جگر و ہاتھوں سے پکڑے ہیں بانوئے خوشبو ۵ دعائیں پڑھتی ہیں ہر بار تھام کر بازو  
گلے کو چوم لیا جب ٹپک پڑے آنسو ۵ عجب پیار سے کہتی ہیں اے مرے مہر و  
کچھ اختیار نہیں دل ہے بے قرار اصغر  
میں تیری پیاس کے صدمے ترے ثمار اصغر

کیسے دکھاؤں میں صدمہ جو ہے مرے دل پر ۶ ابھی تو لال سدھارے نہیں ہو تم باہر  
ہنس خوشی تمہیں آنا نصیب ہو اصغر لٹا ہوا نظر آتا ہے مجھ کو سارا گھر  
اوجاڑ ابھی سے مری آنکھ میں یہ ہستی ہے  
تمہارے جھولے پہ کیا ٹیکسی برتی ہے

سوال آج کو جاتے ہو ماں تمہارے ثمار ۷ تمہارے سن پہ کرے رحم ایزد غفار  
کہاں یہ دھوپ کہاں تم کہاں یہ گرد و غبار ۷ یہ اضطراب میں کہتی ہیں شاہ سے ہر باز  
ضرور آج اب انھیں اشتیاق پلائیں گے  
اجل یہ کہتی ہے گردن پہ تیر کھائیں گے

عجب پیاس سے کہتے ہیں سید والا ۸ یہ اضطراب ہے ناحق کرو خدا سے دعا  
پھر آئیں گے علی اصغر اگر وہ چاہے گا ۸ کچھ اختیار کسی کا نہیں جب آئے قضا  
مگر پہ داغِ عمار کا سہا ہم نے  
جوان مر گئے اکبر تو کیا کیا ہم نے

ترپ کے خاک پہ توڑا ہمارے آگے دم ۹ چلا نہ زور کلیجہ پکڑ کے رہ گئے ہم  
نگاہ یاس سے دیکھا ادھر ادھر پیہم ۹ ہر دم حیف کیا تھنہ کام سونے عدم  
قضا ٹلی نہ بہت ہم نے غیر حال کیا  
ہماری گود میں سر تھا جب انتقال کیا



کہا جواب میں ہاتھوں نے یہ بجا ہے حضور ۱۰ میں کیا کروں کہ نہیں مانتا دل رہنمور  
مجھے حواس نہیں کچھ یہ رنج کا ہے دھوہ یقین ہے علی اصغر شہید ہوں گے ضرور  
خیاں میں نہ پھر آئیں گے جا کے قتل میں  
چھڑا کے مجھ سے قضا لے چلی ہے جنگل میں

ابھی سے چھائی ہے چہرے پر مردنی صاحب ۱۱ سحر میں کیا مرے بچے پہ آنی صاحب  
عمیاں ہیں چہرے سے آثار جاں کنی صاحب شہکروں نے عجب کی ہے دشمنی صاحب  
اب ان کو دیکھ کے جینے سے یاس ہوتی ہے  
کہیں جہاں میں ایسی بھی یاس ہوتی ہے

بدن ہے سرد چھپائے رہو عبا میں ذرا ۱۲ کہ ان کے واسطے اچھی نہیں یہ گرم ہوا  
پلک جھپک نہیں سکتی یہ ضعف ہے کیسا عجیب حال ہے اب تو بتاؤ کوئی دوا  
خدا کے واسطے رونے کو کم کرو صاحب  
دعائیں تم مرے بچے پہ دم کرو صاحب

پکارتی ہیں کبھی ہو کے اشکبار اصغر ۱۳ مجھے تو دیکھ ذرا میں ترے غار اصغر  
بہت یہ پالنے والی ہے بیقرار اصغر چلوں گی ساتھ نہیں دل پہ اختیار اصغر  
خدا بچائے عدا فوج شام ہے بنا  
نہیں یہ یاس قضا کا پیام ہے بنا

قریب پردہ عصمت سرا جو پہنچے شاہ ۱۴ دوزخ غم سے ہوا اور ماں کا حال تہ  
مگی دہاں و گلوچو منے جو وہ ذبیحہ عجیب یاس سے مادر پہ کی پسر نے نگاہ  
کیا اشارہ کہ مہر لین پہ جائیں گے  
چلے ہیں ایسے کہ اتنا ہم اب نہ آئیں گے

بلا میں لے گئے یہ ماں نے کہا خدا حافظ <sup>۱۵</sup> ترے ہیں دشمن جاں اشتیاق خدا حافظ

مجھے خیال رہے گا بڑا خدا حافظ تمہاری جان کا اے مہ لقا خدا حافظ

لگی ہے پیاس بہت خلیہ کو بساؤ گے

مجھے یقین ہے تم ماں کو چھوڑ جاؤ گے

خدا کرے کہ مبارک ہو نہر کا جانا <sup>۱۶</sup> نصیب ہو تمہیں مادر کے پاس پھر آنا

ذرا سا آب سیکند کہ واسطے لانا یہ چاہتی ہوں اگر بھائی کو کہیں پانا

مری طرف سے برادر کو پوچھو بیٹا

بہت بہت علی اکبر کو پوچھو بیٹا

مرا پیام یہ کہہ دیجو مرے ناداں <sup>۱۷</sup> تمہارے واسطے بھائی تڑپ رہی ہے ماں

مرا بھرا ہوا گھر تم نے کر دیا ویراں تمام حق محبت بھلا دیے مری جاں

پھرائی آنکھ بہا آتے ہی جوانی کی

یہ تم نے پالنے والی کی قدردانی کی

عجیب درد سے روتی تھیں بالوے مضطر <sup>۱۸</sup> سب اہل بیت کھڑے پیٹتے تھے سینہ دسر

قریب در جو گئے شہ پیا ہوا محشر <sup>۱۹</sup> تڑپ کے رہ گئی مادر چلے گئے اصغر

رہے نہ فرط الم سے حواس بیٹھ گئیں

جگر کو قحام کے پردے کے پاس بیٹھ گئیں

پسر کو سینے سے لپٹائے تھے شیر ابرار <sup>۱۹</sup> پہنچ گئے جو قریب سپاہ ہدا طوار

اٹھا کے ہاتھوں پہ اصغر کو دی خدا اک بار یہ شیر خوار ہے دل بند احمد مختار

پلائے آب کوئی حق شناس ہے یارو

مسافر ہی ہے کئی دن کی پیاس ہے یارو



میں اپنے واسطے طالب نہیں ہوں پانی کا <sup>۲۰</sup> دیا نہ آب مجھے گر تو تم نے خوب کیا  
 کسی طرح کا نہیں ہے حسین کو شکوہ <sup>۲۱</sup> فساد مجھ سے ہے لڑکوں کو ان میں بھل ہے کیا  
 صغیر ہیں ابھی اصغر ذرا شعور نہیں  
 یہ بے قصور ہیں ان کا کوئی قصور نہیں

دفور تشنہ دہانی سے اب یہ ہیں آخر <sup>۲۱</sup> تمام موت کے آثار رنج پہ ہیں ظاہر  
 کسی سے کام ہے کیا میں تو آپ ہوں حاضر <sup>۲۲</sup> مسافروں کی بھلا کوئی تو کرو خاطر  
 مقام رحم ہے اتنا کہا کرو میرا  
 پلاؤ آب انھیں سر جدا کرو میرا  
 یہ کہہ رہے تھے ابھی فوج سے شدہ صغیر <sup>۲۲</sup> کسی نے تیر لگایا جو خلقِ اصغر پر  
 تڑپ کے سرودیں سے لپٹ گئے اصغر <sup>۲۳</sup> فلک کو دیکھ کے گویا ہوا علی کا پسر  
 کوئی قصور نہ اے ذوالجلال تھا میرا  
 اسی جواب کے قابل سوال تھا میرا

حسین نے تو کچھ ایسا نہیں کہا مالک <sup>۲۳</sup> امیدوار ہوں میں صبر کر عطا مالک  
 نہیں ہے تاب کھینچ نکل گیا مالک <sup>۲۴</sup> کچھ ان جہاں کی آخر ہے انتہا مالک  
 لگا ہے تیرا اب ان سے دم جدا کی ہے  
 ابھی ابھی علی اکبر کی لاش اٹھائی ہے  
 گلے سے تیر کو جب کھینچے لگے شبیر <sup>۲۴</sup> پھر اے زگیسی آنکھوں کو غش ہوا بے شیر  
 زمین پہ بیٹھ گئے قبلہ رو شدہ دلیر <sup>۲۵</sup> لہو کی دھار چھٹی طلق سے جو لٹکا تیر  
 لباس دلیر زہرا لہو میں ڈوب گیا  
 صغیر کا بھی شلوکا لہو میں ڈوب گیا

گلے لگائے ہوئے منہ کو دیکھتے تھے شاہ <sup>۲۵</sup> کہ لیس صغیر نے دو چار ہچکیاں ناگاہ  
 لپٹ کے شاہ سے اصغر نے لی جو خلد کی راہ پکارے اشہدان لا الہ الا اللہ  
 رہی نہ تاب تمام اہل شام روتے گئے  
 لٹا کے خاک پہ لاشہ امام روتے گئے  
 وہ منزلوں تک اُداسی وہ لقا و دق محرا <sup>۲۶</sup> دھرا ہوا تھا شہ دیں کے سامنے لاش  
 حسین روتے تھے بیٹھے ہوئے تن تنہا دھرا تھا خاک پہ منہ سوسے قبلہ میت کا  
 اٹھا کے ہاتھوں کو شہ آہ سرد بھرتے ہیں  
 دعائے بخشش امت حسین کرتے ہیں  
 ہوائے سند سے جو گرد اڑ رہی تھی کمال <sup>۲۷</sup> حسین لاش کو بیٹھے ہلاتے تھے رومل  
 وہ چاند ساز رخ اصغر لبو سے کرتا لال چمک رہے تھے جو گردن کے طوق مثل ہال  
 کمال شاہ کو آتا تھا پیارا روتے تھے  
 گلے کو چوم کے بے اختیار روتے تھے  
 عجیب صابر و شاکر تھے سید خوش خو <sup>۲۸</sup> خدا کا شکر بجالائے پونچھ کر آنسو  
 کہا کہ بہل ہے سب کچھ اگر معین ہے تو نہ ایک دوست کو دیکھا نظر جو کی ہر سو  
 کسی سے کچھ نہ کہا فاطمہ کے دلبر نے  
 بنالی تیغ سے بیٹے کی قبر سرور نے  
 اٹھا کے کانپتے ہاتھوں پہ لاشہ اصغر <sup>۲۹</sup> کنارے قبر کے بیٹھے امام جن و بشر  
 کہا یہ لاش کا منہ دیکھ کر گہو دلبر لحد میں آج تمہیں نیند آئے گی کیوں کر  
 گلے لگا کے دعائیں دیا کیئے شبیر  
 اہل پر کی لاش سے باتیں کیا کیئے شبیر



یہاں تھے دفن کی تدبیر میں شاہ اکرم <sup>۳۰</sup> وہاں کھڑے ہوئے ڈیوڑھی میں پیٹے تھے حرم  
 پکاری بانو نے حضور کہ یا امام اہم <sup>۳۱</sup> زمین گرم پہ بیٹھے ہیں کیوں حضور میں دم  
 عجب خیال دلوں میں یہاں گزرتے ہیں  
 پکارے شاہ علی اصغر کو دفن کرتے ہیں  
 لٹائیں قبر میں چاہا جو ابن حیدر نے <sup>۳۲</sup> ملی بدن پہ بیا بان کی خاک سرور نے  
 پسر کو قبر میں دکھائی کے دلبر نے <sup>۳۳</sup> کیا مزار کو روشن جمال اصغر نے =  
 پسر کا حسن جو زہرا کے ماہ نے دیکھا  
 عجب پیار سے تادیر شاہ نے دیکھا  
 پسر سے کہنے لگے جھک کے پھر امام اناہم <sup>۳۴</sup> ہماری سمت سے داد کو دیجئے یہ پیام  
 دعا ہے آپ کے پاس آئے جلد یہ ناکام <sup>۳۵</sup> بہت دنوں سے ترہتا ہے دیکھنے کو غلام  
 جو حال ہے حسن مجتبیٰ نے کہہ دینا  
 سلام شوق ہمارا چچا سے کہہ دینا  
 یہ کہہ کے خاک گرانے لگے شاہ صفد <sup>۳۶</sup> نظر سے جبکہ یہاں ہو گئے علی اصغر  
 زمین کانپ گئی روئے اس طرح سرور <sup>۳۷</sup> تڑپ کے خمیر سے باہر نکل پڑی مادر  
 زمین اڑانے لگی خاک آسمان روئے  
 بنا کے قبر پسر شاہ انس و جان روئے  
 ابھی تھے ماتم اصغر میں سید ابرار <sup>۳۸</sup> جو گرد آگئے تلواریں کھینچ کر کفار  
 خال و تیر کے ہونے لگے حسین پہ وار <sup>۳۹</sup> کسی کی فرق منظر پہ چل گئی تلوار  
 ہجوم فوج ہے تیغوں کے وار ہوتے ہیں  
 جگر سے حیر سم آلودہ پان ہوتے ہیں

تمام جسم ہے زخمی عجب حالت ہے ۳۵ چارہ ہے ہیں زبان تشنگی کی شدت ہے  
 یہی ہر ایک لعین سے کلام حضرت ہے بلاؤ آب کباب تم سبوں سے رخصت ہے  
 دم اخیر ہے سارے سفر کے سامان ہیں

تمہارے ہم نفس چند اور مہمان ہیں  
 ہمیں تو آپ ہے جلدی کہ ہو جدا کہیں سر ۳۶ جوان مر گئے اب کیا کریں ہم جی کر  
 کبھی یہ جھک کے پکارے سوے مزار پیر تمہیں نہ چھوڑیں گے تباہم اے علی اصغر  
 اجل قریب ہے دنیا سے ہاتھ اٹھاتے ہیں

تمہارے پاس بہت جلد ہم بھی آتے ہیں  
 گھرے ہوئے تھے عینوں میں سید ذبیحہ ۳۷ عجب عجب سخن یاس کر رہے تھے شاہ  
 کہ ایک تیرنگ آکے خلق پر ناگاہ سیاہ ہو گئی دنیا تمام پیش نگاہ  
 اک آہ کھینچ کے خاموش ہو گئے شبیر  
 جگر کو قحام کے بنے ہوش ہو گئے شبیر

زمین گرم پہ غش میں پڑے تھے سرد دریاں ۳۸ بڑھاپے سے گلا کاٹنے کو شر لعین  
 پہر کانپ گیا ابل گئی تمام زمین بتول پیٹ کے رونے لگیں سر بالیں  
 طہور خاک پہ گر گر کے جان کھونے لگے  
 حسینؑ تھنہ دہن رن میں ذبح ہونے لگے

یہاں تو خلق پہ چلتی تھی شمر کی تلوار ۳۹ وہاں کھڑی ہوئی تھیں در پہ زینبؑ ناچار  
 ہوا جو تن سے جدا فرق سید ابرار بجائے فتح کے باجے سپاہ نے اک ہار  
 رہی نہ تاب کھلے سر نکل پڑیں زینبؑ  
 ردا کو پھینک کے باہر نکل پڑیں زینبؑ



پکارتی تھیں کہ بھائی ہوئی تباہ بہن یہ ملا نہ آبِ سدھارے جہاں سے تشنہ دہن  
پرائے شہر میں ہوں دور ہے یہاں سے وطن تمہارے واسطے بھائی کہاں سے لاؤں کفن

عدو ہیں سب نہ رہا ہائے مہرباں کوئی

ہمارا پوچھنے والا نہیں یہاں کوئی

یہ کہہ رہی تھیں کھڑی رن میں دخترِ حیدر ۳۱ چڑھایا نیزے پہ کفار نے سرِ سرور  
عجیب پیار سے بھائی نے کی بہن پہ نظر ۳۲ پکاری لے کے بلائیں یہ نہ نبیٰ مضطر

کیا شہیدِ لعینوں نے بے خطا تم کو

بہن کے چاہنے والے یہ کیا ہوا تم کو

بیانِ حضرت نہ نبیٰ سے روتے تھے اعدا ۳۳ ہر ایک سمت کو صحرا میں حشر تھا بڑا  
قلم کو روک ٹھٹھک کہ اب ہے جوشِ ہکا دعا یہ مانگ کہ اسے بادشاہِ ہر دوسرا

نظر نہ میرے گناہوں پہ کیجیو آقا

خبر غلام کی تربت میں لیجیو آقا



## مرثیہ..... تعشق

### ماں سے اصغر وداع ہوتے ہیں

ماں سے اصغر وداع ہوتے ہیں ۱ دیکھنے والے جان کھوستے ہیں  
حرم اشکوں سے منہ کو دھوٹے ہیں ۲ منہ پہ منہ رکھ کے شاہ بروٹے ہیں

دن کو جاتے ہیں ماں بلاتی ہے

ہاتھ پھیلائے ساتھ آتی ہے

دم بدم یہ زبان پہ ہے جاری ۳ علی اصغر کہاں چلے واری

ہے وہاں جمع فرقہ باری ۴ حافظ و ناصر ایزد باری

عمر خالق سوا نصیب کرے

گھر میں آنا خدا نصیب کرے

خوب اس وقت مجھ کو یاد آیا ۵ والی ملاقات ہو جو ماہ لقا

بھائی کو پوچھ دیجو بیٹا ۶ کہو ماں نے تمہیں کہی ہے دعا

دھیان اتنا رہے ذرا اصغر

جی تو اچھا ہے پوچھنا اصغر

علی اصغر یہ ماں تم سے قربان ۷ نہیں منتظر یہ کیجیو بیان

ہے پھوچھی کو بڑا تمہارا دھیان ۸ ساری تم میں لگی ہوئی ہے جان

کہو دل غم سے چور ہے بھائی

دیکھ آنا ضرور ہے بھائی



رنج سے دل بہت پریشان ہے ۵ ہر گھڑی سر ہے اور گریاں ہے  
دل سے باتیں ہیں چشم گریاں ہے سر ہے زانو پہ منہ پہ دلاں ہے  
شکوہ غم نہ فکر راحت ہے

خاک پر بیٹھے سے رطبت ہے  
ضعف سے منہ ہے زرد تر آنکھیں ۶ بند رہتی ہیں بیشتر آنکھیں  
ذہود حتیٰ ہیں تمہیں مگر آنکھیں پہروں رہتی ہیں سوے در آنکھیں  
برچھیاں قلب سے گزرتی ہیں

ایسے جاں سوڑ بین کرتی ہیں  
رنج و غم نے یہ شکل دکھلائی ۷ چشم تر سے جدا ہے بینائی  
شاہ سے پوچھتی ہیں کیوں بھائی میرے بچے کی کچھ خبر آئی  
کس طرف کو گیا خدا جائے  
یہاں کی راہیں بھلا وہ کیا جائے

مینہ برستا ہے دیدہ تر سے ۸ جب سے دن کو گئے ہو تم گھر سے  
منہ لپیٹے پڑی ہیں چادر سے کہتی ہیں اب چھٹے ہم اکبر نے  
ہے تمہارا خیال روتی ہیں  
دل سے رہ رہ کے باتیں ہوتی ہیں

ہر گھڑی ہے صدا علی اکبر ۹ سر و قد منہ تھا علی اکبر  
میرے گھلوں قبا علی اکبر تجھ کو لائے خدا علی اکبر  
آجے جب تری جوانی پر  
خاک ہے میری زندگانی پر

پہروں روتے ہیں منہ کوڑھانپ کے سبب ۱۰ نام لے کر پکارتی ہیں جب  
چین پھینوں کو ایک دم ہے کب ۱۱ ماں کے دل کو بھی ہے کمال لب  
ہر کوئی آہ سرد بھرتا ہے  
سارا گھر تم کو یاد کرتا ہے

یاد رکھو ذرا مرا پیغام ۱۲ کہو بھائی سے لے کے میرا نام  
تم سے شکوہ ہے ماں کو اے گلفام ۱۳ ہے مری جان بڑے عجب کا مقام  
قدر کی خوب واہ واہ تم نے  
ماں کو دل سے بھلا دیا تم نے

ایسے تو لال تم نہیں نادان ۱۴ خیر گو میں نہیں کوئی مری جان  
کچھ پھونچنی کی بھی محنتوں کا ہے دھیان ۱۵ علی اکبر یہ کیا کہے گا جہان  
سب سے خوب الفت ایک بار گئی  
یہی ہوتا ہے میں غار گئی

میرے دلبر بس اب چلے آؤ ۱۶ مہ انور بس اب چلے آؤ  
جان مادر بس اب چلے آؤ ۱۷ علی اکبر بس اب چلے آؤ  
سب تمہارا مزاج جانتے ہیں

خیر بیٹا کہا بھی مانتے ہیں  
نفلی ہو چکی علی اکبر ۱۸ ہیں پھونچنی کے بہت سے حق تم پر  
کیا ہوا ہے سمجھ کو اے دلبر ۱۹ دل میں دل ڈال دے یہ ماں کیونکر  
سب سے دوری تمہیں خوش آئی ہے

دل میں بیٹا یہ کیا سائی ہے



کہہ چکیں جب یہ بانوئے دلگیر <sup>۱۵</sup> علی اصغرؑ کو سے چلے شبیر  
 رنج کا ماں کے دل پہ چل گیا تیر منہ پہ منہ رکھ دیا یہ کی تقریر  
 نہ کہیں بھوں جائو بیٹا  
 بھائی کو لے کے آئیو بیٹا

بچے نزدیک دور جو شاہِ زماں <sup>۱۶</sup> کس قدر بیقرار ہوگی ماں  
 اشک کا چشم سے اٹھا طوفان <sup>۱۶</sup> بیٹھ کر اس طرح ہوگی نالائماں  
 رشک گل رشک باغ جاتا ہے  
 میرے گھر کا چراغ جاتا ہے

پہلے تو گردِ سات بار پھری <sup>۱۷</sup> شہ چلے اور وہ سوگوار پھری  
 صورتِ ابر اشکبار پھری <sup>۱۷</sup> دل کے مانند بیقرار پھری  
 سچ ہے کیا داغ دے گئے اصغرؑ  
 ماں کو تکتے چلے گئے اصغرؑ

نکلے خیمہ سے بس امامِ زمن <sup>۱۸</sup> رخِ اصغرؑ ہوا جو سایہِ قلن  
 ہو گیا دشتِ غیرت گلشن <sup>۱۸</sup> ہر طرف رن میں تھی بہارِ چمن  
 شور تھا کس طرف سے خور گئی  
 یو شلو کے کی دور دور گئی

چاند سے رخ کا تھا عجیب جمال <sup>۱۹</sup> بڑھ کے ماتھے تک آگئے تھے بال  
 سرخ تھے دھوپ میں وہ پھول سے گال <sup>۱۹</sup> پوچھے ماں کے دل سے اُن کا حال  
 پرتوِ رخ جو زیرِ دامن تھا  
 چاندنی میں چراغِ روشن تھا

ہے نیا رنگ روئے روشن میں ۲۰ سیکڑوں گل ہیں شہ کے دامن میں  
عطر کی بو ہے پھول سے تن میں ہنسیوں کا وہ کُسن گردن میں  
نہند سے کیا حزا ہے آنکھوں میں  
سرمہ پھیلا ہوا ہے آنکھوں میں

کان میں ڈر ہیں یا متارے ہیں ۲۱ ہال مادر نے خود ستارے ہیں  
میلے کپڑے ابھی اُتارے ہیں باپ کی جان ماں کے پیارے ہیں  
حُسن جلوہ نیا دکھاتا ہے  
دُشمنوں کو بھی پیار آتا ہے

گوری گوری جہیں ہے غیرت ماہ ۲۲ کیا کھلی ہیں بھنویں سیاہ سیاہ  
سر پہ کس لطف سے دھری ہے کلاہ ۲۲ پلکیں کیسی گھنی گھنی ہیں واہ  
دور جس دم وہ ماہ ہو جائے  
ماں نہ کیونکر تباہ ہو جائے

وہ شلو کے کی گل سے تن میں بہار ۲۳ ہوں تصدق چمن ہزار ہزار  
بہنیں قربان ہیں تو ماں بے شمار اب کوئی دم میں ہوں گے زیب حرار  
ماں سے چھوٹیں گے جان کھوئیں گے  
آج اکیلے لحد میں سوئیں گے

بازوں میں جلوہ گر تعویذ ۲۴ واہ زیبا ہیں کس قدر تعویذ  
فیض بازو سے گل ہے ہر تعویذ ۲۴ آج کھل جائیں گے مگر تعویذ  
یہ تر خاک چھاؤں میں ہوں گے  
نہ کڑے ہاتھ پاؤں میں ہوں گے



بچنے پر کیا ہے خوش نما بیکل ۲۵ گل کے پاروں سے ہے سوا بیکل  
 ہے عجب قدرت خدا بیکل چشم مادر کی ہے ضیا بیکل  
 زب گردن کیا ہے مادر نے  
 کس خوشی سے لیا ہے مادر نے

آنکھیں ہیں بند ضعف ہے ایسا ۲۶ سرد کرتی ہے تن کو گرم ہوا  
 بھول سے تن کو بار ہے گرنا رنگ سوتا گیا ہے چہرے کا  
 دست و پا سرد ہیں نقابت سے  
 نست ہیں تشنگی کی شدت سے

وہ خطرناک وادی پر خار ۲۷ وہ درندوں کا غل سولے گھسار  
 وہ ہوا سے خروش میں اشجار ۲۷ دل دھڑکتا ہے سینے میں ہر بار  
 تیز چلتی ہے جو ہوا رن میں  
 شہ چھپائے ہوئے ہیں دامن میں

نظر آیا جو سامنے دریا ۲۸ دل بھر آیا کہ رو دیئے مولا  
 غم ہوا تشنگی اصغر کا ۲۸ بڑھ کے دی فوج شام کو یہ صدا  
 غش پڑے ہیں یہ حال ہے ان کا  
 سنتے ہو کچھ سوال ہے ان کا

کہتے ہیں ہم تمہارے مہماں ہیں ۲۹ مضطر و بیکس و پریشاں ہیں  
 دم نکلنے کے اب تو ساماں ہیں ۲۹ تھوڑے پانی کے تم سے خواہاں ہیں  
 عزت و جاہ کہہ دے گا  
 اجر اس کا تمہیں خدا دے گا

روح بے چین ہے حرارت سے ۳۰ آنکھ کھلتی نہیں نقابت سے  
 مان لو ہم کہیں جو منت سے ۳۱ ہم سے تو پیش آؤ الفت سے  
 رحم ہم پر ضرور ہے یارو  
 کیا ہمارا قصور ہے یارو

بے یوں ہی ہم نے جو کہا تم سے ۳۲ ہیں بزرگ اپنے آشنا تم سے  
 رنج ہم کو نہیں ذرا تم سے ۳۳ کیا کسی بات کا گلا تم سے  
 نہ یہاں مال و زر کی پروا ہے  
 نہ لڑائی کا ہم کو دغا ہے

بچے میں دل کمال ہے سوزاں ۳۴ نگہیں کس سے کہ ہم ہیں تشنہ دہاں  
 کہ غریب الوطن ہیں اور ناداں ۳۵ نہ ملاقات ہے کسی سے یہاں  
 تم سے پانی طلب کیا ہم نے  
 دوست ہو اس لیے کہا ہم نے

حال اپنا جہاں پہ روشن ہے ۳۶ ناوک غم سے دل میں روزن ہے  
 آج سارا جہان دشمن ہے ۳۷ گھر سے چھوٹے ہوئے ہیں بچپن ہے  
 رنج دے کر نہ دل آواس کرو  
 بیکسوں کا ذرا تو پاس کرو

کہہ چکے تھے نہ یہ شہر دلگیر ۳۸ ناوک آنے لگے سوئے بے شیر  
 ہاتھ سے روکنے کو تھے شیر ۳۹ کہ لگا پھول سے گلے پر تیر  
 سونے پائے نہ چین سے اصغر  
 زر کے لیے حسین سے اصغر



کھس گیا منہ رکا گلے میں جو دم<sup>۳۵</sup> اور کھینچے لگیں رگیں کم کم  
آنکھوں کو پھیرنے لگے پیچہ سانس کا اور ہو گیا عالم  
دیکھ کر خون سے جاتے تھے  
مٹیاں باندھے تھر تھراتے تھے

اتنے سے بنا میں اور یہ آلام<sup>۳۶</sup> ہو گئے زرد عارضی گھٹام  
نہ رہا خون کا بدن میں نام ہنسلیاں بھر گئیں لہو میں تمام  
خون یہ کر عجیب حال ہوا  
کہ شلوکہ تمام لال ہوا

روح کو جسم میں رہا نہ قرار<sup>۳۷</sup> دست و پا کھینچنے لگے اکبار  
بس نظر آئے موت کے آثار آئیں رک رک کے ہچکیاں دو چار  
دل وہ تنہا سا ہو گیا من سے  
تیر کھینچا جوش نے گردن سے

نہ کرا ہے نہ روئے چلا کر<sup>۳۸</sup> چپ ہوئے ہاتھ پاؤں پھیلا کر  
ہو گیا سرد جسم تھرا کر جیسے برو جائے پھول کھلا کر  
کیسے ماٹوس باپ ماں سے گئے  
آنکھیں کھولے ہوئے جہاں سے گئے

اے زہر دہر حیدر<sup>۳۹</sup> آپ کھودی لحد برائے پیر  
پھر پکارے کہ اے علی اصغرؒ قبر میں ٹیند آئے گی کیونکر  
جوش الفت نے مقرر کیا  
منہ پہ منہ رکھ کے خوب پیار کیا

شہ نے کیا صبر اختیار کیا<sup>۴۱</sup> دل تڑپنے لگا تو پیر کیا  
دور بانوں سے سب غبار کیا<sup>۴۲</sup> لاش کو زینت مزار کیا  
سچ ہے تھے لا جواب صورت میں

چاند نکلا ہوا تھا تربت میں  
دفن جب ہو چکے علی اصغر<sup>۴۳</sup> خوب روئے حسین چہرہ کر  
نگلی خیمہ سے دینی ماد تھے یہ نالے کہ ہائے رشک قر  
لال کچھ بس نہیں جو مر جائے  
ماں تمہیں ڈھونڈنے کدھر جائے

ہائے کیا پھر گئی مری تقدیر<sup>۴۴</sup> بھر گئی خون میں چاند سی تصویر  
طرف غربت ہے اے مرے بے شیر چپکے چپکے گلے پہ کھایا تیر  
روئے تک بھی نہ تم ذرا اصغر  
ہائے کیا چین آگیا اصغر

علی اصغر بہت ہمیں ہے ملال<sup>۴۵</sup> ہائے کیا جد ہو گیا یہ حال  
کب اجل آئی مرے نیک خصال<sup>۴۶</sup> شمع بجھنے میں دیر ہوتی ہے لال  
دل کو تم داغ دے گئے واری  
ماں سے چھپ کر چلے گئے واری

کچھ خوش آئی وہاں کی آب و ہوا<sup>۴۷</sup> بھائی اکبر سے بھی ملے بیٹا  
چاہنے والے ہیں بہت اس جا<sup>۴۸</sup> دل وہاں خوب لگ گیا ہوگا  
جلد ماں کو بھلاؤ گے اصغر  
خواب میں بھی نہ آؤ گے اصغر



ماں کو بیٹا یہ دھیان ہر دم ہے <sup>۳۶</sup> جی کہیں مست ہو نہ یہ غم ہے  
 سچ کہو اب جو دل کا عالم ہے <sup>۳۷</sup> زخم کا درد لال کچھ کم ہے  
 دل تو اے نور عین اداس نہیں  
 کیوں مری جان اب تو پیاس نہیں  
 روک لے بس تعلق اب تو قلم <sup>۳۸</sup> حال ہاتھ نہ ہو سکے گا رقم  
 عرض کر اب کہ اے شہ عالم <sup>۳۹</sup> جلد بوائے امام ام  
 مر کے بھی بس وہیں غلام رہے  
 آپ کے خادموں میں نام رہے



مرثیہ.....روپ کمار

## اک اپنا کیا کہ بہتر کا سر دیا شہ نے

اک اپنا کیا کہ بہتر کا سر دیا شہ نے ۱ میں اُن کے صدقے برادر کا خون دیا شہ نے  
جناب قاسم مظفر کا خون دیا شہ نے ۲ جوان پر علی اکبر کا خون دیا شہ نے

کئی پہر سے جو تھا شک وہ گلو بھی دیا

بس اتنا ہے کہ شہنا ہے کا لبو بھی دیا

غضب ہے مگر یہ پڑا آسمان ظلم شعار ۳ و فرغم سے نہ کیوں سینہ ہون روپ کنوار

حسین میں ترے صدقے یہ میری جان نثار ۴ کسی کا تیر کہاں اور کہاں ترا دل دار

وہ آخری ترا قدیہ جو یاد آتا ہے

حسین دل مرا ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہ دیں کار ہا ۵ اور آپ ظلم کی فوجوں میں رہ گئے تہا

جہوم یاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۶ تو ناگہاں درخیمہ سے آئی رن کو صدا

خبر لو شہ کر بلا دہائی ہے

تمہارے بچے کو جھولے میں نیند آئی ہے

یہ من کے غیصے کی جانب گئے امام ہدا ۷ قریب جھولے کے پہنچے تو رو کے فرمایا

معاف کیجیو بیکس پدہ کو اے بیٹا ۸ کہ ایک پانی کا قطرہ تمہیں پلا نہ سکا

خدا گواہ بہت تم سے شرمسار ہوں میں

یقین کرو علی اصغر کہ یہ قرار ہوں میں



یہ کہہ کے روئے بہت اور پسر کو پیار کیا ۵ اٹھایا جھولے سے حضرت نے اپنا ماہ لٹکا  
نیک پڑے تھے جو چہرے پہ اشک شاہ ہوا وہ سمجھا پانی ہے چچے نے منہ کو کھول دیا  
تری جو اشکوں کی پانی تو مسکرانے لگا

زبان خشک کو ہونٹوں پہ وہ پھرانے لگا  
کہا حسینؑ نے پانی تمہیں پلا لائیں ۶ چلو گے نانا کی اُمت کے پاس لیجا میں  
شکروں کو یہ حالت تمہاری دکھائیں صغیر جان کے شاید عورتیں کھائیں  
وہن کو کھول کے سوکھی زبان دکھا دینا

کہ تین روز سے پیاسا ہوں جتا دینا  
مجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا قیامت ہے ۷ یہ آج گشیں ہستی کی کیسی حالت ہے  
تباہ کون ہوا کس پہ آئی آفت ہے ۸ عدا یہ آئی کہ شمشاہ کی شہادت ہے  
تمام اہل حرم زار زار روتے ہیں  
سکینہ سے علی اصغر وداع ہوتے ہیں

غرض وداع کیا اور شہ انام چلے ۸ شکروں کی طرف شاہ شہنہ کام چلے  
پسر کو ہاتھوں پہ رکھے ہوئے امام چلے ۹ قدم قدم پہ اوھر موت کے پیام چلے  
تمام پیاسوں میں پیارا جو شہ کو تھا یہ پسر  
حسینؑ احوال کا سایہ کئے تھے اصغر پر

پکارے لشکر بدین سے جا کے سرور دیں ۹ تڑپ رہا ہے گئی دن سے میرا ماؤ جہیں  
جو کہہ رہا ہوں میں یاد کرو کہ تم اس کا یقین خود آ کے دیکھو پتے ہیں یہ اجل کے قریں

جو رحم کھاؤ تو پانی پلاتے لایا ہوں  
انہیں میں شہنہ سے تم کو دکھانے لایا ہوں

لنا دوں رتی پد بکھو گے میرے کم سن کو<sup>۱۰</sup> عیش سے مرے ہیں پانی پلاؤ گے ان کو  
سکوں شب کو انھیں ہے نہ چین ہے دن کو جو تم نے قتل کئے ان کا درد ہے ان کو

کھجور تنہا سا معصوم کا سلگتا ہے  
کراہتے ہیں تو اک حیر دل پہ لگتا ہے

سین حسین کی باتیں تو اہل شہر روئے دلوں کو تمام کے سب صاحب جگر روئے  
سوار فوج میں رونے لگے شہر روئے<sup>۱۱</sup> بشر پہ کچھ نہیں موقوف جانور روئے  
حاب پانی سے اٹھا اٹھ کے جان کھونے لگے

جو ذی حیات تھے آخر تمام روئے لگے

پرے سے فوج کے ناگاہ ٹرمہ لگا<sup>۱۲</sup> کمان دوش سے چلے سے تیر لے گے چلا  
گلوئے لختِ دل شاہِ کربلا تاکا<sup>۱۳</sup> کمان میں تیر کو جوڑا شمشیر نے اور یہ کہا  
حسین اب وہ پلاتا ہوں آبِ مردان کو  
کہ تابہ حشر لگے گی نہ پیاس کس کو

یہ کہہ کے تیر کو جوڑا ادھر یہ جال ہوا<sup>۱۴</sup> کہ طلق چھد گیا معصوم خوں میں لال ہوا  
دہن سے خون اُگلنے لگا ٹھہال ہوا<sup>۱۵</sup> اک آہ ہلکی سی کی اور انتقال ہوا  
پدر نے یاس سے ننھی سی جان کو دیکھا  
کبھی زمیں کو کبھی آسمان کو دیکھا

پکارے سید یکس کہ کیا کیا تم نے<sup>۱۶</sup> ہمارے لال کو پانی پلا دیا تم نے  
جو کچھ کیا ارے لوگو بڑا کیا تم نے<sup>۱۷</sup> غضب کیا کرے پچہ پہ کی جھا تم نے

یہ کہہ رہے تھے کہ تیروں کا بند بڑے لگا

ا حسین روئے لشکر تمام ہنسنے لگا



مرثیہ..... چھنگا صاحب حسین لکھنوی

ناگہاں سوئے فلک یاس سے شہ نے دیکھا

ناگہاں سوئے فلک یاس سے شہ نے دیکھا | مرنے پر کھینچ کے پھر لوٹی کمر کو باندھا  
گئے رخصت کے لیے خیمے میں سلطان بدئی | حال اصغر کا وہ دیکھا کہ نہ دھلائے خدا

منھیاں بند ہیں منکا بھی ڈھلا جاتا ہے

ہچکیاں پیاس سے آتی ہیں غش آجاتا ہے

پیاس کا اصغر ناداں پہ جو صدمہ دیکھا | تھام کے ہاتھوں سے دل بیٹھ گئے شاہ ہدا  
گو میں لے کے یہ پانوس بہ منت پوچھا | ان کو بے جاؤں عجب کیا کوئی پانی دے ذرا

دیکھ کر صاحب اولاد ترس کھائیں گے

پانی مل جائے ذرا سا تو یہ مٹی جائیں گے

کان میں پھر شہ والائے یہ اصغر کے کہا | چلتے ہو باپ کی نصرت کے لیے اے بیٹا؟  
اللہ اللہ اثر بات میں کیا شاہ کی تھا | ننھے سے ہاتھ اٹھا کر غلی اصغر ہکا

تھا اشارا نہیں اب زیست گوارا بابا

ہم کو اس پیاس نے بے موت مارا بابا

اُسھے شہ اصغر ناداں کو لیے ہاتھوں پر | فرش پر گر پڑی ماں تھام کے ہاتھوں سے جگر  
لے چلے جب تودہ کہنے لگی یہ بیٹ کے سر | پھر کے کب آؤ گے؟ اتنا تو بتا دو اصغر

سن لو دنیا میں ہمیشہ نہیں جینا بیٹا

بے پیئے شاہ کے تم پانی نہ پینا بیٹا

نہن کے یہ شاہ کے دل پر چلا اک مخبر غم ۵ لکھے خیمے سے پسر کو لیے سلطان اُم  
حشر کے روز سے کچھ دھوپ تھی اس دن کم چھاؤں کرنے کے لیے قبلہ عالم ہوئے خم  
گرد کے دھیان سے واسن جو قبا کا ڈھانپا

لکھ ابر نے خورشید کا چہرا ڈھانپا

الغرض ایک بلندی پہ گئے شاہ بُدا ۶ وی صد صاحب اولاد ہو جو دیکھے ذرا  
ایک معصوم بچے آب بے گھر سے نکلا تین دن ہو گئے پانی کا نہ قطرہ پایا  
بول سکتا ہے نہ دُکھ درد منا سکتا ہے  
نرکسی آنکھوں سے ہر ایک کا متھ نکلتا ہے

من کے جو صاحب اولاد تھے دل ان کا ہلا ۷ حال پر اصغر معصوم کے روئے اندھا  
شمر بے دین نے کہا خرم سے دیر ہے کیا آب پریاں سے ہو تر خشک ننھا سا گلا  
قطع جلدی سے کلام شد والا ہو جائے  
کہیں ایسا نہ ہو لشکر نہ دبالا ہو جائے

من کے یہ ہو گیا آمادہ جفا پر وہ شریر ۸ ہاتھوں میں لے کے کہاں لیس ہوا وہ بے ہیر  
تیر چلہ میں رکھا تاک لیا خلقِ صغیر اس کا چھٹنا تھا کہ بچہ ہوا ہاتھوں پہا خیر  
خلقِ اصغر کا چھدا شاہ کا بازو ٹوٹا  
دن میں بالو کی کمائی کو اجل نے لوٹا

رہ گیا شاہ کے ہاتھوں پہ ٹپ کر بچہ ۹ سینے سے شاہ نے لپٹا کے کہا شکر خدا  
خونِ ناحقِ مذہب پر گرسے پیدھیان جو تھا لے کے چلو میں ملا منہ پہ یہ اعدا سے کہا  
سر خرو ہوگا رسولِ دوسرا کے آگے  
اسی صورت سے میں جاؤں گا خدا کے آگے



## مرثیہ..... میر مونس

### تنہا جو بعد ظہر امام اُمّ ہوئے

تنہا جو بعد ظہر امام اُمّ ہوئے      اٹھاپیل میں دودھ کے عہد سے خم ہوئے  
 جتنے تھے سب مسافر ملک عدم ہوئے      داحسرتا کہ ٹیکس و بے یار ہم ہوئے  
 رحلت ہوئی جہاں سے ہر ایک نور عین کی  
 اے مرگ جلد آ کے خبر لے حسین کی  
 اب کیا جنیں کہ زیست کا نقشہ بگڑ گیا      پھولا پھولا حسین کا گلشن آجڑ گیا  
 تڑپیں نہ کس طرح کہ بڑا پیچ پڑ گیا      ہراہیوں کا قافلہ ہم سے پھڑ گیا  
 رونا یہ ہے کہ تشنہ دہن ہیں نحیف ہیں  
 منزل بہت کڑی ہے یہ اور ہم ضعیف ہیں  
 دیکھا نہ زپہ خنجر قاتل حسین کو      ہونے دیا نہ خاک پہ پس حسین کو  
 پہنچا گئے نہ اول منزل حسین کو      اس دم عجب طرح کی ہے مشکل حسین کو  
 نرے میں چھوڑ کر ہمیں غازی چلے گئے  
 تنہا رہا امام غمازی چلے گئے  
 ایسے گئے کہ کچھ ہمیں اُن کی خبر نہیں      کیونکر پتہ لگے کہ کوئی راہ پر نہیں  
 افسوس بھانجے نہیں بھائی پر نہیں      دے ساتھ کون آہ کوئی ہم سفر نہیں  
 پانی بغیر پڑ گئے کانٹے زبان میں  
 ہمسایہ بھی کوئی ہوگا نہ ٹیکس جہان میں

حسرت تھی یہ خلق سے جب ہم کریں سفر ۵ مرنے کو نہیں قائم و اکبر ادھر ادھر  
ہوں بھانجے بھی ساتھ جنازے کے نوہ گر ۶ ہم کو آتاریں قبر میں عباسؑ نامور  
کس کو خیر تھی یہ کہ ہر اک قتل ہوئے گا  
ہم سب کو روئیں گے ہمیں کوئی نہ روئے گا

یہ کہہ کے رو رہا تھا وہ مظلوم کربلا ۴ ناگاہ اہل بیت کے رونے کا غل اٹھا  
مڑ کر جو کی نگاہ تو دیکھا یہ ماجرا ۵ بانو کھڑی ہے در پہ کھلے سر برہنہ پا  
دامن تک ہے چاک گریباں کے ہوئے  
اصغرؑ کو گود میں ہے وہ ٹپکس لئے ہوئے

فضہ کی ہے صدا کہ حرم نکلے آتے ہیں ۷ بچے کوش میں دیکھ کے سب تھر تھراتے ہیں  
انبلے ہیں ہونٹ پیاس سے تیور پھراتے ہیں ۸ جلد آئیے کہ خلق سے اصغرؑ بھی جاتے ہیں  
قربان جاؤں پانی کے لانے میں کد کرو  
اے نور چشم ساقی کوثر مدد کرو

یہ حال سن کے رونے بہت شاد و خاص و عام ۸ فرمایا سنگدل ہیں جفا جو ہیں اہل شام  
گر ایک سطح آب ہو روئے زمین تمام ۹ آپ خیانت سمجھیں وہ اور ویں نہ ایک جام  
بیجاؤں لاؤ کیا مرا پیارا پسر نہیں  
نقدیر کی مگر مجھے بی بی خبر نہیں

میں نے نہیں کیا ہے کسی سے کبھی سوال ۹ جو چاہتا تھا دیتا تھا وہ رب ذوالجلال  
ناچار ہوں کہ ہاتھوں سے جاتا ہے میرا مال ۱۰ ہے اس سفر میں تم سے دعا میں مجھے کمال  
کچھ بس نہیں ہے کیا کرے معذور ہے حسینؑ  
اللہ جانتا ہے کہ مجبور ہے حسینؑ



بانو نے اس کلام کو سن کر بہ اشک و آہ ۱۰ کرتا بدل کے جلد پہنائی نئی کلاہ  
بیگل گلے میں ڈال کے رخ پر جو کی نگاہ ۱۱ اس پیار سے گلے سے لگایا کہ روئے شاہ

ہاتھوں پہ لے کے بچے کو با چشم نم چلے

اصغر نے ماں کو یاس سے دیکھا کہ ہم چلے

منہ چوم کر یہ کہتے تھے سلطان کر بلا ۱۲ بابا ثار اے میرے تابان کر بلا

بچے کہاں نہ کہاں یہ بیابان کر بلا ۱۳ بابا کے ساتھ تم بھی ہو مہمان کر بلا

اے اے جا کے کون سی تقریر اب کروں

بتلاؤ کس نہاں سے میں پانی طلب کروں

آخر پکارا بڑھ کے عمر کا وہ حبیب ۱۴ کچھ مانگنے کو آیا ہوں میں بیگم و غریب

بن پانی حال اس مزے بچے کا ہے عجیب ۱۵ یہ چھوٹا مہمان ہے اب مرگ کے قریب

اک بوند پانی آج اے جو پلائے گا

کل پیاس اُس کی ساقی کوثر بھائے گا

سید ہے تشناب ہے مسلمان ہے یہ صغیر ۱۶ کم سن ہے شیر خواہ ہے ناداں ہے یہ صغیر

پانی کا اہل رحم سے خواہاں ہے یہ صغیر ۱۷ دنیا میں کوئی آن کا مہماں ہے یہ صغیر

لازم نہیں ہے ظلم و ستم بے زبان پر

یارو ترس کرو چھ مہینے کی جان پر

بولے انہیں کہ اے خلف شیر ذوالجلال ۱۸ مالک ہے شہر کہیں اُسی سے پسر کا حال

اس سے کہا تو ہنس گئے یہ بولادہ بد خصال ۱۹ میں کون اتن سعد سے ہاں کیجئے سوال

مشت کرو گے حال پسر کا دکھاؤ گے

لیکن یہ جانتا ہوں کہ پانی تہ پاؤ گے

حضرت نے سر جھکا لیا سینے سے آہ کی <sup>۱۵</sup> تڑپ لحد میں روح رسالت پناہ کی  
چاہا کہ راہ نہر سے لیں خیمہ گاہ کی تب شر نے سوئے بن کاہل نگاہ کی  
جلدی کہاں میں جوڑ کے سرکش نے تیر کو  
تاکا نگاہ قبر سے حلق صغیر کو

کتنا بچایا شہ نے مگر کچھ نہ بس چلا <sup>۱۶</sup> کڑکی ادھر کن ادھر چھو گیا گدا  
آنسو ڈھال آئے چہرے پہ منکا جوں ہی ڈھلا آنکھوں سے آنکھیں شہ سے ملیں تھ سے منہ  
جو حسرتیں تھیں دل میں قضا لے نکال دیں

منہی سی باہیں باپ کی گردن میں ڈال دیں  
کھینچا جو شہ نے تیر تو بچہ دہل گیا <sup>۱۷</sup> خوں جوش کھا کے زخم گلو سے اگل گیا  
بچکی کے ساتھ سینے سے بس دم نکل گیا بے جاں ہوئے حیات کا نقشہ بدل گیا  
بولے حسین زندہ مرا نہ لقا نہیں

اب لاش لے کے خیمہ میں جانا روا نہیں  
غصے میں خرم ملہ سے کہا یوں پکار کر <sup>۱۸</sup> نازاں ہے میر حلق پہ بچے کے مادر کر  
مجھ سے نکل کے جنگ اب اے نابکار کر آتا ہوں منہی لاش لحد میں امار کر  
سینے پہ میرے تیر لگانا تو غم نہ تھا

بچہ میرا یہ ناقہ صالح سے کم نہ تھا  
یہ کہہ کے ذوالفقار سے کھودی دیں زمیں <sup>۱۹</sup> رو رو کے کی سپرد لحد لاش نازیں  
پھر منہ کو دکھ کے منہی سی تربت پہ شاہ دیں بولے کہ موؤ جیوں سے اے میرے منہ جیوں

تم یہ نہ جانو کہ ہمیں چھوڑے جاتے ہیں

ہم بھی تمہارے پاس کوئی دم میں آتے ہیں



## مرثیہ..... میر مونسؒ

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ | صغیر و تشنہ و بے شیر و بے زباں اصغرؑ  
پھرا کے آنکھیں لگے لینے ہچکیاں اصغرؑ | پکاری بانوئے بیکس چہ کہاں اصغرؑ  
ذرا سی عمر میں کیوں منہ کو ہم سے موڑتے ہو

قصور کیا ہے جو مادر کا ساتھ چھوڑتے ہو

وطن سے میں تمہیں چھاتی لگا کے لائی ہوں | دعا میں پڑھتی ہوئی کربلا تک آئی ہوں  
ستم رسیدہ ہوں واری فلک ستائی ہوں | نہ سمجھو ماں مجھے بیانا تمہاری دائی ہوں

نہ موڑو آنکھ پیغمبرؐ کا واسطہ اصغرؑ

دعا نہ دو علی اکبرؑ کا واسطہ اصغرؑ

بیاں یہ کرتی تھی اور روتی جاتی تھی مادر | صدف کی طرح سے کھولے ہوئے تھے منہ اصغرؑ  
زکا بے دم دل اچھلتا ہے سینے کے اندر | کبھی غش آتا ہے چونک اٹھتے ہیں کبھی روکر

یہ دکھ ہیں جان پر اور عمر میں ذرا سے ہیں

اشارہ زکسی آنکھوں سے ہے کہ پیاس سے ہیں

نہ چوئے غش سے کسی طرح جب علی اصغرؑ | علی کی بیٹیاں، بہویں ہوئیں بہت مضطر  
پکاری شکوہ یہ ڈیوڑھی سے بانوئے بے پر | غمناک آئے اے ابنِ ساقی کوثر

جہاں سے اصغرؑ معصوم گوج کرتا ہے

یہ بے زباں چھ مہینے کا پیاسا مرتا ہے

یہ نوحہ سن کے شہِ خاص و عام رن سے پھرے گئے تھے تشنہ دہن، تشنہ کام رن سے پھرے

سوئے خیام فلک احتشام رن سے پھرے ہو ایڈیوڑھی پہ غل لوامام رن سے پھرے

غش آنہ جائے کہیں زخم کھائے آتے ہیں

قبا ہے سرخ لبو میں نہائے آتے ہیں

جٹاب نہ نبی ناشاد یہ خیمے سے چلائی بہن ثار اس جانے آنے کے بھائی

لبو یہ کیسا ہے، تلوار کیا کوئی کھائی پکارے شہ کہ نہیں اے بتوں کی جائی

نہ کھاؤ قتیق کا ہے اور نہ رخم مخمر ہے

مری قبا علی اکبر کے خون میں تر ہے

یہ کہہ کے شہ سوئے گوارا پسر آئے سروں کو پیٹتے الہا حرم نظر آئے

قریب جھولے کے جب شاہِ محرو بر آئے پسر کو جھک کے جو دیکھا تو اشک بھر آئے

اٹھے تو بانو کے رخ پر نگاہ کی شہ نے

کلجے مل گئے اس طرح آہ کی شہ نے

محبت پدری سے ہوا جو کلڑے جگر اٹھا کے جھولے سے چھاتی لگا لیا روگر

کہا یہ بانوئے یکس سے پھر بہ دیدہ تر جو تم کہو تو اسے لے کے جاؤں دریا پر

حیات ہے تو یہ میراب ہو کے آئیں گے

بلکہ نہ یکجو گر جان کھو کے آئیں گے

قدم پہ گر کے یہ چلائی بانوئے دلگیر خدا کے واسطے کچھ جلد کیجئے تدبیر

کرے گا رحم نہ نیچے پہ کیا کوئی بے حیر صغیر، تشنہ دہن، بے گناہ، بے تقصیر

سنئے گا آپ سے حال اس کا جو وہ روئے گا

کوئی تو صاحبِ اولاد رن میں ہوئے گا



یہ کہہ کے آنکھوں میں سرمہ دیا بہ دیہ تر ۱۰ جھنڈو لے ہال ستارے بلائیں لے لیکر  
 عمامہ رکھ دیا چھوٹا سا چاند سے سر پر پنہا چکی اُسے کُرتہ بھی جب وہ خستہ جگر  
 کہا کہ بیویو! یوسف ہے تو نہال مرا  
 صغیر عمر میں دوٹھا بنا ہے لال مرا  
 قریب فوج پہنچے تو بولے بانی شر ۱۱ لیے ہیں زیرِ عبا کیا حسینِ تشنہ جگر  
 پکارا شمر کہ قرآن ہے شہ کے ہاتھوں پر ۱۲ کہا کسی نے نہیں، مر گیا ہے کوئی پسر  
 رواں ہیں آنکھوں سے اشک سر جھکائے آتے ہیں  
 ہمارے سامنے میت اٹھائے لاتے ہیں  
 پکارے شاہ نہ میت ہے یہ نہ قرآن ہے ۱۳ مگر یہ مصحفِ باطوق کے جسم کی جاں ہے  
 بلا نصیب ہے، غربت زدہ ہے، مہماں ہے ستم رسیدہ ہے، تشنہ دہاں ہے، ناداں ہے  
 اُمید قطع ہے اب اس کی زندگانی کی  
 نہ دودھ ہے کئی دن سے، نہ بوند پانی کی  
 یہ کہہ کے منہ سے پسر کے اٹھالیا دامن ۱۴ ستارہ سحری تھا کہ ہو گیا روشن  
 پکارا خرمیہ کو بڑھ کے شمر ذی الجوشن ۱۵ ترانہ نہ ہے اس کی ڈھلی ہوئی گردن  
 بچے نہ سینہ شبیر کے تلے اصغر  
 لگا وہ تیر کہ بچکی تک نہ لے اصغر  
 بڑھایا سن کے پرے سے وہ مثلِ بیلِ زماں ۱۶ اٹھائی جوڑ کے تیر ستم شقی نے کہاں  
 بہت پسر کو بچایا کیے امام زماں ۱۷ مگر ملی ہے کسے پچھتاہل سے اماں  
 نرے ادھر سے ادھر کو تو زخمِ بازو تھا  
 گلے میں بچے کے تیر ستم ترازو تھا

رُکی جو سانس تو چلائے اصغر مہ رو  
 ۱۵ تڑپ کے کھول دیا منہ ٹپک پڑے آنسو  
 دہن سے دودھ بہا خلق ناز میں سے لہو  
 ہلال بن گیا خوں کی شفق میں طوق گلو  
 دکھائی شکل اجل نے توڑ گئے اصغر

لپٹ کے باپ کی چھاتی سے مر گئے اصغر  
 پھرے یہ کہہ کے جولا شہ لیے ہوئے شبیر  
 ۱۶ کھڑی تھی ڈیوڑھی پہ سرنگے بانوئے دلگیر  
 قریب آ کے یہ چلائے منہ و عرش سریر  
 سندھارے اصغر بے شیر کھاسے خلق پہ تیر  
 تمہارا ماہ لقا خوں میں بھر گیا بانو

تڑپ تڑپ کے یہ معصوم مر گیا بانو  
 پکاری کوکھ پکڑ کر وہ بیکس و بے پر  
 ۱۷ یہ کس کا نام لیا اے امام جن و بشر  
 چھری سی دل پہ لگی، مر گئی یہ خستہ جگر  
 جہاں سے اٹھ گیا کس کا یہ نامراد پسر  
 بتاؤ حیر ستم کس پہ چل گیا صاحب  
 یہ کیا کہا کہ کلیجہ نکل گیا صاحب

لہو میں ڈوب گیا میرا ہسلپوں والا  
 ۱۸ وہ سو رہا ہے جسے راتوں کو جاگ کر پالا  
 نکل پڑوں گی کلیجہ ہے اب تہ و بالا  
 یہ خوں بھرا ہوا دامن ہے اس پہ کیوں ڈالا  
 یہ شرم کیسی ہے لٹٹہ بولنے صاحب  
 مرے پسر کا ذرا منہ تو کھولینے صاحب

اٹھایا منہ سے جو بچے کے شاہ نے دامن  
 ۱۹ لہو میں سرخ تھا گل کی طرح وہ رشک چمن  
 انگوٹھا ہونٹوں پہ تھا اور کھلا ہوا تھا دہن  
 کیودگل تھے، کچ تھی، ڈھلی ہوئی گردن  
 منہ اپنا بانو نے پٹا تو کٹ گئے شبیر  
 لٹا کے خاک پہ میت کو ہٹ گئے شبیر



حرم کا قافلہ سر پہننے لگا اک بار ۲۰ زمیں پہ چہار طرف ہوئی وامصیبتا کی پکار  
 بچاڑیں کھا کے یہ چلائی بانوئے ناچار ۲۱ ارے میں لٹ گئی، مارا گیا مرادلدار  
 نہ تھا مو، صاحبو! مجھ خستہ جاں کو رونے دو  
 جواں کو رو چکی، اب بے زباں کو رونے دو

کلیجہ پھٹ گیا، کرنے دو گر یہ وزاری ۲۱ میں اپنے ننھے سے پیاسے شہید کے واری  
 لبو میں بھر لکھیں ہے یہ ہسلیاں ساری ۲۲ یہ حلق ہے غضب اور زخم اس ندرکاری  
 کسے دکھاؤں یہ منکا ڈھلا ہوا لوگو!  
 چھڑ گیا مرا بچہ پلا ہوا لوگو!

کسے میں اوریاں دیدے کے اب سلاؤں گی ۲۲ لٹا کے جھولے میں اب کسکے صدقے جاؤں گی  
 سراپنا پیٹوں گی، تڑپوں گی خاک اُڑاؤں گی کہاں اب اے علی اصغرؒ میں تم کو پاؤں گی  
 چھٹے مہینے میں یوں موت آگئی بیٹا  
 ان آنکھریوں کو نظر کس کی کھا گئی بیٹا

یہ دانی دستِ تاسف نہ کیوں ملے اصغرؒ ۲۳ نہ دانت لکے نہ تم گھنٹیوں چلے اصغرؒ  
 ہماری چھاتی پہ اتنے دلوں پلے اصغرؒ رہو گے حشر تک اب خاک کے تلے اصغرؒ  
 کرے گا کون اُجالا جو روؤ گے بیٹا  
 اندھیری قبر میں کس طرح سوؤ گے بیٹا

یہ بین کر کے جو پٹنی وہ بیکس و ناکام ۲۳ غش آگیا اُسے رانڈوں میں پڑ گیا کہرام  
 اٹھا کے لاش پر لے گئے امامِ انام ۲۴ بس آگے اب نہیں مونس زباں کو تائب کلام  
 جو اہل دل ہے مصیبت یہ سن کے رونے گا  
 یہ غم وہ ہے کہ نہ تا حشر ختم ہوئے گا

## مرثیہ..... میر مونس جب تیر ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ

جب تیر ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ ، حق باپ کا بچپن میں ادا کر گئے اصغرؑ  
جاں اپنی روح میں قدا کر گئے اصغرؑ ، رو کر کہا حضرت نے یہ کیا کر گئے اصغرؑ  
بھولے سے بھی بیزار ہوئے گھر کو بھی چھوڑا

بابا کو بھی تنہا کیا مادر کو بھی چھوڑا

ماں باپ کے گھر میں چھ مہینے رہے مہمل ۲ افسوس ہوئی سال گرہ بھی نہ مری جاں  
مادر کی بھری گود کو تم کر گئے ویراں ۳ یہ طلق کہاں اور کہاں تیر کا پیکاں  
بابا ترے صدقے میرے بھولے علی اصغرؑ

زخمی ہوئے پر منہ سے نہ بولے علی اصغرؑ

کیا درد مہا تیر کا اللہ بے شجاعت ۴ حلقوم چھدا خوں میں بھری چاندی صورت  
لپٹے رہے بازو سے پدر کے بھدا الفت ۵ دم توڑ کے ہاتھوں پہ مرے کر گئے رحلت

آفت زدہ جاں خاناہ تن سے نکل آئی

چھوٹی سی زباں خشک دہن سے نکل آئی



ایڈائے سفر ایک تو رستے میں اٹھائی ۴ اور دوسرے راحت کسی منزل میں نہ پائی  
 تقدیر جب اس دشتِ بلا خیر میں لائی ۵ گھر پہنچا تو باپ کے اعدا کی چڑھائی  
 دو روز رہے شام سے بے چین حرکت  
 اس دھوپ میں پیاسے رہے چوبیس پہر تک  
 غم کھاتی رہی آٹھ پہر بانوئے دلگیر ۶ واں پانی ہوا بند اوھر خشک ہوا شیر  
 سمجھا تھا کہ پانی تمہیں دے گا کوئی بے ہیر ۷ لایا تو یہاں لاتے ہی گردن پہ لگا تیر  
 اس ظلم کا دھڑکا تھا مجھے رات سے بیٹا  
 ہاتھ آیا نہ کچھ کھویا تمہیں بات سے بیٹا

## مرثیہ..... میر نفس

جاں بلب پیاس سے جب اصغر معصوم ہوئے

جاں بلب پیاس سے جب اصغر معصوم ہوئے | غم سے مضطر حرم خاصہ قیوم ہوئے  
دیکھ کر اس کو پریشاں شدہ مظلوم ہوئے | دل سے کی آہ جگر سوز پہ مغموم ہوئے  
درد سے رونے لگے صحن میں آکر شبیر  
خاک پر بیٹھ گئے سر کو جھکا کر شبیر

آکے جھولے کے قریں بولی یہ بانوئے حزیں | ہائے بے آب پھر کتا ہے مرا ماہ جبین  
اب کوئی دم کا ہے مہماں پسر سردردیں | نہ بچے گا مرا چچ مرے دل کو بے یقین  
کیوں نہ اس لال سے پہلے اجل آئی میری  
لٹ رہی ہے چھ مہینے کی کمانی میری

صدقے ماں ہو گئی آنکھوں کو تو کھلو پیارے | گل سے لب ہو گئے ہیں شکر عطش کے مارے  
نظر آتے ہیں مے لٹنے کے سماں سارے | کوئی اس مادرِ ناشاد کو تم پر وارے  
مجھ کو غم اپنی جدائی کا نہ دیکھو بیٹا

ماں کو پردیس میں برباد نہ کیجیو بیٹا  
کہہ کے یہ بیٹھ گئی پاس بحال مضطر | بوسے لینے لگی آنکھوں کے وہ ہادیہ تر  
دیکھا اگھر اجودم اس کا تو پکاری رو کر | یا حسین ابن علی لیجئے اصغر کی خبر

آفتاب آپ کا اب پھول سا کھلاتا ہے  
دیکھئے میری ریاضت پہ لڑواں آتا ہے



یہ جو بانو نے کہا رونے کی برپا ہوئی دھوم ۵  
گرد جھولے کے ہوا آل پیسیر کا جھوم  
خاک پہ مگر کے تڑپے گلی اُم کلثوم ۶  
کیا سر پیٹ کے زینب نے گریے پہ مصوم

چونک کر اختر سلطان مدینہ دوڑی

بھائی کے واسطے گھبرا کے سیکڑہ دوڑی

آئے جھولے کے قریں سرورِ آوار وطن ۷  
دیکھا مہماں کوئی ساعت کا ہے وہ غنچہ دہن  
کھینچ کر سینہ سے اک آؤ جھٹکے شاہِ زمیں ۸  
چوم کر نغصے سے بازو یہ کیا شہ نے سخن

پانی ملتا جو نہیں جھولے میں دم توڑتے ہو

اے مرے غنچہ دہن تم بھی ہمیں چھوڑتے ہو

کہہ کے یہ ہاتھ دھرا سینہ پائس کے یک بار ۹  
اور پڑھا سورۃ الحمد پچشمِ خوں بار  
دیکھ کر بانو کو بولے یہ امامِ ابرار ۱۰  
تم ہو آگاہ کہ دشمن ہیں مرے سب کفار

حال بے شیر کا ملعونوں کو دکھانا ہوں

خیر اصغر کو میں دریا پہ لئے جاتا ہوں

پرندیں گے اسے پانی مرے دل کو ہے یقین ۱۱  
میرے بچوں کی بھی قاتل ہے سپاہِ بدیں  
رد کے حضرت سے یہ کہنے لگی بانوئے حزیں ۱۲  
ہائے اتوں میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں

کیا ملے گا انھیں یہ طفل جو بے جاں ہوگا

ایک قطرے میں تو اعدا کا نہ نقصاں ہوگا

گود میں سبطِ پیسیر کے دیا بادلِ زار ۱۳  
کہا لو جاؤ سوئے مہر یہ مادرِ ہوشیار  
رحم فرمائے تری پیاس پہ ربِ غفار ۱۴  
پھر دکھانا مجھے یہ چاندی سی شکل اسے دل دار

لو تمہیں میں نے شہِ عقدہ یکشا کو سوچا

کیا اصغر نے اشارہ کہہ خدا کو سونپا

نکلے خیمے سے اُسے لے کے امامِ دوسرا ۱۰  
تھی بہت دھوپ اڑھایا اسے دامانِ عبا  
کیا کہوں حالتِ فرزندِ جناب زہرا ۱۱  
اشک آنکھوں میں خمیدہ کمر اور لب پر نکا

سر کو جھوڑا کے شہِ جن و بشر جاتے تھے

پاؤں تھراتے تھے جس دم تو ٹھہر جاتے تھے

بچے اس حال سے رن میں جوشِ عرش سریر ۱۲  
دیکھ کر شاہ کو حیران ہوئی فوجِ شریر  
بولے آپس میں یہ تب دشمنِ شاہِ دلگیر ۱۳  
مر گیا ہوئے گاہے آب کوئی طفلِ صغیر

گھر سے روتے ہوئے سلطانِ رن آتے ہیں

دفن کے واسطے شاید اُسے یہاں لاتے ہیں

بولے شبیر یہ میت نہیں اے اہلِ ضلال ۱۴  
ابھی زندہ ہے مگر پیاس سے مرتا ہے یہ لال  
نظرِ غور سے دیکھو مرے معصوم کا حال ۱۵  
تم سے اس کے لئے کرتا ہوں میں پانی کا سوال

سارے دریا کو تو یہ طفل نہ پی جائے گا

اک قطرہ اسے دو گے تو یہ جی جائے گا

کہہ کر یہ کھول دیا شہ نے رُخِ پاکِ پسر ۱۶  
سب نے جانا کہ نمایاں ہو ابدلی سے قمر  
نورِ رُخ دیکھ کے بولے یہ کئی بانی شر ۱۷  
اے حسین ابنِ علی کس کا ہے یہ نورِ نظر

رو کے حضرت نے کہا عرش کا تارا ہے

یارو مجھ ٹیکس و مظلوم کا پیارا ہے

پسرِ شافعِ محشر ہے یہ اے اہلِ ستم ۱۸  
اُس کا پوتا ہے جو ہے عقدہ کشائے عالم  
اس کا بھائی ہے کیا جس کو سناں سے بے دم ۱۹  
نام اس کا علی اصغر ہے کہ ہے عمر میں کم

پانی دو گے تو قیامت میں یہ کام آئے گا

ساتھ اپنے تمہیں کوثر پہ یہ لیجائے گا



یہ جو حضرت نے اہینوں سے کہا بادل زار ۱۵  
 حالِ معصوم پہ گریاں ہوئی فوجِ کفار  
 تب کہا شمسِ قلب نے بڑھ کر یکبار  
 ایک قطرہ اسے پانی کا نہ دیں گے زہار  
 گو یہ بچہ ہے مگر خوں میں بھریں گے اس کو  
 تیر بیداو سے اب قتل کریں گے اس کو

سن کے یہ شاہ نے کھینچی دل پر درد سے آہ ۱۶  
 دیکھ کر بچے کو بولے یہ امامِ ذی جاہ  
 لومری جاں نہیں دیتے تمہیں پانی گمراہ  
 کیا کروں میں مرا کچھ بس نہیں اسے غیرتِ ماہ  
 یہاں بچھے گی نہ تری تشنہ وہاں پیٹا  
 جا کے اب غلہ میں پی لیجیو پانی پیٹا

یہاں رقم کرتا ہے راوی یہ بصد درد و ہکا ۱۷  
 صفِ اوّل سے بنِ کابل بے پیر بڑھا  
 رکھ کے چلہ میں خطا کرنے ایک تیر جھا ۱۸  
 تاک کر گردنِ معصوم کی جانب چھوڑا  
 چاند سے حلق سے وہ تیر ستم پار ہوا  
 دل شیر سے اک نشتر غم پار ہوا

چھد گیا تیر سے پہلا سے جو ننھا سا گلو ۱۹  
 دودھ کے بدلے اگلنے لگا منہ سے وہ لہو  
 ہچکیاں لینے لگا ہاتھوں پہ جب وہ گرو ۲۰  
 دیکھ کر ہو گئے بیتاب امام خوش خو  
 صورتِ مائی بے آب وہ دلبر تڑپا  
 مرغِ بیل کی طرح یہاں دل سرور تڑپا

اتنے میں اُس کو لگی موت کی ہچکی آنے ۲۱  
 ننھے ننھے سے وہ بازو بھی لگے تھرانے  
 بتلیاں پھر گئیں وہ پھول لگا مرجھانے ۲۲  
 آہ کی سینے سے لختِ جگر زہرا نے  
 کوئی دم نہ سکے صدمہ پہچانِ اصغر  
 ہو گئے باپ کی آغوش میں بیجاں اصغر

مر گیا شاہ کے ہاتھوں پہ جو وہ طفلِ حسین ۲۰ شاہ اس درد سے روئے کہ ہل عرش بریں  
آئے مقتل میں لئے لاش پر سرور دیں پاس اکبر کے لٹا کر گہا اے ماہِ جنیں

چھوٹے بھائی سے خبردار کہ ڈکھ پائے ہیں

آپ کے پہلو میں ہونے کے لئے آئے ہیں

درِ خیمہ سے یہ بانو نے پکارا ناگاہ ۲۱ کہیئے سیراب ہوا سہرے وہ غیرتِ ماہ  
غم سے دل سینے میں بیتاب ہے اس دہیا شاہ لائے جلد مرے لعل کو اے عرشِ پناہ

علی اصغر نہیں گودی میں تو گھبراتی ہوں

آئیے آپ نہیں میں ہی نکل آتی ہوں

کہیئے حال اس کا عینوں کو دکھایا کہ نہیں ۲۲ رحمِ اصغر پہ کسی شخص کو آیا کہ نہیں  
جا کے دریا پہ اُسے پانی پلایا کہ نہیں کوئی قطرہ مرے بے شیر نے پایا کہ نہیں

شاہ چلائے کہ بیا سے گئے مارے اصغر

اب کے لاؤں میں کوثر پہ سدھارے اصغر

بانو چلائی کہ لونی گئی میں ہائے غضب ۲۳ چھٹ گیا جھ سے مرالال دُپائی یارب  
حرمِ سیدِ قہجہا لگے پیٹنے سب پاس پردے کے تڑپنے لگی آکر زینب

بانو مر پیٹ کے اصغر کو جو چلاتی تھی

صاف زہرا کی بھی رونے کی صدا آتی تھی





مرثیہ..... میر محمود علی لائق

رن میں اصغر کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ

رن میں اصغر کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ اپنے دلبر کو کلیجے سے لگائے ہیں حسینؑ  
استحاث میں سر تسلیم جھکائے ہیں حسینؑ نذر حق کیلئے ششماہ کو لائے ہیں حسینؑ  
پھیل کودھوپ کی حدت سے بچائے ہوئے ہیں

اپنا دامان عیادت پہ اڑھائے ہوئے ہیں

گرچہ دل بے غم و اندوہ سے مغموم کمال پر خوشی حق کی ہے مطلوب شہ نیک خصال  
رن میں لاتے تو ہیں بچے کو بعد استقلال مگر آتا نہیں لب تک کبھی پانی کا سوال

طلب آب میں شرم آتی ہے مضر ہیں حسینؑ

یہ سبب ہے پھر ساقی کوثر ہیں حسینؑ

اپنے مضموم کے چہرے سے ہٹا کر چادر کلمہ گویوں کو وہ دکھلاتے ہیں حال اصغرؑ  
یہی فرماتے ہیں رورو کے شہ جن و بشر جان بہ لب پیاس سے یہ طفل ہے بانی شر

رحم دل ہے کوئی جو نہر سے لادے پانی

مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پلا دے پانی

پھر یہ بے شیر سے فرماتے ہیں سلطانِ انام میری باتوں کو نہیں مانتے ہیں یہ بد انجام  
بے زباں گو ہوا بھی کر نہیں سکتے ہو کلام ختم ٹھٹھ کر دو تم بھی کہ ہو فرزندِ امام

سن کے یہ حکم امام و ذبیاں اصغرؑ نے

سب کو سوکھی ہوئی دکھلائی زباں اصغرؑ نے

دیکھا یہ حال تو بیتاب ہوا لشکرِ قوم ۵ یک زباں بول اٹھے سب ہے یہ بچہ معصوم  
 حیف ہے آبِ رواں سے بھی یہ ہوئے محروم یہ تو وہ حال ہے پتھر سا بھی دل ہو مغموم  
 ہم کو لازم ہے ابھی ٹھہر سے لائیں پانی  
 جلد مرتے ہوئے بچے کو پلائیں پانی  
 دیکھ کر درہم و برہم سپہِ جو و جفا ۶ ٹھٹھہ کو پھر سعد نے یہ حکم دیا  
 قدر اندازوں اب مثل نہیں ہے تیرا دور ایسا نہیں کچھ تاک لے اصغر کا گلا  
 سر کر اک تیر کہ بچہ یہ ہر طرف ہو جائے  
 ڈر یہ ہے فوج نہ حضرت کی طرف ہو جائے  
 پھر سعد کا یہ حکم جو پایا اس نے ۷ اپنے ایمان کا گھرا تھوں سے ڈھلایا اس نے  
 قبر میں روجِ شیر کو ستایا اس نے حضرت فاطمہؑ دہڑا کو ٹلایا اس نے  
 تاک کر حلق کو چلے سے رہا تیر گیا  
 زخمی اصغر کا گلا بازوئے شیر کیا  
 خوں اُگلنے لگا بے شیر کا جب زخمِ گلو ۸ خلق کے نیچے رکھا شاہ نے اپنا چلو  
 بھر گیا دستِ مبارک میں جو اصغر کا لہو پھینکنا چاہتے تھے خاک پہ شاہِ خوشبو  
 دی زمیں نے یہ صدا تھا ابھی برپا ہوگا  
 ایک دانہ نہ مرے بطن سے پیدا ہوگا  
 چاہتا ہوں فلک پھینک دیں بے شیر کا خوں ۹ آئی آواز میں اس بوجھ کے قابل نہیں ہوں  
 میرنِ سمت آیا لہو گر تو برا ہے یہ شگون ہوگا پھر پانی سے سر نہ رہے مسکون  
 ایک قطرہ نہ کبھی ابر سے پھر برے گا  
 بوندِ پانی کو زمانے میں ہر اک ترے گا



گوش زد جب یہ ہوئی ارض و سما کی تقریر ۱۰ مژدہ ہوئے کچھ دیر شہ عرش سریر  
پیارے نجوم کے بھر زخم گلوئے بے شیر کہا اصغر سے کہ کچھ تم ہی بتاؤ تدبیر  
ہے جو ناراض زمین چرخ بھی انکاری ہے

سب کو اے لال ترے خون سے بیزاری ہے  
رائی خلد ہوئے آپ تو چھدوا کے گلو ۱۱ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں اصغر یہ لہو  
گرمز میں پراسے پھینکوں نہ ہودانے کا سمو ۱۲ چرخ پر پھینکوں تو ہو قسط سے اک عالم ہو  
خون ناحق سے ترے کوئی نہیں راضی ہے  
نہ فلک راضی ہے بنیا نہ زمین راضی ہے

کہہ کے یہ ہو گئے خاموش جو کچھ بس نہ چلا ۱۳ سوچ کر کچھ وہی خوں چہرہ اقدس پہ ملا  
اشک آنکھوں سے بہے تاجگر و قلب جلا صبر یہ اُس کا ہے آغوشِ نبی میں پدا  
کہتے تھے بار خدا صبر دکھاتا ہوں میں  
سرخرو اب ترے دربار میں آتا ہوں میں

لاش کو سینے سے چٹائے بہ چشمِ گریاں ۱۴ آئے خیمے کے جو نزدیک شہ کون و مکان  
گوش زد ہونے لگی رائدوں کی فریاد و نغاں مضطرب سب سے زیادہ علی اصغر کی تھی ماں  
شہ کی آہٹ جو سنی اہل حرم آنے لگے  
آپ نے دیکھا جو بانو کو تو شرم مانے لگے

سمجھیں بانو کہ ہیں شرمندہ امام ابرار ۱۵ جانبِ ماشِ پسر ہاتھ بڑھا کر اک بار  
لے لیا گود میں اور لاسے کو کرنے لگیں پیار یہ کیے بین کہ اس چھوٹی سی میت کے شمار

ایک قطرہ نہ ملا ہائے مرے جانی کو  
لعل سی جان گئی آگ لگے پانی کو

شہِ مظلوم یہ فرمانے لگے اے بانو ۱۵  
اکبر و اصغر محسوم کا تم سوگ رکھو ۱۵  
راہِ حق میں دیانتہ نب نے بھی دو بیٹوں کو  
پٹنے رونے میں اللہ کی ناراضی ہے

ہیں جو راضی بہ رضا اُن سے خدا راضی ہے  
کہہ کے یہ لاش پھر لے چلے دن کو شدویں ۱۶  
پہنچے معنوم و حزیں گنج شہیداں کے قریں  
قبر کے واسطے کرتے تھے تلاش ایسی زمیں  
کوئی پہنچا نہ سکے قبر میں ڈکھ اصغر کو  
کوئی بے رحم ستکار نہ کاٹے سر کو

ایک جا بیٹھ گئے خاک پہ با حال تباہ ۱۷  
کھود کر تیغ سے ننھی سی لحد باغم و آہ ۱۷  
صدمہ و غم سے نگاہوں میں لمانہ تھا سیاہ  
دفن اصغر کو کیا اور کہا انا للہ  
پر شہ دیں تے بنایا نہ نشاں ثریت کا  
تاکہ ہوئے نہ کسی کو بھی گماں ثریت کا

فرط اندہ سے تیور کے گرے پھر سر خاک ۱۸  
پھر زمیں سے یہ کہا تھام کے قلب صد چاک ۱۸  
دیر تک رکھے رہے قبر پر سر پر رخ پاک  
میرا بچہ ہے یہ تختِ دل شاہِ لولاک  
اب کوئی ظلم مرے لال پہ ثریت میں نہ ہو  
اے زمیں قرق کوئی میری امانت میں نہ ہو





## مرثیہ..... میر تقی میر

غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ

غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ  
 طفل تھے سہ سہ سکے تشنہ دہانی اصغرؑ  
 بانو چلائی مرے یوسف ثانی اصغرؑ  
 چلے پیاس سے نہ میسر ہوا پانی اصغرؑ  
 دیکھوں کن آنکھوں سے میں حال تہہ مارا بیٹا

ہے غضب تشنہ لبی نے تمہیں مارا بیٹا

تیرے ان موکے ہوئے ہونٹوں کے قربان مارا  
 لگ گئی زکسی آنکھوں کو تری کس کی نظر  
 نکل آئی ہے زباں چھوٹی سی منہ کے باہر  
 چھوڑتے ہو مرنے آغوش کو ہے ہے دلبر  
 گل سے رخصت بھی اب زرد ہوئے جاتے ہیں

ہاتھ اور پاؤں تیرے سرد ہوئے جاتے ہیں

ہائے پانی علی اصغر میں کہاں سے لاؤں  
 ہاتھ سے جاتے ہو بیٹا تمہیں کیونکر پاؤں  
 دم گھٹا جاتا ہے کس طرح نہ میں گھبراؤں  
 کھول دو زکسی آنکھوں کو میں صدے جاؤں

چھ تھینے کی نہ محنت مری برباد کرو

پھر اُسی طرح سے ہنس کر مراد دل شاد کرو

بانو یہ کہتی تھی اور خیمے میں تھی رونے کی دھوم  
 گرد گہوارہ اصغر کے حرم کا تھا جھوم  
 رو کے زینب سے یہی کہتی تھی اُمّ کلثوم  
 بھیجو فتنہ کو چلے آئیں امام مظلوم

کوشش آب کریں وہ کہ پھر مرنے ہے

چھوٹا فرزند بھی دنیا سے سفر کرتا ہے

شور رونے کا جو گھر سے گیا میدان تلک ۵ گھر میں گھبرائے ہوئے آئے شہر جن ملک  
دیکھا اشکوں سے براک بی بی کی ڈوبی ہے پاک سوچا اب دیکھئے کیا ہم کو دکھاتا ہے فلک  
کہا بانٹو سے ہو گرد سے گہوارے کے

باپ کو پاس تو آنے دوسرے پیارے کے  
آب دیدہ ہوئے شہ نے جو سنا حال ہر ۶ پاس آجھولے کے تکتے لگے سوئے دلبر  
کہا بانٹو سے ترؤد نہیں کرنا بہتر جان کی خیر ہے اس بچے کی پیاسا ہے مگر  
زم ہے اکھڑا پہ ہے نبضوں میں روانی بانٹو  
چونک اٹھے ابھی مل جائے جو پانی بانٹو

شاہ نے جھولے سے ہاتھوں پہ اٹھایا اس کو ۷ پیار سے چوم کے چھاتی سے لگایا اس کو  
پر بہت پیاس سے بے حال جو پایا اس کو جلد یجا کے لعینوں کو دکھایا اس کو  
کہا تم لوگوں سے پانی کی طلب بجا ہے  
ماں نے اس بچے کی دریا پہ مجھے بھیجا ہے

اور جو پیاس سے تھے وہ تو گئے سب کوثر پر ۸ مرتے مرتے بھی لب ان کے نہ ہوئے پانی سے تر  
ایک بچہ یہی باقی ہے مرا تشنہ جگر رحم اس پہ کرو پیاسا ہے بہت یہ دلبر  
باتیں یہ سن کے بھی ملعون نہ شر مارتے تھے  
پانی پانی شہِ مظلوم ہوئے جاتے تھے

کھڑے تھراتے تھے غیرت سے امام خوشو ۹ بولا کوئی اسے پانی دو کوئی بولا نہ دو  
حاکم شام کے بھی حکم سے کچھ واقف ہو یہی اب تک ہے منادی کہ تم پانی نہ دو

بولے شہ یہ تو ہے معصوم کو پیاسا ہوں میں

پر رہے دھیان محمدؐ کا نواسا ہوں میں



پانی دینا مجھے شرب میں تمہارے ہے گناہ ۱۰ ہے یہ بچہ اسے دو تھوڑا سا پانی لے لے  
 بیاس سے اس میرے مصوم کی حالت ہے جاہ نہ ملا پانی تو مرجائے گا یہ غیرت ملے  
 آج سیراب اگر یہ گل خنداں ہو گا  
 احمد و حیدر و شبیر پر احساں ہو گا  
 گر ہے یہ دھیان کہ پی لے گا علی کا دلبر ۱۱ ہاتھ سے اپنے پلا دو اسے پانی لے کر  
 تشنہ لب کھا کے بساں خلق سے جائے اکبر اور حسین اپنے لب خشک کرے پانی سے تر  
 بھائی عباس کے مرجائے نے مارا ہے مجھے  
 آپ ہی نمر کے پانی سے کننا ہے مجھے  
 شہ یکس نے نعینوں سے جو یہ کی تقریر ۱۲ سر کو تھوڑا لیا اور رونے لگے کتنے شریر  
 ہاتھوں میں لے کے کہاں کہنے لگا اک بے پردہ مارتا ہوں پسر قاطعہ کے لال کو تیر  
 اس کی گردن سے جو پیکان گزر جائے گا  
 ساتھ فرزند کے شبیر بھی مرجائے گا  
 کہہ کے یہ تیر شکر نے کہاں میں جوڑا ۱۳ دین سے دولت دنیا کے لیے منہ موڑا  
 یوں کہاں سے شہ آفاق کی جانب چھوڑا چھیدا بچے کا گلا، بازوئے سرور توڑا  
 خون منہ سی جو گردن سے رواں ہونے لگا  
 چھاتی سے بیٹے کو لپٹا کے پدر روئے لگا  
 خوں سے آلودہ تھا کرتے کا گریباں سارا ۱۴ زرد تھا صدے سے منہ چاند سا پیارا پیارا  
 خلق سے چھوٹا تھا خون کا اک فوارا کچھ نہ بن آتی تھیں حیراں تھا پدر بیچارا  
 دم جو تھا بند نہ زندہ رہے دم بھر اصغر  
 مر گئے شاہ کی گودی میں بڑپ کر اصغر

دیکھ کر جانبِ افلاک یہ بولے شیر ۱۵  
مارا اعدا نے میرے لال کو اسے خفیہ تیر  
رہجو شاہد کہ یہ بچہ تھا مرا بے تقصیر

ان ستمگاروں نے برباد کیا گھر میرا

کم نہ تھا ناتہ صالح سے یہ دلبر میرا

کہہ کے یہ بچے کی میت پہ اڑ خانی چادر ۱۶  
لور چلے روتے ہوئے خیمے کی جانب مردور  
پاؤں تھراتے تھے اور سینے میں دل تھا مضطر

جب وہ پوچھے گی نہ آئے میرے پیارے اصغرؒ

اُس سے کس منہ سے کہوں گا گھٹے مارے اصغرؒ

دل سے یہ کہتے ہوئے خیمے کے در پر آئے ۱۷  
غل ہوا رانڈوں میں میدان سے سرو آئے  
باتو کہتی ہوئی دوڑی، میرے دلبر آئے

ہاتھ پھیلا کے کہا شاہ سے لاؤ صاحب

اب نہ صدے مری خاطر سے اٹھاؤ صاحب

سُن کے باتو کا تھن شاہ کا دل بھر آیا ۱۸  
چشم سے اشک ہے شرم سے سر نہوڑ آیا  
دیکھ کر جانبِ شہ باتو کو روٹا آیا

وجہ کیا منہ جو پسر کا نہیں دکھلاتے ہو

کیا ہے صدقے گئی کیوں لونڈی سے شرماتے ہو

شاہ نے بچے کے منہ پر سے ہٹایا دامن ۱۹  
دیکھا باتو نے کہ سب خون میں ڈوبا ہے بدن  
تیر آفت سے صراحی سی چھدی ہے گردن

اور کھلا رہ گیا ہے صورتِ سو فارزہن

خون سے چاند سے زخماں بھرے ہیں دونوں

ہاتھ بھی خوں بھرے چھاتی پہ دھرے ہیں دونو



لے کے گودی میں پکاری مریے دلبر ہے ہے ۲۰ پیاسے مارے گئے کمسن علی اصغر ہے ہے

منہی گردن پہ لگا تیر شکر ہے ہے ۲۱ خون میں چاند سے زخماں ہوئے تر ہے ہے

راحت اس دشتِ مصیبت میں نہ آصلا پائی

زخم کا دور سہا ، پیاس کی ایذا پائی

گھر سے میداں میں تمہیں بھیج کے میں بچتا کی ۲۲ واری ماں بوند بھی پانی کی نہ تم نے پائی

ہائے قسمت نے تیری لاش مجھے دکھائی ۲۳ میرے مرجانے کدن تھے پہ تمہیں موت آئی

ہے غضبِ عمر نہ مہنگی پالنے والی بیٹا

کر گئے میری گود کو خالی بیٹا

ماں کو ارمان تھا سو گھنٹیوں تم تو نہ چلے ۲۴ اٹھ گئے گلشنِ ایجاد سے پھولے نہ پھلے

چھ مہینے مری آغوش میں راحت سے بکے ۲۵ لٹاں صدقے گئی اب سو گئے مٹی کے تلے

ماں کو پوچھو گئے نہ بہنیں تمہیں یاد آئیں گی

حسرتیں خاک میں ساری مری مل جائیں گی

کہہ کے یہ ہو گئی غش بانوئے تنہید جگر ۲۶ لے گئے گود سے شدتے ہوئے لاش پر

بہنیں چلائیں کہ چھوڑا ہمیں بھیا اصغر ۲۷ بس نفیس آگے دعا مانگ یہ بادیدہ تر

تو یہ داروں کے گھر خلق میں آباد رہیں

پیرِ فاطمہ کے دوست سدا شاد رہیں



مرثیہ..... نسیم امروہوی

جب فاطمہؑ کے سب گل ترخوں میں بھر گئے

جب فاطمہؑ کے سب گل ترخوں میں بھر گئے ، قتل کی راہ سے سفرِ غلہ کر گئے  
ہیکس کے سارے چاہنے والے گزر گئے ، عباسؑ مر گئے ، علی اکبرؑ بھی مر گئے  
فردوس کو رواں ہوئے منہ موڑ موڑ کے

سب چل بے حسینؑ کو غربت میں چھوڑ کے

صابر نے سب جناہیں کہیں بدو عاند کی ، گھراٹ گیا پہ منہ سے شکایتِ ذراندگی  
اوروں کو روئے اپنے پسر کی عزاندگی ، بیٹا جوان مر گیا ، آہ و بکا نہ کی  
اتنا کہا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے  
اے لال! اب حسینؑ کے جینے پہ خاک ہے

ریتی پہ بر چھی کھائے پڑا تھا جو نور عین ، بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِ شرفین  
ناگاہ اک کنیر پکاری بہ شور و شین ، دم ٹوڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ  
بللہ جلد خیمے میں تشریف لائے

بانو کا لال روٹھ گیا ہے منائے

بہل ہوئے یہ سنتے ہی مظلوم کربلا ، اٹھے کمر پکڑ کے بعدِ نالہ و بکا  
آئے جو خیمہ گاہ میں دیکھا یہ ماجرا ، منکا ڈھلا ہے سر دہیں بچے کے دست و پا

جھولے میں جاں بلب جو ہیں اصغر پڑے ہوئے

روتے ہیں اہل بیتؑ پیسیر کھڑے ہوئے



گو دل کو الفتِ پدری نے ہلا دیا ۵  
بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا دیا ۵  
پر جھک کے کان میں کوئی مرثدہ نہ دیا

پھر ضعفِ تھانہ پیاس سے حالتِ تباہ تھی

قلقاریاں تھیں اور سوئے مقتلِ نگاہ تھی

مُر جھاسے کھل گیا وہ گل ترِ خوابِ یک بار ۶  
کیا کہہ دیا کہ پیاس بھی بھولا یہ شیرِ خوار ۶  
نہنٹ نے کی یہ عرضِ کد اے شاہِ نامدار

اکبر شہید ہو گئے اُمت کے واسطے

اب تم بھی جان دے دو شفاعت کے واسطے

اُمت کا پاس ہے جو میرے پاس آئے ہیں ۷  
بانو پکاریں کیوں نہ ہون ہر اکے جائے ہیں ۷  
ماں سے بھی شوقِ مگس آنکھیں پھرائے ہیں

دل پر خوشی سے داغ میں ان کا اٹھاؤں گی

سب منتیں جنازے پہ رو کر بڑھاؤں گی

لو آؤ بیویو! انہیں دولہا بناؤں میں ۸  
سب ہاسلیاں بھی ملوں بھی ان کو پٹھاؤں میں ۸  
رفیس سنواروں، آنکھوں میں کاجل لگاؤں میں

اکبر کو تو بلاؤ کہ سہرا منگاؤں میں

اس لفظ نے کلیجے میں نشتر چھو دیئے

نہنٹ تڑپ کے رہ گئیں شیرِ ردِ لایئے

بچے کو ماں نے اُجلا سا کرتہ پہنا دیا ۹  
مٹی کا عطر مل کے شلوکہ بسا دیا ۹  
تھا عمامہ باندھ کے دولہا بنا دیا

باچھوں کا دودھ اپنی زردا سے چھڑا دیا

اکھوں کے دُرِ قمار کیے رول رول کر

مددے کی طرح گرد پھری بال کھول کر

دولہا بنا جو بانوئے سرور کا بے زباں ۱۰ زینب بلائیں لینے لگیں ہو کے نیم جاں

منہ چوم کر جو سب نے دعا دی بصد فغاں ۱۱ اصغر کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاریاں

لو بیویا اب اپنے گلہبوں کو تھام لو

رخصت طلب ہیں اصغر ناداں سلام لو

اصغر کو لے کے دشت میں آئے شہ ہدا ۱۲ بچے کا منہ دکھا کے یہ فوجوں کو دی ندا

یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا ۱۳ دودن سے اس غریب کو پانی نہیں ملا

بچہ نڈھال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

صورت سوال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

پھر منہ کو چوم کر علی اصغر کو دی ندا ۱۴ تم بھی تو کچھ اشاروں سے کہہ دو پدر ندا

سمجھیں تو یہ کہ ہو پسر جنت خدا ۱۵ بچے نے کی یہ من کے نظر موبے اشتیا

منہ سے نہ کچھ کہا، یہ جو کہتا تھا کہہ گئے

سوکھی زبان پھیر کے ہونٹوں پہ رو گئے

حاکم نے خرمہ سے اشاروں میں کچھ کہا ۱۶ ہنستا ہوا وہ شوم کہیں گاہ کو چلا

بچے کو لے کے پیچھے بڑے شاہ کر بلا ۱۷ ناگہ زمین کانپ گئی، آسماں ہلا

واں تیر غم لگا کے وہ بھلاک ہٹ گیا

یاں ہاتھوں پر تڑپ کے یہ بچہ الٹ گیا

بازو چھدا حسین کا، بے شیر کا گلا ۱۸ اک آہ بھر کے رو گئے مظلوم گر بلا

بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں ندا ۱۹ کیوں میری جان، پیاس تجھی حلق تر ہوا

چاکر ریاض خلد میں اب شیر خنجر

داہ اپنے صبر کی نرے بابا سے لیجے



تھی گر چا الفت پدری سے نہ دل کو تاب ۱۵ فطرت سے لڑ رہا تھا مگر جان بو تراب  
 دل رو کے کہہ رہا تھا کہ اے دلبر باب اس امتحان میں بھی ہوا باپ کا میاب  
 چو نکو تو شیر کھینچ لیں ہم منہ کو پھیر کے  
 اے لال! آف نہ کیجیو پوٹے ہو شیر کے



مرثیہ..... مرزا فصیح

## نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ

نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ      دونوں ہاتھوں پہ دھرے تھے تن لاغر کو حسینؑ  
 اُس پہ ڈالی ہوئی اک اجلی سی چادر کو حسینؑ      دھوپ میں سایہ کئے لاتے تھے دلبر کو حسینؑ  
 اشک آنکھوں سے نہ ٹھمتے تھے ہے جاتے تھے  
 سر جھکائے ہوئے خاموش چلے جاتے تھے  
 دل میں کہتے تھے کہ اے خالق ذوالجلد و جلال      میں نے کچھ چیز نہیں مانگی کسی سے نا حال  
 آج حیران ہوں آتا ہے یہ برابر خیال      ان لعینوں سے کروں آب کا کیونکر میں سوال  
 آج کا روز قیامت سے نہیں کم مجھ کو  
 علی اصغرؑ کا ہے واللہ بڑا غم مجھ کو  
 اس طرف تھے شب بیکس کے یہ پروردِ سخن      اس طرف دور سے یہ دیکھ کے بولے دشمن  
 کیا ہے شبیر کے یہ ہاتھ پہ مانند کفن      اک لگا کہنے کہ ہوتا ہے یہ مجھ پر روشن  
 تشنگی سے کسی معصوم کا دم نکلا ہے  
 دفن کرنے اسے یہ کشتہ غم نکلا ہے  
 ناگہاں تاک کے بیرحم نے مارا اک تیر      خلق اصغر کا چھدا دستِ جناب شبیر  
 تیر جس وقت لگا ہدیمک پڑا غش سے صغیر      اس کا پیکان سے گلا بند ہوا وقتِ اخیر  
 چاہتا تھا کہ کرے گر یہ نہ رو سکتا تھا  
 خلق میں تیر تھا اور باپ کا منہ سکتا تھا



نخت بے رحم ہو تم کو نہیں کچھ خوف خدا ۵ خیر پروا نہیں دنیا کا ہے عرصہ تھوڑا  
 آخر اے اہل ستم روز جزا بھی ہو گا ۶ اُس دن آؤں گا میں امیر کو لئے خون بھرا  
 جو ستم آج کرو گے متحمل ہے حسین  
 ناقصو سمجھے ہو کیا صبر میں کامل ہے حسین  
 کہہ کے یہ شاہ نے امیر کو اڑھائی چادر ۷ سست خیمہ کے چلے رن سے لئے لاش پر  
 پہنچے جس وقت شہ تشنہ لبان ڈیوڑھی پر ۸ غم سے بانو کے جاتے تھے نہ گھر کے اندر  
 در تک آ کے نہ داخل بہ حرم ہوتے تھے  
 لاش گودی میں لیے در پہ کھڑے روتے تھے

لاش امیر رن سے لاتے ہیں حسین ۹ زخم بازو کا چھپاتے ہیں حسین  
 پاؤں آہستہ اٹھاتے ہیں حسین ۱۰ دل سے اپنے کہتے جاتے ہیں حسین  
 لاش امیر خیمہ میں جب جائیگی  
 شہر بانو دیکھ کر مر جائیگی  
 دو قدم چلتے ہیں اور تھمتے ہیں شاہ ۱۱ راس و چپ مڑ مڑ کے کرتے ہیں نگاہ  
 کہتے ہیں نزدیک ہے اب خیمہ گاہ ۱۲ خطر ہوو گی بانو در پہ آہ  
 میر حلق نازنین کے پار ہے  
 خیمہ تک جانا بہت دشوار ہے

## مرثیہ..... مرزا فتح

### رن سے اصغر گلا چھدا کے پھرے

رن سے اصغر گلا چھدا کے پھرے نہ پیا پانی حیر کھا کے پھرے  
جیتے آئے تھے جی گنا کے پھرے رنج شہیدوں کی سی بنا کے پھرے  
چھوٹے سے سن میں کیا سعید ہوئے

باپ کی گود میں شہید ہوئے  
جب لگا تیر جائے رقت تھی نہ کیا گریہ کیا شجاعت تھی  
باپ سے کس قدر محبت تھی آخری وقت بھی یہ صورت تھی  
نہ ادھر دیکھا نہ ادھر دیکھا  
مسکرا کر زرخ پدر دیکھا

جیتے اصغر تو کیا جواں ہوتے مرد میدان امتحاں ہوتے  
جب صفہ جنگ میں عیاں ہوتے شیر رو بہ صفت نہاں ہوتے  
خُرم نے عذاب مار لیا  
چھ مہینے کے سن میں مار لیا

شان اکبر تھی شان پیغمبر علی اصغر تھا صوت حیدر  
وہ اگر لعل تھا تو یہ تھا ٹکڑ وہ اگر شمس تھا تو یہ تھا قمر  
دونوں تصویریں کیا غما ڈالیں  
دونوں قدیں کیا بچھا ڈالیں



حق بجانب ہے کیوں نہ روئے حسینؑ جس کے مرجائیں ایسے نورالعین  
 باپ کے دل کو آئے کیوں کر چینؑ دونوں فرزند اُس کے تھے شمسین  
 آگ سینے میں مشتعل ہوگی  
 آہ برق قرار دل ہوگی

زخم تازہ امام کھائے ہوئے آتے تھے گھر کو سر جھکائے ہوئے  
 سینے سے لاش تھے لگائے ہوئے اپنے دامن سے تھے چھپائے ہوئے  
 دھوپ سے لاش کو بچاتے تھے  
 پیار میت کو کرتے آتے تھے

کہتے تھے گھر میں اب چلو اصغرؑ غنظر ہوگی غیمے میں مادر  
 بل کو اُس سے وہ دیکھ لے دم بھر پھر لے آئیں گے رن میں اسے دلبر  
 رو برو اس خاک میں چھپائیں گے  
 منہی سی قبر ایک بنائیں گے

دونو بہنیں بھی نکلتی ہوں گی براہؑ ڈھونڈتی ہوں گی پالنے میں بکاہ  
 کبھی ڈیوڑھی پہ کرتی ہوں گی نگاہؑ دوتی ہوویں گی کرتی ہوں گی آہ  
 چلو مل کر انھیں رُلا آؤ  
 اپنا نکھڑا ذرا دکھا آؤ

دونو پھومھیاں بھی پیار کرتی ہیں جان تم پر غار کرتی ہیں  
 بے سے انتظار کرتی ہیں گریہ بے اختیار کرتی ہیں  
 دیکھ کر تم کو وہ بھی خوش ہو جائیں  
 بلکہ مارے خوشی کے غش ہو جائیں

دیکھ لیں تم کو عابد بیمار کیوں کہہ کرتے ہیں وہ نہایت بیمار  
ہیں مگر وہ بہت نحیف و نزار جان کھوئیں کہیں نہ نعرے مار

اُن کو گھڑا فقط دکھا لینا

حلق کے رخم کو چھپا لینا

بچے جب در پہ گھر کے سبڑی دیکھا نہیں کھڑی ہیں اصغر کی  
دیکھ کر شہ کو بولی بابا جی خیر سے جیتے آئے ہیں بھائی

ہم کو وسیعہ جو آئیں لے لیوں

صدقے ہو دیں بلائیں لے لیوں

شاہ بولے بلاؤ ہاتھ کو سامنے جلد لاؤ ہاتھ کو  
آئے اصغر سناؤ ہاتھ کو سوتی ہو تو جگاؤ ہاتھ کو

اُس کا بچہ اُسی کو سوچوں گا

ہے امانت اُسی کو میں دوں گا

دوڑی کھیرا کمالا دکھ پائی کہا اے اماں آئے ہیں بھائی  
دوڑ کر ہاتھ کے پاس آئی دیکھ کر روئے شاہ گھبرائی

بولی فرماؤ کیا ہوا صاحب

جیتا اصغر ہے یا تموا صاحب

شاہ بولے کہ آئے ہیں اصغر تھی امانت نہ لاتے ہم کیوں کر  
ان سے پرمل ہو دیکھ لو دم بھر پھر حوالے کرو مرا دلیر

نہ رہیں گے یہ دن کو جائیں گے

اب تو آئے ہیں پھر نہ آئیں گے



ان کو بھایا ہے قتل کا میدان دودھ بن گھر میں ہوتے تھے حیراں  
 اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنوان چین میدان کا سا گھر میں کہاں  
 جھولے میں بد مزہ یہ ہوئیں گے  
 چین سے اب لحد میں سوئیں گے  
 بانو چلائی کیا کہا سرور ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر  
 مر گیا کیا میرا علی اصغر شہ نے دامن اٹھا لیا رو کر  
 خوں میں معصوم تر نظر آیا  
 ہاتھ پر شہ کے سر نظر آیا  
 ماں نے منکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دامن ٹھکلا دیکھا  
 خون رخصتوں پر ملا دیکھا ثرود اپنا وہ لاڈلا دیکھا  
 پاؤں سیدھے دھرے نظر آئے  
 کف دہن میں بھرے نظر آئے  
 خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے ہلہلانے لگی  
 نوح کر ہال خاک اڑانے لگی ایسی پٹی کہ جان جائے لگی  
 کہتی تھی خاک میرے جینے پر  
 داغ ایسے سہوں جو سینے پر  
 خوب جب رو چکی اٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسین  
 لاؤ دو مجھ کو میرا فوز العین لاش گودی میں لے کے یہ کہے بین  
 ماں غار اس غریب صورت پر  
 جاں غار اس غریب صورت پر

ان کو بھایا ہے قتل کا عیداں دودھ بن گھر میں ہوتے تھے خیراں

اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنوان چین میدان کا سا گھر میں کہاں

جھولے میں بد مزد یہ ہوئیں گے

چین سے اب لحد میں سوئیں گے

ہاٹو چلائی کیا کہا سرور ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر

مر گیا کیا میرا علی اصغر شہ نے دامن اٹھا لیا رو کر

خوں میں معصوم تر نظر آیا

ہاتھ پر شہ کے سر نظر آیا

ماں نے منکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دہن ٹھلا دیکھا

خون رخساروں پر ملا دیکھا مردہ اپنا وہ لاڈلا دیکھا

پاؤں سیدھے دھرے نظر آئے

کف دہن میں بھرے نظر آئے

خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے ہلہلانے لگی

نوح کر پال خاک اڑانے لگی ایسی پٹی کہ جان جانے لگی

کہتی تھی خاک میرے جینے پر

داخل ایسے سہوں جو سینے پر

خوب جب رو چکی اٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسین

لاؤ دو مجھ کو بھرا نور العین لاش گودی میں نے مے پہ کیے ہیں

ماں تار اس غریب صورت پر

جان تار اس غریب صورت پر



رن سے تم جا کے تیر کھا آئے یہ گلا باز میں تہجد آئے  
 خون میں اپنے تم نہا آئے ننھی سی جان کو گنوا آئے  
 کیا ہوئی شرعی دونوں گالوں کی  
 کیا ہوئی بڑھ چنڈوئے بالوں کی  
 منہ پہ آنسو ہیں بے کیوں جانی روئے تھے رن میں مانگ کر پانی  
 بول اٹھو میرے یوسفِ ثانی میں نے ہیں آج مٹیں مانی  
 آنکھوں کو کھولو دودھ اُتر آئے  
 ابھی ماں کی مراد یہ آئے  
 پر گلے کا تو زخم ہے کاری اب تلک جس سے خون سے جاری  
 کس طرح جی اٹھو گے میں واری عمر بھر اب کروں گی میں زاری  
 کیا کروں میرا بس نہیں اصغرؑ  
 زیست کی اب ہوں نہیں اصغرؑ  
 دھیان تھا مجھ کو تیرے چلنے کا دھیان تھا دانت کے نکلنے کا  
 دھیان تھا تیرے پاؤں چلنے کا آگیا وقت ہاتھ چلنے کا  
 نہ کھلی تھی ابھی رہاں تیری  
 نکلی ننھے سے تن سے جاں تیری  
 رن میں کی تم نے جا کے کیا تقصیر کس نے مارا تیرے گلے پر تیر  
 روک لیجئے جو تیر کو شبیر کا ہے کو مرنا میرا ناؤ نمیر  
 شہ نے بازو دکھا دیا اُس کو  
 آپ رو کر رُلا دیا اُس کو

اور کہا بانو جب کہ تیر چلا میں نے بازو پہ اپنے روکا تھا  
 پھوٹ کر بازو حلق اُس کا چھدا میرا اس میں نہیں تصور ڈرا  
 روئی بانو یہ کر کے اُس دم تین  
 ہائے زخمی ہوئے امام حسینؑ

بانو بولی کہ یا امام ہذا کیا ہوا تیر حلقِ اصغر کا  
 شہ نے فرمایا میں نے پھینک دیا بانو بولی کہ ساتھ مانا تھا  
 ہائے وہ تیر میں اگر پاتی  
 پار کرتی جگر سے مر جاتی

شہ نے فرمایا جو ہوا سو ہوا بانو اتنا نہ رو ہوا سو ہوا  
 مبر دل سے نہ کھو ہوا سو ہوا اتنی مضر نہ ہو ہوا سو ہوا  
 لاش دو اس ستم کے مارے کی  
 قبر کھودوں میں اپنے پیارے کی

دے کے لاش کو بولی وہ مضر قبر میں سونے کو چلے اصغر  
 شاہ لے کر چلے جو لاش پر دوڑیں اصغر کی بہنیں نگے سر  
 کہتی تھیں ہم کو لاش دو بابا  
 پیار ہم کر لیں بھائی کو بابا

شہ نے فرمایا وقت ہے اب جنگ اب نہ ٹھہریں گے ہم کہ ہوگی درنگ  
 گاڑ کر اس کو ہم کریں گے جنگ ہے ہمارا بھی غلہ کا آجنگ  
 کیا کرو گی یہ تیر خوردہ ہے  
 علی اصغر نہیں یہ مردہ ہے



دلوں بہنوں کو تھا نہ صبر و قرار    کچھ نہ سنتی تھیں شاہ کی گفتار  
میں کرتی تھیں پکار پکار    دوزی آتی تھیں پیچھے زار و نزار  
جاتے تھے شہ قدم اٹھائے ہوئے

لاش کو سینے سے لگائے ہوئے  
بچے میدان میں جو مالک صبر    کھینچ کر تیج کھودی منہی قبر  
رہے وہ قبر کھود کر جوں ابر    پھر کیا اختیار شاہ نے جبر  
کفن اُس بچے کو پہنانے لگے  
ہاتھ اُس وقت تھر تھرانے لگے

چھوٹا سا اک عمامہ پھر باندھا    اور کہا تجھ پہ ہو خدا بابا  
قبر میں رکھ دیا وہ ماو لقا    منہی تربت بنا کے پھر یہ کہا  
اے زمیں تجھ میں میرا جانی ہے  
بے نشانوں کی یہ نشانی ہے

دیکھا بے تاب ہو کے سوائے فلک    پھر کہا اے خدائے جین و ملک  
میں رضا جو ہوں میرا آج تک    نہیں بے حکم میری ہمتی پلک  
دل سے اُس کو بھلا دیا میں نے

چاند اپنا چھپا دیا میں نے  
بہ خوشی اب میں سرکھاتا ہوں    مگر تیری راہ میں لٹاتا ہوں  
تیرے سینے پہ اپنے کھاتا ہوں    جد کی اُمت کو بخشواتا ہوں

تو خدائے عظیم ہے یارب

تو کریم و رحیم ہے یارب

بس صبح اب مقام عرفاں ہے    یاں ہو ساکت کہ رات پہاں ہے  
 یہ جہاں مومنوں کو زنداں ہے    عیش دائم رضائے سبحاں ہے  
 مر گئے جب تو قید سے چھوٹے  
 غلش عمر و زید سے چھوٹے

مرثیہ..... میر ضمیر

نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبر ہوا تمام

نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبر ہوا تمام    یعنی شبیہ خاص پیمر ہوا تمام  
 شہ نے کہا اب مرا لشکر ہوا تمام    اکبر نہیں تمام ہوا گھر ہوا تمام  
 دل آرزوئے مرگ میں جینے سے سیر ہے  
 اب ہم کو سر کٹانے میں یاں کتنی دیر ہے

عباس کی جدائی سے گو ہے کمر میں خم    پشت و پناہ ہے مری خاطر ترا کرم  
 اکبر کے قتل سے ہوئے ٹپکس اگرچہ ہم    تیری مدد کی ہے مجھے امید دم بدم  
 کیونکر رضا رضا کے سوالب ہلاؤں میں  
 اکبر تو جا چکے علی اصغر کو لاؤں میں

مقل سے تھوڑی دور بڑھے جب پچشم تر    اکبر کی لاش دور سے آئی نہ پھر نظر  
 سوئے فرات کہنے لگے منہ کو پھیر کر    عباس آج سوتے ہو کیا فرش خاک پر  
 اصغر کو لینے جانا ہوں میں خیمہ گاہ میں  
 رکھو ضرور لاشہ اکبر نگاہ میں

امام خیمے میں پہنچ کر حضرت علی اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں شہر بانوردی ہیں کہ علی  
 اصغر کو فوج قاہرہ میں لیجانا مناسب نہیں۔ شاید کوئی شقی القلب انسان اسے بھی ہدایک



کردے۔ امام جواب میں فرماتے ہیں۔

تاثیر بیان

آویگا اس پہ حیر تو ہو جاؤں گا سپر ۴۴ تلواریں چلے گی تو روکوں گا جسم پر  
معصوم کو بچاؤں گا نیزہ چلا اگر اور موت ہی لکھی ہے تو مجبور ہے پدر

تو جانو کہ رادو خدا میں فدا کیا

اکبر جوان مر گیا تو ہم نے کیا کیا

## مرثیہ.....خلیل

انصار و اعزہ لڑائی میں کام آچکے ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ کے لاشہ مبارک کو سپرد خاک کرنے کے بعد امام عالیجاہ خیمہ محرم میں داخل ہو کر کیا دیکھتے ہیں کہ معصوم علی اصغرؑ شدت تشنگی سے گہوارے میں دم توڑ رہا ہے۔

دیکھا جو یہ احوال تو روتے لگے سرور ۱۰ جھولے سے لیا گود میں گھر سے ہوئے باہر  
گھوڑے پہ پڑھے اور روانہ ہوئے مضطر اعدا سے مخاطب ہوئے یوں دشت میں آکر

کیوں بد گہرو اس پہ جو یہ جور و جفا ہے

بتلاؤ تمہیں کیا مرے بچے کی خطا ہے

دی بڑھ کے صدا خرم لے یا شرہ خوشو ۱۱ پانی کے عوض لیجئے پیکان سر پہلو

بس گردن اصغر پہ لگا تیر جفا جو جب حلق چھدا شاہ کا زخمی ہوا بازو

تڑپے نہ ذرا گود میں پیارے علی اصغرؑ

بابا کے گلے لگ کے سدھارے علی اصغرؑ

## تشنگی

شدت تشنگی سے حضرت علی اصغرؑ جھولے میں بے ہوش پڑے ہیں۔

ممکن جو نہیں پانی کئی روز سے پیہم ۱۲ افسوس ہے دونوں لب لعین ہوئے شلم

دیکھا جو دہن خشک تو با ویدہ پر نم ۱۳ لینے لگے یو سے شرہ مظلوم بصد غم

مشتاق بہت تھے سفر خلد ہریں کے

بھلا لیا آگے انہیں قریوں پہ زین کے



روتے رہے وہ پر حرم شاہ زمانہ ۲ رہوار بڑھا کے وہ ہوئے رن گوردانہ  
 دل ماں کا ہوا تیر حوادث کا نشانہ ۳ سب سوئے فلک تھے نگران منظر بانہ  
 تشویش یہی تھی گوئی تازہ نہ بھا ہو  
 اچھے نہیں سامان خدا جانے کہ کیا ہو  
 جب رونق میدان پر آفت ہوئے آقا ۴ ٹھہرے صفِ انداز کے مقابل تن تھا  
 دیکھا کبھی گردوں کو کبھی جانب دریا ۵ کچھ پانی طلب کیجئے تھا دل میں ارادہ  
 گو کام نہیں ہے انھیں حیدر کے خلف سے  
 باقی کوئی حجت نہ رہے اپنی طرف سے  
 آخر فوجِ اشقیاء سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:-

سب دہلیم و ترکِ ستم ایجاد ہوا سیراب ۶ تلاؤ تو اس چنے کی ہے کونسی تقصیر  
 پیاسا ہے کئی دن سے بہت حال ہے تعمیر ۷ پانی کا طلبگار ہے تم سب سے یہ بے شیر  
 بس اس کو پلا دو نہ کوئی اور پیئے گا  
 گرج بھی پانی نہ پئے گا نہ جئے گا  
 موجود تھا واں خردِ ظالم و بے ہیر ۸ مارا اسی بے رحم نے اس بچے کو اک تیر  
 حلقوم پہ بیٹھا تو تڑپتے لگا بے شیر ۹ منہ کر کے سوئے چرخ یہ کہنے لگے شیر  
 اے بار خدا اے مرے مالک مرے مولا  
 کیا کیا نہیں احسان ہیں مجھ پر ترے مولا  
 یہ کہہ کے دل پاک کو ہر چند منجلا ۱۰ صدمہ ہوا اس درجہ گیا نالے پہ ٹالا  
 اور تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۱۱ نزدیک یہ تھا سارا جہاں ہو نہ و بالا  
 تیور جو بدلنے لگے نازوں کے پلے بکے  
 شیر نے ہاتھ اپنا رکھا نیچے گلے کے

ہر حال میں شفقت تھی بہت گرچہ پدر کی اُس زخم سے حالت متغیر تھی پدر کی  
اس طرح سے جب پیاس بھی تشنگی ہو کر تبستم زرخ حضرت پہ نظر کی  
بابا کی طرف دیکھتے ہی مر گئے اصغر  
رونے لگے شیر تھا گر گئے اصغر

### میراثیں

امام نایبِ جاہ حضرت علی اصغرؑ کو لے کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔  
شہ نے کہا تقدیر سے مجبور ہے شیر کچھ مرضی معبود میں چلتی نہیں تدبیر  
اللہ کو کرو یاد نہ ہو مضطر و دلگیر جاتی رہے گی تشنگی اصغرؑ ہے شیر  
اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں۔

سمجھا کے انھیں دن کو چلے سیدِ مظلوم اور ہاتھوں پر رکھے ہوئے وہ تھا سہا معصوم  
لشکر کے قریں آ کے کہا بادلِ مغموم یہ پیاس سے جو خشک ہے اس بچے کا حلقوم  
تم روحِ حسیبؑ پہ یہ احسان کرو گے  
سیراب جو بچہ مرا اس آن کرو گے  
شہ کر رہے تھے آہ یہ رو کر ابھی تقریر ہو جو تیر و کماں لے کے بڑھا خرم ہے پیر  
ناگاہ لگا اصغرؑ بے شیر کے اک تیر بچے کا چھدا خلق بھی اور ہاروئے شیر  
صدمہ تھا عجب دل پہ شہِ عرش نشیں گے  
جب سہم کے لینا وہ گلے سرو دیں گے

اس دم شہِ مظلوم نے دیکھا سوئے افلاک ہم اور عرض کی خالق سے یہ بلا دیدہ نمناک  
وہ ظلم کیسے مجھ پہ کایچہ ہوا صد چاک دے داد کہ فریادی ہے ابنِ شہِ لوداک  
مظلوم پہ سید پہ مسافر پہ جفا کی  
معصوم کو مارا ہے دہائی ہے خدا کی



## میر مونس

جب رو گئے شہناشہ ویں دشت ستم میں | تھمتے نہ تھے انگھوں سے فرزند کے غم میں  
فرماتے تھے اپنا بھی سفر ہے کوئی دم میں | ہوا ہے اب آخری رخصت کو حرم میں  
اس کے بعد لکھتے ہیں :-

یہ کہہ کے پھرے رن سے شہنشاہ دو عالم | فرماتے گئے لاش پہ عبوس کے ماتم  
روتے تھے جو لاش علی اکبرؑ پہ بھد غم | لب خشک تھے سو جے ہوئے تھے دیدہ پر غم  
ہر چار طرف نکلتے تھے حسرت کی نظر سے

ہر ایک قدم آہ نکلتی تھی جگر سے  
بانوئے حزیں اتنے میں روتی ہوئی آئی | مُردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغرؑ کو بھی لائی  
چلائی کہ اکبرؑ نے تو جان اپنی گنوائی | اٹھارہ برس کی مری لوتی ہے کمالی  
کس سے کہوں جو داغ کیجے پہ سبے ہیں  
باقی ہیں اب اصغرؑ سو یہ دم توڑ رہے ہیں

یہ سنتے ہی مہر پردی کا ہوا اک جوش | رونے لگے دیکھا علی اصغرؑ کو بے ہوش  
لے کے اُسے آغوش میں وہ شاہ کفن پوش | خیمے سے چلا سر کو جھکائے ہوئے خاموش  
اس وقت عجب حال سے وہ تشنہ جگر تھا  
لخت جگر آنکھوں میں تھے دامن میں پھر تھا

اس چاند کے کڑے پہ اڑھائے تھے جو دامن | فانوس میں اک شمع نظر آتی تھی روشن  
جا پہنچے جو نزدیک جھکائے ہوئے گردن | ہنس ہنس کے تب آپس میں یہ کہنے لگے دشمن  
لو پانی طلب کرنے کو یاں آئے ہیں شبیر  
سو کھی سنی کوئی سنگ اٹھالائے ہیں شبیر

لشکر کے پاس پہنچ کر حضرت نے رخِ اصغر کو بے نقاب کر دیا اور کہنے لگے۔

وہ دن سے جو ہے پانی سے محروم یہی ہے

دیکھو چھ مہینے کا مصوم یہی ہے

شمر ستم ایجاد نے کی جڑھ کے یہ تقریر کیا سوچ کے اس بچے کو یاں لائے ہیں شبیر

پانی کی گدائی کی تو اچھی ہے یہ تدبیر یہ کہہ کے پکارا وہ کہ ہاں جلد چلیں تیر

بسل سے تڑپتے رہیں شبیر میں دیکھوں

ہو جائے یہ بچہ ہدف تیر میں دیکھوں

کچھ خوفِ خدا دل میں نہ لائے وہ جفا کار بو چھا رہی تیروں کی اس بچے پہ اکبار

جھک جھک کے بچانے لگے اس کو شہابار چلائے یہ کیا کرتے ہوائے قوم ستمگار

مجرم ہوں میں زخمی جو کرو مجھ کو بجا ہے

اے ظالمو بچہ مرا بے جرم و خطا ہے

ستیا نہ تھا کوئی شہِ مظلوم کی فریاد بے جرم و خطا ہوتی تھی مصوم پہ بیداد

ہستا ہوا اظہارِ کابل ستمِ ایجاد اور لیس ہوا تلّٰی پہ بچے کے وہ جلا د

چلتے سے کہاں کے لبِ سو فار ملا کر

تا کا علی اصغر کا گلا ہاتھ اٹھا کر

تیر لگتے ہی۔

بسل کی طرح ہاتھوں پہ تڑپا علی اصغر دم رک گیا اور جسم لگا کاٹنے قہر قہر

منہ کھول دیا تھا سانسک آنکھوں میں بھر کر بچے کو لئے بینہ گئے خاک پہ سرور

کھینچا جون ہی پیکانِ ستم اس کے گلو سے

تر ہو گیا گرتا علی اصغر کے لبو سے



منہ ملنے لگے بچے کے منہ سے شہزادان کہتے تھے یہ بابا تری منظوی کے قربان  
 بچتیا میں خیمے سے تمہیں لاگے میری جان ۱۰ تقصیر ہوئی باپ سے اسے اصغر نادان  
 کیا قہر ہے دم توڑو تم اور زندہ ہو شبیر  
 قسمت میں یہ تھا بانو سے شرمندہ ہو شبیر  
 رورو کے یہ کہتے تھے شہ بیکس و بے پر اتنے میں لگے ہچکیاں لینے علی اصغر  
 کس پیار سے دیکھا رخِ فرزندِ پیبر ۱۱ اور سرد ہوئے ترکی آنکھوں کو پھرا کر  
 چلائے کہ پانی نہ دیا مر گئے اصغر  
 لو خالوں دنیا سے سفر کر گئے اصغر

### تاثیر بیان

اس وقت چلے لاش کو چھاتی سے لگا کر ۱۲ ہر گام پہ رو دیتے تھے گردن کو جھکا کر  
 بانو کو پکارے یہ درخیمہ پہ جا کر یجاؤ نہیں آئے ہیں یہ پیاس بجھا کر  
 کھلا گئے ہیں دھوپ میں دامن سے ہوا دو  
 صاحب انھیں گہوارے میں لجا کے سلا دو

### مرثیہ..... امین

حضرت امام حسینؑ حضرت علیؑ اصغرؑ کو لشکرِ عظیم کے روبرو لے کر جاتے ہیں :-  
 بے چین و مضطرب تھے جواہلِ حرم تمام ۱۳ واں پہنچا باؤ فاطمہ زویک فوجِ شام  
 کھلا گیا تھا دھوپ سے رخسارِ لالہ قام روتے تھے دیکھ دیکھ کے صورتِ شہِ امام  
 دلبر کو زپرِ سیرِ انور چھپائے تھے  
 دامنِ عبا کا چاند سے رخِ پراڑھائے تھے

نہرے پہنچ کے متصل فوج اشقیا ۲ چاہا کہ پانی مانگیں پہ مانع ہوئی حیا  
 آپس میں ذکر کرنے لگے باقی جفا کیا شے چھپا کے لائے ہیں سلطان کر بلا  
 بولا کوئی کہ جنگ سے عاجز اب آئے ہیں  
 قرآن صلح کے کیلئے ہاتھوں پہ لائے ہیں  
 آپ فوج اشقیا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک نہیں ہے میرے جگر  
 کا ٹکڑا ہے۔

دم توڑتا ہے سوزِ عطش سے یہ نونہال ۳ بے رحمو جائے رحم ہے کچھ تو کرو خیال  
 سیبِ بڑباں ہے غنچہ صفت کیا کرے مقال اس کی طرف سے کرتا ہوں تم سب سے میں موال  
 پانی اسے برائے خدا دو مجھے نہ دو  
 آکر تم آپ اس کو پلا دو مجھے نہ دو  
 اس وقت شمر شقی القلب حرمہ کی پیٹھے ٹھونک کر کہتا ہے۔ کہ ہاں دوست تیری -  
 تیر اندازی اور شیوت و قہداری کا زریں موقع ہے۔

پہ سن کے لیس قتل پہ وہ بے حیا ہوا ۴ چلے میں جوڑا تیر کو دردا وا صبرتا  
 گوشے کماں کے کھینچ کے دو نو دیئے ملا تاکا خطا شعار نے مظلوم کا گلا  
 پکیاں چھٹا تو گردنِ نازک ہدف ہوئی  
 دولت علی کے لال کی بالکل تلف ہوئی  
 تیر ستم رکا نہ کسی طرح راہ میں ۵ در آیا حلق چھید کے بازوئے شاہ میں  
 عالم سیاہ ہو گیا سارا نگاہ میں باقی تھی جان ایک رتی رشکِ ماہ میں  
 بولے نہ کچھ تڑپ کے جہاں سے گزر گئے  
 اصغر اگل کے منہ سے لہو ہائے مر گئے





## تعشق

شدت تشنہ لبی سے حضرت علی اصغر جھولے میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ معصوم  
بچے کی یہ حالت دیکھ کر۔

بیٹاب ہوا سینہ سرور میں دلِ زار ۱ ہٹ ہٹ گئے ناموس بڑھے سید ابرار  
جھولے کے قریب آئے شہنشاہِ خوش اطوار ۲ دیکھا کہ ہیں اصغر بھی شہادت کے طلبگار

تیکے میں تر آیا ہے عرق متصل ایسا

گہوارے کو جنبش ہے ترپا ہے دل ایسا

ہے خشک دہن غنچہ پر مردہ کی تمثال ۳ ماتھے پہ عرق آنے سے جم گئے ہیں بال  
یوں پاؤں رگڑتے ہیں کہ دل ہوتے ہیں پامال ۴ سوزِ جگر و دل سے ہے تغیر بہت حال

تن سرد ہے دریا جو پسینے کا بہا ہے

نبضوں میں غلام ہے کہ جی ڈوب رہا ہے

جب پھول سے ہاتھوں کو چمکتا ہے وہ مضطر ۵ اک چوٹ سی لگتی ہے دلِ سرور دیں پر  
آنکھیں جو پھراتا ہے وہ برگشتہِ مقدر ۶ سینوں میں الٹ جاتے ہیں دلِ صورتِ ساغر

منہ خشک جو ہے غم سے جگر جلتے ہیں سب کے

یوں مٹھیاں باندھے ہیں کہ دل ملے ہیں سب کے

حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت شہر بانو کی رضا مندی سے حضرت علی اصغر کو

الشکر غنیم کے رو برو لیجاتے ہیں :-

ردتی رہیں پروے کے ادھر بانوئے مضطر ۴  
 اصر کو ادھر لے کے روانہ ہوئے سرور  
 لینا ہوا کرتا ہے پیتے میں جو ہیں تر ۵  
 ہے جسم شلو کے سے عیاں مثل گل تر  
 کب غرق عرق لخت دل سرور دیں ہے  
 آلودہ شبنم گل فردوس بریں ہے  
 انداز بیان

ہے گود میں اس طرح سے شبیر کا پیارا ۵  
 آغوشِ مہ تو میں جھٹکتا ہے ستارا  
 اس شمع سے پُر نور بیابان ہے سارا ۶  
 حضرت کو ہوا کا نہیں منظور گزارا  
 اللہ رکھے خلق میں اس جلوہ گرمی کو  
 دامن میں چھپائے ہیں چراغِ سحری کو  
 پر ہول جو باجوں کی صدا آتی ہے دن سے ۷  
 لپٹے ہوئے ہیں سینہ سلطانِ دمن سے  
 آکر جو ہوا گرم نکل جاتی ہے سن سے ۸  
 معلوم یہ ہوتا ہے چلی روح بدن سے  
 جلتی ہوئی ریگ آنکھوں میں پڑتی ہے جو آ کے  
 منہ ملتے ہیں سینہ سے امامِ دومرا کے  
 معصوم کو حیرت ہے کہ یہ سانحہ کیا ہے ۹  
 وہ گھر ہے نہ بہنوں کی نہ مادر کی صدا ہے  
 گھوڑوں کے سموں کی ہے صدا حشرِ پیا ہے  
 ہے تند ہوا گرد میں پوشیدہ فلک ہے  
 سنائے ہیں تیروں کے کمانوں کی کڑک ہے  
 دریا کے نگہبان صدا دیتے ہیں ہر بار ۸  
 ہاں بھائیو ہر گھاٹ گورو کے رہو ہشیار  
 مینہ تیروں کا برے اگر آئے کوئی اس پار ۹  
 پیا سا کوئی اس سمت سے گزے نہ خیر دار  
 قطرہ اُسے پانی کا نہ دو تشنہ لبی میں  
 بچہ بھی جو ہو آلِ رسولِ عربی میں



ہائیں یہ ادھر تھیں کہ پکارے شہناشاہ ۹ اے قوم جفا کار و لعین و ستم ایجاد  
موجود ہوں میں مجھ پہ جو منظور ہے بیداد لڑکوں پہ کرد رحم کہ ہو صاحب اولاد  
مجرم مجھے سمجھے ہیں جو سب درپے کیس ہیں  
اچھا مرے بچے تو گنہگار نہیں ہیں  
چوپائے تک اس نہر سے پی جاتے ہیں پانی ۱۰ بجھتی ہے پردوں کی یہاں تشنہ دہانی  
مضموں پہ بھی رحم مگر کیا نہیں آتا  
بچہ یہ ترجیح ہے کہ دیکھا نہیں جانا  
اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں:-

ترپائے ہیں رات کو بچے میرے مارے ۱۱ سویا نہیں تا صبح کوئی پیاس کے مارے  
یہ لال ہے اولاد پیسیر کی تمہارے ۱۲ تم گود میں لے جاؤ اسے نہر کنارے  
اپنے لئے مجھ کو طلب جام نہیں ہے  
میں دور کھڑا ہوں مجھے کچھ کام نہیں ہے  
وہ پیاس ہے اس کی کہ نہیں کہنے کے قابل ۱۳ سوزش سے پھڑکتا ہے یہ دل صورت سہل  
سینے پہ ذرا ہاتھ کا رکھنا بھی ہے مشکل ۱۴ چھاتی سے لگاتا ہوں تو جلتا ہے مرادل  
دیکھی نہیں حالت یہ کسی تشنہ دہن کی  
تم تک تو پہنچتی نہیں آج اس کے بدن کی  
پانی کی کمی کچھ نہیں موجود ہے دریا ۱۵ لیجاتے ہیں بچوں کے لئے طاہر صحرا  
لٹا ہے پڑا آب تمہیں کچھ نہیں پروا ۱۶ سب کھیت ہیں سیراب یہ مضموم ہے پیاسا  
رتبہ نہیں کچھ نکل و گل دہرگ و شر کا  
لکڑا ہے یہ محبوب الہی کے جگر کا



اللہ سے صبر دل شاہنشاہ دلیگر <sup>۱۳</sup> یوں منہ پہ دھرا ہاتھ تہ گردن بے شیر  
اک ہاتھ سے بس کھینچ لیا شاہ نے وہ تیر قبلہ کی طرف پھرتے ہی حالت ہوئی تغیر  
دو مرتبہ کانپا بدن اور مر گئے اصغر  
تکبیر کہی شہ نے قضا کر گئے اصغر

### ہدیہ درویش

بس ہاتھوں پہ میت کو اٹھا کر شہ والا <sup>۱۵</sup> یوں کرنے لگے عرض کہ اللہ تعالیٰ  
تو راحم و غفار ہے تو بخشے والا اک اور یہ حاضر ہے مری گود کا پالا  
رحمت سے تیری داغ جگر پھول ہو مالک  
درویش کا ہدیہ ہے یہ مقبول ہو مالک

آخر علی اصغر جو گئے بارغ جہاں سے <sup>۱۶</sup> لازم ہے کہ آف تک میں نکالوں نہ رہاں سے  
مالک مجھے کیا کام کسی تشنہ دہاں سے کسمپوں تو ذرا میں انھیں لایا تھا کہاں سے

معبود ہے تو عبد یہ ناچیز تریں ہے

مملوک کو دعویٰ کوئی مالک سے نہیں ہے

اس وقت امام نے حضرت علی اصغر کو مہ فون کرنے کے لئے چھوٹی سی قبر تیار کی۔ پھر  
لاشے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

کچھ بھی نہ رہے دہر میں اے اصغر ناداں <sup>۱۷</sup> گل آئے سوئے خلد چلے آج میری جاں  
جیسے ہو کسی غیر کے گھر میں کوئی مہاں تھے یہ چھ مہینے مگر اک خواب پریشاں

چلنے بھی نہ پائے کہ قضا کر گئے بیٹا

جی بھر کے نہ دیکھا تھا کہ تم مر گئے بیٹا



جب حسرت و زماں کی یہ باتیں ہوئیں آخر ۱۸ طوق اصغر ناداں کے بڑھا کر شبہ صابر  
منہ چوم کے بولے میرے ننھے سے مسافر تربت ہو مبارک لے خدا حافظ و ناصر

مٹی میں ملایا وہ ستارہ شبہ دیں نے

فرزند کو تربت میں اتارا شبہ دیں نے

تھا چاند کے نکلنے سے جو پیارا رخ فرزند ۱۹ دیکھا کئے تادیر بھٹکے شاو خرو مند  
پیوند زمیں اپنے جگر کا کیا پیوند ۱۹ دنیا ہوئی آنکھوں میں سید قبر جو کی بند

اشکوں سے رخ پاک دھویا کئے حضرت

منہ قبر پہ رکھے ہوئے رویا کئے حضرت



یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶  
۹۲۱۱۰  
یا صاحب الزمان اور کئی

DVD  
version

# لیک یا حسین

نور عباس  
مخصوصی تعاون  
شہوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری

SABEEL-E-SAKINA  
Unit 8,  
Lafabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.  
www.sabeelsakina.co.cc  
sabeelsakina@gmail.com

www.sabeelsakina.com

NOT FOR COMMERCIAL USE